

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَقَدْ نَزَّلَ الْفُرْقَانُ فَتَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
ضِيَاءُ الْقُرْآنِ

جلد دوم

پیر محمد کرم شاہ ایم اے (الازہر) سجادہ نشین ہمدرد

ضیاء القرآن پبلیکیشنز
کج بخش روڈ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ضیاء القرآن پبلی کیشنز محفوظ ہیں

طبع _____ تخلیق مرکز پر نوز ۷۲۲۹۴۱۶
 کتابت _____ خوشی محمد ناصر، محمد صدیقی، محمد اللہ صدیقی
 متن _____ بشکریہ تاج کپنی کراچی
 تعداد _____ تین ہزار (۳۰۰۰)
 تاریخ طباعت _____ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ
 ناشر _____ ضیاء القرآن پبلی کیشنز - لاہور



فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵	سُورَةُ الْأَعْرَافِ	۱
۱۲۳	سُورَةُ الْأَنْفَالِ	۲
۱۴۳	سُورَةُ التَّوْبَةِ	۳
۲۷۱	سُورَةُ يُوسُفَ	۴
۳۳۷	سُورَةُ هُودَ	۵
۳۰۱	سُورَةُ يُوسُفَ	۶
۴۷۷	سُورَةُ الرَّحْمٰنِ	۷
۴۹۹	سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ	۸
۵۲۷	سُورَةُ الْحَجَرِ	۹
۵۵۳	سُورَةُ النَّحْلِ	۱۰
۶۲۱	سُورَةُ بَنِي إِسْرٰئِيْلَ	۱۱
۶۹۳	تَحْقِیْقَاتِ لُغَوِیَّةِ	۱۲
۶۹۷	التَّحْقِیْقَاتِ النُّحَوِیَّةِ	۱۳
۶۹۸	فہرست مطالب	۱۴

فہرست نقشہ جات

صفحہ	نمبر شمار
۶۰	۱ اقوامِ عباد - تمود - لوط اور شعیب کے علاقے
۱۲۴	۲ قریش کی تجارتی شاہراہ
۱۲۸	۳ جنگ بدر
۱۷۴	۴ عہد رسالت میں مشہور عرب قبائل کے مسکن
۳۶۲	۵ قوم نوح کا علاقہ اور جبلِ بُردی
۴۱۴	۶ سورہ یوسف سے متعلقہ علاقے
۶۳۴	۷ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد فلسطین کی قبائلی تقسیم
۶۳۶	۸ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی سلطنت
۶۳۷	۹ سلطنت اسرائیل اور یہوداہ
۶۳۸	۱۰ فلسطین بزمانہ دولتِ مکابہ
۶۳۹	۱۱ میرود و عظم کی سلطنت
۶۴۰	۱۲ فلسطین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں

تعارف سورۃ الاعراف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس سورۃ پاک کا نام الاعراف ہے۔ یہ ۶۶ آیتوں اور چوبیس رکوعوں پر مشتمل ہے اور اس کے الفاظ کی تعداد ۳۳۶۵ ہے۔ یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اگرچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کی پانچ یا آٹھ آیتیں مدنی ہیں رد اس سال اہل القرینۃ ابو بکر عقیقین کا منقول یہ ہے کہ اس کی تمام آیتیں بڑا استغناء مکتی ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بسند صحیح ہی مروی ہے۔

سورۃ الانعام اور الاعراف کا زمانہ نزول قریب قریب سب سے پہلے یعنی ہجرت سے پہلے مکی دور کے آخری سالوں میں اس کا نزول ہوا۔

اس سورۃ میں بھی خطاب انھیں لوگوں سے ہے جو سورۃ الانعام میں مخاطب تھے یعنی مشرکین عرب۔ اس لیے انھیں کے عقائد باطلہ کی تردید۔ انھیں کے اوہام فاسدہ کا بطلان، انھیں کی غلط کاریوں کا ازالہ اور انھیں کی کج فہمیوں کی اصلاح پر سارا زور صرف کیا گیا ہے۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل کا ہے۔ سابقہ سورۃ میں جو مسائل اجمالاً مذکور ہوئے تھے یہاں انھیں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ پہلے بھی بتایا گیا تھا کہ اختیار کوام نے جب اپنی اپنی قوموں کو توحید کی دعوت دی اور اس کے لیے ناقابل تردید و لائق پیش کیے تو ان میں غور و فکر کرنے کے بجائے ان کی قوموں نے ان کا مذاق اڑایا، ان کی تکذیب کی۔ اور انھیں اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس سورۃ میں متعدد انبیاء کوام لوٹ، جو مسلمانوں، شیعتہ علیہم السلام کا نام لے کر ان سے احوال بیان فرمائے اور ان کی قوموں نے جو نادر و اسلک اور معاذرت برتاؤ اپنے انھیں، پاکباز رہنماؤں کے ساتھ کیا اس کا ذکر کیا اور اس حقیقت کو بڑی فصاحت سے آشکار کیا کہ جب مزاج بگڑ جاتا ہے اور غیبت پھیلنے لگتی ہے تو اس وقت حق پذیر کی کی استعداد بڑھ کر باور مغشوع ہو کر رہ جاتی ہے۔ صداقت کا آفتاب اپنی تمام تاریکیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ لیکن آنکھیں اس کے نور کو نہیں دیکھ سکتیں۔ دلائل کی زبان اعلان حق کر رہی ہوتی ہے لیکن کان اسے سن ہی نہیں سکتے اور دل اطمینان کی سمجھنے کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اوہام و تفہیم و ترغیب و ترہیب کوئی چیز کارگر ثابت نہیں ہوتی۔

مختلف دھڑلوں کے اہل بنائے کے بعد کسی دھڑلوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات تعبیر و بیان فرماتے آپ کو دو قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ ایک فرعون اور اس کے حواری اور دوسرے آپ کی اپنی قوم بنی اسرائیل پہلا طبقہ حکمران تھا جسے بے پناہ اختیارات اور مراعات حاصل تھیں۔ ملک کی ساری دولت و ثروت ان کی ملکیت تھی۔ عیش و عشرت کے سب سامان انھیں میسر تھے۔ دوسری قیمت پر ان سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ حتیٰ کہ جب ان کے مقرر کیے ہوئے معیار کے مطابق حق واضح ہو گیا۔ اور ان کے بلائے ہوئے جاؤ و گرجا اب نبوت کے سامنے اپنے نظر فریب بھری بے سرو بانی کا اعتراف کر کے باطل سے تائب ہو گئے۔ اور حضرت حکیم پر بعد حق دل سے ایمان لے آئے۔ تب بھی فرعون نے ذہنیت سے قبول حق سے گریز اختیار کیا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے ناجائز اختیارات اور مراعات سے محروم ہو جائیں۔ ان کی ٹوٹ کھوٹ پر پابندیاں لگا دی جائیں۔ اور ان کی عیش و نشاط کی بساط اگٹ دی جائے۔ اور وہ اس کے لیے کسی طرح آمادہ نہ تھے۔

دوسرا طبقہ جن سے آپ کو واسطہ پڑا تھا وہ آپ کی اپنی قوم بنی اسرائیل تھی جو مدت دراز سے غلامی کی زندگی گزار رہی تھی۔ ان کی ہمتیں پست اور دل سے سرد ہو چکے تھے۔ ذلت کی پستیوں میں رہتے رہتے بڑی لذت محسوس کرتے تھے۔ ان کی تن آسانی کا یہ عالم تھا کہ عزت کی بندوبستوں تک پہنچنے کے لیے وہ کسی جدوجہد کے لیے آمادہ نہ تھے وہ چاہتے تھے کہ لڑے بغیر فوجات کے دروازے ان پر کھول دیے جائیں۔ اور تو اور انھیں کھانے پینے کے لیے بھی ہاتھ پاؤں بلائے نہ پڑیں۔ بلکہ آسمان سے پکا پکایا کھانا ان کے دست و پاؤں پر چن دیا جائے۔ ان کی تعمیری قوتیں اتنی فرمودہ اور اندر ہو چکی تھیں کہ جدت فکر اور تدبیرات مل کا ان کے ہاں تصور تک نہ تھا۔ دوسروں کی تقلید اور پیروی کے لیے وہ ہر لمحہ آمادہ تھے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے وہ فرعون کی غلامی سے آزاد ہو کر داوی سینا میں پہنچے اور وہاں کے بت پرستوں کو دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے لیے ایسا ہی ثبوت بنانے کی فرمائشیں شروع کر دیں اور آپ کی سرزنش پر بظاہر تو خاموش ہو گئے لیکن جب آپ چلے گئے تو ان کے لیے کوہ طور پر لشریعت لے گئے تو خداوند سبحان و قیوم کو چھوڑ کر فوراً سامری کے بتائے ہوئے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔

ان تمام واقعات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ احکام الہی سے وابستہ اور ہم سرکشی، بے پناہ قوت و اختیار کا خاتمہ اور ایسے ہی علامت زندگی افراد و اقوام کے ذہنوں کو بگاڑ دیتی ہے۔ اور انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ان بگڑی ہوئی ذہنیات کی اصلاح کی جائے تاکہ ایک ایسا معاشرہ معرض وجود میں آجائے جو طاقتور ہونے کے باوجود انصاف پرست ہو۔ ظلم و ضبط کا پابند ہونے کے باوجود غلامانہ بے بسی کا شکار نہ ہو۔ اور اس میں حقوق اور ذرائع کے توازن کے دونوں پڑے برابر ہوں۔ لیکن جو بد نصیب اللہ کے پیغمبروں کی مشفقانہ نید و مصلحت کو قبول نہیں کرتا اور اپنی گمراہی پر پختہ رہتا ہے تو مکافات عمل کا قانون اُسے پس کر رکھ دیتا ہے اور اُس کا نام و نشان تک صغیر ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔

نورِ انسانی کے عہدِ طغوتیت میں ہر قوم کی طرف الگ الگ نبی مبعوث ہوئے جو وحی اور مقامی ضروریات کے پیش نظر اصلاحِ احوال کے لیے کوشاں رہے لیکن آخر میں جوہ نبی مکرّم اور رسولِ معظم تشریف لایا جس کی دعوت زمان و مکان کی حد بندیوں سے نا آشنا تھی۔ وہ تمام انسانوں کا قیامت تک کے لیے ہادی و مہرشد بن کر جلوہ افروز ہوا تھا۔ اس لیے اس نے کھلے الفاظ میں یہ اعلان فرمادیا۔ یا ایہا الناس انی رسول اللہ لیکم جمیعاً۔ اسے لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ اس مقام پر ان عظیم مقاصد کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جن کی تکمیل کے لیے اس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تھا۔

Figure 2

هُم قَائِلُونَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بِأُسْنَا إِلَّا أَنْ

جب دُود و پھر کو سونے تھے پس نہ تھی ان کی (پسند) پکار جب آیا ان پر ہمارا عذاب بجز اس کے کہ

قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَ

انہوں نے کہا ایسے شکست ہم ہی ظالم تھے غے سو ہم ضرور پوچھیں گے ان سے شے بھیجے گئے (رسول) جن کی طرف اور

لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَلَنَقْضُنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَ مَا كُنَّا

ہم ضرور پوچھیں گے (رسولوں) سے پھر ہم ضرور بیان کریں گے پس ان کو حکم ان پر اپنے علم سے اور نہ تھے ہم

جب کہ وہ غلاب رحمت کے مزے ٹوٹ رہے تھے۔ ان کو خبر تک نہ ہوئی اور ان کو نصیحت نہ یاد کر دیا گیا اس لیے اسے

اہل نکر اس ڈھیل پرست غرور کرو۔ مہلت کی گھڑیوں کو نصیحت جانو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی ایسے بولا کہ انجام سے

دوچار ہونا پڑے۔ کم بختیہ ہے اور کثرت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ضجاء ہائیں فاعل ترتیب کے لیے نہیں بلکہ شخص

مصلحت کے لیے ہے۔ فقال الفضل والغلام یعنی ابواؤ فلا یلومہم الترتیب (قرطبی) اور علامہ بیضاوی نے اہلکنا کا

معنی کیا ہے اردنا اہلانا اہلہا یعنی جب ہم نے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر عذاب بھیجا۔ اس حالت

میں خاتم اپنے معنی پر رہے گی اور بعض علماء نے اسے فاعل تفصیل یا سبب یعنی ہلاکت کی تفصیل کا بیان ہے کہ بعض قوموں

پر رات کو عذاب نازل ہوا جیسے قوم لوط اور بعض پر دوپہر کے وقت جب وہ قتلوار کر رہے تھے جیسے حضرت شعیب کی قوم پر

قیلولہ کہتے ہیں دوپہر کے وقت ہوتا یا صرغ آرام کرنا۔ وحی نو مر نصف النهار وقیل الاستراحة نصف

النهار اذا اشتد الحر وان لم یکن معھا نحر۔ (قرطبی)

کے یعنی جب عذاب الہی نے انہیں آچکا تو نگے پیچھے پکارتے اور اعرابوں پر جم کرنے لیکن اس وقت ان کی یہ

پہنچ دیکھار اور انہما نہ دامت ان کے کسی کام نہ آیا اور وہ تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ آج بھی ہر قوم اور ہر فرد کے لیے

ان آیات میں درس عبرت موجود ہے۔

شہ امتوں سے بھی باز پرس ہوگی اور انہما روئسل سے بھی پوچھا جائے گا۔

۹۔ اس آیت میں شبہ کا ازالہ کر دیا گیا ہو شاید کسی کو ذن کے دل میں پیدا ہو کہ کیا اللہ تعالیٰ کو ان باتوں کا علم نہ

تھا کہ ان کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا۔ بتایا کہ ہمارے علم سے تو کوئی چیز مخفی نہیں اور ہمارا علم محیط ہر لمحہ ان کو اپنے

احاطہ میں لیے ہوئے تھا۔ اس پر سبب میں حکمت یہ ہے کہ کہنود ان کی زبان سے ان باتوں کو منوالیا جائے۔

غَابِیْن ۵ وَالْوُزْنُ یَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ

ان سے غائب اور اعمال کا تولن اس دن برحق ہے نہ پس جن کے بھاری ہوئے توازن

نہ اعمال کے وزن سے کیا مٹا ہے، میزان کی شکل و صورت کسی ہوگی، کس چیز کا وزن کیا جائے گا، اعمال کا یا ان کے ثمرات کا جن میں اعمال مرقوم ہوں گے، ان سوالات کے متعلق کتب تفسیر میں لمبی چوڑی بحثیں کی گئی ہیں۔ قرآن مجید کی دانت سے ہے کہ اعمال اعراف میں ہیں۔ ان کے مادی اور محسوس اجسام نہیں ہیں۔ اس لیے ان کا وزن کیا جانا ناممکن ہے۔ نیز حسب اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اچھے اور بُرے اعمال پر خوب آگاہ ہے تو پھر انھیں توازن میں رکھ کر تولن اور یہ دیکھنا کہ کس کا پڑا جھکا ہے یا کس کا یہ سب گھٹ محض ہے۔ اس لیے دین اعمال کا جہاں جہاں ذکر ہوتا ہے محترمہ کے نزدیک اس کا مطلب عدل و انصاف سے فیصلہ کرنا ہے لیکن ملنا اہل الشکت والجماعت نے ان کی اس رائے کو غلط اور فاسد قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اس طرح تاویلات کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر ہر چیز میں تاویل ہو سکتی ہے۔ شیاطین اور جنات سے شر و اخلاق مذکورہ مذکورہ سے غلو و صفات محمودہ اور صراط سے غلو و ذوق حق یا جاسکتا ہے۔ حلاکہ سلف صالحین، صحابہ کرام اور تابعین نے اس قسم کی تاویلات کو ہرگز اختیار نہیں کیا۔ نیز اعمال کے تولن کی غرض و غایت یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ کون شخص کی نیکیاں اتنی ہیں اور برائیاں اتنی جیسے محترمہ سمجھا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ حقائق جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے موجود ہیں ان کا آشکارا کر دیا جائے۔ اور بر خاض و عام کو اپنے اعمال کی حقیقت پر مطلع کر دیا جائے ایسی سید گیاں اور اچھیں پیدا ہونے کی وجہ یہ سب کہ عالم غیب کی جن حقیقتوں سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے اور تقریباً ہم کے لیے ان کو بعض ایسے عنوانوں سے تعبیر کیا گیا ہے جن سے ہم مانوس ہیں۔ تو ہم اپنے ذہنوں کی رنگ و دھانی کے پیش نظر عالم غیب کے ان حقائق کو بھی ان محسوس قابوں میں ڈھالنے لگتے ہیں جن کے ہم مادی ہیں۔ اور اس طرح قسم قسم کی اچھوں کا آشکارا ہو جاتے ہیں۔ ان امور کو صحیح طور پر سمجھنے کا یہی مخصوص طریقہ ہے کہ جتنا کچھ اس مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے صدق دل سے اس پر ایمان لے آئیں اور اس کی تفصیلات میں جاننے کی کوشش نہ کریں۔ قرآن نے بتایا کہ اعمال کا وزن ہو گا اور اس کے لیے توازن رکھا جائے گا۔ اور مثبت صیغہ نے بتایا کہ اس میزان کے دو پڑے ہوں گے۔ ہم اس پر لے ٹھن و چار ایمان لے آئیں۔ وہ توازن کیسا ہو گا۔ اس کے پڑوں کی نوعیت کیا ہوگی۔ اور اعمال جو مخبر ذات میں ان کو کیونکر تولن جائے گا اس کے علم کو اللہ اور اس کے رسول معظم کی طرف تفویض کر دیں اور ان کی تفصیلات متعین کرنے میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ اگر نہ سبھی محفل نے ترجیح حرارت اور روشنی کے درجات کو تپنے، ہوا و آبی کے دباؤ کا اندازہ کرنے کے لیے قیاس اور آفات ایجاد کر لیے ہیں تو اس کا وہر طس کی قدرت کا طرہ سے کیا بعید ہے کہ وہ ایسا توازن پیدا فرمادے جس میں اعمال نیکے بد کو تولن جائے۔ واللہ اعلم بالصواب الحق کی ترکیب میں علماء کے دو قول ہیں۔ الوزن موصوف الصفت مبتدأ اور یو مشنی خبر یا الوزن مبتدأ اور الحق خبر میں نے ترجمہ میں اس دوسرے قول کو ہی اختیار کیا ہے۔

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفِيَ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ

تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے چکے ہوئے ترازو تو وہی لوگ ہیں

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝ وَ

جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو جو کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے اور

لَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٌ قَلِيلًا

یقیناً ہم نے ہی آباد کیا تمہیں زمین میں تاکہ اور ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کے سبب بہت کم

مَا تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا

تم شکر ادا کرتے ہو اور یہ کہ ہم نے پیدا کیا تمہیں تاکہ پھر خاص شکل و صورت دی تاکہ پھر تم کو ہم نے

۱۱۱ آیات الہی سے ہے انصافی اور ظلم کرنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ ان آیات میں غور و فکر نہ کرتے۔ ہدایت کی جو روشنی ان میں موجود تھی اس سے فائدہ نہ اٹھاتے۔ بلکہ جہاد اور جدوجہد کے باعث ان آیات سے غفلت ہو گئے رہتے۔

۱۱۲ اپنے احسانات کا ذکر فرما کر اپنے بندوں کو شکر گزاری کی ترغیب دی جا رہی ہے یعنی وہ ذات پاک جس نے تمہیں اس کرۂ ارضی پر آباد کیا۔ اور مزید برآں اس میں رہنمائی کی وہ صلاحیتیں و ولایت فرمادیں کہ ضرورت کی ساری چیزیں اس سے آگئی ہیں۔ جا بجا پانی کے چشمے اہل دست ہیں۔ اس کے بن احسانات عجیبہ کے پیش نظر تو تم پر واجب تھا کہ تم اس کے احکام کی تعمیل میں ذرا سستی نہ کرتے لیکن یہ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ تم پھر بھی ناشکری کرتے ہو۔

۱۱۳ پہلے ان احسانات کا ذکر فرمایا جن سے ہماری زندگی وابستہ تھی۔ اب اس اپنی تخلیق اور ان نوازشات کی طرف متوجہ کیا جن سے ہمیں اور چارے باپ ابو البشر آدم علیہ السلام کو سرفراز فرمایا گیا تھا۔ کلام میں ایک مقدمہ حل طلب ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے تمہیں پیدا فرمایا پھر تمہیں دھڑبھڑاتے ہوئے (شو قنا للملئکۃ) پھر ہم نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا حالانکہ جاری تخلیق اور تصویر سے پہلے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق دو روایات پیش کیں لیکن ان کے نزدیک بھی سب سے پسندیدہ جواب یہ ہے کہ دفعہ خلق کا حتمی ہے دفعہ خلقنا ایسا کھر و صورت کا حتمی صورت آدھ شو قنا للملئکۃ الخ یعنی ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کرو۔ اور یہ اسلوب بیان قرآن میں عام ہے کہ خطاب حاضرین کو ہوتا ہے لیکن اس سے مراد ان کے مسلف ہوتے ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر یہودیوں کو فرمایا گیا اذ انجینا کھر من

سازمان اسناد و کتابخانه ملی

مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ

یہاں سے شے مناسب نہیں ہے تیرے لیے کہ تو غرور کرے یہاں بیٹھے بیٹھے پس نکل جا کہ اسے شک تو ذلیلوں میں

الطَّغْرَيْنِ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ

سے ہے ۱۸ بولا مہلت دے مجھے اس دن تک جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اللہ نے فرمایا ہے کہ

نہایت ذیہ من رسی کا سر نہاں اُس سے اوجھل رہا۔ اُسے یہ بھی نہ سوجھی کہ جب نور سجدہ کمال سے تو نادر کو سجدہ کرنے میں تامل کیوں ہو۔ بعض لوگ حضور رحمة اللعالمین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی ظاہری بشریت میں یوں کمزور رہ جاتے ہیں کہ حقیقت حسنیہ کی جلوہ سامانیوں کو ان کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

دل بہا بھی کر خدا سے طلب! آنکھ کا نور دل کا نور نہیں اور یہ بھی اُس کی سراپا غلط فہمی تھی کہ آگ خاک سے افضل ہے۔ حالانکہ اپنی صفات و خاصیات کے اعتبار سے جو شہت خاک کو حاصل ہے وہ آگ کو نصیب نہیں۔ مٹاؤ تو آگ، جلہ و مہر خاک کے خواص ہیں۔ اس کے برعکس طیش و تیزی غرور اور ارتقا آگ کے لوازم ہیں۔ اسی وجہ سے آدم سے لعنہ منسوخ ہوئی تو ذرا نادم ہو کر تائب ہوئے اور مقام قرب پر فائز ہوئے خواجہ تائبہ درجہ ختاب علیہ دھندلی۔ اور ابلیس سے نافرمانی ہوئی تو وہ اس پر اڑ گیا اور ابدی شقاوت کا شکار ہو گیا۔

۱۷ نکل جاؤ! ہماری بارگاہ قرب و رحمت میں صرف ان کے لیے جگہ ہے جو ہمارے ہر حکم کے سامنے سر اٹکندہ ہوں اگر ہی ہوتی گردن و بالوں کا یہاں کیا کام حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لا یدخل الجنة احد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خودل من کبر (مسلّم) یعنی جس کے دل میں ذراتی کے دانہ بھٹا غرور ہوگا اس پر جنت کے دروازے بند ہوں گے۔

۱۸ صاعرا اُس ذیل و حقیر کو کہتے ہیں جو اپنی ذلت اور پستی پر خوش ہو۔ الصواعق الرضی بالمنزلۃ الدینیۃ (واقف) اس سے معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ شیطان کس مقام برت پر فائز تھا۔ اور جب حکم الہی سے سر تابی کی تو ذلت و رسوائی کی پستیوں میں پھینک دیا گیا۔

۱۹ حکمت الہی کا تقاضا یہی تھا کہ اسے مہلت دی جائے اور جب تک یہ دُنیا موجود ہے اس وقت تک حق و باطل کی آویزش جاری رہے۔ اس لیے اس کی درخواست قبول کر لی گئی۔

مِنَ الْمُتَظَرِّينَ ۝ قَالَ فِيمَا أَخَوْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ

مملت دیئے ہوؤں میں سے ہے۔ کہنے لگا میں تجھ سے کہ تو نے مجھ سے اپنی محبت، مایوس کو دیا میں ضرورتاً کہ میں ٹھوکران (اکڑا کر دے)؛

مے کوئی ٹھوکر کھا کر سنبھل جائے تو اس کی خوش فہمی، اور جو ٹھوکر کھا کر سنبھلا تو دور کرنا۔ جان بوجھ کر ٹھوکر ٹھوکر کھاتے چلے جانا ہی اپنا شیوہ بنائے تو اسے ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے کیوں بچایا جاتے۔ شیطان نے ایک حکم ہڈی کی۔ اس پر تادم اور تائب ہونے کے بجائے اور اکڑاتا چلا گیا اور آدم کے حسد نے اسے یوں حواس باختہ اور گستاخ کر دیا کہ رب العزت کو چیلنج دے دیا کہ جس انسان کی تو نے اپنی تکبر کی ہے اور جس کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں تو نے مجھے اپنی درگاہ و محبت سے دھتکار دیا ہے۔ ان کو میں اپنے مکر و فریب کے شکنجہ میں یوں کسوں گا کہ وہ تیرے نافرمان اور میرے فرماں بردار بن جائیں گے۔ لفظی تشریح و بابسیہ ہے: اغواء کا استعمال مختلف معنوں میں ہوتا ہے۔ کسی کو راہ راست سے ہٹکا دینے کو بھی اغواء کہتے ہیں۔ کسی کو ایسا حکم دینا جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس کو بھی اغواء کہا جاتا ہے۔ نیز کسی کو اس کی گمراہی کی سزا دینے کو بھی اغواء کہتے ہیں۔ جیسے ان کاں اللہ یورید ان یغویک یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہاری گمراہی کی تمہیں سزا دے۔ اس آیت میں آخری دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ نہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن کیونکہ اس حکم سے سزائی شیطان کی گمراہی کا سبب بن گئی اس لیے اغویتہ کے لفظ سے تعبیر کیا بولفظ اغواء کا دوسرا معنی ہے۔ یا آدم کو سجدہ نہ کرنے کی سزا میں اسے جنت سے نکال دیا گیا تھا اس لیے یہ لفظ استعمال کیا ہوا اس کا تیسرا معنی ہے۔ یہ شیطان کی دوسری بے سمجھی تھی کہ وہ اس بات پر یسٹ پاہور یا تھا کہ اسے ایسا حکم ہی کیوں دیا گیا جس کی تعمیل کے لیے وہ تیار نہ تھا۔ حالانکہ اس کا کام حکم الہی کے سامنے بے چارن و چرماں جھکا دینا تھا نہ کہ اس بحث میں الجھنا کہ ایسا حکم کیوں دیا اور ایسا کیوں نہ دیا۔ و اغواء فهو غوی و منه قوله تعالیٰ حکایۃ عن ابلیس فبما اغویتہ اسی اصل لفظی و قبل فبما دعوتہ الی شیئ غویۃ بہ و اما قوله تعالیٰ ان کاں اللہ یورید ان یغویک فقیل معناه ان یعاقبک علی الغی و قبل یحکم علیک فیکو (تاج العروس) علامہ قرطبی نے اغواء کے دو مزید معنی مایوس کرنا اور ہلاک کرنا بھی بیان کیے ہیں۔ و قبل یخیمتہ من رحمتک و قبل المعنی فبما اھلکتہ بنعتک ایاہی و الاغواء الاھلاک (قرطبی) ترجمہ میں میں نے علامہ قرطبی کے بیان کردہ پہلے معنی کو ہی اختیار کیا ہے۔ ابلیس کی بے باکی اور گستاخی سے یہ لمبی بعید نہیں کہ وہ اپنی غلطی کا الزام اللہ تعالیٰ پر لگا رہا ہو کہ تو نے مجھے گمراہ کیا جیسے شریر فرعون کا دستور ہے۔

الْمُسْتَقِيمَ ۚ ثُمَّ لَا تَبِيتُهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

کے نیچے تیرے سیدھے دست پر پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس اللہ (برکات دینے کے لیے) ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے

وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝

اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ

فرمایا نکل جا۔ یہاں سے ذلیل راہورم زائدہ جو اسلئے جس کسی نے پیروی کی تیری ان سے تو یقیناً میں بھریوں گا

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ وَيَا دَاوُدُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

جہنم کو تم سب سے اور آؤ آدم! رہو اللہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں

۱۲ یعنی میں اولاد آدم کو راہ راست سے بھٹکانے کی سر ممکن کو پیش کر دوں گا۔ انھیں ہر سمت سے اپنے گھر سے میں لے لوں گا۔ خشوک و شہامت کے کا بنے جھوٹے گا۔ ان کے مہلتے مکی کے راستہ میں ستر مکندری بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ آوارگر یہ کوئی نئی کریشیں گے تو اس میں ریا کی زہر گھولنے کی سعی کروں گا۔ غرضیکہ اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کروں گا۔ اسی لاصد فہم عن الحق وارتقبہ عرف الذی افاض اشککھ عرفی السخوة (قرطبی)

۱۳ مَذْمُومٌ اور مذموم و فہم معنی ہیں۔ قال ابن زید مَذْمُومٌ و مَذْمُومٌ معنی سبأ (قرطبی)

۱۴ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں ابلیس جنت سے نکال دیا گیا۔ اور آدم وحواء کو نعيم جنت سے نکلے انڈوز جوئے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن یہ گل وریحان کی دادی جہاں نکلے دسرور اور نکست اور کی بسمعہ و خرام ناز غنی۔ ایک ایسے راہرو کی آخری منزل نہیں ہو سکتی جس کے صاحبزادوں اور سہیلی فہرست کی قیمت میں کاشتوں کو پھول رنگستوں کو گلستان اور گلست کردوں کو بقتہ نور بنانا کھا جا چکا تھا۔ کوثر و ملبیل کی نرم خیز جو ہیں اس دل کو نہ بھلا سکیں جس کو اس کے خالق نے طوفان خیر سمندر دل کو زیر نگین کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ اب اس کو گوشہ عافیت سے نکال کر غل کے میدان میں لٹکھ کر کھنے کی دو سوز تیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ تبس و تمیل کرتے ہوئے فرشتوں کا ایک جلوس جبراء ہوتا اور آدم کی سواری جنت سے روانہ ہو کر اس خاکدان ارضی میں اترتی۔ دوسری عودت و عقی جو اختیار کی گئی۔ بقا بر علی صورت شان آدم کے زیادہ شایاں معلوم ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی مقتضی نہ ہوتی۔ اس طرح بے شک پناہ و نعمت اور برکت و جہاد کے مظہر کی کو تو ظاہر ہوتے لیکن سوز عشق و درد فراق، آتش شوق، نیاز مندی اور نالہ و زاری کے بلند طیف

فَكُلًّا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمْ وَلَا تَقْرَبْ هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونُوا

اُدھر کاؤ جہاں سے چاہو اور مت نزدیک جانا اس (رخس) درخت کے درمیان دو فیل ہو جاؤ گے

مِنَ الظَّالِمِينَ ۱۹ قُوسُوسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا

اینا نقصان کرنے والوں سے کہ پھر وسوسہ ڈالے ان کے (دلوں میں) شیطان نے تاکہ بے پردہ کرے ان کے بے پردہ

اُدھر پاکیزہ جذبات سے آپ کے دل کی دنیا نا آشنا رہتی اور قُرب و رضا کا وہ مقام جو محض عجز و انکساری، گریہ و زاری، دل کی بے بسی اور روح کی بے قراری کے عوض بخشنا جاتا ہے وہاں تک آپ کی رسائی نہ ہوتی۔ اس لیے قصد و نیت کے بغیر اس شجر کو نہ کوچو جیسے غیرت الہی، انانیت، پورا دشت ذکر کی زیر غلاب اور حقیقت سے نکال دیا۔ نگاہ کرم کے برگشتہ ہونے سے منسم و اندوہ کے باطل گھر آئے، شور و فحشا کی جھلیاں کر گئے تھیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی جس نے شجر محبت کی آسیادی کی۔ باہمی سبب آپ کی طرح تڑپتے ہوئے دل کے سوز و گداز نے اُسے زندگی کی حرارت بخشی۔ یہاں تک کہ آپ کی قوس و ساری کی ساری صلاحیتیں بیدار ہو گئیں جن کا غلاب انہی کے تحت پرچٹکن ہوئے سے پہلے بیدار ہو نا ضروری تھا۔ فظہر سر، خلافت و الحبسة و المحبنة و المصطفى بمظاہر الجمال و الجلال کا لتوا ب و الفعور و النصف و الفہار و الستار و الروح البیان (ترجمہ)۔ یوں گریہ پیم کی برکت سے غلابت کا راز آشکارا ہوا۔ محبت اور محنت کی حقیقت پر آگاہی حاصل ہوئی۔ اور جلال و جلال خداوندی کے آپ مظہر بنے مختلف اسماء حسنیٰ قواب و فخار، قہار و قور ستار کی جلوہ نمای ہوئی۔

۱۹۔ صاحب تاج العروس نے لفظ ظلم کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ظلم کا لغوی معنی نقصان اور خسارہ ہے۔ اسی تحقیق کے مطابق اس آیت کا وہ معنی ہو گا جو میں نے کیا ہے۔ نقل شیخنا عن بعض ائمة الاشتقاق ان الظلم في اصل اللغة النقص و تاج العروس اور بطور استشہاد یہ آیت پیش کی ہے۔ و کلت الجفین اثنت اکھما و لہم ظلمونہ شیئاً ای و لہم نقص۔ ویسے لفظ ظلم کا استعمال حق سے تجاوز کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے عواہ وہ تجاوز زیادہ ہو یا تجاوز۔ اسی وجہ سے کفر، شرک اور گناہ کبیرہ بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور گناہ صغیرہ بھی۔ اسی لیے شیطان کو بھی ظالم کہا گیا ہے اور آدم علیہ السلام کو بھی۔ اگرچہ ان دونوں کے ظالم ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ و الظلمو یقال فی مجاوزة الحق الذی یجری مجری نقطة الدائرة و یقل فیما یکثر و یقل من التجاوز و لہذا یستعمل فی الذنب الکبیر و فی الذنب الصغیر و لذلک قیل فی آدم فی تعدیہ ظالم و فی ابلیس ظالم و ان کان بین الظلمین دون یحید (مفردات)

۲۰۔ علامہ ابو عبد اللہ القرطبی نے وسوسہ کے دو معنی لکھے ہیں۔ ۱۔ الصوت الخفی۔ ۲۔ صمی و صمی آواز۔ ۳۔ صوت الخفی

وَرَىٰ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِهِمَا وَقَالَ مَا مَخْشَاؤُكُمْ لِكُلْمَا عَنِ هَذِهِ

جو دیکھنا لیا تھا ان کی شرم کا جوں سے لڑنے اور انہیں کہا کہ تمہیں کیا نہیں منع کیا تھا اسے نہ سنے اس

الشَّجَرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿۱۶﴾ وَ

درخت سے مگر اس لیے کہ میں نہ بن جاؤں مَلَکوں فرشتہ یا کہ میں نہ بن جاؤں ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے اور

دل کے خیالات شیطان نے کس طرح آدم علیہ السلام کے دل میں دوسو ڈالا؟ بعض نے تو یہ کہ اسے کہ آدم علیہ السلام جنت کے دروازے پر آئے اور شیطان نے چپکے سے ان کو یہ بات کہہ دی بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ سانپ کے منہ میں داخل ہو کر جنت میں گیا اور آدم کو بہکا یا وغیرہ وغیرہ لیکن زیادہ صحیح رائے حضرت حسن بصریؒ کی ہے کہ شیطان کو یہ قوت دی گئی تھی کہ وہ زمین پر رہتے ہوئے آدم و حوا کے قلوب میں دوسو ڈال سکے۔ قال الحسن کان یوسوس من من الارض الی السماء والی الجنة بالقوة الغویبة الی جعلہ اللہ تعالیٰ لہ (راز) وقیل من سحرہم الفسلطنة الی جعلت لہ (قرطبی) اوصوفیاء کرام کے نزدیک تو دور سے توجہ باطنی کا اثر سلمات سے ہے لیکن حکماء و فلاسفہ بھی اس کے منکر نہیں۔ قدیم فلاسفہ اشراقیہ میں دور و دراز سے محض اپنی قلبی توجہ سے اپنے شاگردوں کی اصلاح و تربیت کیا کرتے تھے۔ مہریرم میں بھی عامل محض اپنی توجہ سے معمول کو بے ہوش کرتا ہے اور اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے۔

۱۶ لام عاقبت کے لیے ہے یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں دوسو اندازی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی لباس اتار دیا گیا اور وہ اپنے آپ کو پرہیزہ دیکھنے لگے۔

۱۷ اس نے دوسو یہ ڈالا کہ یہ درخت جس کے قریب جانے سے ہی تعین روک دیا گیا ہے اس کی تاثیر یہ ہے کہ جو اس کا پھل کھائے گا اس میں فرشتوں کے سے خصائص پیدا ہوں گے اور اسے حیات جاوید نصیب ہو جائے گی۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ جب آپ سجد ہو کر اس کے قریب آئے تو پھر آپ کے دل میں اپنے سے فروتر مخلوق بننے کا شوق کیسے پیدا ہوا؟ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کیونکہ آپ کو علم تھا کہ فرشتے زندہ جاوید ہیں اس لیے آپ کے دل میں بھی ہمیشہ زندہ رہنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ طمع آدمی الخلود لانہ علہ ان الملائكة لا یموتون الی یوم القیامۃ (قرطبی) بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ ملائکہ انبیاء سے افضل ہیں۔ اس کا جواب علامہ حنیفادی نے یہ دیا ہے کہ آدم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ ان کی حقیقت بشری حقیقت علی سے بدل جائے کیونکہ ایسا ہونا تو نا ممکن تھا۔ آپ کا مدعا صرف یہ تھا کہ فرشتوں کے فطری کمالات اور طبعی خصوصیات مثلاً کھانے پینے سے استغناء وغیرہ سے بھی آپ کو مشغف کر دیا جائے اس سے تاکہ کی فیہلبط مطلقہ ثابت نہیں ہوتی۔ وجوابہ انہ کان المعلوم ان الحقائق لا یلقب و انما کانت

قَالَ سَهْمًا إِنِّي لَكُمَا لَبِنَ الثُّجَعَيْنِ ۖ فَذَلَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا

قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ میں تم دونوں کا شیر خوار ہوں اٹلے پس شیطان نے نیچے گرا دیا ان کو دھوکے سے قلعہ چڑھ

ذَاقَا الشَّجَرَةَ بِدَنِّ لَهْمَا سَوَاتِهِمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا

دونوں نے کھجور باد رخت سے تو ظاہر ہو گئیں ان پر ان کی شرم گاہیں اور پچھنے لگ گئے اپنے بدن پر

مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَمَا

بجنت کے پتے اور ندا دی انھیں ان کے رہنے کی بات نہیں منع کیا تھا میں نے تمہیں اس

الشَّجَرَةَ وَأَقُلُّ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ۖ قَالَا

درخت سے اور کیا نہ فرمایا تھا تمہیں کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے دونوں نے

رَغِبْتَهُمَا فِي أَنْ يَحْصِلَ لَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْكَالَاتِ الْفُطْرِيَّةِ وَالْمُسْتَعْدَلَةِ عَنْ الْأَطْعَمَةِ وَالْأَشْرَبَةِ

وَذَلِكَ لِأَيِّدِلْ صِلِي فَضْلُهُ مَوْضِعًا (بیضاوی)

۲۸ ہے ابلیس نے اپنی بات کا یقین دلانے کے لیے اللہ کا نام لے لے کر تمہیں کھاتیں۔ آدم علیہ السلام اب اس کو ٹھکانہ
کئے کیونکہ یہ بات آپ کے دھم دھمکان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ شیطان لاکھ نافرمان اور بے ایمان اور میرا دشمن بھی نہیں وہ
مجموعی قسم بھی کھا سکتا ہے۔ کریم النظر انسان کا اپنی پاک نفسی کے باعث کسی عیاد کے معروض فریب میں آجانا کوئی مشکل
بات نہیں ہے

وَتَوَلَّى الشَّيْطَانُ جَهَنَّمَ بِالْأَيْمَنِ ع (ابن قسطلانی)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے کسی غلام کو عبادت الہی میں ذوق و شوق سے سرگرم دیکھتے تو اسے
آزاد کر دیتے۔ چنانچہ آپ کے اکثر غلام اپنے آپ کو آزاد کرانے کے لیے لمبی لمبی نمازیں پڑھا کرتے اور آپ حسب عادت
انھیں آزاد کر دیتے۔ آپ کو عرض کی گئی کہ آپ کے غلاموں کی یہ عبادتیں اللہ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ آپ کو فریب دینے
کے لیے ہیں تو آپ فرماتے۔ من خادعنا باللہ خد عنا: جو میں اللہ کے نام سے دھوکہ دیتا ہے ہم اس کے دھوکہ
میں آنے کے لیے تیار ہیں۔

۲۹ تَنْ لِيْهِ اَوْ اِذْ لَاءَ دُوْنِہِ لَامَسْنِیْ ہے کس چیز کو اوپر سے نیچے لے جانا۔ فلن التذیہ والد لا ارسل بالنہی من
اصلی علی اسفل: بیضاوی یعنی شیطان نے آپ کو دھوکہ اور فریب سے اپنے مرتبہ رفیع سے نیچے گرا دیا جنت کی بلندیوں

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ
 الْخَاسِرِينَ ﴿۲۷﴾

عرض کی اسے ہمارے پروردگار اللہ ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لیے اور نہ رحم فرمائے تو تو ہمارے لیے نقصان

الْخَاسِرِينَ ﴿۲۷﴾ قَالَ أَهِيَطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا وَلَكُمْ فِي

اُنھارے دلائل سے ہوجائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمھارے لیے زمین

الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۲۸﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ

میں ٹھکانا ہے اور تسخیر اُنھارے ایک وقت تک اُنھارے فرمایا اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور

فِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿۲۹﴾ يٰبَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ

اسی میں مرو گے اور اسی سے تم اُنھارے جاؤ گے اللہ اُسے اولاد آدم سے بیشک اُنھارے لئے تم پر

سے زمین کی پستیوں میں پہنچا دیا۔

۳۱۔ اگرچہ یہ خطا سہواً اور بلا قصد سرزد ہوئی تھی لیکن آدم علیہ السلام سرِ بلند امت بن کر توبہ کا دروازہ کھٹکتا ہے۔ کابلین کا یہی شیوہ ہے کہ معمولی سی غلطی پر بھی کانپ اُٹھتے ہیں اور آنسوؤں کے دریا بہا دیتے ہیں۔ اور اپنی عمر بھر کی عبادتوں اور ریاضتوں کو پرکھ کر اہمیت بھی نہیں دیتے بلکہ اپنے رب کریم کے دامن رحمت میں ہی پناہ تلاش کرتے ہیں۔ علی عداۃ الاولیاء والصلحاء، فی استعظامہم الصغیر من الخلق، فی استعظامہم العظیم من الخصال (کشاف امام ابی حیان) اُنہارے نے یہاں خوب لکھا ہے کہ پانچ چیزیں آدم کی نجات کا باعث بنیں۔ (۱) اپنی غلطی کا اعتراف (۲) اس پر ندامت (۳) اپنے آپ کو اس پر طاعت کرنا (۴) توبہ (۵) اور رحمت اللہی پر اس۔ اور پانچ چیزیں شیطان کی تباہی کا باعث بنیں (۱) اپنے عجز کو تسلیم نہ کرنا (۲) نادم نہ ہونا (۳) از کلاب جرم پر اپنے آپ کو طاعت نہ کرنا بلکہ اس کے حادد ہونے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دینا (ضمناً عنونی) (۴) توبہ نہ کرنا (۵) اور رحمت الہی سے باز ہونا۔

۳۲۔ یعنی تمھارا مسکن اصلی و معاد یہی زمین ہے اگر خرقِ عادت کے طور پر کوئی شخص کسی وقت ایک عین وقت کے لیے اس سے اُپر اُٹھایا جائے مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیا جو شخص چند روز یا چند گھنٹے کے لیے زمین سے جدا ہو کر ہوائی جہاز میں تعمیر ہو یا فرض کیجئے وہیں مرجائے وہ خبیثا شعیون و خبیثا تنوتون کے خلاف ہو گا؟ کیونکہ وہ اس وقت زمین پر نہیں ہے معلوم ہوا کہ اس قسم کے تغایا کلمہ کے دلکب میں استعمال نہیں ہوتے۔ (عاشیہ ملازم عثمانی) ۳۳۔ عرب کے بعض مشرک قبیلے طواف کعبہ کے وقت اپنا لباس اُٹا کر دیتے۔ مرد اور عورتیں مالد و زویر ہنہ ہو کر طواف کرتے۔ اور

لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيثًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَلِكَ خَيْرٌ

لباس جو ڈھانپتا ہے تمہاری ستر کا جوں کو اور باعثِ زینت ہے اور پریرکاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے لہٰذا

ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۱۳﴾ يَبْنِي اَدَمَ لَا يَفْتُنْكُمْ

یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں لہٰذا اُسے اولادِ آدم! نہ فتنہ میں مبتلا کر دے نصیحتیں

سے کمال تھوٹی خیال کیا جاتا۔ نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی اکثر قومیں اپنی مذہبی رسوم و عبادات کی لداہنگی کے وقت شرم و حیا کی چادر اتار دیتھیں۔ ہر دور اور لباس میں اشیانہ کرتے والوں کے متعلق کسے معلوم نہیں کہ وہاں عزائی اور پریشی کا تقنا شرمناک مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اور آج تو تعلقاتِ وطن کی کسی عقل میں گرمی پہنچا ہی نہیں جوتی جب تک شرم و حیا کی ساری قدروں کو پاؤں تلے نہ روند ڈالا جائے۔ اس لیے یہاں خطاب کسی خاص قوم یا قبیلہ کو نہیں بلکہ لباس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ساری اولادِ آدم کو خطاب فرمایا جا رہا ہے۔ آیت میں لباس کے دو فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ستر عورت کا کام دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ انسان کی آسائش اور زینت کا باعث ہے۔

لفظی تحقیق: انزلنا الکافوریٰ معنی تو اُوپر سے نیچے اتارنا ہے۔ یہاں لباس کے لیے اس کا استعمال بطور مجاز ہے یعنی بادشہ کو لباس وغیرہ کی رودینگی اور حریمات (جن کی آؤں سے گرم کپڑے بنتے ہیں) کی زندگی کا سبب ہے۔ وہ کیونکہ اُوپر سے نازل ہوتی ہے تو گویا لباس بھی اُوپر سے ہی نازل ہوا۔ تسمیۃ السبب باسم السبب۔ اور بعض علما نے کہا انزل بمعنی خلق ہے۔ اور یہ استعمال بھی عام ہے۔ جیسے و انزل لکھنؤ، الانعام ثمانیۃ اقداح۔ سو اُکا، جسم کا وہ حصہ جس کا نکال کر ناپھیر ہو۔ شریعتِ اسلام میں مرد کے لیے نفاس سے لے کر گھٹنوں تک ڈھانپنا ضروری ہے اور عورت کے لیے ماحرم سے سارے بدن کا ڈھانپنا لازمی ہے۔ ریش: پرندوں کے پرو بال۔ وہ ان کے لیے زیبِ زینت کا باعث بھی ہیں۔ اسی طرح لباس انسان کے لیے۔

لہٰذا دنیا کا کوئی قمیصی سے قیمتی لباس بھی اس کی خوبصورتی اور پائیداری کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اِذَا الْمَرْءُ لَعِبَ لِبَاسًا مِنَ التَّحَنُّنِ تَقْلِبْ عَوِيَاتًا وَ اِنْ هَكَانَ كَاسِيَا

جب تک کوئی شخص تقویٰ کا لباس زیب تن نہ کرے گا تو وہ ننگا ہے اگرچہ اُس نے کپڑے پہنے ہوئے ہوں

وَ خَيْرُ لِبَاسٍ الْمَرْءُ حَاطَةً رُبَّهٖ وَلَا خَيْرَ وَفِيْهِمْ كَانِ لِلَّهِ عَاصِيَا

اطاعتِ خداوندی سب سے بہتر لباس ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہو اس میں نام کو بھلائی نہیں ہے

۳۳۔ لباس، اس کے لیے ایسے نوا کا مٹیا کر دینا جس سے یہ تیار ہو سکے اس کے علاوہ انسان میں لباس کی خواہشیں دو ہیں۔ کر دینا، پھر اسے لباس تیار کرنے کی کچھ عطا فرمادینا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور علم کی ناقابلِ انکار دلیل ہیں۔

الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبُو يَكْرَمٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا الْبَاسَ مِمَّا

شیطان ۳۱۷ جیسے نکالا اس نے تمہارے مال باپ کو جنت سے (اور) اُتر وادیا ان سے ان کا لباس

لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّكَ يَذْكُرُهُمْ وَاقِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

تا کہ دکھلا دے ان کو برہ کی جگہیں۔ بے شک دیکھتا ہے تمہیں وہ اور اس کا کنبہ جمال سے تم نہیں دیکھتے تو انہیں ۳۱۸

إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۖ وَإِذَا فَعَلُوا

بلا شکر ہم نے بنا دیا ہے شیطانوں کو دوست ان کا جو ایمان نہیں لاتے ۳۱۹ اور جب کرتے ہیں کوئی

فَاحْشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِن

بے حیائی کا کام ۳۲۰ (تو) کہتے ہیں پائے ہم نے اس پر اپنے باپوں کو اور اللہ نے بھی تمہیں حکم دیا اس کا آپ فرما دیجئے یہ شک

۳۱۷ قصہ آدم بیان کرنے کا مدعا اور مقصد بتا دیا کہ نے لولا و آدم اس شیطان کے مکر و فریب سے بچنا جو تمہارا ازلی دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ جیسے اس نے تمہارے باپ کو دھوکہ دیا تمہیں بھی وہ برا وقت سے منحرف کرنے اور تم بھی معصوب ہو جاؤ۔

۳۱۸ وہ دشمن جو دین و ایمان کا دشمن ہو اور کھل کر سامنے نہ آئے بلکہ غیر مرئی طور پر رگ و ریشہ میں نفوذ کر جاتے اور دوست اور غیر خواہ کا روپ بہر کردلی میں دوسرا انداز ہی کرے اس کی طرف سے تغافل برتنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اس لیے اس سے

چوکتا رہنے کی ہدایت فرمائی جا رہی ہے حضرت ذوالقنون مصری طیبہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اگر تیرا دشمن ایسا ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے اور تو اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تو ایک ایسی ہستی (اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجا جو تیرے دشمن کو دیکھتا

ہے لیکن وہ اسے نہیں دیکھ سکتا قال ذوالقنون ان کان ہویونک من حیث لا تراہ فاستعن بمن یراہ من حیث لا یراہ وہو اللہ العزیز العالی (مفہومی)

۳۱۹ کفار کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے وہ اللہ اور اس کے رسول کو اپنا دوست اور مددگار بنالیں اور چاہے شیطان کے ساتھ اپنی دوستی کا رشتہ بٹا لیں جب انہوں نے شیطان کی دوستی کو ترجیح دی تو ہم نے ان کو روکا نہیں بلکہ جس کو انہوں نے

دوست بنا لیا تھا انہیں اس کو دوست بنانے دیا۔ انا جعلنا کا یہی مطلب ہے اور اس کی تائید بعد میں آئے الی آیت کر رہی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شیطان اور کفار کے درمیان دوستی اور محبت کا رشتہ ہم نے مستحکم کیا اور

ان کو اس کی دوستی پر مجبور کر دیا۔

۳۲۰ فاحشہ کہتے ہیں اس چیز کو جو حد و درجہ قبیح اور معیوب ہو۔ فعلة ہنا ہیئۃ فی القبر ہم دنیاوی ایماں اس سے

اللَّهُ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾

اللہ حکم نہیں دیتا بے حیائیوں کا اقلہ کیا ایسی بات نکالتے جو اللہ پر جو حکم نہیں جانتے

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

آپ فرمائیے حکم دینے میرے بتائے منصفانہ عدل انصاف کا اور سیدھا گردنشہ حیرے (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت

وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿۱۹﴾

اور عبادت کرو اس کی اس حال میں کہ تم خاص کر کے اللہ کو اس کے لئے عبادت کو ہر طرح سے پکارا کرتے تھے ایسی ہی تم لوگ

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۚ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا

ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت سے دی اور ایک ایک گروہ سے کہ غلط ہو گئی ان پر گمراہی انہوں نے بنایا

مَرْئُونَ کے سارے عقائد اور اعمال قبیح ہیں۔ والفاظہ اللہ دعویٰ کی بکیرہ (مٹھری) یعنی جب کسی شخص ایسی ہیئتیں لیں
سے روکا جاتا تو وہ کہنے لگتے کہ ہمارے باپ دادا کا یہی طریقہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔

۱۸۔ ایسے قبیح اعمال اور باطل عقائد میں کو عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی اللہ تعالیٰ ان کا حکم کیسے لے سکتا ہے۔

۱۹۔ بیان مفہوم سے پہلے چند الفاظ کی تفسیر ضروری ہے۔ (۱) القسط وهو الوسط من كل امر املتجانی عن طرفی الاطراف

والمنصف (بیاضادی) یعنی اعتدال و عمل میں ہر طرح کی بے راہ روی اور افراط و تفریط اور مبالغہ آمیزی سے وامن بس کر

در میان روی اختیار کرنا۔ (۲) اقموا: اقامۃ الشیء اعطاه الشیء حقہ و توفیتہ شرطہ یعنی کسی چیز کو اس حقہ اس کی

تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے ادا کرنا۔ (۳) الوجه: المراد منه توجہ القلب و صفة القصد (المنار) دل توجہ اور

بیت صمیم (۴) مسجد: ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی یعنی مسجد کرنے کا وقت یا مسجد کرنے کی جگہ۔ (۵) ادعوه

احد ۵۵۔ عبادت کرو (بیاضادی) ترجمہ شاہ ولی اللہ (غیر ما) آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان و امیات باتوں

کا حکم نہیں دیا جیسے کفار کا دعویٰ ہے بلکہ اس کا قرآن تو یہ ہے کہ ہر بات میں میزانِ ودی اختیار کریں۔ افراط و تفریط سے فوری ہر

نماز کے وقت مختصر و مشغوع کے ساتھ دل کی ساری توجہ یاد الہی میں مرکوز کر دیں اور اس کی عبادت میں کسی اور کو کسی

طرح شریک نہ کریں۔

۱۸۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی دی ہوئی حمد سے صحیح کام لیا اور اس کے مطابق خود اختیار اور آزادی کہ اس کے حکم کا

پابند بنا دیا انہیں راہ ہدایت دکھادی تھی اور اس پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمادی تھی۔ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر

الشَّيْطَانِ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّكُمْ مُتَدَوِّنٌ ۖ

شیطانوں کو (اپنا) دوست اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

يَذَنِّبُ أَدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا

اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۖ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ

اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ نہیں پسند کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو۔ آپ فرماتے ہیں نے فرمایا کہ اللہ کی زینت کو

شریروں اور ہتھکنڈوں سے دستی و محنت کا پریشہ ہو کر لیا۔ ان کے مقدس گھر میں لکھ دی گئی اور وہ بد نصیب اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں میں مہو اب ہے۔ اور یہ صرف اس وقت کے باطل پرستوں کا خیال نہ تھا بلکہ آج بھی باطل سے بچنے والے افراد اور قریبی بڑی مشہور و معروف سے اپنی لکھاری کو عین حق کہتی ہیں۔ ان پر لکھاری مسقط کرنے کی وجہ بیان فرمادی کہ انہوں نے خود شیطان کی رفاقت اختیار کر لی اور اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور خود کو وہ راہنہ علاج۔

۴۲۰ جیسا پہلے بتایا گیا ہے کہ کفار کپڑے آمادہ طواف کرنے کو کمال تقویٰ خیال کیا کرتے تھے۔ نیز حج کے دنوں میں بھی اور گوشت کا استعمال بھی ترک کر دیتے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان صاف و سفید احرام کی مادیوں زیب تن کر کے مسجد طواف ہیں اور بھی گوشت وغیرہ کھاتے استعمال کرتے ہیں تو یہ طریق کار انہیں اپنے زہد و تقویٰ کے معیار سے بہت فرت معلوم ہوا تو انہیں مسلمانوں پر زبان طعن و تازہ کرنے اور ان پر ذلت پرستی اور لذت طلبی کا الزام لگانے۔ قرآن فرماتا ہے کہ زینت و آرائش کی ہر چیزوں اور عمدہ لذیذ کھانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے حلال کیا ہے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے انہیں حرام اور ممنوع قرار دے دے۔ امام فخر الدین رازمی نے عمدہ لباس کے علاوہ زیب و زینت کی تمام اشیاء کو اس آیت میں داخل کیا ہے۔ خواہ ان کا تعلق لباس کی نفاست و ہضم کی نفاست، گھر کی صفائی اور آرائش سے جو یا لذیذ کھانوں اور بہترین سواری سے جو بشرطیکہ شریعت نے اسے حرام نہ قرار دیا ہو اور اس میں فضول خرچی کا ارتکاب بھی نہ ہو۔ اے یقیناً ولی جمیع انواع الذیلة ویدخل تحتها تنظیف البدن من جمیع الوجوه ویدخل تحتها الموكوب الخ (کبیر)

اسی دیکھنے والوں کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی اپنے احباب کی ملاقات کے لیے جاتے تو عمدہ لباس پہن کر جاتے۔ قال ابو العالیہ کان المسلمون اذا تواروا اجتمعوا (ترجمہ) حضور اکرم و اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی احباب کی ملاقات اور عام اجتماعات کے موقع پر حضور ہی اہتمام فرمایا کرتے۔ چنانچہ حضرت محمد بن حنفیہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت

الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ

جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لئے اچھے، لذیذ پاکیزہ کھانے آپ فرمائیے یہ چیزیں ۲۶

أُمْنُوًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ

ایمان لوں کے لئے میں اس نوری زندگی میں بھی (اور) صرف انہیں کے لئے میں قیامت کے روز (وہ) تم مفصل بیان کرتے ہیں

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا

آیتوں کو ان لوگوں کے لئے جو حقیقت کو جانتے ہیں۔ آپ فرمائیے یہ شکرم کو دیا ہے ۲۷ میرے سوا سب بے حیائیوں کو جو

ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ وَالْأَثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا

ظاہر میں ان سے اور جو پوشیدہ ہیں اور (جو) کڑوا، گناہ کو اور سرکشی کو بغیر حق کے اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ

کرتے ہیں کہ رحمت عالمیاں کھر شریف فرماتے اور با بعض لوگ متعجب کھڑے تھے حضور جب بابر شریف سے جانے لگے تو اپنی

پیش بردارک اور گیسٹ ہاؤس میں کھڑے ہو کر دست فدا کیا اور علامہ مبارک کو سنوارا میں نے عرض کی اسے اللہ کے رسول با آپ بھی

لوں اہتمام فرما رہے ہیں؟ قاتل فحواذ الخرج الرجل الى اخوانه فليدهي من نفسه فان الله جميل ذي جمال

توصوئے فرمایا ہاں۔ جب کوئی اپنے بھائیوں کی ملاقات کے لئے جاسے تو تیار ہو کر جاسے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود بھی چہل ہے

اور جمال کو پسند بھی فرماتا ہے۔ (القرطبی)

۲۷ طہیات سے خراؤ وہ لذیذ طعام ہے جو حلال ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہو۔ الطہیات اسمو عاہر لمطاب کسبا و طعما۔

۲۸ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان نعمتوں سے نفع اندوز ہونے کے حقدار اہل ایمان ہی ہیں۔ فرق صرف اتنا

ہے کہ دنیا میں اہل ایمان کے علاوہ اور لوگ بھی ان سے مستمع ہوتے رہیں گے لیکن آخرت میں یہ نعمتیں ان خوش نصیبوں

کے لئے مخصوص کر دی جائیں گی جنہوں نے اپنے نعم کو بچایا اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن وہ نادان جو شکر

اس کی نعمتوں سے قوائدہ اٹھاتے رہے لیکن اس کریم کو نہ بچایا اور اس کا شکریہ ادا نہ کیا انہیں اس روز محو کر دیا جائے گا

۲۹ حکمت و رحمت میں انسانی خواہش کو کوئی دخل نہیں۔ بلکہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حلال فرمادے اور حرام وہ ہے

جسے وہ حرام قرار دے۔ پہلے کفار و مشرکین کی حرام کردہ اشیاء کے متعلق بتایا کہ یہ محض ان کی اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں حقیقت

سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس آیت میں ان امور کی تصریح فرمائی جن کو اس علیم و حکیم نے حرام قرار دیا ہے۔ یہاں حرام

کے مختلف انواع کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ (۱) فواحش اس کا واحد فاحش ہے جس کا معنی انتہائی قبیح فعل ہے۔ لیکن عرب عام

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ مَا

اللہ کے ساتھ جس کے لیے نہیں اتاری اللہ نے کوئی سند اور یہ کہ تم کہو اللہ پر ایسی بات جو

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

تم نہیں جانتے جو اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے سو جب آجائے ان کا مقررہ وقت تو نہ وہ پیچھے ہٹ سکتے

سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يٰٓاَتِيْكُمْ رُسُلٌ فِرْكُمُ

ہیں ایک لمحہ اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں اے اولادِ آدم! اگر آئیں تمہارے اس رسول تم میں سے

يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰتِيٍّ فَمِنَ النَّفْيِ وَاَصْلِهِ فَلَخُوْفٌ عَلَيْهِمْ

جو بیان کرے تم پر میری آیتیں تو جس نے نفی اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی تو نہیں ہے لگہ کوئی خوف ان پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰتِيْنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور غرور کیا ان سے

اُولٰٓئِكَ اَحْصٰى النَّارُ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى

وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے بتن بنا دیا

میں اس کا معنی زمانا ہے قرآن نے بھی زمانے کے متعلق یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ اناہ کان فاحشہ مطلب یہ ہوا کہ ہر قسم کا زنا حرام

ہے۔ چوری چھپے کیا جائے یا اعلاناً۔ دوسری قسم اثم ہے۔ اس کا لغوی معنی گناہ ہے لیکن شراب گنہے کثیر التعداد ناموں سے

ایک یہ بھی ہے۔ جس بھڑی نے یہاں اثم کا معنی شراب کیا ہے۔ قال الحسن الانوار الخمر قال المشاعر مشرب الانحر

حق جنل حق۔ کنائز الانحر متن حب بالعقول الغوی میں شراب افہام میں کہیں کہیں ہر شے کی طرح عقل کو ضائع کرتی ہے

تیسری قسم البغی ہے۔ اس کا معنی ہے ظلم میں حد سے تجاوز کرنا۔ الظلم و تجاوز الحد فیہ۔ (القرطبی)

چوتھی قسم تبرک ہے۔ پانچویں قسم اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتوں کا منسوب کرنا یعنی جو حکم اس نے نہ دیا جو اس کے

متعلق یہ کہنا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ (ہامزی و قرطبی)

لگہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت کے دن ایمان و اذوں کو خوف و حزن نہیں ہوگا اور وہ گھبراہٹ اور پریشانی سے

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ صَيْبُهُمْ فَمَن

اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو۔ انھیں مل جائے گا عذاب کا جس سے جو ان کی

الْكِتَابِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ ثُمَّ رُسُلُنَا يَتَوَقَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

مستند ہیں بظاہر یہاں تک کہ جب آئیں گے ان کے پاس وہاں سے جسے جو قبل کریں گے ان کی دھوکے کو تو ان سے کہیں گے

تَدْعُونَنَا مِن دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ

کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے اللہ کے سوا کہیں گے وہ تم پر گواہی دیں گے اپنے

أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٧﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

فصول پر کہ وہ کافر تھے اللہ تعالیٰ فرمائے گا داخل ہو جاؤ گے ان امتوں میں جو گزر چکی ہیں

وہ چار تہ ہوں گے۔ دلیل علی ان المذنبین يوم القيامة لا يخافون ولا يحزنون ولا يلحقهم رعب ولا فزع (قرطبی)

۷۷ یعنی جتنی عمر ان کے لیے مقرر ہے جو مال و دولت، بیوی اور اولاد ان کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے وہ ہر حال ان کو

مل کر رہے گی۔

۷۸ فرشتے قبض روح کے وقت بطور زبرد تو رنج انھیں کہیں گے کہ بلاؤ ان اپنے بنیادی خداؤں کو جن کی مدد سے تم عبادت

کرتے رہے تاکہ وہ تمہیں ہمارے قبضے سے محفوظ رکھیں۔ اس وقت غفلت کے پردے اٹھ جائیں گے اور حقیقت آشکار

ہو جائے گی۔ اور وہ جواب دیں گے کہ آج تو ان کا میں کوئی نام و نشان نہیں مل رہا، اور صد جہت کہ ہم نے تو کفر میں اپنی

زندگی برباد کر دی۔ ومعنی تدعون تعبدون (قرطبی) یعنی یہاں تدعون یعنی تعبدون ہے۔ واین الالهة

التي كنتم تعبدونها (بیضاوی) علامہ بیضاوی نے اس کا یہ مفہوم لکھا ہے کہ فرشتے انھیں کہیں گے کہ وہ خدا کہاں ہیں

جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔

۷۹ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجرم قوموں کو حکم دیں گے کہ جلو و درخ میں داخل ہو جاؤ۔ مجرمین کی حالت اس وقت ٹھنڈی

ہو گی۔ دنیا میں تو ایک فاسق دوسرے فاسق کا سہارا بنا جاتا تھا۔ آپس میں محبت و اخلاص کے گہرے تعلقات قائم تھے۔

اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دوستی کبھی نہ ٹوٹے گی۔ لیکن جب ہمارے لیے بڑے شعلے اور دہکتے ہوئے انگارے نظر آئیں گے

تو ساری دوستی کر کر کر ہی ہو جائے گی۔ ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے کے بجائے ایک دوسرے پر برسنے لگیں گے ہر ایک

اپنی ٹکرائی اور ہمت کی ذمہ داری دوسرے پر ڈالے گا۔ ہر کار اپنے گمراہ پیشواؤں کو کہیں گے کہ تم پر خدا کی مارتقم نے اپنے

مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ

تم سے پہلے جنہوں اور انسانوں سے (ان کے پاس) اور نیک میں داخل ہو جاؤ جب بھی داخل ہوئی کوئی امت تو وہ

أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا دَارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرِبُهُمْ وَلَاؤُلَهُمْ رَبَّنَا

لَعَنَتْ جیسے ہی دوسری امت پہلے تک جب جمع ہو جائیں گی اس میں سب تمہیں تو کھسک آفری امت پہلی امتوں کے متعلق ہے

هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ قَالَ لِكُلِّ

ہماری سب امتوں نے ہمیں گمراہ کیا تمہاری لئے ان کو دہاں عذاب آگ سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ایک کے لیے

ضِعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَقَالَتْ أُخْرِبُهُمْ لِأَخْرَأْتُمْ فَمَا كَانَ

دہاں عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے اور ہمیں گمراہی امتیں شہ پہلی امتوں سے کہیں ہے جس

لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

ہم پر کوئی فضیلت پس چکو عذاب بوجہ اس کے جو تم کیا کرتے تھے۔

لَئِكَ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفْعَلْ لَهُمْ أَبْوَابُ

پہلے تک جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے نہ کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان

ساتھ ہمارا نیز اسی عرق کر دیا۔ اور ان کے پیشوا کہیں گے کہ تم نے کیوں ہمارا اتباع کیا کیا تم خود اندھے تھے۔ غرضیکہ

مجرمین ایک دوسرے پر عتاب الزام لگائیں گے اور کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ قرآن حکیم نے فرمایا ہے (الانحلاء

یومئذ یعضو بعض علی بعض واللاہتقین) اس روز سارے دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے بجز

پرہیزگاروں کے (یعنی ان کی دوستی اس وقت بھی قائم رہے گی)

شہ پہلی امتیں پہلی امتوں کو یا پیشوا اپنے پیروں کو کہیں گے کہ جہار سے مجرم کی نوعیت میں فرق نہیں کیونکہ

اگر ہم تمہیں گمراہی کی طرف بلائے گے مجرم ہیں تو تم اس کو قبول کرنے کے مجرم ہو۔ تمہارے پاس عقل تھی۔ آسمانی کتاب تھی

اس کو سمجھانے والے تھے۔ جس کی طرف دعوت دینے والے تھے۔ انہیں بھی ذکر و تمہارے ساتھ ہو لیے۔ یہی دعوت گورہ

کر کے جو جنہوں نے دعوت قبول کی یہاں راست سے منہ موڑ کر غلط راستے پر تو تم چل چکے تھے۔ کیا یہ تمہارا قصور نہ تھا؟

السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْبِغَ الْجَلْدُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ

کے دروازے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک نہ داخل ہواؤنٹ سونے کے لکڑیوں سے

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ

اُسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم کرنے والوں کو ایسے ان کے لیے دوزخ کا ہی بچھونا ہوگا اور ان

فَوْقَهُمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا

کے اوپر (اسی کا) اور غواشیہ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

اور انھوں نے نیک عمل کیے (ان کے لیے) ہم تکلیف نہیں دیتے کسی کو مگر اپنی اس کی طاقت سے۔ وہ

الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ

ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ہم نکال لیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کہیں ہے

اے ان بد نصیبوں پر نہ آسمانی خیرات و برکات کا نزول ہوگا اور نہ ان کے اعمال نیک بندوں کی طرح آسمان کی طرف

اُٹھائے جائیں گے۔ اور جب یہ عمریں گے اور فرشتے ان کی قبضیت دوزخ لے کر آسمان کی طرف جائیں گے تو رحمت قبولیت

کے دروازے ان کے لیے نہ کھولے جائیں گے۔ اور انھیں وہاں سختیوں کی پستیوں کی طرف ٹوٹا دیا جائے گا۔ اور جس طرح

سونے کے باریک سوراخ سے ایک اوٹ کا گزنا محال ہے اسی طرح ان کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے

۱۲۔ یہاں مجرموں سے مراد کفار ہیں۔ اور انھیں کفار کی سزا دیا جائے گا اور وہاں کی آفات و آفات کی تکذیب اور پھر غرور

کفر نہیں تو اور کیا ہے۔

۱۳۔ المهاد: الفراش، بچھونا اور انقیاد، جمع ہے الغاشیہ کی۔ اور دوزخ سے والی چیز یعنی اوپر نوینے پر طرف مذہب

بانی کی آگ بھڑک رہی ہوگی کسی بد نصیب کو اور قرار نصیب نہ ہوگا۔

۱۴۔ دنیا میں بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے بسا اوقات متغی اور پارسلوں کے تعلقات بھی کشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک

دوسرے کے متعلق کدورت اور طام پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی یہ مخالفت اور باہمی دشمنی نیک نیتی پر مبنی ہوتی ہے اس لیے

جب قیامت کے دن انھیں جنت میں داخل ہونے کا قانون ملے گا تو ان کے آئینہ قلب سے ان دھبوں اور کدورتوں کا

غَلَّ تَجَرَّتْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

روای بول گی ان کے نیچے سے نہریں اور کہیں گے ساری تمہیں اللہ کے لیے ہیں

هَذَا يَهْدِي لَوْ لَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ

یہ دیکھائی ہیں اس بہشت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ بے شک آئے ہمارے

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا

رہت کے رسول حق کے ساتھ اور ان کو غلط فہمیوں کو توڑ دیتی چلتے گی لایہ کہ یہی وہ جنت ہے جو ارث بنائے گئے ہو تم جس کے

عمر و صحت کر دیا جائے گا اور وہ سابقہ حق فطرت کا کوئی اثر غم و غم نہیں کریں گے حضرت سید عالم علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تو فریق سے کہ میں نے جنت میں جلائے اور میرے انھیں لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ویریدی صحت علی رضی اللہ عنہ ائمہ قال: ایسوا ان تكون امانا عثمان وطلحة والزبیر من الذین قال اللہ تعالیٰ فیہم وندنا الخ۔ اور میں نے اعلیٰ اس آیت کا یہ معنی بھی بتایا ہے کہ اہل جنت میں جو بھی فرق مراتب ہوگا اس کی وجہ سے وہ آپس میں حسد نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنے حال پر مطمئن اور شاکر ہوگا۔

ششہ جنت میں قرار پانے والے کے بعد وہ اپنے رب جمید کی حمد و ثناء اور اعتراف نعمت و احسان میں مجبور ہوں گے۔ امام رازمی فرماتے ہیں کہ اہل جنت اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے کہ اس ذات پاک نے میں قدرت بھی بخشی اور دین اسلام کو قبول کرنے کا قوی جذبہ بھی دل میں پیدا کر دیا کہ ہم دین اسلام کو قبول کر سکیں۔ وقال اصحاب المعنی ہذا قال اللہ انہ اعطی القدرۃ وصور لہا النامۃ الجارمۃ وصور لہم جمیع القدرۃ وثلث الداعیۃ موجبۃ للحصول ملک الفضیلۃ۔ (زمخشر)

اللہ اہل جنت جب دخول جنت اور حصول مراتب کو محض اپنے رب کی دین اور مطاعتیں کرتے ہوئے اس کی حمد و ثناء میں نہ مکرر مسخ ہوں گے تو بارگاہ الہی سے آواز آئے گی کہ تمہارا جو ہم نے تمہارے نیک اعمال کی وجہ سے تم پر اپنا یہ احسان فرمایا ہے۔ بندے کی شان بدنامی کا قائل نہ ہو جسے کہ جن باعادات و احسانات سے اسے نوازا جائے اُسے اپنے رب کا فضل و کرم یقین کرے۔ اور رب کریم کی شان بدنامی تو لازمی یہ ہے کہ اپنے بندوں کے اعمال جو سراپا محض ہی نقص ہیں اور اخلاص دنیا کے کہتے ہی اونچے مقام پر کہیں نہ فائز ہوں اللہ تعالیٰ کی شان قدر و قیمت و سبوتیت کے شایوں نہیں ان کو وہ شرف قبول عطا فرما کر ان ابدی نعمتوں کا سبب بنا دے۔ حالانکہ انسان کی ساری عمر کی نیا زندگی و عبادت گزاریاں کسی ایک نعمت کو بھی مساوی نہ نہیں ہو سکتیں جن سے وہ اس دنیاوی زندگی میں اُنھیں اندوز ہوتا رہا ہے۔ یہاں ایک ضمیر

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ وَتَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ

بجہ ان عملوں کے جو تم کیا کرتے تھے۔ اور آواز دیں گے۔ جنتی دوڑنیوں کو عیشہ کہ بے شک

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ

ہم نے پایا جو وعدہ فرمایا تھا ہمارے ساتھ ہمارے رب نے سچا۔ تو کیا تم نے بھی پایا جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے

حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَإِنَّ مُؤَذِّنًا يَنبِئُهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى

سچا۔ وہ کہیں گے ہاں۔ تو پھر اعلان کرے گا ایک اعلان کہ لعنت اللہ ان کے ذریعہ ان پر کہ لعنت ہو اللہ کی

الظَّالِمِينَ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُوهَا عِوَجًا

ظالموں پر عیشہ جو روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور چاہتے ہیں اسے کہ ٹیڑھا ہو جائے

ہو سکتا ہے کہ آیت نے بتایا کہ جنت میں دخول کی وجہ بندوں کے نیک اعمال ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور نے فرمایا

اعلموا ان احد کونین بین حلقہ عملہ الجنۃ کہ خوب جان لو کہ کسی کا عمل کسی کو جنت میں ہرگز داخل نہیں کر سکتا تو اس

کا جواب یہ ہے کہ نیک اعمال دخول جنت کا سبب قریبی ہیں۔ اور رحمت الہی سبب حقیقی ہے۔ آیت میں بسبب قریبی

کی طرف اشارہ ہے اور حدیث میں بسبب حقیقی کی طرف۔

عیشہ ظالموں اور مجرموں کو مزید شرم دلانے کے لیے یہ سوال کیا جاتے گا۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جنت اور دوزخ کے

درمیان بے حد وقاس دوری ہے۔ پھر اتنی دور سے جنتیوں کی آواز دو زنیوں تک کیونکر پہنچے گی۔ امام موصوفؒ اس کا جواب

کہتے ہیں کہ صرف کچھ مسافت آواز کے ٹھٹھانے سے مانع نہیں عندنا البعد الشدید والقرب الشدید

لیس من حوائج الاورالہ دیکھو ریڈیو کی ایجاد نے اس کی تصدیق کر دی اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ علمی طور پر ہمارے علماء کرام

کے نزدیک بھی یہ بات ثابت شدہ علمی کہ ٹیڈیو مکانی آواز کی ہروں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ ان طے شدہ علمی سہولت

کی روشنی میں اگر یہ اتفاق دیکھا جائے کہ حضورؐ پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے محبت کیش غلاموں کا دُرد شریف

سننے میں تو اسے بزرگ کہنا کیوں کر درست ہے۔

عیشہ جن پر پیکار ڈالی جائے گی ان کی صفات بھی ساتھ ہی بیان کر دی گئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ظالم ہیں اور ظلم سے ٹھونڈی ہیں

کفر و شرک ہے جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے۔ دوسری یہ کہ وہ خود بھی دین حق قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے

ہیں۔ تیسری یہ کہ دین حق کے دلائل میں شکوک و شبہات ڈال کر اسے ٹیڑھا اور غلط دکھانے کی سعی کرتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ ان کا

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿۱۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ

اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور ان دونوں (جنت و دوزخ) کے درمیان پردہ ہے۔ اور اعراف پر

رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ

مرد ہوں گے نلکہ جو پہچانتے ہوں گے سب کو ان کی علامت سے اے اور وہ آواز دیں گے جنتیوں کو

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿۱۶﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ

سلامتی جو تم پر (اور ابھی) جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ جنت میں (داخل نہ ہوئے) گئے ہوں گے جنتیوں کے اور جب ہمیری نہیں کی

آخرت پر ایمان نہیں اور جو شخص ان چار گروہوں میں مبتلا ہو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر پشیمار ڈالی جائے۔

۱۵۔ اسی حجاب کو سورہ حدید میں مود یعنی دیوار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضوب بیدھنا سوز۔ اس حجاب کی تفصیلی حقیقت نہ ہمیں بتانی گئی ہے اور نہ اس کے جاننے سے ہماری کوئی معادہ و وابستہ ہے۔ اس لیے اس کی تفصیلات جاننے کے لیے سرگرداں رہنا قبیح وقت ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ میں ایک ایسا پردہ حاصل ہے جو دوزخ کی آگ کو جنت تک اور جنت کے درجہ پر و اثرات کو دوزخ تک نہیں پہنچنے دیتا۔

۱۶۔ اعراف جمع ہے عتقات کی۔ اور عتق کا لغوی معنی بلند جگہ ہے۔ والاعراف فی اللغة المكان المرتفع جمع

عود (قرطبی) اس مناسبت سے گھوڑے کی گردن کے بالوں کو عود الفرس اور مرنے کی کھنی کو عود الدیاب کہتے ہیں۔ یہاں اس حجاب کا بالائی حصہ مراد ہے۔ اور وہ لوگ جو وہاں اعراف میں ہوں گے وہ کون ہیں۔ اس کے متعلق

مفسرین کرام نے پندرہ اقوال کہتے ہیں (روح البیان) حضرت عبداللہ بن مسعود، حفصہ بن الیمان، ابن عباس، ضحاک اور

ابن جریر رضی اللہ عنہم ورحمہم کا قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں مساوی ہوں گی۔ جو قوم استوت

حسانہ و سیدنا مہر (رحمہم) اور دوسرے متحدہ اقوال کو علامہ بیضاوی نے اپنی اس عبارت میں ذکر کیا ہے

وقیل قوم حلت درجہ انھوں کا لا ینبایا و الشہد عن اوصیاء المؤمنین۔ اعلیٰ شہر یعنی بعض علماء کے نزدیک اعراف

کی بلندیوں پر قائم ہونے والے انبیاء، شہداء، صلحاء اور علماء ہوں گے۔ ان کی عزت افزائی کے لیے ان کو اس بلند مقام پر

نظیر لایا جائے گا تاکہ تمام اہل بشران کی عظمت شان اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ واللہ اعلم۔

۱۷۔ اس بلند دیوار پر بیٹھے ہوئے اہل اعراف جنتیوں کو بھی شاداں و فرماں دیکھ رہے ہوں گے اور دوزخیوں کو بھی گریاں

بریاں ملاحظہ کر رہے ہوں گے۔ جب ان کی نگاہ اہل جنت کی طرف اٹھے گی تو انھیں اس دوزخ میں پر مبارکباد و پیش

کرتے ہوئے سلامتی کی دعا دیں گے اور جب اہل جہنم کی طرف دیکھیں گے تو سر باجمہر و انکسار بن کر باگواہی میں اس

أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ ۖ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

ان کی نگاہیں دوڑنیوں کی طرف اتوا کہیں گے اے ہمارے رب! نہ کر تو ہمیں ظالمین کے ساتھ

الظَّالِمِينَ ۝ وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا لَا يَعْرِفُونَهُمْ بِسْمِهِمْ

لوگوں کے ساتھ اور پکاریں گے اعراف والے ملکہ ان لوگوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہوں گے ان کی بدترسی

قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَلَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ أَهَؤُلَاءِ

(انہیں) کہیں گے شاید پہنچایا تمہیں تھا انہی سے تجھے نے اور نہ اس سزا و سزا ان نے ہیں کی وجہ سے تم غرور کر رہے تھے (انہی)

الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۖ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ

سرسنوں کی یہ (یعنی) کوئی (نہیں) ہیں ملکہ جن کے مشفق تم تمہیں آغا یا کرتے تھے کہ تمہیں عطا کرے گا انہیں ان دینی رحمت سے

عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابُ

(دیکھو انہیں) کہ تم مل گئے ہو وہ داخل ہو جاؤ جنت میں نہیں کوئی خوف تم پر اور نہ تم تکلیف پہنچے اور آوازوں کے دورانی جہنموں

الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْكُمْ أَلَيْسَ الْهَاءُ أَوْ مِمَّا رَسَقَكُمْ اللَّهُ ۖ قَالُوا

کو کہ اگھر یہ ہم پر کچھ پانی یا جو کچھ دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے جنتی کہیں گے

إِنَّ اللَّهَ حَزَمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا

کہ اللہ نے حرام کر دی ہیں یہ دونوں چیزیں کافروں پر جنہوں نے بنا لیا تھا اپنے دین کو کہیں

عَذَابٍ أَلِيمٍ ۖ مِمَّا رَسَقَكُمْ اللَّهُ ۖ قَالُوا

عذاب اہم سے پنہلی دہا کریں گے۔ آیت میں یطمعون یعنی یعلمون ہے۔ وذلک معذوف فی اللغة ان یکون

طمع بمعنی علو۔ (قرطبی)

۶۶۔ وہاں تو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہی کام آئے گی یہ ونیادی

ساز و سامان تو اس روز کچھ نہ ہو سکتوں سے بھی ناکارہ ثابت ہوں گے۔

۶۷۔ ان کی شرمندگی اور شرمساری میں مزید اضافہ کرنے کے لیے اہل اعراف انہیں کہیں گے کہ یہ غریب مسکین کہہ کر

وَلَعِبًا وَغَزَتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسَوُا الْفَقَاءَ

اور تماٹھ اور فریب میں مبتلا کر دیا تھا انھیں دنیا کی زندگی نے۔ سو آج ہم فراموش کر دیں گے انھیں ۱۴۷ جیسے بھلا دیا تھا

يَوْمَهُمْ هَذَا ۚ وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ

انھوں نے اس دن کی ملاقات کو اور جس طرح وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور بے شک لے آئے ۱۴۸ ہم میں

بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾

کے پاس ایک کتاب جسے ہم نے واضح کر دیا ہے (یعنی علم کامل) سے جو ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لیے ایمان لاتے ہیں

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ

کافر کس چیز کے ۱۴۹ منظر میں ہم کہ قرآن کی وحی کا انکار کیا جو تمہارے جس روز ظاہر ہو گا اس کا انجام تو کہیں گے جو

جن کو تم غلط فہم ہی نہیں لاتے تھے اور ازراہ غیبت کہا کرتے تھے کہ ان کو رحمت خداوندی سے کیا واسطہ! اس کی رحمتیں

تو ہمارے لیے ہی مخصوص ہیں۔ آج ان کی طرف دیکھو وہ تو جنت کی ابدی نعمتوں سے نطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور تمہارا

یہ حال ہے۔

۱۴۷ نسیان (بھلا دینے) کا کیا معنی ہے؟ امام رازمی نے دو قول نقل کیے ہیں۔ (۱) اسی معنی ترک یعنی ہم انھیں چھوڑ دیں گے اور

ان کو نجات نہیں دیں گے۔ (۲) دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم ان سے ایسا برتاؤ نہیں گے جیسے ہم نے ان کو فراموش کر دیا ہے۔

۱۴۸ یہ مکالمہ اور گفتگو جو اہل اعراف اور اہل جہنم کے درمیان یا اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان ہوگی۔ اس کے بیان کرنے کی

غرض و غایت بتائی جا رہی ہے یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ کوئی اور داستان سرائی نہیں بلکہ تذکار ہے کہ ہم اس سے عبرت حاصل کرو۔

اور وہ لغزشیں اور غصہ و جھڑپ کی وجہ سے بڑے بڑے نامور لوگ آتش جہنم میں جھونکے جاتے ہیں گئے ان سے اجتناب کرو تاکہ اس کی

دردناک انجام سے تمہیں دو چار نہ ہونا پڑے اور ان کی غلط کاریوں میں سے بری خطرات کا خیال رکھیں جن کا ذکر اس سے پہلے آئے ہیں کیا گیا۔

۱۔ احکام الہی کو ملحوظ رکھنا یعنی سنجیدگی سے ان کو قبول نہ کرنا بلکہ ان کو مذاق اور کھیل بناتے رکھنا جی چاہا تو مان لیا

اور جی چاہا تو انکار کر دیا۔

۲۔ دنیا کی جنت میں ایسا سرق ہو جانا اور اس پر اتنا فریفتہ ہو جانا کہ حلالی حرام کی تمیز ہی نہ رہے۔

۳۔ روز قیامت کا انکار۔

۱۴۹ علامہ قرطبی نے منظورون کا معنی یہ نظر دین کیا ہے یعنی کیا وہ اس بات کا انکار کر رہے ہیں النظر: بالانتظار (قرطبی)

نَسُوهُ مِنْ قَبْلِ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ

بجوانے بھٹے بھٹے اس سے پہلے کہ بے شک لائے تھے ہمارے نبی کے رسول حق (پیغمبر) تو کیا آج ہمارے کوئی

شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ

سفارش میں تو وہ سفارش کریں جہان سے لیے یا ہمیں واپس بھیج دیا جائے تاکہ ہم عمل کریں اس کے برعکس جو ہم کیا کرتے تھے

قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝۸۰

یہ لوگ انہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور کم ہو گیا ان سے جو وہ بہتان بانٹھا کرتے تھے ۝۸۰

رَبِّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

تھارا رب اللہ ہے جس نے آسمان پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر

تذویر: امانیول انیہ امرہ در بیضاوی ایسی انجام کا پانچ تہیت میں کھانے سے استفسار کیا جا رہا ہے کہ جب ہدایت کا آفتاب طلوع

ہو چکا ہے۔ دلائل کی روشنی میں جو پھیل چکی ہے تو وہ اب کیوں ایمان نہیں لاتے؟ کیا وہ اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب وہ

وعدہ سے جواہر ایمان سے کیے گئے اور مذہب و ہدایت کی پیشین گوئی جواہر باطل کے لیے کی گئی وہ پوری ہوئے تو ایمان لائیں گے

اگر ایسا ہے تو ان کی کم فہمی لائق ہندافسوس ہے کیونکہ اس روز تو وہ عمل تہہ کر دیا جائے گا اور جواب دیں گے بے یقین مع الت

عذراوندی کے کھڑے ہیں کھڑا کر دیا جائے گا۔ اس وقت اگر وہ اپنے ایمان کا اعلان کر لیں دیں گے تو بے سود ہو گا۔ اس روز

باعد حسرت و ہزار ہا حسرت کہیں گے کہ کاش آج ہمارا کوئی حمایت کرتے والا ہو یا ہمیں نصرت ایک بار ہفت دی جائے

کہ ہم دنیا میں لوٹ جاتیں پھر ہم دیکھ دیں کہ ہم کتنے کراں بردار اور طاقت گرد ہیں۔ اُس وقت ان کی کوئی بات نہ سنی جائے گی۔

ہائے اُس تڑپشیاں کا پیشیاں ہونا

۱۔ قیامت کے دن پہلے آنے والے عبرت انگیز اور سبق آموز واقعات بیان کرنے کے بعد اب پھر توحید باری کے روشن دلائل

پیش فرمائے جاسکتے ہیں۔ عام طور پر صبح سے لے کر شام تک کے وقت کو یوم (دن) کہا جاتا ہے لیکن یہاں اُس وقت کا ذکر

جو رہا ہے جب کہ منورج تھا اور نہ صبح و شام کا وجود تھا۔ اس لیے آیت کریمہ میں یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔ اور لفظ

یوم کا اطلاقی اس سنی میں مودا ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ علامہ راعب اعظمی فرماتے ہیں۔ الیوم بعدیدوبہ عن وقت طلوع

الشمس الی غروب و بعد وقت یعدو عن مدۃ من الیوم ان مدۃ کانت (مفردات القرآن) اور حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت میں یوم سے مراد وقت کی وہ مقدار ہے جو ہمارے ہزار سال کے برابر ہے۔ وعن ابن

اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قَدْ یُغْشٰی الْیَلَّ النَّهَارَ یَطْلُبُ حَیثُ لَا

مختل ہوا عرش پر شمس (جیسے است نیرا ہے) دُعا کرتا ہے رات سے دن کو شمس وہاں نیکر طلب کرنا ہے ان بات کو

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِہٖ اِلَّا لَہُ الْخَلْقُ وَ

تیزی سے اور دیر (ایسا) سورج اور چاند اور ستاروں کو وہ سب پابند ہیں اس کے حکم کے سن لو اسی کے لیے خاص ہے پیدا کرنا اور

جہاں ان ہذا الایام ایاہ الخیرۃ کل یوم الف سنۃ (فیثا پوری) دیو مرعہ السنۃ الایام کالغف سنۃ مما تعدون (ابن جریر و خلیفہ من المفسرین) امام ابن جریر اور دیگر مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ یہاں دن سے مراد ایک ہزار سال کی مدت ہے یعنی کائنات الہی و سماوی کی تخلیق پہ ہزار سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ مختلف مدارج حیات طے کرتے ہوئے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو چشمِ روزں میں اس ساری کائنات کو پیرا فرما دیتا لیکن اس کی قدرت کا راز اور محبتِ اللہ کی بوجہ مگر اس تدبیر میں ہے کہ وہ اہل فکر و فکر سے یہاں نہیں۔ اگر کوئی پیچیدہ وقتہ معروض ہو تو وہیں آجائے تو کمال ہو سکتا ہے کہ یہ محض اتفاقاً ہیہ امر تھا جو اللہ تعالیٰ پر پذیر ہو گیا لیکن اگر کوئی چیز مختلف مدارج طے کرتی ہوئی ضعف سے قوت، خامی سے بھگی اور نقص سے کمال کی طرف تدبیراً جاسکتی ہے جیسے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی حکیم و عظیم ذات ہے جس کی قوجہ اور تدبیر سے یہ سب کچھ نمودار ہو رہا ہے۔

۱۷۔ سنۃ صراح کا مسلک تو یہ تھا کہ وہ ایسی آیات کی سختیت پر ایمان رکھتے لیکن ان میں قبل و قال سے گریز اختیار کرتے۔ جیسے حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ کسی شخص نے اگر اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر کس طرح استواء فرمایا تو آپ نے تھوڑے سے توقف کے بعد فرمایا۔ الاستواء معلوم و الکيف غیر معقول (الشیخان بہ واجب المسوال عندہ ہد صۃ الخیرین) میں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر استواء فرمایا لیکن اس کی کیفیت کیا تھی وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے لیکن اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے متعلق گفتگو بہت ہے علماء متفرقین نے اس کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ استواء کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھ گیا کیونکہ وہ مکان اور جلوس سے پاک ہے۔ بلکہ اس کا نہایت ہے کہ کائنات ارضی و سماوی کی ہاگ ڈور اس نے اپنے دست قدرت میں تمام لی اور حکم و حکمرانی کو اپنے لیے مخصوص فرمایا۔ استوی الیہ ادمتہ کمال قدرۃ فی تدبیر الملک و الملوک۔

۱۸۔ اس آیت کریمہ میں توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کے روشن دلائل جمع کر دیے گئے ہیں۔
۱۔ کائنات سماوی اور ارضی کی تدبیر کی تخلیق اور انہیں مختلف ادوار سے گزار کر مرتبہ کمال تک پہنچانا۔
۲۔ تختِ حکومت و مسند تدبیر و جہان بینی پر متمکن ہو کر زمام اختیار اپنے دست قدرت میں رکھنا۔
۳۔ دن جو کاروبار کی جنگ مآرائیوں اور تلاشِ معاش کے لیے جدوجہد کے لیے ہے اور رات جو سکون و آرام کے لیے ہے

الْأَمْرُ تَبَرُّكَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ

حکم دینا بڑی برکت کا ہے اللہ تعالیٰ جو ہر کمال کا پیمانہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہرگز اسے بھولنے نہ آوے۔

اُن کا باہم یوں تسلسل قائم کروینا کہ جس کے بعد دوسرے بلا توقف اُن کا درود ہوتا رہے۔
ہم چھوٹے بڑے تمام اجرام فلکیہ شمس، چاند ستاروں وغیرہ کا اس کے حکم کا پابند ہونا۔
۵۔ خلق و امر کا یکساں حکم اختیار ہونا۔

یہ تمام ایسی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس و اطہر سے مختص ہیں۔ اور کوئی دوسرا ان میں سے کوئی چیز اپنے لیے ثابت نہیں کر سکتا۔ جو جب ہر چیز اس کی پیدا کردہ ہے اور اس کے حکم کے سامنے بے چارن و چراسر انگشت ہے تو کوئی عقل مند یہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ ان چیزوں میں سے کسی کو اپنا حکم اور چھوڑ دینا سکے۔ خواہ وہ چیز کتنی ہی بڑی، پرہیزگار، عظیم الشان اور مفید ہو۔

مشتے الخلق سے مراد پیدا کرنا ہے اور الامر سے مراد اُن کی تدبیر کرنا اور ان کے لیے بخوبی اور تشریعی احکام صادر کرنا۔ اس مختصر سے جملہ میں مخلوق کا ثبات کے متعلق تمام غلط نظریات کا ابطال کر دیا۔ بعض قبضی بہرے سے وجود باری کے قائل نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مادی کائنات خود بخود عدم سے وجود میں آگئی۔ بعض وجود باری کے قائل تو ہیں لیکن مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صراحت اس کے اجراء میں جوڑ توڑ سے خلقت اشیاء پیدا کر دیں۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق تو وہ ہے لیکن ان کو پیدا کروینے کے بعد اب اس کا اس کائنات سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ وہ گوشہ عزت میں ہر چیز سے بے خبر اور بے اختیار بیٹھا ہے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ خالق ہی وہی ہے اور عالم بھی وہی ہے۔ اُسی کے ہاں سے کوئی چیز نیست سے ہست ہوتی ہے اور اس کے حکم کے بغیر شے تک نہیں ہوتا۔ صوفیاء کرام قدس سرہم کے نزدیک خلق سے مراد عالم جمادات ہے یعنی عرش و کرسی، زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ ہے اور الامر سے مراد عالم مجردات یعنی قلبی، روح، نفسی اور انسانی وغیرہ عرش سے بھی مادہ پس نہیں بلکہ ہر کئی کی وجہ یہ ہے کہ انھیں مادہ کے بغیر نفس ہر کئی سے پیدا کیا گیا ہے۔ پانی کی حیات لکھنا۔ قائل الصوقیۃ المراد بالخلق عالم الخلق یعنی الجسمانیۃ العرش و ما تحته من السموات والارض و بینہما و عالم الالہی یعنی المعبرۃ دانت من الغیب والروح والسر والخطی و الخفی..... و معیت بعالم الامر لان اللہ تعالیٰ خلقہا بلا مادۃ باہر کئی۔ (منہج باری)

ان کے اپنی تمام عبادت اور مشغولیت میں بارگاہ الہی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی دُعا کی قبولیت کے لیے جن شرائط کا پابیان ضروری ہے ان کا ذکر بھی فرما دیا کہ انسان نعت و نذر کو دل سے نکال کر خلقت و کمالی سے اپنے آپ کو پاک کر کے مراد عجز و انکسار میں گرا پڑے رب کے حضور میں دست و پا دراز کرے۔ دوسری یہ کہ چلا کر رکھنا چاہئے۔ کیونکہ ادب بارگاہ ربانی کے خلاف ہے اور اس میں ریا اور دکھلاوا کا بھی بہت امکان ہے بلکہ آہستہ آہستہ خاموشی سے

حَقِيقَةُ دَايَمِ الْإِيمَانِ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

آہستہ آہستہ میرے شک اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے بڑھتے والوں کو علیہ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں

بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ

اُس کی اصلاح کے بعد ۳۳ آدھانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے ۳۴ میرے شک اللہ کی رحمت

اپنے دل نیا زندگی حکایت درود آورڈوش کرے۔ ذکر الہی میں اصل قوی ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ ذکر بالجہر مستوح ہے درست نہیں۔ کیونکہ بعض مقامات پر اور بعض حالات اور محنتوں کے پیش نظر ذکر بالجہر ذکر سرری سے افضل ہو جائے گا۔ عیسائیوں میں ذکر بالجہر کا مقصد یہی ہے کہ طالب مولیٰ تعلق و فیضان کی غیبت سے بیدار ہو، دل میں حرارت پیدا ہو جس سے محبت و عشق الہی کے شعلے بھڑک اٹھیں۔ اور یہ تو بہر حال ضروری ہے کہ دل میں رہا اور نمود کا گزرنہ ہو چنانچہ بقیہ وقت بھر مولانا شاہ اللہ ربانی پتی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ لعل الصوفیۃ المہشیۃ قدس اللہ تعالیٰ اسماءہا و اختاروا الجہر للمبتدئ لاقتضاء حکمتہ وھی طرود الشیطان و دفع الغفلة والنسیان و سیرۃ القلب و اشتغال ناشئة المحب بالریاضۃ یشرط فی ذلک الاحتراز عن الوباء و السمعة و ہنرکۃ ۳۵ اعتدال کرتے ہیں حد سے تجاوز کرنے کو۔ پہلی اس دُعا کرنے والے کو معتدی، بعد سے تجاوز کرنے والا کہنا گیا ہے جو ایسے گور کے لیے دُعا کرے جو غلام یا شرعاً ممنوع ہوں مثلاً بیوت کے مرتبہ تک رسائی کی دُعا کسی حرام چیز کے لیے دُعا یا مسلمانوں کے حق میں بد دُعا یا آداب دُعا کو جو نظر انداز کرے۔

۳۶ ہر قسم کی فساد و فحشاء سے منع فرمایا جا رہا ہے چشموں کو بند کرنا۔ ضرور کو توڑ پھوڑ دینا، باغات کو اکھاڑ دینا، کھیتوں کو اُجاڑ دینا، کارخانوں کو برباد کر دینا، تجارت و صنعت میں دھوکہ بازی کرنا، حکومت و وقت کے عفو و بلا وجہ سازشیں کرنا غرضیکہ ہر قسم کی تخریبی کاروائی جس سے ملک کی معاشی اور اقتصادی خوشحالی متاثر ہو یا اس کے سیاسی استحکام کو نقصان پہنچے اسی طرح عقائد و سنت میں کمی، احکام شرعی میں اپنی اغراض کے لیے تحریف، غیر اسلامی عادات و اطوار کو اپنانا، اسلامی تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر غیر اسلامی تہذیب اور تمدن کو اختیار کرنا یہ سب ممنوع ہیں۔ اور یہ دونوں ہیں مسلمان کی اصطلاح میں فساد فی الارض کے عنوان کے نیچے مندرج ہیں۔

۳۷ دُعا مانگنے میں بھروسہ نہ کرنا اور دُعا مانگنے سے اجتناب کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دُعا مانگنے والے پر غوث و رجا کی کیفیت طاری ہو۔ اگر ایک طرف اسے اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں کا گہرہ وقت و امن گیر ہو تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت و اسد سے اس کی اس و امید بندھی ہو۔

قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا

قریب ہے نیکو کاروں سے شے اور وہی خدا ہے جو بھیجتا ہے لکھ ہواؤں کو خوشخبری سناتے ہوئے

لَئِنْ يَدَيَّ رَحْمَتُهُ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا نِّقَالًا سَقَيْنَهُ

اپنی رحمت (بارش) سے پہلے - یہاں تک کہ جب وہ اٹھالائی ہیں بخاری بادل تو ہم سے پالنے ہیں

لَبَكْرٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَاهُ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

اُسے کسی دیران شمر کی طرف پھر جم آتا ہے اس سے پانی پھر بہا کرتے ہیں اس کے ذریعہ ہر قسم کے پھل

۵۶ یہ فرما کر سب دُعا پھیلانے والے کو یقین دلا دیا کہ اگر تم اطاعت کرو اور فرماؤں پر وار ہو تو تمہیں خالی ہاتھ واپس نہیں لایا جائے گا بلکہ رحمت خداوندی اپنی بخشش و مغفرت اور قبولیت و عنایت سے تمہیں ہر فرادہ فرمائے گی۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ لفظ رحمتیٰ کا اسم ہے اور قریب اس کی خبر۔ اور نیکو کا وعدہ ہے کہ تذکرہ و تائید میں اہم و غیر میں موافقت ہونی چاہیے لیکن یہاں رحمت و رحم و مروت ہے اور قریب و غیر مذکور ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ علامہ قرطبی نے اس کے متعدد وجوہات دیئے ہیں۔ اور ان میں سے مجھے فرادہ کا قول زیادہ پسند ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ قریب بھی قرابت ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور کسی قریب مکانی کے لیے بھی ضرورت میں تذکرہ و تائید میں موافقت ضروری ہے جیسے ہذہ الموات قریب یعنی لیکن دوسری صورت میں مذکور و نوشت دونوں طرح استعمال جا کر ہے۔ دارلک هذا قریب د فلانة هذا قریب قال الفلانی: اذا كان القریب فی معنی المسافة یدکر ویؤنث وان کان فی معنی النسب فیؤنث بذا اختلاف (قرطبی) آیت نگاہیں قریب و رحمت کی نہیں بلکہ قرابت کی ہے اس لیے قریب مست ہے۔

۵۷ یہاں اپنی ربوبیت کی ایکسا اور شان و کھائی یعنی جب لشک سالی کی وجہ سے کھیت اور باغات اپنی ہماری شادابیاں اور بہاریں کھونچے ہوتے ہیں۔ جب رونمائی کی قوت فرط بخشش سے دم توڑنے لگتی ہے تو اس وقت رحمت خداوندی مائل بہ رحم ہوتی ہے۔ البر رحمت نامعلوم دایوں سے نکل کر آسمان پر چھا جاتا ہے اور کوسلا دھار بارش برسنے لگتی ہے اور اس کے حیات بخش قطروں کی وجہ سے کائنات کی ہر چیز میں زندگی و انزائیاں لینے لگتی ہے۔ یہ احسان عظیم بتلانے کے بعد فرما کر قیامت کو ان کے غم کی کو آبی پر مستعد فرما دیا کہ تمہیں یہ بہت حال نظر آتا ہے کہ بڑا بار بار بار مال کے بعد دھون مرنے کیوں کر اپنی قبروں سے دامن بھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ فرمایا کہ تم ہر وقت ہماری قدرت کے کرشمے دیکھ رہے ہو جتنا وہ قیوم آن دامن ویران اور اجڑے ہوئے علاقوں کو آباد اور شاداب کر دیتا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ مارنے کے بعد پھر زندہ کر دے۔

كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۵۹﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ

اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو تاکہ تم نصیحت قبول کرو اور جو زمین پاک و خوشبو سے ہے (کثرت سے)

نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا تَكْدًا ۚ كَذَلِكَ

نکلتی ہے اس کی پیداوار اپنے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے نہیں نکلتی اس سے پیداوار مگر ٹھیل ٹھیلایا اسی طرح ہم

نُصْرِفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُشْكِرُونَ ﴿۶۰﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ

مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں (ایسی) نشانیاں اس قوم کے لیے جو شکر کرے۔ بے شک ہم نے بھیجا ہے نوحؑ اپنے قبیلہ کے لوگوں کی طرف کی طرف

ہے ان دو آیتوں کو اگر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح جسم کی جگہ اور نشوونما کے لیے قدرت نے ہزاروں سالانہ مہیا فرما دیے ہیں اسی طرح روحانی ترقی و اصلاح کو بھی عنایت الہی نے نظر انداز نہیں کیا۔ اگر وہاں شندھی جوائیں، بادل اور بارش کا انتظام فرمایا ہے تو یہاں بھی اپنے برگزیدہ رشتوں کو اپنی وحی اور ہدایت سے سرفراز فرما کر مبعوث فرمایا ہے۔ اور جس طرح بارش برسنے سے ابھی زمین دشمنان جنال بن جاتی ہے اور دوسری اور شور زمین میں بخور اور عجم کا اضافہ ہو جاتا ہے اور غار و درجہاں آگ آتی ہیں اسی طرح نبوت کے فیصل تربیت سے ابھی استعداد والے فائدہ اٹھا کر حقیقت و فائدہ دیتے کے مناصب و عہدہ پر فائز ہو جاتے ہیں۔ اور بد طبیعت اور نصیحت فطرت اس ایک کرم کی برکت سے مہر و دم ہو جاتے ہیں اور ان کی شہر پسندی، خبیث باطن جو مصلحت اور فریب کے نقابوں میں مستور ہوتا ہے بے نقاب ہو جاتا ہے اور ان کی اخلاقی پستی اور گندی و ذہنیت ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ دانشور شیراز نے کیا خوب فرمایا ہے

ہاں کہ در لحاظ بہشش کلام نیست
وہ باغ لالہ و دید و در شورہ بوم حسن
گویا یہ آیتیں بعد میں آنے والے کئی لوگوں کے لیے بطور تمہید ہیں۔

۵۷۔ اب چند جلیل القدر انبیاء جو مکہ اور عرب میں مشہور تھے کا تذکرہ اور ان کی قوموں نے ان سے جو سلوک روا رکھا اس کا بیان شروع ہو رہا ہے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ رب کریم جس طرح انسان کی حیاست ظاہری کی بقا اور اس کی توانائیوں کی نشوونما کے لیے ہر ضرورت کے وقت بارش نازل فرماتا ہے اور اس سے ہر چیز اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کرتی ہے اسی طرح انسان کی روحانی زندگی کے لیے بھی رسالت کا ابر رحمت باوجود آمد کر آیا۔ اس سے ہدایت ربانی کی باتیں برسیں اور نیک فطرت لوگ اس سے مستفید ہوئے اور بد فطرت لوگ انبیاء کی مخالفت اور عداوت پر اتر آئے اور طرح طرح کی جھٹ بانیوں کے باعث اس نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔ نیز اس سے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وکالت بھی فرمادی کہ اسے حیث اہل مکہ کی ایذا رسانی اور بے انتہائی اور اعتراضات سے غمزہ نہ ہو۔ تم سے

فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ

تو انھوں نے کہا اے میری قوم ہر شے خداوت کرو اللہ کی نہیں ہے تمھارا کوئی مسمود اللہ کے سوا اسے ہے تمک میں ڈرتا ہوں کہ

پہلے ہی ہمارے انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں نے ایسا ہی سلوک کیا لیکن وہ ان کی تمکیشیوں کے باوجود کلمہ حق کہتے رہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز سے تیز کر دیتے۔

۹ شے تواریک کے بیان کے مطابق آپ کے باپ کا نام ملک تھا۔ جب ان کے باپ کی عمر ۸۲ برس تھی تو آپ کی ولادت ہوئی۔ (پیدائش ۵ : ۲۸) آپ آدم علیہ السلام کی دسویں پشت میں تھے۔ اسی کتاب کے پچھٹے باب میں حضرت نوح کے متعلق مرقوم ہے :-

”نوح ضرور راست باز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا۔“ (پیدائش ۹ : ۹) لیکن اسی راست باز اور عیب رستی کے متعلق تواریک کی ریاستیں جب قطر سے گزرتی ہیں تو انسانی حیران و پریشان ہو کر رہ جاتا ہے۔ طوفان سے بغیر عافیت نچ بچنے کے بعد نوح کاشت کاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی سے شراب پانی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرہ میں رہنے لگا۔ (پیدائش ۹ : ۲۰-۲۱)

کیا لوگوں کو پاکیزگی اور تقویٰ کی راہ دکھانے والا، کیا نبوت کے شرف سے مشرف ہو کر آنے والا ایسی مرقوم اور کھیا حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ کیا اخلاقی لحاظ سے وہ ارتکاب پست ہو سکتا ہے کہ وہ شراب سے بدست ہو کر اپنے ڈیرہ میں رہنے لگا ہو گیا ہو جہاں انہیں کی بتویشیاں ہو جو وہوں کی؟ معاذ اللہ! چنانچہ انسانی ٹیکو سیڈ یا ریٹائیکل نے اس الزام کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ عیاسو نے خواری کی یہ حکایت اسی مقدس دہن کا پاکیزہ و سیر سے کچھ مما سبت نہیں رکھتی۔ جلد ۱۹ صفحہ ۴۶۔

“NOR DOES THE SHAMELESS DRUNKENNESS OF NOAH ACCORD WELL WITH THE CHARACTER OF THE PIOUS HERO OF THE FLOOD STORY”

VOLUME 16: 876

آپ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول تھے و نوح اول المرسل الی الارض بعد آدم علیہما السلام (قرطبی) آپ کے زمانہ کی صحیح قیاسیں تو مشکل ہے لیکن بعض اندازوں کے مطابق آپ کا زمانہ ۸۰۰ ق م تا ۷۸۵ ق م ہے۔ (ماہدی)

۱۰ شے اے میری قوم، اے محبت بھر سے کلمات سے حضرت نوح اپنی قوم کو خطاب فرما رہے ہیں تاکہ ان میں یہ احساس بیدار کیا جاسکے کہ میں کوئی جیگانہ اور اجنبی نہیں ہوں بلکہ ہم سب ایک ہی قوم کے فرد ہیں۔ اور جب ہمارا نفع و نقصان، عزت و ذلت ایک ہے تو کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ میں صحیح راہ سے تمھیں چاکر فطرت سے پر ڈال دوں گا۔

عَلَيْكُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۵۸﴾ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنِّي أَنَا الذَّارِكُ

تم پر بڑے دین کا عذاب نہ آ جائے ۵۸ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا اے اے قحط زدہ قوم تمہاری

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ

تھیں غلط گمراہی میں آپ نے کہا اے میری قوم اے اے قحط زدہ قوم میں نے تم کو رسول بنایا

۵۸ آپ نے سب سے پہلے انھیں شرک کی پستیوں سے نکل کر توحید کی رفعتوں کی طرف آنے کی دعوت دی اور انھیں بتایا کہ اس ذات پاک کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ فوری و نادری، آبی و خاکی سب اس کی مخلوق ہیں اور اس کے حکم کے سامنے سرافکندہ ہیں جب اس کے بغیر کوئی خدا نہیں تو اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت کی جائے تو آخر کیوں؟

۵۹ پہلے تو قبل سلیم کو مخاطب فرمایا۔ اب دوا و حنی علی و سے دی کہ اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو یہ نہ بچو لینا کہ یہ کوئی معمولی سی بات ہے اس کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ بلکہ کان کھول کر سن لو عذاب عظیم کی جتنی میں ہیں کہ رکھ دینے جاؤ گے۔ یوم عظیم سے غمزدیا تو قیامت کا دن ہے یا اس تباہ کن سیلاب کے آنے کا دن ہے جس نے ان کو مغرور ہستی سے غربت غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔

۶۰ قوم کے دو سرداروں کو عذاب کہتے ہیں کیونکہ ان کا ذوق بقی لباس اور ظاہری آلہ بان اور شانِ شوکت انگلیوں کو پیکر دیتی ہے۔ حالاً مشافقت فافہرہ ملاؤن العیون وواء (دیکھاؤ) جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی تو بچائے اس کے کہ آپ کی قوم کا سربراہ مردہ طبقہ آپ کی دعوت میں تنجیدگی سے غور و فکر کر کے آئے تینوں گمراہ۔ انا وہ بڑا گمراہ۔ گویا نوح نے یہ کہہ کر ان کی سیادت کو چیلنج کر دیا ہے اور ان کے حصاںِ نجات کو ٹھیس لگا دی ہے۔ انھوں نے جھٹ جھٹ حضرت نوح پر الزام لگا دیا کہ نوح بھٹک گیا ہے اور سیدھی راہ چھوڑ کر غلط راستہ چلنے لگا ہے۔

۶۱ یہ بہتان عظیم سن کر بھی پیغمبر کے جذبہ خیرخواہی میں فرق نہ آیا اور بڑی فراخ دلی سے ان کی غلط فہمی و دور کرنے کی کوشش کی۔ فرمایا اے بھلے مانسوا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنے دل سے گھڑ کر عین کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہی پیغامِ حق کا توں تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ نیز اس دعوت کی تہ میں میری کوئی ذاتی نفع یا منفعت نہیں نہیں جس شخص خدای خیرخواہی مطلوب ہے۔ تمہارا علم اچھا اور ناقص ہے کیونکہ اس کا خداوندی توحید اور نفس پرستی ہے اور یہ علم کامل اور یقینی ہے۔ کیونکہ میرے علم کا سرچشمہ ذاتِ باری ہے۔ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ راہِ راست سے کون بھٹکا ہوا ہے۔ اپنے مقدمِ بحث کو کبھی وضاحت سے پیش فرمایا اور اپنی خیرخواہی اور غیر اندیشی کا انھیں یقین دلانے کی کبھی دوسر کوشش کی۔

مجلس

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿١٤﴾ وَإِلَىٰ عَادِ أَخَاهُمْ

جھٹلے جھٹلایا ہماری آیتوں کو بے شک ہے۔ لوگ۔ دل کے اندر سے تھے اور عادی طرف ان کے بھائی

هُودًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّ إِلَهٍ غَيْرُهُ

ہودؑ کو یہ بھائی آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا

أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٥﴾ قَالَ الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرِيكَ

کیا تم نہیں ڈرتے کہنے لگے وہ سردار جو کافر تھے آپ کی قوم سے کہہ دے ہودؑ ہم تو خیال کرتے ہیں

فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿١٦﴾ قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ

کہ تم بڑے نادان جو ہوشہ اور ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔ ہودؑ نے کہا اے میری قوم! نہیں

رِسَالَتِي ۚ هَـٓ أَتُؤْتَانِ نُوحًا كَذِبًا سَالٍ ۖ ق م ہے۔ فی الغلط کے لفظ سے یہ دھوکا دہو کہ یہ کوئی چھوٹی موٹی

دوستی یا ناتوامی۔ فقہین اشیات کا خیال ہے کہ یہ خاصہ بڑا جہاز اور بیٹھے تین درجوں کا تھا اور اس کی سیٹیں تورات میں

حسب ذیل دی جاتی ہے: اس کی لمبائی ۳۰۰ فٹ اور اس کی چوڑائی ۵۰ فٹ اور اس کی اونچائی ۳۰ فٹ تھی (تذکرہ رسالت ۱: ۱۵۱)

گویا بتا بڑا مسافر کا جہاز (LINER) جو برطانیہ اور امریکہ کے درمیان ٹوٹا پھٹے ہیں۔ حسب روایت تورات یہ جہاز ۱۵۰

دن (یا ۱۵۰ مہینے) چلتا رہا۔ (ماخوذ از تفسیر ماجدی) واللہ اعلم بالصواب۔

۱۵۔ قوم عاد عرب کی قدیم اقوام میں سے تھی جن کی قوت و شوکت اور حکومت و خزاں (والی کے بڑے مبالغہ انگیزہ افسانے

ذیال زہد عوام سمجھتے۔ ان کا یہ نام ان کے ایک داد سے کے نام پر پڑ گیا تھا جس کا شجرہ یہ بنایا جاتا ہے۔ دھوکا دہن

عوض بن ارم بن صالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ حضرت ہودؑ اسی قوم کی ایک معزز شاخ کے

چشم و چراغ تھے۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے ہود بن عبد القدر بن یاسج بن الجلود بن عاد الخ (قرطبی) ان کا مسکن احقاف کا تھا

تھا جو یمن کا ایک حصہ ہے اور ان کا پایہ تخت حضرموت تھا۔ یہ علاقہ اس وقت بہت سرسبز و شاداب تھا۔ یہ قوم اپنی قوت و

وجاہت میں لا جواب تھی۔ دور دراز ملک اور گرد و علائق ان کے زیر نگیں تھا لیکن بدقسمتی سے یہ بھی شرک میں مبتلا تھے اور اپنے

ہر کام کے لیے الگ الگ خدا بنائے تھے۔ ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انھوں

نے انھیں باطل معبودوں سے قطع تعلق کرنے اور اپنے مولائے حقیقی سے رشتہ جوڑ دینے کی دعوت دی۔

۱۶۔ آپ کی شفقت بھری دعوت کا رد عمل یہ ہوا کہ آپ کی قوم کے سرداروں نے آپ کو بے وقوف اور جھوٹا ملک کنائٹرغ

بِئْسَ سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾ اُبَلِّغُكُمْ

مجھ میں ذرا نادانی بلکہ میں تو رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے پہنچانا ہوں تمہیں

رِسَالَتِي وَاَنَا لَكُم مَّاخِذٌ اٰمِنٌ ﴿٣٧﴾ اَوْ عَجِبْتُمْ اَن جَاءَكُمْ

پیغامات اپنے رب کے آدمیوں تو تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جو دہانت ارجو کیا تم تعجب کرتے ہو کہ آئی تمہارے پاس

ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا

نبیوت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعہ جو تم میں سے ہے تاکہ وہ ڈراتے تمہیں (عذاب الہی سے) اور یاد کرو

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ

جب اس نے بنادیا تمہیں جانشین قوم نوح کے بعد اور بڑھا دیا تمہیں جہانی لحاظ سے

بَضْطَةً ۖ فَادْكُرُوا الْاٰمَ اللّٰهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٨﴾ قَالُوْا

قدرو قامت میں نہ تو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو لے شاید تم کا مایہ باوجود وہ کہنے لگے (اے نبی) اللہ

اٰجِثْتُمْ لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا

کہا تم اس پر بلاتے ہو کہ ہم عبادت کریں ایک اللہ کی اور چھوڑ دیں ان مجسموں کو جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا

کودیا لیکن آپ کی جہن پر نیک شک نہ آیا۔ اور نوح علیہ السلام کی طرح جبری نرمی اور وضاحت سے اپنی سچائی اور اپنی دعوت

کی صداقت کو واضح فرمایا۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ شفقت و غلطی کے مجسموں کو ان دل آزاد الزامات سے ستم کیا جاتا

ہے اور وہ بڑے سوجھے اور حقیقت سے اپنا کام کرتے چلے جاتے ہیں۔

نہ قدامت، شکل و صورت اور قوت و طاقت میں۔

لہذا آلاء کا واحد الٰہی والی و اللہ و الٰہی ہے۔ اس کا معنی ہے نعمت۔

۳۷۔ کسی چیز کو ماننے یا نہ ماننے کے لیے وہ اپنی عقل ناقص کے فتویٰ کے پابند تھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ

اس کا رفاہ ہستی کے مختلف نوعیت کے پیچیدہ حساب کا کام ایک ذات کی مشیت و ارادہ سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے

قوم کا کام کے لیے الگ الگ معبود بنا رکھے تھے۔ اور اس باطل کو ہی یقین کرنے کے لیے ان کے پاس ایک اور بڑبڑست

فَاِتَنَابَا تَعْدُ نَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ

سولے کو ہم پر وہ عذاب جس سے تم میں ڈراتے ہو اگر تم چھو ہو (موجود علیہ السلام) نے کہا واجب ہو گیا

عَلَيْكُمْ مِّنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَعَضِبْتُ اُتْحَادُ لُونَنِي فِي اَسْمَاءِ

تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب ۹۲ کیا تم مجھ کو کرتے ہو مجھ سے ۹۳ ان ناموں کے بارے میں

سَمَّيْتُ سُوَهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

جو رکھ بیٹے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (حالانکہ) نہیں آتا یہی اللہ نے ان کے لیے کوئی سند

سہارا تھا وہ یہ کہ ان کے آباء اجداد کا یہی عقیدہ تھا اور وہ کسی قیمت پر ان کی اندھی پیروی سے واپس ہونے پر آمادہ نہ تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے نبی کی پیروی و پیغمبریت کو بڑی سرپرستی سے شکر ادا کیا۔ اور انھیں صاف صاف کہہ دیا کہ جس عذاب کی تم میں ہر وقت دھمکیاں دیتے رہتے ہو اسے لے آؤ۔ ایسا بڑا نفاذ کوئی اس قوم کی ہی جھوٹیت نہیں جب کبھی حق و صداقت کے کسی ظلم پر وار نہ لے اپنی قوم کو ان کی غلط روی سے روکا تو انھوں نے کم و بیش ایسا ہی جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آباء اجداد گمراہ ہوں تو انھیں بند کیے ہوئے ان کے پیچھے دوڑتے چلے جانا کوئی عقل مند ہی نہیں۔ لیکن اگر آباء اجداد حق پر ہوں بلکہ حق کے ظلم پر وار رہے ہوں اور ان کی زندگیوں، ان کا عمل اور ان کا وجود ہی اسلام کی حقانیت کی مددگار ہو جیسے فضل اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کے اسلام کرام تھے تو ان کی اقتدار اور پیروی میں ہدایت اور سعادت ہے۔ حضرت ثوبت اعظم، حضرت خواجہ ابوالخیر، حضرت داتا گنج بخش، حضرت ثوبت العلین، بہاؤ الحق والذین ذکر یا تعالیٰ۔ حضرت مجدد الف ثانی وغیرہم من الاولیاء الکاملین قد ست اسرارہم وہ روشنی چراغ ہیں جن کی درخشاںیوں اور تابانیوں کے باعث ہر ایک مستقیم نواز ہے۔

۹۱ موقع یعنی وجہ یا نازل ہے۔ دھن سے مراد عذاب ہے لیکن بعض علماء نے فرمایا ہے کہ دھن کا معنی دل کی سیاہی ہے جو انکار حق سے آئینہ دل پر تہ ورتہ جیتی چلی جاتی ہے اور اس کی فطری نورانیت اور صفائی کا ستیا ناس کر دیتی ہے۔ وقیل صلی باللہ وجس الرین علی القلب بنو یادی الکھن (قرطبی)

۹۲ اسماء سے مراد وہ ثبت ہیں جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے یعنی الاصنام والذین عبد وہاذا قرطبی یعنی جن کو تم اپنا الہ اور معبود سمجھ رہے ہو ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ یہ تمہاری اپنی من گھڑت باتیں ہیں جن کے لیے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ قوم عباد اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تو تھے اور یہ بھی مانتے تھے کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ لیکن اپنے بتوں کو بھی الوہیت اور خالقیت میں یا مستحق عبادت ہونے میں تعدد و وحدۃ لا شریک

فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿۷۰﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ

سولم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں پھر ہم نے نجات دے دی محمود کو اور جو ان کے

مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْآيَاتِ وَمَا كَانُوا

ہمزاتھے اپنی خاص رحمت سے اور ہم نے کاٹ کر رکھ دی جزائروں کی جھنوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو شک اور جھوٹ

مُؤْمِنِينَ ﴿۷۱﴾ وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَقُومُوا عَبْدُ اللَّهِ

ایمان لانے والے اور ثوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا کہ آپ تمہارے میری قوم پر عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی

کامیابی مانتے تھے (مظہری) اسامہ سے غرضی ہے اور سعید سے بھا کا مفعول ثانی اللہ تعالیٰ ہے۔ فی اسامہ ای
اشیاء مصیبات سعید سے بھا اللہ (مظہری) ای فی اشیاء سعید سے بھا اللہ (بیضاوی) ان کے بتوں کے نام یہ تھے۔
ممود، عدلہ اور بہار وغیرہ۔

۷۰۔ دابر اہل اور جزیرہ کہتے ہیں۔ یعنی ہم نے ان پر ایسا ٹھک غلاب امارا جس نے ان سب سرکشوں کا غارت کر کے کھ دیا۔
۷۱۔ لوح اور لوح علیہما السلام اور ان کی قوموں کے عبرت ناک تذکرہ کے بعد اب حضرت صالح اور ان کی قوم ثمود کا ذکر جو
رہا ہے۔ اس قوم کا مسکن جزیرہ عرب کے شمال مغربی جانب شام و حجاز کے درمیانی علاقہ تھا جس کی حدود وادی القریٰ
تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے پادشہ کا نام المہجور تھا۔ اس قبیلہ کا نام ان کے ایک داد سے کی وجہ سے ثمود رکھا گیا
تھا۔ جس کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح۔ لیکن امام راہی اور قرطبی نے ثمود
بن عاد بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام رکھا ہے۔ یہ قوم عاد کی ایک شاخ تھی جو وہاں سے ترک وطن کر کے یہاں آکر
سکونت پذیر ہو گئی تھی۔ ان کا علاقہ جزیرہ تھا۔ سرسبز کھیت، شاداب باغات اپنی بہار دکھایا کرتے تھے۔ ان کی
آپاشی کے لیے نہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ لیکن دولت کی فراوانی نے ان کے اخلاقی کی بنیادوں کو مستزل کر دیا۔
اخلاقی تہ رہ رومی سے عائد میں لگاڑ پیدا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ بھی شرک کی محنت میں گرفتار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ
نے ان کی ہدایت کے لیے ان کے قومی اور وطنی بھائی حضرت حنبلہ کو مبعوث فرمایا۔ جو اپنی فائدہ دانی برتری اور شخصی
کردار کے باعث بڑے عزم اور دھڑکتے۔ آپ کا شجرہ نسب علامہ تاریخ نے یہ تحریر کیا ہے۔ حنبلہ بن جلیل بن اسف
بن شام بن جلیل بن حاور بن ثمود۔ آپ کے زمانہ بعثت کا یقینی قعین تو بہت مشکل ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ
آپ کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے تھا اور مشیت موسوی سے بہت عرصہ پہلے آپ کی قوم برباد
ہو چکی تھی۔

مَا لَكُمْ مِّنَ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَ ثُكْرَ بَيْتِنَا مِّن رَّبِّكُمْ هَٰذَا

نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا اے یہ لوگوں کی ہے تمہاری اس درویش کیلئے سب کی طرف سے اے یہ لوگوں

نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ ۖ فَذُرُّوهَا تَأْكُلُ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا

کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشان ہے اس چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے

يُسُوءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ

برائی سے در نہ پھرنے کا تمہیں عذاب دردناک اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تمہیں اے جان بشیں

۷۹ وہی دعوت و حجت و حجت و حجت کی تشریف آوری کی غایت اسی ہو اکتی ہے۔ آپ نے اپنی قوم کے سامنے اسی پیغمبرانہ
افلاک و شفق کے ساتھ پیش کی۔

۸۰ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعوت کو جھٹلایا گیا ہو گا اور آپ کی صداقت کے لیے کسی شجرہ کا مطالبہ کیا گیا ہو گا چنانچہ یہ
اونٹنی آپ کی صداقت کے لیے ظاہر کی گئی۔ اس اونٹنی کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے۔ اس میں وجہ اہواز کیا تھی؟

مفسرین کے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں بعض نے یہ کہا ہے کہ چونکہ اس کی تخلیق ظاہری اسباب کے بغیر ایک
پہاڑ سے ہوئی تھی اس لیے یہ شجرہ تھی۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ چونکہ اس کے پانی پینے کا مقرر تھا اس دن اور

کوئی جانور کنوئیں کے قریب نہیں آتا تھا۔ ان کے علاوہ اور کئی وجوہ اہواز بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اس بارے میں امام
فخر الدین رازی کی رائے نہایت پسندیدہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اس میں کلام نہیں کہ اس اونٹنی میں کوئی ایسی خادق تھا

خصوصیت تھی اس کا ذکر قرآن نے نہیں کیا۔ واعلم ان القرآن قد دل علی ان فیہا آیۃ فاما ذکر انہا کانت
آیۃ من امی الوجوہ فهو غیور من کور العلو حاصل بانہا کانت معجزۃ من وجہ حالہ حالۃ والذہ

اعلو کبیر اس لیے اس بحث میں اجماعنا ہے منوہ ہے۔ البتہ بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس میں شجرہ اس
کے کوئی وجہ اہواز نہ تھی کہ قوم ثمود کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ جس روز تم نے اسے گزند پہنچایا تمہیں برباد کر دیا جائے گا کیونکہ ایسی

ویل کا کیا فائدہ جس کی صداقت کا نظور اس وقت ہو جب کہ اس سے راہ ہدایت پانے والے ہلاک و برباد ہو چکے ہوں۔
۸۱ حضرت صلح علیہ السلام کے دھوکا کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ان احسانات اور

انعامات کو فراموش نہ کرو جن سے اس نے تم کو نوازا ہے۔ قوم عاد کی ہلاکت کے بعد غلبہ واقعہ ارمینیا گیا۔ تم کو فن تعمیر
میں وہ مہارت عنایت کی کہ میدانِ علاقوں میں تم شاندار عمارتیں تعمیر کرتے ہو اور پہاڑی علاقوں میں سنگین چٹانوں کو چیر پھاڑ
کر مکان بناتے ہو۔ ان کی عمارت کے آثار آج بھی موجود ہیں جو ایک وسیع رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں جو فن تعمیر میں ان کی مہارت

مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا

عاد کے بعد اور تم کو دنیا میں تم بناتے ہو اس کے میدانی علاقوں میں

قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَاذْكُرُوا الْإِيمَانَ اللَّهَ وَلَا تَعْشَوْا

عالیشان محل اور تراشتے ہو پہاڑوں میں مکانات سو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور نہ بھرو

فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ قَالَ الْهَلَّا الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ

زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے کہا ان سروراء نے جو تکبر کیا کرتے تھے ان کی

قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ

قوم سے تلو ان لوگوں کو جنہیں وہ کمزور و ذلیل سمجھتے تھے جو ان میں سے ایمان لاتے تھے کیا تم یقین رکھتے ہو

أَنَّ صَلَاحًا مُرْسَلًا مِّن رَّبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

کہ صالح رسول ہے اپنے رب کی طرف سے انہوں نے گنبدے شک ہم اس پر جسے دے کر انہیں بھیجا گیا ہے ایمان لائے

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنَّكُمْ بِهِ كَاذِبُونَ ۝

وہ لے ہیں کہنے لگے وہ لوگ جو تکبر کیا کرتے تھے کہ ہم تو اس چیز کے جس پر تم ایمان لاتے ہو منکر ہیں

کی گواہی دے رہے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی علوم میں ہمارے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جب کوئی قوم راہِ راست سے بھٹک جاتی ہے تو کوئی علمی ترقی اسے اس کے دردناک انجام سے نہیں بچا سکتی۔

نتیجہ دوسرا قبیلہ کی شدید مخالفت کے باوجود چند خوش نصیب ایسے بھی تھے جو حضرت صالح پر ایمان لے آئے۔ ان کی مالی حالت کمزور تھی اور معاشرہ میں بھی انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس لیے بڑوں نے ازراہ تعجب پوچھا کیا تم صحیح پر ایمان لے آئے ہو۔ جب انہوں نے اعتراف کیا تو تکبر و نفیس بولے ہم تو ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحُ آئِنَتَنَا

پس انھوں نے کوئینس کاٹ ڈالیں اس اُونٹنی کی اور منسلہ انھوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور کہا لمبے صلح آئے گا

يَمَاتَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۷۱﴾ فَلَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

ہم پر اس (عذاب) کو جس کا تم نے ہم سے روکیا تھا اگر تم اللہ کے رسولوں سے جو پھر آیا انھیں منسلہ زلزلہ کے جھٹکوں نے تو

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَيِّينَ ﴿۷۲﴾ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ

صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گوسے پڑے تھے تو (اصلاح) نے منہ پھیر لیا ان کی طرف اور (بعد) حشر کہا اے میری قوم اسلئے

اسلئے حشر کا لغوی معنی اُونٹنہ کے پاؤں کی کوئینس کاٹ دینا ہے لیکن ذبح کے معنی میں بھی ما استعمال ہوتا ہے۔ قال الاذہری العقر هو قطع عروق البهي و يخرجه عن البهي عقل (منطري) قوم ثمود میں حضرت صالح کے وعظ و نصیحت کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔ اور آپ کے خلاف عداوت کا جذبہ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ ساری قوم کے مشورہ اور رضا مندی سے ایک بد بخت جس کا نام قدار بن ساعد تھا (قرطبی) اس نے اکیلے یا اپنے چند ساتھیوں کی امداد سے اس اُونٹنی کو ہلاک کر دیا۔ اور حضرت صالح کے قتل کی بھی سازش کرتے گئے۔ اور ان کی بے باکی کی یہ حالت ہو گئی کہ اللہ کے نبی کو چیلنج دے دیا کہ اب وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہر وقت ہمیں ڈرا کر کہتے تھے جنھوں کو تم نے حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ پیسے زمانہ کا بد بخت ترین آدمی وہ تھا جس نے صالح کی اُونٹنی کو مار ڈالا اور آئندہ زمانہ کا بد بخت ترین آپ کا قاتل ہے۔ قال رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم لعلى اشقى الاولين عاقرة ناقته صالح واشقى الاخيرين قاتله (منطري)

اسلئے اگرچہ اُونٹنی کو ہلاک کرنے والا ایک شخص تھا لیکن اس کو تائید ساری قوم کی حاصل تھی اور وہ اس کی حرکت پر رضا مند تھے اس لیے اس کی سزا بھی صرف ایک شخص کو نہیں بلکہ ساری قوم کو دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سرکشی اور نافرمان کو قوم کی تائید و حمایت حاصل ہو تو ساری قوم مجرم قرار دی جاتی ہے اور سبھی کو اس کی سزا بھیجتی پڑتی ہے۔

اسلئے قوم کی بربادی کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بعض کے نزدیک شام کا قصد کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ آپ مکہ کی طرف تشریف لے آئے۔ وہاں سے منہمت ہوئے وقت اس شفیق و مہربان نبی نے اپنے ولی خلق و حسرت کا انھما کرتے ہوئے ان مرے ہوئے قوموں کو یہ خطاب فرمایا۔ یہ بعینہ ایسا ہے جیسے جنگ بید کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس گڑھے کے کنارے تشریف لے گئے جس میں کفار مکہ کے لاشے پڑے تھے۔ وہاں جا کر فرمایا۔ اے ابو جہل اے امیہ اے عقبہ اے شیبہ امیرے رب نے فتح و نصرت کا جو وعدہ مجھ سے فرمایا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ تم کو تمھارے ساتھ ذلت و عذاب کا جو وعدہ تھا وہ بھی پورا ہوا۔ حضرت فاروق اعظم نے عرس کی یاد رسول اللہ آپ تین دن کے مردوں کو خطاب فرما

بِمَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَلَمِينَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَكَاثُؤُنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً

کسی نے نہیں کیا ساری دنیا میں شہے بے شک تم جانتے ہو مردوں کے پاس شہوت ان کے پیسے

مِنْ دُونِ النَّسَاءِ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَاَمَّا كَانَ جَوَابُ

مردوں کو پھوڑ کر بلکہ تم لوگ تو حد سے گزرنے والے ہو اور نہ تمہارے کوئی جواب

اور تو بھی جاگڑاؤں سے ہم آغوش ہونا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں (۳۴) سو اُس رات بھی اُنھوں نے اپنے باپ کو
نے پلائی اور چھوٹی ٹمٹی اور اُس سے ہم آغوش ہوئی۔ پھر اُس نے نہ جانا کہ وہ کب لڑائی اور کب اٹھ گئی (۳۵) سو ٹوٹ گئی
دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (۳۶)

نحوذ بادئہ من ذلک۔ کہاں نبوت کا مقام رفیع اور کہاں یہ انسانی ہستی جس کے ارتکاب کا خیال کن بھی گھسیا ہے
گھسیا آدمی نہیں کر سکتا۔ سچ ہے یہ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سب کام تھا کہ انبیاء سابقین کے
تقدس اور ان کی صحت کو بیان کریں جن پر ان کے ماننے والوں نے یہ قبیح الزامات لگا رکھے تھے۔ ابھی ابھی نوح علیہ السلام
پر عزاری کی جو صحت تو رات میں لگائی گئی ہے اُسے آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے ضمن میں ہی میں نے انسانیکو پیڈیا کا حوالہ بھی
دیا ہے۔ آخر یورپ کے عیسائی محققین کو بھی عظمت انبیاء کو تسلیم کرنا پڑا جس کو قرآن کریم نے سب سے پہلے پیش کیا۔

۵۳۔ دیگر ذیل حرکتوں کے علاوہ وہ ایک اور گندمی عادت کا شکار تھے جو ان سے پہلے کسی قوم میں ہو جو نہ جانتی تھی وہ مردوں
کے ساتھ بد معاشری کیا کرتے تھے اور اس میں وہ فراش میں شامس نہ کرتے حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو اس غیر طبعی فعل پر
ٹوکا اور انھیں شرم و لائی کہ بے شرم و آدوب مرد۔ بر ملا گناہ کرتے ہو۔ اور گناہ بھی ایسا جس کے ٹوبہ بھی تم ہو۔ خدا سے ڈرو
کچھ تو حیا کرو۔

۵۴۔ حضرت نوح کے دعوے سے وہ بھڑک اٹھے اور کہنے لگے ذرا دیکھو تو اس نوح کو اور اس کے چیلوں کو۔ بڑے پاکیزہ بنے
پہرتے ہیں۔ ہم ایسے رجعت پسند لوگوں کا دبوڑ اپنے ترقی پسند معاشرہ میں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ انھیں بیکار بنانے
کہہ دو کہ اپنے زہد و تقدس سمیت یہاں سے تشریف لے جاویں اور ہماری محفل پیش و طرب کو اپنے ان وعظوں سے
بے نفع نہ بنائیں۔ انسان پریشان ہو کر رہ جاتا ہے جب وہ یہ پڑھتا ہے کہ اس ذلیل اور غلیظ فعل کو جس سے انسان کی
محفل سلیم کو جیسی فہرست ہے صرف بعد قبل از تاریخ کے اہل سدوم نے ہی اپنے بیٹے پسند نہیں کیا بلکہ نونان کے بیٹے نے
فلسطین اس کو ایک نازا پسندیدہ فعل شمار کیا کرتے تھے۔ اور تہذیب جدید کے توحید (یورپ) اور سرپرست زامر کے بیٹے نے
اہل قوم اس کو قانونی طور پر جائز قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ کئی ممالک نے اسے قانونی طور
پر جائز کر دیا ہے جن میں جرمنی کو سہولت حاصل ہے۔

《GIP》

مِّنَ إِلَهِ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَ شَكْمُ بَيْنَهُ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا النِّكَالَ

کوئی خدا اس کے بغیر اللہ ہے شکم آگئی تمہارے اس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے تو پورا کرو ناپ

وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

اور تول کو اور نہ گنا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ فساد برپا کرو اللہ زمین میں

بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝۶۰

اس کی اصلاح کے بعد یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان لائے والے ہو اور

کے کنارے کوہ طور کے جنوب مشرق کی طرف آباد تھا جہاں حضرت شعیب کی قوم رہائش پذیر تھی۔ اصل میں بنو نین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا نام تھا جو آپ کی اہلیہ محترمہ خلیلہ کے بطن سے تھے۔ اور یہ قوم ان کی نسل سے تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی بیٹی کا نام اپنے بچہ احمد کے نام پر رکھا تھا۔ یہ قوم تجارت پیشہ تھی۔ اور ان کی بستیوں ویاں عقیں جہاں جزیرہ نمکے عرب کی دو مشہور تجارتی شاہراہیں یعنی یمن سے شام اور عراق سے مصر تلنے والی شاہراہیں ہا کر رہتی تھیں۔ اس لیے ان کی حیثیت ایک مشہور تجارتی منڈی کی تھی جہاں آلے جانے والے تجارتی قافلے اپنا سامان بیچتے بھی تھے اور اپنی ضروریات کی چیزیں خریدتے بھی تھے۔ اس لیے بنو نین معاشی لحاظ سے بڑے خوشحال تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کے حُسن استدلال اور فصاحت و بلاغ کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ آپ کے بیٹے بنو نین کا غلام ہو کر ان سے ہیں بتایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی قوم دو خرابیوں میں مبتلا تھی اور آپ نے انہیں کی اصلاح کے لیے اپنی کوششیں وقف کر دیں۔ ایک تو یہ کہ اگرچہ آپ کی قوم کا سلسلہ نسب بہت عظیم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جابجا تھا لیکن مرد و بدلت اور دوسری مشرک قوموں سے میل جول کے باعث وہ شرک میں مبتلا ہو گئے تھے اس لیے حضرت شعیب نے سب سے پہلے انہیں یہ بھی یاد دہرایا کہ خدا ایک ہی ہے اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس کے بغیر کسی اور کی پرستش کرنا سخت نادانی ہے اور دوسری خرابی جو ان میں چرچا چلی تھی یہ تھی کہ وہ ایک تاجر پیشہ قوم ہونے کے باعث یمن، یمن میں دھوکہ و فریب سے باز نہیں آتے تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد زیادہ دولت کماؤ ہی کر رہا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بڑی سے بڑی بے ایمانی اور فریب کاری کو جائز سمجھتے تھے۔ کم توں کم پانا نیز دوسرے لوگوں سے کوئی چیز خریدتے وقت ان کی سادگی سے قائمہ اٹھا کر اس کی قیمت کم دیا ان کے نزدیک بزرگ معیوب نہ تھا۔ حضرت شعیب نے اس سے بھی ان کو روکا۔

اللہ انہیں اپنی قوم کو توبہ فرمائی کہ اگر تم نے توحید کی جگہ شرک اور بدایت کی جگہ گمراہی اختیار کی یا تجارتی اصولوں کو

لَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ

مست پیش کرو ۱۱۲ راستوں پر کہ ڈرا رہے ہو تم راہ گیزوں کو اور روک رہے ہو تم اللہ کی راہ

اللَّهِ مِنْ أَمْنٍ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَأَذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا

سے جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اور تلاش کرتے ہو اس میں عیب۔ اور یاد کرو (وہ وقت) جب تم قلیل تھے

فَكَثُرَكُمْ ۚ وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿۵۶﴾ وَإِنْ كَانَ

پھر تم میں نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو کیا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا ۵۶ اور اگر ایک

طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ ۖ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا

گروہ تم میں سے ایمان لایا ہے اس کے ساتھ جو میں نے بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لایا تو

فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۵۷﴾

دوام صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کر دے اللہ ہمارے درمیان اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اپنی ذاتی منفعت کے لیے پامال کیا تو امن و امان کی پر سکون فضا میں نقد و فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔
 ۱۱۲ وہ لوگ اُن راستوں پر بھیجے جاتے جو حضرت شعیب کی قیام گاہ کی طرف جاتے اور جب اُنھیں کوئی شخص اُدھر جاتا
 ہوا ملتا تو اُس کے سامنے حضرت شعیب کی خدمت کرتے اور آپ کے عقائد کو اس طرح پیش کرتے کہ یہ معلوم ہونے
 لگے کہ یہ عقائد سراسر باطل ہیں۔ اور اُن کے اس پر دیکھنے کے باوجود بھی اگر کوئی اللہ کا بندہ حضرت شعیب کے پاس
 جانے پر اجازت دے دیتا تو پھر وہ اُن کے ذہن سے اُسے روکتے۔ اُن کے اس طرز عمل پر اُن کو سرزنش کی جا رہی ہے کہ ایسا کرنا
 پھوڑ دو۔ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

۱۱۳ یعنی تمہارے گرد و پیش بے شمار ایسے کنڈرات موجود ہیں جو ان قوموں کا مسکن تھے جو اپنے زمانہ میں قوت و
 شوکت، علم و صنعت میں اپنی مثال آپ نہیں رکھتی تھیں۔ اُنھیں اپنے تمدن و طرز معاشرت پر ناز تھا۔ لیکن جب وہ نافرمانی
 کی راہ پر چل نکلیں تو پھر اس کو رکھ دی گئیں۔ تم ان کے نزدیک انجام سے اُنھیں کیوں بند ہیے ہو جسے جو۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰ شُعَيْبُ

کے لئے وہ سردار جو غرور و تکبر کیا کرتے تھے ان (شعیب) کی قوم سے شکایت تو ہم نکال کر دیں گے تیرے ساتھ

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَكَ مِنْ قُرْبَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ

اور جو ایمان لائے تمہارے ساتھ اپنی بستی سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہماری بستی میں۔ شعیب نے کہا

اَوْ لَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ ۚ قَدْ افْتَرَيْنَا عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ

اگر ہم اس (دشمن) کو ناپسند ہی کرتے ہوں حالانکہ پھر تو ہم نے ہنر بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم لوٹ آئیں تمہارے

مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّعُوْدَ

دیں میں اس کے بعد کہ جب نجات دی تھیں اللہ نے اس سے اور نہیں کوئی وجہ چاہے لیے کہ ہم لوٹ آئیں

۱۲۱ حضرت شعیب کا دشمن سب سے زیادہ حقیقت تھا اس میں صداقت کا نور حکم رہا تھا۔ ہر لفظ اخلاص و شفقت کا آئینہ تھا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ آپ کا دھڑکنے کے بعد ان کے دل پر سچ جلتے اور ان کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی دور ہو جاتی۔ لیکن

وہاں تو مسلسل سترابیوں کی وجہ سے دل کا آئینہ رنگ آلود ہو چکا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ شاہد تھے کہ انہیں شکوک کرنے کے

لیجے ہی تیار نہ تھے فوراً جبر و تشدد پر اتر آئے۔ اور باطل کا عیشہ سے ہی رو تیر رہا ہے۔ دلیل و برہان کے میدان میں شکست

کھانے کے بعد وہ حق کو اپنی قوت سے پھٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان لوگوں نے بھی ادب و تہذیب کے سائے تعاونوں

کو میں پشت ڈال کر آپ کو دھکی دینی شروع کر دی کہ لے شعیب! اگر تم اور تمہارے چیلے ہمارے مذہب میں لوٹ

نہ آئے تو تمہارا بوریا بستر اٹھا کر شہر سے باہر پھینک دیا جائے گا اور تمہیں جلا وطن کر دیا جائے گا۔

۱۲۲ اللہ آپ نے فرمایا اسے قوم اگر ہم خوشی سے ان بخبری اور عملی پیروی میں جہاں تم نے اپنے آپ کو پیدائش دیا ہے

کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو کیا تم میں پھر بھی مجبور کر دے کہ ہم اپنے آپ کو بدائیت کے مقام بلند سے خدائت کے گڑھے میں

ڈال دیں۔ ہمیں اتنا بے وقت مت سمجھو کہ توحید کی شراب طہور پی لینے کے بعد ہم پھر کفر و شرک کے گندے اور غلیظ

ہو چڑکی طرف آئیں گے۔ اور انسانی شرف و فضیلت کی قدر دل پر ایمان لانے کے بعد پھر کسی لالچ میں آکر ان سے

رُکاوہ دانی اختیار کر لیں گے۔ ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ ہماری رسالتی اسلام کے حشر و صافائی تک

جو گیتی ہے۔

西門

فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَبُوا شُعَيْبًا كَانُوا

تو نبی کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرستے تھے۔ جن رعبوتوں نے شعیبؑ کو زہیوں بنا کر دیتے گئے

لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا الَّذِينَ كَذَبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾

گویا کبھی بستی ہی نہ بننے ان مکانوں میں اللہ جنہوں نے شعیبؑ کو ہو گئے وہی نقصان اٹھانے والے نہ

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ

تو منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور کہا اے میری قوم! مجھے شک نہیں ہے کہ میں نے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور نبی نے نصیحت کی تھی

لگتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ نبی ایسے ہی تیار و ذہنوں کے علاج کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے۔
۱۱۔ لفظ غنی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ غنیۃ بالمكان اذا اقامت به و غنی القوم من اداہم ای
حلال مقادیرم فیما و المغنی المنزل و المجمع المغنی۔ علامہ حراست یہ ہے کہ غنی کا معنی ہے کسی جگہ مدت گزارنا تاکہ
اقامت گزیر رہنا اور رہائش گاہ کو معنی کہتے ہیں اور اس کی جمع معانی ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب مسلسل نافرمانی اور کفر
کے باعث ان پر عذاب الہی آیا تو وہ ہلاک و برباد ہو کر رہ گئے۔ اعدائے کے شاندار محلات اور کشادہ حویلیوں میں آکر ٹوٹنے لگے۔
جہاں زندگی اپنے تمام مخزول سمیت جو خرام حق وہاں خاک اڑنے لگی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہاں کبھی کوئی آباد ہوا
ہی نہیں۔

۱۲۔ یعنی وہ تو اس خوف کی وجہ سے شعیب علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے تھے کہ اگر انہوں نے ان کی شریعت پر عمل
شرع کر دیا تو وہ مغلوب الحال اور کنگال ہو جائیں گے اور ان کی معاشی بد حال کا آغاز ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں
کہ ان کے یہ سب اندیشے غلط ثابت ہوئے اور سب سے اس کے برعکس نکلا۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے نبی کے دامن میں
پناہ لی وہ تو دین و دنیا میں کامیاب ہو گئے اور جنہوں نے کفر کی نافرمانی کی ان کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد ہو گئی
وہ لوگ جو محض نام نہاد آدمی بنیاد اقتصادی زندگی کے خوف سے شریعت اسلامیہ کے واضح احکام میں تردد بدل
کرنے کے لیے جیسے تاب نظر آتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اہل تدین کے حالات کا بغور مطالعہ کریں ان پر حقیقت روشن
ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں صرف جتنی کی نجات ہی نہیں بلکہ دنیا کی خوشحالی بھی مضمر ہے۔ اور ان سے
سرکابی کرنے والے صرف اپنی قیامت ہی خراب نہیں کرتے بلکہ اپنے ہاتھوں اپنی اس زندگی کو بھی تمام حقیقی خوشیوں اور
راستوں سے محروم کر دیتے ہیں۔

لَكُمْ فَكَيْفَ اٰتٰى عَلَى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝ وَمَا اَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ

نصیبیں۔ تو انہیں کہو تو تم کو ان میں سے کافر قوم (کے ہونا) کا انجام ۱۲۱ اور نہ یہاں ہم نے کسی بستی میں ۱۲۲

مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاسِ ۝ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

کوئی نبی مگر یہ کہ (جب نبی بھجوا دیا گیا) تو ہم نے ہمدردی کر دیا وہاں کے باشندوں کو سختی اور تکلیف میں ۱۲۳ تاکہ وہ

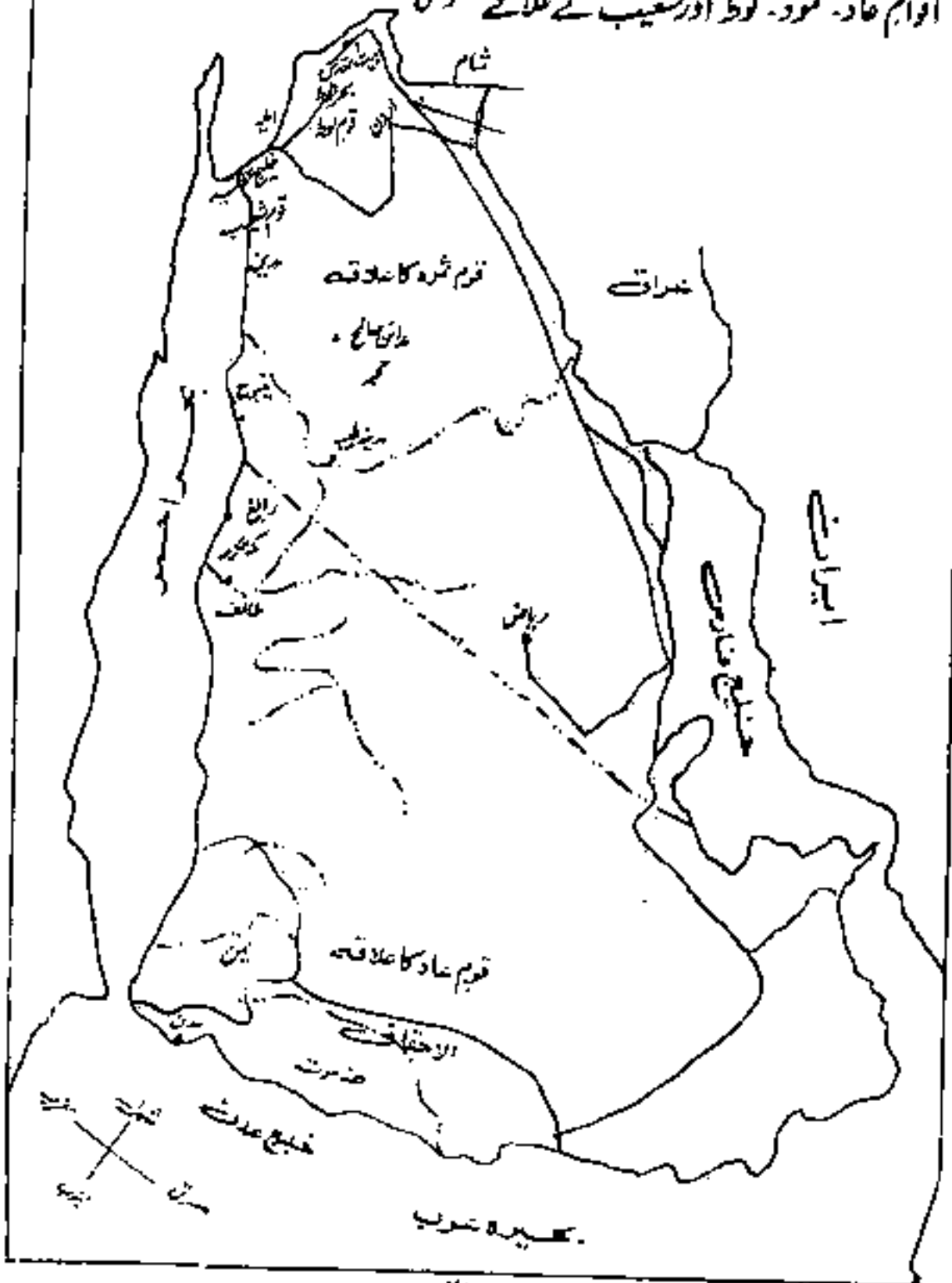
يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَاوْا وَقَالُوا

تذکرہ دینے لگیں ۱۲۴ پھر ہم نے بدل دی تکلیف کی جگہ راحت ۱۲۵ حتیٰ کہ وہ پچھتے پچھتے اور کہنے لگے

۱۲۱ یہ بیان ہر متحدہ و ترکوں میں بھجوا دیا ہے اس سے مدعا صرف داستان مرقی اور قصہ کوئی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اہانت کو بھجوا دیا ہے۔ ان کے سامنے ان قوموں کا حال بیان کیا جن سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا جن کے کشمکش ان کے تجاویز کا ردافوں کی گزرگاہوں کے ارد گرد واقع تھے جن کی خوشحالی، بلادوستی و غلبہ و اقتدار کی بڑی شہرت تھی اور پھر ان کا یہ نام منہ پر کی تافروانی کے باعث ان کی تباہی و بربادی کے ذخرائش واقعات سب کو معلوم تھے یہ بتا کر انہیں آگاہ کیا کہ میرا جیب اور میرا منہ حقے علیہ التقریر والاشاہی انہیں تعلیمات کو کامل اور محقق صورت میں تمھارے پاس لے آیا ہے جو پہلے نبیوں نے اپنی اپنی امتوں کو اپنے زمانہ میں ان کی عقلی بیداری کے مطابق انہیں دیں۔ اگر تم نے بھی انکار اور منہ پر کی روش اختیار کی تو یاد رکھو تمھارا بھی ایسی انجام ہو گا جو پہلے منکرین کا ہوتا آیا ہے۔ دونوں جہان کی مساوت اور سلامتی مطلوب ہے تو میرے پیار سے رسول کی اطاعت کرو اور اس کا دامن رحمت مضبوطی سے تھام لو۔

۱۲۲ یہاں من منہ کے بعد فکذ بوجہ مضرب فیہ اعتماد سنی فکذ بوجہ (مظہری) پہلے خاص خاص قوموں کے حالات بیان کیے۔ اب ایک قاعدہ کلیہ بتایا جا رہا ہے جس کے ماتحت سب قوموں کے ساتھ کرتا دیکھا جاتا ہے یعنی جب کسی بستی میں نبی مبعوث کیا گیا اور وہاں کے نبی والوں نے اس کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو فوراً ہی انہیں تباہ و برباد نہیں کر دیا جاتا بلکہ انہیں کی تعلیم کی صداقت، اس کی وکالت سیرت اور دوسرے روشن معجزات اس کی قوم کو ان کی جھٹ مٹری سے باز نہیں رکھ سکتے تو پھر انہیں واضح طرح کی نصیحتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے تاکہ خود کا نشانہ اترے انہیں اپنے اور اپنے احباب کے مادی وسائل کی نارسائی کا یقین ہو جائے اور ان پر ان کی کمزوریاں عیاں ہو جائیں تاکہ وہ باطل کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کر کے حق کے ظلال رحمت میں آجائیں۔ لعلھو بیضوحون کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض تکلیفیں انسان کو خواب غفلت سے جگا دینے کے لیے ہوتی ہیں۔

۱۲۳ لیکن اگر یہ طریقہ بھی مؤثر ثابت نہ ہو تو پھر ان پر انعام و اکرام کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اولاد، مال، شرف،



قَدْ مَسَّ اِبَاءَنَا الصَّرَافُ وَالشَّرَافُ فَاخَذُ نُهُمُ بَغْتَةً وَهُمْ

پہلے شک رہی تھی پہنچا کرئی تھی ۱۲۳۷ھ جلالتے باپ و لہو اگر کسی بھوکھ نہ رہا کسی راحت تو ہم نے چڑھ لیا انھیں اپنا ملک دوس کا انھیں

وفا دار اور ہر قسم کی کساتیں انھیں مبتلا کر دی جاتی ہیں تاکہ وہ اپنے دشمن حقیقی کو پہچان کر اس کی نافرمانی سے باز آجائیں اور اس کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کر لیں لیکن اگر وہ معصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹنے کے بعد بھی بیدار نہ ہوسکے اور نصرت و احسان کی طراوانی کے باوجود بھی ان کے دلوں میں اپنے مہربان اور کریم پروردگار کے لیے شکرگزاری کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو پھر ان کی اصلاح کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی۔ وہ جہم کے ایسے کرم خورد و مضبوطی طرح ہیں جس کا کاٹ دینا بالی جسم کی غایت کے بھیے انہیں ضروری ہے۔ علامہ قرطبی لفظ حقو کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اخلاص سے ہے اس کا معنی بڑھنا اور زیادہ ہونا بھی ہے اور بہت جانا بھی۔ یہاں پہلے معنی میں استعمال ہوا ہے حضرت ابن عباسؓ نے غزوہ کا معنی کثرت و کیا ہے و عظام من اللصلل و سحفا و کثرو عفا و دس و قال ابن زید: کثرت اعداءہ و اولادہم (قرطبی)

۱۲۳۷ھ بجاتے اس کے کہ وہ ان مصائب اور تکالیف سے عبرت حاصل کرتے اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے وہ یہ کہہ کر اپنے دلوں کو تسلی دے دیتے کہ یہ زلزلہ بادی جس نے ہمارے کھیتوں اور باغوں کا ستیا ناس کر دیا ہے، یہ قحط جس نے زمین سے زرخیزگی کی ساری قوت چھین لی ہے۔ یہ زلزلہ جس کے پوٹش نے باغوں کو لٹکوں نے جاری بار و قحط اور آبا و اجداد کے زیر و زوال و خاک ہوس جملہ اوق کو جو بندہ نہیں کر دیا ہے۔ یہ جنگ جس کی ہلاکت خیز یوں نے قیامت برپا کر دی ہے۔ یہ ہماری کسی اخلاقی کمزوری یا کاروباری بددیانتی اور غریبوں پر ظلم و تعدی کی منہ نہیں بلکہ پہلے بھی اکثر قریب ہوتا رہا ہے۔ ماضی تغیرات سیاسی حالات کی وجہ سے یہ حادثات دہریہ ہو گئے ہیں۔ ان گزری ہوئی قوموں کو ہم رہنے دیں۔ اپنے گریبان میں مہ ڈال کر دراپنا بھی سنبھالیں۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد کونسی ایسی شخصیت ہے جس سے ہم دوچار نہیں ہوتے۔ سیلابوں کا وسیلہ شروع ہوتا ہے تو مشرقی اور مغربی پاکستان کے دریا اپنی قہر آلود موجوں سے جلتے ہزار ہہ گاؤں کو ہمالے جاتے ہیں۔ سینکڑوں بڑے بڑے شہروں کی بنیادیں لرزنا لگتی ہیں۔ جان و مال کے نقصانات کا اندازہ کر دہ زلزلہ روہر سے زیادہ ہوتا ہے لیکن کیا ہم اس سے کچھ عبرت حاصل کرتے ہیں؟ کسی اپنی اخلاقی کمزوری سے تائب ہوتے ہیں؟ کسی قومی غمخواری سے دست کش ہوتے ہیں؟ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اس سال یوں سون کی ہوائیں ہوسے زلزلہ سے انھیں اور پھاڑوں سے اگر ٹکرائیں اور متواتر کئی دنوں تک ٹوسلا دھار بادش ہستی رہی جس کی وجہ سے یطخانی آگئی اور قتل و غارت گاہوں اور شہر غرقاب ہو گئے۔ پھر سیلاب زدگان کی امداد کے لیے رخص و سرود کی مجلسیں ترتیب دی جاتی ہیں جہاں ننگے اور لٹش گائے ہوتے ہیں اور ان ذلیل حرکات سے جو رقم اکٹھی ہوتی ہے وہ بھی اکثر و بیشتر امدادی پروگرام کے شخصوں کی جیب سے یوں جھٹ کر رہ جاتی ہے کہ باہر نکلتے کا نام نہیں لیتی۔ آج کی مادہ پرستانہ ذہنیت جس نگاہ سے ان حادثات کو دیکھتی ہے اور پھر اس کے لیے جو علاج تجویز کرتی ہے ان سبب ہونے والی قوموں کا بھی یہی حال تھا ایسی

لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ أُنْتُووا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم مَّا

غواب وخیال بھی نہ تھا۔ اور اگرستیوں والے شلے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم کھول دیتے ان پر

بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا

برکتیں آسمان کی اور زمین کی لیکن انھوں نے جھٹلایا نہ مانے رسولوں کو: تو پھر لیا ہم نے انھیں جو ایمان

يَكْسِبُونَ ۝ أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ

کرتوں کے جوہ کیا کرتے تھے تو کیا یہ خوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آجائے ان پر ہمارا عذاب تو اس وقت اس حال میں کہ

نَآئِمُونَ ۝ أَوْ أَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضَعًى وَهُمْ

سو رہے ہوں شلے یا کیا یہ خوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آجائے ان پر ہمارا عذاب پناشت کیے وقت جب کہ

کو قرآن نے اپنے معجزانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ نو بد بیان کا مقصد یہ نہیں کہ ہم گزشتہ اقوام کی کج فہمیوں پر طنز یہ قہقہے لگائیں یا کجی
طور پر اظہارِ افسوس کر دیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور ان کلمت کی گھڑیوں سے فائدہ
اُٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو اس دردناک انجام سے بچائیں جس سے سابقہ قوموں کو اپنی سرکشیوں کے باعث
دچار ہونا پڑا تھا۔

۱۰۰۰ یعنی ایمان اور تقویٰ کسی قوم کی ترقی کے راستے میں حائل نہیں ہوتے جیسے عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ اس کے باعث
تو رحمت الہی کا دریا جوش میں آجاتا ہے اور ہر جانب سے خیر و برکت کی فراوانی ہو جاتی ہے۔ زمین اپنے سب سکھ میں
پوشیدہ غمراہوں کو اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتی ہے اور آسمان اپنی نعمتوں اور برکتوں کو بے دریغ نچھاور کر دیتا ہے
ای نو معنا علیہم الخیر من کل جانب وہ او منکالہم وہ ذلیل برکات السماء المطر و البرکات اللذی
النبات و التوح (منہری) ترجمہ ہم ہر طرف سے ان پر خیر و برکت کی فراوانی کر دیتے اور جو نعمتیں انھیں بخشی ہیں وہ
ہمیشہ برقرار رہیں۔ برکات آسمان سے مزا و بارش ہے اور برکات زمین سے مزا و زراعت و نباتات ہے۔

۱۰۰۱ آئے مکہ اور اس کے ارد گرد رہنے والو! پیچھے نبیوں کو جھٹلانے والی قوموں کا یہ انجام ہوا اگر تم میرے رسول پر
ایمان نہ لگاتے اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ رہے تو کبھی وقت بھی تم پر عذاب نازل کر دیا جائے گا اور تمہاری اینٹ
سے اینٹ بجا کر رکھ دی جائے گی۔ والمراد بالفتح مٹے مکہ و ماحولہا (قرطبی)

يَلْعَبُونَ ۝ اَفَاْمِنُوْا مَكَرَ اللّٰهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكَرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

کھیل کود سے بول تو کیا یہ ہے غوث برکات کی تفسیر تدبیر سے ۱۲۷ھ میں نہیں بلکہ توحید اللہ کی تفسیر تدبیر سے ۱۲۷ھ میں ہے اس

الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرْتُوْنَ اَلْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ

قوم کے جو نقصان اٹھانے والی ہوئی ہے۔ کیا یہ حقیقت ارض نہ ہوئی ان لوگوں پر جو واپس ہوتے زمین کے اس کے اعلیٰ مالکوں

اَهْلِهَا اَنْ لَّوْثًا ۚ اَصْبَنَّا هُمُ مِّنْ دُوْنِهِمْ وَاَنْطَبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

کی تباہی کے بعد کہ اگر ہم انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اور پھر لگا دیں ان کے دلوں پر تاکہ

فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاِهَا ۚ

وہم کو سن ہی نہ سکیں یہ بستیوں میں ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ۱۲۹ھ میں ان کی پہلی خبریں۔

وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَبَاكَوْا لِيُوْثُوْا مِمَّا كَذَّبُوْا

اور بے شک آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ۔ اور نہ تو ایہ کہ ایمان لاتے اس پہنچیں کو کھٹوا چکے تھے

۱۲۷ھ میں ان کے مکرو فریب کی انہیں جو سزا دی جانے والی تھی اسے حکو اللہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ اور یہ استعمال نام

سے جس کی وضاحت پہلے گزری ہے۔ اسی حدیث و جزاؤہ علی حکوہو (قرطبی) اور علامہ بیضاوی فرماتے ہیں

و حکو اللہ استعارة لا مستند لاج العبد و اخذہ من حيث الیہ محاسب (بیضاوی)

۱۲۸ھ میں حدیث میں کجا حدیث لاہم آتا ہے تو اس کا معنی ظاہر ہوا واضح ہونا ہو سکتا ہے یہ لفظ اس معنی میں

مستعمل ہوا ہے۔ حدیث المہند ایۃ یا للہ لا اہل لاہ یعنی بیسین (بیضاوی) یعنی مشرکین کو بڑے کم فہم ہیں۔ گزشتہ

قوموں کی تاریخ سے یہ اتنی عبرت بھی حاصل نہیں کرتے کہ نافرمانی کے باعث ان کا کتبہ ہرا انجام ہوا۔ اور جس مالک و

تادرنے ان قوموں کو ان کے کوتاہی پر سزا دی۔ اس کی قوت و طاقت سلب نہیں ہو سکتی۔ وہ آج انہیں بھی

سزا دینے پر قادر ہے۔

۱۲۹ھ میں ان گاؤں سے حضرات نوح، لوط، ہود، شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیوں میں رہا ہیں۔

مَنْ قَبْلُ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۵﴾ وَمَا وَجَدْنَا

اس سے پہلے اسے اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر ﴿۱۵﴾ اور نہ پایا ہم نے

لَا كَثْرَهُمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ

ان کی اکثریت کو وعدہ کا پابند نہ کیا اور ضرور پایا ان میں سے بہتوں کو حکم عدولی کرنے والا ﴿۱۶﴾ پھر

بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَنَلَاحُ فَعَلَكَمُوا

ہم نے بعد میں ان کے بعد موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے ہاریلوں کی طرف انھیں بھیجا کر دیا

﴿۱۷﴾ وہ لوگ اتنے جندی اور ہٹ و عزم تھے کہ جب ایک مرتبہ ان کی زبان سے نکل گیا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو پھر اُس پر ہم گئے۔ کوئی وعظ و نصیحت، کوئی دلیل، کوئی تمجید، اُن کو کچھ قبول کرنے پر آمادہ نہ کر سکا۔ یعنی ہجرت کا مشاہدہ کرتے سے پہلے انھوں نے نبی کی دعوت ملتے سے جو انکار کیا تھا، ہجرات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اُسی انکار پر اڑے رہے۔

﴿۱۸﴾ یہ نسبت الہی ہے کہ جو قوم جہاں بوجہ کفر و شرک میں مبتلا رہنا چاہتی ہے اور حق کو حق سمجھتے ہوئے اُس کا انکار کرتی ہے اُس کی غور و فکر کی قوتیں بیکار کر دی جاتی ہیں۔ اور اس بغیاد کی کفر کے بعد ان پر ہدایت کے راستے بند کر دیے جاتے ہیں کیونکہ کوئی پیغمبر بنا رکھتے ہوئے دن کی روشنی میں اس سے کام نہ لے تو وہ اگر گمراہی میں گرتا ہے تو بعد شوق گمراہی کی رستہ نہیں کی جائے گی کہ اگر وہ گمراہی سے حال پر رحم فرماتے ہوئے گمراہی میں نہ گرے۔

﴿۱۹﴾ ہمہ شکی اُن کی غیبتِ ثانیہ ہے جو وعدہ بھی کرتے ہیں اُس کو توڑ دیتے ہیں۔ خواہ وہ وعدہ اپنے خدا سے کریں یا اس کے بندوں سے۔

﴿۲۰﴾ مذکورہ بالا بنیاد کے بعد فرعون جو اپنے آپ کو خدا یا منظر خدا سمجھتا تھا کی طرف اور اس کے درباریوں کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔ اور انھیں زبردست ہجرت سے مخاطب کیے گئے تاکہ کسی کو آپ کی صداقت میں شک نہ رہے۔ مگر خاص و عام بھگدے کہ ایسے ہجرت سے دکھانے والا صفت اللہ تعالیٰ کا رسول ہی ہو سکتا ہے۔ یہاں ظلم یعنی کفر ہے کیونکہ ہجرت کے ساتھ ظلم ہی ہے کہ ان کو دیکھ کر دعوت حق قبول کرنے کے بجائے اس کا تشدد و مذمت سے انکار کر دیا جائے۔ اسی لیے فکرمند ابہا کے بجائے فظالم ابہا فرمایا۔

بِهَاءٍ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٥﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرَعُونَ

ان کا۔ سو دیکھو کیسا انجام ہوا فساد برپا کرنے والوں کا اور کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے فرعونؑ

إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٦﴾ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَن لَا أَقُولَ عَلَىٰ

بلائیس میں رسول ہوں پروردگار عالم کا واجب ہے مجھ پر ۱۳۵ کہ میں نہ کہوں اللہ پر

اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ

سوائے یہی بات کہے۔ میں آیا ہوں تمھارے پاس روشن دلیل لے کر تمھارے رب کی طرف پس بھیج میرے ساتھ ۱۳۶

۱۳۵ جیسے شاہان ایران کو کھسری اور شاہان روم کو قیصر کہا جاتا تھا اسی طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا اس زمانہ میں مصر کے لوگ سورج کو سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ اور جب تک کوئی بادشاہ اپنی مصری رعایا کے دلوں میں یہ تاثر نہ پیدا کر دیتا کہ وہ سورج کا اوتار ہے اس کی حکومت کو استحکام نصیب نہ ہوتا۔ اسی لیے انھوں نے اپنے لیے فرعون کا لقب تجویز کیا جو رخ سے ماخوذ ہے۔ اور سورج کو مصری زبان میں رخ کہتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس فرعون سے واسطہ پڑا تھا وہ اس خاندان کا ایک ہی بادشاہ تھا یا دو بادشاہ تھے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ فرعون تھے جس فرعون کے عہد میں آپسکی ولادت ہوئی اور جس کے محل میں آپ نے پرورش پائی اس کا نام وحشیس دوم تھا۔ جس کا عہد حکومت ۱۴۹۲ سے ۱۲۲۵ قبل مسیح تک تھا۔ اور جس فرعون کے زمانہ میں آپ پیغمبر بن کر آئے اُس کا نام نخشت یا مفسد تھا جو اپنے باپ وحشیس دوم کے بعد تخت نشین ہوا۔

۱۳۶ علیٰ سبب مشددا اور علیٰ دونوں قراتیں ہیں۔ پہلی قرات کے مطابق حقیق کا معنی واجب ہو گا یعنی مجھ پر واجب ہے کہ یہی بات ہی کہوں۔ اور دوسری قرات کے مطابق حقیق یعنی حریص ہو گا یعنی میں یہی بات کہنے پر بڑا حریص ہوں اور اگر علیٰ جارہ معنی یا ہو تو حقیق بمعنی واجب ہو گا۔ (قرطبی)

۱۳۷ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل فلسطین سے ہجرت کر کے مصر آ گئے تھے لیکن مصریوں نے رفتہ رفتہ انھیں اپنا غلام بنایا۔ ان پر ہر قسم کے مظالم توڑے جاتے۔ ان سے ہر طرح کی بیگاری جاتی۔ یہ اپنے مصری آقاؤں کی زمینیں آباد کرتے، ان کے محلات تعمیر کرتے۔ ان کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کی قوم بنی اسرائیل کو آزاد کر دے اور انھیں اجازت دے کہ وہ یہاں سے سکونت ترک کر کے اپنے آبائی وطن میں رہائش پذیر ہوں۔

بَنِي إِسْرَٰئِيلَ ۖ قَالَ إِن كُنْتُمْ بِآيَاتِي قَٰتِلِينَ

بنی اسرائیل کہو - فرعون نے کہا اگر تم لائے ہو کوئی نشانی تو پیش کرو اسے اگر

كُنْتُمْ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ۚ فَالْقَىٰ عَصَاُ فَاِذَا هِيَ تَلْعَبُ قُلُوبًا مُّبِينًا

تم (اپنے دشمنوں میں) سچے ہو تو ڈال دیا ٹوٹی لے اپنا عصا تو فوراً وہ صاف اڑا دیا بنی اسرائیل

وَنَزَعْنَا يَدَٰهُ فَاِذَا هِيَ بِيْضٌ مِّمَّا يَلْعَبُ ۚ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

اور نکالا اپنا ہاتھ اگر یہاں سے تو فوراً وہ سفید روشن ہو گیا دیکھنے والوں کے لیے کہتے تھے قوم فرعون کے رئیس

۱۳۷ فرعون کے مخالف پر آپ نے وہ مجھ سے پیش کیے۔ ایک تو آپ نے اپنا لکڑی کا عصا پھینکا تو وہ اڑا دیا بنی اسرائیل نے لکڑی کو دوسرے آپ نے اپنا ہاتھ گرہاں میں ڈالا اور جب نکالا تو وہ جو لکڑی رہا تھا اور دیکھنے والوں کی نگاہوں کو اس کی چمک خیرہ کر رہی تھی۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں معجزات کا ذکر آتا ہے تو بعض طبعیتوں پر بڑی وحشت طاری ہو جاتی ہے اور اس خوف سے کہ کہیں ان واقعات کو قوانینِ فطرت کے خلاف پا کر علماء طبعیین قرآن کی تکذیب نہ کرنے لگیں۔ وہ ان واقعات کی ایسی ترکیب تلاش کرتے ہیں جن کو قرآن کے الفاظ پر مبنی قبول نہیں کرتے۔ حالانکہ یہاں ان کے پریشان اود وحشت زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بات بالکل سیدھی سی ہے کہ خالق کائنات کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے کے بعد وہ اب ایک بے بس اور بے اختیار تماشا خانہ بن کر رہ گیا ہے اور اس کو اس میں رد و بدل کا کوئی اختیار نہیں تو پھر آپ مظلوم ہیں۔ قرآن بھی خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے وہ ایسا بے بس اور بے کس خدا نہیں۔ لیکن اگر آپ اسے کائنات کا خالق تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو رب اور تدبیر بھی یقین کرتے ہیں تو پھر آپ پریشان کیوں ہوں۔ وہ مالک ہے اور اس پر قادر ہے کہ چاہے تو چھوٹے سے انڈے سے سانپ پیدا کر دے اور چاہے تو اس مسمولی سے بٹ کر لکڑی کے ایک ڈنڈے کو سانپ بنا دے۔ اگر علماء طبعیین اس بات پر تبصروں کہ جو قواعد اور ضوابط اس مادی کائنات میں کار فرما ہیں وہ اہل میں ان میں رد و بدل ممکن نہیں تو ہم ان سے چھپیں گے کہ کیا آپ کا علم فطرت کے تمام قوانین اور ضوابط کو محیط ہے؟ ممکن ہے کہ یہ تخلیق کسی ایسے قاعدہ کے مطابق ہو۔ جہاں تک ابھی آپ کے علم کی رسائی نہ ہوئی ہو۔ لیکن وہ بڑے بڑے سائنس دان اس کے معترف ہیں کہ ان کا علم ناقص فطرت کے تمام قوانین و ضوابط کو محیط نہیں بلکہ وہ ابھی تک صرف چند اسرار کی نقاب کشائی کر سکے ہیں۔

فَرْعُونَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ

واقعی یہ شخص بڑا مہر جاؤگر ہے ۱۳۸ کے چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہارے

أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي

لوگ سے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو ۱۳۹ بولے مہلت دو اسے شکہ اور اس کے بھائی کو اور بھیج

الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ۝ وَجَاءَ السَّحَرَةُ

شہروں میں ہر گار سے تاکو لے آئیں تمہارے پاس ہر مہر جاؤگر کو اور آ گئے جاؤگر

فَرْعُونَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَمُوتُ الْغُلَبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ

فرعون کے پاس شکہ جاؤگر لے کہا قیصر اگر تم میں بڑا انجام ملتا چاہیے اگر ہم (موتی پر غالب آجائیں) فرعون نے کہا بے شک

۱۳۸ جب فرعون کہہ درباریوں نے کڑی کے صفا کو ٹیپب آدھا جتنے ہوئے دیکھا اور آپ کے ہاتھ کو آفتاب سے زیادہ چمکا ہوا پایا تو وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور مہلت اور قیصرین فطرت کے خالق کی قدرت کا نمونہ ہے۔ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے عام جاؤگر کی طرح یہ بھی ایک نظر فرمے ہے لیکن اس سے ہر حال بہتر۔ اس لیے کہا کہ یہ تو بڑا مہر جاؤگر ہے۔

۱۳۹ یعنی موتی اپنے خیر العقول کرتوں سے لوگوں کو مرعوب کر کے انھیں اپنا عقیدت مند بنائے گا۔ اور جب اسے قوت و اقتدار حاصل ہو گیا تو پھر ہادی حکومت کا تختہ اٹھ کر خود بادشاہ بن بیٹھے گا۔ اور اس کے بعد قطیوں کو ان کے آبائی وطن سے نکل دے گا۔ اس لیے اسے قوم قبط کے امرا اور مشورہ دو کہ اس تختہ کا ستیاب کرنے کے لیے ہیں کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیے انھوں نے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنا سیاسی حریف سمجھ بیٹھے۔ اور ان کے ذہن میں یہ بات نہ آ سکی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے جو کسی ذاتی لالچ کے بغیر ان کی تیر خواہی میں کوشاں ہے اور ان کے خیر و استبداد سے اپنی مظلوم قوم کو رہائی دلانا چاہتا ہے۔

۱۴۰ مصر میں اس وقت فتنہ جاؤگری کو بڑا عروج حاصل تھا۔ درباریوں نے جب ان خدشات اور خطرات کے متعلق سنا تو بیک نہان ہکا اٹھے کہ آپ کی قلمرو میں بڑے بڑے مہر جاؤگر موجود ہیں۔ آپ کوئی اور اس کے بھائی کو چند روز کی مہلت دیں اور اپنے خاص آدمی بھیج کر اپنی مملکت کے چند ماحر جمع کر لیں جو جمع عام میں موسیٰ کے کرتوں کی قلعی کھول دیں۔ اس تدبیر سے ہم اپنی حکومت اور اپنی قوم کی سروری کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

۱۴۱ ملک کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے مہر اور تجربہ کار جاؤگر جمع ہوئے۔ انھیں علم تھا کہ جس مقصد کے لیے انھیں طلب

وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۱۸﴾ قَالَ اَيُّ مَوْسَى اِمَّا اَنْ تُلْقَى وَاِمَّا

اور اس کے علاوہ تم خاصانِ بارگاہ سے جو جانگے جاؤ گزراں نے کہا اسے موسیٰ! یا تو تم پہلے ڈالو

اَنْ تَكُوْنَ مَعَهُ الْمُلَقَّيْنِ ﴿۱۹﴾ قَالَ الْقَوَا فَلَئِنْ الْقَوَا سَعَرُوا اَعْيُنَ

ہماری (پہلے) ڈالنے والے میں سے آپ نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو پس جب انھوں نے ڈالا تو جاؤ کر دیا انھوں

النَّاسِ وَاَسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرِ عَظِيمٍ ﴿۲۰﴾ وَاَوْحَيْنَا اِلَى

لوگوں کی آنکھوں پر گھٹا اور خوفزدہ کر دیا انھیں ۲۰ آئے اور مظاہرہ کیا انھوں نے بڑے جادو کا اور ہم نے وحی کی

کیا گیا ہے وہ بڑا ہم ہے۔ وہ فرعون کی بادشاہت کے متزلزل تخت کو سہارا دینے کے لیے بلائے گئے تھے۔ اس لیے انھوں نے فرعون سے پہلے ہی منوالیا کہ اگر انھوں نے موسیٰ کو شکست دے دی تو انھیں شایانہ العنات سے نوازا جائے گا۔ اس مطالبہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انھیں اپنی کامیابی کا کامل یقین تھا جسے خود انعامات کا وعدہ ہے۔ یہ تھے فرعون جو نبوت کی پہلی ہی عتاب آلود نگاہ سے لرزہ بر اندام تھا یہ تسلی آمیز الفاظ سن کر خوشی سے اچھل پڑا اور کہنے لگا یقیناً تم پر انعام و اکرام کی بارش کی جائے گی۔ مگر صرف یہی نہیں بلکہ تم کو اپنے دربار کے خاص و مقربین میں داخل کر دیا جائے گا۔ ۲۱ آئے مقابلہ کی مقررہ تاریخ آگئی۔ مقامِ حیت پر فریقین جمع ہوئے۔ ایک طرف ساحرانِ مصر کا جمِ سفیر تھا جس کی پشت پر

فرعون کر رہا تھا اور دوسری طرف موسیٰ و ہارون، ایک مظلوم اور غلام قوم کے نامکندے، جن کے پاس ظاہری ساز و سامان سے کوئی چیز نہ تھی۔ جادو گروں نے اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: کیسے پہل آپ کرنا جانتے ہیں یا مقابلہ کا آغاز ہم کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ہی آغاز کرو۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جادو گروں نے ازراہ ادب آپ سے یہ دریاخت کیا۔ اور ان کی اتنی سی بات اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی اور انھیں نعمتِ ایمان سے سرفراز فرما دیا۔ قادحوا مع موسیٰ علیہ السلام فكان ذلك سبباً ايما مظهر (قرطبی)

۲۲ آئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنا جتنا زور دے کر دیکھنا لو میں بعد میں اپنی صداقت کا مجموعہ پیش کروں گا۔ آپ کی اس اجانت کا مقصد یہ تھا کہ باطل اپنی تمام قوتوں کے ساتھ ظاہر ہو جائے تو اس پر پھر زور وار کر کے اس کی بے مریائی کو عیاں کر دیا جائے تاکہ اس کے بعد کسی کے لیے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور حق اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ جلوہ نما ہو جائے ۲۳ آئے اس سے محرک حقیقت کی طرف باشندہ ہے کہ صحرا میں رطافت نہیں ہوتی کہ وہ کسی چیز کی مابیت کو بند دے۔ مثلاً تیوں کو حقیقتاً سانپ بنا دیا اس کے پس سے باہر ہے۔ اس کا اثر نظر بندی تک محدود ہوتا ہے۔ یعنی ایک چیز ہوتی ہے کچھ ہے لیکن جادو کے اثر سے دیکھنے والے اسے کوئی اور چیز سمجھنے لگتے ہیں۔ علامہ ابن حبان اللہ فیہ رحمۃہ علیہ کہتے ہیں۔ وقف قولہ

مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ إِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١٤﴾ فَوَقَّهٖ

موسىٰ کو کہ ڈالے اپنا عصا اللہ تو فرماؤ وہ جھکنے لگا جو فریب انہوں نے بنا رکھا تھا تو ثابت ہو گیا

الْحَقُّ وَبَطُلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ فَعَلَبُوا هَٰنَا لِكَ وَانْقَلَبُوا

حق اور باطل ہو گیا جو (جادو) وہ کیا کرتے تھے یوں فرعون مغلوب ہوئے ۱۴۵ وہاں لکھے مجمع میں اٹھنے

معنا والعمین الناس دلالت علی ان السحر لا یقلب معنا وانما هو من باب التخییل (بجر میط) یعنی معجزہ الہی کے کلمات سے معلوم ہوا کہ جادو کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدل سکتا۔ لیکن اس کے اثر سے دیکھنے والے یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ چیز کی حقیقت بدل گئی ہے۔ دوسری جگہ (سورۃ طہ) اسی واقعہ کا ذکر ان الفاظ سے کیا گیا یخیل الیہ صوف معجزہ انہا تسمی ان کے جادو سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ خیال ہونے لگا کہ یہ رسیاں سانپ بن کر دوڑنے لگی ہیں یہاں بھی تخییل کا ہی ذکر ہے۔ اگرچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ جادو کی ایک قسم تھی۔ اس کے علاوہ جادو کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس سے ماہیت شے بدل جاسکتی ہے لیکن قرآن کے الفاظ سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔

۱۴۵ یہاں استرہو یا معنی ارہو اسے یعنی انہوں نے لوگوں کو خرفہ کر دیا اور باب استعمال باب افعال کے

معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔ وقال ابن عطیۃ واسترہو یا بمعنی ارہو واستفعل بمعنی افعیل (بجر)

۱۴۶ جب وہ اپنے فن حیران کن ہو کر چلے اور ان کی رسیاں سانپوں کی طرح بل کھا کر فضا میں لہرائے گئیں اور فرعون کو

اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا۔ اور اس کی قوم اپنے ساحر و جادوں کے کمال پر عرض پیش کر اٹھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم

دیا کہ اسے حق کے علم بردار اٹھ اور باطل کے خوشی سے تمنا مت کرے جو کہ ہر روز تائے کا وہ چیت رسید کر کہ اس کا خد

اثر جائے۔ اور وہ اپنی غلطیوں کا احترام کرنے پر مجبور ہو جائے موسیٰ علیہ السلام نے لکھنوی کاؤنڈا جس پر وہ ایک لکھنے اب تک

باطل کی ہرزہ سرائی کا مشاہدہ کرتے رہے تھے میدان میں ڈال دیا۔ اب تک وہ ایک مہیب آواز ہاں کر ان لہرتے ہوئے

سانپوں کی طرف دیکھا اور ان کو لنگھنا شروع کر دیا۔ اور ان واحد میں فرعونوں کا سارا بٹا بٹا یا کھیل ختم ہو کر رہ گیا مجمع عام

میں حق کا بول بالا ہوا۔ اور باطل کو شرمناک شکست ہوئی۔ اور ان کی جادوگری کی عظمت اور سطوت کا پردہ چاک ہو گیا۔

۱۴۷ فرعون اور اس کی قوم نے جب یہ عرض دیا منظر دیکھا ہو گا تو ان پر کیا گوری ہوگی؟ شکست اور تباہی رسوا کن شکست

اور وہ بھی مجمع عام میں۔ فرطِ مذمت سے پانی پانی ہونگے ہوں گے۔ اب انھیں اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا تھا کہ

موسىٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ لیکن اپنی سیاسی اغراض اور مادی مصلحتوں کے پیش نظر وہ آپ پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے۔

صَغِيرِينَ ۱۸۱ وَالْقِيَّ السَّعْرَةَ سَعْدِيْنَ ۱۸۲ قَالُوا امَّا بَرَبُّ الْعَالَمِينَ ۱۸۳

ذیل و خواہ جو کہ اور گروہ کے جلد و گروہ دہ کر تے ہوئے (اور) کہنے لگے تم تو ایمان لے آئے مگر اسے جہانوں کے پادشاہ کو

رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۱۸۴ قَالَ فِرْعَوْنُ امْنُتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ

موت ہو موسیٰ اور ہارون کا فرعون نے کہا تم تم کو ایمان لائے ہو مجھے پہلے اس پر اس سے پہلے

اَذَنْ لَّكُمْ اِنْ هَذَا الْمَكْرُ مَكْرُتُمْوَهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لَتُخْرِجُوْا مِنْهَا

کہیں اس کے مقابلہ کی باتیں کرتا ہے شک یہ ایک خبیث ہے جو تم نے (دل کر) کیا ہے شہر میں تاکہ تم نکال دیں وہاں سے

اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۱۸۵ لَا قُطْعَنْ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ

اس کے اہل کی پادشاہی کو ابھی (اس کا حکم) تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ میں (پہلے) تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں

مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَا صَلْبَكُمْ اَجْمَعِينَ ۱۸۶ قَالُوا اِنَّا اِلَى رَبِّنَا

مختلف طرفوں سے پھر تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا سب کے سب کو (وہ لیلے (پروا نہیں) اللہ ہم کو اپنے رب کی طرف

۱۸۱ سے مقابلہ میں جب انہوں نے اپنے جادو کی ناکامی اور اچھا بد موسیٰ کی کامیابی دیکھی تو وہ مجبور ہو کر سجدہ میں گر پڑے اور

اس پروردگار پر ایمان لائے کا اعلان کر دیا جس کی اوجہیت اور وحدانیت کا اعلان موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرمایا

کرتے تھے۔

۱۸۲ سے مقابلہ کے میدان میں شکست کیا کم مٹی کے جادو گروہوں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر کے اس کی مکر توڑ دی لیکن خدا ذہین

حالات کی نزاکت کو فوراً پہچان گیا۔ جادو گروہوں کو خطاب کرتے ہوئے فوراً بولی اٹھا۔ اچھا! معلوم ہو گیا کہ تم بھی اسی باطنی

گروہ کے افراد جو کہ سرخوشی سے۔ اور تم سب نے بل کر ہماری حکومت کا تختہ الٹنے اور قبیلوں کو ان کے وطن سے

نکلانے کی سازش کر رکھی ہے۔ ذرا ٹھیرو! ابھی تمہیں اس مکر و فریب کا مزہ اچھا تا ہوئی۔

۱۸۳ سے لے کر ۱۸۶ تک سزا ہے جس کی وہ ان پاکیزوں کو دھمکی دے رہا ہے ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کاٹ کر

زندہ سولی پر لٹکا دینا تاکہ توپ توپ کر سب کے سب کرم توڑ دیں عشق و محبت کے متوالوں کے علاوہ کون ہے جو اس

سزا کو جھیلنے کے لیے بخوشی تیار ہو۔

۱۸۴ سے لے کر ۱۸۶ تک سزا ہے اور انسان کے رگ و پے میں مراہٹ کر جاتا ہے تو وہ انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے

مُنْقَلِبُونَ ﴿۵۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ اٰمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَنَا ﴿۵۶﴾

جانے والے ہیں اور تو کیا ناپسند کرتا ہے ہم سے سوائے ہمارے ایمان لائے جانے کی باتوں پر جب آیتیں آئیں ہمارے

رَبَّنَا اٰفِرِّغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿۵۷﴾ وَقَالَ الْمَلَآٰئِكَةُ

ہاں آئے ہمارے رب سہلے انداز میں ہم پر صبر اور ولایت دے دے ہر حال میں حال میں کہ ہم مسلمان ہوں اور کیا تو ہم فرعون کے سزاوارد

قَوْمٌ فَرَعَوْنَ اَتَذَرُ مُوسٰی وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ

تو سہلے (لے فرعون) کیا تو بے رحمی چھوڑ دے گئے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو تاکہ فساد برپا کرتے رہیں اس ملک میں اور

اسی واقعہ سے اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ وظائف اور کشتی کے گہرے کھڑیں گہرے پورے جاؤ گراں نے جب حق کو قبول کر لیا تو وہ پستہ زن میں انسانیت کے اس ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے جہاں نورانی فہم و شعور کی بھی رسائی نہیں غیرت و شجاعت نے انھیں اپنے ایمان کو کسی تہمت کے غلات میں لپیٹنے کی اجازت نہ دی۔ ایسی جوش زبا بستر اٹھنے کے بعد بھی ان کے پاؤں نہیں ڈھلکائے بلکہ باطل کے چرچہ کو بخوشی قبول کر لیا۔ یہاں مجمع عام میں فرعون کے مندر پر اس کی دھمکی کا بڑی بے رحمی اور بے نیازی سے جواب دے کر اس کو اور سرخ پا کر دیا۔ قرآن جانے انسان حق کی دلربائی اور دہمائی پر

چوں بجاں در رفت جہاں دیگر شکوہ جہاں چوں دیگر خند جہاں دیگر رشود جب وہ لوگ ایمان لائے کہ بعد اتنے جبری اور نڈر ہو گئے تھے تو خدا نیاں بخت کا کیا کشا بہن کے فیض شگاہ سے دنیا بھر کو ایمان، صداقت، شجاعت کی دولت ملی، کیا انھوں نے کسی کے ذمے سے، کسی مصلحت کے پیش نظر بقیہ کیا ہو گا۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے۔

آئینہ جواں مردان حق کوئی ایسے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں ردبابی
۱۵۷ یہ کہہ کر انھوں نے فرعون کو ایک اور چکر لگایا یعنی ہم سے اگر کوئی غلطی یا گناہ ہو گیا تو ہمیں سزا دینا تو کوئی مقبول بات بھی بنتی ہے تو ہمیں یہ سزا اس لیے دے رہا ہے کہ ہم نے اللہ کو وحدہ لا شریک مان لیا ہے اور اس کی آیات دیکھ کر اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس سب سے بڑی اور روشن سچائی پر تو بھی ایمان لاتا اور ہمیں اس حق شناسی پر انجام دیتا لیکن اٹھا تو ہمیں اس لیے سولی پر لٹکا رہا ہے یہ خود تیری نادانی اور بد نصیبی کی عملی دلیل ہے۔
۱۵۸ فرعون کو کھری کھری سننے کے بعد اب انتہائی خضوع و خشوع سے بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں اے مولا! ہمتان کے ان مشکل ترین محول میں ہمیں صبر عطا فرما اور جب ہماری روحیں اس پیکر خاکی سے بٹکنے لگیں تو ہمارے پر تیری توحید کی شہادت ہو۔
۱۵۹ قبلہ سردار قل نے جب دیکھا کہ موسیٰ کا اثر و نفوذ دین بدن بڑھ رہا ہے بنی اسرائیل کے علاوہ ان کی اپنی قوم کے کسی

يَذَرُكَ وَالْهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ

پھولے بہت خوشی کھئے اور تیرے خداؤں کو اس نے دبا فروخت ہو کر کھا ڈالا۔ دہرگز نہیں بلکہ ہم تیرے بیٹوں کو قتل کئے ان کے دلوں کو

وَأَنَا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۝ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَ

اور زبردست چھوڑ دیں گئے ان کی عورتوں کو اور ہم یہ شکستیں پر غالب ہیں فرمایا موسیٰ نے اپنی قوم کو ایسا کہ تم میں ہیں، مطلب کہ اللہ کے ساتھ

اصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَ

اور صبر استقامت کا لو۔ بلاشبہ زمین اللہ ہی کی ہے وراثت بنا لے گا اس کو چاہے اپنے بندوں سے۔ اور

افرنوئی کی طرف تامل ہوتے جا رہے ہیں تو انہیں اپنے مستقبل کے متعلق شدید اضطراب محسوس ہونے لگے اور فرعون کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کر دیا کہ آپ کے ملک میں آپ کی خدائی اور آپ کے تجویز کیے ہوئے دوسرے خداؤں کی خدائی کے تفاوت حکم کھلا پرچار ہو رہا ہے اور آپ ہیں کہ اس بات کی پروا نہیں کرتے۔ اگر جی بیل دہار سب تو یاد رکھیے قدرت و خدا کی آگ بھڑک اٹھتی اور آپ کی خدائی کا تختہ اٹھ کر رکھ دیا جائے گا۔ آگھت (تیرے خدا سے مراد کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ فرعون لوگوں سے تو اپنی عبادت کر دیا کرتا تھا لیکن اس کا اپنا بھی ایک وجود تھا (گناہ تھے، سناہ سے منسوب) جس کی وہ پرستش کیا کرتا بعض کھار کی رلے یہ ہے کہ خود تو وہ اپنے آپ کو بڑا خدا سمجھتا تھا اور اپنے علاوہ اس نے کئی اور معبود مقرر کر رکھے تھے اور اپنی قوم کو حکم دے رکھا تھا کہ اس کی عبادت کے ساتھ ساتھ وہ ان کی پوجا بھی کیا کرے۔ ایک حرکت آگھت میں الہتات بھی ہے جس کا معنی ہے عبادت خلیل کان یعبدا الذکا الب وقیل صنع بقومہ یصناما و اھوہم بن: یصید وھا قتر ہا الیہ ولذالک قال انذرب کھوالا علی وقوی الہتات ای عبادتک (میتا دی) وہ باطل پرست جو حق کو حق سمجھنے کے باوجود اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے جب وہ حق کی روشنی پھیلنے ہوئے دیکھتے ہیں تو لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالتے کہے ایسے بڑے پیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ ٹھک کے امن اور سلامتی کے لیے خطرہ ہیں۔ یہ عبادت کی آگ بھڑک رہے ہیں اور قدرت و خدا پھیل کر ملکی ترقی کی راہ میں روڑے اٹھا رہے ہیں۔

شہانہ ان کی چال کامیاب رہی۔ فرعون بھڑک اٹھا اور انہیں یقین دلایا کہ وہ نبی اسرائیل کے ساتھ نبی ظالمانہ بتاؤ کرے گا جو اپنے ان کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ جب ان کے لئے قتل کر دیئے جائیں گے تو ان کی لڑکیاں دوسری قوم میں جذب ہو کر رہ جائیں گی اور رفتہ رفتہ اس قوم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

شہانہ موسیٰ کو جب اس ٹوٹی منہ پر کاظم ہوا تو آپ نے اپنی قوم کو صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔ اور انہیں بتایا کہ زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور یہاں ہی کے اختیار میں ہے کہ جس قوم کو چاہے اس زمین کا مالک بنا دے۔ اگر عارضی طور پر

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۷﴾ قَالُوا أَوْ دِينًا مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَ مِنْ

ایہا انما پرستاروں کے پیسے (مخصوص) ہے تو مٹوئی غلط نہ کہا تم تو سائے گئے اس سے پہلے ہی کہ آپ آئے ہائے

بَعْدَ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوُّكُمْ

ہاں اور اس کے بعد بھی کہ آپ آئے ہائے ہاں آپ نے کہا مغرب تھا راز ب ہلاک کر دے گا تجا سے دشمن کو غلط

وَيَسْتَخْلِفُكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾ وَلَقَدْ

اور ان کا جانشین بنائے گا تمہیں زمین میں پھر وہ دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو غلط اور بے شک

أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصِ الْوَسْطِ لَعَلَّهُمْ

ہم نے پھر لیا فرعونوں کو سلاخ قحط سالی اور پھلوں کی پیدوار میں کمی سے تاکہ وہ

فرعون کو مصر کی حکومت ملی ہے تو کیا ہو اس کا انہام بڑا ہولناک ہو گا۔ اور آخر کار کامیابی اور کامرانی کا سہرا ان کے سر باندھ جائے گا جو حقیقی و پرہیزگار ہیں۔

۱۷ھ فرعون کی یہ دھمکی سن کر نبی ہر تزلزلہ گئے۔ اور کہنے لگے کہ مٹوئی آپ کے آنے سے پہلے ہی ہم فرعون کے ظلم و ستم کا شکار بن چکے ہیں۔ ہمارے معصوم بچوں کو بے دردی سے قتل کیا جاتا رہا اور ہماری عورتیں کو انہوں نے لوندیاں بناتے رکھا بقیل تھا کہ آپ کی آمد سے ہماری مصیبتوں کی کھلی رات ختم ہوگی اور ہمیں آرام کا سانس نصیب ہوگا لیکن کچھ نہ ہوا تو یہی مصیبتیں ہیں اور وہی ہم ہیں۔ اب ہم کریں تو کیا کریں۔ جائیں تو کہاں جائیں؟

۱۸ھ مٹوئی نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور حکومت و اقتدار تمہیں بخش دیا جائے گا۔

۱۹ھ بڑا ہی غور طلب محلہ ہے یعنی تمہیں حکومت و اقتدار عطا فرمانے کے بعد وہ دیکھے گا کہ تم کہاں تک اس کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہو اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو کہاں تک پورا کرتے ہو! اللہ تعالیٰ ہر قوم کو موقع دیتا ہے کہ وہ قوم کی اختیار کردی مسند پر بیٹھ کر یہ ثابت کرے کہ کیا وہ اس کی اہل سے یا نہیں۔

نتیجہ جیسے اس پارہ کی ابتداء میں بتایا گیا کہ کسی قوم پر فیصلہ کن عذاب فرما ہی نہیں بھیج دیا جاتا بلکہ پہلے اسے مختلف قسم کی سختیوں سے دوچار کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کا سمت دل نرم ہو جائے اور وہ اس جہیہ سے اپنی سابقہ روی کی تلافی کرے اور کسی اس پر نعمتوں کی بارش کی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے منہم حقیقی کو پہچان کر اور اس کی پیروی و از شاست سے متاثر ہو کر نافرمانی سے ہٹا جائے۔

نئے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔

بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّنَسْعَرَنَابِهَا فَمَا تَخَنُّ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾

ہمارے پاس نشانی (عجز) تاکہ تم ہادو کرے ہم پر اس سے بزرگ نہیں ہم تم پر ایمان لانے والے ۱۴

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادَ

پھر ہمجاہم نے ان پر طوفان اور مڈھی اور جھونپ اور بٹک ۱۵

وَالذَّمَارَ اَيُّ مَفْصَلٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿١٥﴾

اور مٹوان (بوسب) واضح نشانیاں تھیں پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ پوشیدہ مجرم تھے ۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا لِمُوسَى اَدْعُنَا رَبَّكَ بِمَا

اور جب آجائا ان پر کوئی عذاب تو کہتے آسے موسیٰ! دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے اس

۱۴؎ موسیٰ علیہ السلام اگر کافی عرصہ تک اس مقابلہ کے بعد بھی بصری تقیم رہے اور اپنے معجزات دکھا دی کر انھیں دعوت حق دیتے رہے لیکن وہ اپنی خدا اور خدا پر آڑے رہے اور آخر عداوت حدت کہہ دیا کہ آپ جو چاہیں جاؤ کہ کرتے بھاتے رہیں ہم بزرگ آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ تو تھی نہیں کہ انھیں موسیٰ کی صداقت میں شک تھا آپ کی صداقت تو ان کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں تھی لیکن اس کو تسلیم کرنا ان کے لیے غیر معنی کیر تھی۔ کیونکہ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے ناجائز اختیارات اور مراعات سے عزم ہو جائیں۔ ان کی ٹوٹ کھٹوٹ پر پابندی لگا دی جائے اور ان کی عیش و عشرت کی تجلیں جو ہم پر ہم کر دی جائیں وہ اس کے لیے تہادہ نہ تھکتے رہی روکاؤں میں جو ہر زمانہ میں حق قبول کرنے کے راستہ میں پہاڑ ہیں کہ کھڑی ہو جایا کرتی ہیں۔ ہر ہمارے متعلق غلبہ نوری نے کہا ہے کہ اصل میں یہ ہمارا تھا۔ پہلا صا شرط یہ ہے اور دوسرا جزا کی تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر پہلے ملک کے افسر کو جسے بدل دیا گیا نگوارہ ہو۔ قال الخلیل: الاصل ماها الاولي للشروط والثانية ذمنا لا لوكيداً للجزاء كما اتزاد في سائر المحدثات مثل اها و سينما و اينما (قرطبي)

۱۵؎ یہاں عذاب کی مختلف صورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن میں وقتاً فوقتاً زمینوں کو مبتلا کیا گیا۔ طوفان سے مراد کثرت بارش سے سیلاب کا آجانا ہے۔ اور جراد اور عطا سے طوفان یعنی موت منقول ہے قال جہاد وعطاء الطوفان الموت۔ جس کہتے ہیں کہ لغت میں ہر ہنگام چیز کو طوفان کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی تو سیلاب سے آئی۔ باقی ماندہ فصلوں کا صفت یا مڈھی دل سے گردیا۔ قمل کے متعدد معنی ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ قمل وہ شخص ہے جو گندم کو لگ جاتا ہے ابن زید کہتے ہیں

عَهْدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرَّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ

محمد کے سبب جو اس کا وعدہ کرتا تھا کہ اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تم پر اور ضرور روانہ

مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرَّجْزَ إِلَى

کریں گے تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب ایک معتبرہ

أَجَلٍ هُمْ بِالْعَوَةِ إِذْ هُمْ يَنْكُثُونَ ۚ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

یسعادتک جس کو دھمپنے والے تھے تو فوراً انہوں نے (تو بہ کا عہد) توڑ دیا پھر ہم نے بدل لیا ان سے لے لیا اور غرق کر دیا انہیں

فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝

سمندر میں کیونکہ انہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو اور وہ اس کے لیے عذاب سے بالکل غافل تھے۔

کہ اسی سے گڑبٹ ہوئی۔ اس کا ایک معنی یوں بھی ہے یعنی پستوؤں اور جھولنے والوں نے انہیں جبہلی اذیت پہنچا کر ناک میں دم کر دیا۔ اور ان کے لئے کئے انباروں میں کتنی آگ سردی کثرت سے پیدا ہو گئی جس نے ان کو خاک کر کے دھک دیا یہ تک اس کثرت سے نوازا کہ ہونے لگی کہ پچھلے کفر کے ذرہ دیا اور آگ کھلنے کے برتن بن گیا ان سے بھر گئے۔ عینے کا پانی گھروں میں بھر کر رکھتے تو وہ خون بن جاتا۔

۷۵ یعنی ان کو وہ عذابوں میں سے جب بھی کوئی عذاب اُن پر نازل ہوتا اور اس سے نجات کی جب کوئی صورت انہیں دکھائی نہ دیتی تو بے بس ہو کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور عرض کرتے اے موسیٰ! اپنے رب سے دعا کرو کہ یہ عذاب مٹ جائے تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ اور جب موسیٰ کی دعا اور برکت سے وہ عذاب مائل دیا گیا تو وہ ایمان لانے کا وعدہ کر دیا اُسے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے سے انکار کر دیتے۔ مگر بارگاہِ وعدہ کرتے۔ اور جب مشکل آسان ہو جاتی تو پھر اس وعدہ کو توڑ دیتے۔

۷۶ جب وہ کسی طرح ایمان لانے پر تیار نہ ہوئے تو انہیں کاران کو بھر کلمہ میں غرق کر دیا گیا۔ جانٹھو سے اس عذاب کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ ان کو یہ سزا ملا وجہ نہیں دی گئی بلکہ ان کی مسلسل کفریب اور سیم غفلت کی وجہ سے ان کو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ

اور ہم نے وارث بنا دیا اس قوم کو جسے ذیل و جہیر سمجھا جاتا تھا کالے رانہیں وارث بنایا اس زمین کے شرق و

وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ

غرب کا جس میں ہم نے برکت رکھ دی تھی اور پورا ہو گیا آپ کے پروردگار کا اچھا وعدہ ۱۶۸

عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ هَٰ بِمَا صَبَرُوا وَدَقَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

بنی اسرائیل کے متعلق۔ بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہم نے برباد کر دیا جو کیا کرتا تھا

فِرْعَوْنُ وَقَوْهُ ۚ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۝ وَكَوْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ

فرعون اور اس کی قوم اور برباد کرتے ہوئے مکان ۱۶۹ وہ تعمیر کیا کرتے تھے اور ہم نے ہمارا اہل بنی اسرائیل کو

الْبَسْرَ فَاتُوا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكِفُونَ عَلَىٰ آصْنَامٍ لَهُمْ قَالُوا

سند سے ۱۷۰ تو گزریے وہ ایک ایسی قوم پر جو منگن بیٹھے تھے اپنے بتوں کی عبادت میں بنی اسرائیل نے کہا

۱۶۸ اسی شان و ذہ نوازی کا اظہار فرمایا ہمارے چچہ فرعون کو تو اس کے اوڑھنک سمیت ڈبو کر ہلاک کر دیا اور بنی اسرائیل

جیسی ذیل اور کمزور قوم کو ان کا جانشین اور ان کی وسیع مملکت کا وارث بنا دیا۔ ارض سے مراد یہاں مصر و شام کے

دو فوں ٹکس ہیں۔ والارض ہی ارض، المشاعرہ مصر و قریبی، یہ مصر زمین ظاہری اور باطنی برکات سے مالا مال تھی۔

زمین کی درخیزی، باقائت کی کثرت اور پانی کی فراوانی کے باعث یہاں کے باشندے طالع النبال تھے اور باطنی برکت یہ

بھی کہ شام کا علاقہ کثیر الشہادہ انبیاء کی قبور سے مزین تھا اور مصر میں حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کا مزار پرانہ تھا۔

۱۷۰ فرعون کی ساری تدبیریں اکارت جیتیں اور اس کے سامنے عربیہ ناکام ثابت ہوئے اور اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل

سے مکومت و اقتدار کا جود وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔

۱۶۹ عروش مصر اذ ابسی۔ قال ابن عباس: وبها هذا اي ما كانوا يبدون من القصور وغيرها التي كان يبنونها

۱۷۰ فرعون اور اس کی قوم نے جو اورو اسلوک حضرت کلیم سے کیا اس کی رد و تلافی تو آپ اب پڑھ چکے لیکن آپ کی اپنی قوم

کا رویہ بھی آپ کے ساتھ بڑا ناشائستہ اور غیر مذہبانہ تھا۔ مگر اسی علیہ السلام نے اپنا عصا مارا سمندر میں ایک شگفت پیدا ہو

گیا جس میں سے گزرتے ہوئے وہ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور فرعون اور اس کا لشکر ان کی آنکھوں کے سامنے غرق ہو گیا

ضمیمہ اول

وَاِذَا اَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ اِلٍ فِرْعَوْنَ يَسُومُوْنَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے نجات دی تھیں فرعونوں سے جو چکی تے تھے تمہیں سخت عذاب

يُقَتِّلُوْنَ اِبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ

مار ڈالتے تھے تمہارے فرزندوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے

رَبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۱۸ وَوَعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَّيْلَةً وَّاَتَمْنٰهَا

بڑی آزمائش تھی اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا اور مکمل کیا اسے

بِعَشْرِ فِتْنٍ مِّمَّاتِ رِبِّهِ اَرْبَعِيْنَ لَّيْلَةً وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ

دس مزید باتوں سے تمہارے رب کی سیاد پچاس راتیں اور دیکھو ہر چارے وقت کہا موسیٰ نے اپنے بھائی

هٰرُونَ اَخْلَفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۹

ہارون سے کہ میرا تابعدار نہ بنائیں میری قوم میں اور اصلاح کر کہتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کے راستہ پر ۱۹

۱۸! اس پر حاشیہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ (صفحہ ہضیا القرآن جلد اول ۲: ۲۹)

۱۸! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں مبنی ہستی فرعون کی غلامی سے چھٹکارا پانے کے بعد دادی سینا میں آکر کہا تمہارے
 یہاں انہیں ہر طرح کی آزمائشیں حاصل تھیں جس میں بنی آپ نے اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ جب وہ آزمائش کی نعمت سے سرفراز
 کیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ایک جامع کتاب دے گا جس میں زندگی کے ہر شعبے کے لیے واضح ہدایات ہوں گی۔
 اب وہ کتاب عنایت کرنے کے لیے آپ کو وہ طور پر طلب کیا گیا۔ اور انہیں حکم دیا گیا کہ یہ مدت (جو پہلے تیس اور پھر چالیس
 روز کی گئی) تمام مشاغل سے الگ تھک ہو کر یاوالہی میں بسر کریں تاکہ ذکر و فکر سے روح و قلب کو وہ قوت و توانائی حاصل
 ہو جائے جس سے وہ اس بارگراں کو اٹھا سکیں۔ اولیاء کرام کی چالیس روزہ چلہ کشیوں کی یہی اصل ہے۔ ان فلاں بھین
 خصوصیت فی اختصاص الکلام للانبیاء کما ان لها اختصاصا فی ظہر و سابع الحکمة من قلوب اللہ لیساء
 کقولہ علیہ السلام من اخص الله اربعة من صلبه اظهرت من اربع الحکمة من قلبه علی لسانہ (شرح البیان)
 ۱۹! حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بطور پر روائہ ہوئے تھے تو اپنے بھائی ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور انہیں تشریف
 ہدایت دیں کہ آپ کو اپنی قوم کے مزاج کا علم تھا۔ اس لیے آپ نے حضرت ہارون کو یہ خصوصی حکم دیا کہ اگر ان کی غیر حاضری

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرْ

اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب نے (تو اس وقت) عرض کی اے میرے

إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تُرَٰىنِيْ وَلَٰكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ

رَبُّہ مجھے دیکھنے کی قوت دیکھا کریں ہی طرقت دیکھ سکو ان کے لئے اللہ نے فرمایا تم نہیں دیکھ سکتے مجھے جتنا اللہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف اگر

مَكَانُهُ فَسَوْفَ تُرَٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ رَبُّهُ لِّلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا

یہ غیر اہل ہائی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے جتنا پہاڑ پہاڑ نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش

میں یہ کوئی فتنہ و فساد برپا کریں تو آپ ان کا ساتھ نہ دیں حضرت ہارون علیہ السلام اگرچہ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے لیکن منصب رسالت میں وہ آپ کے تابع تھے۔ اس لیے آپ کے حکم کے پابند تھے۔

لَا اَلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيِّ اور ذکر الہی سے قلب و روح میں کلام الہی سننے کی توانائی پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے گفتگو فرمائی۔ جب کلام کی قدرت دیکھ دیے میں سرایت کر گئی تو دل میں شکوک کے شوق دید کا طوفان اُٹھ آیا اور عرض کی کہ اے سرورِ عالمی و ربانی! چشم شوق آپ ان جہانوں کو برداشت نہیں کر سکتی۔ ان کا ہر لطف و کرم انہیں اُٹھ دے اور مجھے اپنا آپ دیکھا۔ علامہ مہناوی نے آیت کے دو معنی بیان کیے ہیں :-

۱۔ اِنِّیْ فَصَّلْتُ بَیْنَ تَمَكُّنِیْ مِنْ رَّحْمَتِیْ ۚ یعنی مجھے اپنے دیکھنے کی قدرت عطا فرماتا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔

۲۔ لَو تَجَلَّی بَیْ فَاَنْظُرُ اِلَیْکَ ۚ یعنی خود تجھ پر عظمت کو سر کا ناگ چشم شوق لطف و برد حاصل کر سکے۔

شک کہ یہ نہیں فرمایا کہ اُن سے دیکھا نہیں جاسکتا۔ تاکہ یہ سمجھا جائے کہ رویت باری متعین ہے جیسے معتزلہ کا مذہب ہے۔ بلکہ فرمایا کہ تُو نہی اُسے موسیٰ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے دیکھنے کی ایک نقطہ اس نگاہ میں ہے جو مبالغہ کے سُرور سے سرگرم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیدِ ایزدی ناممکن نہیں اور یہی اہل الحقیقت و الجماعت کا مسلک ہے۔ عند اهل السنة والجماعة الودیة جاشدة۔ (قرطبی) اگر توفیقی الہی شامل حال رہی تو سورۃ الحجیم میں اس بحث کو ذرا تفصیلاً لکھا جائے گا۔

۱۱۱۱ حضرت کلثوم کی عرضداشت کا جواب تو ان ترانی سے دے دیا گیا لیکن مزید کرم کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنی ایک حقبتی اس پہاڑ پر ڈالتے ہیں۔ اگر وہ اس کو برداشت کر سکا تو پھر ممکن ہے کہ آپ بھی برداشت کر سکیں۔ لیکن اگر اس کی سنگین چٹانیں اور خاکسوس چوٹیاں چور چور ہو جائیں تو پھر آپ کو خود بخود پتہ چل جائے گا کہ آپ کو بھی اس کا یارا نہیں تھا چنانچہ جب توفیق الہی کی ایک کرن کوہ طور پر جلوہ افروز ہوئی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام اس منظر کی ہیبت و جلال سے

وَحَزَرَ مُوسَى صَعِقًا قَلْبًا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَنَكَ ثُبْتُ إِلَيْكَ

اور گڑھے میں ٹوٹی ہوئی جوتی ہو کر پھر جب آپ کو جوش آیا تو اٹھ کر عرش کی پاکی سے تودیر نفس سے جس توبہ کرنا ہوں

وَإِنَّا أَقْلُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ يُوسَىٰ إِنِّي اضْطَفَيْتُكَ عَلَىٰ

تیری جانب میں اور میں مثلاً سب سے زیادہ ایمان والے والا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے موسیٰ میں نے اللہ سے روزا کیا ہے مجھے تمام

النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلَامِي ۝ فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ

لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے اور اسے لوگوں میں ملے یا ہے تمہیں اور ہو جاؤ شکر گزار

الشَّاكِرِينَ ۝ وَكَتَبْنَاهُ فِي الْأَوَّلِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً

بندگان سے اور ہم نے لکھ دی موسیٰ کے لیے ۱۸۷ آیتوں میں ہر چیز نصیحت پذیری کے لیے

لیے جوش ہو کر گڑھے

۱۸۶ جب کچھ وقت گزرنے کے بعد انہیں جوش آیا تو اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے اپنے اس سوال پر معذرت پیش کی

کیونکہ وہ اصحاب بارگاہ الہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی سوال کرنا بھی بہت بڑی بات ہے۔ اسی لیے توبہ

کر رہے ہیں۔ رضائے خاطر محبوب شرط دیدار است۔ محکم شوق ملاحظہ مکن کہ یہ الہی مست

نہلے یعنی اپنی اُمت کے مومنوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

۱۸۷ سنی میں نے اپنا پیغام ہدایت پہنچانے کے لیے آپ کے حصول میں سے آپ کو چن لیا ہے۔ اور آپ کو بلا واسطہ

کلام کرنے کی حیرت سے گمانزدہ فرمایا ہے۔ جو نعمت دی جا رہی ہے اسے بعد شوق و مسرت قبول کرو اور اسی پر اس کا

شکر ادا کرتے رہو۔ اور ان باتوں کے متعلق سوال نہ کرو جو آپ کی طاقت سے باہر ہیں۔ الناس سے مراد صرف وہ

لوگ ہیں جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ فالمراد عن الناس المرسل الیہم (قرطبی)

۱۸۸ جس مقصد کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو بلا یا تھا آپ اُس کی تکمیل فرمائی جا رہی ہے۔ یعنی وہ اس قدر ہدایت و رحمت جس

میں ہر طرح کی نصیحتیں اور احکام شریعہ لکھے ہوئے تھے آپ کو دیا گیا۔ یہی تورات تھی جو پتھر کی ریلوں پر بھی لکھی ہوئی تھی

آپ کو دے دی گئی۔ من کل شیء مما یحتاج الیہ فی دینہ من الاحکام و تبیین الحدود و المراد (قرطبی)

وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا

اور (لکھ دی) تفصیل ہر چیز کی پھر (فرمایا) پھر لو اسے مضبوطی سے لے لے اور حکم دلا اپنی قوم کو کہ پھر لیں ۱۸۲

بِأَحْسَنِهَا سَأُوْرِيكُمْ ذَارَ الْفَاسِقِينَ ۝ سَاصْرِفْ عَنْ أَيْتِي

اس کی بھی باتیں منقریب میں دکھاؤں گا تمہیں نافرمانوں کا (براداشتہ) گھر میں پھرنے والوں کا اپنی نشانوں سے

الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ

ان لوگوں (کی توہمہ) کو جو غرور کرتے پھرتے ہیں زمین میں ناحق ھلے اور اگر دیکھ لیں تمام

۱۸۳ قوت اور مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ بڑی کوشش محنتی، ہوشیاری اور شوق سے اس پر عمل کرنے

کا حکم کر کے اس کو ہاتھ میں لو۔ اسی پھند و نشاط (قرطبی) اسی پھند و معزیت (بیضاوی)

۱۸۴ لکھ یعنی یہ کتاب اس لیے آپ کو عطا نہیں کی جا رہی کہ آپ عموماً اس پر عمل کر کے سمجھ لیں کہ آپ نے اس کا حق ادا کر دیا

بلکہ خود عمل پیرا ہونے کے ساتھ اپنی قوم کو بھی حکم دی کہ وہ اس کے احکام کو سرانجام دے کر برکت میں پرمشغول کریں اور اس کے

ادامہ دلواری کی پابندی کریں۔ اور ان پر یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ اگر انھوں نے ہماری شریعت کے احکام سے

سرتابی کی تو انھیں بھی وہ گھر دیکھنا پڑے گا جو سرکشوں اور نافرمانوں کا ٹھکانا ہے یعنی جہنم اور بعض علماء نے کہا کہ الفاسقین

سے جس وقت شام کے مالک غراویہ ہیں جہاں ذمہ دار اور عاقل کی نافرمانی تو مومن کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا اور جن کے

کھنڈر ملت اپنے بنائے والوں کی عظمت و شوکت کی گواہی دے رہے ہیں۔

۱۸۵ یہاں ایک قاعدہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ غرور و تکبر کی ردش اختیار کرتے ہیں اور اپنی بڑائی کے گھڑ میں

مست رہتے ہیں۔ اور انبیاء کی اطاعت کرنے میں اپنی جگہ محسوس کرتے ہیں۔ بطور سزا ایسے لوگوں کو کتاب الہی کے

سمجھنے کی توفیق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس پیشتر حیات سے کسی طرح مستفید نہیں ہو سکتے۔ قال قتادہ

ما منعهم فهم کتابی وقيل ساصرفهم عن فقهها وذلك مجازاة على تكبرهم (قرطبی) بغیر الحق کے

الفاظ سے یہ بتا دیا کہ ان کا یہ تکبر اور غرور بے وجہ ہے۔ انھیں ہرگز جنت نہیں پہنچا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اتنا اونچا اور بڑا

سمجھنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی اطاعت سے انھیں ملے ہو۔



إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۶﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ

مولے اس کے جو وہ کیا کرتے تھے (ہرگز نہیں) اور بنایا قوم موسیٰ نے جسے ان کے (طواریح) ماننے کے بعد

حُلِيِّهِمْ عَجَلًا جَسَدًا آلَهُ خُورًا أَلَمَ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ

اپنے زیورات سے ایک بھڑا بوسل ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ کیا نہ دیکھا انھوں نے کہ وہ نہ بات کر سکتے

وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَبَّ

اُن سے اور نہ انھیں ہدایت کی اور بتا سکتا ہے انھوں نے (عذاب بتا لیا) اُسے اور وہ (جسے) ظالم تھے۔ اور جب وہ

پر ایمان لائے کیونکہ انھیں کے اعمال کی تعرض و غایت رضامند خداوندی اور نعم جنت کا حصول تھا۔ لیکن وہ لوگ جو نہ

خدا پر ایمان آورد نہ روز جزا پر یقین رکھتے ہیں قیامت کے دن ان کے اعمال کا کوئی معاوضہ انھیں نہیں ملے گا۔ کیونکہ یہ

اعمال کرتے وقت ان کے ذہن میں اس اجر کا کوئی تصور نہ تھا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اگر ایک مسلمان بھی لوگوں کے لئے اور

کے لیے کوئی نیک عمل کرتا ہے۔ یا کوئی زاہد شہب زندہ دار بھی اپنی اس شہانہ روزِ زہد و ریاضت سے لوگوں کے دلوں پر

اپنی ولایت کا سکہ چھانا چاہتا ہے تو اس کے مہلت سے اعمال رائیگاں ہو جاتے ہیں۔ تو ایک کافر کے اعمال کو قیامت کے

روز کیوں سبھی اجر سمجھا جائے۔ ہاں دنیا میں اُن کو ان اعمال کا معاوضہ کاروبار میں ترقی، سیاسی قوت و اقتدار وغیرہ

کی شکل میں ملے دیا جاتا ہے۔

۸۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طواریح پیش کرنے لگے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کامل ضابطہ سیاحت لا کر اپنی قوم

کو دیں تاکہ ان کی زندگی اطاعت الہی کا ایک مکمل نمونہ بن جائے لیکن ان بھلے مانسوں نے آپ کی غیر حاضری کا ناجائز

خاندہ اٹھا کر مولے اللہ تعالیٰ کی توحید سے ہی منہ موڑ لیا۔ وہ اللہ جس نے فرعون کی قتلابی سے ان کو آزاد کیا۔ جس کی قدرت

سے سمندر کی موجوں نے صمٹ کر ان کے لیے ایک شاہراہ بنا دی۔ اور جب اُن کا دشمن فرعون اپنے لشکرِ جزا صمٹ ان

کی زد میں آگیا تو وہ اس پر اُٹھ آئیں اور تنکوں کی طرح اُسے بہانے لگئیں۔ اس وعدہ لا شریک کو بھول گئے۔ اس عس جھوٹی

سے اپنی بندگی کا رشتہ توڑ دیا اللہ ایک پتھر سے کی خود فی کی پرستش شروع کر دی۔ ان کی عقلیں اتنی اوندھی تھیں کہ خدا بتانے

کے لیے ان کی نظر ان حساب جس چیز پر پڑی وہ وحاشات کی بنی ہوئی پتھر سے کی خود فی مٹی جو نہ بول سکتی تھی اور نہ سمجھ سکتی

تھی آپ اس کے سامنے شور و غل مچائیں اس کی طرف سے ایک بے حسنی خدا کے بغیر کچھ سنانی نہ دیتا۔ اس قوم نے جس نے

ہر قدم پر ایک بتا الہی کا مشاہدہ کیا تھا کیسے باور کر لیا کہ یہ ہلدا خدا ہے جس کا وہاں ان کے سامنے ملہری نے تیار کیا تھا ؟

اس کی توحید بجز اس کے اور کیا کی جا سکتی ہے کہ فلاں زندگی کا طویل عرصہ جو انھوں نے سر زمین مصر میں بسر کیا تھا۔ وہاں

سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِنْ لَمْ

سنت پیشانی ہوئے ۱۹۰ء اور انھیں نظر آگیا کہ وہ (راہ راست سے) ہٹ چکے تھے (تو) کہنے لگے اگر نہ ہم سدا

يَرْحَمُنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرَ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَنَارْجِعَ

ہم پر بہارا رب اور نہ بخش دیتا ہیں تو ہم ضرور جو جاتے نقصان اٹھانے والوں سے اور جہنم آتے ۱۹۱

وہ اپنے قتل آقاؤں کو گامنے کی پوجا کرتے ہوئے اور ان کی ٹوٹیوں کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا کرتے۔ اس چیز نے گائے کے تقدس کا ایسا نقشہ ان کی لوح ذہن پر کندہ کر دیا تھا کہ جہاں گائے یا بکھرے کی کوئی ٹوٹی نظر آتی وہاں وہ بے ساختہ اُس کے سامنے پھٹے چلے گئے۔ اور عقل و فہم کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اُس کی الوہیت کو تسلیم کر لیا جو وہ تو رات میں بچہ رہا بنانے کا الزام حضرت بارون پر لگا گیا ہے لیکن قرآن جو تمام سابقہ انبیاء کی صداقت اور ان کی عظمت و پاکیزگی کا بقیب ہے اُس نے ہمیں صراحت سے بتا دیا کہ حضرت بارون علیہ السلام کا دامن اس الزام سے بالکل پاک ہے بلکہ یہ کارستانی سامری کی مٹی جس نے بنی اسرائیل سے سونے کے زیور جمع کیے انھیں گلاب اور اس سے بکھرے کا ڈھانچہ تیار کر لیا اور اپنی فنی مہارت سے اس میں یہ بات پیدا کر دی کہ جب اس میں جو اکاگر زہر ہوتا تو ایک لمبے معنی سی ہیں کی آواز نکلتی۔ اور یہ کوئی مشکل نہیں۔ آج ہم بیسیوں کھلونے ایسے دیکھتے ہیں جو بے جان ہوتے ہوئے طرح طرح کی حرکتیں کرتے ہیں اور مختلف نوعیت کی آوازیں نکالتے ہیں۔

۱۹۰ء یہ محاورہ ہے اور شدتِ ندامت اور پشیمانی پر دلالت کرتا ہے۔ یقال للنادم المتحور: قد سقط في يد (قرطبی) کیونکہ انسان انتہائی ندامت کے وقت اپنے اٹھ کاٹتا ہے تو گویا وہ ہاتھ اس سے کٹ کر الگ ہو جاتا ہے اس لیے اس حالت کو ہی ابن الفارض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کنایۃ عن اشتداد ندمهم کان النادم المتحور بعض یدہ غما فخصم یدہ مسقوطۃ فیہا (مضامی) موسیٰ علیہ السلام جب تورات لے کر واپس تشریف لائے اور قوم کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا تو انھیں احساس ہوا کہ انھوں نے بڑی ہی زبردست حماقت کی ہے تو بھٹاتے اور انہوس کرنے لگے اور اعتراض کیا کہ اگر ہم پر سارا رب مہربانی نہ کرتا تو ہم ہلاک ہو گئے ہتھے۔

۱۹۱ء اللہ تعالیٰ نے وہاں ہی موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کی کارستانی کی باطلیج سے دی تھی۔ آپ بڑے غضبناک ہو کر واپس لوٹے اور بنی اسرائیل کو غم و غصہ سے لبریز لہجہ میں زبردست ملامت اور تنبیہ کی۔ اس وقت انتہائی غصہ کی حالت کو اربعہ کہتے ہیں۔ قال ابو الدرداء الاسف متولۃ و راء الغضب اشت من ذلك اس کا دوسرا معنی جو عام مشہور ہے وہ حزن و ملال ہے۔ (قرطبی)

مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَيْفًا قَالَ يَبْنَؤُكُمْ مَوْنِي

موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ منانے اور بھگتیں بڑھ کر (تو) بوسے (موسے قوم) بہت بڑی جوشیلی کی ہے تم نے

مِنْ بَعْدِي أَعْمَلْتُمْ أَمْرًا رَّيَكُمُ وَالْقَىٰ الْأَكْوَابَ وَأَخَذَ

میری میر سے بعد کیا تم نے ہلکے بازی کی اپنے رب کے فرمان سے اور (غصہ سے) پھینک دیں تختیاں ۱۹۲ اور کر لیا

بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّفُونِي

سر پہنے بھائی کا (اور) کھینچا اسے اپنی طرف ہاروں نے کہا ۱۹۳ اے میری ماں جلتے اس قوم نے کمزور دے دیں

وَكَاذِبًا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تَشْمِثْ بِیْ الْأَعْدَاءِ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ

بنا دیا مجھے اور قریب تھا کہ قتل کروں مجھے سو نہ ہنسنا کہ مجھ پر دشمنوں کو اور نہ شمار کرو مجھے اس

۱۹۲ شدت غصہ میں ان چھٹی تختیوں کو بن پر قورلت لکھی ہوئی تھی ایک طرف رکھ دیا اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس میں حضرت ہارون علیہ السلام کی طبیعت اور فرض ناشائسی کا بھی دخل ہے۔ آپ کو سر کے بالوں سے بڑا کو اپنی طرف زبیسے کہتے ہیں کہ سات تختیاں تھیں جب آپ نے انھیں غصہ سے رکھا تو وہ ٹوٹ گئیں۔ چھ تختیاں جن میں ہر چیز کی تفصیل تھی وہ داپس اٹھائی گئیں اور ایک تختی جس میں موعظت و ہدایت تھی وہ باقی رہ گئی۔ ردی ان التوراة کانت سبعة اصباع فی سبعة الیواح فلما القاهما الکسوف فرفع سبعة اصباعها وکان فیہا تفصیل کل شیء وبقی سبع کان فیہ الموعظ والاحکام (قرطبی، دبیضی)

۱۹۳ اگرچہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون کے ماں باپ دونوں کی طرف سے ملے بھائی تھے لیکن ان کے جذبہ شفقت و محبت کو براہیمیتہ کہنے کے لیے میری ماں کے بیٹے کے الفاظ سے اپنی محبت کا آغاز کیا۔ اور کہا کہ میں نے اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی۔ میں تو تنہا تھا اور یہ ساری قوم ایک ہو گئی۔ انھوں نے مجھے بے بس اور کمزور سمجھتے ہوئے میرے بھلنے کی ذرا پرواہ نہیں کی۔ اٹا مجھے مار ڈالنے کے ورپے ہو گئے۔ آپ اگر میرے ساتھ اس طرح سختی کریں گے تو دشمن بظاہر بجا تھے اور کہیں گے کہ ذرا دیکھو دونوں بھائی ایک دوسرے سے دوستی کر رہے ہیں۔ شہادت کہتے ہیں کسی کی طبیعت سے سرور اور خوش ہونا اور یہ چیز سخت معیوب ہے۔ حضور رحمت عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اپنے بھائی کی مصیبت پر مت خوش ہو۔ جو مسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دے دے اور تجھ کو اس میں مبتلا کر دے۔ لا تظہر الشماطۃ یا نبی اللہ فی عافیہ

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِإِخْوِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۝

ظالم قوم کے ساتھ موسیٰ نے التجائی لئے میرے بہن بھائیوں کے لئے اور میرے بھائیوں کو اور داخل کریم کو

رَحْمَتِكَ ۝ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ

لِثَنٍّ رَحْمَتِ میں اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے تمہارے ہم کرتے والوں سے۔ بے شک جنہوں نے بنایا پتھر سے کو مینود

سَيُنَا أَلَهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ

جلدی روی پیچھے کا انہیں غضب ان کے رب کی طرف سے اور رسوائی دنیا کی زندگی میں ۱۹۵ اور اسی طرح ہم

تَجْزَى الْمُفْتَرِينَ ۝ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن

منزلت سے ہیں بہتان باندھنے والوں کو اور جنہوں نے کچے بڑے کام ۱۹۶ پھر توبہ کی اس کے

بَعْدَهَا وَآمَنُوا بِرَبِّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَلَمَّا

بعد اور ایمان لائے بے شک آپ کا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے اور جب

اللَّهُ وَبَيَّنَّ لَهُمْ أَوَّلَ صُورَةٍ كَرِيمَةٍ وَعَافَا بِمَا كَرْتُمْ عَنْهُ ۝ اللَّهُمَّ إِنِّي أَخُوذُ بِكَ مِنْ سُوءِ الْعَصَاوِي وَذَكَرْتُكَ الشُّقَاءَ وَ
سَمَاعَةَ الْأَشْقَاءِ (بخاری) ترجمہ، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری تقدیر سے، بد بختی سے اور ایسی بات سے
جس سے دشمن خوش ہوں۔

۱۹۴ یعنی غصہ کی حالت میں اپنے بھائی بر جوں نے سختی کی ہے وہ بھی معاف فرما دے۔ اور اگر میرے بھائی سے ادا ہے
فرض میں کوئی تقصیر ہو گئی ہے تو وہ بھی بخش دے اور ہم دونوں کو اپنی رحمت سے مالا مال فرما دے۔

۱۹۵ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی شکار کریم سے مخدومی سے بڑھ کر اور کونسی سنگین گنہگار ہے۔ اس کے علاوہ ایسے ناپاک
مجرموں کو دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر دیا جاتا ہے تاکہ انہیں مطمئن ہو جائے کہ اپنے رب کی نافرمانی کر کے وہ دنیا میں بھی
چھین کا سانس نہیں لے سکتے۔

۱۹۶ اس کی رحمت بے پایاں اور اس کی بخشش بیکراں پر قربان کوئی گناہی قصور وار اور خطا کار ہو اس کے درگرم پر
حاضر ہو جائے تو اسے بھی بخیر و کم ٹوٹا نہیں دیا جاتا۔ اس آیت میں اس مقام پر ان ربک (میں نے طلبے) تیرا پروردگار کے
الفاظ کہتے چارے اور کہتے معنی خیز ہیں۔

سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَابَ وَ فِي نُسْخَتِهَا

فرد ہو گیا (موسیٰ علیہ السلام) کا غصہ تو اٹھا لیا ان تختیوں کو اٹھائے اور ان کی تحریر میں

هُدًى وَ رَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۝ وَ اخْتَارَ مُوسَىٰ

ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جن کے لیے موسیٰ نے

قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّيُثَبِّتُنَا فَلَبَّآ أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ۖ قَالَ

اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے ساتھ ملاؤ تاکہ میں تمہیں ثابت کر سکوں اور ان کے جھکوں نے موسیٰ کو

۱۹۷ء حضرت ہارون کا حصول مند میں کر اور قوم کو اپنی غلطی پر نادم و پشیمان و کچھ کر آپ کا غصہ فرو ہو گیا اور وہ تختیاں جو اب طور سے لائے تھے اور جنہیں فرط جلال میں پیدا کیا دیا تھا اب ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اٹھا لیا اور اپنی قوم کو بتایا کہ یہ وہ نسخہ ہدایت ہے جس کا وعدہ میں نے تم سے کیا تھا جس کے دل میں خوف خدا ہو گا اس کے لیے اس میں ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی۔ لیکن وہ لوگ جن کے دل پتھر ہو چکے ہیں اور خوف الہی سے خالی ہیں ان کے لیے اس میں حسرت و نامرادی کے سوا اور کچھ نہیں۔

۱۹۸ء بنی اسرائیل پتھر کی پرستش کا بڑا عزم کر کے اپنے خدا کی جگہ پرستش کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ ہماری حضرت کے لیے بارگاہ الہی میں عرض کیجئے حکم تو ان میں سے ستر آدمی منتخب کر کے اپنے ہمراہ لاؤ تاکہ وہ یہاں آکر ہماری قوم کے غائبانہ کی حیثیت سے قیام کریں۔ چنانچہ آپ اپنی قوم کے ستر نامزدوں کی معیت میں ہزار کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو ایک بادل غودار ہوا جس نے سارے پہاڑ کو گھیر لیا۔ وہاں پہنچ کر سجدہ میں گر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مولا کریم سے گفتگو کی جو انہوں نے سنی۔ جب بادل چھٹ گیا اور سلسلہ کلام بھی منقطع ہو گیا تو کہنے لگے موسیٰ: ہم نے گفتگو تو سنی ہے لیکن جب تک ہم اپنی آنکھوں سے منظر کو نہ دیکھ لیں ہم کیسے یقین کر لیں کہ وہ خداوند تعالیٰ تھا۔ لیکن ہے کوئی آدمی ہو۔ اس پر زلزلہ کے شدید جھکے آنے لگے اور پہاڑ چل کر کھنکھنے لگے۔ اس وحشت ناک منظر کی تاب نہ لا کر وہ بے ہوش ہو کر گرے۔ بعض کہتے ہیں کہ بول منظر سے موت واقع ہو گئی۔ اور وہ بک کی راستے سے کہ مرے نہیں تھے بلکہ بے ہوشی کی وہ کیفیت ظاہری ہو گئی تھی کہ قریب الملک ہو گئے تھے۔ (بیضاوی۔ قرطبی)

رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِنِّي أَتَمَلِّكُنَا مَا فَعَلَ

اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور

السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنَّ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَ

افسوس! (جند) عقول نے ہم سے نہیں ہے یہ پکڑ تیری آزمائش مثلاً تو لگا رہتا ہے اس سے جس کو چاہتا ہے اور

تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ

ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے انتہ تو ہی ہمارا لگا رہتا ہے مثلاً بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر اور تیرے بہتر

۱۹۹ نمونی علیہ السلام نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو اپنی قوم کے برہم ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ وہ لوگ جو بات بات

پر بگڑ جانے کے عادی ہیں جب دیکھیں گے کہ ان کے سر سر کردہ آدمی اللہ اہل ہو گئے ہیں تو نہ معلوم کیا اودھم مچائیں گے

اس لیے آپ نے عرض کی اے مالک! اگر تیری مشیت یہی تھی کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے تو انہیں پہلے ہی ہلاک

کر دیا ہوتا۔ اب جب یہ میرے ہمراہ آتے ہیں تو تو نے انہیں ہلاک کر دیا۔ میری قوم مجھے بدنام کرے گی اور مجھے ظریم

ٹھہرائے گی۔ سفہاء سے مراد یا تو بچھڑے گئے بچاری ہیں یا دیدارِ خداوندی کا مطالبہ کرنے والے۔

مثلاً فتنہ کہتے ہیں آزمائش اور امتحان کو۔ اِیْ مَا هَذَا اِلَّا اخْتِبَارٌ وَامْتِحَانٌ (قرطبی)

مثلاً اگر توفیق الہی انسان کی وسطی کرے تو امتحان و آزمائش کے میدان میں وہ کامیاب ہو سکتا ہے اور اگر اس

کی تائید اور توفیق شامل حال نہ ہو تو معمولی سی آزمائش بھی انسان کی لغزش کا سبب بن جاتی ہے۔ اور زہد و تقویٰ کے

سادے وجہ تار تار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنی عقل کی نارسائی اور اپنی بے بسی کو ہر وقت پیش نظر

رکھے۔ مومن اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ ڈھونڈھے حضور رحمت عالمیان علیہ السلام کے دھم کے یہ دعائیں

کلمات بکثرت اور کثرت جنت، افروز ہیں۔ یَا قَیُّوْمُ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنُ الَّتِیْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَفِیْہَا اَنْشَارٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُ وَفِیْہَا اَنْجَادٌ وَفِیْہَا کُلٌّ مِّنْ فَاوْہِ

عَدْنُ وَاَصْبَحُ فِیْ شَاقِیْ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُ اُسے زندہ جاوید اسے ہر چیز کو زندہ رکھنے والے! میں تیری رحمت سے فریاد کرتا

ہوں آنکھ جھپکنے کی قدر بھی مجھے (اپنی توفیق سے محروم کر کے) میرے نفس کے سپرد نہ کر۔ اور میرے تمام حالات کی

خود ہی اصلاح فرما۔

۲۰۰ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور عزوجل ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد اب اپنا دامن طلب پھیلا یا جا رہا ہے۔

ولینا: ہمارے دین و دنیا کے تمام کاموں کا ٹوٹی محافظ و نگہبان ہے ہم جب تک اس دنیا میں ہیں ہمیں رحمت و

عافیت اور توفیق ہدایت اور شوقِ عبادت عطا فرما اور جب یہاں سے رحمت سفر باندھ کر وادار البقاء کی طرف کوچ

جیسے نورانیدہ پتھر پڑھنا لکھنا نہیں جانتا اسی طرح حضورؐ نے بھی کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ اور اس کے باوجود

وَالْأَنْجِيلُ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور انجیل میں لکھتا ہے کہ وہ نبی حکم دیتا ہے انھیں نیکی کا اور روکتا ہے انھیں بُرائی سے اور

يُنْذِرُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْغَبِيَّاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ

حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر گناہیں اور اُتارتا ہے ان سے

علوم ظاہری و باطنی سے سیدنا بارگاہِ کبریٰ یزید بن حسنوز کا روشن معجزہ ہے۔ وصفہ اللہ بہ تنبیہا علی ان کمال علیہ مع حالہ احد معجزاتہ (ظہری) بعض نے کہا ہے کہ ہر المعقود کی حکمت نسبت کی وجہ سے آتی کہا گیا اور بعض کی رائے ہے کہ اتنی اُمت کی طرف غلو ہے یعنی حضور علیہ السلام صاحبِ اُمت ہیں اور اُمت کی ت نسبت کے وقت حذوف کر دی گئی۔ جیسے کہ سے لگی اور عید سے مدنی میں تہ مخذوف ہے۔

۲۰۶۔ اس مقام پر حضرت صدرالاقاضی قبلہ مولانا محمد نعیم الدین قدس سرہ کا حاشیہ مٹا منفصل ہے۔ اسی کا ایک اقباس نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ کتبِ الہیہ حضور سید عالم کی نعمت و وصفت سے بھری ہوئی تھیں۔ اہل کتاب ہر قرن میں اپنی کتابوں میں تراش غراش کرتے رہے۔ اور ان کی بڑی کوشش رہی کہ حضور کا ذکر اپنی کتابوں میں نہ کر سچوڑیں۔ لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے کے بعد بھی موجودہ زمانہ کی پائیل میں حضور کی بشارات کا نشان کچھ نہ کچھ باقی رہ ہی گیا۔ چنانچہ برٹش انڈیا فنان بائبل سوسائٹی ۵ جون ۱۹۲۱ء کی بھی ہوئی باتیں ہیں جو حاکمِ انجیل کے باب چودہ کی سولہویں آیت میں ہے: اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دو مراد دے گا کہ جسے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ یہ غلط دے گا کہ یہ حاشیہ ہے۔ اس پر اس کے معنی وکیل یا شفیع کہتے ہیں۔ تو اب حضرت عیسیٰ کے بعد جو شیخ ہو گا اور ابد تک رہے یعنی اس کا دین کبھی منسوخ نہ ہو۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون ہے؟ پھر اُن تیسویں آیت میں ہے: اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سرور اُرتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ کیسی صاف بشارت ہے اور یہ سچ سننے اپنی اُمت کو حضور کی ولایت کا کیسا منظر بتایا اور شوق دلایا ہے۔ اور دنیا کا سرور ان خاص سید عالم کا ترجمہ ہے۔ پھر اسی کتاب کے باب سولہ کی ساتویں آیت ہے: لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا مینا تمہارے لیے قائم و دائم ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ دے گا کہ تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اس کی تیرھویں آیت ہے: لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سننے کا ذریعہ ہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں سنے گا۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر دین کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل کر دیں گے۔ (عزرائیل العرفان)

إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوا

لَهُمْ كَأَنَّهُمْ شِئْنٌ أَحَدٌ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۚ

وَنَصْرُوهُ ۚ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ

تعلیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اُنار کیا آپ کے ساتھ قلمی نور غیب کا سیارہ کامران ہیں

۱۔ لفظ اصغر و اعظم میں متعلیٰ ہوتا ہے۔ اصغر یعنی اچھ اور اصغر یعنی چھ۔ یہاں دونوں معنی ملحوظ ہیں یعنی اعمال شریفہ کا بوجھ دینی ہمارے سے لیا گیا تھا۔ حضور کی تشریف آوری سے وہ اس سے آزاد کر دیئے گئے۔ فوضع عنهم بد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذلك العهد و نقل تلك الاعمال۔ ان کی شریعت کے چند احکام یہ تھے کہ اگر کسی کپڑے پر پیشاب وغیرہ گر جائے تو اس جتنے کو کاٹ دینا پڑتا تھا۔ آیام جہل میں عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا جب ممنوع تھا۔ بال غیبت کا استعمال یا تکرار تھا بلکہ اس کو ایک جگہ جمع کر کے نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔

۲۔ افعال جمع ہے اور اس کا واحد فعل ہے اس کا معنی ہے زنجیر۔ اس سے مراد بھی شریعت موسوی کے شدید اور سخت احکام ہیں مثلاً یوم بستر کو ہر دنیاوی کام کی اجازت تھی۔ اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا تو دیت کی گنجائش نہ تھی بلکہ قاتل کو بطور قصاص قتل کر دینا ضروری تھا۔ اسی طرح کئی دیگر احکام تھے لیکن رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے ان تمام میں تخفیف اور نرمی کر دی گئی۔ اگر کپڑا پٹید ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کے لیے دھونا ہی کافی ہے حائضہ عورت سے صرف ہم بستری ممنوع قرار دی گئی۔ دوسری پابندیاں ہنرادی گئیں۔ قاتل سے دیت بھی قبول کرنے کی اجازت دی گئی بال غیبت کا استعمال حلال کر دیا گیا کیتی آسانیاں اور نرمیاں کر دی گئیں۔ ہزار ہا بزرگ حلالہ و سلام اس طبیعت زہرا پر جس کی آمد سے گلشن عالم میں بہار آگئی۔ جس کے ظاہر ہونے سے کائنات میں اُجالا ہو گیا۔ توبہات کے قفس ٹوٹ گئے۔ غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں اور انسان کو شرف انسانیّت سے آشنا کر دیا گیا۔ افعال جمع ہے اور اس کا طاعت اصرار ہے جو واحد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصرار و تکرار پر یہ لفظ واحد ہے لیکن اس میں کثرت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ فالجواب ان الاصر محمد یقع علی الکافیۃ لافہ محمد یقع علی القلیل والکثیر من جنسہ مع احوال لفظہ (قرطبی)

۳۔ آخر میں بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بتا دیا کہ فلاح و سعادت سے صرف وہی سرفراز ہوگا جو میرے مشکطے پر چمکے دل سے ایمان لایا اور اس کی تعلیم و تکریم میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ اس کے دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی تائید کے لیے ہر قربانی دینے پر مستعد ہوا۔ اور اس کے نور تابان (قرآن مجید) کے ارشادات پر عمل کرنے کے لیے دل و جان سے آمادہ ہوا یہ آیت شانِ رحمتِ فیصلہ دہنی کی آسمانی تفسیر ہے۔ ایمان کے بعد حضور کی تعلیم و تکریم سب سے اہم ہے۔ بلکہ نصرت اور اتباع قرآن کا حق ادا ہی تب ہو سکتا ہے جب دل میں حضور کا ادب و احترام ہو۔ سچا ادب پر بلاقرینہ سے محبت کے قریبوں میں

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ

آپ فرمائیے اے لوگو! اے اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف اللہ کے بھیجے

مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمَّا

بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی نہیں کوئی معبود سوائے اس کے وہی زندہ کرتا ہے اور مرنے والا ہے پس اے لوگو!

يَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ النَّبِيُّ الْأَمِّيُّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَانَ

اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر

وَاتَّبَعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ

آدم پروردی کو اس کی ناکر تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ راہ بتاتا ہے

بِالْحَقِّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَقَطَعْنَا مِنْ آيَاتِنَا

حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ نازل کرتا ہے ۱۱۱ آیت اور تم نے بات دیا انھیں بارہ قبیلوں میں جو ایک ایک قوم ہیں ۱۱۲ اور

۱۱۰ اس سے پہلے بتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے ایک مخصوص وقت تک مقرر ہوئے ہیں

کرتے تھے لیکن اب جس مقررہ اولین و آخرین جس پر ہر ایک کا ذکر خیر ہوتا ہے اس کی شانیں رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص سب سے

اور کسی زمانہ سے محدود جس طرح اس کے پیچھے دوسری حکومت دوسری عالم گیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی

جہاں گیر ہے ہر خاص و عام، ہر فقیر و امیر، ہر عربی و عجمی، ہر ہندی و عجمی کے لیے وہ مقرر شدہ کر آیا۔ اسی لیے اس بات کا اعلان

اس کی زبان حقیقت ترجمان سے کرایا کہ اے اولاد آدم! میں تم سب کے لیے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے

رخصہ ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اب تمھارے لیے ہدایت اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو

میں لے کر تمھارے پاس آیا ہوں اور میرے نبوت پر شک نہ کرو۔ ۱۱۱ اور اسی بات پر مقرر ہوا، اناری محفل کی طرح اپنی بات خواہ

کتنی نامعلوم ہو منوالے پر بند ہونا محمولی سے معمولی مشہور پر راہ حق سے دور گردان جو جانا ان کا محمول تھا لیکن اس کے باوجود

ان میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو سچے مومن تھے شریعت موسیٰ کے پورے پورے پابند تھے۔ تو رات کے احکام کی بجا آوری

میں تندی سے کوشاں تھے مفسرین کرام سے بہت سے اقوال مروی ہیں کہ اس گروہ سے کونسا گروہ مراد ہے اور وہ کس زمانہ

اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اِذَا اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗ اَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ

ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف جب پانی طلب کیا آپ سے آپ کی قوم نے ہم سے وحی کی ہر بار وحی سے اس

الْجُرَّاءُ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

پتھر کو گتہ تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے جان لیا ہر ایک گروہ نے

میں تھا لیکن اگر اس آیت کو اپنے عموم پر رہنے دیا جائے تو کسی قسم کا اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں بھی ایک فرماں بردار جماعت تھی جب اُس مہری قوم نے کچھ پتھر کی پرستش شروع کی تو یہ اپنے مسدک توحید پر ثابت قدم رہی۔ آپ کے اہل کمال کے بعد بھی وہ احکام الہی پر صدق دل سے عمل نہی رہی۔ اور عبد المصطفویٰ میں بھی ایسا گروہ موجود تھا جو قورات پر کار بند تھا جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رد کیا اور حضور کی سیرت کا بغور مطالعہ کیا اور ان منشاءات کو جو نبی آخر الزمان کے متعلق قورات میں مذکور تھے اس ذات اقدس میں موجود پایا تو فوراً ایمان لے آئے۔ اور دوسرے یودیوں کی طرح اپنی چودھراہٹ کی خاطر قبول حق سے انکار نہیں کیا۔

۱۱۱۱ھ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دو فرزندوں کی اولاد تھے۔ موسیٰ علیہ السلام جب انہیں لے کر وادی سینا میں پہنچے تو ان کی تعداد کتنی لاکھ تھی۔ اتنی کثیر تعداد کا داغی نظم و نسق۔ ان کی دینی تربیت اور ان کی ہر طرح کی نگرانی کے لیے مجسم الہی آپ نے یہ انتظام فرمایا کہ ان کو بارہ گروہوں میں تقسیم کر دیا اور ہر گروہ کے لیے ایک ایک نگران مقرر کر دیا تاکہ ان کے باہمی جھگڑوں کا تصفیہ کرے۔ اور ان میں اگر کوئی کاربھان پیدا ہو تو اس کا سد باب کرے۔ اسباب جمع ہے سبط کی۔ اس کا معنی ہے پوتا (ولد الولد) یہ ترکیب میں اٹنی عشرہ کی تقسیم نہیں ہے۔ کیونکہ اس ضرورت میں اسے سبطا (واحد) ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ بدل ہے اور اہم صافست ہے۔ اور اسباب موصوف ہے۔ (بیضاوی، منظری)

۱۱۱۳ھ تیرہ کے حق و دق صحرا میں پانی بالکل نایاب تھا۔ نہ کوئی نہر نہ دریا۔ نہ کوئی چشمہ نہ کنواں۔ آپ کی قوم نے شدت پریشان سے بے قابو ہو کر آپ سے پانی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ آپ نے بارگاہِ اعلیٰ میں عرض کی۔ حکم ہوا کہ اس پتھر کو اپنے عصا سے مارو۔ عصا مارنے کی وجہ تھی کہ اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ اور آپ نے ایک ایک چشمہ ایک ایک قبیلہ کے لیے منقص کر دیا تاکہ باہمی جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔

تَشْرِبُهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنِّ وَ

اپنا اپنا گھاٹ اور ہم نے سایہ کر دیا ان پر بادل کا ۱۱۵ اور ہم نے آمارا ان پر من د

السَّلْوٰی كُلُّوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا

سلوی (راؤر لڑایا) کھاؤ ان پاک چیزوں کو جو ہم نے دی ہیں تمہیں اور نہیں ظلم کیا انھوں نے ہم پر بلکہ وہ اپنی

اَنفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۱۱۶ وَاذْقِلْ لَهُمْ اَسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا

جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے اور جب کہا گیا انھیں کہ آباد ہو جاؤ اس شہر میں ۱۱۶ اور کھاؤ

مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ

اس سے جہاں سے چاہو اور کہو اے کریم بخش دے ہیں اور داخل ہو دروازہ سے جھکتے ہوئے ہم بخش دیں گے

لَكُمْ خَطِيْئَتَكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۷ فَبٰكُلِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

تمہاری خطائیں (اور) زیادہ دیں گے احسان کرنے والوں کو تو بدل دلائی جنھوں نے ظلم کیا تھا ان سے

قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ

بات غلط اس کے جو کہی گئی تھی انھیں تب ہم نے بھیج دیا ان پر عذاب آسمان سے

۱۱۵ اُس ریگستان میں جہاں پانی کی ایک بوند تک نایاب تھی وہاں سایہ دار درختوں کا درجہ و کماں ؛ لیکن بغیر سایہ کے اس تپتے ہوئے ریگستان میں چھلانی دھوپ میں گزر رہا تو کیسے ؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن پر کریم فرمایا کہ جتنے علاقہ میں وہ فزوکش تھے اُن پر بادل کا سا پان تان دیا۔ نیز ریت کے ان ڈھیروں میں جہاں آبپاشی کا بھی کوئی انتظام نہ تھا وہاں کھیتی باڑی کیسے ہو سکتی تھی ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت خاص سے من و سلوی آمارا ان کو عجب عذاب سے بھی آزاد کر دیا۔ (ابن قمام انور پر حاشی سورۃ البقرہ میں گزر چکے ہیں) ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱۔

۲۰۹- وقف الزمر
عن النبی
الجمہ

وَمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝ وَسَأَلَهُمُ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً

اس وجہ سے کہ وہ ظلم کیا کرتے تھے اور پوچھو ان سے اس لئے حال اس بستی کا کیا ہے جو آباد تھی

الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ

سمندری جب کہ وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتہ کے حکم کے واسطے میں جب آیا کرتیں ان کے پاس ان کی چھلیاں ان کے ہفتے

شَرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ تَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا

کے ان پانی پر تیری جو جس شے اور دن ہفتہ کا نہ ہوتا تو وہ نہ آتیں ان کے جس طرح میں طرح ہم نے کیا تھا انہیں پر سبب

يَفْسُقُونَ ۝ وَإِذْ قَالَتْ امْرَأَةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا لَا يَسْمَعُونَ

اس کے کوئی نافرمانی کیا کرتے تھے اور جب کہا ایک لڑکھنواں میں سے کہ تم کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو اللہ تمہیں ہلاک کرنے والا ہے

مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةُ إِلَى رَبِّكُمْ

یہاں طلب کیے وہ بے حد طلب ۲۱۰ انہوں نے کہا نا کہ معذرت پیش کر سکیں تمہارے لیے وہ راہ میں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا)

۲۱۱ بنی اسرائیل کے لیے بہت ہفتہ کا دن عبادت کے لیے مخصوص تھا اور ہر طرح کے دوسرے کام کرنے کی انہیں اس دن ممانعت تھی۔ حکام الہی میں عید و فریب کرنے میں بنی اسرائیل کو جو شہرت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ یہاں ان کی تائید کا ایک واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔

۲۱۲ علماء علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ بستی کون سی تھی؟ امام زہری نے اس کا نام طبریہ بتایا ہے۔ قتادہ کے نزدیک اس کا نام مرقاۃ ہے۔ لیکن زیادہ صحیح قول وہ ہے جو حضرت ابن عباس مکرّم اور سعدی سے مروی ہے کہ یہ ایلہ کا شہر تھا جو اب حبشہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شہر بحر قلم کی اس آبائے کے سرے پر واقع ہے جو دو ایک شکل میں پل لگتی ہے جسے بطریق عقیدہ کہتے ہیں۔

۲۱۳ ۲۱۴ مجمع ہے اور اس کا واحد شارع ہے جو شرع بمعنی اشرف و دینی سے ماخوذ ہے یعنی یہ چھلیاں سینچنے کے دن سر اٹھاتے لیے جھبک سطح آب پر تیری اچھلتی کودتی کثیر تعداد میں ملی آتی تھیں۔ (حواشی سورہ البقرہ میں ملاحظہ ہوں۔ آیت ۶۵)

۲۱۵ ۲۱۶ سینچنے کے روز چھلیوں کے شکار کرنے نہ کرنے کے متعلق ایلہ کی آبادی تین مختلف انبیاء گروہوں میں بٹی ہوئی تھی ایک گروہ تو وہ تھا جو اس کھلی ہوئی نافرمانی کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو خود تو شکار نہیں کرتا تھا لیکن شکار کرنے والوں کو اس حکم خدا کی سے روکتا بھی نہ تھا۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو فریضہ تبلیغ ادا کرنے میں ہمہ تن مشغول تھا۔ دوسرے گروہ نے اس تیسرے

وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۹۷﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ

اور شاید وہ ڈرتے نہیں پھر جب انھوں نے فراموش کر دی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو ہم نے نجات دے دی

عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَیِّنٍ بِمَا كَانُوا

انہیں جو روکتے تھے بُرائی سے اور کچھ ایسا ہم نے اُن کو جنہوں نے ظلم کیا ہو سے عذاب سے جو اس کے کہ وہ نہ فرمائی کیا

يُفْسِقُونَ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

کرتے تھے ۹۸ پھر جب انھوں نے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے ہم نے حکم دیا انہیں کہ بن جاؤ بندر

خَاسِرِينَ ﴿۹۹﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيُبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

رافعے ہوئے ۹۹ اور یاد کرو جب اعلان کر دیا آپ کے رب نے کہ ضرور بھیجا رہے گا ان پر روز قیامت تک

مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ﴿۱۰۰﴾

ایسے (جابر) جو پکھا یں گے انہیں بُرا عذاب ۱۰۰ بے شک آپ کا رب جلد ہی عذاب دینے والا ہے اور

گروہ کو کہا کہ تم خواہ مخواہ کیوں اپنا سر کپا تے ہو۔ ان کی ذلت و تنہا ہو چکی ہے انہیں سمجھانے سے کیا مثال۔ اس فرض شناس گروہ نے انہیں جواب دیا کہ اس تبلیغ کے دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر قیامت کے روز ہم سے بازپوس کی گئی تو ہم عرض کریں گے کہ اُسے خداوندِ اہم نے تو ان ناپاکانہ فعل کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انھوں نے ہمارے ایک نہ سنی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ہمارے وعظ و نصیحت کرنے سے کسی کا دل سچ جائے اور وہ راقم و فقیرا کر لے۔

۱۰۰۔ نسیانِ جانِ نوحہ کر کسی چیز کو چھوڑ دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں ایسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ دالِ نسیان بطلانِ حلی السامی والعامد، التذکرۃ اسی تذکرہ حق قصداً (ذہبی) بتیس معنی شدید ہے جب ان کی تائیدِ سرمانی اور حصیاں شعاری حد سے تجاوز کر گئی تو ان کے ہدایت پانے کی کوئی اُمید نہ رہی تو ان پر عذاب الہی آیا جس سے ان کو جلتک برباد کر دیا۔ اور ان تین گروہوں میں سے صرف وہی گروہ نجات پاسکا جو اُن کو وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔

۱۰۱۔ ملاحظہ ہو حاشیہ متعلقہ آیت ۹۷۔ ملاحظہ جناب القرآن جلد اول

۱۰۲۔ آگاہ اور خبردار کر دینے اور کسی فیصلہ کا اعلان کرنے کو تا ذن کہتے ہیں۔ یہ لوگ کون تھے جن کے متعلق اعلان کیا گیا بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے یومِ بہت کے متعلق احکام الہی کو پس پشت ڈال دیا۔ بعض کی رائے ہے کہ ان

إِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَقَطَعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِّنْهُمْ

بے شک وہ غفور رحیم (ہی) ہے اور ہم نے انہیں زمین میں کئی گروہوں میں ۲۲۳ سے ان میں سے

الضَّالُّونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَّوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ

گمہ یاب ہیں اور کچھ اور طرح میں اور ہم نے آزمایا انہیں نیکوں اور برائیوں کے ساتھ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ فَخَلَفَ مِنْ بَعدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ

تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) رجوع کریں پھر ان کے بعد وہ خلف جو وارث ہوئے کتاب کے

يَا خُذْ زُنُورَ عَرَضِ هَذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ

وہ اپنے میں اس دنیا کا اور (باسی ہمہ) کہتے ہیں کہ ضرور بخش دیا جائے گا ہمیں اور اگر

سے مراد ساری یہودی اُمت ہے اور بعض کے نزدیک حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر یہودی ہیں۔
۲۲۳ یعنی ہم نے ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔ ان کا شیرازہ بکھیر دیا گیا۔ وہ دنیا کے مختلف ممالک میں ایک بے بس اقلیت بن کر رہ گئے۔ ان میں سے بعض عیسائی بھی ہیں اور بعض بدکار بھی۔ ان کو زور و راست پر لانے کے لیے ان کے ساتھ ٹکٹا حمایت کا روئے بھی اختیار کیا گیا اور ان سے شدت و سختی کا سلوک بھی کیا گیا۔

۲۲۴ یہودی قومی سیرت کا ایک اور خاصہ یہ ہونا یا ان کا جادو یا ہے یعنی وہ مال و دولت جمع کرنے میں اتنے سرگرم تھے کہ وہ رشوت لے کر اللہ تعالیٰ کے صریح اور واضح احکام میں رد و بدل کر دیتے اور قورات کی آیات میں حکم کھلا تحریف کر دیتے۔ ان کا مرض آب لا علاج ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس سے باز آنے کی ایک ہی مشورت ہو سکتی تھی کہ ان کے دل میں عذابِ الہی کا خوف پیدا ہو اور اپنے بولناک انجام سے ڈر کر وہ توبہ کریں۔ لیکن وہاں تو اس کی اب کوئی گنجائش نہ رہی تھی کیونکہ انھوں نے اپنے آپ کو ایک شدید معطلہ میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ڈرے اور پیار سے ہیں ہمیں ورنہ کی آگ نہیں جلا سکتی۔ نیز ہم قورات کے عالم ہیں۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایسی خصوصیات و عادتیں ہیں جن کی وجہ سے اس قسم کی بے راہ روی ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔ چہاں ہی بخشش کا ہم سے بخیرہ وعدہ کر دیا گیا ہے۔ جب کسی قوم کے افراد اور تعلیم یافتہ طبقہ کی اخلاقی ہستی اور دنیا پرستی کا یہ حال ہو تو وہاں کیا حال ہو گا۔ نسبتِ حقیر کے مشن و ملازمت کو اپنی اولاد کی تعلیم اور دینی تربیت کی طرف غصوبھی توجہ دینی چاہیے۔ مبادا ان کی اولاد بھی ان بیاریوں میں مبتلا ہو جائے جن میں بنی اسرائیل کے علماء کی اولاد گرفتار ہو گئی تھی۔

يَا أَيُّهَا عَرَضُ مِثْلُهُ يَا خُذْ وَهُ الْمُرِيُخُذُ عَلَيْهِمْ مِثْلُ شَأْنٍ

آجائے ان کے پاس اور مال اس میرا تو لے میں اسے بھی کیا نہیں لیا گیا تھا پہلے ان سے پہنچتے دمدہ

الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ط

کتاب میں کہ نہ منسوب کریں اللہ کی طرف کوئی بات سوائے حق کے اور پڑھ لیا انھوں نے جو کتاب میں تھا اور

الدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُمُونَ أَفْلا تَعْقِلُونَ ﴿۹۹﴾ وَالَّذِينَ

دار آخرت بہتر ہے ان کے لیے جو چھپی ہیں تو کیا تم (اٹھائے) نہیں سمجھتے اور سمجھوں نے

يُمْسِكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ

مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے کتاب کو اور قائم کیا نماز کو بے شک ہم ضائع نہیں کریں گے اجر

۲۲۵۔ قرآن حکیم نے نہایت واضح الفاظ میں ان کا یہ معاملہ دور کر دیا کہ وہ یہ کہنے کی کیسے جرأت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے تو

اس بارے میں سخت ترین دمدہ لیا گیا تھا کہ وہ ایسی کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کریں گے جو اس نے نہ فرمائی

ہو۔ باتیں پہنچتے دمدہ کے بعد انھیں کب حق پہنچتا ہے کہ وہ اس خود فریبی کا شکار ہوں۔ یہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور اس کا

فنا پذیر مادی سامان کا وقت رکھتا ہے کہ انسان اس پر جنت کی ابدی زندگی اور اس کے آرام و راحت کو قربان کر دے۔

لفظی تحقیق۔ (۱) اختلفت الکلام معک ہو تو اس کا معنی نیک اولاد ہے اور اگر اختلفت لام ساکن ہو تو اس کا

معنی بڑی اولاد ہے۔ اختلفت فی اللہ بالاسکان و اختلفت بالفتح فی اللہ (۲) معروض لغت میں ایسی چیز

کو کہتے ہیں جو جلدی فنا پذیر ہو جاتے۔ اسی وجہ سے دنیاوی مال و متاع کو بھی معروض کہتے ہیں کیونکہ اس کو بھی بقائیں لغو ہوتی

مالا یسکون لہ ثبات و لذائذ الدنیا عوض من صالاتہا (۳) ہذا اللاد فی یہاں جو قریب

ہے اسی ہذا العالم الاولاد فی (مفہوم)

یہ آیت جہاں بیٹو کے اس طریق کار اور اخلاقی پستی کی مذمت کر رہی ہے وہاں سلطان مشائخ اور علماء کے لیے

بھی اس میں درس عبرت ہے۔ وہ چیز جو علماء و مشائخ بنی اسرائیل کے لیے شرمناک تھی کیا وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین

اور کامل ترین بندے اور سید الانبیاء والمرسلین کی اُمت جسے خیر الائم کے لقب سے نوازا گیا ہے کے علماء و مشائخ کے لیے

قابل برداشت ہو سکتی ہے۔ اگر آخری نبی کی آخری شریعت اور آخری کتاب کے امین اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کریں گے

اور شریعت کے احکام بھی دولت کمانے کا ذریعہ بن کر رہ جائیں گے تو پھر اس شہیدِ مہمانی سے دنیا کے پیارے کو کس پر لب ہو سکیں گے

الْمُصْلِحِينَ ﴿٩١﴾ وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَانَهُ ظِلٌّ وَخَلَقُوا

اصلاح کرنے والوں کا لئے اور جب ہم نے تمہارا پہاڑ ۹۱ کے اوپر اس طرح گویا وہ سائبان ہے اور خیال کرنے لگے

أَنَّهُ وَقَعْرُ بَيْعٍ مَخْذُومٍ وَأَمَّا آتِيَنَّكُمْ بِقُوَّةٍ وَإِذْ كَرُّوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ

کہ وہ ضرور گر پڑے گا ان پر ایم نے کہا، پھر لو جو ہم نے دیا ہے تمہیں (قوت سے) اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم

تَشْقَوْنَ ﴿٩٢﴾ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

پر عذراؤں میں جاؤ اور (اے محبوب) یاد کرو جب نکالا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو

۹۲ اور کوئی شخص احکام الہی پر کاربند ہے تو اس کے آباد اجداد کے اعمال بدل کر دے اس کے اعمال بد نہیں کر دیئے جاتیں گے بلکہ اس کو ان کا اجر جزا مل جاتا ہے۔

۹۳ لسان العرب میں ہے التَّقَى: التَّوَضُّعُ وَالْهَرَبُ وَالْمُحْذَبُ وَالْمَنْقَضُ: یعنی تقی کا معنی جھکا دینا، زور سے ہلاک، کھینچنا اور بھاڑنا ہے۔ جب پہاڑ میں زلزلہ آتا ہے تو اسی قسم کی کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور جو لوگ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوتے ہوئے ہیں۔ انہیں بھول معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ان پر ابھی گر رہا ہے۔ اسی قسم کی صورت حال سے بنی اسرائیل کو چار کر دیا گیا۔ تو رات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ کتاب خروج باب ۱۹ کی آیات ۱۶ تا ۱۹ ملاحظہ ہوں۔

جب تیسرا دن آیا تو صبح ہوتے ہی بادل گر بننے اور بجلی چلنے لگی اور پہاڑ پر کالی گٹھا چاگنی اور قرنائی آواز بہت بلند ہوئی اور سب لوگ ڈریں میں کانپ گئے۔ اور موسیٰ لوگوں کو خیر گاہ سے باہر لایا کہ خدا سے ڈرتے اور وہ پہاڑ سے نیچے اکھڑے ہوئے اور کوہ سینا اور پر سے نیچے تک دھوئیں سے بھر گیا کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا اور دھواں تھوڑے دھوئیں کی طرح اوپر کو اٹھ رہا تھا اور وہ پہاڑ زور سے جلی رہا تھا۔

اس کے علاوہ تقی کا معنی القمع بھی ہے یعنی کسی چیز کو جبر سے اٹھ کر لینا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ذرا بعید نہیں کہ وہ اس پہاڑ کو اکھڑ کر ان کے سروں پر آویزاں کر دے۔ تاہم میں جو روایت ہے وہ اسی معنی کی تصدیق کرتی ہے۔

۹۴ علامہ قرطبی نے اس آیت کو قرآن کی مشکل آیات سے شمار کیا ہے۔ اس لیے اس کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے تفصیل کی ضرورت ہے۔ مفسر لکھتے ہیں کہ جس سوال و جواب کا یہاں ذکر ہے وہ غلامی میں وقوع پذیر نہیں ہوا کہ کہیں آدم کی ساری اولاد کو جمع کر کے ان سے یہ سوال پوچھا گیا ہو اور انھوں نے ہیکہ زبان میں کہہ کر جواب دیا ہو بلکہ یہ کلام بطور تمثیل ذکر کیا گیا ہے۔ اور توحید باری کی آیات بتیات جو بڑی وریا دلی سے انسان کے ظاہر و باطن میں بکھری ہوئی ہیں۔ وہ زبان حال اس کی توحید کا اعتراف کرتے ہوئے جی بلی کے نعرے لگا رہی ہے۔ علامہ رضادی کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس

وَأَشْهَدُهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۖ شَهِدْنَا ۚ

اور گواہ بنا دیا خود ان کو ان کے فسوس پر (اور پوچھا) کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے

أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غْفِلِينَ ۖ

ہم نے گواہی دی (یہ اس لئے بڑا کر کہیں تم یہ نہ کہو روزِ حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے ۲۲۹)

آیت کے ضمن میں دو دیکھتے ہیں ای نصب لہو دلائل دیو بیتہ و کتب فی عقود لہو ما یدعوہو الی الاقترار بھا حتی صاروا بمنزلۃ من قیل لہم الست بری بکم فقلوا بلی فانزل تمکید مہر من العلم بھا و تمکید مہر منہ بمنزلۃ الاشہاد والاحتواء علی طریق التمثیل یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کی روشنی و دلیل ان کے لئے قائم کر دی ہیں۔ اور ان کو اتنی بھروسہ و محبت فرمادی ہے کہ وہ ان دلائل کے پیش نظر اس کی ولایت کا اعتراف کریں۔ گویا ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اور وہ اعتراف کر رہے ہیں۔ یہ کلام بطور تمثیل ہے لیکن سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ اس آیت کی صحیح تفسیر وہ ہے جو احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر پانچ دست قدرت پھیرا جس کی وجہ سے آپ کی ہونٹ والی ساری اولاد ظاہر ہو گئی۔ اور ان سے یہ سوال کیا گیا اور انہوں نے جی سے اس کا جواب دیا۔ اس حدیث سے اور اس کے علاوہ معتقد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سوال و جواب حقیقت میں ہوا تھا۔ یہ محض تمثیل ہی نہیں جیسے محترمہ کا خیال ہے۔ ان احادیث جمیع کی موجودگی میں ہمیں کوئی حق نہیں پہنچا کہ ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ یہ تاویل کریں جو قادیانیوں کی اپنی قدرت کا طرے سے قیامت کے دن سب اولادِ آدم کو میدانِ حشر میں جمع فرما سکتا ہے۔ اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ وہ پشتِ آدم سے ان کی ساری اولاد نکال کر اپنی بارگاہ میں پیش کر دے۔ علامہ قطب الدین شیرازی نے ان حقیقتِ آراء میں بڑی عمدہ تعلیق کی ہے جس کو فہمِ انتانت نے بہت پسند کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے دو میثاق لیے ہیں ایک خالی اور دوسرا متعالی۔ خالی میثاق تو یہ ہے کہ اس کی قدرت میں عقیدہ توحید کی طرف ہر میلان رکھ دیا اور اس کے باطن میں دلائل کے ہر چراغ روشن کر دیے ہیں وہ اپنی زبانِ حال سے جی کہہ رہے ہیں۔ اور دوسرا میثاق وہ تھا جس کا ذکر حدیثِ پاک میں ہے جو روزِ میثاق کو لیا گیا تھا۔ (روح المعانی)

۲۲۹۔ یہاں یہ شبہ دل میں کھٹکنے لگتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے اور جس کی غلو و زنی کو جو ہم قرار دیا جا رہا ہے وہ آج کیسے یاد ہے؟ کیا ایسی چیز جو بالکل فراموش ہو چکی ہو وہ بھی حجت قرار دی جاسکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس میثاق کی یاد اگرچہ ذہنِ انورِ شہور سے محو ہو چکی ہے لیکن حسرتِ الشعور میں اب بھی موجود ہے اور انسانی فطرت میں اس کی ایسی تخم ریزی کر دی گئی ہے کہ جب بھی اسے صحیح رہنمائی، صحیح تربیت اور مناسب ماحول نصیب ہوتا ہے تو فوراً یہی آگاہ ہے اور تخمِ نون میں

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ

بَابِ ذِكْرِ شُرَكَاءِ تَوْصِيفِ بَابِ دَاخِلِ كَيْفَا (جمع سے) پہلے اور ہم تو تھے ان کی اولاد

بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۲۳﴾ وَكَذَلِكَ نَقُصِّلُ

ان کے بعد تو کیا تو نہیں ہلاک کرنا ہے اس شرک کی وجہ سے جو کیا تھا پہلے پرستوں نے۔ اور اسی طرح ہم مختصر بیان کرتے

الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۴﴾ وَأَتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ

ہیں نشانیاں تاکہ وہ (ان میں) لوڈ کریں اور کہہ دے باز آجائیں نیکے اور جو خدا سے انہیں حال اس کا جسے ۲۳۱ سے علیہم نے (علم)

توحید کا شہر طیب اپنی آفاقی و مستور کے ساتھ طور پر پڑھ جاتا ہے۔ اگر توحید کو قبول کرنے کی صلاحیت انسان کی فطرت میں ودیعت
ذاتی ہے جو تو کوئی تعلیم کوئی رہنمائی کوئی ماحول اس کو توحید کا سبق نہ دے کر اسکا۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں فقط انہیں صلاحیتوں کو
پرکھنے کا وہاں ہوتی ہیں جو پہلے سے انسانی شعور میں موجود ہوتی ہیں۔ ایک آدمی تیر بھی نہیں سمجھتا اور جو اس آدمی نہیں سمجھتا
لیکن آپ اس کی مناسب تربیت کر کے اُسے ایک بہترین تیراک تو بنا سکتے ہیں لیکن آپ ہزار جتن کریں اُس کو جو اس آدمی نہیں
سمجھ سکتے۔ اس کی وجہ یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں تیرنے کی استعداد رکھی ہے لیکن آدمی نے کی صلاحیت نہیں رکھی۔ تو
معلوم ہوا کہ یہ وہ میراثی کو جو اپنی ہم نے کہی تھی وہ ہیں قبول جانے تو قبول جائے لیکن وہ ہمارے دگ و پے میں جاتی ہوئی ہے
فقط کسی ماہر کے چھیڑنے کی منتظر ہے۔ چھ تو وہ چھیڑ تو دے کر تیرنے میں شراپ ہے سارا۔ وہ لوگ جو اس ابھرتی ہوئی فطری آواز
کو دباتے رہتے ہیں۔ جو دوزخ کی دہلیز بن گئے ہیں۔ قیامت کے دن اُن کا کوئی ٹھکانہ نہیں
قبول نہ ہوگا۔

۲۳۲ یہ جملہ مخلوق ہے اور اس کا مخلوق علیہ مقدم ہے۔ تقدیر عبارتوں میں ہے۔ لعل ہجویت بیرون ویتذ کوون ملانوا
وعللہم یرجعون من الذکور (مظہری) ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

۲۳۱ وہ کون تھا جس کا قصص ان آیات میں بیان کیا جا رہا ہے؟ بعض علماء کی رائے ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ایک ناپہ اور عالم تھا۔
جس کا نام بعام بن یحورار تھا۔ اسے زمانہ میں علم و فضل میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں طلبہ اس کی علمی مجلسوں
میں حاضر ہوتے اور اس کے خطبات کو تقلید کرتے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسد کرنے کے باعث اپنے علم و فضل کے باوجود
راہی سے منحرف ہو گیا۔ بعض کا خیال ہے شخص امیر ابن ابی الصلوات الشافعی تھا جس نے قدیم آسمانی کتابوں کو مطالعہ کیا تھا۔ اور
اسے معلوم تھا کہ اس زمانہ میں ایک رسول نبوت ہونے والا ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ یہ عہدہ اسے دیا جائے۔ لیکن جب تاج
نبوت رحمت عالمیان کے سر مبارک پر رکھا گیا۔ تو حسد کے مارے میں جھن گیا اور کفر اختیار کیا۔ سعید بن مسیب نے ابو عامر بن مسنی کا

المجلة

هُوَ فَمِثْلُهُ كَمِثْلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحِيلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ

اپنی خواہش کی تو اس کی مثال کتے جیسی ہے ۲۳۵ اگر تو حیل کرے اس پر تب بھی باپنے اور اگر تو اسے

تَتْرُكُهُ يَلْهَثُ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا

پھوڑ دے تب بھی باپنے پر حال ہے کن لوگوں کا جنہوں نے جھٹلایا جہادی آیتوں کو ۲۳۶

فَأَقْصَصَ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ

آپ سنائیں (انہیں) یہ قصہ شاید وہ خود دگر کرنے لگیں۔ بہت بُری کہادت ہے اس قوم کی

الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسُهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝ مَنْ يَهْدِ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (وہ) اپنی ہی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے جسے ہدایت بخشنے

اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىٌّ وَمَنْ يُضِلِّ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

اللہ تعالیٰ سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جنہیں گمراہ کر دے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ

اور بے شک ہم نے پیدا کیے ۲۳۷ جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان ان کے دل (قوم) ہیں

۲۳۵ کتے کی فطرت میں حرص و طمع کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے جب دیکھو گلی مٹری چیزوں اور غلیظ بظاہر کی تلاش میں
منہ لٹکائے کوچہ کوچہ پھر رہا ہے۔ اس شخص کی مثال بھی ایسی ہے جنہوں نے دولت کے لیے گتے کی طرح ہر حال میں
پاشیا پھرتا ہے۔

۲۳۶ یعنی یہ غصہ مالی و پریشانی اور ہر وقت کا اضطراب کسی ایک نگرش کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ جو بھی حق کو حق پہچانتے
ہوئے اس سے دُور گردانی کرتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ اس چیز کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ غفلت کے مانع
ہوش میں آئیں اور عبرت حاصل کریں۔

۲۳۷ بظاہر اس آیت میں اور ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون میں تضاد معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے
پتہ چلتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کی اکثریت کی تخلیق اس لیے کی گئی ہے کہ وہ جہنم کا بندہ بنیں۔ اور وہ سری آیت میں

لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَذَانٌ

لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے ۱۳۸ اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے اور ان کے کان تو ہیں

لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ

لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ تو

جنت و انس کی تخلیق کی غایت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عبادت کریں۔ امام وازیؒ کا پسندیدہ جواب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ سمعہ جو لام ہے وہ لام عاقبت سے یعنی ان کی تخلیق کا انجام یہ ہے کہ انھوں نے کفر و نافرمانی سے اپنے آپ کو جہنم کا ایدھ بن لیا اور مصلحتات المعین والافس الالبیہد دن میں لام غایت کا ہے یعنی ان کی پیدائش کی حقیقی غرض و غایت یہ تھی کہ یہ عبادت کریں اور رضامند خداوندی حاصل کریں اور نیم ابدی سے مفتوح ہوں۔ اس لیے آیات میں تعارض نہ دیا۔ اور لام کا استعمال عاقبت کے لیے قرآن حکیم اور ضمیر عرب میں اکثر ہے۔ ارشاد باری ہے فالتقطه آل فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لِلْعَمَلِ نَصيبٌ یعنی موسیٰ کو فرعون کے گھر والوں نے اٹھا لیا تاکہ وہ بڑا ہو کر ان کا دشمن بنے۔ یہاں بھی لام عاقبت کے لیے ہے غایت کے لیے نہیں۔ کیونکہ اٹھانے والوں کا مقصد یہ نہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے ہو کر ان کی طاقت و برادری کا باعث بنیں۔ بلکہ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ جب یہ بڑا ہو جائے گا تو جو جاسے کام اُسے گا۔ لیکن اُن کے اٹھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بڑے ہو کر فرعون کو تباہ و برباد کر دیا۔ اسی طرح عربی کا ایک شجر ہے۔

وَالْمَسْكُونَةُ تَغْذِي وَالْوَالِدَاتُ يُضْطَعْنَ كَمَا لِيُضْطَعْنَ الْمَسْكُونَةُ
یہاں بھی لام غایت کا نہیں بلکہ عاقبت کا ہے۔ کیونکہ مائیں بچے اس لیے تو نہیں جنمیں کہ وہ لقمہ چبل نہیں۔ اور مخلوقات اور عیال اس لیے تو نہیں جنمیں کی جائیں کہ وہ ویران ہو جائیں۔ لیکن ہوتا ایسا ہی ہے جو پیدا ہوتا ہے اُسے موت کا پیالہ چنایا ہی پڑتا ہے اور جو عبادت گمراہی کی جاتی ہے وہ ایک نہ ایک دن پوندھاگ ہو کر رہتی ہے۔

۱۳۸ یہاں ان کے ہولناک انجام کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ وہ جہنم کا ایدھ بنیں اس لیے بنائے گئے کہ دعوت حق کو سمجھنے سے انکار کر سکیں اور اس کے روشن شواہد کو دیکھنے کی جو صلاحیتیں انھیں عطا فرمائی گئی تھیں انھوں نے انھیں بیکار بنا کر چھوڑ دیا۔ اور بے عقل چار پاویں کی طرح ہو کر رہ گئے جس طرح ان ڈنگروں کی ساری قوتیں اور احضار کھانے پینے اور عواہش و لذتوں کی تحصیل کے لیے وقف ہیں اسی طرح ان انسان فاجرین کا مقصد و مقصد ہی ہے کہ اچھا کھائیں۔ اور دوسری لذتوں سے لطف اندوز ہوں۔ مذہبی کا کوئی اعلیٰ مقصد پیش نظر نہیں بلکہ بعض حالات میں تو یہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ بے عقل و بے سمجھ ہونے کے باوجود اپنے مالک کی خدمت گزاری سے غٹھ نہیں ہوتے اور اس کے بلا لے کر بھاگے چلے آتے ہیں مگر انھیں تو یاد تک نہیں کہ ہمارا بھی کوئی خالق و مالک ہے اس لحاظ سے تو یہ حیوانوں سے بھی بدتر ہمارے ہیں۔

الْغُفْلُونَ ۝ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا

غافل روئے خبرائیں اور اللہ ہی کے لیے اس نام اچھے اچھے سوکارو اسے انھیں ناموں سے اور بھوڑا

الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيْ اَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

انھیں جو کج روی کرتے ہیں اُس کے ناموں میں شک انھیں سزا دی جائے گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةً يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَالَّذِينَ

اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ان میں سے ایک قوم ہے جو راستہ اور حق کے ساتھ ہی اصل انسان کرتی ہے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۚ وَامْلِ

اور جنہوں نے ان کی آیتوں کی توہم آہستہ آہستہ سستی میں گرا دیں گے انھیں اس سے پہلے کہ انھیں علم بشارت ہوگا اور میں ہلکتے پھیلوں

۳۳۹ آیت بزرگاری کی ترغیب اور اُس کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ تقدسیت اور بلوغیت پر ولایت کرنے والے
رُتے پیارے پیارے اور معنی خیز نام ہیں جب تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تو ان پیارے پیارے ناموں سے یاد کرو۔ انہی طرف
سے اس کے لیے نئے نئے نام نہ لکھو کیونکہ تم اس کی رقتِ شان کو نہیں پہچان سکتے۔ مباد تمھاری زبان سے کوئی ایسا
کلمہ نکل جائے جو اس کی شانِ خداوندی کے شایان نہ ہو۔ اور پھر انھیں اُٹھا لینے کے صیغے پڑ جائیں۔

۳۴۰ آیت نعمتِ الٰہی کا معنی ہے سیدھی راہ سے تم کو تمنا معنی الاتحاد فی اللہ العیسیٰ عن القصد قال ابن السکیت
الملاحذ والعاول عن الحق المدخل فیہ ما لیس ہنہ اکبر اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کج روی اختیار کرنے کا یہ مطلب
ہے کہ اُن کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر پر کیا جائے جیسے مسیحا کذاب کے پروردگار اس کو رحمن یسماۃ کہا کرتے
تھے۔ یا بت پرستوں نے اپنے بتوں کے نام اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مشق کر کے رکھے ہوتے تھے۔ جیسے الٰہ سے لات۔
عزیز سے عزیزی اور عثمان سے عثمان وغیرہ یا اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے اسماء تجویز کرتا جو اس کی شانِ عالی کے لائق نہیں یا
اسماء الہیہ کو سحر وغیرہ کے لیے استعمال کرنا۔ یہ سب طریقے اتحاد کے ہیں۔

۳۴۱ اس سے مراد نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہے۔

۳۴۲ براءاتِ انسان گمراہی اختیار کرتا ہے۔ اور اپنے مالکِ حقیقی کی نافرمانی میں راستہ دن سرگرم رہتا ہے لیکن اس کے باوجود
اس کے دل و دولت میں دین بدنِ اعضاء ہوتا رہتا ہے۔ اس کی نعمت، اقدار اور اختیار کی سرحدیں بھیتی ہی مل جاتی ہیں
اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہی صحیح طریق کار ہے جو اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ وہ گمراہی کے

لَهُمْ إِنْ كَيْدِي مَتِينٌ ۖ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ

انھیں۔ بے شک میری تدبیر بہت مستحکم ہے کیا اب تک نہیں غور و فکر کیا انھوں نے لگے ان کے صاحب پر

مَنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۖ أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ

توحید کا ذرا اثر نہیں لگے نہیں ہے وہ مگر کلمہ کلمہ ڈرانے والا کیا انھوں نے غور سے نہیں دیکھا آسمانوں اور

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَأَنْ عَسَى

زمین کی دینے ملکات میں اور (اس میں) جو چیز پیدا کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس میں کہ شاید

أَنْ يَكُونَ قَدْ أَقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ

نزدیک آگئی ہو ان کی مقررہ ميعاد تو کس بات پر وہ اس (قرآن) کے بعد ایمان لے آئیں گے۔

آخری گذاروں تک جا پہنچتا ہے۔ یا بعض گمراہ مرتاضوں سے ایسے ایسے غریب عبادت، امور ظاہر ہوتے ہیں جو عام طور پر غاصبان بارگاہِ خداوندی سے مخصوص ہیں جن پر وہ بھستائی چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہلاکت و بربادی کی آفتاب گہرائیوں میں جا کر آتا ہے۔ اسی چیز کو استدراج کہتے ہیں۔ اس کا معنی ہے آہستہ آہستہ کسی کو ہلاکت کے قریب کر دینا۔ یعنی سنبھلے ہوئے کو الی اللہ قلیلاً قلیلاً (مظہری) الاستدراج هو الاخذ بالتدريج منقولة بعد منقولة (مظہری)

۱۰۴۲ کفار کیوں اسلام قبول نہیں کرتے؟ ان کی طرف جو فنی حکم مبعوث فرمایا گیا ہے اس کے فضل و کمال، صدق مقال کا انھیں اعتراف ہے۔ اس کی قبل از نبوت پالیس سالہ زندگی کے سارے روز و شب ان کے سامنے ہیں۔ اور یہ کائنات کی کتاب ہو کھول کر ان کے سامنے رکھ دی گئی ہے۔ اور جس کے ہر صفحہ پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے روشن و ظاہر ثبوت ہیں ان میں کیوں تامل نہیں کرتے؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان لانے کی اپنی کیا جلدی ہے۔ اپنی تو بڑا وقت چڑا ہے۔ ایمان لانا اگر ضروری بھی ہو تو بڑھاپے میں لے آئیں گے۔ لیکن وہ کہتے نادان ہیں۔ انھیں کیا پتہ کہ موت کا پیغام ابھی آجائے اور انھیں یہاں سے عین مغفوان شباب میں کوچ کرنا پڑے۔ پھر وہ کیا کریں گے؟ اگر قرآن جیسی پاکیزہ اور نور کا کتاب پر وہ ایمان نہیں لاتے تو پھر اور کونسی ایسی کتاب آئے گی جن کو پڑھ کر وہ ایمان لے آئیں گے؟ انھیں بار بار، مغمو و آجاریا ہے ان کے سارے شہادت کو دور کیا جا رہا ہے۔ ان کے سارے ہاتھوں کا جواب دیا جا رہا ہے تاکہ کسی کو محال محسوس نہ رہے۔

۱۰۴۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وارفتگی سے انھیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ ان کے انکار کے باوجود جس غلو سے انھیں مگرہی سے بچانا چاہتے تھے اسے دیکھ کر کفار یہ گمان کر سکتے تھے کہ ان کا دماغ درست نہیں۔ انھیں ہنوں کا حال

مَنْ يُضِلَّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

جیسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ تو نہیں کوئی ہدایت دینے والا ہے۔ وہ رہنے دیتا ہے انھیں کہ اپنی گمراہی میں

يَعْمَهُونَ ﴿٣٨﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا قُلْ إِنَّمَا

پوچھتے رہیں وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے قیامت کے حقیق کہ کب ہوگا اس کا وقوع آپ کیسے کہ اس کا

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهَا لَوْ قُبِلَ إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ

علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے نہیں ظاہر کرنے کا اُسے اپنے وقت پر مگر وہی ہے (حادثہ) بہت گراں ہے آسمانوں

وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا

اور زمین میں نہ آئے گی تم پر مگر اچانک وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا آپ غائب ہیں اس کے

قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ قُلْ

متعلق آپ فرمائیے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۳۹ قُلْ

لا اِنّ ہو گیا ہے۔ ورنہ اس سرورمہری اور جفاکشی کے بدلے اس سرگرمی اور طلوع و غروب کا کیا حسنی؟ ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ وہ غریب ہیں۔ اسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔

۳۸ روز قیامت پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ قرآن کریم نے انتہائی کوشش کی ہے کہ اپنے ماننے والوں

کے دلوں میں یقین راسخ کر دے کہ اس زندگی کے بعد انھیں ایک دن بارگاہ رب العزت میں پیش ہونا ہے جب کہ ان کے

اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اور ہر ایک سے ان اعمال کے مطابق سلوک کیا جائے گا جو وہ اس دنیوی زندگی میں بجالا کر رہا ہے لیکن

جس طرح موت کا وقت لوگوں سے مخفی رکھنے میں حکمتیں ہیں اسی طرح قیامت کے دن کو بھی ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ اس کو

انتہائی طور پر پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید میں یہاں بھی اور اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قیامت کے وقوع کے علم کو

علم الہی کی طرف توجہ دیا گیا ہے۔ اس آیت میں ایک مرتبہ فرمایا انما اعلمها عند ربی، اس کا ترجمہ میرے رب کے پاس ہے

اور دوسری مرتبہ فرمایا انما اعلمها عند اللہ، اس کا ترجمہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے انھیں آیات تفسیر کے پیش نظر اکثر مفسرین نے علم الہی

قیامت کے متعلق تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ قد استأثرت علمها (کشف وغیرہ) یعنی قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مخصوص

فرمایا ہے چنانچہ ماریٹاوی نے اسے ان تشبیہات سے شمار کیا ہے جن کا علم ذات الہی سے محض ہے وہ سورہ آل عمران کی انھوںں آیت

وما یعلم سرہ الا اللہ والراستخون فی العلم الخ کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس آیت میں جن علماء نے اﷲ پر وقت کیا ہے انھوں نے مشابہات سے وہ اشیا مراد لی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ ومن وقف علی الاﷲ فسر الاستشابه بما استأثر اللہ بعدہ کما لا یقدر الدنیاء وقت قیام الساعۃ وخواص الاعداد کعد الذبانیۃ او بحدلی المقاطع علی ان ظاہرہ وغیرہ مراد ولعیدہ صلی علیہوا المراد (بعض آدمی) ترجمہ ابن عمر نے اس آیت میں الاﷲ پر وقت کیا ہے انھوں نے مشابہ کی تفسیر ان امور سے کی ہے جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جیسے اس دنیا کے بقا کی مدت، قیامت برپا ہونے کا وقت، دنیا میں کئی کئی نیر و ہا آیتیں جن کا ظاہر ہی معنی دلائل تفسیر کے باعث مراد نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان عبارات سے یہ دم پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید ان امور کے متعلق دوسرے عام لوگوں کی طرح حضور نبی کریم بھی محض ناواقف اور سبے خبر ہوں۔ اس دہم کا ازالہ حضرت علامہ محمود آلوسی نے فرمادیا۔ اسی سبب آیت کی تفسیر کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ولعل القائل بكون الاستشابه مما استأثر اللہ تعالیٰ بعدہ لا يمنع تعلیقه للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بواسطۃ الوحی مثلاً ولا القامہ فی ردع الوحی التام صفاً لکن لا یصل الی درجۃ الاحاطۃ کعلم اللہ تعالیٰ وان ہو یکن مفصلاً فلا اقل من ان یکون محصلاً ومنع ہذا او ذلک مما لا یکاد یقول بہ من یعرف رتبۃ النبی ورتبۃ اولیاء امتہ الکاملین (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۸)

ترجمہ: یعنی جنھوں نے مشابہ کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امور جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے مختص فرمایا ہے وہ بھی اس کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ امور مفصلاً سکھا دیئے ہوں یا وہی کامل کے دل میں انکار فرمادیا ہو۔ لیکن تفصیل بھی اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے دو درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ یا تفصیلاً نہیں تو اجمالاً۔ جس شخص کو بھی سید المرسلین کی شان رفیع کا علم ہے اور حضور پروردگار کی اُمت کے اولیاء کا دین کے تہمتہ کو جانتا ہے وہ یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ۱۲۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان پہچاننے والی چشم جفا عطا فرماوے۔ آمین۔

البتہ یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ سبب ان امور کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی جانتے ہیں تو پھر ان امور کے علم کو ذات خداوندی سے مخصوص کرنا اور کھلتا ہوا کفر کا ذکر کرنا چرچہ معنی دار وہ اس شبہ کا ازالہ بھی فاضل آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمادیا۔ لکھتے ہیں :-

انما المنع من الاحاطۃ ومن معرفۃ علی سبیل النقص والتقصیر (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۸)

یعنی یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا علم محیط نہیں یعنی اس کی تفصیلات اور پیش آنے والے اقسام کا احاطہ کیے ہوئے نہیں اور کوئی فکر و فکر اور سوچ بچا نہیں جانتا اس لیے اس کی تفسیر میں نے دوسرے مقام پر تصریح کی ہے۔

ویمیزان یکون اللہ تعالیٰ قد اطیع حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی وقت قیامہا علی وجہ کامل

لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ

نہیں مالک مجھ میں اپنے آپ کے لیے نفع کا اور نہ ضرر کا مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ ۲۵ اور اگر میں (الغیر) کے لیے

مکن لا عنی وجہ یحاکم خدمتہ تعالیٰ بہ الا انہ سبحانه اوجب علیہ حتی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکفہ عکفہ
دیکھوں ذلک من خواصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام روح المعانی جلد ۲ ص ۱۱۲

یہ بھی جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے وقت سے کمال طور پر نگاہ
فرما دیا ہو لیکن وہ کمال علم ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم محیط و مکمل سے مساوی ہو سکتا ہو۔ اور پھر اپنے رسول کو کسی شخصیت بالغ
کے پیش نظر غفلت رکھنے کا حکم دے دیا ہو۔ ۱۲

بعض علمائے کرام کے کلام میں جب یہ تصریح نظر سے گزرے کہ اس کا علم کسی نبی اور کسی مقرب فرشتہ کو بھی نہیں دیا
گیا تو خیال رہے کہ اس سے مراد علم محیط و مکمل ہے جو ذات باری کے شایان شان ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے مطلق علم ہی نہیں عطا فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام)

شک ہے اس آیت کریمہ میں حضور رحمة للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات مقدسہ سے الوہیت کی نفی فرما رہے
ہیں کہ میں خدا نہیں۔ کیونکہ خدا وہ ہے جس کی قدرت کمال اور اختیار مستقل ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ نہ کسی کام سے اسے
کوئی زد و کد ہو سکتا ہے اور نہ اسے کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور پھر میں یہ اختیار کمال اور قدرت مستقل نہیں پائی جاتی۔ میرے
پاس جو کچھ ہے میرے رب کا عطیہ ہے اور میرا سارا اختیار اسی کا احسان فرمودہ ہے۔ لا املک کے کلمات سے اپنے
اختیار کمال کی نفی فرمائی اور الا ما شاء اللہ سے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ کوئی نادان یہ نہ سمجھے کہ حضور کو نفع و ضرر کا
کچھ اختیار ہی نہیں۔ فرمایا مجھے اختیار ہے اور یہ اختیار اتنا ہی ہے جتنا میرے رب کریم نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اب
یہ بات کہ کتنا عطا فرمایا ہے تو انسانی عقل کا کوئی پیمانہ اور کوئی اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ کوئی بنیادی حدت نام
نہیں کی جاسکتی۔ اس ایک آیت کریمہ میں ہی غور فرمائیے ولسوف یحیطون بربک فخر حق (اے حبیب!) تیرا رب
مجھے اتنا دے گا کہ تو کراشی ہو جائے گا۔ کیا ظلمت ہے حضور نے اپنی ساری توانائیوں اور قوتوں سے برات کرتے ہوئے
ہر بات اپنے خالق و مالک کی طرف ہی اور مشیت کے سپرد کر دی اور اس بندہ توانے اپنی مشیت کو اپنے محبوب بندے کی
رضاد و خوشنودی پر منحصر کر دیا۔ بتا دیا۔ تجھے دینے والا میں ہوں۔ خود تمہیں دوں گا اور اتنا دوں گا جتنا تو چاہے گا۔ اب اس
عالی ظرف آفاقی و سبب ظرف کو کمال خطہ فرمائیے جب ولسوف یحیطون بربک فخر حق کا خروہ پہنچا تو عرض کی لئے کریم!
میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میری اُمت کا آخری فرد بھی جنت میں نہ پہنچ جائے۔ انصاف کرو کیا
آئیں جہنم سے بچا لینا دفع ضرر باذن اللہ نہیں۔ کیا جنت میں پہنچا دینا نفع و سامان باذن اللہ نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے۔

اعْلَمُ الْغَيْبَ لَا شَكَّ كَثُرَتْ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنَى السُّوْرَةِ

جان لینا غیب کو تو خود ہی ہست جمع کر لینا غیر سے اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف نہ

۲۳۹ آیت کے پہلے جہت کی طرح یہاں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات مقدسہ سے ائمہ نبوت کی نفی فرما رہے ہیں کیونکہ خدا وہ ہے جس کا علم ذاتی اور محیط ہو۔ اور میرا علم ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس مقام کی توضیح کرتے ہوئے علامہ خازن لکھتے ہیں کہ انور عجمی کی خبر دینا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعظم معجزات سے ہے تو یہاں اس کی نفی کیوں کی جا رہی ہے۔ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ حضور کا فرمانا برہیل تو اضع اور انکسار اور ادب تھا۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے مطلع نہ کرے میں غیب نہیں جان سکتا۔ آدھ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور کا ارشاد اس وقت ہو جب غیب پر آگاہی نہیں ملتی تھی اور جب آگاہ فرمایا تو ارشاد فرمایا فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارضی من رسلی الخ اگر آیت کے الفاظ میں خود کیا جائے تو علامہ خازن کی یہ تحقیق بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں جو شرط میں سے مستثنیٰ ہوا ہے اور علامہ جلال الدین ابن بشام نے اپنی گراں قدر تالیف المغنی میں لو پر طویل بحث کرنے کے بعد لکھا ہے۔

یتلخص علی ہذا ان یقال انما تتدل یعنی تلاخۃ اور عرق السبیلۃ والسبیلۃ وکونہما فی الماصی وامتناع السبب من المغنی جلد اول صفحہ ۲۰۹ یعنی اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لو قین امور پر دلالت کرتا ہے۔
(۱) شرط کو سبب اور جزا کو مسبب بنانا ہے۔ (۲) دونوں کا تحقق نہا نہ ماضی میں ہوتا ہے (۳) سبب متمنع ہوتا ہے۔
اس تحقیق کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت میں خود کیسے کہ اگر یہاں علم غیب سے مراد علم ذاتی و قدرت ذاتی کو مستلزم سے نہ لیا جائے تو یہ سبب نہیں بن سکتا کیونکہ صرف علم غیر بشر جمع کر لینے اور وضع ضرر کو دور کرنے کا سبب نہیں ہو سکتا۔
کیونکہ کسی تخلیق کے وقوع کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔ مونی کسی بات ہے۔ کسی شخص کو عدالت عالیہ سے اگر چاہی اس کا حکم ہو جائے تو وہ یہ چاہتے ہوئے کہ مجھے چاہی دے دی جائے گی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اس لیے حصول خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے۔ تب ہی لو شرط اور جزا میں بہتیت کا ملا قہ پیدا کر سکتا ہے جو اس کا پہلا خلاصہ ہے۔ اس کا دوسرا خلاصہ کلام کو زائد ماضی کے ساتھ مخصوص کرنا ہے اور نہا نہ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو مستلزم نہیں کہ آئندہ بھی یہ نہ پایا جائے۔ نو کا تفسیر خلاصہ یہ ہے کہ وہ سبب کے متمنع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور علم غیب جس کا حصول متمنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی متمنع نہیں بلکہ سب اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔ اب لو سے جس علم غیب کی نفی کی جا رہی ہے وہ وہ ہے جس کا حصول متمنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہے۔ اس لیے اس آیت کریمہ سے علم غیب معانی کی نفی نہیں ہوتی اور ہم ہی اجماعاً دیکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو باعلام اللہ تعالیٰ غیب کا علم حاصل تھا۔

إِنَّا الْإِنْدِيرُ وَبَشِيرُ الْقَوْمِ يُؤْمِنُونَ ۝ هُوَ الَّذِي

نہیں نہیں میں غرور رائے والا (فرانوں کو) اور خوشخبری سنائے، اللہ اس قوم کو جو ایمان لائی ہے وہ (خدا ہے) جس نے

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

پیدا فرمایا ہے تمہیں ایک نفس سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تاکہ جینا حاصل

إِلَيْهَا فَلَمَّا تَخَشَّيَا حَبَلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا

کرے اس (جوشے) سے بھر جب مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے جسے سے حمل سے بھر جاتی ہے وہی ہے

أَنْفَلَتْ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْنَا صَالِحًا لَنُكَوِّنَنَّ مِنْ

اس کے ساتھ بھر جب وہ بھول ہو جاتی ہے تو دعا مانگتے ہیں (میں اللہ) کہ اگر تمہیں عطا کرے میں نکلتا تو تمہیں بڑا کرے

۱۱۲ توحید کا بیان تب ہی مکمل ہو سکتا ہے جب اس کے ساتھ شرک کا تو بھی کیا جاتے۔ چنانچہ اس آیت میں شرک کی تردید کر کے

مسئلہ توحید کو پائے تکمیل تک پہنچا دیا۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ خدا اور مجہود تو وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور

تمہاری تسکین قلب اور راحت و آرام کے لیے تمہاری جنس سے جنم نازک کی تخلیق فرمائی اور تمہارے درمیان میاں بیوی کا

رشتہ استوار کر دیا۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ ہم ہمیشہ اپنے مولائے کریم کے حضور میں سر نہ اٹھ کیے رہتے اور اس کی عبادت اور یاد

میں سرشار رہتے۔ لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ جب تمہیں امید ملتی ہے تو تم دونوں میاں بیوی الٹھپائیں کرتے ہو کہ کسے ہمارے

رب! اگر تو نے ہمیں صبح اور شام و روز و رات فرزند عطا کیا تو ہم بھر بھر سے شکر گزار رہیں گے لیکن جب وہ کرم فرماتا ہے اور تمہاری

شاخ آرزو پر امید کا پھول کھلتا ہے اور تمہاری آواں گود ایک خوبصورت بچے سے آباد ہو جاتی ہے تو تم جھٹ اس دینے

والے کو بھول جاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ تو ہمیں مباشرت کا جس تجزیہ ہے۔ یا یہ فلاں ستارے کی تاثیر ہے یا یہ ہمیں فلاں ثبوت

دینے بخشا ہے۔ یہ کتنی احسان فراوانی اور حق ناشناسی ہے! تحقیق علماء کرام کے نزدیک یہ روایت مردود ہے کہ حضرت آدم و

حواء نے شیطان کے بہکانے سے اپنے ایک بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا تھا! حارث شیطان کا نام تھا جس سے وہ فرشتوں

میں پکارا جاتا تھا! امام رانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سخت تردید کی ہے۔ آیت کا مفہوم مختصر آدم میں نشین کر لینے کے بعد

اب آیت کی تفسیر تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔ ایسکی میں ہو غیر کامرج نفس ہے جو موت و نشوونما ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ

لننسکُنَ مَوْتًا لِّمَنْ كُنْ فَتُحْسِنُ فَتُحْسِنُ مَرْدًا اس لیے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے جیسے مذکور (لننسکُنَ) استعمال کیا۔ اگر

یہاں فقط کی رعایت کی جاتی تو کلام میں غلط ہو جاتا اور یہ پتہ چلتا کہ اس سے مراد خداوند ہے یا بیوی۔ کیونکہ یہاں دونوں مذکور

الشَّكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهُمْ أُصَابُوا بِرُحْمٍ مِنْ رَبِّهِمْ فَكَفَرُوا سِرًا ۝ فَلَمَّا تَوَلَّوْا سُرُكَاءَ فِي مَا آتَاهُمَا

(تیسرے) شکر گزار بندوں۔ پس جب انہیں سزا دی گئی تو وہ لوگ ان کے ساتھ شکر و کس میں

فَتَعَلَّى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ أَيْشُرْكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ

۱۲ اس نے انہیں دیکھ کر تو بڑا تر ہے انہیں سے انہیں وہ شریک بناتے ہیں۔ کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ شریک بناتے ہیں اسے جس نے پیدا نہیں کیا

يُخْلِقُونَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسُهُمْ

کوئی چیز اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ اور وہ نہیں جانتے کہ ان کو مدد پہنچانے کی اور نہ اپنی

ہیں۔ اس لیے معنی اور مفہوم میں انہیں کو دفع کرنے کے لیے نفس کے بدلوں (فوائد) کو پیش نظر رکھتے ہوئے صیغہ مذکر استعمال کیا (فلسفۂ تفسیر) کما یہ ہے محبت سے صحت بہ ای استعوت بہ فالمراد بقیہ بہ کما کانت قبل حیث قامت و قدعت و استوت (قرطبی)

۱۳ یعنی دونوں میں یہی اس لئے کہ بتوں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں۔ اور ان کے نام عبدالعزیز، عبداللہ رکھنے شروع کر دیتے ہیں۔ شرکاء من الاصنام والادیان..... فان المشركين ينسبون ذلك الى الله تعالى (قرطبی)

۱۴ لایخلق و هو یخلقون میں دونوں ضمیروں کا مریض ما موصوفہ ہے لیکن یخلق میں ہو ضمیر واحد ہے اور یخلقون میں ہو ضمیر جمع۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ ہا موصوفہ کی دو حیثیتیں ہیں: فعلی اعتبار سے وہ واحد ہے اور لایخلق میں اس کی حیثیت کو معتبر رکھا گیا ہے اور موصوفہ کو مریض سے جمع ہے اور لایخلقون میں اسی موصوفہ کی حیثیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ دوسری بات جو یہاں غور و طلب ہے وہ یہ ہے کہ شرکاء سے مراد بت ہیں اور وہ بے جان تھے۔ تاہم کے مطابق تو ان کے لیے ضمیر موصوفہ ہونی چاہئے تھی۔ یہاں جمع ذکر کا بیحد کیوں استعمال ہوا؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ چونکہ کفار و مشرکین کا عقیدہ ان کے متعلق یہ تھا کہ یہ بت عقل و حیات رکھتے ہیں، اس لیے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کا ذکر کیا گیا و هو ضمیر الاصنام یعنی بہ علی تسمیتہا یا ہا الہمة (بیضاوی، مظہری)

۱۵ یعنی یہ بے جان اور بے بس جیسے کب تھا جو کہتے ہیں جب کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ کسی کا کچھ سن سکتے ہیں اور نہ کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ المقصود من هذه الآية: إقامة الحجة على ان الاديان لا توضح للالوهية (دکیر)

يَنْصُرُونَ ۝ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۖ

مدد کر سکتے ہیں اور اگر تو بلائے اُنہیں اُسی ہدایت کی طرف تو نہ پیروی کریں تمہاری۔

سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ۝ إِنْ الَّذِينَ

کیساں ہے تمہارے لیے خواہ تم بلاؤ اُنہیں یا تم خاموش رہو اُسے کفار ہے شک نہ ہو انہیں

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادُ أَمْثَلُكُمْ فَأَدْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا

تم کو کہ جسے بلاؤ گے اللہ کے سوا بعد سے ہیں تمہاری طرح سے تو بلاؤ اُنہیں پس چاہئے کہ قبول کریں

۱۲۵۱ کیونکہ وہ دشمن کہتے ہیں دیکھ سکتے ہیں۔

۱۲۵۲ قرآن کریم کی وہ آیات جہاں دعوایہ عو کے فاعل مشرک ہیں اور مقول ان کے معبودانِ باطل ہیں۔ وہاں تمام متقدمین

علماء تفسیر نے دعایہ عو کا معنی عبید، عبید (عبادت کرنا) کیا ہے۔ تدعون ای قہود و قہود تدعونہا

اللہ (قریبی) ای قہود و قہود اللہ (بغیر) ای ان الذین تدعون ایہا المشرکون اللہ من

دون اللہ و قہود و قہود ابن جریر: اس سے پہلے بھی جتنی آیات گزری ہیں جن میں تدعون، تدعون وغیرہ

الفاظ ہیں وہاں بھی ان کا معنی عبید و قہود و قہود مشرکین کے والد سے نقل ہوتا آیا ہے۔ کیونکہ آج کل یہ چیز عام ہوئی ہے

من مبی ہوئی ہے اور بعض غیر ذمہ دار لوگ ان کلمات کے معنوں کو صحیح نہ سمجھنے کے باعث مجبوراً اہل اسلام کی تکفیر اور ان کو

مشرک ثابت کرنے میں اپنی قربان و قلم کا سارا زور صرف کر رہے ہیں۔ اس لیے اگر اس کی مزید وضاحت ہو جائے تو بفضلہ

تعالیٰ شاید کئی کم ہو اور اس غیر صحت منہذا میں کوئی خوش آئند تبدیلی نہ آئے ہو جائے۔ علامہ ابن قیم نے لفظ دعا کی تحقیق کرتے

ہوئے خوب لکھا ہے۔ فدایتے ہیں۔ الدعاء نوعان الدعاء عبادة ودعاء مسألة والعابد داع والداعل داع

وجلاء الاضمار یعنی دعا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دعا یعنی عبادت ہے اور ایک دعا یعنی سوال ہے۔ عبادت کرنے والے

کو بھی داعی کہتے ہیں اور سائل کو بھی داعی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت کرنا شرک ہے لیکن کسی سے مانگنا

یا سوال کرنا شرک نہیں جن لوگوں نے قرآن مجید میں کسی غور و فکر کیا ہے ان پر صحت نہیں کہ کفار و مشرکین کا اپنے تئیں کے متعلق

کیا عقیدہ تھا؟ وہ ان کو الہ مانستے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ انھم کانوا اذا قيل لهم لا اله الا الله يمشكون

اع نلتا ان كانوا لا اله الا الله متلثا عن جنتون (صفحات) جب انہیں کہا جاتا کہ کو لا اله الا الله تو وہ غور کر کے جوتے کہتے ہیں

کیا ہم ایک شاعر مجنون کے کہنے پر اپنے آئینہ (خداؤں) کو چھو دیں۔ اگر آج بھی کوئی کسی کو الہ مانے اور اس کی عبادت

کرے خواہ جس کو وہ الہ مان رہا ہے اور عبادت کرتا ہے۔ انسان ہو یا غیر انسان، زندہ ہو یا مردہ اس کو پکارنا خواہ دوسرے

لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۚ

ان کے ہاتھ ہیں پکڑتے ہیں اُن جن کے ساتھ کیا اُن کی آنکھیں ہیں دیکھتے ہیں جن سے ۲۵۶

أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ ۚ بِهَا قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا ۚ

یا کیا ان کے کان ہیں وہ سنتے ہیں جن کے ساتھ آپ کہتے پکارو اپنے شرکوں کو ۲۵۷ پھر سازش کرو پھر کھیلو

فَلَا تُنْظَرُونَ ۚ إِنَّ وَلِيَّ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ

اور مت مہلت دو مجھے یقیناً میرا حمایتی اللہ ہے جس نے آوری یہ کتاب ۲۵۸ اور کہ

بھرا ہی قصاری امر ہے ان نیکو اوصیاء عقلاء فان ثبت ذلك فهو عباد امثالكم ولا فضل لاهل علیکم

فلم جعلتم انفسكم عبيدا وجعلتموها الهة وان اباؤا کبیر، علامہ قرطبی نے بتوں کو عباد کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے

کہ وہ بھی تمہاری طرح اس کے مملوک ہیں۔ اور تمہاری طرح اس کے پیدا کردہ ہیں۔ وسمیت المؤمنان عبادا لانہما

مملوكة لله مسخرة - الحسن، السعدی ان الصنماہ مخلوقہ امثالکم (قرجی)

۲۵۹ ان کی جہالت اور حماقت کو مزید آشکارا کیا جا رہا ہے کہ تم صاحب عقل و ہوش ہو گئے ہوئے مگر وہی اور پتھر کے بنائے

ہوئے یہ جان بچتوں کی پوجا کرتے ہو جن کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ قرآن کے پاؤں ہیں کہ ان سے چل سکیں۔ نہ ہاتھ

ہیں کہ ان سے کچھ پکڑ سکیں۔ نہ آنکھیں ہیں کہ کچھ دیکھ سکیں۔

۲۶۰ کفار کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ لیاں دیا کرتے تھے کہ آپ ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہیں۔ اور ان کی خدائی

کو تسلیم نہیں کرتے۔ یاد رکھو اگر ہمارے بت پر ہم ہو گئے تو پھر خیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مصطفیٰ علیہ الغیب ائمتہ و انبیاء اللہ

کو تمہارا بت ہے کہ اُسے جیبت! انہیں فرما دو کہ پوچھو تمہارے بت میرا بتا سکتے ہیں بتا لیں اور میرا اور امانت نہ کریں میں اپنے

ماتکب برحق کے بغیر کسی کو اپنا معبود اور الٰہ نہیں بنا سکتا۔

۲۶۱ میرا حامی و ناصر و مددگار و مددگار ہے جس کی حمایت و نصرت ہمیشہ اپنے نیک اور فرمانبردار بندوں کے شامل حال رہا

کرتی ہے۔ مجھے اس پر ہر وسوسہ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ سچ یہ ہے کہ اہل حق کے پاس ہی ایک

وقت ہے جس کے بل بوتے پر وہ بڑی بے باکی سے ہر طاغوتی طاقت سے ٹکرا جاتے ہیں۔ دلی الشیء الذی یحفظہ

و یمنع عنہ الظہور و قرطبی جو شخص کسی کی حفاظت کرے اور ہر قسم کے ضرر سے اسے بچائے اُس کو اس کا ولی

کہتے ہیں۔

يَتَوَكَّلِ الصَّالِحِينَ ۝ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْمَعُونَ

کامیت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا وہ طاقت نہیں رکھتے

نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ۝ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ

تمہاری ہدایت کی اور نہ انہی کی مدد کر سکتے ہیں اور اگر تم بلو گے انہیں ہدایت کی طرف

لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝

تو وہ نہ سنیں گے اور تو دیکھے گا انہیں کہ دیکھ رہے ہیں تجھے ہر طرف مالا مال انہیں کچھ نظر نہیں آتا

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ وَإِنَّمَا

قبول کیجئے معذرت (خطا کاروں سے) اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور کٹے (اور) پھیر دیجئے نادانوں کی طرف سے اور اگر

۲۵۷ میرا حامی و ناصر تو وہ ہے جس کی یہ شان ہے۔ اور تمہارے باطل اور جھوٹے معبودوں کی بے بسی کا یہ عالم ہے۔ اب تم ہی فیصلہ کرو کہ کیا اب و کامران کون ہوگا۔ اس مضمون کو دوبارہ بیان کرتے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات ابھی طرح ان کے فہم نشین کرادی جائے کہ ان کے معبود نہ اپنے پیچا دیوں کو کوئی طاقت نہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنے مخالفین کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

۲۵۸ اُن کی مصروفی انہیں تمہاری طرف مٹلی ہوئی تو ہیں لیکن میں بے زور۔ انہیں دکھائی نہیں دیتا۔

۲۵۹ اس آیت میں تین جہتوں کے متعلق ہدایت فرمائی گئی ہے۔ (۱) ہر قسم کے عداوت و عداوت کا اظہار کرنا جو آپ کے پاس آئے

اُسے کمال فراخ روی اور شفقت سے معاف کر دیجئے اور بدلہ و انتقام لینے پر اصرار نہ کیجئے۔ اسی خُذِ الْعَفْوَ عَنِ الْمُنَافِقِينَ

وَالْمُرَادُ اعْفُ عَنْهُمْ وَرُدُّوهُم إِلَى الْإِيمَانِ (۲) یہ کہ ابھی اور مفید چیزوں کے کہنے کا آپ لوگوں کو حکم دیجئے بِالْعُرْفِ بِالْمَعْرُوفِ

الْمُسْتَقْسَمِينَ مِنَ الْإِثْمِ (۳) یہ کہ ابھی اور نیکو لوگ اگر آپ کو برا بھلا کہیں تو اُن سے اُجھٹے نہیں۔ حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن میں افلاقِ حسنہ کے متعلق یہ جامع ترین آیت ہے۔ وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ

اجمع لِسْكَانِ الْخَلْقِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَةِ وَفَرْطِي (۴) ہر مومن کو ان صفاتِ حسنہ سے متصف ہونا چاہیئے اور خصوصاً اس جگہ

کوچم کے ذمہ اُشاعتِ دین اور تبلیغِ اسلام کا فریضہ ہے انہیں تو خصوصاً طوطی پران خاصا بل حمیدہ سے اپنے آپ کو مزین

کرنا چاہیئے۔ اسی مضمون کو زیادہ تفصیل کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمایا

ہے۔ اَمْرٌ بِتَسْعِ الْإِخْلَاصِ فِي السُّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْعَدَالِ فِي الْمَسْئَلِ وَالْعَفْوِ وَالْقَصْدِ فِي الْغَنَى وَالْفَقْرِ

وَالْعَفْوِ عَنِ ظُلْمِي وَأَصْلٍ مِنْ قَطْعِي وَأَعْظَى مِنْ حَرْمِي وَإِنْ يَكُنْ لُغَطِي ذَكَرًا وَصَمْتِي ذَكَرًا

يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعًا فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ

پہنچے آپ کو نکلنے شیطان کی طرف سے ذرا سا دوسرے تو فوراً پناہ مانگئے اللہ سے ہے شکایت سب کچھ سننے والا ہے

عَلَيْكُمْ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ

جاننے والے ہیں یہ شکایت لوگ جو تعویذ اختیار کیے ہیں اللہ جب چاہتا ہے انہیں کوئی خیال شیطان کی طرف سے

وَنُظَرَىٰ عَجْرَةً (قرطبی)

ترجمہ: مجھے میرے پروردگار نے فوجوں کا حکم دیا ہے۔

- ۱۔ اہل ایمان میں یہ خیال کو اپنا شعار بنائیں۔
- ۲۔ دشمنوں کی آواز یا ہتھیاروں میں مدد کریں۔
- ۳۔ جو کچھ پر غم کرے اس کو صاف کر دیں۔
- ۴۔ اُس کو دُور کر دیں جو مجھے غم زد کرے۔
- ۵۔ جو قطع تعلقی کرے اُس سے جلد رومی کر دیں۔
- ۶۔ میری زبان کو یاد ہو تو ذکر الہی سے۔
- ۷۔ اور میرے دیکھنے میں ہرگز پذیر ہی ہو۔

۲۶۵۔ اہل انجیل میں ان شرطیں اور ہمارا ناموسے مرکب ہے۔ فوج کا معنی ہے انگلیوں کے پوروں سے کسی کو لگا لگا کر اس کا مطلب ہے کسی نبی پر ایسا کہ اس کا اور کسی گناہ پر آگاہ و کرنا۔ واللہ اعلم بالصواب برؤس الاصابع والسماوات
ہمنا اللہ تعالیٰ ان الشیروا ان اعطوا و انوسوسہ (مفسر) سابقہ آیت میں جو اس اخلاق کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا کہ اگر شیطان انسان کی طبیعتوں میں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو کسی ایسے کام پر لگائے جو کہ ادب و قرآنی کے خلاف ہے۔ اور وہ اس میں دوسرا انداز کرے لگے تو انسان کو چاہیے کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کہ شیطان کی اس فریب کاری اور دوسرا انداز سے پناہ مانگے۔ اُسی ذات پاک اس کے ڈنگ لگاتے ہوئے پاؤں کو پھر ثبات بخشنے لگی حضرت عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے کہ جب پہلی آیت نازل ہوئی تو حضور نے عرض کی کیف یا رب و انقضی صبا اُسے رب غنمہ کا کیا علاج؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ یعنی اللہ تعالیٰ تیری ہر بات بھی سُنتا ہے اور تیری اعتماد کو بھی جانتا ہے۔ دو یقیناً تھیں شیطان کے شر سے بچانے کا۔ یا تیرے دشمنوں کے اقوال کو بھی سُنتا ہے اور ان کے اعمال کو بھی جانتا ہے۔ وہ خود اپنی قدرت سے ان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے گا۔ تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت۔

۲۶۶۔ نیک ہمارا اور پرہیزگاروں کو اگر کوئی شیطان دوسرا دھت سے بھٹکانے لگتا ہے اور اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے لگتا ہے تو فوراً ان کا نصیر ہوا رہو جاتا ہے اور وہ ذکر الہی میں مشغول ہو جاتا ہے اور توبہ و استغفار شروع کر دیتے ہیں جس

تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿٢٤﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي

تو وہ بڑا کو یاد کرنے لگتے ہیں تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور کوشٹوں کے پہلوئیں ہیں شیطان کھینچے جاتے ہیں انھیں

الْغَىٰ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٥﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بَايَةٌ قَالُوا لَوْلَا

گمراہی میں پھر انھیں گمراہ کرنے میں، وہ کوتاہی نہیں کرتے اور اسے جھوٹا جب آپ نہیں لاتے ۲۵۔ ان کے اس کوئی آیت تو

اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَذَا بَصَآئِرُ

کہتے ہیں کیوں نہ بنا لیا تم نے خود اسے فرشتے میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب سے یہ روشن دیکھیں ہیں تمہارے

مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّلْقَوْمِ الْيُؤْمِنُونَ ﴿٢٦﴾ وَإِذَا

رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہیں اس قوم کے لیے ایمان لاتی ہے اور جب ۲۶۔

کا ترجمہ یہ ہو گا ہے کہ شکوک شہادت کی گرد چھٹ جاتی ہے غفلت کی تاریکی کا فوراً جاتی ہے اور شیطان کا دام ہر گمراہ نیرین صاف دکھائی دینے لگتا ہے اور وہ خطرے کے اس مقام سے بحیرہ میں گزر جاتے ہیں۔

۲۷۔ دیکھئے تو انھیں کامیابی چھین لینا ہے لیکن یہاں اس کا معنی اپنی طرف سے گھڑ لینا ہے۔ یقیناً اجتبت المکذوبی از جنتہ واختلقته واختار عنه الا اجبت به من عند نفسك (قرطبی) کفار فتنوں مطالبات اور لایعنی فرمائشیں کیا کرتے اور جب ان کی توقع کے خلاف ان کے زہل میں تاخیر ہوتی تو کہنے لگتے آپ اپنی طرف سے آیتیں بنا کر کیوں پیش نہیں کر دیتے ان نابجھوں کو مقام نبوت کی نزاکتوں کا کیا احساس؟ یہاں تو دل میں کسی غیر کا خیال آجائے بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا چنانچہ نبی اپنی طرف سے کوئی آیت وضع کر کے اسے اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دے۔

۲۸۔ جب حضور نبی کریم علیہ الفضل الصلوٰۃ والتبلیغ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو کفار شور و غل مچاتے نہ خود سننے نہ اوروں کو سننے دیتے۔ اگر کسی آیت کے متعلق وہ فرمائش کرتے اور وہ پوری مذکی جاتی تو اذراہم حضور کو کہتے کہ جیسے خود بخود نبی بنے بیٹھے ہوا اسی طرح ایک آیت بھی اپنی طرف سے بنا کر پیش کر دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے کفار واجب قرآن پڑھا جا رہا ہو۔ تو اسے خود سے سنو۔ اس کو سننے سے کچھ عید نہیں کہ رحمت الہی کے دروازے ہم پر کھل جائیں۔ اور تم اس دعوت حق کو قبول کرنے کے لیے اپنے سینہ کو منشرح پاؤ۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس کے ظاہری جمال اور معنوی حسن سے متاثر ہو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ یہ کسی انسان کا نہیں بلکہ رب ذو الجلال کا کلام بلاغت نظام ہے۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو وہ توبہ ہو کر خاموشی سے بیٹھ جائے اور بے غور سے اس کی آیات طہیات کو سننے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت

قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَبَعُوا لَهُۥ وَانْحَبُوا إِلَيْكُمْ تَرَحُّمُونَ ﴿۹۱﴾

پڑھا جائے قرآن (مجدد) تو کان لگا کر سنو اسے اور چپ ہو جاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ

اور یاد کرو اپنے رب کو خفا میں اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے بھی چلائے بغیر

الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۹۲﴾

(یوں یاد کرو) صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ یا راتھی سے انٹالی ہونے والوں سے۔ بے شک

کا۔ مستحق بن جائے۔ و ظاہر اللفظ یقتضی وجوبہما حدیث یقرء القرآن مطلقاً و عامۃ العلماء علی استصحابہما لتأیید الصلوۃ (بمشاوری) یعنی اہل بیت کے الفاظ سے تو یہ ظاہر ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سننا واجب ہے لیکن عام علماء کا قول ہے کہ یہ مستحب ہے۔

۹۱۔ دل کے آئینہ سے غفلت کا غبار اور دُور کے دُربخ تاباں سے نادمانی کے داغ دھوئے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کی شبیہیں اور شاہیں یاد رانی میں بسر کرے۔ ذکر تب اپنا پورا اثر دکھانا ہے جب اس میں مذکورہ شرائط موجود ہوں۔

(۱) ذکر کرتے وقت انسان عاجزی اور انکساری کا ہتھ بنا ہوا ہو۔ کبر و غرور اور غفلت و کاہلی سے کوسوں دُور ہو۔ (۲) اسے اس بات کا ہر وقت شدید احساس ہو کہ اس کے اعمال اور اس کا ذکر اس بارگاہِ وقت و جلال کے شاہیانِ مہشان نہیں

(۳) ذکر کلا بھلا بھلا نہ کرے جس میں سب سے ادنیٰ کا شائبہ ہو بلکہ درمیانہ آواز سے کیا جائے جس میں ادب اور سنجیدگی ہو۔

ایک رات حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق کے گھر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ پیچھے

پچھے ذکر میں مشغول ہیں۔ تو حضرت فاذوق کے گھر کے پاس سے گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ بلند آواز سے خود ذکر ہیں۔ صبح ہوئی

تو دونوں کو بلایا حضرت ابو بکرؓ کو ہدایت فرمائی کہ ذرا بلند آواز سے ذکر کیا کریں۔ اور حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ ذرا آہستہ ذکر کیا کرو۔

یعنی اللہ عنہما صلی علیہما و آلہما و سلم علی یاد و دعا و شہد ہا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے خوب فرمایا

ہے کہ اگر ذکر کر دیا کہ اندیشہ برپا نہ لیں اور آرام کرتے والوں کو تطبیق پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر آہستہ ذکر کرنا مستحب ہے۔

بشوربت دیگر ذکر باہر افضل ہے۔ وقد جمع النووی بین الاحادیث الواردة فی استصحاب الجہس بالذکر

والواردۃ فی استصحاب الاسرار بہ بان الاصحاح افضل حیث ضاعت المویام او تاذی المصلحون الموانئ ثمون

والجہس افضل فی غیر ذلک۔ ان الشیخ المرشد قد یاہر المبتدی برفع الصوت لتقطع من قلبہ الخواطر

الراستۃ فیہ و ذورح البیان) تشریح لفظی و خیفۃ اصل میں خوفۃ تھا۔ داؤدی سے بدل گئی۔ الغل ذکر جمع غلۃ۔

جو ۶۶۱ء میں مقرب ہیں میرے رب کے وہ نیکتر نہیں کیا کرتے اس کی عبادت سے اور ملائی بیان کرتے رہتے ہیں

وَالَّذِينَ يَسْجُدُونَ ﴿٦٠﴾

اُس کی اور اسی کو مسجد کہتے ہیں

قال الجوهري الاصيل الوقت بعد العصر الى المغرب وجمعه اصيل واحصائل واحصائل - (قرطبي)

المسألة الذین سے مراد ملائکہ ہیں۔ اس سورہ کا انقسام فرشتوں کے ذکر پر سے کیا جا رہا ہے۔ اور بتایا جا رہا ہے کہ جب یہ نورانی اور پاک مخلوق ہر وقت اپنے پروردگار کے ہر حکم کے سامنے بکریں تسلیم و تمکین سے جڑے ہے۔ ان کی زبانیں اپنے رب تقدیر کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہجد میں نہر منہ سچ ہیں۔ اور ان کے دل اس کی یاد میں غوطہ خور ہیں اور ان کی پیشانی اس کی بارگاہ میں سجود پر ہیں۔ تو انسان جو سجدہ کا ذکر ہے ادا اللہ تعالیٰ کا وظیفہ ہے اس کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے مولائے کرم کی عبادت اور اطاعت میں حلیج و شام کو شاں رہے۔ ہر دم اس کی یاد، اس کے ذکر اور اس کی محبت میں سرشار رہے۔ اللہو یمعلننا من جلالک

القائمتین المختصین الذکرین بجاہ رحمة للعالمین علیہ و علی آلم افضل الصلوات واطیب التسلیمات۔

یہ آیت سجدہ ہے اور اس طرح کی بقول اصحیٰ پودہ آیتیں ہیں۔ جن کو جب انسان پڑھے یا سنے تو سجدہ کرے۔ اسے سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔ اس کے ادا کرنے کی بھی دو ہی شرطیں ہیں جو سجدہ نماز کی ہیں۔ یعنی باد وضو، پاک جگہ جو تفصیلی احکام کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

تعارف سورة الانفال

بسم الله الرحمن الرحيم

نام : اس سورۃ پاک کا نام الانفال ہے کیونکہ اس کا آغاز انفال (اموال غنیمت) کے احکام بیان کرنے سے کیا گیا ہے اس کی آیتوں کی تعداد پچھتر اور رکعات کی تعداد ایک سو چھتر ہے۔ اگرچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کی سات آیتیں اذیکم بک الذین... البصیح ہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ سورۃ تمام ہدایت عظیمہ میں نازل ہوئی۔

زمانہ نزول : سورۃ کے مضامین میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا نزول سب سے غزوہ بدر کے فوراً بعد ہوا۔ کیونکہ اس سورۃ کا بیشتر حصہ غزوہ بدر سے متعلق ہے اس لیے اس کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس غزوہ کے محرکات و اسباب اور اس سے پیدا ہونے والے نتائج کا بخیر فائدہ جائزہ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے ہاں شام غلام بارہ تیرہ سال تک کٹا پڑنے کے غزوہ بدر کا غم و غم کو صبر و سکون سے برداشت کرتے رہے۔ اور ان کے دل کی دنیا میں نور حق سے اجالا کرنے میں کوشاں رہے۔ لیکن اسلام کا پروردگار کے دلوں کی منکھلیں سرزمین میں جڑ نہ پکڑ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کھتے ارضانی تین سو میل دور شرب نامی ایک بستی کے رہنے والوں کو اسلام کی طوط فانی کر دیا۔ حج کے ایام میں وہاں کے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ ہجرت کے بارہویں سال قبیلہ خزرج کا ایک قافلہ جو پچھتر افراد پر مشتمل تھا، آگیا اور حضور کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ بھی درخواست کی کہ حضور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں مدتی افراد ہجرت انھیں ان خطرات اور مشکلات کا پورا احساس تھا جن سے انھیں دوچار ہونا تھا لیکن وہ ان کا سامنا کرنے کے لیے بخوشی تیار ہجرت کے بعد صورت حال بالکل بدل گئی۔ مکہ کے مظلوم و مظلوم سیدہ مسلمان مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئے۔ وہاں کے دو بڑے قبیلوں اوس و خزرج میں اسلام کی روشنی بڑی تیزی سے پھیلنے لگی۔ قلیل مدت میں مسلمانوں کی ایک مضبوط جمعیت معرض وجود میں آگئی۔ اور اسلام کی اشاعت کا کام چوتیرہ سالہ مکی زندگی میں نہ ہو سکا وہ یہاں آکر چند ماہ میں ہو گیا۔

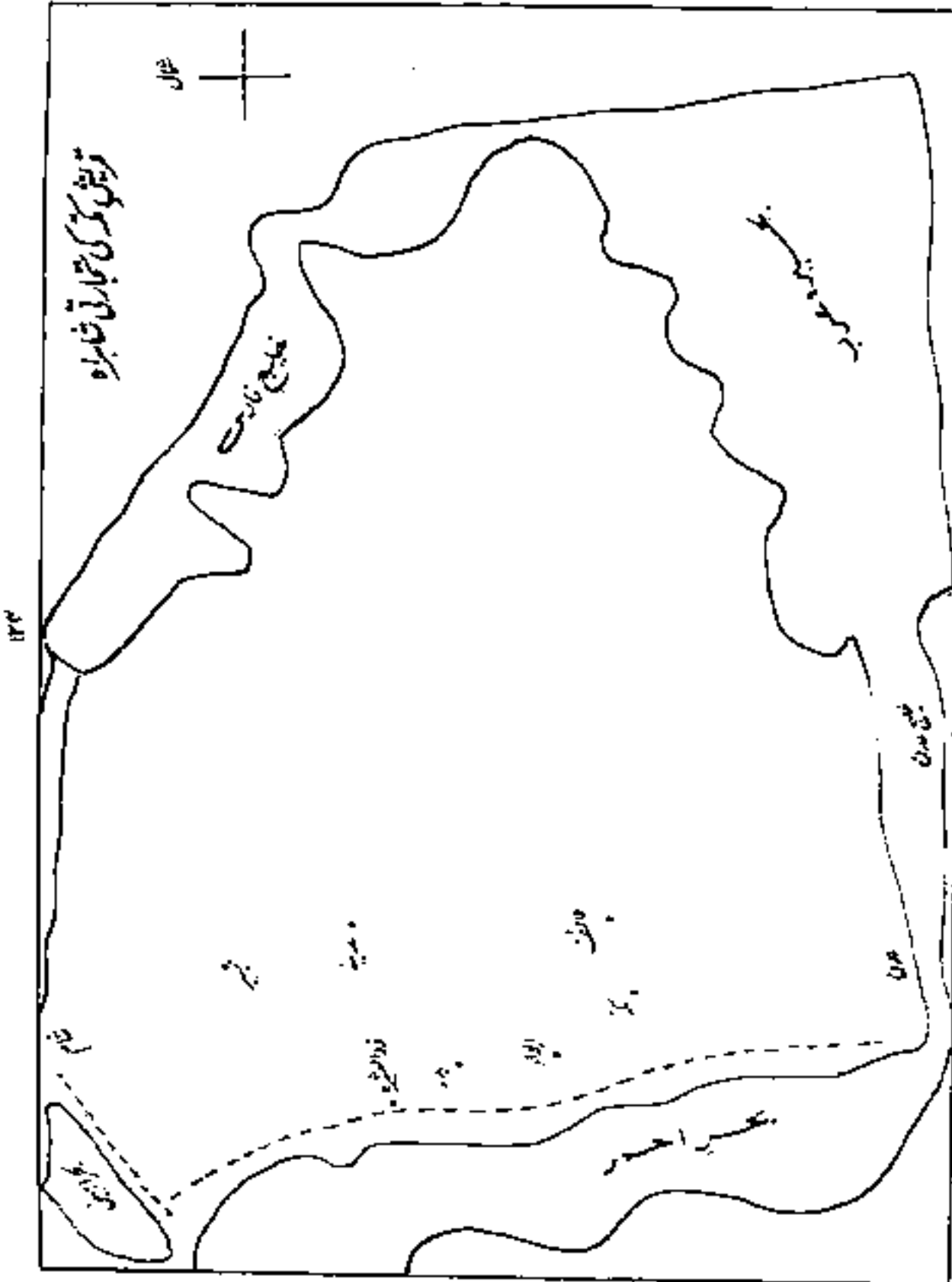
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی مہاجرین و انصار کو اخوت کے رشتے میں پرو دیا ہر مہاجر کا کسی انصاری کے ساتھ بھائی بھادر قائم کر کے اسلامی سوامی کو نہایت استوار دنیا و دل پر کھڑا کر دیا پھر یہودی قبائل جو مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں اقامت پذیر تھے ان کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے جس میں ہر ایک کو مکمل عربی آزادی دینے

کے ساتھ یہ بھی ملے یا اگر کسی طرف سے دین پر حملہ کیا جائے تو مسجد ملی کر اس حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔

اہل مکہ ان حالات سے بے خبر نہ تھے۔ اسلام کی دو زخموں ترقی اور اس پائس بیٹے ولسے قبائل سے مسلمانوں کے دوستانہ معاہدے ان کے لیے بڑی بے چینی اور اضطراب کا سبب تھے۔ وہ غریب جانتے تھے کہ اسلام کا عروج ان کے مشرکانہ عقائد اور جاہلانہ نظام حیات کے لیے موت کا سپینام ہے۔ اس لیے انھوں نے دین کی نشا کو بھی اسلام اور اہل اسلام کے لیے ناسازگار بنانے کی کوششیں کیں۔ دین میں وہ غصہ دیکھتے تھے جن میں وہ بڑی آسانی سے اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ عبداللہ بن ابی الدیہ و جعفر کی شخصیت کو وہ سچے پہلے عبداللہ بن ابی قحیفے حالات میں ماننا نہ چاہتے تھے کہ اس کی بادشاہت کا اعلان کیا جائے اور ان کا ایک نزدیک ہے اس کے لیے ناز شاہی تیار ہو رہا تھا۔ جعفر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر بھروسہ کے بعد اس کی آئندہ خاک میں مل گئیں اس لیے اس کے دل میں اسلام کے خلاف بغض و عناد کا ایک آئینہ جھریا ہو گیا۔ اب اس نے اور اس کے حواریوں کو ابلیس کی بڑی آسانی سے اپنا آئینہ کار بنا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ جعفر کے دلوں میں بھی حسد کی آگ بجھنے لگی تھی۔ ان پیادوں نے تو اس خیال سے جعفر کے استقبال میں بڑھ چڑھ کر حقدار بنایا تھا اور اس مقصد کے لیے مسلمانوں سے یار نہ گانا تھا کہ وہ دل میں یہ سمجھتے ہوئے تھے کہ یہ شخصیت نہ وہ جلا وطن لوگ جن کی مالی حالت بھی سخت ناگفتہ بہ ہے ان کو یہ آسانی سے اپنا حلقہ گوش بنائیں گے اور انھیں اپنے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔ لیکن جب پیغمبر اسلام اور اس کے خدائوں کی مضبوط انگلی شخصیت اور اسلام سے ان کی بے پناہ عقیدت و محبت کا تجربہ ہوا اور ان کی توقعات برآئی دکھائی نہ دیں تو ان کے تیرے بھی بول گئے اور وہ بھی ایسے سرگم کی آگ میں بہنے لگے۔ جب وہ مسلمانوں کی محبت کو پرانہ کہہ کے پھر اپنی برتری کا ستیجی کساول کے دلوں پر بھاسکیں چنانچہ ابلیس نے ان لوگوں سے اسلام کے خلاف سازا شروع کر دی اور مسلمانوں کو اپنی قوت سے مغلوب کرنے کے لیے وہ تباہ و تفرقا جتنے بھیجے شروع کر دیئے جو دین کی چراگاہوں سے مسلمانوں کے مویشی ہانکے لے جاتے۔ اور اگر ان کا کوئی مسلمان ہاتھ آجائے تو اس پر حملہ کر کے سے بھی باز نہ آتے۔

ان حالات میں کیا مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے کہ کس طرح مخالفت کی نند آندھیاں اٹھتی ہیں اور شیع اسلام کو گل کر کے چل جاتی ہیں کس طرح طوفان آئندہ آتے ہیں اور ان کے نخل آئندہ کو شروٹ سے انکیر کر چیک دیتے ہیں مسلمان اس طبیعت کے لوگ نہ تھے۔ انھیں زندہ رہنا تھا صرف اپنے لیے نہیں بلکہ ساری گم کردہ راہ اولاد آدم کے لیے تاکہ دنیا کا گوشہ گوشہ نور محمدی سے منور ہو جائے۔ اس لیے اس صورت حال سے ٹھٹھنے کے لیے جعفر کریم رحمۃ اللہ علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضروری اقدامات فرمائے۔

گفہار گم کو ان کے مساندانہ رویہ سے باز کھینچے انھیں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشوں اور ریشہ و دامیل سے روکنے کا انسان طریقہ یہ تھا کہ ان کی تمام شاہ راہ پر اپنی گرفت مضبوط کی جائے جو بحر احمق کے کنارے کنارے یمن سے شام کی طرف جاتی تھی اور جس پر اہل مکہ طاقت اور دوسرے قبائل کے تہارتی کاروان اپنا پیش قیمت سامان لے کر جاتے تھے۔ مسلمان سے لڑے ہوئے دو دو ہزار اونٹوں کے قافلے بیک وقت چلتے تھے۔ مشہور مشرق بہر بحر کے اندازہ کے مطابق اڑھائی لاکھ



پانڈی کی تجارت تو صرف اہل مکہ کی تھی۔ اور ان کی تمام تر معیشت کا انحصار اسی پر تھا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حبشہ، بنی مغیرہ، بنی مرہج وغیرہ قبائل سے معاہدے کیے جو اس شاہراہ کے ارد گرد سکونت پذیر تھے۔ ان قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد کفار مکہ کو مرعوب کر لے اور ان کو اپنی بالادستی کا احساس دلانے کے لیے لاپسے لاپسے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجے شروع کر دیئے۔

ہجرت کا دوسرا سال تھا، اور شعبان کا مہینہ تھا، زفروری یا مارچ ۶۱۰ء جب ابرو سفیان کی قیادت میں اہل مکہ کا ایک تجارتی کاروان جس میں پچاس ہزار پرندہ کی مالیت کا سامان تھا، شام سے مکہ کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اس کے ساتھ محافظ دست کی تعداد سب سے کم تھی۔ اس خوف سے کہ کہیں سلمان اس کاروان کی اطلاع پا کر اس پر حملہ نہ کریں، ابرو سفیان نے منہم بن عمرو الغفاری کو اجرت دی اور اسے دوڑایا کہ جا کر اہل مکہ کو اطلاع دے کہ وہ اس قافلہ کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لیے نکلیں۔ جب وہ مکہ پہنچا تو اس نے (حسب دستور جاہلیت) اپنے اوتھ کے کان کاٹ ڈالے۔ اس کی ناکسہ چوری اپنے پلان کو آٹا ڈال دیا۔ اپنی قیص کو آگے بڑھاتے ہوئے پھر آٹا اور زرد زرد سے چھلنا شروع کر دیا یا معشر قریش: اللہ علیہ وسلم! اسو انکم مع ابی سفیان قد عدول لبنا محمد بنی اھلبہ نرا سی ان تذکوا اللغات: اللغوث! اسے گروہ قریش! تمھارا مال و اسباب تمھارا ساز و سامان، تمھارے اسوا ل جواہر ابرو سفیان کے قافلے میں تھے ان پر محمد علیہ السلام نے اپنے یاروں سب سے حملہ کر دیا ہے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ تم اس کی مخالفت کر سکو گے، غریب کو پہنچو، غریب کو پہنچو۔

یہ سننے ہی ابرو جہل نے لوگوں کو جنگ پر ابھارنا شروع کر دیا۔ تقریباً گیارہ سو افراد اس تجارت میں حصہ دار تھا اس لیے اس ہجم میں ہر شخص کا ذاتی مفاد بھی تھا۔ تھوڑی دیر میں ایک ہزار آئندہ کار و بار یا بیویوں کا لشکر جزا برتیا ہو گیا جس میں ۶۰۰ نہ پرش تھے اور سب سے اوپر کا دستہ بھی تھا۔ بڑے سے بڑے گروہ سے یہ لشکر اپنے قافلہ کی مخالفت کے لیے نکلا۔ راستہ میں انھیں اطلاع ملی کہ قافلہ صحیح سلامت مسلمانوں کی نڈ سے بچ کر نکل آیا ہے۔ اس پر کئی لوگوں نے یہ رستے دی کہ ہماری اس ہجم کا مقصد پورا ہو گیا ہے اس لیے اب ہمیں واپس لوٹ جانا چاہیے لیکن ابرو جہل اور لشکر کی بجاری اکثریت اس پر رضامند نہ ہوئی کیونکہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر جمیعت کو آج ہی ٹھکانے لگا دیا جائے تاکہ ان کا فریب اور ان کی تجارتی شاہراہ جو ان کی رگ حیات ہے اس حبیب خطرہ سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے اور اس کے ارد گرد رہنے والے قبائل بھی اسے برا سال اور خوفزدہ ہو جائیں کہ وہ ان کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت بھی نہ کر سکیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت میں مدینہ سے نکلے جن میں ۱۲۰۰ ہاجر، ۱۰۰ قبیلہ اہل اور باقی (۱۰۰ کے قریب) قبیلہ خزرج کے انصار تھے۔ حضور حبیب وادنی دفران میں پہنچے تو اطلاع ملی کہ ابرو جہل ایک لشکر بڑا کر کے مدینہ کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔ سب مسلمانوں کا ہمتا یہ وہ تجارتی قافلہ تھا جس کے مخالفوں کی تعداد تیس چالیس کے لگ بھگ تھی بلکہ جنگجو اور تجربہ کار بہادر اہل کا ایک لشکر عظیم تھا جس کی قیادت مکہ کا مشہور سردار ابرو جہل کر رہا تھا جو قعدہ و مدین مسلمانوں کی اس مختصر جماعت سے تین گنا تھا اور ساز و سامان اور اسلحہ میں مسلمانوں کو ان سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ حضور رحمت عالم صلی

رات کو سب لوگ بخواب گئے لیکن چھپڑے علیہ التعلیہ و الثنا ویدارتھی۔ ماری رات اسلام کی فطرت اور

مسلمانوں کی نعمتوں کے لیے دعا میں فرماتے رہے۔ صبح ہوتی مسلمانوں کی صفوں کو درست کیا۔ اس سے کفار کا لشکر جنگ کی تیاریوں میں مضبوط تھا۔ ان کی سرکشاوت کو دیکھا اور مسلمانوں کی بے بسی کو ملاحظہ فرمایا۔ اپنے عرش میں واپس تشریف لائے اور بارگاہِ خداوندی میں امتہائی عجز و نیاز سے عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ هَذِهِ قَدْرِيْشِ عِدَانَتِ خِيْلَانِهَآ تَحَاوِلِ اِنْ تَكْذِبْ سَمْعًا لَّكَ اَللّٰهُمَّ فَتَصَرَّفْ لِّقَدْرِيْ وَعِدَانَتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعَصَاةُ الْيَوْمَ وَتَجِدَ اَنْفُسَ اَللّٰهِ اِيَّاهُ سَنَسْئَلُ قَدْرِيْشِ مِنْ جَوْشَنُ كَوْنِ وَفَوْزِ كَمَيْ سَبْ سَامَانِ سَيَسْ بِيْزْ بُوْكَرْ تَسْ بِيْزْ اَنْزَلِيْهِ سَيَسْ رَسُوْلُوْ كُوْجَلَانِشِ۔ اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! تیری وہ مدد جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ! اگر ان سبھی بھڑے مسلمانوں کو تو نے ہلاک کرنے دیا تو پھر تیری بھی عبادت نہیں کی جاسکتی۔

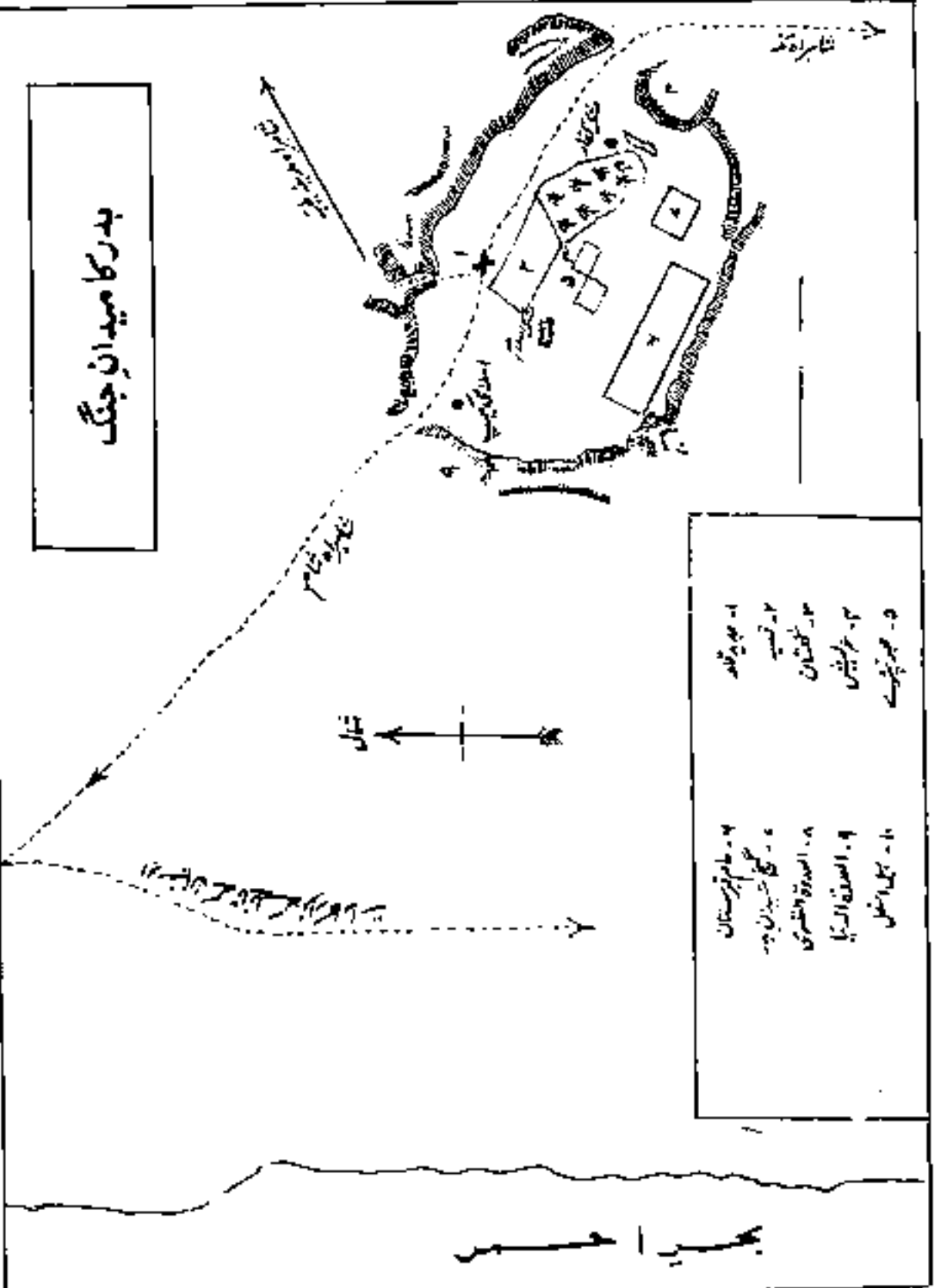
روسان کی نثر تا سیر ختمی اور عید کا دن تھا۔ جب چشمِ آفتاب نے اور وادی بدر کے سنگریزوں نے اس انوکھی جنگ کا مشاہدہ کیا اس میں باطل اپنی پوری قوت و جبروت سے سامنے ہو کر حق کو کھینچنے کے لیے نکلا تھا اور حق نے اپنی بے سُر سامانی کے باوجود باطل کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اگر اس روز خدا تعالیٰ کی تائید اور مسلمانوں کی جانفروشی کے باعث حق کا بول بالا نہ ہوتا تو آج آفتابِ سعادت کی یہ جلوہ سامانیاں نہ ہوتیں بلکہ یہ کائنات کفر و شرک کی اتحاد گہرائیوں میں غرق ہوئی ہوتی۔ اسی لیے قرآن مجید نے اس روزِ سعید کو یومِ النصر قرار دیا ہے۔ یعنی وہ دن جس نے حق و باطل کو الگ الگ کر دیا۔ یہ سب اس جنگِ بدر کا سیاسی اور تاریخی پس منظر جس کے متعلق اس سورۃ میں گفتگو فرمائی گئی ہے۔ نیز اس میں مسلمانوں کو اپنی اپنی کوتاہیوں پر بھی آکاہ کر دیا تاکہ وہ اپنی پہلی نصرت میں ان کی اصلاح کی طرقت متویر ہوں۔ یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ فتح و کامیابی محض اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے اس کی اور اس کے رسولِ کریم کی اطاعت میں کوشاں رہو۔ اگر تائید نہیں ہمیشہ ہمیشہ تمہارے شامل مانی رہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی بہادری اور شجاعت پر مغرور ہو کر احکامِ الہی اور ارشاداتِ مصطفویٰ سے سترائی کر سکو۔

ماںِ نصیحت کی نصیحت کا طریقہ بھی واضح طور پر بیان کر دیا تاکہ اس کے متعلق بھی کسی قسم کا غمان نہ پیدا ہو۔ اس کے ضمن میں صلہ و جنگ کے متعلق صحابہ و ان کی پابندی کا حکم بھی فرمایا تاکہ یہ قسمت جس کے نبی کی پشت کی ایک بڑی مرضِ حکامِ اخلاق کی تکمیل ہے وہ صلہ و جنگ بہر حالت میں ان حکامِ اخلاق کی علمبردار ہو۔

سورۃ کے آخری مقبض میں حضورِ کریم علیہ السلام کی شان بھی بیان کر دی جن کی سرفرازیوں قربانیوں۔ جان بازیوں پر ہم عید و جید اور مسلسل سی و حمل سے دینِ اسلام کو کامیابی اور عروج نصیب ہوا تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہ کر اسی انصاف، اسی تقیہ، اسی ایثار اور اسی جانفروشی سے پریم اسلام کو بلند سے بلند کرنے کے لیے ہمہ تن سحر و جادو کریں۔ اَدْبَاكَ هَكَذَا الْمُسْلِمُونَ حَقًّا رَسُوْلُوْكَ سَيَسْ اِيْمَانُ اِيْمَانِ۔ کے کلمات سے ان حضراتِ قدسی سنات کے پتے اور کمالِ ایمان اور ہونے کی خود نداد و تعلیم و خبر سے شہادت و سہوق اور پتہ ہی ان تمام لشکر و شجاعت کا ازالہ کر دیا جو بارانِ مصطفیٰ علیہ السلامِ التحیہ و احوالِ انشا کے متعلق اسلام کے ظاہری اور باطنی روشن قیامت تک اٹھائے والے تھے تاکہ کوئی جان بوجھ کر ان لشکر و شجاعت

ہاں سچا رہنا چاہتا ہے تو رُسے شوق سے لیکن بے علی اور بے خبری کی وجہ سے کوئی ان میں مبتلا نہ ہو۔

ہدیر کا میدان جنگ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورہ الانفال مدنی ہے اور اس کی ۷۵ آیات اور ۱۰ رکعات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوئی جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتا ہے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ ۚ فَاتَّقُوا

دريافت کرتے ہیں آپؐ غنیمتوں کے متعلق مسئلہ آپؐ فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ پس ڈرتے رہو

سورہ اسلام سے پہلے اہل عرب کسی قانون اور ضابطہ کے پابند نہ تھے۔ ان کی زندگی کی ساری سرگرمیاں ان کے لابی مزاجوں سے وابستہ تھیں۔ صلح و جنگ کے رسم و رواج میں عدل و انصاف کے بہانے قوت اور دھماکا دہی کا دھوروں تھا۔ اسلام نے کثرت ان کی اس بے ماہ روی کو قانون کا پابند نہیں کر دیا بلکہ آہستہ آہستہ حسب ضرورت احکام نافذ کیے۔ اس طرح وہ قوم جو بھی چند سال پہلے اناہیت اور سرکشی میں غریب الشل تھی انھیں ضابطہ کی طبع وارین گئی۔ بدر کی جنگ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی۔ نئے مسائل جن سے مسلمان پہلے آشنا نہ تھے۔ کا وقوع پذیر ہوتا ایک تدریجی بات تھی۔ اس سورۃ کا آغاز ایک ایسی ہی الجھن اور اس کے حل سے کیا گیا۔ بات بڑی ہوئی کہ نسب شریف سبائی سے مٹی بھر بیٹھے مسلمانوں نے کفار کی عظمت و فحوت کو خاک میں ملا دیا اور ان کا لشکر جبار اپنے سرسور قتل کے لاشے اور شہسوار و بہت سا سامان میدان میں چھوڑ کر بھاگا تو کچھ مسلمان تو جنگ ان کے تعاقب میں چلے گئے اور بعض مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس سامان پر قبضہ کر لیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اسے تقسیم کیسے کیا جائے۔ کیا خراج کے پڑانے رسم و رواج کے مطابق کر جو چیز جس کے ہاتھ لگے وہ لے کر چلتا بیٹے اور دوسرے مشتکتے رہ جائیں یا اسلام اس کے متعلق بھی کوئی واضح ہدایت دے کہ ہمیشہ کے لیے اس کی جگہ کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ قرآن مجید نے قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ فرما کر اس ساری آوازی کو ہی ختم کر دیا کہ میدان جنگ میں ہاتھ لگنے والا سامان و سامان افراد کی ملکیت ہی نہیں تاکہ وہ اس کی بٹائی میں ایک دوسرے سے جھگڑا شروع کریں بلکہ اس کا مالک تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مقبول ہے۔ اس لیے اللہ کا رسول اپنے مالک کے حکم سے جس طرح چاہتا تقسیم فرما دے کسی کو اعتراض کا حق ہی نہیں حضرت ابی امانہ الیابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس بن العاص سے رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ کس است انفال کیسے بانٹا جائیگا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ہم بدیوں کے حق میں نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے بارے میں جھگڑا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے رسول کے حوالہ کر دیا اور حضورؐ نے اسے برابر طور پر سب میں تقسیم فرمایا۔ فقال جفاة فینا معشر اصحاب بدر نزلت جہنم اختلنا فی الشمل و صارت فیہ اعلانا فغزاه اللہ من ایدینا و جعلہ الی الرسول فخصہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یو و یقول علی السواء و علی

مَغْفِرَةً وَرُسُوقٍ كَرِيمٍ ۚ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

بخشش ہے عہ اور باعزت روزی۔ جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے

وَإِنْ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ ۚ يُبَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ

حق کے ساتھ عہ اور بیشک اہل ایمان کا ایک گروہ اس کو ناپسند کرتا تھا۔ جھگڑ رہے تھے آپ سے عہ سچی بات میں

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَانْتُمَا يُسَاقِفُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۚ

اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی گریبا وہ ہانچنے کی طرف جدا نکال کہ وہ (موت کو) دیکھ رہے ہیں۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِنَّهُ يُخْرِجُ الطَّاغُوتِينَ عَنْكُمْ وَتُؤَدُّونَ

اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے کہ وہ ایک کا ان دو گروہوں سے کہ وہ تم سے لیے ہے عہ اور تم پسند کرتے تھے

عہ دنیا میں بھی ان کی قدر و منزلت بلند کر دی جاتی ہے اور جنت میں بھی ان کو نعمات رفیعہ پرفازا کیا جائے گا۔

عہ اس لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ کفار کے خلاف جہاد کا فیصلہ ہو چکا تھا مگر کئی غلطیاں تصور سرزد ہو چکی

تو اسے فوراً ٹھکرا نہیں دیا جاتا بلکہ اللہ کریم اسے اپنے دامن کرم میں پناہ دیتا ہے اور اس کی فحش معاف فرمادی جاتی ہے۔

عہ مال غنیمت کے متعلق یہ طریق کار کہ اگرچہ اہل عرب کے سابقہ رسم و عادات سے کچھ مختلف تھا اس لیے بعض طبیعتوں پر اس

کی تعمیل بہت شاق گزری۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب! اس کی پیروی نہ کرنا خیال مت کر و بلکہ جو ہمارا حکم ہے اس پر

کا رہنمائی ہو جاوے۔ ان کی یہ ناپسندیدگی ایسی ہی ہے جیسے لشکر کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ بعض لوگوں کو ناگوار گزرتا تھا لیکن آپ

نے ان کے انقباض طبع کو خاطر اہل ایمان کے لیے نظر انداز کر دیا اور ان کے لیے اس طرح اموال غنیمت کے

بابے میں بھی وہی بات تم سب کے لیے موجب خیر و برکت ہے جس کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے۔

عہ جیسے اس سورہ کے تعارف میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے کہ مدینہ سے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی ظاہری

موضع اہل مکہ کا تجارتی قافلہ تھا۔ اب باہر نکلے تو ابو جہل کی سرکردگی میں لشکر کفار کے آنے کی اطلاع ملی تو صورت حال بالکل بدل

گئی۔ مسلمان نہ جنگ کی نیت سے مدینہ سے روانہ ہوتے تھے اور نہ جنگی ساز و سامان سے مسلح تھے۔ اتنے بڑے لشکر اور مسلح لشکر سے

لوگ نا بعض لوگوں کو خلافتِ صلحت دکھائی دے رہا تھا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں

پھینک رہے ہیں۔ لیکن حضور کریم نے جو مجلس مشاورت وادیِ ذفران میں منعقد کی اس میں شیخِ مصطفوی کے پردوں نے جس

برائے اور جانفروشی کا اظہار کیا اس سے تمام لشکرِ اسلام کے حوصلے بلند ہو گئے اور کسی کو موت کا اندیشہ نہ رہا۔

اَنْ غَيْرِ ذَاتِ الشُّوْكَهٖ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ

کہ بہت گروہ تمہارے حق میں آئے اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اپنے

بکلیتہً وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ

ارشادات سے منہ اور کافروں کی جڑ۔ تاکثابت کر دے حق کو اور کافروں سے باطل کو

الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ

اگرچہ ناپسند کریں اس کو، عادی مجرم۔ یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اللہ اپنے رب کے توسل کی

لَكُمْ اِنِّيْ مُهِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدٰفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ

اس نے تمہاری فریاد (اور فریاد) یقیناً میں مدد کرنے والا بہت سی تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو آپ کے لیے آسمان میں ملاحہ

شعبہ انی دو طاقتوں سے مراد ایک تو اہل مکہ کا تہذیبی قافلہ ہے جو پچاس ہزار لڑائی کی ہدایت کا سامان ایسے شام سے مکہ کی طرف واپس لوٹ رہا تھا اور دوسرے کے مخالفین کی دستبرد میں پچاس سے زیادہ نہ تھے۔ اور دوسرا وہ مسلح و عظیم لشکر جو اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں پھر مسلمانوں کو نہیں ڈالنے کے لیے مدینہ کی طرف بڑھا چلا آیا تھا۔ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا۔ یہی امر تھا کہ بعض صحابہ کی یہی آرزو ہوئی کہ تمہاری قافلہ آمد کے تاکہ کسی غلامت کے بغیر اتنی دولت فراوان مل جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ اسلام کی سر زمین اور مسلمانوں کی تہذیب کے جوہر سے کیے گئے تھے ان کو پڑا کیا جائے تاکہ مشرکین کا سر غرور ختم ہو۔ حق کا برل بالا ہو۔ اور باطل کی رسوائی آشکارا ہو جائے۔ شوق لہنے کو کہتے ہیں۔ یہاں غشوکہ سے مراد تیز رفتار و ہلے ہمتیاء ہیں اسی لیے مسلح آدمی کو جہل شاکہ السلامہ اور غلبہ کے بعد بریل شاکہ السلام کہتے ہیں۔

منہ یعنی الحق کا سنی ہے بظہر الحق یعنی حق کو ظاہر کر دے۔ کیونکہ حق بذات خود حق ہوتا ہے وہ کسی کے حق بنانے سے حق نہیں بنتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ شکوک و شبہات اور بغض و عناد کے جو پر دے حق کو ڈھانپنے کے جوڑے ہیں جن کے باعث سادہ لوح انسانوں کو اس کی پہچان نہیں ہوتی وہ اٹھاوٹھے جاتیں اور حق اپنی تمام عزایا قبول اور دریاہائیں کے ساتھ آشکارا ہو جاتے تاکہ اس کو پہچاننے میں کسی کو دقت نہ ہو۔ اسی ان بظہر الاسلامہ، والحق حق ابدان لکن اقتضاسہ تحقیق لہ من انہ اذا لہ بظہر اشبابہ الما بطل و قلوبی

اللہ استغاثہ کا معنی ہے فریاد کرنا اور مدد طلب کرنا۔ الاستغاثۃ، طلب الغوث والتضرع (قدوسی) اس کے

اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَیْنُ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النُّصْرُ إِلَّا مِنْ

نہیں بنایا فرشتوں کے نزول کو اللہ نے کو ایک خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل متلذذ اور نہیں جسے مدد کر

عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۱۱ اِذْ يُغَشِّيكُمُ الثُّغُلَاسَ اٰمَنَةً

اللہ کی طرف سے، جبکہ اللہ بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔ یاد کرو جب اللہ نے تمہیں غم کی دھندلی سے لٹکا کر

مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُفْرًا وَ

باعتدال تمہیں ہر اس کی طرف سے اور اتنا دامن ہوا آسمان سے پانی تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور

مُراد حضور رحمت قہار میں کی وہ عاجز نہ رہا اور نیاز مند نہ فرمایا ہے جو بدر کے میدان میں ایک چہرے کے نیچے کھڑے ہو کر کی جیسا کہ

۱۱ یعنی یکے بعد دیگرے قطار اندر قطار فرشتوں کی جنگ میں شرکت کا منظر بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ غیر متعلقہ نبیوں کی طرح جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ ترتیب دستوں کی صورت میں یکے بعد دیگرے میدان میں آتے تھے جس سے مسلمانوں کے ہڈیاں دلوں کو اطمینان دے سکیں نہیب ہر فی قہر اور کفار کے زور سے ہوتے ٹوٹ گئے تھے اور بہتیں بہت ہو گئی تھیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس زمانہ کے بعد حضور نے اپنا سر مبارک جھکا دیا اور پھر اٹھا کر فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنَّا بِكَ هَذَا جَعَلَنِي مَتَّعًا اِيْمَانًا صَفَرًا اَتَّخِذُ بَعْدَ اِيْمَانٍ فَرَسًا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (متحدی عن الیہیاتی)۔ اے ابوبکر تمہیں خوشخبری ہو یہ جبریل ہیں زور و مستبازانہ سے زمین آسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے کھڑے ہیں۔

۱۱ فرشتوں کا نزول حضرت تمہاری تسکین والینان کے لیے اور تمہیں فتح کا شوق نہالے کے لیے تھا اور نہ نصرت و کامرانی مرحمت فرماتے والا تو خود رب تعالیٰ تھا جس کی قدرت سے اتنا زور و حکمت بنے نظیر ہے۔

۱۱ کفار میدان بدر میں پہلے پہلے پہلے پہلے تھے۔ انہوں نے مژدوں بگڑا پڑے تھے نصب کر دیے اور پانی پر بھی قبضہ کر لیا۔ مسلمان پہلے تو بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں پراؤ ڈالیں۔ چاروں چاروں دیں نیچے گاڑ دیئے۔ پانی کی کمی نہ تھی پلٹے ہیں تو پانیوں ریت میں دھستے چلے جاتے ہیں۔ نماز کا وقت آتا ہے تو وہ وضو غسل کے لیے پانی نہاد روپاس لگتی ہے تو پیشے کے لیے پانی نہایا۔ اس عجیب و غریب صورت حال سے مسلمانوں کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور شیطان رہ رو کر دل میں دوسرے ڈالنے لگا کہ تم اپنے آپ کو خدا کا مقرب سمجھتے تھے اب انکھول سے دیکھ لو کیا مقربین خدا کا یہی حشر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان دونوں ٹیلیوں کا ازالہ فرما دیا جس صبح کو جنگ ہونے والی تھی اس رات کو اہل گھر کر گئے اور اتنا موملا دھار میں ہرا کر وادیاں بربز پر کر رہے تھیں۔ مسلمانوں نے عرض بنا کر پانی جمع کر لیا اس طرح پانی

يُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ

ذوکر کر دے تم سے شیطان کی نجات اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جمادے اس سے

بِهِ الْاِقْدَامَ ۝ اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنۡيۡ مَعَكُمْ فَاٰمِنُوْا

تھا جسے قدموں کو۔ یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں میں تم

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَأُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ

ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو میں ڈالی ڈھنگا کافروں کے دلوں میں (دستار) رعب

فَاَضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاَضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنٰٓئٍ ۝

سورقم مارو دان کی ہرگزوں کے اوپر ۱۱ اور چڑھ گھاؤ ان کے ہر بند پر ۱۲

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۡقُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَ

یہ حکم اس لیے ہے کہ انھوں نے اللہ کی مخالفت کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی

کی نفرت دور ہو گئی۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ ارش کے پانی سے ریت جم گئی اور مسلمانوں کو چلنے پھرنے میں آسانی ہو گئی اور کفار کی

قیام گاہ میں کچھ ہی لمحوں میں گویا اور ان کے لیے نقل و حرکت دو بھر ہو گئی۔ دوسری خواہش جو مولا نے کی کہ اپنے لشکر اسلام پر قرآنی

وہ یہ تھی کہ ان پر جبر و تسلط کر دی گئی۔ راستہ بھر خوب سرستے۔ جس آٹھے تو باطل پشاش پشاش اور تازہ دم تھے لیکن اور افسردگی

لا نام و نشان نہ تھا۔ گھاؤ کا رعب اور ہیبت دلوں سے دور ہو چکی تھی۔ آیت کریمہ میں اعدائے اللہ کے الفاظ غر طلب

میں یعنی یہ کینہہ اتفاقیہ نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت اور رحمت سے ایسے مسلمانوں پر تسلط کیا تھا۔ وجہ اللہ تعالیٰ

سے خرا داس کی وہ وسوسہ اندازی ہے جو پانی کی نالی اور حالات کی ناسازگاری کی بدولت وہ مسلمانوں کے قلوب میں ڈالنا

چاہتا تھا۔

۱۱۔ اس آیت سے بظاہر ہر سی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں نے بالاعمال قرآنی میں حصہ لیا۔ لیکن میں حضرات سے اسے

مشہد جانا ہے ان کا خیال ہے کہ فاعل جو میں خطاب مومنین سے ہے اور انھیں ماننے کا حکم دیا جا رہا ہے لیکن آیت کے

الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔

۱۲۔ بنان یا تھ پتوں کی انگلیوں کے پوروں کو بھی کہتے ہیں اور بدن کے جڑوں کو بھی۔ حلقہ کرام نے دونوں معنی نرا د

مساء العرق

الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَذْبَارَ ۖ وَمَنْ يُؤَلِّهِمْ

کافروں کے لشکر جزائر سے ٹوٹت پھیرنا ان کی طرف راہیں (پیشیں) - اور جو پھیرے گا ان کی طرف

يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ ۖ فَقَدْ

اس روز اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ چھٹرا رہے والا ہو لڑائی کے لیے یا پلٹ کر آنی والا ہو اپنی جماعت کی طرف

بَاءٌ يَغْضِبُ مِنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ وَيَسُّ الْمَصِيرُ ۖ

تو وہ سستی ہوگا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُری لڑنے کی جگہ ہے - پس

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتُمْ إِذْ رَمَيْتُمْ

تم نے نہیں قتل کیا سنا اٹھیں بلکہ اللہ کے قتل کیا انھیں اور اسے مجبور کیا انھیں بھی (کچلے) وہ مشت خاک، جب

پتھے کا زمین پر گھسٹ گھسٹ کر ملنا - اسی وجہ سے آہستہ چلنے کو بھی منع ہے کہتے ہیں - الزحف اللذو قليلاً قليلاً واصلاً الاندفع

على الامة رافعون :- اس لفظ کا اطلاق لشکرِ عظیم پر بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی کثرت تعداد کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہی چل سکتا ہے۔ دوفی

العاموس الزحف الیہم من حصون الی العدو - اپنے دونوں حصوں (حصہ دہری اور اسی اسکے اعتبار سے یہ الذین کفروا اور فتنہ کا

مفعول ہے۔ کا حال ہے یا الفتنہ کے مائل (القیقہ کی ضمیر) اور مفعول (الذین کفروا) دونوں کا مائل ہے (منظہری)۔ میں نے

ترجمہ میں زحف کا معنی اسی طرح لکھتے ہوئے اذین کا حال بنایا ہے کیونکہ یہی مفہوم حقیقت سے قریب تر ہے کہ کفار

لشکرِ عظیم نے کوسٹوں پر ملنا اور پڑنے سے مسلمانوں کی توکڑ اور ذلیل جمیعت محض اپنے بپاؤ کے لیے میدان میں آکر ہی ہوتی تھی

لہذا اس آیت میں ان خصوصیات کا ذکر نہیں نظر دشمن کے سامنے سے پٹنے کی اجازت دی جا رہی ہے بلکہ اس کی مصلحت

کا اتمام یہ ہوتا ہے کہ لشکرِ امی موجودہ پوزیشن بدل کر نئی پوزیشن اختیار کرے تاکہ زیادہ قوت سے دشمن پر حملہ کیا جاسکے۔ اسلامی

فوج کے کچھ سپاہی اگر کٹ کر الگ ہو گئے ہوں تو ان کو بھی اجازت ہے کہ وہ ہٹ کر اپنی فوج میں شامل ہو جائیں اور اس کے

ساتھ مل کر جہاد کریں۔

سنہ نہتے مسلمانوں کا اپنے سے تین گنا مسلح اور طاقتور لشکر کو یوں ہنس کر دینا اور اس کے بڑے بہادر و عریض کو گلا

کر رکھ دینا محض نصرتِ خداوندی کا کرشمہ تھا اس لیے صاف صاف بتا دیا کہ تم اپنی قوت و شجاعت پر ناناں نہ ہو بلکہ اپنے رب

تقدیر کا احسان بھو اور اس کے شکر گرا رہنے رہو۔

لہذا ان کلمات میں حضور پر مصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خاص معجزہ کی طرف اشارہ ہے جس کا شاہدہ دوست و دشمن

عبد القادر

شماره اول

كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۹﴾ إِنَّ شَرَّ

طرح جنھوں نے کہا ہم نے سنی یا حالانکہ وہ نہیں سمجھتے ۱۹۔ بیشک سب جانوروں سے

الذَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ الْبِكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۲۰﴾ وَ

بزرگ اللہ کے نزدیک وہ بہرے گنجانے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے ۲۰۔ اور اگر

لَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا

جاتا اللہ تعالیٰ ان میں شلہ کرتی غریب تو انھیں ضرور سنا دیتا۔ اور اگر سنا دیتا انھیں قبول حق کی استعداد کے بغیر

وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۲۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَ

تو وہ پیچھے پھرتے ہوئے تو گردانی کرتے ہوئے۔ اے ایمان والو! بیشک کہو اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر جواب

۲۱۔ اہل ایمان کو یہ ضرور منافقین کے طریق کار کو اپنانے سے روکا جا رہا ہے کہ وہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے

کتاب الہی کو سن لیا لیکن جب عمل کی باہمی آتی ہے تو انھیں مانسپ ہو کر جاتا ہے جو انھوں نے سنا ہے اگر وہ اس

پر عمل پیرا نہیں ہوتے تو گویا انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ مثلاً قرعہ ہے جو انسان کو عمل کرنے پر آمادہ کر دے

شلہ شراصل میں اشارہ تھا کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ ماقطہ ہر گاہ۔ اسی طرح خیر بھی اصل میں اخیر تھا و

الواصل اشارہ مذلت المعنیہ کثرت الاستعمال یؤکد اخیر الاصل اخیر (قطبی)۔

جو لوگ سننے اور پڑھنے کی قوتوں سے صحیح کام نہیں لیتے۔ حق کو سمجھنے کے لیے اور حق کی تبلیغ کے لیے ان سے اتفاق و

نہیں کرتے ان کا شمار انسانوں میں نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی شکلیں اور بیوقوفی کو انسانوں کی سی نہیں لیکن وہ حقیقت وہ گمراہ اور

بہرے و گمراہ ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گمراہ سے کچھ زیادہ گمراہوں کو یہ حقیقت بخشنی ہی نہیں گئیں۔ وہ معذور ہیں لیکن ان لوگوں کو ان

گراں بہا صلاحیتوں سے بہرہ ور کیا گیا اور انھوں نے ان سے فائدہ نہ اٹھایا۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ ان خدا وادھائیتوں سے پوری طرح فائدہ اٹھا کر ہی ہم انسانی عظمت کی بلندیوں پر فائز

ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ہماری حالت بے شور و ملیشوں سے بھی بدتر ہے۔

شلہ اگر ان میں قبول حق کی استعداد نہ ہوتی تو انھیں کلام الہی کو سمجھنے اور قبول کرنے کی تفریق دی جاتی لیکن کیرا کھڑا

نے ہم سرکشی اور دانشتہ کفر و عناد سے اپنی اس استعداد کا کچھ نہ دیا ہے اس لیے اب کوئی فائدہ نہیں۔ اسی صورت

ہیں اگر وہ قرآن کی آیات سن بھی لیں اور سمجھ بھی لیں تب بھی وہ ان کو قبول نہیں کریں گے بلکہ ازراہ عناد اور تعصب

لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ

وہ رسول بلاستے تھیں اس امر کی طرف جو زندہ کرنا ہے تمہیں اور خوب جان لو کہ اللہ کا حکم بحال ہو رہا

انہیں حق جانتے اور پہچانتے ہوئے ان کا انکار کروں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ اہل مکہ حضور سے فرمائش کیا کرتے تھے کہ آپ ہمارے جدِ امجد تھیں گو زندہ کریں اگر اس نے آپ کی نبوت کی شہادت دی تو ہم بھی آپ کے ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے ایمان لانے کی توقع ہوتی تو قطعیٰ کو زندہ کرنا کچھ دشوار نہ تھا۔ لیکن ان کی ہمت دھری اور اسلام دشمنی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اگر قطعیٰ کو زندہ کر بھی دیا جلتے اور وہ حضور کی نبوت کی تصدیق بھی کر دے اور وہ اس کو انھوں سے دیکھ لیں اور اس کی شہادت کو اپنے کانپل سے سن بھی لیں تو پھر بھی پیٹھے پھیر دیں اور اپنے کفر و شرک سے پیچھے نہ ہوں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد اس کی حکمت بھی بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول میں چیز کی طرف تمہیں دعوت دے رہا ہے وہ تمہارے مردہ دلوں کو زندہ کرنے الیٰ اور تمہاری جاں لب و جوں کو نازک و نشانہ عطا فرمانے والی ہے۔ اذاعا کہہ کا فاعل حضور کی ذات ہے۔ لسان میں لام معنی الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی روش اور پی کی کتاب تمہیں یہ بتاتی ہے کہ مسرت نبویٰ تمہاری زندگی کا سرشتیہ ہے۔ اسی کی پیروی میں تمہاری بقا و دوام کا راز مضمر ہے۔ لیکن نعت کے چند بھی خواہ ہیں یہ کہہ کر شہادت رسول کریم سے برگشتہ نہ رہے ہیں کہ اطاعت رسول ہی وہ تفریح ہے جس نے آنت کے باقہ پاؤں کو حیدر کر رکھا ہے۔ یہی وہ ایمن ہے جس نے اس کے قرآن سے فکر کو مغلوب کر کے رکھ دیا ہے اور یہی وہ انفال و مسلل ہیں جن کے قتل کے کا میں حکم نکالنا لیکن بھی سازشیں دینی عقیدوں کو رام رکھے فریب میں آکر ان کے قتل سے جوئے مخلوق کو بہانے فراوان عقیدت سے محروم کر چھاپنے لگے ہیں زائل رہا ہے۔ آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ مسرت نبویٰ کے حصول اللہ تعالیٰ کا اور قرآن کا فرمان قابل تسلیم ہے۔ یا ان ہی خواہوں امت کا جو اپنے جہوں کے بدترین اور کامل ترین حاکم پرست ہونے کے باوجود ان مردانِ ارادہ کو محسوسیت و قنوت کے نکلنا دیکھتے ہوئے نہیں ٹھہرتے جن کے نعروں سے حق سے باہر غلط و استبداد کے افرادوں کی بنیادیں لرز اٹھتی ہیں۔ مناسب تفسیر مظہری و لفظ انرا ہیں۔ فان طاعتوا رسول فی کل امر و یحی القلوب و یعید البیتہ کہ ہر بات میں مسرت نبویٰ کی اطاعت سے دل زندہ ہو رہا ہے۔ اور اس کی نافرمانی سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اس طوفانِ خیر و نور میں اپنے چرخِ ایمان کو روشن رکھ سکیں اور اطاعتِ جمعیہ خدا سے اپنے مردہ دلوں کو زندہ کر سکیں۔ آمین ثم آمین۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت ابی سعید بن اعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم نے مجھے یاد فرمایا نماز ختم کرنے کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اسے مسیب اللہ! جب حضور نے اس غلام کو یاد فرمایا میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اب فادع ہو کہ حاضر بارگاہِ ہر گاہ ہوں۔ حضور نے فرمایا اسے ابی سعید! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا! استجبوا للہ و للرسول اذاعا کہہ دیا یہ حدیث کہ جس وقت تمہیں اللہ اور اس کا رسول بلاستے فردا حاضر

سید و العزرائی

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّتَضَعُونَ

غلاب دینے والا ہے۔ اور یاد کرو جب تم تختوں سے تھے شکہ کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے

فِي الْاَرْضِ تَخَافُونَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ النَّاسُ فَاَوْكُمُ

مکس میں دسبردشت، ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ایک نہ سے جا میں تمہیں لوگ، پھر اللہ کے پناہ دی تمہیں اور

اَيْدِكُمْ يَنْصُرُهُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کیں تمہیں پاکیزہ چیزیں تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا

اُسے ایمان دارو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو تمہیں

تو ماری قوم کو زنت و غلامی کی بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں۔

۳۔ میدان جہاد سے فراغت کر کے ان میں ان کے امور کے مطابق مثال ذکر فرمایا ہے۔ جسے مقصود نہیں۔

شکہ جبر سے پہلے بے بسی اور بیکسی کی جو حالت تھی وہ مسلمانوں کو یاد دلانی چاہی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو یاد رکھتے ہوئے اس کی شکر گزاری میں مصروف رہیں۔ آیت میں اللہ سے فرما دے کہ میں نے تمہیں (موسیٰ) (جسے اللہ تعالیٰ نے پناہ) (میرزا طیب) ہے۔ تاہم سے فرما دے کہ تمہیں ہے۔ دلق سے فرما دے کہ اموالی غنیمت میں جو پہلی اقسام پر حرام تھے اور غنیمت اسلامیہ کے لیے حلال کر دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے خیانت کا مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں بیان فرمایا ہے لا تخونوا اللہ بترك فرائضه والرسول بترك حقیقی فرائض یعنی فرائض کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور رسالت سے نکلنے کو کہ اس کے رسول سے خیانت نہ کرو۔ اور تمہارے فرماتے ہیں اعلیٰ ما من دين الله امانة فاذا والى الله ما ائتمنکم علیہ من فرائضہ وحدودہ، خوب سمجھو کہ اللہ کا دین امانت ہے۔ اس کے فرائض کی ادائیگی اور حدود کی پابندی کا تمہیں ایمان بنایا گیا ہے پس امانت میں خیانت نہ کرو۔ (مقہری) اسی طرح مسلمانوں کے مابین میں کس پہنچانا، حکومت کے سربراہوں اور افسرین اور ملازمین کا اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، ملک کے صنعت کاروں اور تجارتی صنعت اور کاروبار میں دیا شدہ امر کو نظر انداز کر دینا حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرنے میں داخل ہے۔

غور فرمائیے کہ پرمبادل انداز میں فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دانی چاہی ہے اور ایسا ہی ہے اللہ اور کو متنبہ کیا جاتا ہے

امنتکم وانتم تعلمون ﴿۱۷﴾ واعلموا انہا اموالکم و

اپنی امانت میں اس مال میں کہ تم جانتے ہو ۔ اور خوب جان لو کہ یہ مال تمہارے مال اور

اولادکم فتنۃ وان الله عندہ اجر عظیم ﴿۱۸﴾ یٰۤایہا

مشرقی اور غریب، آزمائش ہے اور بیشک اللہ اسی کے پاس اجر عظیم ہے عظیم اسے ایمان

الذین امنوا ان تنقوا الله یجعل لکم فرقاناً ولا یکفر عنکم

والہ ! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو وہ پیدا کر دے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور زمانہ تمہارا

سپاتکم ویغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم ﴿۱۹﴾ و

تمہارے گناہ اور گنہگار بنائے گا تمہیں اللہ اور اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے عظیم اور

یہی فرض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی اور امانت میں خیانت کو فی معمولی بات نہیں جسے نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت ہے۔ خیانت کا یہ جویم بھی اللہ سے ملے گا۔ اس پر عذاب ہوئے والے نتائج بھی نکلتے ہوں گے۔ یہ تباہ کن ہیں اس لیے اس پر جو سزا ملے گی اس کی شدت اور عقی کا تم خود اندازہ کر لو۔

عظیم مال اور اولاد سے بڑھ کر نعمت آزمائش اور کوشش ہے۔ محبت مال و اولاد انسان کو بزدل بھی بنا دیتی ہے اور بنیل بھی۔ حضور کے پاس ایک بچہ بچہ لایا گیا حضور نے اسے بوسہ دیا اور فرمایا اما النعم صیقلۃ والاعمر من ریحان اللہ والنفی یہ اولاد انسان کو بخل بھی بنا دیتی ہے اور بزدل بھی۔ باور یہ اللہ کے بھول ہیں۔ اب جو اس طبیعت کے باوجود احکام الہی کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتا یا قنوت کا کامیاب ترین انسان ہے۔ ایک دوسرے لحاظ سے بھی اولاد دینی آزمائش ہے۔

بچوں کی صحیح تربیت، ان کو صحیح مسلمان اور کامل انسان بنانا ان کی تربیت پر خدا رب عالمیہ کے نقوش ثبت کرنا والدین کے لیے ایک کٹھن آزمائش ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا صحیح شکریہ ہے۔ جو کہ نظرائی اولاد کے لیے دولت ہی سمجھی کرتے رہتے ہیں اور انھیں اسی غشی دہری کی پرستش کا ڈھنگ دکھائی دیتی ہے۔ حق پرستی کی تکمیل جانتے ہیں۔ انھوں نے اس نعمت علی پر اپنے ستم خیزی کا بھرپور شکریہ ادا نہیں کیا۔ اور نہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پرہیزگار بندوں کو بڑی انعامات سے سرفراز فرماتا ہے اس آیت میں ان کا بیان ہے

انعمت فرقان — ۲۰ ستر شوق — ۲۱ — آخر زین گناہ۔

فرقان مصدق ہے اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت کو فرقان کہتے ہیں۔ اسی مصدقہ فی کل و بکو نصر من بین الحق والباطل

إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ

یاد کرو جب کفریہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے قہر سے آپ کو روکنا یا قتل کرنا یا آپ کو باہر نکال دینا

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۖ وَإِذَا تَشَاءُ

انکے مکر کرنے میں اور اللہ بھی مکر کرنے والا ہے اور اللہ سب سے بہتر مکر کرنے والا ہے اور جب چاہے

منظری، مافین کا لین کا اشارہ ہے کہ ذکر الہی سے ایک نئی پیدا ہوتا ہے جس سے حقائق آشیاں آشیاں ہوجاتی ہیں اور غلطیوں میں
میں فرق محسوس ہونے لگتا ہے۔ دینی حقائق اسطلاح الصحیفۃ بالکشف و نظریہ بالکشف سے کرام کی اصطلاح میں اسے
کشف کہتے ہیں اور حضور علیہ افضل الصلوٰت و افضل التسلیمات کے اس اشارہ پر گرامی میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے
انفوا خواستہ انتم من خاتہ بنظرو بنظرائہم ہوس کی فراست سے دور کرو وہ قرائن کے قریب سے دیکھتا ہے۔

پر ہیز کا بدل پر دوسرا انعام یہ کیا جاتے گا کہ ان کے گناہوں کو چھپا دیا جائے گا کسی کی نگاہ ان پر نہ پڑ سکے۔ علامہ ابن
منظور کفر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں و اصل الکفر غطیۃ الشیء تغلیطاً مستہککہ یعنی کفر کا اصلی مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز
کو اس طرح ڈھانپ دیا کہ اس کا نام و نشان بھی محو ہو جائے۔

علامہ موصوفت آگے چل کر لکھتے ہیں و التکفیر فی المعاصی کالاحباط فی الثواب۔ اگر ثواب مایسا ہیٹ ہو جائے تو اس
کے لیے اجراء کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اگر گناہوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے تو وہ ان تکفیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔
امان العربیۃ۔ واللہ تعالیٰ کا پرہیز گاہوں پر یہ کتنا گرم ہے کہ عالم فطرت میں ان سے جو گناہ سرزد ہوتے ان کو وہ اپنے
کرم کی جلد سے ڈھانپ دیتے اور کسی کو ان گناہوں کی اطلاع تک نہ ہو۔ ان نیک بختوں پر جو سیرۃ احسان فرمایا جائے گا وہ یہ
ہے کہ اگر بشری تعامل کے باعث ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے کسی حرم کا وہ ارتکاب کرے یا کسی کو اس پر قلم غلط پھیر
دیا جائے گا اور اسے بخش دیا جائے گا۔

بیشک تعزیری کے قمار سے گراں ہیں لیکن ان پرچین انعامات کی بارش کی جاتی ہے۔ ان کے باعث ان کی تعزیری
ان کی گراں حالی کا تصور تک محو ہو جاتا ہے۔

مسئلہ یعنی اپنے پرہیزگار بندوں پر اس کی بخشش ہوتی ہے انداز میں اس کا حاصل دکر ہے کسی کا اس پر کوئی حق
نہیں جس کا اور اگر اللہ تعالیٰ پر واجب ہو۔ راہ تعزیری پر گناہن ہوتا ہے تو محض اس کی تفریق و دستگیری کا ہی مزمون نہ تھا۔
حکمہ اہل شریعت میں اسلام کی روشنی میں سے کفار کے گناہوں کو یہ فکر و انگیر جو مٹی تھی کہ کہیں حضور مجی ہجرت کے انھیں
کے پاس نہ چلے یا نہیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر اسلام کے خطرہ کا سبب اب ان کے اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ چنانچہ کوئی فیصلہ
قدم اٹھانے سے پہلے انھوں نے اپنی قوی پابندی و دار اندوہ میں قلم کے منکریں اور انکسروں کا اجلاس طلب کیا۔

عَلَيْهِمْ اَيْتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا

ان کے سامنے ہتھ جامی کہتے کہتے ہیں راہی بہنے درشن لیا ہم کے اگر ہم چاہیں تو کہہ دیں ایسی آیتیں۔ نہیں ہیں

اِنْ هَذَا اِلَّا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ۝ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ

یہ سحر کہانیاں احمیہ لوگوں کی - اور جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر ہو

بعض کی بات یہ تھی کہ آپ کو ایک تنگ و تاریک جبر سے میں ہمیشہ کے لیے قید کر دیا جائے۔ بعض نے کہا کہ آپ کو یہاں سے
بہا دل کر دیا جائے۔ لیکن آخری فیصلہ اہرجل کی ہولت کے مطابق تھا کہ میں جتنے قبائل آباد ہیں ان میں سے ایک ایک تنگ
تغلب کیا جائے۔ سارے قبائل سے چاہتا ہوں کہ یہ روزِ مات کے وقت آپ کے گھر کا کاغذہ کرنے بھری کے وقت
جب حضورؐ باہر نکلیں تو کیا مگی آپ پر تلوا دل کا مہر رسا کر آپ کا چراغ حیات جل کر دیا جائے۔ اس کی حکمت یہ بیان کی
گئی کہ اس طرح تک کے سارے قبائل اس قتل میں شریک ہوں گے اور نبیؐ ہاشم کس کس سے انتقام لے سکیں گے۔ آخر کار وہ دنیا
پینے پر رضامند ہو جائیں گے اور ہم سب مل کر آسمانی کے ساتھ ویت ادا کر دیں گے۔ صعب نے اسے پسند کیا۔ حضورؐ ابلیس
جو شیخ نجد بن کر شریک و اجلاس تھا اتنا وہ خوشی سے لوٹ پوٹ ہو گیا اور کہنے لگا اَلَا اِنِّیْ لَارٰی غَیْبَہ - اور ملاست و
بیل کے پرستار محبوب خدا کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے اور اوجھڑت نمود اپنے محبوب کا بال بھی بیکانہ ہونے کا
ارادہ فرما رہا تھا۔ جبریل امین حاضر ہوئے اور اللہ کا حکم پہنچایا کہ ریح کی رات ہجرت کی رات ہے۔ حضورؐ نے امانتیں حضرت
علیؑ کے سپرد کیں۔ سورۃ یٰسین کی تلاوت فرماتے ہوئے اپنے کا شانہ اقدس سے قدم مبارک باہر رکھا وَجَعَلْنَا یٰسَیْنَ
اٰیٰتٍ لِّمَنْ یَّخٰذِلُکَ اٰیٰتٍ تَکْثُرُ جبریلؑ ان شمشیر بخت کی سوراخوں پر پھونکا جو محصور کیسے ہڑتے کھڑے تھے۔ ان کی بیانی طلب
ہو گئی۔ نیند سے اُدر گئے اور اللہ کا جلیلہ اپنے اللہ کی حفاظت میں غیر و حاشیت دیاں سے نکل کر اپنے بارے فاشا
حضرت ابوبکرؓ کے گھر آیا اور ان کو ہمارے کرفار کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت امام حسنؑ حکم فرماتے اپنی تفسیر میں تصریح فرماتی ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حکم فرمایا کہ وہ اس پر خطر سفر میں حضرت مشرق کو ہمارے باقیں و امروک ان تستصعب: بابکوا
آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ابوبکرؓ کو ساتھ لے جائیں۔ یہ حدیث بالغفیل سورۃ توبہ کی آیت: ہم کے عاشق میں علاحدہ فرمائی گئے۔
آیت میں یٰسَیْنَ تَکْثُرُ کا کلمہ ہے۔ اس کا معنی ہے یٰسَیْنَ تَکْثُرُ، یٰسَیْنَ تَکْثُرُ، تاکہ آپ کو مجبور کر دیں، قید
کر دیں۔ (قرطبی)۔

شک نظر میں عادت تھا کہ ایک مسئلہ تہجرت کی غرض سے حیر و گیاہوں سے کہا نہیں کی مشہور کتاب کلیدِ رمن
اور قیصر و کسری کے قصوں کی دوسری کتابیں تحریر کیا۔ جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ہجرت کے بعد تہجرت آئینہ حاکم بیان
کرتے تو وہ بڑے غور سے کہتا کہ اسی باتیں بعد کا تیں تو میں بھی سنا سکتا ہوں (قرطبی)۔ وہ انتہائی کوشاں سے دینی ہر کرتے

هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا جَارَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ

یہی (قرآن) سچ تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے

أَوْ آتِنَا بِعَذَابٍ آلِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ

اور سے آہم پر درد ناک عذاب ۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ

فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَاللَّهُمَّ

تشریت فرما میں ان میں ۔ اور میں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں سنگہ حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہیں ان کے

أَلَا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کیا عذاب نہیں کیا وہ یہاں کے یہ کہ عذاب ہے انہیں اللہ تعالیٰ حالانکہ وہ روکتے ہیں مسلمانوں کو آگے مسجد حرام سے

کہ اگر ہم چاہیں تو اسی کتاب بنا سکتے ہیں لیکن بار بار اس کے باوجود وہ اس جیسی نیک شہرہ توڑنا ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے۔

نکستہ یہ تو کیا مانگتے وہ کہ کن تھا یہ نصیرین عاریت اور ایضاً اس کے نام روایات میں آتے ہیں لیکن جسے دونوں جہوں باور نہیں

ہے کہ سب کفار بریل لیکن ایک کی زبان نے ان کے ملی ادارے کی ترجمانی کی جو۔

نکستہ یہاں تقدیر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار سالہا سال تک اسلام کو نشانے اور پیغمبر اسلام کو اذیت پہنچانے میں اپنی ساری

کوششیں صرف کر رہے تھے۔ اب تو انھوں نے جو کچھ بھی دے دیا تھا کہ اسے خدا اگر دین اور رسول حق ہے تو ہم پر آسمان سے

پتھر برسا کر دیں ہلاک کر دے۔ اتنی باتوں کے باوجود غضب الہی کی کیوں حرکت نہ ہوئی۔ اور ان پر کیوں ایسا غضب نہ آتا رہا جو

انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیتا تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہوتی۔ اس آیت میں اسی سوال کا جواب دیا جاتا ہے

جسے کہ یہ درست ہے کہ ان کے اعمال ان کے کثرت اور ان کا وفاق کفر پر امر اس امر کے حقیقی تھے کہ ان کی خواہش کے

مطابق ان پر تباہ کن عذاب نازل کیا جاتا لیکن اسے میرے بسبب! جب تک تیرا وجود مرا پار رحمت ان میں موجود ہے ان

پر عذاب نہیں آتا تو اسے گا۔ میں نے تیرے سر پر رحمت لٹائی کی کا تاج رکھا ہوا ہے۔ تیرے سایہ رحمت میں کفار اور عساکر شہار

سب کے لیے پناہ ہے لاکھ لاکھ ظالمین اور ظالمین (مذبح السالی)، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں تیرے ایسے غلام موجود

ہیں جو ہر وقت میری بارگاہ اقدس میں سرسبز زخم کر کے طلب مغفرت کر رہے ہیں کیا شان ہے اللہ کے محبوب کی اور کیا عزت ہے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نیکو کار بندوں کی کہ ان کی برکت سے کفار اور منافقان بھی عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔ عباد کی راستہ ہے

کہ وہ عرب تنغصوں سے مراد وہ سید رو میں ہیں جو ان کفار کی پشتوں میں تعمیر اور ان کی کسب کسب میں ہر روز پیش روئی تھیں

بسم الله الرحمن الرحيم

523

وَأِنْ يَّعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ۖ وَقَاتِلُوهُمْ

اور اگر وہ پہلے لوٹتے، تو براہین تو گزر چکا ہے۔ ہم ہمارا طریقہ پہلے (انقرائیں) اس کے ساتھ اور اسے مسلمانوں (لڑتے) رہوان لکھے

حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ

یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہر جگہ دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو سکے۔ - تو پھر اگر وہ باز آ

انْتَهُوا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا

جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ - اور اگر وہ لوگوں کو راہی کریں تو

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۚ

جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مالک و مددگار ہے۔ - وہ کیا ہی بہترین مالک و مددگار ہے۔

انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لڑنے کا تعلق یفکونہ کے ساتھ ہے۔

لکھ یعنی پہلی آیتوں کے حالات یہ یادداشت کیے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جب ان آیتوں نے اپنے غیروں کی نافرمانی کی تو خدا سبب الہی آیا جس نے ان کو نصرت و تابعدار کر دیا۔ ان لوگوں کی مددش بھی اگر ایسی ہی تو ان پر بھی لکھا تھا عمل کے تقاضوں کی دہری دیکھ کر جو کچھ ان کو یہ خود اچھی طرح جانتے ہیں۔

لکھ لکھ کا معنی فساد کیا گیا ہے ای فساد فی الامراض (منظوری)

لکھ صاحب قاموس نے لغت دین کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: الذین القہر والغلبۃ والاستعداد والسطان و قاسوس یعنی دین کا معنی غلبہ، بالادستی اور قوت و استعداد ہے صاحب تفسیر مظہری نے یہاں دین کے معنی معنی کو ترجیح دی ہے یعنی تم جنگ باہمی رکھتے تاکہ حکومت و فرمانروائی اللہ تعالیٰ کی ہو جائے۔ عدل و انصاف اور حریت و مساوات کا دورہ دورہ ہو۔ اور کسی پر پہنچا تشدد و زور یا فتنہ کر کے اس کو اس کے عقائد سے روکا نہ جائے۔

لیس الدین مللہ الاسلام وما یتعبد بہ و الا یلزم ذلک مرض بین هذه الایۃ و بین قولہ تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ من ید و ہم صاعون من ید المراد منه القہر والغلبۃ والاستعداد والسطان والظلم والحکم و مقصود کہ جس میں آیت میں یلزم ذلک لایس کا قیام عبادت و ادب میں ورنہ اس آیت میں اور دوسری آیت محتاج لعلی الجزیۃ الآیہ میں تعارض نہ پڑے تاکہ اگر اس آیت کا معنی یہ ہو گا کہ جب تک وہ دین اسلام کو قبول نہ کریں

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ

اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو جسکے لئے اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے بقیہ ہے اور

وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن

رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے ششہ اگر

اس وقت تک ان سے جنگ جاری رکھو اور دوسری آیت کا مضموم یہ ہے کہ جب وہ تمہیں غنیمت کریں اور غزیاں لڑا کر لے کر آئیں تو جنگ بند کرو اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ کا مضموم علیہ بالادستی، قوت اور اقتدار ہے یعنی جب قوت اسلامیہ کو قلب اور اقتدار حاصل ہو جائے گا تو پھر اس کے غلبہ جاریں کے نیچے اپنی اور بیگانوں سب کو تباہ کر دے گی۔ کسی پر جبر و استبداد نہ ہو گا۔ اسلام کو قبول کرنے والے اور اس کو قبول نہ کرنے والے سب عزت اور آزادی کی زندگی بسر کریں گے۔

۴۹۔ وہ مال سے کوئی فرو یا بیاعت کر ششہ اور سی سے حاصل کرے اسے اٹھت میں غنیمت کہتے ہیں۔ الغنیمۃ فی اللغة ما يذله الرجل أو البضاعة بس (قرطبی) لیکن عروت شرع میں صرف اس مال کو غنیمت کہتے ہیں جو کفار سے قوت قلب اور لشکر کشی سے حاصل کیا جائے۔ مال الفداء (الغنم بالغلبة) وجہ الغلبة والغنم (قرطبی) لیکن کفار کا مال جو غیر لڑنے سے ہاتھ آجائے اسے بطرح شریعت میں تقبی کہتے ہیں۔ الغنم هو كل مال وسئل على المسلمين من غير حرب ولا إيجبات (قرطبی) غنیمت کا مضموم یہ لینے کے بعد اب اس کے غلبہ جواز شادی بانی ہے اسے سب بھی۔ مالی غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کر لیا جائے گا اور بقیہ چار حصے غازیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے ششہ نبویؐ کے میں تباہ کیا یہ وہ مہاجر کہ ایک حصہ لے گا اور سوار کریں جسے عیس گئے۔ حضرات فاروقؓ، شیر ندادؓ، عمرؓ عبد العزیز اور قہادیں سے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے حضرت امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ پادہ کو ایک حصہ اور سوار کر دو۔ (مظہری)

ششہ باقی رہا مال کا پانچواں حصہ جسے ان اس کے مصارف اس آیت میں وضاحت سے بیان فرما دیتے بعض علماء کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بعض متبرک کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ کوئی مستقل مصروف نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا ایک حصہ بعض بعض کا خیال ہے کہ یہ الگ مصروف ہے اور اس حصہ کا مال کعبہ شریفہ پر خرچ کیا جائے گا۔ ۲۔ دوسرا حصہ حضور رحمتہ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ حضور سے اپنی ضروریات اور مال و عیال پر خرچ کر سکتے ہیں حضور علیہ السلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد یہ مصروف ختم ہو گیا۔ ۳۔ ذی القربی سے مراد حضور کریمؐ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور وہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے افراد اور بعض کے نزدیک صرف بنی ہاشم میں۔ کیونکہ ان پر مصنفات مرام ہیں اس لیے ان کی کفالت کا انتظام اس سے کر دیا گیا۔ حضرت شہاد علیؓ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اللہ الباقی میں تصریح کی ہے کہ حضور کے رشتہ داروں کا حصہ قیامت تک بحال

كُنْتُمْ اٰمَنُتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ

تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے آگارا اپنے محبوب بندہ پر اللہ فیصلہ کے دن

ہو گا۔ دسمہ ذی القعدہ فی ثانی بنی حاشم و بنی المطلب الفقیر منہم والفقیر والاکثر والاثنی و منادی النبی غیر الامام فی تعبیر المقادیر کان محرم من بنی النبی علیہ السلام علیہ وسلم و منہم منہم و ان کو ذوالحجۃ و حجة النصاراء و رشتہ و اہل کا حصہ بنی حاشم و بنی المطلب کو ملے گا۔ ان کے امیر اور فقیر مراد اور عورت سب خدا میں اور نام وقت حسب ضرورت حصہ میں کمی بیشی بھی کر سکتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم اہل بیت کرام کو دوسروں سے زیادہ حصہ دیتے تھے ان میں سے اگر کوئی زیادہ ضرورت مند ہو جاتا مثلاً مقدونی و شامی کو نصف والا، عکسہ کو اس کی زیادہ امداد فرماتے۔ اسی طرح سب تفسیر منظر ہر سنے بڑے شرح و بیضا سے اس موضوع پر بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ و لهذا یثبت ان سہم ذی القعدہ لیسقط و یجوز دفعہ الیہم فقیر منہم و فقیر منہم و سبب ثابت ہو گیا کہ حضور کے رشتہ داروں کا مقدمہ ساقط نہیں ہوا۔ ان کے انھیاد اور قرار سب کو ملے گا۔ مآثر ابن حیان اندلسی لکھتے ہیں۔ والظاهر یفاد هذا السهم ذی القعدہ و انہ لیسقط و فقیر منہم و سبب ثابت ہو گیا کہ یہ حصہ بدستور باقی ہے اور غنی اور فقیر دونوں کو دیا جاسکے گا۔ م۔ تباہی۔

۱۔ مسکین۔ ۲۔ سائل۔ ۳۔ اہل غنیمت کے قس کے یہ حصہ ہیں۔

اللہ یعنی اہل غنیمت کے متعلق یہ احکام جو قس دیتے جا رہے ہیں اگر تمہارے دلوں میں نور ایمان ہے تو ان پر عمل کرنا ہو گا۔ اور اس سلسلہ میں اپنی من مانی کرنے والے پر کچھ نہیں کر ان کو ایمان کامل کی نعمت سے انہی آشنا نہیں کیا گیا۔ اور فیضان نبوت سے فیضیاب ہونے والوں کے متعلق دنیا کو ابھی طرح علم ہے کہ انھوں نے تعمیل حکم کا حق ادا کر دیا۔ انھیں ان کے سقم و عجز نے یہ حکم دیا کہ فاذا انقضت و انقضت و انقضت و انقضت فانما الغنم عار و حدیث (کہ جو چیز غنیمت میں سے اسے امام وقت کی خدمت میں پیش کر دو۔ خواہ وہ سوتلی تاکہ جو ایمان سے بڑی یا چھوٹی چیز اور غنیمت میں خیانت نہ کرے کیونکہ یہ دنیا میں باحیث رسوائی ہے اور عجب میں محرم ہے۔ غنیمت ان محرمات میں سے ہے کہ کسی کے قصہ یا حق نے اپنے دروازے کھول دیئے اور اپنے قیمتی خزانہ اور امانت اور نایاب نعمت یا خیانت کر ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ مخرج غنی و غنا و ان کا تقاب کر رہی تھی ہر چیز و مال قبلہ والی و انھوں کو خیرہ کرنے والی، بڑی بڑی مشک طبعیتوں کو لچھا دینے والی۔ لیکن کیا مجال کہ غلامان مصطفیٰ علیہ اطمینان التیہ و اہل الشاد کے دلوں میں خیانت کا خیال تک آیا ہو۔ ہر ایک چیز امتیاز سے انھی کی گئی۔ وہاں سے بارگاہ خلافت میں لائی گئی اور اس سے شہادت دیتی سامان میں ایک پائی کی بددیانتی بھی قرآن مجید میں۔ یہ قرآن کی تعلیم کا اثر تھا۔ یہ تربیت مصطفوی کی برکت تھی۔ یہی وہ اختلاف کی فہمی اور سیرت کی خشکی اور وراثت و زمرہ داری کا قری احسان تھا جس نے عرب کے ان ان پڑھ بدذہل کو دنیا کا امام بنا دیا۔ کاش! قرآن غلیل اور زخیرہ تمل اپنے تمام طبقہ سے آگاہ ہو جاتا۔ کاش! یہ وارثہ حسن فزنگ اپنی دلاوریوں اور دینا نیوں کا مشاہدہ کرنے لگے۔

يَوْمَ التَّفَى الْجَمْعُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ إِذْ أَنْتُمْ

جس روز آئنے ملنے ہوئے تھے وہوں لشکر ۱۵۶ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب تم

بِالْعُدُوَّةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوَّةِ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ اسْفَلَ

وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ دشمن کفار اور دالے کنارے پر تھے۔ اور (جہاد کی) تمام دنیا کی طرف تھا

مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَأَخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَدِ وَلَكِنْ لِيَقْضَى

تم سے ۱۵۷ اور اگر تم نے وعدہ کیا تو تم نے اس میں اختلاف کیا۔ لیکن یہ جہاد کا ارادہ جنگ اس لیے بھی تھا کہ

اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ

کہو کہ اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا تاکہ ہلاک ہو جسے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ

يُخَيِّ مَنْ حَى عَنْ بَيِّنَةٍ ۝ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ إِذْ

رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل سے ۱۵۸ اور بیشک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا۔ جاننے والا ہے۔ یاد کرد

۱۵۶ تمہارا عالم دوسرے تو تمہا بہرہ تمہا سے روی

۱۵۷ قرآن کہتے ہیں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔ یوم فرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس روز لشکر کی
شبہات کے سب بادل چھٹ گئے تھے اور حق اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو گیا تھا۔

۱۵۸ وہ احسان یا دریا یا باران ہے جو ہر کی جنگ کے دوران میں مسلمانوں پر کیا گیا تھا۔ اس آیت کے چند کلمات
تحقیق طلب ہیں۔ شدت، غائب، الوادی، وادی کی ایک طرف کو خدوہ کہتے ہیں۔ کسیر میں (وعدۃ) بھی پڑھا گیا ہے۔

پہلی ضرورت میں اس کی جمع غنہ اور دوسری ضرورت میں بدنی ہوگی۔ الدنیا الدنی کی ترنٹ ہے جو بدنی (قریب ہوا)
سے اخروہ ہے۔ اس سے مراد وادی بدر کی وہ سمت ہے جو مدینہ طیبہ سے قریب تر تھی۔ قصویٰ اقصیٰ کی ترنٹ ہے۔

قتالہ قصود (قور ہونا) سے اخروہ ہے۔ اس سے مراد وادی بدر کی دوسری سمت ہے۔ مہک، اڑنوں کا قاتلہ۔ اس سے
مراد اہل مکہ کا تہارتی کارواں ہے جو شام سے مکہ واپس آ رہا تھا۔

۱۵۹ جیسے پہلے بیان ہو چکا کہ مسلمان کفار سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم تباری کو کہے
سکتے تو ان کی کثرت اور اپنی قلت کو ملاحظہ کر کے جنت پار میٹھے۔ اور میدان جنگ سے کتر اگر عمل جلتے لیکن چونکہ شہیت

يُرِيكُمْ اللَّهُ فِي مَنَامِكُمْ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكُمْ كَثِيرًا لَفَسَلْتُمْ وَ

جب دکھایا اللہ نے آپ کو شکر کفار ۵۴ خراب میں قلیل اور اگر دکھایا ہوتا اگر شکر کفار کثیر تھا تو میں تفرقہ دہ

لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

لرگ بہت بار دیتے اور آپس میں جھگڑنے لگتے اس معاملہ میں تمہیں اللہ نے (تمہیں) ہمایا۔ بیشک وہ خوب جاننے والا ہے

الضُّدُورِ ۵۵ وَلَا يُرِيكُمْ هُمْ إِذِ التَّقِيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا

جو کہہ سینگوں میں ہے اور یاد کر جب اللہ نے دکھایا تمہیں شکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل

وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۵۶

اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا ۵۶ اور اللہ تعالیٰ

إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۵۷ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً

کی طرف ہی لوٹا ہے جگہ سے معاملات۔ اے ایمان والو! جب جنگ آزا ہو کسی لشکر سے تو

ترابی یہ تھی کہ حق کا بادل بالا اور باطل کا شہ کالا ہو اس لیے حالات ایسے پیدا کر دیئے گئے کہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ کار ہی

نہ رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری ہو کر رہی۔ اس جنگ میں کفار کی زد و آگن شکست سے حقیقت اپنی واضح اور روشن

ہو گئی کہ شک و شبہ کی گھٹائش باقی نہ رہی۔ اب اگر کوئی اسلام قبول کرے کہ حیات جاودانی قبول کرتا ہے تو دلیل سے آؤ

اگر کوئی کفر سے ہٹا رہتا ہے تو جان بوجھ کر اپنی مرضی سے۔ کیا عجیب اور حسین تعبیر ہے۔

۵۵ یہاں یہ غلجیان پیدا ہوتا ہے کہ نبی کا خواب حق ہو کر آتا ہے کیونکہ یہ وہی کی ہی ایک قسم ہے پھر اس کے

برعکس واقعہ ہونے کا تو احتمال ہی نہیں۔ اگر خواب میں قلیل دیکھا تھا اور واقع میں ان کا کثیر ہونا خواب کی کذب نہیں تو

اور کیا ہے؟ اسی کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ خواب میں قلیل دکھانے کا مطلب یہ تھا کہ ان کی تعداد خواہ کچھ ہو لیکن قلیل

تعداد کی طرح ضعیف و کمزور ہونگے۔ اور خواب کا یہی مطلب صحابہ کرام نے سمجھا تھا۔

۵۶ حکمت خداوندی کی کوشش سازی یہ تھی کہ مسلمانوں کو کافر تھوڑے نظر آ رہے تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان

ثابت قدم رہیں اور گھبراہٹیں نہیں اور کافروں کو مسلمان قلیل التعداد دکھائی دے رہے تھے تاکہ وہ غرور و ہوا کے لشکر بغیر

جھاگ کھڑے نہ ہوں اور جانیں بچا کر نکل نہ جائیں۔ اس طرح دونوں فریق اپنی کامیابی کا یقین کرتے ہوئے میدان جنگ

فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷ وَاطِيعُوا اللّٰهَ

بہت قدم بہہ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ عہہ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ

وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْثُكُمْ وَاصْبِرُوْا

کی اور اس کے رسول کی عہہ اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کمرست ہو جاؤ گے اور لکھ جائے گی تمہاری ہوا اور ہر

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۸ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ

مصلحت میں، صبر کرو ویکساں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ عہہ اور روکیو! انہیں جان ان لوگوں کی طرح جو نکلے گئے

دِيَارِهِمْ بِطَرَاوِیْئَةِ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور (صل) لوگوں کے دکھاوے کے لیے اور روکتے گئے اللہ کی راہ سے اور

میں کود پڑے۔ جس کا انجام یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ان بچتے مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے شرک پر موت کے گھاٹ اتر دیتے گئے۔ اور کفر کا زور توڑ کر رکھ دیا گیا۔

عہہ گھبراہٹے ہوئے دلوں کو ٹھیکین دینے والا اور لکھنے پرستے قدموں کو جھلنے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہی تو ہے۔ اہل فکر و فطرت حقیقی نہیں کرتے دیکھا سالی کے حقیقی اسباب ہی ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ کامیابی کا سہرا اسی کے سر باندھا گیا جو سرافق حالات میں ثابت قدم رہا۔ اور اس کے ساتھ بارگاہِ الہی میں دعا و فرماؤں سے پرسہاگہ ہے۔

عہہ قرآن حکیم تو واضح طور پر اشارہ فرما رہا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دُشمن کے دل پر چھایا رہے۔ تمہاری ہوا بندی رہے، اور تمہارے اتحاد و اتفاق کی بنیاد متزلزل نہ ہو تو اطاعتِ رسول کا دامن مضبوطی سے پکڑو۔ دوسری ایک پہر

ہے جس پر تم اپنا ہوا و اغراض کے تیر دلی کو سہاگتے ہو۔ اور ہر سے صبر و حزم کے نام پر قرآن میں یہ بتاتے ہیں کہ انتشار و افتراق کی یہ وجوہ اسلامی کیمپ میں قیامت ڈھارہی ہے۔ یہ نسبت رسول سے سنائی کا نتیجہ نہیں جس میں عملی طور پر امت کا اکثر حصہ

بتلا ہے بلکہ اتہل سنت کی شامت ہے۔ اب خدا کے یہ سادہ دل بندے کیا کریں۔ قرآن کی صداقت اور کھل ہوئی بات نہیں یا معارفِ قرآنی کے ان شامین کی نکتہ آفرینوں کو تسلیم کریں؟

۱۵۹ اس آیت میں جو اشارات فرماتے گئے ہیں ان پر کاربند ہونا آسان کام نہیں۔ تہہ ہر قدم پر شیطان نے جال بچھا رکھے ہیں۔ صبر کے بغیر اس پر خفا و داری کو شے کرنا ناممکن ہے۔ اس لیے صبر و استقامت کی تلقین کی جا رہی ہے۔ آخر میں

بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت فقط انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو مشکلات اور مصائب کا بڑی مردانگی سے مقابلہ

عِيسَى الْمَسْرُورِ

إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّنْ كُفِّرُوا إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ

میں بڑی الذمہ بھری تم سے۔ میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں تو کھڑا ہوں اللہ سے علاہ

وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ اِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ

اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ یاد کرو جب کہ رہے تھے منافق اور وہ جن کے

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّهُمْ آلَاءُ دِينِهِمْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ

دلوں میں (شک کا) روگ تھا کہ مغرور کر رہا ہے انہیں ان کے دین کے لئے نفع اور جو شخص بھروسہ کرتا ہے

غیر مسلم سپاہیوں کا چشمزدن میں صفایا کر کے رکھ دے گا۔ اسی غار میں لشکر کفار قدم قدم پر سبوتاژ کیا، ڈنگلیں مارتا، شیشی بگھارتا، بڑھتا چلا گیا اور جب حق کی ٹھہر اور بیک وقت سے مقابلہ ہوا تو سارا لشکر ہران ہو گیا۔ مقاتلہ نفسانیہ والمعضیۃ

القی فی سرونحد وخیل الیوم وانعموا لایطیعون ولایطا قون بکائنۃ عددھم وقلۃ مدھم (بیٹھادی)

امام رازیؒ نے اس قول کو حضرت حسن بصریؒ اور اصم کی طرف منسوب کیا ہے وہ قول الحسن والاصم دیکھیں، علامہ

ابو حنیفہؒ نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ ممکن ہے کہ کسی مغرور کافر نے اپنے فوجیوں کی پٹری ٹھوکتے ہوئے یہ الفاظ کہہ کر

کہے بھی ہوں لیکن چونکہ اس کا یہ قول محض شیطان کے اغواء سے ہی ہوا اس لیے بطور مجاز اسے شیطان کی طرف ہی منسوب کر

دیا لیکن جہوں کی راستے یہ ہے کہ جب یہ لشکر کفر سے روانہ ہوئے گا تو انہیں یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ کہیں موقع پا کر جی بکراؤ

کنانہ جن کا انھوں نے ایک آدمی قتل کیا تو اتفاقاً تہذیبوں میں تو شیطان خرافاتین الکاف کی شکل میں ان کے پاس آیا اور انھیں

اپنی قوم دکھانے کی طرف سے تسلی دی اور یہ الفاظ بھی کہے۔

شیطان نے پہلے تو انہیں خوب بھڑکایا اور بڑی ہمتیں دہائی کرانی کہ آج تم پر کوئی غلبہ نہیں پاسکتا، تمھارے لشکر خراب کے

ساتھ ٹکر کرنے کی کسی میں ہمت نہیں اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ میں تمھارا بھجباں ہوں اگر تمہیں کسی کمک کی ضرورت پڑی تو میں جیتا

کردوں گا۔ لیکن جب اسلام کے شیر پول نے کفر کی ٹوٹروں پر قبہ بولا اور ان کی ایک ہی گرج سے کفار کے کچے شتی ہونے لگے اور

اور آسمان سے ملاکہ کی خورج نازل ہونے لگی تو شیطان نے یہ منظر دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور بلند آواز سے پکارا کہ اُسے

مشرکین بھٹکائیں تم سے اپنی براہت کا اظہار کرتا ہوں اس آڑ سے وقت میں میں تمھاری کچھ امداد نہیں کر سکتا۔ بھگے وہ چنری

نظر آ رہی ہیں جن کو دیکھنے سے تمھاری آنکھیں فامر ہیں۔ یہ کہہ کر شیطان ان کو ملا سنگ دم دم پر چھڑک رہا تھا۔

شیطان کا روتہ اپنے پرستاروں کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح کاربائے ہے۔ پہلے وہ ان کو خوب اکساتا ہے۔ ان سے جو

وعدے کرتا ہے، انہیں تسہیری سمیٹے دکھاتا ہے اور جب وہ اس کے پھلے ہوئے دامن میں پھنس جاتے ہیں اور اپنے

عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ يَتَوَفَّى الَّذِينَ

اللہ پر تو بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے سئلہ اور اسے مخاطب! اگر تو دیکھے جب جان نکالتے

كَفَرُوا وَالْمَلَائِكَةُ يُضْرَبُونَ وَجُوهُهُمْ وَأُذُنُهُمْ وَذُقُوا

ہیں کافروں کی فرشتے اور، مارے ہیں ان کے پہروں اور پشتوں پر اور کہتے ہیں اب! پھوٹا

عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ آيِدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ

کا عذاب۔ یہ بدلہ ہے اس کا جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے سئلہ اور اللہ تعالیٰ ہرگز

يُظْلِمُ كَافِرًا ۝ كَذَٰبُ آلِ فِرْعَوْنَ ۝ وَالَّذِينَ لَا يَرْجِعُونَ قُلُوبَهُمْ

ظلم کرنے والا نہیں ہے (اپنے) بندوں پر۔ جیسے و تنقیر تھا فرعونوں کا سئلہ اور جو زبردست لوگ ان سے پہلے

گناہوں کی دلدل میں دھنسے تھے ہیں تو انہیں پہلے بارود دگا چھوڑ کر خود فریاد کر رہا ہے جو بد نصیب اس کے دامِ نیرب میں پھنس جاتا ہے اس کا بھی حشر عذاب ہے۔ ﴿فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ الْبُيُوتُ﴾

سئلہ وہ لوگ جن کے دلوں میں یقین کا نور نہیں تھا جو زندگی اور موت، نفع و شکست، عزت و ذلت کے اسلامی مہیا سے ابھی واقف نہ تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ یہ ۱۳ نبیؑ سپاہی اتنی بڑی فوج سے ٹک لینے جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کو تو ان کے دین نے پاگل بنا دیا ہے۔ اپنے نفع و نقصان کی بھی تفریق نہیں دیتی۔ موت کے منہ میں چھلاٹک لگانے والا ہے اور کس عرش سے اور کس شوق سے۔ اہل محبت کو ایسے دانا نامہین سے ہمیشہ واسطہ پڑتا رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ

یعنی اے مجھے طاعت کو لے والے! مجھے طاعت کے تیرے برابر! مجھے تردد و محبت اور دیرینہ طاعت لے پہنچے ہی نیت و نذر کر رہا ہے۔

سئلہ قرآن کریم بتاتا ہے کہ ان کی خود فراموشی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس قادر و توانا ذات پر تکیہ کر لیا ہے کہ جس نے تکیہ کیا وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔

سئلہ اس سے بھی صحت معلوم ہو کہ جزاء و جزا انسان کے اپنے تھا یہ اہل اور اسباب فاسدہ کا نتیجہ ہے کسی کو بدلہ دینا سزا نہیں دی جاتی۔

سئلہ یہی جس طرح قوم فرعون اور متعدد دوسری قوموں پر ان کی مسلسل نافرمانی اور یہیم ایثارسانی کے باعث عذاب

كُفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ

تھے۔ انھوں نے کفر کیا آیات الہی کے ساتھ تو کچھ دیا انھیں، اللہ نے انکے گناہوں کے باعث بیشک اللہ قویٰ والا

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ذَلِكِ يَاقُ اللَّهُ لَمَّا يَكُ مُغَيَّرًا نِعْمَةً

سخت عذاب دینے والا ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ شے نہیں بدلتے والا کسی نعمت کو جس کا انعام اس نے فرمایا

نِعْمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُ مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ

ہر کسی قوم پر یہاں تک کہ بدل دے ان میں وہی اپنے آپ کو۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا

عَلِيمٌ ۝ كَذَّابٌ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ ۝ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا

جانتے والا ہے۔ کفار مکہ کا طرز عمل بھی فرعونوں اور ان (سرکشوں) کا سلب ہے جو پہلے گریبے انھوں نے جھٹلایا

بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ

اپنے رب کی آیتوں کو لے کر انہیں ہم نے بھگ کر دیا انھیں جو ان کے گناہوں کے اور ہم نے غرق کر دیا فرعونوں کو

آیا اسی طرح ان کا بھی انجام ہوئے والا ہے۔

۱۔ پہلی آیت میں قرآن مجید کا نظم و نسق سے ذات الہی پاک اُلوالاتر ہے۔ اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ پہلے بس اور کریم بھی نہیں کہ کوئی اس کی نافرمانی نہ کرے اس کے رسولوں کو ستا رہے تو وہ کچھ نہ کر سکے بلکہ اگر اس کی رحمت کسی کو حاصل دیتے تھے تو اس کی ہرمانی اور اگر وہ نافرمانی ہو کر کچھ نہ توچھ کوئی فرعون ہو یا نوروہ جیشید ہو یا فریڈیل وہ چٹکارا نہیں پاسکتا۔ اور جب وہ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہے تو پھر ماؤش کا تو کیا کبنا رستم دھرباب کا زہرہ آب ہو جاتا ہے۔

۲۔ یہ آیت کریمہ اتنی واضح اور روشن ہے کہ کسی مزید تشریح کی گنجائش نہیں سگری ہوئی اور موجودہ قوموں کے عروج و زوال کے لیے یہی اُل قانون ہے۔ جو پابست اس کو گوش ہوش سے سنئے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کیجیے ۳۔ امام غزالی دین مادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک عمدہ کلمہ یہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں پہلی آیت میں ہے کفروا بآیات اللہ (اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انکار کیا)۔ دوسری آیت میں ہے کذبوا بآیات اللہ (انھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا)۔ پہلی آیت میں اشارہ ہے۔ و لانی توحید والوہیت کے انکار کی طرف اور دوسری میں تربیت و پرورش کی آیات کی طرف اور دونوں کا ملکی تہر الگ الگ بیان کر دیا۔

وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ۝۴۱ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ

اور وہ سب کے سب ظالم تھے۔ بلاشبہ بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ انسان ہیں جنہوں نے

كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۴۲ الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ

کفر کیا پس وہ کسی طرح ایمان نہیں لاتے۔ وہ جی سے (کئی بار) آپ کے معاہدہ کیا۔ پھر وہ توڑتے رہے

عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرْجَةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝۴۳ فَمَا تَتَّقُهُمْ

اپنا عہد ہر بار اور وہ (جہد شکنی سے) ڈرا نہیں پر ہیز کرتے۔ پس اگر آپ باتیں لکھ انہیں

فِي الْحَرْبِ فَشَرَّدَ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدْكُرُونَ ۝۴۴

(میدان) جنگ میں تو راہیں جبرتناک سزا دے کر منتشر کر دو انہیں جو ان کے پیچھے ہیں۔ شاید وہ سمجھ جائیں۔ اور

وَمَا تَتَخَفَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٍ فَإِنَّهُ إِلَيْهِمْ عَلَى

اگر آپ اندیشہ کریں کسی قوم سے خیانت کا تو یقیناً وہ ان کی طرف ران کا معاہدہ (واضح

نشہ ان سے مراد بنی قریظہ اور بنی النضیر کے یہودی قبائل ہیں جن سے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے

صلح کا معاہدہ فرمایا تھا انہوں نے کفار کو اسلحہ دیا کہ ان کے جہد شکنی کی۔ پھر تائب ہوئے اور دوبارہ معاہدہ کیا لیکن جب غزوہ

تندق میں سارا عرب مدینہ پر حملہ آور ہوا تو کفار کا پلہ بھاری دیکھ کر پھر یہ یہودی ان کی طرف بھٹک گئے اور بنی النضیر

جنگ میں مسلمانوں سے وفا کی۔ والہ تعالیٰ یہود قریظہ والنضیر فقبضوا العهد فاعفوا مشركي حكمة بالسلام شعرا احتذروا

تفانوا انسياناً فاعاهد منهم عليه السلام ثمانية فقبضوا العهد يوم المندق (قرطبی)۔

اس کا حامی استعمال اس مفہوم میں ہوتا ہے کہ کسی کو ایسی سزا دینا جسے دیکھ کر دوسرے لوگ ان کی راہ اختیار کرنے سے باز

جائیں۔ الزجاج: افضل بھیر فعل من القتل تفرق به من خلفه، امام لغت رنحو زجاج کہتے ہیں کہ ان بار بار عہد

شکنی کرنے والوں کو وہ جبرتناک سزا دو سر دلی کو خوفزدہ کر دے تاکہ کوئی قبیلہ عہد شکنی کی جہت نہ کر سکے۔

ترجمہ میں میں نے اسی مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لغت کا معنی ہے پانا۔ يقال ثقتك انتقف انتقف

سَوَاءٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

خوہر پر شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خیانت کرنے والوں کو شک اور ہرگز نہ خیال کریں

كُفَرُوا سَبَقُوا وَإِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ

کافر کہ وہ کج کرکل گئے یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور تیار رکھو ان کے لیے شکہ جتنی استطاعت رکھتے

شک یہاں مولہ کا معنی ہے علیٰ طریق مستقصہ و مجرید، یعنی اگر تمہارا کسی قوم سے معاہدہ ہو اور تمہیں ایسے آثار و کمائی دیتے گئیں جن سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ عہد شکنی پر آمادہ ہیں اور دشمن سے ساز باز کر رہے ہیں تو ایسا کہ ان پر حملہ نہ کرو بلکہ پہلے ان کو اطلاع دے دو کہ تمہاری مشاغلوں اور تمہارے لشکر کے پیش نظر ہم اس معاہدہ سے دست بردار ہیں تاکہ معاہدہ کے کاغذ پر ہونے کا تمہیں اور انہیں مساوی طور پر علم ہو مگر قرطبی نے دھماکت کی ہے کہ جب معاہدہ قوم سے ایسے آثار نمایاں ہوں جن سے ان کی خدائی اور خیانت کا پتہ چلتا ہو تو پہلے ان کا معاہدہ ان کے مندر پر سے مارتو تب ان کے خلاف کوئی کارروائی کرو لیکن اگر مکمل کھلا انھوں نے عہد شکنی کر دی تو پھر کسی شک کی ضرورت نہیں تم مناسب تدم اٹھا سکتے ہو قرطبی شکہ خیانت کوئی بھی کرے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے جو تو اور بھی مجبور ہوئے کیونکہ وہ تو غنہ اخلاقی قدموں کے محافظ اور نصیب بن کر گئے ہیں۔ تاریخ اسلام کا یہ واقعہ کتنا نوح پرور ہے جسے امام ترمذی اور ابیہم ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور رؤسوں کے درمیان ایک عائضی صلح کا معاہدہ ہوا۔ جب اس معاہدہ کے اختتام کا وقت قریب آئے گا تو امیر معاویہ اپنا لشکر لے کر روم کی سرحد کی طرف روانہ ہوئے تاکہ جس روز معاہدہ ختم ہو دشمن کو مزید جہالت دیتے بغیر اسی پر حملہ کر دیا جائے جب لشکر روانہ ہوئے گا تو مفسدوں کو چیرتا ہوا ایک سوار آگے بڑھا وہ کہہ رہا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر وہ لا غدر واللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے وہ نہ ہوا کیا جائے دھوکہ اور خیانت نہ کی جائے تو گول لے بچا تا تو وہ عمرو بن حبشہ تھے حضرت امیر معاویہ نے انہیں پاپی بلا کر مجبور ہو چکی تو جیسے معذرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان بلیہ و بین قوم جہل فلا یند عقد تو لا یجوزا حق ینقضی امدھا و ینبذ الیہم علی سواد فرجہ معاویہ یا الناس قرطبی) کہ میں نے اپنے غرض و باری صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مناسب ہے کہ جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو اس وقت تک نہ کوئی گروہ باندھے اور نہ کھولے جب تک وقت مقرر نہ آجائے یا ان سے معاہدہ فروشا نہ کر دیا جائے۔ اپنے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سننے کے بعد امیر معاویہ نے سرطاعت ختم کر دیا اور اپنے لشکر سمیت اپنی فرد گاہ میں واپس پلے گئے یہ نہیں کہا کہ برسے برسے حالات میں ہم رسول کی سنت فرسودہ کر کہاں گئے محضے پھر۔ وقت کے تقاضے اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم اب اس فرمان پر عمل پیرا ہوں جب تک ہمارے دشمن اپنے رسول کریم کے فرمان کو واجب تسلیم نہیں کرتا اس کی جبین کے شکنجے دیکھو وقت کے تقاضے

مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

جوہ قوت و طاقت اور بندے جوڑنے کے گھوڑے، جسے تاکہ تم خوفزدہ کرو دلائی، جسکی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن

وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۗ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا

کو اور دوسرے لوگوں کو جسے ان کھلے دشمنوں کے علاوہ تم نہیں جانتے ہو انھیں (البتہ، اللہ جانتا ہے انھیں۔ اور تمہاری

اپنے آپ کو بدل دیا کرتے تھے۔ اور جب سے سقیت نبوی سے دگر دانی کا زمانہ ترقی کرنے لگا ہے وقت کے تعلق سے نہتے لباس میں، ان کا مشق و نازت تھے انداز میں ہم سے ہماری اپنی فراغت اور اس کی خصوصیت، ہدایات کی نفی کر رہا ہے۔ جو قوی اپنے تمدن و ثقافت، اپنے عقائد و نظریات، اپنے اطوار و عادات سے بے تعلق ہو کر دوسری قوموں کی پیروی اور تقلید کرنے لگتی ہیں۔ وہ یاد رکھیں وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھود رہی ہیں۔ جس وجہ سے اپنی ذات کی بلورہ نمائی میں بے بسی کا بہرہ پہنچنے میں نہیں۔ کوئی اچھا بہتر دیا بہر حال بہر دیا ہی ہے۔

جسے ہر موقع پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کی تعلیم دینے والا قرآن مسلمانوں کو ہر طرح کے سامان جنگ سے عیس ہونے کی تاکید کر رہا ہے تاکہ کوئی کوتاہ اندیش توکل کو بے عملی کا مترادف نہ سمجھ لے۔ اسباب بھی اسی لئے بنائے ہیں۔ ان میں حیرت نرا تاثیرات اسی کی محنت سے رکھی ہیں اور ان سے کام لینے کا اسی لئے حکم فرمایا ہے۔ قوت سے میاں کسی خاص تجار کی تخصیص مقصود نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس سے جنگ میں طاقت حاصل ہو۔ کل مایا بقوی بہ فی المحبوب و بینادی، انام ابوہریرہؓ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں: دعوم الفلک شامل للجمیع مایستعان بہ علی العدو من مائر و انواع السلاح و ذلالت المحبوب و احکام القرآن، یعنی لفظ کا محرم ہونا ہے کہ اس سے غزوہ ہر وہ اسم ہے جو بزرگوار یا قہم جس سے جنگ میں قوت و طاقت میسر ہو سکے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم سے لفظ قوت کی تفسیر ان الفاظ میں مقبول ہے۔ الا ان القوة الہی الا ان القوة الہی الا ان القوة الہی۔ خبر دار طاقت، رکھی ہے (تین بار)۔ کلام رسالت کی گہرائی ملاحظہ ہو، ہم اور قوس زیر و کان نہیں فرمایا بلکہ الی کا عام لفظ استعمال فرمایا تاکہ دور سے نشانہ پر پھینکے بدلنے والے تمام ہتھیار جو اس وقت موجود تھے اور جو قیامت تک ایجاد ہونے والے تھے سب کو شامل ہو۔

جسے بلا مصدق ہے اور احکم منقول مرید کے معنی میں ہے یعنی وہ گھوڑے جو جہاد کی تربیت سے بندے جوڑنے ہونے تاکہ جب ضرورت پڑے ان پر سوار ہو کر فازی میدان جنگ کی راہ میں حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم کو عمدہ گھوڑوں سے بہت آگے تھا حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز حضور کو دیکھا کہ گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگشت مبارک پھیر رہے ہیں اور زبان پاک سے فرما رہے ہیں۔ الخیل معقود فی غدا یصینا الخیل الی یوم القیامۃ الاجر و العنیدہ و مد لہ وسلم، گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت خیز و برکت رکھ دی گئی ہے۔ اجر بھی اور عنیدت بھی۔

تَنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ

خرج کرو گے راہِ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں عہدہ اور کسی طرح (تم پر

لَا تَظْلَمُونَ ﴿۱۰﴾ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْعَلْ لَهُمْ تَوَكُّلٌ عَلَى

ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر گزار نال ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی نال ہو جائیے اس کی طرف عہدہ اور بھر دے کیے لفظ

اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۱﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ

تعالیٰ پر دیکھ رہی سب کو سننے والا جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکا دیں (تو آپ

فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَالْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲﴾

فکر نہ کریں ہوں ایک کافی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اللہ ہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اور دونوں کی ہجرت ہے

اللہ اسلام کے بعض دشمن تھے جن کی دشمنی عید تھی سلاطین کو ان کا علم تھا لیکن ان کے علاوہ اور بھی کئی بہانے تھے جو مسلمانوں کی نگاہوں سے چھپا رہے تھے لیکن اللہ عزوجل کے علم سے تو پوشیدہ نہ تھے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ بعض نے دم لیا کہ ان کا نام ایسا ہے۔ بعض نے یہود اور منافقین کا کہنا لیکن اس میں اس کی ضرورت، قیامت تک اس شیخ حق کو بھالنے کی کوشش کرنے والی خدا معلوم کتنی قرین کس کس علاقہ سے انہیں گئی سب کی سازشوں کو ان کا کام بنانا، سب کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر تھکنا۔

عہدہ جان وال، وقت اور کوشش کی جو قربانی تم دو گے وہ دانیگاں نہیں جائے گی بلکہ دین و دنیا میں تمہیں اس کا دوا ملے گا جو اس معاملے میں کیم کی شان جو دو کرم کے شایاں ہے۔ حضرت ابن ابی سہر و انصار کی فرمائے ہیں ایک کہی ایک اونٹنی کو کھیل ڈالے ہوئے بازو رسالت پناہ میں داخلہ جزا اور عرض کی حلفہ فی سبیل اللہ کہ یہ اللہ کی راہ میں میں نے دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ بجا یوم القیامۃ سب سے سائنۃ نافتۃ کہا غنیمۃ و مسلم، یعنی اس کے بدل قیامت کے دن تمہیں سات سو اونٹنیاں ملیں گی۔ ہر ایک کی ناک میں نیکل پڑی ہوگی۔

لکھ اگر گزار جنگ کی بجائے صلح پر آمادہ ہوں تو تمہیں بھی چاہیے کہ غور نری سے ہاتھ اٹھا لو اور صلح کر لو۔ فاجعہ کا اور وجہ سب کے لیے نہیں بلکہ ایاحت کے لیے ہے۔ بیش امام وقت کو ابازت ہے کہ اگر وہ صلح میں مصالحت کیے تو صلح کرے۔ الامور بالا حۃ والصلح جائزہ مشورہ و رای الامام فیہ مصلحتہ (مظہری)۔ لفظ سلم مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستقل ہوتا ہے اسی لیے اہل علم و فن اس کی طرف راجع ہے۔ ینکود یؤنث (راج العروسی)

وَأَلَفْتُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتُ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں شہ اگر آپ خرچ کر کے جو کچہ زمین میں ہے سب کاسب کر

مَا أَنفَقْتُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ

نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان ایشہ بلاشبہ وہ

حَكِيمٌ ﴿۱۶﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾

زبردست سبہ حکمت والا ہے نبی و کیم کافی ہے کہ کہ اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے شہ

۱۶ اگر وہ بظاہر مسلح پیدا کر دے ہوں اور اندری اندر تمہیں رنگ پہنچانے کی تیاریاں کر رہے ہوں تب بھی تم صلح کے لیے
بڑھنے والے ہاتھ کو جھٹک نہ دو بلکہ اسے گرم جوشی سے تمام لو۔ اللہ تعالیٰ جس نے پہلے بھی ہر مشکل میں تمہاری اعانت کی
ہے وہ اب بھی قادر ہے کہ تمہارے دشمنوں کے منہوں کو خاک میں ملا دے اور تمہیں کامیاب کر دے۔

۱۷ دو آدمیوں پر غور فرمائیے آپ کو تہ پہل جاسے گا کہ اسلام صلح واسن اور سلامتی کا دین ہے اور وہ اپنے ماننے والوں
کو فقط اس دولت جنگ کی اعانت دیتا ہے جب اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر اب جنگ سے
گریز کیا گیا تو باطل کا بے رحم ہاتھ حق کے شہر شراب کو جڑ سے اکیر کر کھینک دے گا۔ ان حالات میں جہاد سے فرار صلح پسندی کی
علامت نہیں بلکہ تردی اور نامردی ہے جسے اسلام اپنے فرزندوں کے لیے ہرگز گوارا نہیں کرتا۔

شہ عرب کے ساتھ سے جزیرہ میں ہر طرف نفرت اور عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ فراج اتنے آوارہ اور غیبات
اتنے مشتعل تھے کہ دراز اسی بات پر لڑائی مٹ جاتی اور صدیوں قبل وغارت کا بازار گرم رہتا۔ خصوصاً اوس و خندج کی دشمنی
نے اتنی شہرت اختیار کر لی تھی کہ ان کی مصالحت کا امکان نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدینہ میں آمد سے دو سال
پہلے ان کے درمیان خونریز مہر مہر ہوا تھا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو بالکل غیبت و نابور کرنے کا عزم کر کے میدان میں
نکلے تھے۔ تاریخ میں یہ جنگ بعثت کے نام سے مشہور ہے۔ اس طرح ہر طرف نفرت و عداوت کے شعلے بھڑک رہے تھے
اور یہ عداوت بغض و کینہ کے انگارے و بک رہے تھے۔ جب صلح و محبت کا پیامبر تشریف لایا۔ تو شہ عرصہ میں ہی دلوں کی دنیا
میں انقلاب کیا۔ بغض و عداوت کی جگہ محبت و اخلاص نے لے لی۔ مولا انعامی نے کیا خوب لکھا ہے: خدا نے حقیقی بھائیوں سے
زیادہ ایک کی الفت دوسرے کے دل میں ڈال دی اور پھر سب کی الفت میں مرکز حضور انور کی ذات منبع البرکات
کر دیا۔

شہ دو دلی جو نفرت سے بھرے ہوئے تھے ان میں الفت پیدا کر دیا اور ایک دوسرے کا جاں نثار بنا دیا کوئی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

اسے نبی! براہیختہ کیے مومنوں کو جہاد پر ۱۰۰ اگر ہوں تم سے

عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوتے تم میں سے

مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝

سور آدمی دس ہزار کو دس لاکھ سے زیادہ کافروں پر کیونکہ یہ کافر وہ لوگ ہیں جنہیں تم کو سمجھ نہیں آتی (اے مسلمانو!)

إِنَّا خَفَقْنَا اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ

اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ تو اگر ہوتے تم میں سے

آسان کام نہ تھا۔ دنیا بھر کے خزانے بھی اگر اس مقصد کے حصول کے لیے خرچ کر دیتے جاتے تب بھی یہ چاک و فرور نہیں ہو سکتے تھے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے جلاوت کے بھڑکتے ہوئے لشکروں کو بھاریا، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا۔

۱۰۰ دھن اتباع کا اظہار اللہ پر بھی ہو سکتا ہے اور حبیب کے کائنات خطاب پر بھی عمل کو کام سے روزوں

دھنیں ہاں کر دی ہیں تفسیر قرطبی کے مفسر نے ایک تفسیر میں بھی لکھی ہے جسے اس نے اوجہ کیا ہے کہ یہاں کلام میں انصار ہے اور

تقدیر کلام میں ہے حبیب اللہ و حبیب من اتباع من المؤمنین یعنی کے لحاظ سے اس میں اور پہلی وجہ میں کوئی

فرق نہیں یعنی اسے حبیب الہی حضرت امانت کے لیے اللہ اور آپ کے مومن تمام کا ہی ہیں۔ آپ کو کسی غر کے بہانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

۱۰۰ یعنی اگر مسلمان صبر کا واسطہ بنیں تو پتہ نہیں لگے گا کہ ان کے کفار پر غالب آئیں گے یا جلد

اگرچہ خبر یہ ہے لیکن معنوی لحاظ سے اگرچہ کہ مسلمان دس لاکھ کفار کے سامنے ڈٹ جائیں۔ اور قدم پیچھے نہ ہٹائیں کافر اپنی

تعداد کی کثرت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو مغلوب نہیں کر سکیں گے۔

۱۰۰ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ایسے بلند مقصد کے لیے جنگ کر رہے ہیں جو انھیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ وہ

یہ بھی طرح جانتے ہیں کہ دین الہی کے نفاذ سے ظلم و ستم کی دلدوزی ہوگی۔ باطل و طاغوت کی عظمت کا تختہ الٹ دینے سے

حریت و مساوات کا پرچم ہر اسے لاپے سے مسعود کی عظمت پر تھیں اور اس کے لیے ہر قربانی پر باجوہ کرنے کا ایمان ان کے دلوں کو

تغویت اور ان کے قدموں کو ثبات بخشنے کا اور وہ بڑی بے جگری سے ان کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن کفار کی یہ ترسناک بازی اور بیگانگی

آزادی کسی بلند اور عظیم مقصد کے لیے نہیں بلکہ محض تعصب و عناد کا نتیجہ ہے اس لیے وہ معنوی قوت ان میں مقتدر ہے جو کامیابی

مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر۔ اور اگر ہجرت تم میں سے

اَلَّتْ يَغْلِبُوا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

ایک ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ اَسْرٰى حَتّٰى يَشْتَرِيَ فِي الْاَرْضِ

نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین

کے لیے شرط اول ہے۔

اللہ ساتھ حکم کے یہ جو بعد دوسرے حکم نازل ہوا۔ اور پہلے حکم میں غنیمت کر دی گئی اور صحت اپنے سے کوئی تعداد کے سامنے سینہ سپر ہونے کا حکم دیا گیا۔

اللہ بہر حال یہ امر پیش نظر ہے کہ یہ وہ نہ ہوا مسلمانوں سے نہیں جو غنیمت اور آزمائش کے لحاظ میں بہت ہار کر بیٹھ جائے ہیں بلکہ ان سچے اہل ایمان سے ہے جو راد حق میں پیش آئے والی ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ حالات کی سنگینیوں میں ان کا جوش ایمانی ٹھہرتا ہے اور دشمن کی قوت و تعداد کو دیکھ کر وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور فوری چٹان بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اللہ علامہ قرطبیؒ اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ آیت بدر کے روز نازل ہوئی۔ اس میں صحابہ کو امیر بنی قریظہ نے جواب فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میدان بدر میں کفار کے قدم اکھڑتے اور وہ دباؤ سے جھجکے تو بعد ازاں ان کے کہیں کہیں جوش و خروش سے ان کا تعاقب کرتے اور کفر و شرک کے ان سرخیزوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تاکہ کفر کی کر لوث جاتی اور اس کے پرستاروں کی قوت و نفوذ کا کل دم ٹوڑ دیتی۔ وہ اہل غنیمت اکٹھا کرنے اور قیدیوں کو بکری بند کہنے میں مشغول ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے اس طرز عمل سے بڑے بڑے کافر جان بچا کر نکل جاتے ہیں کامیاب ہو گئے۔ اور سالہا سال تک مسلمانوں کے لیے تکلیف کا باعث بنے رہے۔ اگر اس روز اہل غنیمت جمع کرنے کے بجائے ان کفار کا قلع قمع کر دیا جاتا تو کفر کی طاقت کا اسی روز خاتمہ ہو جاتا۔ جب حضرات سعد بن معاذؓ، عمر بن خطابؓ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم نے مسلمانوں کی غنیمت سمیٹتے ہوئے دیکھا تو ان بزرگواروں کو سخت ناگوار لگا۔ علامہ قرطبیؒ کی عبارت نقل کرنے میں اگرچہ طوالت ہے لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں، فرماتے ہیں: وَهَذَا لَا يَزِيدُ نَزْلَاتِ يَوْمِ بَدْرٍ عَتَابًا مِنْ اَللّٰهِ لِصَحَابِ نَبِيِّهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَنَ سَالِكِ يَنْتَقِي كَلِمَاتٍ تَقْلَعُ اَعْلَالَ الْاَعْمٰى اَوْ جِبَانِ يَكُوْنُ الْمُنْتَقِي صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرٰى قَبْلَ الْاَعْمٰى وَالْجِبَانِ

خلاصہ احوال

لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يََعْلَمُ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ

ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔ اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں

خَيْرٌ أَيْوَتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ

کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو یا گیا ہے تم سے اور بخشنے کا تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۶۰ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ

غفور رحیم ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کریں کہ تم سے دھوکہ بازی کا تو صورت کیوں جو انھوں نے تو دھوکہ

مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۶۱ إِنَّ الَّذِينَ

سے اللہ سے پہلے ہی (اسی لیے) تو اللہ تعالیٰ نے قابو لے دیا تمہیں، ان پر اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ یقیناً جو لوگ

آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ

ایمان لائے، ہجرت کی، اور جہاد کیا اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے مابعدہ میں

اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ

اور وہ جنھوں نے پناہ دی (مہاجرین کو) اور (ان کی) مدد کی یہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں نہ

شعہ اس آیت میں ملت اسلامیہ کے مختلف گروہوں کا ان کی اپنی الگ نوعیت کے لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان کے باہمی دینی، سیاسی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔ اس نازلہ سے یہ آیت اسلام کی عادلانہ خارجہ پالیسی کا استوار قرائن دی گئی ہے۔ و خدا الملک من اسکان سیاست الاسلام والمواصیۃ العادلۃ (المناد) اس وقت اسلامی معاشرہ مختلف عناصر پر مشتمل تھا (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) وہ لوگ جو اسلام کو قبول کر چکے تھے لیکن دار کفر میں رہائش پر رضامند تھے۔ ان کی بھی دو قسمیں تھیں۔ ایک کروہ مسلمان جو ایسی کافر حکومت کی رعایا ہوں جس کے درمیان اور حکومت اسلامیہ کے درمیان دوستی کا کوئی معاہدہ نہ ہو۔ دوسرے وہ مسلمان جو ایسی کافر حکومت کی رعایا ہوں جس کا اسلامی حکومت کے ساتھ دوستی کا معاہدہ ہو چکا ہو۔ اب ان مختلف عناصر کے درمیان تعلقات کی نوعیت کیا ہوگی اس کا بھی تفصیل ذکر کر دیا کہ مہاجرین اور انصار میں تو کامل مولا ست ہوگی۔ ایک دوسرے کی ہر طرح اعانت اور ہر شرط سے ایک

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ

اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی۔ نہیں تمہارے لیے ان کی وراثت سے کوئی چیز

یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔ اور اگر وہ مدد طلب کریں تم سے دین کے معاملہ میں تو فرض ہے تم پر

النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا

ان کی امداد مگر اس قوم کے خلاف نہیں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح کا) معاہدہ ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ ایک دوسرے کے حمایتی ہیں

دوسرے کی مخالفت لازمی ہوگی۔ اور ان کے بعض ادا کیا بعض لیکن وہ مسلمان جو کافر حکومت کی رعایا ہیں ان کے درمیان

اور دارالاسلام کے اہل اسلام کے درمیان اسلامی اور دینی اخوت تو ہوگی لیکن سیاسی حمایتی پارہ نہ ہوگا۔ ان کی مخالفت اور

امانت کی کوئی ذمہ داری عقیقہ وقت پر نہ ہوگی کیونکہ انہوں نے وہاں جہاد میں بیکار نہ تھے خوشی ضائق کر رہے تھے۔

نکدہ من ولايتهم من شئو چ لیکن اگر دینی لحاظ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے مثلاً انہیں ترک اسلام پر یا شاعت اسلام کی ترغیب

پر مجبور کیا جائے تو پھر اگر اس کافر حکومت کا اسلامی حکومت سے کوئی معاہدہ نہیں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے مظلم

بھائیوں کی امداد کریں۔ دین استنصر کہ فی الدین تعین کیا ہے لیکن اگر اس کافر حکومت سے دوستی کا معاہدہ ہو چکا ہے

تو پھر اس معاہدہ کا احترام ضروری ہے۔ لیکن مسلمان قیدی یا کمزور اور عقیقت لوگ جو دار کفر میں مجبوراً اقامت گزین ہیں ان کی

رہائی بالاتفاق تمام اہل اسلام پر فرض ہے قتال ابن العدي، لا ینکر فرائض استضعفین فان للولاية معہم قاضیة و

النصرة لہم واجبة حتی لا یبقی صانعین لہم الا و قلعین۔ ترجمہ: امام ابن عربی فرماتے ہیں اگر مسلمان دار کفر میں غلامی کی

زندگی بسر کر رہے ہوں، کمزور اور ضعیف ہوں، اپنا سچا ذکر کرنے سے عاجز ہوں تو پھر مولانا باقی رہے گی۔ اور جب تک ہم میں

سے ایک آنکھ بھی چمپک رہی ہو ان کی امانت اور نصرت ہم پر فرض ہوگی۔

لغة قرآن کریم کے انسانی معاشرہ کو نسل، زبان، دولت اور منصب کی بنیادوں پر تقسیم نہیں کیا۔ یہاں معاشرہ کی

تقسیم کا دار و مدار ایمان اور کفر پر ہے۔ یونین بلا امتیاز نسل، زبان، ملک ایک طبقہ ہیں اور کفار اسی طرح ایک الگ طبقہ

ہیں۔ یہی انسانی معاشرہ کی صحیح تقسیم ہے جسے عقل سلیم تسلیم کرتی ہے۔ اسی حقیقت کو یہاں وضاحت سے بیان فرمایا۔

إِلَّا تَتَعَلَّوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۖ

اگر تم ان عملوں پر عمل نہیں کرو گے تو برہنہ ہو جائیگا فتنہ ملک میں اور بھیل جائے گا، بڑا فساد ستھ اور ج

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا براہِ خدا میں اور جنہوں نے

أَوْوَا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ

پناہ دی اور ان کی امداد کی رہی دشمن نصیب، لوگ سچے ایماندار ہیں ستھ انھیں کے لیے بخشش ہے اور

رِزْقٌ كَرِيمٌ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

اعزت روزی ستھ اور جو لوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا

۹۲۔ اس جملہ سے مذکورہ احکام الہیہ کی محنت بیان فرمادی کہ اگر تم امن و سلامتی کی آرزو رکھتے ہو تو ان ارشادات ربانی پر شرح صدر سے عمل کرو۔ ورنہ فتنہ و فساد کی آگ بجھک اٹھے گی اور تمہاری ترقی اور خوشحالی کے سارے منصوبوں کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔ تمہارا ذہنی سکون بھی تم سے چھین جائے گا اور سترت و شادائی کے بجائے درد گرام بھی تلبیث ہو جائیگا۔ ان احکام کی بجا آوری سے تم اپنے خداوند کریم کو بھی راضی کر لو گے اور اپنی دنیوی زندگی کو بھی ہر قسم کی کامیابیوں سے ہمکنار کر لو گے۔

۹۳۔ حبیب کبریٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ افضل و اتمیہ و اجل الشہادہ کے صحابہ کرام کو بارگاہِ الہی سے اولیٰک ہمد المؤمنون حقا کا اجر لقب عطا کیا جا رہا ہے یہ ان کی عمر بھر کی قربانیوں، دلمونریوں اور نیاز مندلیوں کا بہترین صلہ ہے ستھ اللہ تعالیٰ ان کے عزمین برحق جو سنے پر شاہد ہے تو پھر کیا انھیں کسی دوسرے گروہ کی گواہی کی بھی حاجت ہے؟ وہ اس لیے تو ایمان لائے ہی نہ تھے کہ جو وحیِ حدی کا ہے مل خود فراموش اور خدا فریب مسلمان انھیں ایمان کا سرٹیفکیٹ و رحمت فرما دے۔ اسے شیخ توحید کے پردہ افرا! اسے محبوبِ خدا کے عاشقان و افکار اور اسے ناموسِ اسلام کے جواہر و پاسبان! مبارک! صد بارک! اللہ تعالیٰ میں بھی تم جیسا دل اور تم جیسی نگاہ بخشے اور تمہارے نقوش پاؤ کو خضرِ ماہ بنائے کی کچھ عطا فرمانے آئیں بجاہ حبیبہ الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۹۴۔ حضرت اور رفیقِ کریم کا وعدہ فرما کر انھیں دونوں جہانوں کی سعادتوں سے مبرور مند فرمایا یعنی اسے میرے حبیب کے جانا زہ صحابہ اور سرفروشِ ساقیہ و قصیرہ کسری کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دیئے جائیں گے اور

مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ وَأُولَٰؤِ الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ

تمہارے ساتھ مل کر تو تمہیں میں سے ہیں۔ حقہ اور رشتہ دار دو چیزیں، ایک دوسرے کے قریب وہ خدا ہی

فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

تکبر الہی کے مطابق حقہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے۔

اگر کوئی غلطی تم سے سرزد ہو گئی تو اسے بخش دیا جائے گا۔ اب ہم خود غور کریں بن کی لغزشوں کی بخشش کا رتبہ کیم سنے وعدہ فرما دیا ہے تو ہم میں سے کسی کو ان پر انگشت نمائی کا حق پہنچتا ہے ؟

حقہ یعنی صلہ خدیوہ سے پہلے ہجرت کرنے والوں اور نصرت دین کے لیے سرکھٹ میدان میں آنے والوں کا تمام جنگ بہت بلند ہے لیکن اس کے بعد بھی ہجرت کے لیے آیا اور اسلام کی سرلنڈی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا وہ بھی احکام شریعہ اور دیگر تمام سیاسی حقوق میں یکساں ہیں ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی نصرت بھی ضروری ہوگی اور ایک دوسرے کے وارث بھی بنوں گے۔

حقہ ہجرت کے بعد حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار اور مہاجرین میں جو بھائی چارہ اور مزاخاتہ قائم کی تھی اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ اس آیت میں تو وارث کا یہ طریقہ تفسیر قرار دیا گیا اور وراثت قریبی رشتہ داروں میں وراثت محدود کر دی گئی۔

سُورَةُ التَّوْبَةِ

اس سورۃ پاک کے متعدد نام منقول ہیں لیکن ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ التوبہ اور البقرة۔ کیونکہ اس میں پندرہ اہل ایمان کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے۔ اس لیے اسے توبہ کہا گیا اور کیونکہ اس میں مشرکین عرب کے ساتھ جتنے مابعدہ مابعدہ تھے ان کو مسودہ کرنے کا اعلان کر دیا گیا اس لیے اسے برات کہا گیا۔ یہ سورۃ سولہ رکوع، ایک سو اسی آیتوں اور چار ہزار اربعہ کلمات پر مشتمل ہے۔

بالتفاق علماء یہ سورۃ مدنی ہے۔ اس میں مذکورہ واقعات کو منظر غائر دیکھنے سے پہلے تھا کہ یہ سورۃ سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ کیونکہ غزوہ تبوک جس کا ذکر یہاں بڑی شرح و ربط سے کیا گیا ہے وہ ماہِ حجب سلسلہ میں ہوا اور مشرکین سے عام بیزار اور قطع تعلقات کا اعلان بھی اس حج کے موقع پر کیا گیا جو ذی الحجہ سلسلہ میں اور کیا گیا۔ اگرچہ غزوہ تبوک سے متعلق آیات کا نزول اعلان برات والی آیات سے پہلے ہوا لیکن مؤرخ اللہ کی اہمیت کے پیش نظر ترتیب قرآنی میں اسے مقدم رکھا گیا حالانکہ التوبہ سورۃ نزولت فی غزوة تبوک و نزولت بعدھا (قطبی)

اس سورۃ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پہلے بسم اللہ شریف نہیں لکھی جاتی اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ کیونکہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے آغاز میں جس اللہ کے حکم نہیں دیا اس لیے نہیں لکھی تھی۔ والضحیٰ من البقرة لعل یکتب لہا جہیل علیہ السلام ما نزل بہا فی ہذہ السورۃ (قطبی)

مضامین سورۃ کہ جو اب تک کفر و شرک کا ایک ناقابل ترمیم قلعہ بنا ہوا تھا سلسلہ میں فتح ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے بے خاندان مجاہدوں اور انصار کچھ حرم علیل میں توحید کا پرچم اُٹھایا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عرب کے بیشتر قبائل خود بخود اگر مشرقِ اسلام ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ اسلام کا اثر و نفوذ جزیرہ عرب کی سرحدوں کو عبور کر کے دوسرے ممالک میں بھی محسوس ہونے لگا۔ عرب خصوصاً حجاز کا بے آب و گیاہ خطہ کسی خارجی کے لیے اپنے اندر کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ اسی لیے راتیں باقی دو جاہل ملتیں ہونے کے باوجود کسی نے اس کو زیر نگین کرنے کی خواہش ہی نہیں کی۔ اسی وجہ سے یہاں کے داخلی حالات سے بھی انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ حضور رحمتِ عالمی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے جو انقلابِ ندیر ہوا۔ اسی کی اطلاع اس کی اطلاعیں و اقوال قیصرِ دوم تک پہنچی تھیں لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ ایک داخلی معاملہ ہے اور اس میں اتنی تاب نہیں کہ کسی دن اس کے لیے بھی خطرے کا باعث بن سکے لیکن اسی اثنا میں

چند واقعات ایسے رونما ہوئے جنہوں نے اسے اس نئی طاقت کی اہمیت کا احساس دلایا

دوسرے بادشاہوں کی طرح حضور علیہ السلام نے نصری کے حاکم شرجیل کی طرف بھی دعوتِ اسلام دینے کے لیے اپنا کمر باندھ لیا۔ قاصد کے ہاتھ روانہ کیا۔ لیکن شرجیل نے اسے قتل کر دیا۔ ذاتِ اعلیٰ کے ہاتھ سے مدینہ طیبہ سے بدر کیا گیا۔ کو اپنے ہمراہ اس غرض سے آئے کہ وہ انیس دین اسلام سکھائیں گے۔ لیکن انہوں نے بھی فہر کیا اور ان مسلمانوں کو سوائے ایک کے شہید کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان شہداء کا انتقام لینے کے لیے تین ہزار کی جمعیت حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں روانہ فرمائی۔ شرجیل ایک لاکھ فوج کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ اور ہزول کا بھائی تھیموڑ بھی ایک لاکھ کلاشکر خراجے کو اس کی امداد کو آچھا۔ تین ہزار مجاہدین کے سامنے اب دو لاکھ فوج صحت بستہ تھی۔ مسلمان بھی کب ٹھننے والے تھے۔ جنگ شروع ہوئی۔ ایکے بعد دیکھتے تھے کہ مسلمان جو پہلوں پر تیز ہیں ثابت، پیچھے ہٹنے لگے۔ ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے باہر شہادت نوش کیا۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ آگے بڑھ کر اسلام کا جھنڈا اٹھایا اور اس بے شکری اور جانا بازی سے اپنے سے چھپا سونڈ لٹا فوج کا مقابلہ کیا کہ ان کے سامنے کھینچ کر دیئے۔ اب ہزول کی آنکھیں کھلیں کہ وہاں کے جن سواروں کو وہ خاطر میں نہیں لایا کرتا تھا ان کے ہاتھ آتے مضبوط اور ان کی تلواریں اتنی تیز ہیں کہ اس کی دو لاکھ فوج بھی انہیں شکست نہ دے سکی۔ انہی دنوں میں یہ واقعہ بھی ظہور پذیر ہوا کہ ہزول کی عرب فوج کا ایک اعلیٰ افسر قرعہ بن عمرو ہزول کی مشرتبہ باسلام ہو گیا۔ ہزول نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا اور اسے کہا کہ یا تو اس نئے دین سے تائب ہو کر اپنا سابقہ مذہب و عیسائیت ہاتھ دیکر لو جو یہ تمہارا سرِ ظلم کر دیا جائے گا۔ اس نے بڑی خوشی سے جان دے دی لیکن اپنے ایمان سے دستکش ہرنا گوارا نہ کیا۔ ان واقعات نے ہزول کو چوکنا کر دیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ آج ہی مسلمانوں کی ہزول بڑھتی ہوئی قوت کو کھل دے گا۔ چنانچہ اس نے زور و شور سے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور خود بڑھ کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے پرتوٹے نکلا۔

رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش اور دینِ مذہب پر نفاذ پر ہونے والے فتنہ و فساد کے بادلوں کو کیسے اٹھاندا کر سکتی تھی۔ چنانچہ حضورؐ نے بھی شام پر چڑھائی کا سزم فرمایا۔ حالات بڑے ناسازگار تھے۔ ملک میں عام قحط سالی کا زور دھڑکا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ چیلانی دھوپ اور ٹپکس دینے والی ٹو غصب دھار ہی تھی۔ ریتی زمین تانبے کی طرح تپ رہی تھی۔ صحابہ فرماتے ہیں جب بباد پر جانے کا حکم ہوا تو شدت کی گرمی تھی۔ باغات میں پھریں پک رہی تھیں۔ کھجوریں کھلنے لگتی تھیں۔ پانی پینے لگنے سایہ میں بیٹھنے اور آرام کرنے کے دن تھے۔

جب جنگ کی تیاری کا حکم ہوا تو مردان و فائش توڑا تامل تعمیل حکم کے لیے حاضر ہو گئے۔ اور ہر ایک نے ایک ٹوکڑ سے بڑھ کر الی امداد بھی کی۔ جو تھیں انہیں اپنے کانوں کی بانیاں اور لگے کے اڑکے اُتار کر پیش کر دیئے۔ حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ہزار ہا اشرفیاں لاکھوں میں ڈھیر کر دیں۔ حضرت صدیقؓ نے اپنی عمر بھر کا اندوختہ اٹھا کر باگاہِ نبوت میں حاضر کر دیا۔ لیکن ان سرفروشلوں اور جاں نثاروں کے علاوہ کئی اور عناصر بھی تھے۔ ایک عنصر منافقین کا تھا وہ بھلا

دوسرا ہم واقعہ جس کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے وہ مشرکین اور کفار کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی قیغ ہے۔ حضور رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کوشش فرمائی کہ تمام غیر مسلم قوموں کے ساتھ صلح و سلامتی سے رہیں۔ اسی مقصد کے لیے ان کے ساتھ صلح کے معاہدے کیے گئے لیکن غرض ثانی ہے ان کو قہراً دھوکے کی کوشش نہیں کی۔ اور جب کسی موقع ملا

عہد شکنی کر دی۔ اسی سال ماہ ذی قعدہ میں مسلمانوں کا ایک خانہ کج کے لیے روانہ ہوا۔ امیر راج حضرت محمد بنی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس خانہ کج کی روانگی کے بعد اس سورۃ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں، یکے کے بعد جمع عام میں ان کا اعلان کرنا ضروری تھا اور جگہ کے موقع پر عرب کے اطراف و اکناف سے لوگ جمع ہونے والے تھے اس لیے حضور نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجے روانہ فرمایا تاکہ حج کے روز یہ اعلان عام کر دیا جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ تمام کفار سے کیے گئے معاہدوں کی تلخ نہیں کی جاسی بلکہ ان قوموں کے معاہدوں کی تلخ کا اعلان کیا جا رہا ہے جنہوں نے پہلے عہد شکنی کی تھی۔ چنانچہ آیت ۴۴ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اب جب کہ عرب کے طول و عرض میں اسلام کا پرچم اُٹھ رہا۔ انھیں تو ضروری تھا کہ کئی مقدسہ سے کفار کی قومیت ختم کر دی جائے اور اپنی ایمان کو اس کا متوالی بنایا جائے۔ چنانچہ یہ حکم بھی فرمایا کہ آج کے بعد مسلمان ہی کعبہ اور مسجد حرام کی خدمت انجام دیا کریں گے۔

ابھی تک مشرکین حرم کعبہ میں اگر اپنی سابقہ مشرکانہ رسوم ادا کیا کرتے تھے۔ اب یہ کیونکر مناسب تھا کہ اسلام کے برسرِ اقتدار آجائے۔ کعبہ بھی اس جوہم قدس میں مشرکانہ رسوم ادا ہوں جسے اس کے تیر کرنے والے نے محض اس لیے تحریم کیا تھا کہ اس میں خدا سے واحد کی عبادت کی جائے۔ اس لیے اس سال سے اس کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ ابھی امر کے متعلق ضمنی بحثیں اور بھی ہیں۔ اپنے اپنے مقام پر ان کی وضاحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَمْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَن يَأْتِيَ الشَّارِكِينَ وَلَا جُنْدٍ مَّعَهُمْ قَوْمٌ يَمُوتُونَ

سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيٌّ هُوَ - اس کی ۱۲۹ آیتیں ہیں اور ۱۶ رکوعات ہیں -

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

یہ قطع تعلقی (یا اعلان آسپہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے عہد کیا تھا مشرکوں میں سے

اس جیسے پہلے کئی بار مذکور ہوا کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے تمام قبائل کے ساتھ امن و دوستی کے معاہدے کیے لیکن مسلمانوں کی ظاہری کمزوری کے پیش نظر وہ ان معاہدوں کا احترام بنانا زیادہ ہی محظوظ سمجھا کرتے اور جب کبھی انہیں موقع ملتا مسلمانوں کو تک پہنچانے سے گریز کرتے۔ اب جبکہ حضور تبرک کے سفر پر روانہ ہوئے جو مدینہ طیبہ سے سینکڑوں میل دور تھا اور قریب کی طرف سے تہذیب و آداب ہونے کا ارادہ تھا تو مشرک و کفر کے پرستاروں کے ہاں گلی کے چراغ جلنے لگے۔ انہیں یقین تھا کہ قریب مسلمانوں کو جس کرکھ دے گا اور اب مسلمان ان کی جہت دشمنی کے متعلق ان سے باز پرس نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے طرح طرح کی جھوٹی افواہیں پھیلائے لگے اور برعکس ذریعہ سے عہد شکنی کو کئے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اذہن ہی منظور تھا۔ حضور اپنے غلاموں کے ہمراہ مخضر و منضرب واپس تشریف لائے۔ اب فیصلہ طلب امر یہ تھا کہ کیا ان مارا ہٹ آئینہ کو کھلی چٹائی سے سب سے کہ جس وقت مہینے دیکھیں اسلامی دین اور اسلامی ریاست کو دہستے دیں۔ جب کبھی مسلمان کسی بیرونی دشمن کی طرف متوجہ ہوں تو ہمیشہ میں خنجر برہست کر دیں۔ اس لیے تبرک سے واپسی کے بعد جب ذلیقہ سلسلہ میں مسلمانوں کا قافلہ سفر حج پر روانہ ہو چکا تو یہ آیات نازل ہوئیں جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں۔ دوستی کے لباس میں اسلامی انقلاب کو تک پہنچانے کی انہیں اجازت نہیں دی جلتے گی۔ حضور کریم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روانہ فرمایا کہ حج کے دن یہ اعلان عام کر دیں۔ حضرت صدیق اپنے قافلہ سمیت مکہ کی طرف جا رہے تھے کہ اونٹنی کے جھلانے کی آواز کان میں آئی۔ فرمایا چنان گئے اور فرمائے لگے ہذا منہ فلا ناقلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرے رسول کرم کی آواز تھی کی آواز ہے۔ جب حضرت علی قریب پہنچے تو پوچھا امیران مامورہ کیا آپ کو امیرنا کو بھیجا گیا ہے یا مامور بنا کر۔ حضرت علی نے بتایا امیران آپ ہی ہیں تو مامورین کر آیا جنوں اور یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ آپ حضرت صدیق کی اقتداء میں ہی نمازیں ادا کرتے آپ کی ہدایت کے مطابق ارکان حج ادا کرتے مکہ پہنچے۔ اور دوسری ذی الحجہ کو کعبہ کے عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا است وگو انہیں اللہ کے رسول کا پیغام میں کے آیا ہوں اور میں سورۃ کی ابتدائی قس یا پامیسس، آیتیں تلاوت فرمائیں۔ اور اس کے بعد کہا کہ مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ تمہیں یہ حکم بھی سنا ہوں:

۱۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کعبہ نہ آئے۔

خطا العرب

وَرَسُولُهُ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ إِنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ

اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں کے لیے بڑے حج کے دن کہ اللہ تعالیٰ بری ہے

مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ وَرَسُولُهُ ۚ إِن تَبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ

مشرکوں سے ۔ اور اس کا رسول بھی عہد اب بھی اگر تم ثابت ہو جاؤ تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے سہ اور اگر

تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ

تم منہ پھیرے رہو تو خوب جان لو کہ تم نہیں عاجز کر سکتے واسے اللہ تعالیٰ کو عہد اور خوش خبری سنا دو

كُفْرًا وَعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ

کافروں کو دردناک عذاب کی ۔ بجز ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے

عہد رسول اللہ صلوٰۃ علیہ وسلم ہے اس کا معصوم علیہ اللہ کا کلمہ ہے جو ان کا اسم ہے اور منصوب بہ ہے مگر کائنات ہے

کہ معصوم اور معصوم علیہ کا احزاب ایک جیسا ہے اس معاہدہ کی سند سے رسول اللہ و منصوب بہ ہونا چاہیے تھا لیکن

یہاں اختلاف درمیان ہے ۔ اس کی وجہ کیا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ بیشک وہ رسول اللہ صلوٰۃ علیہ وسلم ہے لیکن یہ غیر معصوم

نہیں بلکہ یہ بعد از پیماس کی غیر نبوی لا محذورت ہے ۔ رسول اللہ اپنی خبر میت بعد از نبوت جملہ معصوم ہے اور ان اللہ

توبیخ و بصیرت جملہ معصوم علیہ ہے ۔ اس لیے یہاں یہ اشکال وارد نہیں ہوتا ۔

سہ توبہ کا دورانہ اب بھی کھلا ہے ۔ اپنی کارستانیوں پر اگر تم تادم ہو کر حاضر ہو جاؤ گے تو تمہیں رضا نہیں یا باغیا

بلکہ آخرت کی عفت و کرم کو تم پہنچنے کے کشادہ پاؤ گے تمہاری گزشتہ نافرمانیوں کو معاف کر دیا جائے گا ۔

عہد لیکن اگر اب بھی تم شرارتوں سے باز نہ آتے اور بدعت و مخالفت پر کمر بستہ رہے تو کان کھول کر سن لو تمہاری

کوئی تدبیر کوئی کرشمہ کوئی سازش اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو ناکام نہیں بنا سکتی ۔ تمہارا انجام دنیا میں بھی بہت زلت آمیز

ہوگا اور آخرت کے دردناک عذاب کا تو تم تصور تک نہیں کر سکتے ۔

عہد اس آیت نے سابقہ حکم کی وضاحت کر دی کہ صرف ان قبائل کے معاہدوں کو منسوخ کیا جا رہا ہے جنہوں نے

معاہدوں کی خود پہلے خلاف ورزی کی اور ان کا احترام نہ کیا لیکن جو اپنے معاہدوں کے پابند ہیں ۔ نہ کچھ طور پر اسلام کا انقباض

کرتے ہیں اور نہ چر سنجیدہ طور پر مسلمانوں کے دشمنوں کی امداد کرتے ہیں ۔ ان کے ساتھ جو معاہدے ہو چکے ہیں ان

کی پابندی لازمی ہے ۔

ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتَتْهُمُ

پھر انھوں نے نہ کسی کی تمنا سے ساتھ فترہ بھر اور نہ انھوں نے مدد کی تمنا سے خلافت کسی کی۔ تو پڑا کرو

إِلَيْهِمْ عَهْدُهُمْ إِلَىٰ مَدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ④

ان سے ان کا معاہدہ ان کی مدت (مقررہ) تک۔ بیشک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو کہے

فَإِذَا النُّسُكُ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الشُّرَكَائِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تلہ تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ۔ انھیں اور

وَاخْذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ وَقَعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَإِن

گرفتار کرو انھیں اور گھیرے میں سے لورا انھیں اور بیٹھو ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ۔ پھر اگر یہ

تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ

توبہ کریں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ بے شک

۹۔ گویا عہد کو پورا کرنا بھی تقویٰ کے لوازمات سے ہے اور متقین کا شمار ہے آیت کے اس ترجمے اللہ تعالیٰ کے

نزویک معاہدوں کی پابندی کی اہمیت کو بالکل واضح کر دیا۔ تعلیل و تنبیہ سے ان اقسام عدہ من باب التَّوْبَةِ (مغفرت)۔

تلہ نسخ کا معنی ہے کسی ایسی چیز کو اتار بھیجنا جو مجسم کے ساتھ چلی جوتی ہو بھرتی کی کمال اور پھرنے کو بھی منع نہ کیا

ماتا ہے اور یہاں مراد ہے ان مہینوں کا ختم ہو جانا۔ موصد: بعد گاہ جہاں کسی چیز کی تاک میں بیٹھا جاتے۔ اشہر خرم سے مراد

یہاں وہ چار ماہ ہیں جو گرفتار و مشرکین کو بطور ہولت دینے کے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں کو منع کر دیا گیا تھا کہ وہ چار ماہ تک گرفتار کے

ساتھ تعرض نہ کریں۔ اس لیے انھیں بھی حرمت والے کہا گیا۔ مشرکین سے مراد صرف جہنم لگنی کرنے والے مشرک ہیں آیت کا

تدعیہ ہے کہ پھر مشرکین جن کو تم نے چار ماہ کی ہولت دے رکھی ہے جب بھی گزر جائے تو پھر ان جہنم لگن مشرکوں پر ٹوٹ پڑو۔ آواز

جنگ ہوں تو انھیں تین گروں اگر کسی قلعہ یا محوطہ جنگ میں قیام پذیر ہوں تو ان کو گھیرے میں سے لورا۔ اگر قابو میں آجائیں تو گرفتار

کر لو غرضیکہ اس پر کسی رعایت کے متعلق نہیں۔ ہاں اگر پھر کسی مشرک کے بعد بھی پتے دل سے توبہ کریں اور اپنی توبہ کی تعمیل

کا عملی ثبوت بھی دیتا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو یوں نہ کرے گی۔

اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ

اللہ تعالیٰ حضورِ رحیم ہے۔ اور اگر کوئی شخص مشرکوں میں سے پناہ طلب کرے آپؐ

فَاجِرُهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْنِغْهُ مَأْمِنَةً ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

قریباً دیکھے اسے تاکہ وہ اللہ کا کلام پھر پہنچا دیکھے اسے اس کی امن گاہ میں اللہ یہ علم اس لیے ہے

قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۝ كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ

کہ وہ ایسی قوم ہیں جو قرآن کی نہیں جانتے۔ کیونکہ جو کلمہ ہے اللہ (ان عہد شکن مشرکوں کے لیے کوئی معاہدہ اللہ کے

اللَّهُ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدُوا عِنْدَ الْمَسْجِدِ

نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجدِ حرام کے پاس

اللہ ان مشرکین میں سے جن کے ساتھ جنگ کرنے کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اگر کوئی مشرک قرآن کے پیغام کو سمجھے،

اپنی غلط فہمیاں اور شبہات دور کرنے کے لیے ان چار ماہ کے گزرنے کے بعد بھی آنا چاہے تو آپ اسے سزا دیں کہ وہ آگے

اور بکے اور اس عرصہ میں اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے اس کے بعد اگر حق کی روشنی اس کے دل کے اتنی پر نور ہو جائے

تو میں مطلوب ورنہ اسے بڑی حفاظت سے اس کے مسکن اور قیام گاہ تک پہنچا دیں آیت میں المشرکین کی وضاحت ان افراد

سے کی گئی ہے: الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ غُلَامًا يَّامِيًّا يَرْجُو اَنْ يُفْلَحَ اس کے بعد اس آیت سے کئی احکام مستنبط کیے ہیں جن کا

ذکر قاعدہ سے خالی نہ ہو گا۔

(۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر اسلام کی صداقت معلوم کرنا چاہے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اسے یہ موقع دیں

اور پوری کوشش کریں تاکہ اس کے شرک و شبہات کا ازالہ ہو جائے۔

(۲) اس عرصہ میں اس کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت اسلامیہ پر ہوگی۔

(۳) وہ آدمی مقررہ وقت تک ہی مملکت اسلامیہ میں رہ سکتا ہے اسے غیر معین وقت تک یہاں رہنے کی اجازت

نہیں ہوگی۔

(۴) اگر وہ نیا وہ عرصہ رہنا چاہے گا تو اسے اس مملکت کی شہریت قبول کرنا پڑے گی۔

ملاحظہ یہاں بھی انہیں مشرکین کا ذکر ہے جنہوں نے معاہدہ کر کے توڑنا اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔ کیفیت یہاں استنباط کے لیے

نہیں بلکہ اختتامِ حیرت و حجب کے لیے ہے اور یہاں کلام میں اختتام ہے تقدیر کلام قرآن ہے کیف یكون للمشركين عهد

الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يَحِبُّ

تو جب تک وہ قائم رہیں تمہارے معادہ پر تم بھی قائم رہو ان کے لیے سلاہ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا

الْمُتَّقِينَ ۝ كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُ عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ

سچے پرہیزگاروں سے۔ کیونکہ ان کے معادہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے حالانکہ اگر وہ غالب آجائیں تم پر تو ردی افکار میں تمہارے بارے

إِلَّا وَلَا ذِمَّةَ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَ

میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی عہد کا سلاہ ماضی کرتا چاہتے ہیں تمہیں ضرورتاً اپنے منہ کی باتوں سے اور انکار کر رہے ہیں

أَكْثَرُهُمْ فَسِقُونَ ۝۵۱ اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَصَدُوا

ان کے دلا اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔ انھوں نے بیچ دیں اللہ کی آیتیں تھوڑی سی قیمت پر (مذہب پرانے)، بدکا اصول پر

عَنْ سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۵۲ لَا يَرْقُبُونَ

(لوگوں کو) اللہ کی راہ سے سلاہ بیشک وہ بہت بُرا تھا جو وہ کیا کرتے تھے۔ نہیں لحاظ کرتے

۵۱ احضار القدر یعنی ان کے دل میں تو دھوکا اور غدر کے جذبات ہیں پھر ایسے لوگوں کے معادہ میں پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے
۵۲ مصلحت کے تقاضے کیسے کی گئی نہ ہوں۔ حالانکہ کتنے ہی اشتعال انگیز جوں، عہد شکنی کا آغاز فرزند ان تو حیدر
برگز نہیں ہوتا پایا ہے۔ جنگ کفار اپنے عہد پر قائم رہیں تمہیں بھی قائم رہنا چاہیے۔ اگر وہ عہد شکنی کی ابتداء کریں تو پھر تم کو
بھی اجازت ہے۔

۵۳ کسے کیسے یہاں بھی اظہار حیرت و تعجب کے لیے ہے۔ اہل یہاں قرابت اور رشتہ داری کے معنی میں مستعمل ہوتا
ہے (قلابن عباس)، اور قبیلہ سے مراد معادہ ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے معادوں کا کیا اعتبار جو اگر غالب
آجائیں تو خون کے دریا بہا دیں اور تمہارے ساتھ ان کے جو خونی رشتے ہیں انھیں بھی بچھا دیں۔ اور جو اسن اور صلح کے عہد و
پیمان کر چکے ہیں وہ بھی غرا موش کر دیں۔ ان کی یہ سب چکنی چٹری باتیں ظاہر داری کے لیے ہیں ورنہ ان کے دلوں میں تو
تمہارے خلاف دشمنی کا لاوا ابل رہا ہے۔

۵۴ مروی ہے کہ جب اہل مکہ کی قوت کمزور ہوتی نظر آنے لگی تو اہل طاقت نے انھیں مالی امداد کا یقین دلا دیا اور
اسلام کے ساتھ جنگ کرنے پر انھیں پھر اکساوا شروع کر دیا۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ کفار مسلمانوں سے مصروف جنگ

فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلاَ ذِمَّةَ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُبْعَدُونَ ۖ فَإِنْ

کسی مؤمن کے حق میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی وعدہ کا۔ اور یہی لوگ حد سے بڑھتے دلتے ہیں۔ پس اگر یہ

تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَفَاحُوا بَيْنَكُمْ فِي الدِّينِ

توبہ کریں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں صلہ دین ہیں۔

وَنُقْصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۖ وَإِنْ تَكَشَّفُوا أَيْمَانَهُمْ

اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں ایسی آیتیں اس قوم کیلئے جو علم رکھتی ہو۔ اور اگر یہ لوگ توڑ دیں اپنی قسمیں صلہ

دہ کر اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہے تھے کہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی اور اس کی غنا پذیریش و عشرت کے وہ اتنے دلدادہ ہیں کہ انہوں نے آخرت کی ابدی زندگی اور اس کی فائز و مال نعمتوں کو نظر انداز ہی کر رکھا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن نے فقط اشتراک و خریدنے کے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ مشتری و خریدار ابھی قیمت سے خرید کر وہ چیز کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

صلہ عمر عمر کی افلاورسانی اور عین آسانی کے بعد بھی اگر وہ دعوت اسلام قبول کر میں تو انہیں اسلامی برادری میں شامل کر لیا جائے گا۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا تاروا مسلک نہیں کیا جائے گا۔ پہلے مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کی رضا کے یہ بھی مستحق ہو جائیں گے۔ معاشرتی، قانونی اور تمدنی حیثیت سے ان کے وہی حقوق ہوں گے جو دیگر مسلمانوں کے ہیں۔ انہیں پہلے پھونسنے کے تمام مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

صلہ جن کا تاروا مشرکین نے اسلام قبول کر کے اس کے احکام بجالانے کا وعدہ کر لیا یا اسلامی مملکت کی پُر امن رعایا بن کر رہنا منظور کر لیا۔ پھر اگر وہ یہ جہد توڑ دیں یا اسلام کے عقائد و نظریات پر زبان طعن و زور کرنے لگیں تو انہیں مملکت اسلامیہ کا باغی تصور کیا جائے گا۔ اسی آیت سے فقہاء کو اس نے یہ مسئلہ متنبہ کیا ہے کہ ذی نے اگر حکومت اسلامیہ کے احکام کی خلاف ورزی شروع کر دی یا اسلام کے عقائد پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے تو اس کا وہ معاہدہ کا عدم

ہو جائے گا۔ وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَىٰ أَنَّ أَهْلَ الْعَهْدِ مَتَى تَخَالَفُوا شَيْئًا مِّنْهُمَا مَوْحِدًا عَلَيْهِ وَظَعْنًا فِي دِينِنَا فَهَذَا نَقُصُّهُ الْعَهْدَ (احکام القرآن المصنف) طعن کا انوری معنی ہے نیزہ کا مار کرنا۔ اسی طرح یہ روہ باہت جو دل کو دکھ پہنچانے والی ہو اس کو بھی طعن کہتے ہیں بعض علماء گفتے ہیں یہ فرق کیا ہے کہ طعن کا معنی جب نیزہ زنی ہو تو یہ قصور و تقصیر کے باب پر ہو گا، اور جب طعن بالقول ہو تو ختم یافتہ کے باب پر ہو گا (قرطبی) اور دین پر طعن کرنے کا یہ مطلب ہے کہ دین کی طرف ایسی غلط بات فسوب کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا دین کے وہ عقائد اور احکام جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں ان کا غناق اٹرا یا جائے۔ طعن ان یسبب الیہ ما لا یلیق بہ اویعترض بالامتناف علی ما هو من ظہرہ لما ثبت

مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَيْمَةَ الْكُفَرِ

اپنے معاہدہ کے بعد اور میں کریں تمہارے دین پر توجہ کر و کفر کے پیشواؤں سے شلہ

إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝۱۰ لَا تُقَاتِلُوا قَوْمًا

جنگ ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں ہیں راہیں سے جنگ کرتے اگر یہ لوگ وہم نہ ہوں گے، باز کہا جس کی نہیں جنگ کر کے

تَكُونُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَبُوا بِأُخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُكُمْ وَأُولَ

اس قوم کے ساتھ جنہوں نے توڑا اپنی قسموں کو اور ادا کیا انہوں نے رسول کو نکال دینے کا شلہ اور انہیں نے آغاز کیا تمہارے

مَرَقَظًا تَخْشَوْنَهُمْ قَالَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۱۱

زیادہ کی کا پہلی مرتبہ کیا تم ڈرتے ہو ان سے شلہ (رسول) اللہ تعالیٰ زیادہ خدا ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر مومن (ہو گئے) (ابا بدار)

من الدليل القطعي على صحة اصوله واستقامته فروع (قرطبي، ابن العربي)۔

شلہ ان لوگوں کو کفر کے پیشواؤں سے نہ لے کر کیا جا رہا ہے جو قبول اسلام کے بعد مرتد ہو گئے۔ جو اسلام کے سایہ میں امن و راحت کی زندگی بسر کرنے کے باوجود اتنے طوطا پر ہیں کہ اس پر زبان میں دراز کرتے ہیں۔ ان کی قسموں پر اعتماد کرنا یا ان کی پکٹی پیڑی باتوں میں آجانا بڑی سادہ لوحی ہے جو ایمانی فراست سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ ان کی کھوپری پر جب تمہارا آئینی گزرتے گا تو ان کو ہریش آئے گا اور وہ حقیقت کشناسی کی طرف مائل ہو گئے۔ کفار کی ذہنیت کا کتنا صحیح تجزیہ ہے۔

شلہ صاحب تفسیر منہری نے لکھا ہے کہ یہ آیت یہود منافقین اور کفار بدینہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ صفو علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ تبوک پر روانہ ہوئے تو انھوں نے حضور کو بدینہ سے نکال دینے کا ارادہ کر لیا اور مشرکین عرب کو اپنی امانت کا یقین دلایا کہ انھیں ایک بار پھر غناوت پر آمادہ کیا تھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہی قول راجح ہے کیونکہ یہ سورۃ غزوہ تبوک کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ وهذا الظہار لان الصورتا نزلت بعد غزوة تبوک (مطہری)

مولانا سید وحید نے لکھتے ہیں کہ ان زوردار الفاظ سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائے کی وجہ یہ ہے کہ حج کے موقع پر اسلام کی جس نئی پالیسی کا اعلان کیا گیا تھا اس سے اندیشہ تھا کہ کہیں کفر کی کچی جماعت اپنی بقا و سلامتی کے لیے اپنی ساری قوتوں اور وسائل کو واپس لگا کر عرب کے اطراف و اکناف میں عام بغاوت کی آگ نہ بھڑکائے۔ ان سے تمام معاہدوں کی منسوخی کا اعلان دیکھ کر قریش سے عروہی برج کعبہ کی محاسنت وغیرہ ایسے احکام تھے جن سے ان کا بھرپور ٹھنڈا کوئی مستبعد نہ تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو ان جنگی حالات کا متبادل کرنے کے لیے جوشیار اور مستعد رہنے کا حکم جاری کر دیا اور

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَبْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ

جنگ کرو ان سے لڑو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے اور کمرہ اگر لگائے انہیں اور مدد کرے تمہاری آنکھیں

يُشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَيَذْهَبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ

تنبہ میں اور دل پرلے مہمندر کرے گا اس جماعت کے سینوں کو عزت و ایمان ہے لڑو اور غیظ (دلوں کا)

وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۱۸

اور اپنی رحمت سے توجہ فرمائے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا داناس ہے کیا تم

حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ

یہ خیال کر رہے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ انہی تکس پہچان کر لے گا اللہ تعالیٰ ان کی جو جہاد کر چکے تم میں سے

پھر ایسے انقلابی فرائض پر کسی قسم کے احتجاج کا ظہور نہ دیر نہ ہونے کی یہی وجہ تھی کہ انہیں ہر طوط مسلمان شیعہ کھینچ اور مستعد کھڑے

کھائی دے رہے تھے (واللہ اعلم بالصواب)

۱۸ یعنی کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے تم اس لیے پہلوتی کرنا چاہتے ہو کہ تمہیں اندیشہ ہے کہ وہ تم پر غالب آجائیں۔

اس دوسرے کدول سے نکال دو۔ اور تمہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سے اور جو جسے زیادہ قوی اور جسے زیادہ توانا ہے جس کو تم نے اپنا

دب اور مستعد نہیں کیا ہوا ہے اور ایمان صادق کا یہی تقاضا ہے۔

۱۹ کفر کرنے کا جو اصل فیصلہ فرما دیا ہے اس کا ظہور تمہارے ہاتھوں سے ہوگا تمہیں کمزور اور بے بس سمجھنے والے تمہارے قتل

کی ٹھکانہ کر دیں ہونگے۔

۲۰ کفار کے ساتھ جنگ کا حکم دے کر انہیں بتایا جا رہا ہے کہ بڑوں سے وہ نہیں تار بے ہیں اور تمہارے دل

ان کی ایذا و سائیر سے داغ دلخ ہیں۔ اب وقت ہے کہ تم کفر و فسق کے ان ظلم و اعداؤں پر ضرب کاری چلا کر ان کی غرور

خاک میں ملا دو۔ اسلام کی فتح اور کفر کی ذلت دیکھ کر تمہارے دل باغ باغ ہو جائیں گے اور تمہارا جو جھوٹا ہو جانے کا اور

استقامت کے جو شیطانی بھوک رہے ہیں وہ سرور و شہر بائیں گے۔

۲۱ اب تک جو کفر سے چھٹے ہوئے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن پر رحمت خداوندی جب توجہ فرمائیگی

تو ان کے دلوں کے قتل بھی مکمل جائیں گے اور وہ مستقبل میں اسلام کے جانا ناز سپاہی ثابت ہوں گے۔

وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ

اور جنہوں کے نہیں بنایا بغیر اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے کسی کو اپنا

وَلِيَّةٌ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۹﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ

محرم راز - اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو تم کرتے ہو - نہیں ہے رواں مشرکوں کے لیے

أَنْ يَّعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ

کہ وہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو ^{۱۰} شہدوں کے لیے جس پر وہ اپنے نفسوں پر کفر کی -

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِهِمْ خَالِدُونَ ﴿۱۰﴾ إِنَّا

یہ وہ (بد نصیب) ہیں ضائع ہو گئے ہیں تمام اعمال - اور (دور رس) کی آگ میں ہیں یہ ہمیشہ بنے والے ہیں عورتوں ہی

يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ

آباد کر سکتا ہے اللہ کی مسجدوں کو جو ایمان لایا ہو اللہ پر اور روز قیامت پر اور قائم کیا

مسئلہ جہاد کو گراں سمجھنے والوں اور اس سے جی بچانے والوں کو بطور زبردستی قریح فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم یہ گمان کر رہے ہو کہ تمہارا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہو گا اور کسی آزمائش سے تمہارے اس دھڑلے ایمان کو پرکھا نہیں جائے گا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو تم خود غریبی میں مبتلا ہو۔ خوب کان کھول کر سن لو عمل کی کسوٹی پر تمہارے ظاہر اور باطن کو پرکھا جائے گا۔ جب جہاد کے تقاضے پر چوٹ پڑے گی تو تمہیں سرکشت میدان میں حاضر ہونا ہو گا۔ اسلام کے مفاد کے لیے اپنے سابقہ تعلقات اور دوستی مراہم کو قربان کرنا ہو گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل اسلام کے ساتھ اپنے دل و تعلقات کو استوار کرنا ہو گا۔ علم کاغذی یہاں جاننا نہیں بلکہ جتنا اور چہاں کرنا ہے۔ اس کی تحقیق کئی مقامات پر پہلے گزر چکی ہے۔ ویسے اس شخص کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنے دلی راز کہے۔ واحد اور جمع دونوں کے لیے یہی لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ فوجیۃ الدین من یختص بہ خلق امرک حق الناس والوحد والجمع فیہ سواء (قرطبی)۔

مسئلہ مسجدیں محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں۔ خصوصاً مسجد حرام جس میں کتبہ متعدد ہے۔ اس لیے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ان کی تعمیر، ان کی مرمت، ان کی آبادی اور ان کے دوسرے انتظام کا متولی کفار اور مشرکین کو بنایا جائے اس آیت کریمہ اس امر کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا اور اس حکم سے ہر کسب و عمل سال کا نہایت کمزور کی ندرت ہے تھا

شباب العراق

فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

اس نے اللہ کی راہ میں وہ نہیں یکساں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ان لوگوں کو جو ظالم ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ

میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بہت بڑا ہے (ان کا) درجہ اللہ تعالیٰ کے

اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ

نزدیک شملہ اور یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں شملہ خوشخبری دیتا ہے انھیں ان کا رب اپنی رحمت

شملہ کعبہ کی مجاہدین اور مہاجرین کی خدمت گزاروں اور مسافروں کی جہان فزاوی کو اسلام سے روگردانی کرنے کی صورت میں اپنی نجات کے لیے کافی سمجھنے والے کان کھول کر سنیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان کے بغیر اس کی کوئی تقدیر و منزلت

نہیں۔ اس کی بارگاہ عالی میں تو انہی کے لیے اعزاز و اکرام کے رتبے ہیں جو ایمان، ہجرت اور جہاد کی صفات سے منعم ہوں شملہ کہتے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں رحمت الہی اور رضا و خداوندی کی نوبت جانتا انسانی جہاد ہی ہے حق تو

یہ ہے کہ اس کے بعد اور وہ ہی کیا مانے جس کے حصول کی متبادل میں پیدا ہو۔ اللہ جاعلنا منعم بجلالہ حبیب المکرم متیننا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔ ان صفات سے فوری طرح منعم حضور و سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے

صاحب کرام تھے جنہوں نے کفار کی سفائیوں اور سنگدلانہ وجود و تہمت کا اثری مرداکی سے متبادل کیا جنہوں نے عرض اپنے دین کی خاطر اپنے شاد آباؤ گھروں کو چھوڑ کر غریب الوطن کی سختیوں اور پریشانیوں کو خوش آمدید کہا جنہوں نے میدان جہاد میں عظیم الشان

سرفروشی اور جان بازی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ کفر کے ظلم مرگوں جو گئے۔ کفار کے چمکے چھوٹ گئے اور اسلام کا آفتاب اقبال بر سرِ ضیاء پامشیاں کرنے لگ گیا۔ ایسے ہی نفوس قدسہ کے بارے میں قرآن کریم گواہی دے رہا ہے کہ بارگاہ ربیت و عزت میں

ان کے درجات بڑے بلند ہیں۔ اپنے رب کی راہ میں اپنے گھر، اپنے سر اور اپنا مالی و منقول قربان کرنے والے و یواختار شوق کے سربل پر فروزا کامرانی کا زور کا تراج سہا یا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے جس سے کسی کے دل کا راز بھی

پوشیدہ نہیں رہے اس کے سامنے ہر شخص کا امنی و حال اور مستقبل آشکارا ہے، جن لوگوں کے بارے میں اس کی زبان تقدیرت شہادت دے رہی ہے، ان کو انک، ہم الفائزون ان کے بارے میں چرمگیر نیاں، ان کے ایمان پر اعتراض کسی ویسے شخص کو تو ہرگز

فَمِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿۲۱﴾ خُلْدِينَ

اور اپنی خوشنودی کی اور دلیسے، باغات کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہوگی۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں

فِيهَا أَبَدًا طَلِقَ اللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

وہ اس میں "آبد"۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی اجر عظیم ہے۔ اسے ایمان والو!

أَمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحْبَبْتُمْ

نہ بنا لو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دلی دوست اگر وہ پسند کریں

الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكَ هُمْ

کفر کر ایمان پر سٹھ اور جو دوست بنائے انہیں تم میں سے تو وہی لوگ ظالم

الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَإِبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ

کرنے والے ہیں۔ (اسے ہمیشہ) آپ فرمائیے اگر میں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور

أَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ

تمہاری بیویاں اور تمہارا گنب اور وہ مال جو تم نے کماتے ہیں اور وہ کاروبار

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ

اور بیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو سٹھ زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے

زیب نہیں دیتے جو قرآن کو اللہ کا کلام، ماننا ہے اور اللہ کو عظیم و عزیز تعین کرتا ہے۔

سٹھ دار کفر کو چھوڑ کر دار اسلام کی طرقت جوہرت کرنے کی راہ میں مستحب بڑی رکاوٹ ہے دشتہ داریاں ہی تو تمہیں جن کی محبت اور خاطر داری کی وجہ سے انسان اس فریضہ کی ادائیگی سے محروم رہ جاتا تھا۔ اس لیے فرمایا کہ کسی سے خواہ وہ تمہارا باپ اور بھائی ہی کیوں نہ ہو اس دلی دوستی قائم نہ کرو جو کسی وقت حکم الہی کی بجا آوری میں مائل ہو۔

سٹھ اس آیت کریمہ میں ہر طرح کے بندھنوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن میں انسان اپنے آپ کو اپنی فطرت اور ضرورت

وَرَسُولُهُ فِي سَبِيلِهِ فَتَرُكْهُنَّ وَأَحْشَىٰ يَأْتِي اللَّهُ بِأَمْرٍ

اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کر کے سے ترک کر دیاں تک کہ آئے اللہ تعالیٰ دنیا تم سے

کے باعث بندھا بنا پاتا ہے۔ ماں باپ کی محبت اپنی اولاد سے اور اولاد کی اپنے ماں باپ سے، بھائی بہنوں کی باہمی محبت
میاں بیوی کا گہرا تعلق یہ سب انسانی فطرت کے تقاضے ہیں۔ سال، کاروبار اور مکانات وغیرہ سے انسان کا گناہ اس سے
ہے کہ وہ زندگی بسر کرے اور اسے عزت و آرام سے گزارے میں ان کا حجاج ہے۔ دین اسلام کیہ کہ دین فطرت ہے ورنہ
کے طبعی تعلقات اور اس کی ضروریات کا مناسب خیال رکھتا ہے اس لیے اس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سرے سے یہ محبت کے
رشتے توڑ ڈالے جائیں اور ان چیزوں کی طرف سے باطل توڑ دیا جائے۔ لیکن کیونکہ انسانی زندگی کی غرض و غایت
حرف، انہی چیزوں تک محدود نہیں بلکہ ان سے بہت آگے اور بہت بلند ہے اس لیے انسان کو انہی تعلقات اور انہی
امشیہ میں کھڑے رہنے سے روکا ہے اور حکم دیا کہ بیشک ان اشیاء سے محبت و پیار کرو لیکن صرف اس حد تک جبکہ یہ چیزیں
تمہاری روحانی ترقی میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کی محبت اور عشق سے نہ ٹکرائیں۔ ایشاء و شہادت
کے میدان میں جاسے سے تمہارا راستہ نہ بدگس ساگر بھی اسی صورت حال پیدا ہو جائے تو چہرہ ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو
پائے تمہارت سے ٹھکراتے ہوئے آگے نکل جاؤ۔ تب تم اپنے آپ کو ایسا بنا کر دیکھو کہ تمہارے خدا پروردگار نے یہاں
محبت طبعی اور امتیازی کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جہاں تک انسان کا اختیار ہے وہ اللہ اور رسول سے زیادہ
محبت کرے اور اگر بلا اختیار کسی اور سے زیادہ محبت کرے تو سچ نہیں۔ لیکن حضرت علامہ شاہ ولی اللہ پانی پتی فرماتے
ہیں کہ وہ مسلمان ہی کیا ہے جس کی طبیعت شریعت اسلامی کی پابند نہ ہو۔ غفلت و کمال الایمان ان یکون العصبیۃ فایۃ
الشریۃ فلا یکتفی بالظہر الا بالاموال الشریۃ۔ چنانچہ حدیث آپ میں بھی ہر ایشاء مرجوہ ہے کہ جب تک اللہ کا رسول ان
باپ، اولاد اور ہر چیز سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو اس وقت تک انسان مومن نہیں ہو سکتا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدیہ ووالدیہ وانا احب الیہ من کل احد۔ اس کے بعد علامہ سرہانی لکھتے ہیں کہ
یہ نعمت بجز اولیاء کا لین کی صحبت کے نصیب نہیں ہو سکتی۔ وذلک کمال الایمان لا یکتفب فذلک للؤمن مصاحبۃ
ارباب القلوب العاصیۃ۔ والنفوس المذکیۃ وذلک الاویۃ وما ذکرنا من الاحادیث۔ یہ وجہ انفرادی انکساب التوفیق
من عند ملة المشائخ یعنی اللہ عنہم اجمعین و مقصدی یہ ہے کہ ایمان کا اعلیٰ درجہ تب آتا ہے جب دل میں اللہ
اور اس کے رسول کا عشق شعلہ زن ہو جائے وقت یہ ساری تحریریں خود بخود نکل جاتی ہیں اور سارے حجاب مٹا رہا ہوتا ہے۔
ماں باپ اپنے بچوں کے ٹپتے ہوئے لہٹے دیکھ کر مٹ کر اڑتے ہیں۔ عورتیں اپنے شوہروں کے سر نہریدہ جم دیکھ کر بھونک
اور کرتی ہیں اور بہنیں دعائیں مانگتی ہیں کہ اے اللہ اعلیٰں ہمارے ماں باپ کے کو شہادت نصیب فرما۔ اس وقت نہ رات
کو نیند ملتی ہے اور نہ دن کو ٹھنک محسوس ہوتی ہے حضرت رابعہؓ کے یہ شعر پڑھیے اور اہل عشق و محبت کی بے تابی

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۷۱ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي

اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے۔ بیشک مدد فرمائی تمہاری اللہ نے بہت سے

مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۝۷۲ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

جگہ میہ انوں میں سنگت اور جہن کے روز بھی سنگت جبکہ کھنہ میں کمال دیا تھا تمہیں تمہاری کثرت نے کھنہ

کی نظر فرمائیے۔ ۱۰

احبک حبیب العزیز وجہ لا تلتق اهل لدا کا

فاما الذي وجبه العزیز فاشق شفت يد من سوا کا

واما الذي انت اهل لدا فكشفك الى العجب حتى لا کا (الشارح)

ترجمہ: (۱) اسے سولہ ایس تھوڑے دوہری جنت کرتی بڑوں ایک تو یہ کہ تو میرا محبوب ہے۔ دوسری یہ کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے محبت کی جائے۔ (۲) پہلی جنت نے تو مجھے ماسوا سے خبر کر دیا ہے۔ (۳) دوسری محبت کا اتنا نایاب ہے کہ جواب سرک جاتیں اور چشم شوق لذت دید حاصل کر لے۔

۷۲ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور راقی میں جہاد کرنے سے زیادہ تمہیں کوئی چیز عزیز اور پیاری ہے تو پھر خدا کی بات کا استغفار کرو۔ اب تم رحمت و عنایت کے مستحق نہیں رہے بلکہ نادمگی اور تائب کے سزاوار ہو گئے ہو۔

۷۳ سونہ براۓ کے امکان سے جو حالات پیدا ہو گئے تھے اور اندیشہ تھا کہ کفار پھر ایک بار سب مل کر یمن کی بازی لگائیں گے۔ مسلمانوں کے دلوں سے ایسے دوسرے دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ جس خدا نے اس سے پہلے بے شمار موصول پر تمہاری دستگیری فرمائی ہے اور تمہاری قلیل تعداد کو دشمن کی کثرت پر فتح دی ہے اس کی نصرت آج بھی تمہارے ساتھ ہے۔ کل ہی کی بات یاد کرو جن میں کس طرح تمہاری سپاہی گواہ کی نصرت اور اعانت نے فتح میں تبدیل کر دیا۔ آج بھی اسی پر توکل کرو اور دشمن کی کسی سازش سے مت گھبراؤ۔

۷۴ کھنہ کھنہ فتح ہوتا ہے اور کھنہ دشمن کا حکم حصار پر مزید خاک کر دیا جاتا ہے۔ پندرہ دن تک مسلمان امن و سکون سے کھنہ میں ٹھہرے رہے ہیں اور طواغیت کی حسرتوں کو پورا کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف کے قبیلے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہنچے لشکر جبار کے ساتھ اور حکم فرما کر گئے ہیں لشکر کی تعداد باہر بڑھائی۔ اس ہزار انصار و مہاجر تھے اور دو ہزار کھنہ کے فوسل بعض مشرک بھی شریک ہو گئے تھے مسلمانوں نے جب باہر ہزار کا لشکر جبار دیکھا تو بعض نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ کج کوئی طاقت ہیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ جب یہ لشکر دشمن کی وادی میں پہنچا جو کھنہ کے جنوب مشرق کی طرف صرف تین میل دور ہے تو مالک بن عوف کی قیادت میں ہوازن و ثقیف

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

فاندر دیا تمہیں اس کی کثرت، پھر کبھی اور تنگ ہو گئی تو پھر زمین بڑھ گئی دست کئے۔ پھر تم

وَلَيْتُمْ مُذْبِرِينَ ۖ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ

مڑے پیڑ پھیرتے ہوئے۔ پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی (خاص) سکینہ اپنے رسول پر اور

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ

اہل ایمان پر اور انہیں وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکتے اور عذاب دیا کافروں

كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۖ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ

کو۔ اور یہی سزا ہے کافروں کی عذاب پھر رحمت سے توبہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بعد

کے ماہر تیر انداز تنگ وادی کی کہیں گاہوں میں چھپ کر بیٹھ رہے جب مسلمان ٹھیک ان کی زد میں آگئے تو ان کے تیر بڑا
لاکھ دیا تیروں کی بے پناہ اور غیر متوقع بادش سے مسلمانوں کے پاؤں ٹکھڑ گئے اور انہوں نے بے تماشا جگہاں شروع کر دیا جنہو
کریم کی معیت میں مرد۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، عباسؓ، علیؓ، ابو سفیان بن الحارث اور عبدالرحمن بن عوفؓ تھے۔ اس نازک حالت میں
حضرت کی شہادت کا یہ عالم تھا کہ پستے شہادت میں جیش نہ بھرتی سفید پتھر پورا تھے۔ اسے اٹھائی لگائی اور دشمن کی صفوں کی
طرف بڑھایا حضرت عباسؓ نے ہاتھ تمام رکھی تھی اور ابو سفیان بن الحارثؓ نے رکاب پکڑی بھرتی تھی۔ حضورؐ فرما رہے
تھے انا نبی الکذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ اسی حالت میں حضورؐ نے ٹکڑیوں کی ایک مٹی بھر کر ان کی طرف پھینکی۔ کوئی
کافر یہ نہ تھا جس کی آنکھوں میں نہ پڑی ہو۔ آسمان سے غر شوق کا غیر مرقی ٹکڑے بھی آکر آیا۔ دشمنوں کے پائل اکٹھے گئے۔
حضورؐ کے حکم سے حضرت عباسؓ نے بلند آواز میں مہاجرین اور انصار کو پکارا ایتا مستنوا للانصار الذین آذوہم وفضلوا یا معشرو
الانصار الذین یأمنوا تحت ینبوتہ ابن عقیل فخلعتہ ترجمہ آئے گروہ انصار جنہوں نے غریب المہاجرین کو پناہ دی
اور نازک اوقات میں اسلام کی امان دی۔ آئے گروہ مہاجرین جنہوں نے رعیت کے نیچے بیعت کی، محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم
زندہ ہیں، سب ان کے پاس جمع ہو جاؤ۔

آواز سننے ہی صحابہ پروانہ وار دوڑے چلے آئے اور حضورؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے اس طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت
سے اہل اسلام کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔

۵۷۷ یعنی کفار کی یقینی فتح کبھی ان شکست میں ہل گئی۔ ستر آدمی قتل ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں قید ہوئے۔

ذٰلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جس پر چاہے گا اللہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو!

اِنَّا الْمُشْرِكُوْنَ مُجَسَّسٌ فَلَا يَقْرُبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ

مشرکین تو اسے ناپاک ہیں لہذا سو وہ قریب نہ ہونے پائیں مسجد حرام سے اس

قطرہ حراتوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ بے انداز مال غنیمت، اٹھ آیا۔ ۲۴ ہزار اونٹ، تیس ہزار بھیڑیں اور کبیریاں۔ چار ہزار اونٹنی چار ہزار
فلک کے نعلین تھے یہ تیار کیا کہ کفار کا طبیعی انجام یہی ہے کہ ان کو میر میدان میں شکست کا سامنا کرنا پڑے اور قیامت کے ایسی
عذاب سے پہنچنے دنیا میں ہی وہ اپنے کیسے کی سزا بھگت لیں۔

لہذا خنین کی فتح کے بعد طائف کا محاصرہ کیا گیا جو اٹھارہ روز تک جاری رہا اس کے بعد حضور کریمؐ جعرانہ کے مقام
پر واپس تشریف لائے جہاں سارا مال غنیمت اکٹھا کیا گیا تھا اور اس کو حکم خداوندی کے مطابق تقسیم فرمایا۔ اس کے بعد حوازن
کا ایک وفد جو مشرت باسلام ہو چکا تھا حاضر خدمت ہوا اور رحمت و شفقت کا خواست گار ہوا حضورؐ نے فرمایا میں نے
اتنے روز اس مال کی تقسیم میں تاخیر کی لیکن تم نہ کہتے۔ اب مال تقسیم ہو چکا ہے۔ اب دو چیزیں ہیں سے ایک پسند کرو۔ اہل و عیال
یا مال و اسباب۔ انھوں نے عرض کی ہم اہل و عیال و اسباب کے طلبگار نہیں۔ چار سے اہل و عیال واپس فراد بھیجے چنانچہ حضورؐ نے طلب
دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر جاوے پس آتے ہیں ہم نے انھیں اختیار دیا ہے کہ چاہے مال و اسباب سے میں چاہے
اہل و عیال آزا کرالیں۔ انھوں نے اہل و عیال کو آزاد کرنا پسند کیا ہے اس لیے ان کے جو اسیر میرے حصہ میں اور بچہ طلب
اور ام شمر کی اولاد کے حصہ میں آتے ہیں میں انھیں آزاد کرتا ہوں۔ اپنے آقا و مرشد کا ارشاد سن کر سب انصار و مہاجر یک زبان ہو کر
پرہیز فرماتے انا ماکان لنا فخر لوسولہ اللہ علی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ جو قیدی چاہے سے حصہ میں آتے ہیں سب حصہ کی
خبر میں چنانچہ اس طرح ان دشمنوں کے اہل و عیال کو عزت و احترام سے آزاد فرما دیا۔ اس فیضانہ سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام
سے عداوت اور غدار کے بڑھتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے اور حضور کریمؐ کی دیا دلی کوہ کبیرہ کو اسلام کے قدیم دشمن بھی اسلام کے
گرویدہ ہو گئے۔ اس آیت میں اسی امر کی طرقت اشارہ ہے۔

لہذا فتح مکہ کے بعد بھی مشرکین عرب حرم کعبہ میں داخل ہوئے اور اپنے جاہلانہ روانہ کے مطابق طواف کرتے اور
ازکان حج بہا لاتے۔ اس آیت سے اندہہ کے لیے ممانعت کر دی کہ کعبہ مقدسہ پر محض اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کے
لیے تعمیر کیا گیا ہے وہاں اب خدیہ کسی مشرک نہ ٹوہا پاٹ کی اجازت نہیں ہوگی۔ یمنیاں اور تالیاں بجا بجا کر رہ نہ طواف
کرنا اور اس قسم کی دوسری امور میں قطعاً بند نہیں۔ مشرکین کے نجس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے عقائد اور باطل نظریات
کی وجہ سے ناپاک ہیں۔ ائمہ مجتہدین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اس حکم کی نوعیت کیا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک

عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ

سال کے بعد اور اگر تم اندیشہ کرو تنگدستی کا مسئلہ تو غنی کر دے گا تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے

فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِينَ

فضل و کرم سے اگر چاہے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ خرب چلنے والا بڑا دانہ ہے۔ جنگ کرو ان لوگوں سے جو تمہیں

لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

ایمان لائے اللہ پر سنگہ اور نہ روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے ہیں حرام کیا ہے

کئی مشرک کسی اشد ضرورت کے بغیر کسی مہاجر میں داخل نہیں ہر گز نہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کوئی کافر مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ دوسری مسجد میں داخلہ ممنوع نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر مسجد میں کافر داخل ہو سکتا ہے اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کچھ کرنے اور اپنی شکر گاہ دشمنوں کو دلا کر دینے کے لیے داخلہ بند ہے۔ (جصاص)

مشکنہ جب کفار سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا گیا تو بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال گزرا کہ اس طرح تو تجارتی کاروباری بند ہو جائے گا ضرورت کی چیزیں نایاب ہو جائیں گی اور کھانے پینے کی اشیاء کی بھی تنگی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رزق کی بہت بکثرت میرے دست قدرت میں ہے یہ خوف دلوں سے نکال دو۔ حضرت سعدؓ والا فاضل فرماتے ہیں (مگر غلطی) فرماتے ہیں تعلیم ہے کہ بندے کو چاہیے کہ طلب خیر اور دفع آفات کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرت متوجہ رہے اور تمام امور کو اسی کی مشیت سے متعلق جانے (العرفان)۔

مشکنہ جب جزیرہ عرب کے بیشتر حصہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور مشرکین کی طاقت ختم کر دی گئی تو ارد گرد کی حکومتوں کو بھی اسلام کی مدد افزائی قوت سے مدد سے پیدا ہونے لگا اور انھوں نے اسلام کو کھل دینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس سے تاریخ اسلام کے نئے باب کا آغاز ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں مشرکین عرب کے بجائے عیسائیوں کی قوتیں صاف ہونے والی تھیں۔ اس لیے اس آیت میں اہل کتاب کے ساتھ جنگ کر کے کے قواعد وضوابط بیان کیے جا رہے ہیں۔ مشکنہ اہل کتاب کے ساتھ جنگ کی اجازت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں چار بنیادی خرابیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان کا ایمان نہیں کیونکہ انھوں نے اس کے پیشہ مان رکھے ہیں۔ روز قیامت جو روز حساب ہے اس کے متعلق بھی انھوں نے من گھڑت تصورات قائم کر رکھے ہیں۔ ان کی کوشاں کتابوں میں جو احکام الہی ہیں ان کو انھوں نے اپنی خواہشات نفسانی کی تندرک دیا ہے جس کو حکم کو چالان لیا اور جس کو چاہا نظر انداز کر دیا اور وہ حق (اسلام) جب ان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ایسے لوگ اگر نقطہ و اقتدار کے مالک بن گئے تو ظلم و تشدد کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں جنہیں کتاب دی گئی ہے

الْكِتَابِ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝

یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ لے اپنے ہاتھوں سے مال میں کہ وہ مغلوب ہوں ۝

یہ اگر ان کی طرقت سے عمل یا نقص امن کا خطرہ ہو تو ان سے جنگ کر کے لیے تیار ہو جاؤ۔

۱۲۵ اگر وہ اسلام کی ہلاکت کو تسلیم نہ کرتے ہوتے ہتھیار سے ملکیت اسلام کا پورا منہ پھری بن کر رہنا چاہیں تو وہ جزیہ ادا کر کے ایسا کر سکتے ہیں۔ جزیہ وہ ٹیکس ہے جو کسی ملکیت کے شہریوں پر عائد کیا جاتا ہے اور کتب تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا آغاز اسلام سے پہلے نوشیروان نے کیا تھا اور عرب کے وہ حواری جو ایرانیوں کی عداوت میں تھے اس سے خوب واقف تھے۔ اسی لیے جب یمن کے عیسائی (اولیٰ نجران) ہار گاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اسلام قبول کرنے سے معذرت پیش کی لیکن ساتھ ہی جزیہ ادا کرنے پر آپ سے صلح کر لی۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں یہ پہلا جزیہ ہے جو وصول کیا گیا۔ جزیہ کے عائد کرنے کی مختلف وجوہات جو علماء نے بیان کی ہیں صاحب النار نے انھیں کیا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ان کے قتل نہ کیے جانے کا بدلہ ہے، ان کی مخالفت اور ان کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ کرنے کا معاوضہ ہے یا وہ مساویانہ حقوق جو انھیں مملکت اسلامیہ کا شہری ہونے کی وجہ سے حاصل ہیں اور انھیں مذہبی اور معاشی آزادی جودی گئی ہے یا ان کے مالی و جان و آبرو کی حفاظت کی جو ذمہ داری لی گئی یہ اس کا معاوضہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت کا مطالعہ کیا ہوتے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فوجی خدمات سے انھیں مستثنیٰ کرنے اور ان کے مال و جان و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کا معاوضہ ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے صلح باہن نسطور اور اس کی قوم سے جو معاہدہ کیا تھا اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

• هذا كتاب من خالد بن نسطورنا وقومنا لعلنا نذكر على الجزية والمنة فلا

الذمة والمنحة وما معناكم وای حینا کم فذلنا الجزية والا فلا. کتب مسئلة اتفقوا مشرة فی معقود

ترجمہ: یہ مہد نامہ ہے جو خالد بن ولید نے صلح باہن نسطور اور اس کی قوم سے کیا۔ میں تم سے اس بات کا معاہدہ کرتا ہوں کہ تم جزیہ ادا کرو اور ہم تمہاری حفاظت کریں۔ جب تک ہم تمہاری حفاظت کریں گے ہم جزیہ وصول کرنے کے تدارک میں در نہ نہیں آؤ (مفسر مسئلہ)۔

اس روایت سے اور اس کی ہم منی مقتدرہ آیات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جزیہ اس ذمہ داری کا معاوضہ تھا جو صلح ان کی حفاظت اپنے ذمہ لیا کرتے تھے اور ایسا بھی ہوا کہ جب کبھی مسلمانوں نے غور کیا کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے

اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے ﷺ اور کہا نصاریوں نے کہ مسیح

شعار القوم

ابْنُ اللَّهِ ذَلِك قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهُونَ قَوْلَ الَّذِينَ

اللہ کا جیسا ہے تاکہ یہ ان کی رہے سر و پا بات ہے انکے گونہوں سے نکلے جیسے قتل آواز ہے جس میں ان لوگوں کے

كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَالَتْهُمْ إِنَّنِي يُؤْفِكُونَ ۖ اتَّخَذُوا

قول کی جہوں نے کفر کیا پہلے تاکہ ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے بتا لیا

اینٹ سے اینٹ بجاوی۔ یہ خود کو نہادوں کی تلواریں بنے جی سے قتل کیا گیا اور تورات کے موجودہ نسخے بھی اس بزرگوار میں ضائع ہو گئے تو اس وقت حضرت عزرا بن پھریز (Ezra) (متوفی ۴۵۸ ق م تقریباً کہتے ہیں) نے اپنی یاد سے یہود کو تورات عہد نامہ قدیم کی اطلاع کرا دی اور کچھ مدت کے بعد جب تورات کا ایک قدیم نسخہ دستیاب ہوا تو وہ بعینہ اسی طرح پایا گیا جس طرح حضرت عزرا نے تحریر کرایا تھا۔ اس سے آپ کی قدرت و منزلت یہود کے دلوں میں بہت بڑھ گئی اور آپ کو مجتہدین موسوی کا خطاب دیا گیا۔ اور ان میں سے بعض نے قرآن فلوکیا کہ انہیں ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ عام یہودیوں کا تو یہ عقیدہ نہ تھا حدیث یہودیوں کا ایک گروہ اس کا قائل تھا جن کے نام بروایت ابن عباس یہ ہیں۔ سلام بن مشکم نعمان بن اونی و شاس بن قیس و الکلب بن الصیصت و بھر و ادواب اس عقیدہ کے لوگ تھے جو چھکے میں قال انقطاع لم یبق یہود و بن یقول ابل انقطاع و بھر و غیرہ۔ اور جب قوم کے بعض ذمہ دار افراد کسی بات کے قائل ہوں تو وہ بات ان کی ساری قوم کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے اگرچہ ساری قوم نے وہ بات نہ سنی ہو۔

تاکہ ان اور ولود و عربی لغت میں۔ ولود و عربی کہا جاتا ہے۔ ابن کا اگرچہ حقیقی معنی یہی ہے لیکن بطور مجاز محبوب اور لڑکے کو بھی ابن کہہ دیتے ہیں جیسے غن ابتداء اللہ و اجتہاد میں ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کی اکثریت کا عقیدہ تو یہی ہے کہ ابن کا معنی (son or son) ہے لیکن بعض اس سے اس کا مجازی معنی مراد لینے لگے ہیں۔ علامہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ جب نبوت محمدی کا قورنہ ہو رہا اور انبیاء کے عقیدہ کے بطلان پر اہل دلائل قائم کر دیے گئے تھے اور مناظرہ میں بھی عیسائیوں کو لڑا جواب ہوتا پڑا تو لہجہ بڑھ کر انہوں نے ابن اللہ کا یہ مجازی معنی محبوب (ابن کرنا شروع کر دیا و یقال ان بعضہم یعتقد بانہ حنوز رحمۃ و هذا القول لم یظهر الا بعد النبوة الحمد للہ و ظہور دلائل حدیث و اعدان الخاطیون المسلمین و ناظر و عہد قورنہ و حنا کا فاضل استقامت فی حلی و درالمدینہ تاکہ علماء مسانی نے یہاں یہ محکمہ بیان کیا ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں قول کے ساتھ فہم و شہادہ یا زبان و مدکو ہے وہاں اس کا معنی غلط اور بے سرو پا بات ہے یعنی ان کے پاس اس عقیدہ کی کوئی دلیل نہیں رہی نہ ہی انکے بازو اور زبان باقی ہیں۔

تاکہ یضاهون کا معنی ہے یضاهون۔ اسی وجہ سے اس عبارت کو بھی ضعیف کہتے ہیں جس میں انورث کی عطا

أَخْبَارُهُمْ وَرُهْبَانُهُمْ أَزَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ

اپنے پادریوں اور اپنے مارہمن کو اپنے آپ پر دھار اتار کر چھوڑ کر شکہ اور مسیح فرزند

مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

مریم کو بھی۔ حالانکہ نہیں حکم دیا گیا تھا انہیں بجز اس کے کہ وہ عبادت کریں (صرف) ایک خدا کی۔ نہیں کوئی خدا غیر اس کے

سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٢٠﴾ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ

وہ پاک ہے اس سے جسے وہ اس کا شرک بنائے ہیں بخود یہ لوگ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو شکہ

نپائی جاتی جوں اور وہ اپنے چہرہ بہرہ سے مردوں کی جھٹکل دکھائی دے آیت کے ان الفاظ سے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہودی اور عیسائی جو حقیقت میں توحید کے علیہ وار تھے ان میں مشرکانہ نظریات سرایت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر جو شرک توہین آباد تھیں وہ خدا کو مجسم چیز یا متنی تھیں۔ اور دوسری علت یہ تھی کہ اس کے حلول کی قائل تھیں مثلاً یونان کے فلسفی۔ ان سے یہ لوگ متاثر ہوئے اور ان کے مشرکانہ نظریات کو بڑی فراغی سے اپنے دین توحید میں داخل کر لیا۔ یہودی اور عیسائی مذہب کس طرح یونانی، ہندی اور مصری فلسفیانہ نظریات سے متاثر ہوا یہ اب کوئی راز نہیں رہا جو یورپ کے محققین نے اس پر نیز حاصل کیا ہیں بلکہ قرآن حکیم کے اس ارشاد کی تائید کرتی ہے۔

شکہ اخبار جمع ہے حرکت کی۔ اہل تغیر اسے خبر بانٹتے اور اہل لغت اسے خبر بالجہ و پڑھتے ہیں لیکن فراء نے کہا ہے کہ دونوں طریق صحیح ہیں۔ انکسود اللغات لغتان۔ اس کا معنی ہے جدید عام جو بڑی مددگی اور سلیقہ سے بات کر کے دھونڈی بحسن القول و بشفقہ و بقدرة من المہمان عنہ (مذہبی)۔ زبان را بسبب کی جمع ہے جو رعبۃ یعنی خوف سے ماخوذ ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کے خوف سے اپنی مادی زندگی اس کی عبادت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

شکہ حضرت عدی بن قاتم پہلے عیسائی تھے۔ اب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے باگداد رسالت میں مہض کی یا رسول اللہ! ہم تو انہیں رب نہیں مانتے۔ قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب ہے جسکو کہیں علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کر دیتے تو کیا تم ان کی ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ عدی نے عرض کی کہ ایسا تو ہم کرتے تھے۔ جسکو نے فرمایا یہی ان کو رب ٹھہرا لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حلال کی ہوتی چیزوں کو اگر کوئی حرام کر دے یا ان کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے تو اس نے گویا شرع و قانون سازی جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جن لوگوں نے اس کی ان باتوں کو مان لیا جو یا انہوں نے اس کی خلاف ورزی کر لیا۔

لکھ ابدانے اسلام سے نہ کراں لکھ اسلام کے اس روشن چہرے کو بھانے کی کشتی کو کشتیوں کی گتیں بیہودیت عیسائیت

يَا فَوَاهِيَهُمْ وَيَا بَنِي اللَّهِ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورُهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٤﴾

اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتے ہیں اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچنا دے اپنے نور کو اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) کافر۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ

وہی (خدا) مطلق ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب،) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے

عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٥﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

تمام دینوں پر شفعہ اگرچہ ناکو اور کفر سے وہی غلبہ مشرکوں کو۔ اے ایمان والو!

إِنْ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْيَارِ وَالتَّهْبَانِ لَيَآكُلُونَّ أَمْوَالِ النَّاسِ

بیشک اکثر پادری اور صاحب کھاتے ہیں لوگوں کے مال

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ

ناجائز طریقہ سے شفعہ اور روکتے ہیں (لوگوں کو) راہ خدا سے شفعہ اور جو لوگ چھپاتے ہیں شفعہ

اور شرک و کفر نے سر جوڑ کر غلامیہ مقابلے بھی کیے اور سازشوں کے خطرناک مال بھی چھپاتے ہیں اسلام کا نور و نشان ہی با
اور رہے گا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور بڑھتی ہی رہے گی۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دنیا کی کوئی
طاقت نبوت مصطفویٰ کے آفتاب جہاں تاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔

شفعہ جہاں تک دلیل و زبان کا تعلق ہے اسلام کا غلبہ تمام دوسروں سے خواہ جب پرہیزگار اور ہر زمانہ میں مسلم رہا
اور جب کسی امت اسلامیہ کے احکام الہی کو صدق دل سے اپنایا تو سیاسی اقتدار بھی انہی کی گنتی نہ رہا اور جب کبھی انھوں
نے احکام الہی پر عمل کرنے میں غفلت اور کوتاہی برتی تو ان کا سیاسی زوال ہی شروع ہو گیا۔ اور اسلام کے غلبہ کی یہ بھی ایک
روشن دلیل ہے۔

شفعہ قانون سازی کے اعتبارات اپنے اقدار میں لے کر بنی اسرائیل کے عالموں اور راہبوں نے طرح طرح کے جیلوں
جہانوں سے لوگوں کا مال لوٹنا شروع کر دیا۔ عیسائی غریب و بھلاؤ کو قرون وسطیٰ میں غرق لٹ اور اقتدار حاصل رہا اس سے
انھوں نے کس طرح ناجائز فائدہ اٹھایا اور کس بے وردی سے اپنے عقیدت مندوں کی دولت کو ہتھیایا اس کی تردید و ثبوت
دعویٰ اور بُری التناک ہے کہ عیسویوں کا فرقہ کا پوپ جنت کے گھٹ خیمتا فروخت کیا کرتا تھا۔ اس کے نائب بھی

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ

سونا اور چاندی صرفہ اور نہیں خرچ کرتے اسے اللہ کی راہ میں تو انہیں سختی سنائیے

بخشش گناہ کے پروانے لکھ کر دیا کرتے تھے اور خریدار اپنی مالی استطاعت کے مطابق اس کی قیمت ادا کیا کرتا تھا۔ بارشاہوں، شہزادوں، اُمراء، وزراء اور قوم کے رؤسائے طبقہ کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا کرتے اور اس طرح ان سے سونے، نذرانے وصول کرتے۔ شہرت نے کر قدامت کا فیصلہ کرتے اس کے علاوہ اور متعدد طریقے تھے جن سے وہ دولت کے بیکاری دولت جمع کرنے میں شب و روز مصروف رہا کرتے لیکن یہ چیز بھی ذہن سے نہ اترے کہ یہی بدکاریاں اگر اسلام کے عالم اور پیروں کے تو وہ بھی اسی طرح مجرم قرار دیتے یا میں گئے بلکہ ان کا جرم اور زیادہ سنگین ہو گیا کیونکہ وہ سید المرسلین خاتم النبیین کی آخری شریعت کے امین اور نگہبان ہیں۔

صرفہ صرف انسان ہی نہیں کو وہ اپنی حرص کی تکمیل کے لیے یہ نازیبا حرکتیں کرتے ہیں بلکہ وہ طرح طرح کے لشکر و شہتہ پیدا کر کے لوگوں کو قبیح قبول کرنے سے بھی منع کرتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دھاندلی اسی وقت تک رہے گی جب تک لوگ ان کے دام غریب ہیں مگر قدامت میں اور اگر اس کے پڑنے سے اڑ گئے تو پھر یہ مادہ لوح ان کے قابو میں آنے کے نہیں صرفہ اگرچہ بعض علماء نے اس آیت کو بھی اہل کتاب سے مخصوص کیا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب اور مسلمان سب داخل ہیں جس میں یہ خیالی ہوگی وہ اس سزا کا مستحق ہو گا سو قال ابو ذر وغیرہ المراء بہا اهل الکتاب وقبہم من المسلمین وهو الصحیح (مترجم) کیونکہ اگر صرف اہل کتاب مراد ہوتے تو یہ الذین کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔

یہ بھی کہنا چاہئے کہ اس آیت میں اس مال کو کہتے ہیں جسے اکٹھا کر کے جمع کر دیا جائے۔ الفکاڑ اصلہ فی اللغة الضم والجمع۔ اس آیت کے متعلق صحابہ کائنات میں اختلاف ہے حضرت ابو ذرؓ کی رائے ہے کہ وہ مال جو ضرورت سے زیادہ ہو جس کو جمع کر کے رکھنے کی یہی سزا ہے جو اس آیت میں مذکور ہے لیکن جبہ صحابہ جن میں خلفاء راشدین بھی ہیں کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جاتے وہ اس میں داخل نہیں۔ ان الکناز مسرعا لہم فی ذلک لعلہم یفقدوا بعضہا حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ کنز نہیں اگرچہ وہ سات زمیروں کے نیچے مدفون ہو اور جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے خواہ وہ ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔ ما اذی زکاتہ فلیس بکنز وان کان تحت سبع ارضین و ما لہ فود کانہ فہو کنز وان کان ظاہر الا انہ لا یحضرہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد جاہلی میں بھی مال اور صحابہؓ حضرت عثمانؓ و عبد الرحمنؓ موجود تھے اور حضورؐ نے انہیں بھی حکم نہیں دیا کہ تم سارا مال صدقہ کرو و جبکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جب اپنا سارا مال راہِ خدا میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضورؐ نے منع فرمایا۔ ہاں اگر صرف مال نازک ہو جائے، عامہ مصلی کا دوزرہ ہو، مرنے والا ہو، بیست مال خالی ہو چکا ہو۔ اس وقت صرف زکوٰۃ کی ادائیگی پر اکتفا نہیں کیا جائیگا بلکہ سارے وقت ضرورت کے مطابق زکوٰۃ سے زیادہ بھی وصول کر سکتا ہے۔ ان حالات میں دولت کا جمع رکھنا بھی جائز

بِعَذَابِ الْيَوْمِ ۝ يَوْمَ يُحْصَىٰ عَلَيْهِمَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فِتْكَاؤُ

درزناک عذاب کی۔ جس دن تپایا جائیگا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر دھائی جائیں گی

بِهَاجِبَاهُمْ وَجَنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَفْقَهُونَ

اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پیٹوں اور ان کی پشتیں (اور انھیں بتایا جائیگا کہ) یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا

فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْذِبُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ لَشَدِيدٌ

اپنیسے تو راب (پچھو) سزا اس کی (جو تم جمع کیا کرتے تھے) بیشک جہنم کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ

عَشْرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا

۱۰ ماہ سے کتاب الہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ان میں سے

أَرْبَعَةٌ حَرَمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ لَا تَطْلُبُوا فِيهِمْ

چار عزت والے ہیں۔ یہی دین قیم ہے (پس نہ ظلم کرو ان ہمیشوں میں

نہ ہرگز ولا یجوز ان یخار لذهب وانفسہ فی مثل ذلك الوقت وقسطہم)۔

۱۱ اس کی وضاحت کے لیے یہ حدیث ہی کافی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے: ملین

صاحب ذهب ونفسہ لا یجوزی منہا قبا الا ان کان بینہم القیامہ فسفحت لہ سفاحہ من فامہ فاحمی سلیم انی ناہی

ذیکری ہما جنیہ وجنیہ وعلہما بزدت اعدیت اللہ جس شخص کے پاس سونا اور چاندی جو تکین وہ اس کا حق

اور انہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کی تختیاں بنائی جائیں گی اور انھیں آتش جہنم میں گرم کر کے اس شخص کے پیلو چٹائی

اور پشت پر داغ لگائے جائیں گے جب بھی وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی انھیں پھر گرم کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے عہد

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں درزناک انجام سے بچنے کی توفیق اذنی فرما دے آمین

۱۲ بارہ قمری ہمیشوں میں سال کی یہ تقسیم کسی انسان کا فعل نہیں تاکہ اس میں رد و بدل کی گنجائش ہو بلکہ ناقبہ

سالانہ یہ حکم نظام روزانہ سے قائم فرمایا ہے۔ اس میں کوئی اپنی خواہش اور مصیبت کے پیش نظر تبدیلی نہیں کر سکتا۔ ان

بارہ ہمیشوں سے چار ماہ رجب، ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم حرمت والے مہینے ہیں۔ ان میں ہر طرح کا قتلہ و قضا و درجگ

قتال قطعاً ممنوع ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اہل حرب ان ہمیشوں کا بڑا احترام کیا کرتے تھے اور اگر اپنے باپ کا قاتل

انفسكم وقتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة

اپنے آپ پر ہتھ اور چنگاں کرو تمام مشرکوں سے شہ جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں اور

واعلموا ان الله مع الثقلين انما النسي زيادة في

نویس جان لو کہ اللہ تعالیٰ پر مہر نگاروں کے ساتھ ہے۔ حرمت والے مہینوں کو بٹا دینا سنتہ تو اور اضافہ کرنا ہے

جی انہیں مل جاتا تو اسے بھی کچھ نہ کہتے۔ کتاب اللہ سے مراد یا تو عرب مصلوب ہے یا قرآن مجید۔

شعبہ پہلی حکم شریعت ہے یا سال کی تقسیم کا پہلی صبح حساب ہے۔ اس سے حلیم ہو کر شرعی احکام کی بجا آوری میں انہیں قمری مہینوں کا اعتبار ہوگا۔ فقہ حنبل میں فقہی اعتبار پھر تہذیب کی حیرن اس میں بھی تعمیل ہوئی۔

شعبہ احکام الہی سے سنائی پر وقت نبری ہے۔ لیکن ان حرمت والے مہینوں میں نافرمانی بہت ہی قبیح ہے اس لیے

نصیری طور پر ان مہینوں میں نافرمانی سے باز رہنے کا تاکید فرمائی۔ نیز جس طرح مقدس مقامات اور مبارک اوقات میں نیکی کا

ثواب زیادہ ملتا ہے اور اس کی برکات کا نزول دل پر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان مقامات اور اوقات میں نافرمانی کی

سزا بھی زیادہ ہوتی ہے اور طبیعت انسانی پر اس کی حرمت کا اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ان وقوع المعاصی فی هذه الاوقات اکثر

تذہیب فی طاعة الله وقوم المعاصی فیها اقویٰ تاثيرا فی خبث النفس وکثیرا

شعبہ اگر مشرکہ ان مہینوں کے اقترام کو پس پشت ڈال دیں اور تم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو تم بھی متعلق اور

متحد ہو کر ان کے سامنے دست بستہ ہو جاؤ۔ بخلاف کلمہ کا مصدر ہے اور یہاں حال واقع ہوا ہے۔ واحد تثنیہ جمع مکرر و

فوز سب کے لیے یہی آتا ہے۔

شعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے سال کے یہ چار مہینے حرمت اور عزت والے شمار ہوتے تھے اور ان میں

ڈرائی کرنے کی سخت ممانعت کر دی گئی تھی۔ نیز قرطبیہ کی روایت کی گئی ہے کہ ماہ ذوالحجہ کی تاریخیں مقرر تھیں۔ کچھ عرصہ بعد اہل

عرب پر اس حکم کی پابندی گراں گزرنے لگی۔ ان کا پیشہ تفریق، رہنمائی اور راز دہانی کر دیا تھا۔ لیکن ماہ تک مشرک تہذیبی عقائد

ذی الحجہ، محرم، باقیہر بات و دھرم کر بیٹھے۔ مہنا ان کے لیے ناقابل برداشت تھا اس لیے انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان مہینوں

میں سے جس کو چاہا اجلال کر لیا اور اس میں جی بھر کفر و فتنہ کی اور اس کی جگہ سال کے کسی دوسرے جمعیت کو حرام کر دیا۔ حرمت

والے مہینوں کی تعداد بھی چار۔ یہی اور ان کا کام بھی بن گیا۔ نیز حج عکادہ ایک عبادت کے ان کے لیے ایک بہت بڑا تقاضا

میل بھی تھا۔ دوسرے دن سے تہذیبی تہذیب کے لیے اس سے انہیں بہت نفع ہوتا لیکن حج کا فرض یہ کہ قمری سال کے ذی الحجہ کے

مہینہ میں آدھا کیا جاتا تھا اس لیے یہ دوسرے میں بھی آتا۔ جب کہ سخت سردی یا گرمی ہوئی اور موسم کی اس ناسازگاری کی وجہ

سے ان کا کاروبار مقرر کیا جاتا اور انھیں دغواہ نفع نہ ہوتا۔ اس مشکل کا حل انھوں نے یہ تجویز کیا کہ حج ہمیشہ متبادل موسم میں آدا

الْكَافِرِيضَلُ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ

کفر میں گمراہ کیسے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں

عَامًا لِّيُؤْاطِعِدَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ طَزِينَ

اسی کو دوسرے سال تاکہ پوری کریں کفرتی ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے تاکہ اس حیل سے حلال کر سیں جسے حرام کیا

لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

جسے اللہ نے ملانے اگر اسے کر دیتے گئے ہیں انکے لیے کچھ بڑے اعمال اور اللہ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر اختیار کیے ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اے ایمان والو! کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ جب کہا جاتا ہے تمہیں کہ نکلو راہِ خدا میں تاکہ

کیا جاتے اس کے لیے انھوں نے حج کی مقبرہ تاریخوں کو بدل دیا اور قمری سال کے بارہ مہینوں میں کبیرہ کا ایک مہینہ بڑھا دیا

اس طرح بیستیس سال کے بعد حرم ایک ہجری میں تاریخوں ۹ ہجری الحج کو ادا کیا جاتا۔ ان دونوں صورتوں میں چونکہ

سورت اپنی ذاتی سورتوں اور ذاتی منفعتوں کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے آل اور حکم احکام میں رد و بدل کر دیتے تھے اس لیے

ان کے اس فعل کو زیادہ ذاتی انکھوں کے نقطہ سے تعبیر فرمایا۔ مسئلہ میں جب رحمت عالمی علی اللہ تعالیٰ طیبہ و آبر و نعم

حجۃ الوداع کے لیے کہ تشریف لے گئے تو اس سال ان کے دستور کے مطابق بھی حج ۹ ہجری الحج کو ادا ہونا قرار پایا تھا

اس لیے حضور علی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان الزمان قد استدار کدھبۃ یوم خلق اللہ السموات والارض یعنی اس

سال بھی حج انہی تاریخوں میں ادا کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم انہی میں اس کے لیے مقرر فرماتی تھیں۔ اس میں سوائے

کے ایسے بھی درجی جہرت ہے کہ وہ اپنی ذاتی منفعلوں اور دوسرے وجوہ کے لیے احکام الہی میں رد و بدل نہ کریں۔ فساد

نہی مسمی ہے کسی چیز کو اپنے وقت سے متحرک کر دینا۔ قال الجوهری النبی فعل یمعنی مفعول من قولک فساد

النشیء فهو منسوخ وذا اخذتہ (قرطبی)۔

سلاطین بھی سب سے بڑی بدبختی ہے کہ انسان گناہوں کو تراب اور مضر چیزوں کو نفع رساں سمجھ کر اختیار کر لیتا ہے

اور یہ شیطان کا وہ دایم فریب ہے جس سے توفیق الہی کی یا دہی کے بغیر کوئی بچ نہیں سکتا۔ یا مایا قیوم ورحمتک استغیت

لا تکلنی فی نفسی طریقتہ میں، واصلی ثانی کلمہ۔

سلاطین غزوہ طاقت و شین سے غارت ہو کر مسلمان و غیرہ طیبہ پہنچے تو شام سے اطلاعیں آنے لگیں کہ قیصر روم

اِنَّا قُلْتُ لِمَ اِلَى الْاَرْضِ اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ

ترجمہ: ہرگز زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم نے پسند کر لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں۔

فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۱۰ اِلَّا تَتَفَرُّوْا

سو نہیں ہے سرورِ مآبِ دُنیوی زندگی کا آخرت میں مگر قلیل۔ اگر تم نہیں نظر کر گے ۱۰

اپنے شکرِ خوار کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کر رہا ہے اور قسطنطنیہ کا بادشاہ جو مسلمانوں کو عرب اور دنیا میں عیسائی تھا وہ بھی اس کے ہمراہ ہے۔ حضورؐ فرمود علیؑ علیہ وسلم نے اس کا یہاں انتظار کرنے کے لیے کہ جہاد کے ملک پر چڑھائی کا حزم فرمایا اور مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کی دعوت دی۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ کئی بھوتی کھڑوں کے نظر فریب خوشے تک پہنچتے تھے۔ پانی پینے، گھنے سایہ میں بیٹھنے اور آرام کرنے کے لیے ان حالات میں کئی طرح کی مسافت طے کر کے پہنچا اور ایک منظم سوغ مشکرتہ بنگلہ آباد کر کے مکمل کر لیا تھا۔ منافقوں کے سب جھوٹے بہانے بنا کر ان کے ہونے۔ بعض مسلمانوں کو بھی ابتدا میں یہ سوغ بہت مشکل نظر آیا۔ اس وقت ربؐ ذوالجلال نے اس پر جلال امانت میں جہاد کی دعوت دی جس سے اہل ایمان کا انگلیں کھل گئیں۔ سستی اور کالی کا فرد جو گہنی اور سب کے سب رہا۔ استثناء میں ہر ملک اپنے محبوب رسولؐ کی قیادت میں تیسری افواج کا ہر کوئی لاکھ لاکھ کے لیے معائنہ ہو گئے۔ انفرادی کا معنی ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ منتقل ہونا۔ انھوں نے منتقل ہر جمعہ من مکان الی مکان لا مرجع ثلث۔ اور انا قد قعدنا کما سنی ہے جو عمل ہو جانا اس میں بھی تیز رفتاری ہے کہ کیا وہ جہاد میں تھا۔ اسے قدم نہیں اٹھ رہا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم بوجہ اسے ہمارے زمین پر گرا چاہتے ہو۔

۱۰۔ دعوت جہاد قبول نہ کر کے پرچا نامہ مرتب ہو رہے ہیں ان کا ذکر فرمایا جہاد ہے یعنی اگر تم غزوہٴ مسافر و شہر سے شرار ہو کر میدان جہاد میں نہ گئے تو تمہیں دنیا و آخرت کے دونوں عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ تمہارا میں ہماری عزت و دہبہ خاک میں مل جائے گا اور آخرت میں دوزخ کا اندھن بنا رہے جاؤ گے یہی سزا ہے کہ تم نے تمہیں اس کے بعد جس چیز کا ذکر ہو رہا ہے وہ تو اس سے بھی سنگین ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے جو تمہیں اپنے دین میں کی خدمت کی سعادت اور اپنے محبوب رسولؐ کی غلامی کا شرف عطا فرمایا ہے اس سے محروم کر دیے جاؤ گے اور تم کو یہ خدمت تفویض کر دی جائے گی۔ اللہ اکبر! اسے فضیلت کی نیند سونے والے مسلمان! اسے دعوت ایمان کے باوجود اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں احکام خداوندی کے غلامانہ طاعت بند کرنے والی اہمیت نہیں رہے ہو اس ربؐ ذوالجلال کا ارشاد اس کی حکم کتاب کا اہل فیصلہ اگر اس نے اپنی بارگاہ جہاد قرب سے نکالی دیا، اگر اس نے اسلام کی زنا رقبہ انکساری، اگر فراق کی سوس رات کے اپنا دامن پھیلا دیا تو پھر کیا کرو گے۔ جہاد کی بات کا سننے والو کیا کرو گے اگر محض ہوتی؟

يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ

تو اللہ عذاب دینا تمہیں دردناک عذاب۔ اور بدل کرے آئینہ کرتی دوسری قوم تمہارے علاوہ اور تم نہ بگاڑ سکو گئے اس کا

شیطان وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ

کچھ سکتہ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر تم مدد نہ کرو گئے رسول کریم کی فتنہ تو کیا ہوا انہی

اسے اہل سنت و جماعت کے رہنماؤں ہماری صفوں کا انکار کب تک بڑھتا رہے گا۔ شیخ توحید و رسالت کے پرانے کتب تک مختلف جہتوں میں بیٹھے رہیں گے، اپنے متوہمین اور متعقین کے اختلاف کی قوت جو تھیں منیر ہے وہ کتب تک بیکار پڑی رہے گی، دلوں کے آواس اور سنسان و پراووں میں کب آنرزوں کے چراغ روشن کر دیں گے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مصطفیٰ کریمؐ کی خوشنوری کے لیے اسلام کی سر بلندی کے لیے سب ایک ہو جائیں۔ اپنی ذات، اپنے وقار و کرامت کی صفوں میں انتشار کا سبب نہ بنیں۔ وہ اپنی عمل کو بیکار نہ بنائے کے طریقے چھوڑ دو، بیکاروں کو اپنا بنائے کا سلیقہ اختیار کرو جو آپ کے خواجگانِ طریقتِ علیم الرضوان کا اسوہ تھا۔

علامہ دین اسلام کی خدمتِ شگنداری تمہیں پر موقوف نہیں، اسلام کا نور تو ہمیشہ فروزاں رہے گا اور اس کا پرچم تا ابد لہر اتار رہے گا۔ یہ کام اگر تم نے نہ کیا تو کوئی دوسرا یہ سفارت حاصل کرے گا اور تمہیں محروم کر دینے سے خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا۔

علامہ اس آیت پاک میں ہجرت کا واقعہ ذکر کر کے بتایا کہ اگر تم اس کے جہاد و جہاد پر نہ گئے تو جس پر وعدہ گارنٹس نازک وقت میں اپنے حبیب کی اعانت فرمائی تھی وہ اب بھی اس کا ناصر اور معین ہے۔ ہجرت کا مختصر واقعہ قبول ہے کہ کفار نے اپنی مجلس شعلیٰ میں طے کر لیا کہ کج راستہ تمام قبیلوں کا ایک ایک جوان حضور کریمؐ کے گھر کا بھابھہ کرے اور جب آپ باہر نکلے گئیں تو سب ایک بارگی حملہ کر کے حضورؐ کو شہید کر دیں۔ یہی راستہ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے حبیبِ امتِ محمدیؐ کو ساتھ لے لو اور آج مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو سدا رسو امروٹ ان متعصب ابابکو (تفسیر حسن مکی) حضورؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ کوئی تمہارا بالی بھی بیکار نہ کرے گا جسے گامیہ لوگوں کی امانتیں جو ہمارے پاس ہیں ان کو چھوڑ دینا اور ہجر تم بھی مدینہ کا قصد کرنا۔ حضورؐ باہر نکلے تو کفار حاضر ہو کیے ہوئے تھے۔ سید توہین کی ابتدائی آیتیں وجعلنا من بین یدینہم و سدا الخ تکس پرچہ کر لیں پر دم کیا ان پر حضورؐ کی کیفیت طاری ہو گئی اور حضورؐ نے عافیت ملان کے نرف سے نکل کر مدینہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو ہمارے کر مکتو سے نکلے اور کوہِ قرہ کے ایک غار میں اگر قیام فرمایا اس کا منہ بہت تنگ تھا۔ معرفت لیٹ کر ہی انسان اندر داخل ہو سکتا تھا حضرت صدیقؓ اپنے خوراک لے گئے۔ غار کو تمام غرض خاشاک سے صاف کیا جتنے سرخ تھے ان کو بند کر دیا ایک سرخ باقی رہ گیا اس میں اپنے پاؤں کی ایڑی سکدی اور وضو کا

اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

مرد فرماتی ہے خود اللہ نے جب نکالے تھا ان کو کفار نے۔ آپ دوسرے تھے دوسرے جب وہ دونوں غار (تور) میں تھے

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ

جب وہ فرہم تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نازل کی اللہ نے

کہ حضور اندر قدم دیکھ فرمائیں۔ حضور تشریف لائے۔ صدیق کے زانو پر میر مبارک رکھا اور راستہ است فرما ہو گئے۔ صدیق کے بخت کی یاد دہی کا کیا کہنا قیام نگاہیں اور سحر وار دل چاہے محبوب کے دوستی کے شادہ میں مستغرق ہے نہ دل میر ہوتا ہے اور نہ غمگین۔ وہ حسن سودی اور جمال خشنی جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنا دیا تھا آگے صدیق کے آغوش میں جلوہ فرما ہے۔ اسے بخت صدیق کی رشتہ آفرین یہ خاک پریشان قرواں اور یہ قلب خریں نثار اسی آثار میں حضرت صدیق کی اثری میں مانپ لے لیں وہ اندر برساتے جسم میں سرائیت کر گئی لیکن کیا جمال کو پاؤں میں جنبش تک ہوتی ہو۔ حضور سیدار جڑ سے اپنے یار غار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وجہ دریافت فرماتی پھر حیاں مانپ نے دُعا تھا وہاں اپنا لعاب وہیں لٹکایا جس سے درد اور تکلیف کا فہم جو گشتی۔ اہلی کلمہ تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے تھے۔ ایک ٹاہر کھوجی کے براہ پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس غار کے دیوار کے گہنے گہنے۔ جب قدموں کی آہٹ سنائی دی تو حضرت ابو بکرؓ نے جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ غار کی ایک جماعت غار کے نشہ پر ٹھری ہے۔ اپنے محبوب کو فتنہ خطرہ میں گھرا دیکھ کر بیٹے بہن ہو گئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر انھوں نے جھک کر دیکھا تو یہ میں پائیں گے۔ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیا ابابکو صا طاعت بائین اللہ ثلاثہما اسے ابو بکر ان دو کی نسبت تھا کیا خیال ہے جن کا تفسیر اللہ تعالیٰ ہر نبی کی قوت یقین ملاحظہ ہو یہ ہے توکل علی اللہ کا وہ مقام جو نشان رسالت کے شایاں ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اطمینان و تسکین کی ایک مخصوص کیفیت اپنے حبیب مکرّم پر نازل فرمائی اور حضورؐ کے صدقے حضرت ابو بکرؓ پر بھی اس کا دروہ ہوا جس سے ان کی ہر طرح کی پریشانی دور ہو گئی حضورؐ میں دن تک وہاں قیام فرما رہے حضرت اسحاقؓ حضرت صدیقؓ کی شری صاحبزادی اگر کھانا پہنچا جائیں۔ آپ کے صاحبزادے ہر روز کی نئی خبریں دے جاتے اور آپ کا چرواہا حاضر بن فہرہ رات کو ریوڑ سے آتا اور تازہ دودھ پیش کرتا۔ حضرت صدیقؓ کے کتب کا ہر فرد یکہ قلام تک اسنے شخص اور قابل اعتقاد تھے کہ کسی نے رائے کو افشاء نہ کیا اور گراں قدر انعام کا لالچ ان کے غلام کے دل کو بھی نہ چھاسکا کفار کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شبید کرنے کی جو سازش کی تھی اس طرح ناکام ہوئی اور اللہ کی بات جو ہمیشہ بلند رہتی ہے اس مرتبہ پر بھی بلند ہو گئی۔

سطور بالا کے مطالعہ کے بعد اس آیت کی تشریح کے لیے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ایک طالب حق کے لیے

اس آیت کا ہرگز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غفلت و غصت کا آئینہ دار ہے اور حضور کے بارخوار کے ہذا والی صدقہ لکھنا
وفا کا شاہد مارل ہے لیکن متیا اس پر تفسیر اور بحث و حری کا کہ یہ دل سے غلو سے بغض سے فہم زبان سے اعتراف حق اور غم
سے اظہار صداقت کی جرات طلب کر لیتی ہے اور انسان علم و دانش کے بند بامگ و غروں کے باوجود ایسی جگہ پہلی بائیں کرنے
گناہ ہے کہ سننے والے اسے شرم کے پانی پانی ہر مانتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر کہ تحریر کرتے ہوئے بعض شیعہ علماء نے جو کہ گناہ
ہے وہ اس کی ایک دردناک مثال ہے مناسب تو یہ تھا کہ ضیاء القرآن کے صفحات ایسے بے معنی مباحث سے پاک رہتے
لیکن محبت اہل بیت کی آڑ میں تھرا سلام کو منہدم کرنے کی جرات پاک کو کششیں ہو رہی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ ان باتوں کو بھی
زیر بحث لا جاوے تاکہ سادہ لوح حوام کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر متبع ایمان کو گم نہ کر دیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

بعض شیعہ مصنفین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو دافدار کر کے کے جنون میں آیت طیبہ پر اس طرح
طبع آزمائی کی ہے کہ دل لرزنا تھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے تم اس آیت طیبہ
کو پیش کرتے ہو اور کہتے ہو کہ آپ کو سفر ہجرت میں رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی لیکن تمہارا یہ قول بے بنیاد ہے اگر اللہ
تعالیٰ کے حکم سے ابو بکرؓ نے رفاقت کی ہوتی تو اسے حجر شریف کہا جاسکتا لیکن یہ تو از خود ساتھ ہو لیے تھے اور حضورؐ نے اس لیے
ان کو ساتھ چلنے سے نہیں روکا کہ نبی اور کفار کو مطلع کریں اور اس طرح گرفتار کر دیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی توفیق ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو انسان ایسی ہی بے سرو پا باتیں کرنے لگتا ہے کہ کمرے سے جبروت کا پر و گرام
بڑی رازداری سے سطرایا جب کفار قبائل کے نوجوان حضورؐ کے کاٹنا آہیں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو حضورؐ اللہ تعالیٰ کی
خلافت میں ان کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے شریعت سے گھٹے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس راز سے حضرت
ابوبکرؓ کو کس نے آگاہ کیا یا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگاہ کیا ہو گا اور یا علیؓ رضی اللہ عنہ اگر حضورؐ نے آگاہ فرمایا تو
اس کا صحت مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کو حضرت صدیق پر کامل اعتماد تھا ورنہ اپنے دشمن کو ایسے رازوں سے آگاہ کرنا قطعاً قرین
دانشمندی نہیں۔ اور اگر حضرت علیؓ نے آگاہ کیا تو اننا پڑ گیا کہ آپ کو بھی حضرت صدیق کے صدق و وقار پر اور بھروسہ تھا ایسے
لیے آگاہ کیا اور اگر ان کو منافق سمجھتے ہوئے والیاء باطن آگاہ کیا تو پھر حضرت علیؓ کی وفاداری بھی مشکوک ہو جاتی ہے یعنی
آپ نے اس راز کو افشاء کر کے حضورؐ کو مشکلات میں مبتلا کرنے کا آغاز کر دیا اور اس لایسٹ بائیں کو کوئی ایماندار قبول کرنے کے
لیے تیار نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صدیق کا ایمان وہ ایمان ہے جس پر خدا کو، رسول خدا کو اور شیعہ خدا کو مکمل اعتماد ہے۔

اسی لیے ان کو اس راز سے آگاہ بھی کیا گیا اور شریک سفر ہونے کی سعادت بھی اور انی فرمائی گئی جب حضرت سہیلؓ کے
ایمان کی گواہی طبع ذات الصدوقؒ نے دی اور نبی کریمؐ نے دی اور علیؓ رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی، اگر آئین کا بے عمل مسلمان صدیق
اکبرؓ زبان طعن و راز کرنے کی جرات کرتا ہے تو وہ اپنا بھی کچھ بگاڑتا ہے صدیق اکبرؓ کی شان میں کی نہیں ہو سکتی۔ خود اس وقت
کے علماء نے ان کے اس زعمِ باطل کی تردید کی ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیے:

علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج النصاب میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

پس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شبِ پختہ نہ شہر تک امیر المؤمنین برابر جاسے خود میثرا باندہ و خود
انعامہ ابو بکر و رفاقت او بیرون آمدہ ہاں فاروقی نمودہ
ترجمہ۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پختہ کی رات کو مکہ کو ترک کر میں امیر المؤمنین کو اپنی جگہ پر سونے کا حکم
دیا اور خود ابو بکر کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہمراہ لے کر باہر آئے اور اس فاروق کا قصد فرمایا۔
منسخت حملہ حیدری، علامہ باذل نے واقعہ ہجرت کے بارے میں جو لکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔ شاید ان دونوں کے
لیے سرفہ چتر ہجرت کا کام دے۔

چند گشت راوی کہ سالاریں چوں سالم حفظ جہاں آفتیں
ز نزدیک آن توں بیکر رفت بستہ مراستے ابوبکر رفت
راوی کہتا ہے کہ دین کے سالار اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اس منگاد قوم کے محاصرے سے باہر نکلے اور حضرت ابو بکر کے
گھر کی طرف تشریف لے گئے۔

پتے ہجرت اور سبزار بارہ بود کہ سابق رؤس خبر دادہ بود
خوڑنے انہیں سفر ہجرت کی خبر دے دی تھی اس لیے وہ ساندو سامان کے ساتھ تیار بیٹھے تھے۔
نہج برو بخانہ اش چوں رسید بگوشش نہاستے سفر در کشید
نبی کریم جب ان کے گھر پہنچے تو انہیں لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

چوں ابو بکر از آن حال آگاہ شد ز فغانہ یروں رفت و ہوا شد
حضرت ابو بکر جب اس حال سے خبردار ہوئے تو اپنے گھر سے روانہ ہو کر حضرت کے ہمراہ ہو گئے۔
ان دونوں حوالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت صدیق کی کو اپنے ہجرت کے ارادہ سے
آگاہ کر دیا تھا اور انہیں بھی حکم دیا تھا کہ وہ بھی اس سفر میں ہمراہ ہوئے۔ یہ تیار رہیں۔ حضرت کفار کے محاصرے سے
بغیر بیت نکلیں کرید سے حضرت صدیق کے گھر آئے اور انہیں ہمراہ لے کر مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔
آخر میں حضرت امام حسن عسکری کی طاعت پیش خدمت ہے امید ہے آپ کے اس ارشاد سے اس تاویل باطل کا طعن
خوش کر رہ جائے گا۔

تفسیر حسن عسکری میں مروی ہے کہ جب کفار نے حضور کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو جبریل عاقل فرست کر حضرت سے
تعالیٰ کا سلام پہنچا کہ کفار کی بددعاؤں کی اطلاع دی اور یہ پیغام انہی ہی گوش گزار کیا کہ آمذک آن تست غضب ابابکر؟
اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اس پر خطر سفر میں ابو بکر کو اپنے ہمراہ لے جائیں۔

کیا اب بھی آپ تاشی نور اللہ شہرہ کی بات یامیں گئے یا گیا رہیں امام حضرت ام حسن عسکری کے ارشاد کو تسلیم کریں گے
۱۲۱ معتز نہیں کی کج ادائی کے کہ شمس اسی پر ختم نہیں ہوتے بلکہ ایک دم آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان لیا ابو بکر کو حضور

ساتھ لے گئے تھے اور انہوں نے راستے کی صعوبتیں بھی برداشت کیں لیکن چاند سے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ان کی نیت بھی خاص تھی اور جب تک غلوں نیت نہ ہو کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی مقبول نہیں ہوتا اس لیے حضرت ابراہیمؑ کا سفر ہجرت میں ہر کام ہونا ان کے لیے ہرگز باعث فضیلت نہیں۔

ایشانِ انور! اس ندرت فکر کی باتیں مئے کو جی چاہتا ہے۔

دو پہر کے وقت اگر کوئی شخص طووس آفتاب کی دلیل طلب کرے تو اس میں اتنا اطمینان نہیں جتنا چاند سے ان دو ستاروں کے اس ارشاد میں ہے۔ وہ شخص جو ایک کامیاب تاجر ہے جس کے پاس مال و ثروت کی فراوانی ہے جسے ہر قسم کی عزت و آسائش میسر ہے، نہ چاہے، نہ بچائے، وہ ان سب چیزوں کو ٹھکرا کر ایک ایسی جستی کا ساتھ دیتا ہے جس کو شبیدہ کوئے کے منصوبے بن چکے ہیں غریب کا تجربہ اس کے غم کا یہاں سب سے خطرناک ہے، غریب کے غم پہلے بول پر غرت سے بڑھ جاتا ہے۔ آ رہے ہیں جو شخص ان سنگین حالات میں جان تنہی پر کہہ کر اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنگت اختیار کرتا ہے اس کے غلوں نیت پر شک کرنے سے انسان کو شرم آتی پلینے فریادیں غار میں تین چار روز قیام دیتا ہے اس عرصہ میں حضرت ابراہیمؑ کا یہاں عبد اللہ ہر روز شام حاضر ہوتا ہے اور اہل گھر کے ارادوں سے آگاہ کرتا ہے ان کی صاحبزادی احاد ہر روز کھانا لے کر آتی ہیں ان کا غلام حارث بن قیسروہ دن بھر دیور پڑا کرتا ہے شام کے وقت اسے ہاتھ بٹا کر افادہ کے قریب آکر دیرا جاتا ہے۔ دلوہ دو جتا ہے اسے گرم کرتا ہے اور ندرت آندہ میں پیش کرتا ہے ابراہیمؑ کا سارا خانوار وہ اس جاں نثاری اور خدائے شگفتاری کا مظاہرہ اس وقت کر رہا ہے جب کہ والوں نے حضور کو زندہ پکڑ کر لائے یا شہید کر دینے کے لیے ایک سو مخرج اذخار کے انعام کا اعلان کر دیا ہے۔ عرب کے کئی طائف آنا شہر آ اس انعام کے لالچ میں اپنے منک رہنا نہ گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور کی کلاش میں اس علاقہ کے چپہ چپہ کو چھان رہے ہیں اور جہرہ خاندان سے جس کا صرف ایک فرد نہیں بلکہ تمام افراد بچے، بچیاں، بھتیجے، گزیرید غلام سب کے دل میں ایک ہی سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب اور ان کا محبوب بخیر و عافیت غزلبا مقصود پہنچ جائے۔ نہانیت اور اس کی اخلاقی قدروں پر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کی شخصیت پر شک کیا جائے اور شک کرنے والے ایسے لوگ ہوں جنہیں راہ حق میں کسی کا شائبہ نہ جھٹکنی سعادت بھی نصیب نہ ہوتی ہو۔

پھر کہتے ہیں کہ انستہ عرب میں صاحب کام حق ہے ماضی، رقیق، ہفتین۔ اس لفظ میں شرف و فضیلت کی کوئی وجہ نہیں ایک کافر ایک مومن کا، ایک فاسق ایک پارسا کا ساتھ اور ہمیشہ جو نکلتے ہیں اس آیت میں ہے:

وَقَالَ لِيَسَاجِبَهُ وَهُوَ يَتَأَوَّدُ الْفُتُورَ بِالَّذِي تَحَلَّكَ مِنْ شَوَابٍ (۳۸: ۱۸)

یعنی جب اس نے اپنے صاحب دماغی کو کہا جب وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا کیا تم اس غذا کا انکار کرتے ہو جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا؟

اس آیت میں صاحب کا لفظ ہے اور اس سے مراد کافر ہے۔

سورۃ زمر میں یَصَاحِبِي الْمَيْتَ نَحْنُ اَنْزَعُ قِيْدَ نَحْنُ کے (دوسرا تیسرے ۱۲: ۱۳)

اور وہ دونوں ہی کافر تھے بلکہ اہل عرب تو حیوان کو بھی انسان کا صاحب و ساتھی کہہ دیا کرتے۔

ان الحمار مع الحمار عطیۃ

و اذا خلوت ببطنی صاحب

اگر ان دو متعل کی یہ بات تسلیم کر لی جاسے تو پھر عزت و صاحب کا لفظ ہی نہیں بلکہ بہت سے الفاظ اپنی عظمت و شرف سے محروم ہو جائیں گے۔ ایمان کے لفظ کو بھی جیسے اس کا معنی تصدیق کرنا ہے یہ تصدیق اللہ تعالیٰ کی توحید کی بھی ہر گز تہیہ اور طاقت و وجہ کی بھی آیت ملاحظہ ہو۔

اَمْ تَنْتَهِیْ تَعْبُدُوْنَ اَوْفُكَا تَعْبُدُوْنَ اَمِّنَ الْکُتُبِ یَذُبُّونَ بِالْحَبِیْبِ ذَا الْعَلَا غُوثِ (۵۱: ۴)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرفت چھین دیا گیا حصہ کتاب سے وہ وہ اب (ایمان لائے ہیں بہت در طاقت پر)۔

اسی طرح حجرت کا لغوی معنی ہے کسی شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں چلے جانا یہ ترک وطن اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کی رضا کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور کسی دنیوی منفعت کے لیے کسی عورت سے شادی ہو جانے کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طبع عبادت اللہ تعالیٰ کی بھی ہو سکتی ہے اور معبودانِ باطل کی بھی۔ وَیَبْعَثُ مَنْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَنْتَفِعُ مِنْهُمْ: وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔

اگر وہ صاحب، اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے باعثِ شرف و توجہ، ایمان، ہجرت، عبادت اور دیگر اسلامی مصطلحات بھی شرف و فضیلت سے بے جبرہ ہوں گے اور کسی کو مومن، مہاجر، مابد کہنے سے اس کی قطعاً عزت افزائی نہیں ہوگی۔ حقیقت ان الفاظ میں عزت و شرف ان کے لغوی معنوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ ان کے متعلقات سے ہے۔ ایمان جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ہوگا، ہجرت جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی، عبادت جب اللہ تعالیٰ کی ہوگی تو یہ کلمات مؤثر و نشان ہوں گے اسی طرح صاحب کے لفظ میں فضیلت نہیں بلکہ جس کا وہ صاحب ہے یعنی تہذیب و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات منسوبہ صفات اسی نسبت سے اس لفظ کو بھی چار چاند لگا دیے ہیں اور جو صاحب کے لفظ کا مصداق ہے یعنی صدیق اکبر، اس کو بھی وہ فضیلتیں اور سرفرازیں بخشی ہیں جن کے سامنے غالباً لفظ ملک کی قربانیاں بھی ادب سے سر جھکاتے ہوئے ہیں۔

از راہ انصاف آپ ہی بتائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے محبوب کی صحبت و معیت اور ایک کافر و کافری کی صحبت و معیت یکساں ہے؟ کوئی صاحب ایمان ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا نیز حضرت صدیق کی اسی سنگت اور رفاقت کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے وہ بھی اپنے اندر ایک خصوصی شان رکھتی ہے۔

ثانی: انہیں کے دو لفظوں میں غور فرمائیے۔ اس قسم کے عدد کا ذکر لغت عرب میں دو طرح سے کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ثانی انہیں، ثلث ثلاث، رابن اربعہ وغیرہ یعنی دو میں سے دو سرا، تین میں سے تیسرا، چار میں سے چوتھا۔ اس صورت میں پہلا عدد

دوسرے حدود کا جزو اور حصہ ہوتا ہے اور اس میں داخل ہوتا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ثالث آئینہ، رابع ثلاثہ، خامس اربعہ یعنی دو کو تین بدلنے والا، تین کو چار اور چار کو پانچ بنانے والا۔ اس صورت میں یہ حدود پہلے حدود میں داخل نہیں ہوتا۔ اب اسے اس میں داخل کیا جا رہا ہے پہلے صرف دو تھے، اس حد کے اضافہ سے اب دو تین ہو گئے، پہلے نہ تین تھے۔ بعد میں اضافہ ہوا، اب دو تین چار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ثانی آئینہ فرمایا یعنی پہلے جو دو موجود تھے ان دونوں میں سے نہ سزا یہ بجا نکلت، یہ رفاقت، یہ محبت خدا شانہ سے حضرت صدیق اکبر کا ہی حصہ ہے۔ ان کلمات کے مفہوم کو خود زبان رسالت نے یوں بیان فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد شاید کسی قسم کی برزہ سرائی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اسی فرقہ کے ایک قاضی علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج العاصی میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:-
”چوں ابوکر در غار کفار را بدید، مضطرب شد و بس یار فاطمت گشت و گفت یا رسول اللہ اگر کسی از مشرکان را زیر قدم خود گذراند مرا بکشد۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمود ما خلفک بائنین اللہ ثالثہما۔“

ترجمہ: جب ابوکر نے غار میں سے کفار کو دیکھا تو انہیں بڑا مضطرب لاقی ہوا اور اندیشہ پیدا ہوا عرض کی یا رسول اللہ اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی جگہ دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ کے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا آسے ابوکر! ان دو کے بارے میں تیسرا کیا خیال ہے جس کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ اس سے بڑی عزت انسانی کا تصور کیا نہیں کیا جاسکتا۔

۵ یہ نصیب اللہ اکبر کونے کی جاسکتے ہیں

ہمارے یہ کرم فرما لا تحزن کہ غلط سے حضرت صدیق پر الزامات و ملامت کی بوجہ شروع کر دیتے ہیں آپ بھی نہیں اور ان کی روش پیدا کی جا رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ جزا میں سے حضرت ابوکرؓ کو منع کیا جا رہا ہے یہ طاعت تھا یا معصیت، طاعت تو ہرگز نہیں سکتا حوزہ اس سے منع نہ کیا جاتا، اللہ اور اس کا رسول نیک کاموں سے نہیں روکا کرتے۔ لازماً یہ خزن معصیت ہوگا۔ اس آیت سے ابوکرؓ کا عاصی اور گنہگار ہونا ثابت ہے نہ کہ آپ کی قصصیت۔

جواباً عرض ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل کو حزن اور غم سے روکا ہے، موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَمَلُ۔ اسے غم نہ کر تو تم ہی مسخر ہو گے (۱۶۹: ۲۰)۔ حضرت فوط کو فرشتوں نے کہا: لَا تَحْزَنْ اِنَّا مَجْرُکٌ وَ اِهْلَاکُ۔

”آئے فوط! حزن نہ کرو ہم تمہیں اور تمہارے اہل و عیال کو نہات دیتے والے ہیں۔“

خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: لَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ۔

”آسے عجیب! انکار کی باتیں آپ کو حسرتیں و غمگین نہ کریں۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے: قَدْ عَلِمَ أَنَّهُ لِيُحْزَنَكَ الَّذِينَ يَقُولُونَ... اَللّٰهُ

”اسے جیسب ایم خوش جانتے ہیں کہ آپ کو کفار کی باتیں غمزدہ کر دیتی ہیں۔“
 کیا ہم ان حقیقت سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ان آیات کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کا فتنی کیا ہے۔ یہ خوف اور حزن میں سے ایمان کو روکا جا رہا ہے طاعت کیا یا معصیت طاعت
 ترک نہیں سنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میں سے نہیں روکا اور یہاں خوف و حزن سے روکا جا رہا ہے لہذا معصیت ہو گا۔ اب فرمائیے
 انبیاء کرام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے حقیقت تو یہ ہے کہ حزن اور خوف امر طیبہ میں سے ہیں۔ بُرے سے بُرا آدمی
 بھی ان سے روکا جاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دُعا کو قبول کرتا ہے اور ان کو نجات دیتا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ
 کو حزن و ملال اپنی ذات کے لیے جبرگت تھا۔ اگر انہیں اپنی جان پیاری ہو جاتی اور اپنا آرام عزیز ہوتا تو وہ اس پر خطر نہ کرتے
 ہو نہ کرتے۔ انہیں اگر کوئی غم تھا یا اگر کوئی حزن تھا، اگر کوئی اندیشہ تھا تو غلطی کہ اللہ کے بادی و مرشد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کو سدا کوئی گزند پہنچے وہ نہ یہ نرم عالم و جہر جہر جو جانتے کی بخشش بتی میں خاک اُٹھنے لگے گی۔ عرب گیتی کا شاہ گیت جانتا
 ارض و سما کی یہ روئشیں، یہ روشنائیاں، یہ مہادیں ہمیشہ کے لیے تابید جو باتیں گی، اپنے محبوب کو خطبے میں گھرا دیکھ کر صدیق کے
 حزن و ملال کی حد نہ رہی۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا اسے میرے پیارا و نانا اُمم نہ کہو جبکہ
 اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ جب ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے تو یہ کفار ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

”مَعْنَا“ کا اظہار بھی غور طلب ہے۔ معصیت الہی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک معصیت علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر چیز کو بایں ہے اور
 اپنے علم کے ذریعہ برہنہ کر کے ساتھ ہے، جیسے اس آیت میں ہے:

اَللّٰهُ تَوَكَّلْ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ قُلُوْبَ الشُّعْرِبِ وَمَا فِىْ وَاٰتِىْهِمْ مِّنْ يَّحْيٰوْنَ مَنَافِعَ لِّلْاٰمُوْنَ اِنَّمَا كَانَ تَفَكُّمٌ
 وَلَا خَفَافٌ وَلَا اَثَقٌ وَلَا مَعْلُومٌ وَلَا اَدْنٰى مِّنْ ذٰلِكَ وَلَا تَكْفُرُ الْاٰمُوْنَ مَعَهُمْ اِيْنَمَا كَانُوا

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، ان کی آواز سن رہا
 کرنے والے نہیں جوتے جبکہ وہ ان کا چرچا نہ سنا اور نہ پانچ مشورہ کرنے والے جوتے ہیں، جبکہ وہ ان کا چرچا
 نہ سنا اور نہ اس قدر آواز کم جوتے ہیں نہ بیاورہ، وہ ہر صورت میں ان کے ساتھ جوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی
 مشورہ کر رہے ہوں۔

اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ جوتا ہے۔ اسی معیت میں کوئی فضیلت نہیں بلکہ اس میں تہذیب
 اور سمرزش ہے خبردار اگر تم نے نافرمانی کی تو ہماری گرفت سے تم بچ نہیں سکتے۔ معیت الہی کی دوسری قسم وہ ہے جو متقین اور
 متقنین کو حاصل ہوتی ہے ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقٰدِيْنَ اَتَقُوْا الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو شقی ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکو کار ہیں۔

اس میت کا تجزیہ جتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ان کی دستگیری کرتا رہتا ہے اور اپنے نفع سے ان کو نواز رہتا ہے۔

مصیبت الہی کی تیسری قسم وہ ہے جو انبیاء و رسل کو میر مرتبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دشمن کے مقابلہ میں ان کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ ہر میدان میں وہ کامیاب و سرفراز ہوتے ہیں اور کفر و باطل کے سرغنہ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور ان تمام اقسام سے اعلیٰ و ارفع مصیبت الہی کی وہ قسم ہے جو سید الانبیاء و الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے یار و خاندان کو ان اللہ متحان فرما کر اس خصوصی مصیبت میں شرکت کی سعادت ارزانی فرمائی۔

فَذَاكَ ابْنِ دَاوُدَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَكُوْصُكَ وَمَا أَجُوْذُكَ وَجَزَاكَ اللَّهُ خَانُوْنَ مَنَاثِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا وَفَاكَ وَمَا أَصْحَدَ حَقَّكَ۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہد و بار ہر جوت حضرت عثمان سے پوچھا کہ اُسے حسان کیا تم نے شان صدیقی میں بھی کچھ اشعار کہے ہیں؟ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! میں نے آپ کے یار قار کی مدحت سنانی بھی کی ہے۔ فرمایا سناؤ میں سننا چاہتا ہوں، حسان نے عرض کیا۔

وثنائي الشمين في انصار الشيع وقند

طاعت العدو بيم اذ معبد الجبلا

”آپ دو میں سے دو سوئے تھے اس با برکت خاڑ میں اور دشمن نے اس کے ارد گرد چکر لگایا جب وہ پہاڑ پر چڑھا۔

وكان جب رسول الله قد ملحوا

من البرية لم يعدل به إلجلا

”اگر کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے محبوب تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری مخلوق میں سے کسی کو آپ کا ہم پڑ نہیں کہتے۔

حسان کے یہ شعر میں کہ حضور نہیں پڑے، فرمایا اُسے حسان تم نے سچ کہا ہے۔ ابو بکر ایسے ہی ہیں۔

(ابن حنبل، ابن زہری عن انس)

اللہ تعالیٰ را حق پر جاننے کی توفیق عطا فرمائے اور شیخ جمال مصطفوی کے پروافروں کی عزت و احترام اور پیروی کی سعادت سے بہرہ اندوز کرے آمین بجاؤ نظر و پس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

سَكِينَتُهُ عَلَيْهِ وَآيَاتُهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ

ایٹا سکین ان پر اور بدو فرمائی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کر دیا کائناتوں کی

الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۚ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

بست کر سرنگوں اور اللہ کی بات ہی ہمیشہ سر بلند ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے

حَكِيمٌ ۝ أَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

حکمت والا ہے (جہاد کے لیے) انکو دھڑلہ میں بھیجے ہلکے اور بوجھل غلہ اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ لَوْ كَانَ

اللہ کی راہ میں۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم درجہ نفع نقصان پر جانتے ہو۔ اگر ہوتا

عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَبْعُوكَ وَلَٰكِنْ بَعْدَتْ

وہ مال نزدیک یا سفر آسان تو ضرور پیچھے چلتے آپ کے۔ لیکن دور معلوم ہوتی ہے

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

انہیں مسافت ۷۷ اور ابھی قسم کھائیں گے اللہ کی (اور کہیں گے) کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے

۷۷ غنات کا واحد غنیۃ اور تعال کا واحد تغیل ہے ترکیب میں یہ حال ہیں مطلب یہ ہے کہ خواہ تم کسی حال

میں مجرب جہاد کا اعلان عام ہو یا نہ ہو پھر دنیا کا کوئی بندہ من کوئی بیٹوری اور کوئی فخر تمہیں میدان جہاد کا رخ کرنے سے

باز نہ رکھے۔ ای حال کو فکھ شیانناوشیو غنا او فقراء و اغنیاء اور کبانا و مشائخا او اصحاء و عیسیٰ و عیسیٰ بنو صناہلین

(زوج البیان)۔ ترجمہ: خواہ تم چران ہو یا بوڑھے، حقیر ہو یا امیر، سوار ہو یا پیادے، تندرست ہو یا بیمار، تنہا ہو یا عیالدار،

ہر حالت میں دعوت جہاد پر شکیک کہتے ہوئے دزم گاہ حق و باطل میں شریک ہو باؤ۔ اگر دشمن عام فہموں سے اور

خلیفہ وقت جہاد عام کا اعلان کر دے تو ہم ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جہاد میں شریک ہو اور اگر دشمن ملک کے کسی ایک حصہ

پر پڑ جائے تو وہاں کے لوگوں کا فرض ہے کہ خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں جہاد کے لیے تیار ہو جائیں ورنہ گنہگار ہونگے۔

۷۸ غزوۃ تبوک کا ذکر ہوا ہے کہ جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا تھا تو کہیں کہ مسافت بڑی طویل تھی اور دشمن بڑا

مَعَكُمْ يَهْدِيكُمُ اللَّهُ إِلَىٰ أَسْمَىٰ مَقَامٍ وَآلِهِ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

تمہارے ساتھ۔ ہلاک کر رہے ہیں اپنے آپ کو۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں۔

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتُ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ

درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے شک و شبہ کیوں کیے اجازت سے دی تھی انہیں یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے آپ سے:

صَدَقُوا وَتَعْلَمُ الْكَاذِبِينَ ۝ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

وہ لوگ جھوٹے نہ ہی کہا اور آپ جان لینے جھوٹوں کو۔ نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

اللہ پر اور روز قیامت پر کہ (نہ) جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے کہ

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔ صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے جو نہیں ایمان رکھتے

قری تھا اس لیے منافقین اپنی معذوری بیان کر کے اور قیس اٹھا اٹھا کہ معذرت خواہی کرنے لگے۔ لیکن کلام خداوند ہے تقدیر کا نام
یوں ہے لو ان الله سأل عباده عن ايمانهم ليقولوا بالله ما كنا نؤمن به الا بما نرى من ايات الله وما كنا نؤمن به الا بما نرى من ايات الله وما كنا نؤمن به الا بما نرى من ايات الله
شریک ہوتے۔

شک و شبہ منافقین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور یہاں وہیں شرکت نہ کرنے کے لیے غرض بیان کرتے جنس رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی کریم النفسی کے باعث انہیں پیچھے رہنے کی اجازت فرما دیتے مالا کہ حقیقت یہ تھی کہ اگر انہیں نہ
نہ دی جاتی تو بھی وہ اس مہم میں شرکت سے انکار کر دیتے۔ بہتر یہی تھا کہ ان کی معذرتوں کو ٹھکرا دیا جاتا تاکہ جب وہ پیچھے
نہ جاتے تو ان کے شقاق کا حال سب کو معلوم ہو گیا تاکہ یہ ثابت کرنے سے پیشتر کہ اسے مجبور کیا تو اسے انہیں پیچھے رہنے کی
اجازت کیوں دی یعنی ان کو شک کیوں نہ ہونے دیا۔ آتنا قرآن سے پہلے عفا اللہ عنک کے الفاظ ارشاد فرماتے۔ یہاں یہ
کلمات کسی گناہ کی معافی کا ذکر کرنے کے لیے نہیں بلکہ اظہارِ تعظیم و تکریم کے لیے ہیں۔ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کسی کی
عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات سے کیا کرتے۔ امام رازی فرماتے ہیں:
ان خالك بدلت على حبال الغداة الله في تعظيمه وقوقيره: یعنی ان کلمات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم و توقیر میں

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَازْكَبْتُمْ فُلُوبُهُمْ فَمِنْهُمْ فِي رَيْبِهِمْ

اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور شک میں مبتلا ہیں ان کے دل گروہ اپنے شک میں

يَتَرَدَّدُونَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً ۝ وَلٰكِنْ

ڈانٹوں ڈول ہیں ششہ اور اگر انھوں نے ارادہ کیا ہوتا (جہاد پر) نکلنے کا تو انھوں نے تیار کیا ہوتا اس کے لیے کچھ

كِرَّةَ اللّٰهِ اِنْ بَعَثْتُمْ فَتُبَطِّحُهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ۝

ساہن لشہ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کڑے ہونے کو اپنے بہت جرات کریا انھیں ہم کر دیا تھا پہلے رہنا بیٹھے ہونے والا

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ اِلَّا خَبَالًا ۝ وَلَا اَوْضَعُوا خِلَافَكُمْ

کے ساتھ اگر نکلتے تھارے (شکر میں) ششہ تو نہ زیادہ کرتے تم میں بجز فساد کے اور روز دھوپ کو کے تھارے درمیان

بڑے مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔

۱۔ اہل ایمان تو اشارہ دیتے ہی تھیاریا کر حاضر خدمت ہو جاتے ہیں مروت وہ لوگ جیلے پہلنے کر کے جہاد سے
روزگرافی کر رہے ہیں جن کے دلوں میں نفاق ہے۔

ششہ منافقین کی حالت کا بیان ہے کہ نہ تو پہتے دل سے موس ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اشارہ کی تعمیل
میں جہاد میں مستعد ہوں اور نہ ہی اپنے کلمہ کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور اہل ایمان کے تقاضے پر سے کونے سے قاصر ہیں اور اپنے
آپ کو آشکارا کرنے کی جرات منقوہ ہے۔ بے چارے کے عجیب شکش میں گرفتار ہیں۔

۲۔ ان میں سے بعض کہنے لگے حضور ہم تو جہاد کے لیے بالکل تیار تھے لیکن عین وقت پر کچھ ایسی مجبوریاں رونما ہو گئیں
کہ بارہا ناخوہستہ میں رنگا پڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظلم مفید جھوٹ بول رہے ہیں مگر ان کا قول درست تھا تو انہوں
نے کچھ تیاری کی ہوتی۔ کچھ ساز و سامان جمع کیا ہوتا تو یہ چل کر ان کا ارادہ تو تھا لیکن مجبوریاں سد ہواہ بن گئیں۔ انھوں نے تو
اپنی تھاروں سے گردنک صاف نہ کی اور نہ اپنے ترکش میں تیروں کا جائزہ لیا۔ بجلا یہ کہہ کر کہہ سکتے ہیں کہ ہم جہاد کے لیے
بالکل تیار تھے۔

۳۔ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہی تھا کہ وہ شہر کرب جہاد ہوتے اس لیے ان کے حوصلہ بہت کر دینے گئے اور
انھیں توفیق ہی نہ بخشی کہ وہ شہر کرب جہاد ہو سکیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے کیوں پسند نہ فرمایا اس کی وجہ اس آیت میں بیان فرمادی۔

يَعُونُكُمْ الْفِتْنَةُ وَفِيكُمْ سَمْعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

فتنہ پر داندی کرتے۔ اور تم میں ان کے جانوس واسب بھی موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب باتنا ہے

بِالظَّالِمِينَ ۝ لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ

ظالموں کو۔ (اسے صیب) وہ کوشاں رہے فتنہ انگیزی میں پہلے ہی تھے اور امٹ پٹ کرتے تھے آپ کے لیے غزوات

حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ ۝ وَمِنْهُمْ

یہاں تک کہ آگیا حق اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش تھے۔ اور ان میں سے بعض

مَنْ يَقُولُ أَئِذَا بَلَغَ الْإِسْلَامَ لَمْ يَأْمُرْ بِالْعَدْلِ وَالْإِيمَانِ أَتَمْنَى أَنْ يُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمِنْهُمْ

کہتے ہیں اچازت دیجیے مجھے (کہ اگر غیر از یہوں) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں بلکہ غبار فتنہ میں تو وہ گر چکے تھے اور

مِنْهُمْ مَن يَأْتِي الْإِسْلَامَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ

میں سے یہاں ان کی سابقہ شر انگیزی کی طرف اشارہ فرمایا کہ قبل ان کی جنگ اسلام کے موقع پر پہلے یہ لوگ لشکر اسلام میں

شریک ہوئے تھے۔ راستہ میں ان کی تین سو کی انگری مسلمانوں سے انگ ہو گئی اور عین اس وقت ان کا طبع گئی اختیار کرنے کا

مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے خصلے پیست ہو جائیں اور یہ خوفزدہ اور ہراساں ہو کر کفر کے مقابل میں نامردی اور نرمی کا اظہار کریں

۵۵۵ یعنی آپ کی دعوت کو ناکام بنانے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں اور تخریبات کرتے ہیں۔ تفتیب الامرئہ حریفہ

من وجہ الی وجہ وتمدیدہ واجلہ فتنہ ہر والاجتہاد فی السکر والمطایعة (مذکورہ بیان)۔ لیکن آخر کار حق ظاہر ہوا اور

اس کی تابانیوں ملے ان کی ساری سازشوں کو بے نقاب کر دیا۔

۵۵۶ میلہ راشی میں بھی شیعہ جہنمہ طراز تھے بعض ان میں سے کہتے کہ میرے خاندانی حالات کچھ اس قسم کے ہیں کہ میں کسی طرح

جہاد میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اب اگر آپ مجھے حکم دیں گے تو میں مجبوراً اس کی تعمیل سے قاصر رہوں گا اس لیے آپ مجھے جہاد پر

ہلنے کا حکم ہی نہ دیجیے تاکہ میں نافرمانی کے فتنہ سے بچ جاؤں۔ کہتے جلد ساز تھے۔ اسلام و شریک کشش فیصلہ کن مسئلہ میں ہے

اور یہ بناوٹی پاکبازیاں جتنے ہیں کہ انھیں جہاد کی دھرت ہی نہ دی جاسے تاکہ ان کا دامن قدرت میں نافرمانی کے درغ سے واقفانہ ہو

انھیں یہ سمجھ نہ آئی کہ اس موقع پر ان کا جہاد سے پہلے ہی کرنا ہی ایک جرم عظیم ہے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں بعض مغتربن

نے یہ بھی بھلا ہے کہ یہ بات کہنے والا بدین قیاس منافی تھا۔ اس نے اگر عرض کی کہ حضور مومن کی عورتیں اپنے حسن و جمال میں بہت

مشہور ہیں اور عورتوں کے بارے میں بھی بہت کمزور واقع ہوا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ انھیں دیکھ کر میری نیت قاسد ہو جائے اور

میں فتنہ کا شکار ہو جاؤں اس لیے بہتر ہے کہ آپ مجھے نہیں مجبور جائیں۔

إِنْ جَهَنَّمَ لَكُ حِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۖ إِنْ تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ

جنگ جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔ اگر پہنچے آپ کو کچھ بھلائی تو بُری لگتی ہے

وَإِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرًا مِنْ قَبْلُ

اُنہیں مبتلا اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہیں کہ ہم نے درست کر لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور

وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرَحُونَ ۖ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ

لوٹنے ہیں خوشیاں مناتے ہوئے۔ آپ فرمائیے ہرگز نہیں پہنچے گی ہمیں کوئی تکلیف بخیر اس کے جو کلامی

لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۖ قُلْ هَلْ

ہے اللہ کے ہمارے لیے۔ وہی ہمارا حامی و ناصر ہے اور اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے مومنوں کو اسے فرمائیے کیا تم

تَرْبِصُونَ بِنَا إِلَّا أَحَدَى الْحُسَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

منتظر ہو ہمارے منتظر نہ تھے اگر ہم مارے جائیں یہ مرنے نہیں اگر ایک بھلائی من دو بھلائیوں کے جسے ہم غلام ہیں اور تم غلام

ہے جس فتنہ سے پہلے کے لیے وہ جتنے تراش رہے ہیں اس سے بُرے فتنہ میں وہ پہلے ہی گرفتار ہو چکے ہیں۔

۱۔ اگر مسلمان کسی جنگ میں منتظر و منصور و ایس لوگتے ہیں تو ان کے ہاں مصیبت قائم نہ ہوتی ہے اور اگر کہیں مسلمانوں

کو کچھ پہنچتی ہے یا وہ شہید ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے گھروں میں بھی کچھ چراغ روشن کیے جاتے ہیں اور یہ لوگ اپنی دوراندیشی

اور عقلندی کے وجہ سے کہنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ شرمورنے والا ہے اسی لیے تو ہم ان لوگوں

کے ہمراہ نہیں گئے۔ قَدْ أَخَذْنَا أَمْرًا مِمَّا مَعْنٰی ہے کہ ہم نے پہلے ہی سے امتیازی تدبیریں اختیار کر لی تھیں۔

۲۔ جب دنیا ولے اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں تو ایمان ولے اللہ کی نصرت و اعانت پر نظر نہ مانتے ہوتے ہیں۔

جب دنیا ولے مادی منتفعین اور ظاہری کامیابیوں کو اپنی کامیابی کا معراج تصور کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے پھوسے نہیں

سماتے تو ایمان ولے ہر حال میں جنت سے الٹی کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اگر اُنہیں یہ سعادت عین بہا کر مہر کا کچھ مہر تھے تو نہ تھے

چہرے خوشی سے چمک جاتے ہیں اور اگر رخصت الہی حاصل نہ ہو تو ان کے نزدیک ایسی فتح بھی ہزار نا کامی سے زیادہ اناک

ہے۔ وہ ہر حالی میں اس کی خوشنودی کے جواں اور اسی کی امداد اور اعانت پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

۳۔ جب حضور کریم اپنے غلاموں کے ہمراہ جو کہ کی طرف روانہ ہوئے تو منافقین غیر جانبدار رو کر اس جنگ کے انہماک

أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عُنْدِهِ أَوْ يَأْذِنَ إِنَّا أَفْكَرٌ بَصُورًا

کرتے ہیں تمہارے لیے کہ پہنچاتے تمہیں اللہ عذاب اپنے سے یا ہمارے ہاتھوں سے۔ پس تم بھی انتظار کرو

إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ۖ قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَلَ

ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ خرچہ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

مِنْكُمْ ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ۖ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ

تم سے لاشہ بیشک تم ایک نافرمان قوم تھے۔ اور نہیں منع کیا ہے انہیں کہ قبول کیے جائیں

مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَلَا يَأْتُونَ

ان سے ان کے اخراجات سوائے اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے

الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كَسَالَىٰ وَلَا يُفْقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ۖ

نماز ادا کرنے کے لیے مگر سست سست اور نہیں خرچ کرتے مگر اس مال میں کہ وہ ناخوش ہیں لاشہ

انتظار کرنے لگے اور وہ اسی کو اپنی دانشوری کا کمال تصور کیے ہوئے تھے اور جب تک مسلمانوں کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ نہ ہو جاتا تو وہ اپنی قسمت ان کے ساتھ وابستہ کر دیتے کہ قرین عقلمندی نہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ان بزرگمذہبوں سے دریافت فرماؤ کہ تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ ہم اگر انہما میں ہمارے باغی تو بھی ہم کامیاب ہیں اور اگر جنگ جیت لیں تب بھی کامیاب۔ تم اپنا خیال کرو تمہارا انجام کیا ہونے والا ہے اور اگر اب تک تمہیں کچھ نہیں آئی تو تھوڑی دیر اور انتظار کرو جبکہ اللہ تعالیٰ کی آفتیں غضب کہیں نہ لگ سکیں یا نہ لگ رہی یا ہمارے ہاتھوں تمہیں ذلیل و دُسر کیا جائے گا۔

لاشہ بعض منافق اس جہاد میں مسلمانوں کا ساتھ دینے کے لیے توتیار نہ تھے لیکن وہ باطل بے تعلق نہ کر اپنے آپ کو اپنے نقاب کرنا بھی مصلحت کے لحاظ نہ سمجھتے تھے۔ اس لیے بارگاہ رسالت میں مالی امداد کی پیش کش کی۔ جدہ میں تین جہاد کا ذکر پہلے گزر رہا ہے وہ بھی چند روز کے حاضریہ لیکن اللہ کے سبب نے اس کو قبول نہ فرمایا کیونکہ مالی امداد بھی اسی کی قبول کی جاتی ہے جس کے دل میں ایمان صادق اور یقین محکم ہو۔

لاشہ اس آیت میں ان کی مالی امداد کو نامعلوم کر دینے کی وجہ تفصیل سے بیان فرمادی۔

فَلَا تَعْبُوكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ

سود تجیب میں ڈال دیں تمہیں ان کے مال اور زبان کی اولاد ملے یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ

لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ

عذاب سے انہیں ان چیزوں سے ذیروی زندگی میں اور بھی ان کا سانس اس حال میں کہ وہ

كُفِرُونَ ۝ وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ

کافر ہوں۔ اور تمہیں اٹھائے ہیں اللہ کی کہ وہ تم میں سے ہیں جیسے حالانکہ وہ تم میں سے نہیں۔

وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْزُقُونَ ۝ لَوْ يَجِدُونَ مَلَأًا أَوْ مَغْرَبًا

لیکن وہ ایسی قوم ہیں جو ڈرتے رہتے ہیں۔ اگر مل جائے انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار

۱۲۷۷ اللہ تعالیٰ کے دین کی بہیم مخالفت کے باوجود ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے

گھروں میں بڑی چیل پیل رہتی تھی لیکن تھا کوئی سادہ لوح ان کی ظاہری آن بان کو ان کے راہ راست پر ہرنے کی نشانی خیال

کرے اس لیے واضح فرمایا کہ یہ دنیاوی شاٹھ بانٹھ ان کی رباوی کا باعث بنے گی کیونکہ وہ اس کی محبت میں یوں مدہوش

رہیں گے کہ بحر راضی حق قبول کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی اور اسی کفر پر ان کا دم نکلے گا کیا ان سے بھی بڑھ کر کوئی بد نصیب

ہو سکتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ہر وہ نعمت جو یا ربانی سے غافل کر دے اور اس کے محبوب کی محبت کے واسطے کہ سر د کر دے

بہت بڑا عذاب ہے اور ہر وہ تکلیف جو کسی غافل کو تشویر کر دے اور یا ربانی کی طرف مایوس کر دے بہت بڑی نعمت ہے۔

۱۲۷۸ ایمان اور یقین ہی وہ نعمت ہے جو شرف انسانی کی نگہبان ہے اور اس سے ایک مسلک پر ثابت قدم رہتی ہے

اور جہاں یہ مفقود ہو وہاں انسان مصلحت اندیشی کے ہاتھ میں کھلنا بن کر رہ جاتا ہے جو ہر مو کا ٹیٹھ دیکھا اور ہر جہاں میں

انہی دینی سلامتی نظر آتی وہی چرا بدل لیا۔ ایسی حالت میں انسان وہ مستحکم چٹان نہیں رہتا جو عبادات کے طوفانوں سے

نمک و کر بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتی بلکہ اس بے بس تنگی کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے جسے پانی کی تند موجیں جو ہر جہاں میں پہلے

جاتی ہیں۔ منافقین کی بھی یہی حالت تھی۔ دلوں میں تو اسلام کی روشنی تھی لیکن اسلامی حکومت کے علاوہ ان کے لیے کوئی اور

پناہ گاہ بھی نہ تھی اس لیے وہ کھل کر اسلام کی مخالفت بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے ایک بے خمیر آری کی طرح تمہیں

اٹھا اٹھا کر اپنے آپ کو قہر اسلام کا ایک قر و ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ سب مکر و فریب

ہے۔ ان کا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ محض مجبوری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی سر چھپانے کی جگہ مل جاتے

أَوْ مُدَّ خَلًا لَّوْكَوَالِيَهُ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ

یکتسب یعنی کی جگہ کو دیکھئے گا، وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف منہ زوری کرتے ہوئے۔ اور بعض ان میں سے

يَكْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ

عین کرتے ہیں آپ پر صدقات کی تقسیم کے بارے میں شہہ سوا کر انہیں دیا جلتے ان سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر

يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْتَخْطُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آلَا اللَّهُ

انہیں نہ دیا جلتے ان سے تو اس وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کیا بجا ہوتا، اگر وہ خوش ہو جاتے اس سے جو دیا تھا

اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

انہیں اللہ اور اس کے رسول نے شہہ اور کہتے کالی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے

توفیراً تم سے سب سے تعلقات توڑ دیں اور وہاں پہلے ہائیں۔

بعض الفاظ کی تشریح: مجلأ، پناہ گاہ۔ مشاوت، مطابقت کی جگہ ہے۔ اس کا معنی ہے چپ کر بیٹھنے کی جگہ، جی اہو منہ
التقیت تفریقاً۔ مذخلاً وہ جگہ جس میں تکلیف سے داخل ہوا ہو۔ یجمعون، جب گھوڑا سرکشی کرتا ہے اور باگ
کی پروا نہیں کرتا تو کہتے ہیں ججم الفرس۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بھی منہ زور گھوڑے کی طرح کسی نظام کی پروا نہ کرتے ہوئے
جگہ پہلے جاتے ہیں۔

شہہ بارگاہ رسالت میں جب زکوٰۃ و عشر کا مال آتا اور حضور اپنے رب کے حکم کے مطابق اسے خرچ کر کے بتاتیں
جو دولت کے لالچ میں از خود رقتہ ہو چکے تھے ان کا رویہ عجیب تھا۔ اگر انہیں کچھ مل جاتا تو خوش ہو جاتے اور اگر نہ ملتا یا
تو قسے کم قسے تو پھر حضور کی نزات، اقدس و اطہر پر زبان طعن و راز کرتے تھے۔

شہہ لو کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام قرآن ہے ولما نفعهم رضوا۔۔۔ لیکن خیر اللہ ہر مومن کا شیوہ تو یہی
ہونا چاہیے کہ بارگاہ الہی اور جناب رسالت پناہی سے جو نعمت عطا فرمائی جائے اس پر شکریہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ پر
کامل اعتماد کرتے ہوئے اس کے مزید فضل و کرم اور اس کے محبوب رسول کی پیش از پیش جود و عطا کا اسید وار رہے۔
مرونا عثمانی تحریر فرماتے ہیں: "اور جو ظاہری اور باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکاو سے اسی پر سرور و مطمئن ہو۔"

— — — — —

وَرَسُولُهُ إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ

اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رغبت کر رہے ہیں۔ زکوٰۃ تو صرف ان کے لیے ہے نہ کہ جو غنی ہیں۔

وَالْمَسْكِينِ وَالْعَبِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلُفَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي الزَّكَاةِ

مسکین اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں۔ اور جن کی دلداری مقصود ہے لہذا نیز گردنوں کو آزاد کرانے

مشہ ابی ایمان کے لیے یہی زیلہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ان کو مال مل کر دے گا اور اس کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب برے گا اور اسی کا دست برد و مظاہرہ جب حرکت میں آئے گا تو فقر و افلاس کا نام و نشان بکلی باقی نہ رہے گا۔ نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نام نامی کے ساتھ اس کے حبیب کا اسم گرامی پڑھنے سے انسان مشرک نہیں ہو جائے اس طرح آج کل بعض صاحبان کہتے سناتی دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کریم میں یہ آیت ہرگز شامل نہ ہوتی۔

مشہ نبی رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سبب صدقات تقسیم فرماتے تو ہمارے دل لوگ طرح طرح کے اعتراضات کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مستحقوں کا ذکر فرما کر محتسبن کو ہوشیار کیا ہے کہ اسے خالص کر دیا۔ نیز ان مصارف کو تفصیل سے بیان کر دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ہمارا کسی وقت کوئی مسلمان فرمانروا اس حد کی آمدنی کو بے جا صرف کرنے لگے۔ نیز زکوٰۃ کیونکر شریعت اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے اس لیے بھی اس کو وضاحت سے بیان کرنا ضروری تھا۔ زکوٰۃ کے یہ آٹھ صرفہ ہیں جو اس آیت کریمہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ۱۔ فقراء۔ ۲۔ مسکین۔ ۳۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے۔ ۴۔ جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ ۵۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے۔ ۶۔ مفروض۔ ۷۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور ۸۔ مسافر۔ اب تفصیل سے ان کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

مشہ فقیر اور مسکین میں کیا فرق ہے؟ اس کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ ۱۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ ۲۔ اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ امام صاحب کے نزدیک یہ قول پسندیدہ ہے۔ لیکن بعض علماء لغت نے فقیر سے بتایا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ ہو۔ یہ اختلاف چھوڑنا ہے کہ حقیقت میں یہ دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ ناداری، افلاس اور احتیاج ان کے درمیان قدر مشترک ہے۔ اسی وجہ سے فقراء کے کلام میں یہ دونوں ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے اسلم یہ ہے کہ اس بحث میں نہ الجھیں بلکہ نفسیات انسانی کے رازدار و حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسکین کی جو تعریف کی ہے اسے اسی کو قبول کر لیں۔ صحیح ہے کہ مسکین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا المسکین الذی لا یجد غنی یفنیہ ولا یظن فیہ صدق علیہ ولا ینفخ خیل الناس مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا سرمایہ نہ ہو جو اسے غنی کر دے نہ اس کی ظاہری حالت اس کی شکستہ کی

پتہ دیتی ہو تاکہ لوگ اس کو غریب سمجھ کر صدقہ دیں اور نہ وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا ہو حضرت امام صاحب فرماتے ہیں کہ جس کے پاس بیس روپے یا دوسو روپے ہوں اپنی نصاب زکوٰۃ تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص محنت مند ہو اور روزی کمانے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے لیے صدقہ لینا حرام ہے اور انھوں نے اس کے لیے یہ حدیث بطور دلیل پیش کی ہے۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تطل الصدقة لغنی ولا لذی سنة مسوی الخیرجہ ابو داؤد والترمذی والدارقطنی۔ لیکن حضور کے اہل بیت بلکہ سارے خاندانِ ہاشم کے فقر اور مایوس پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ کیونکہ حضور کریم کا ارشاد ہے ان الصدقة لا تطل کل محسب الذمہی اوصاف الناس صدقہ اکل محمد وعلیہ اخیارہ وانشاء پر حلال نہیں کیونکہ یہ لوگوں کا میل کھیل ہے۔ لیکن امام ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ خاندانِ بنی ہاشم کے افسیاد اپنے خاندان کے فقر کو اپنی زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ عن ابی یوسف عن النکاتۃ عن بنی ہاشم تطل صدقہ ہاشم وجماس۔ احکام القرآن ۱۔

۹۔ وہ لوگ جو امام وقت کی طرف سے زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں ان کی خواہش بھی اسی طرح سے دی جاسکتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ منظم طور پر اسے وصول کرے اور پھر پورے انتظام کے ساتھ اس کو اس کے مستحقین میں تقسیم کرے۔ خلافت عباسیہ کے اختتام تک یہی طریقہ رہا۔ اگرچہ بعض خلفاء اس میں تاخیر و تفرقت بھی کیا کرتے لیکن زکوٰۃ پھر بھی انہی کو ادا کی جاتی تاکہ یہ نظام باقی رہے۔ چنانچہ جب خلافت بنی امیہ میں منتقل ہو گئی اور مال زکوٰۃ میں انھوں نے بے اعتدالیاں شروع کر دیں تو کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پرچھا کہ اب زکوٰۃ کسے دینی چاہیے فرمایا کہ وقت کے حاکموں کو اس نے کہا۔ اذ یقتضون بعا شیاناً وھیباً، وہ تو زکوٰۃ کا رموز پہنے لباسِ فاخرہ اور عطر وں پر خرچ کر ڈالتے ہیں۔ فرمایا یہ سنا اگرچہ وہ ایسا کرتے ہوں تاہن ابی شعیبہ از آزاد امام صاحب نے فرمایا کہ اگر عامل بنی ہاشم میں سے کوئی ہو تو زکوٰۃ کی حد سے استغناء نہیں رہی چاہے گناہ گار ہو و تنوہا لقوابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غسالۃ الناس وقرطبی، لیکن امام مالک اور امام شافعی نے فرمایا کہ وہ اس حد سے زکوٰۃ لے سکتا ہے لکن اصیو علی سبل مباح فوجب ان یستوی فیہ الباشعی وغیرہ قرطبی ۱۔

۱۰۔ یعنی لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ ائمہ کے دعووں کو اس غرض سے دینا کہ وہ غریب مسلمانوں کو غرضی اذیت نہ پہنچائیں اور دوسروں کو بھی اذیت نہ پہنچانے سے روکیں۔ ۲۔ ائمہ کو اسلام قبل کرنے کی رغبت دلانے کے لیے مالی امداد دینا۔ ۳۔ نو مسلموں کی خاطر داری کے لیے ان کی اعانت کرنا تاکہ وہ پھر کفر کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تین قسم کے لوگوں کی تالیفِ قلوب کے لیے بڑی فیاضی سے دیا کرتے تھے۔ جب تو ائمہ کے نزدیک اب یہ شقِ فسوخ ہو چکی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و عطا فرمائی اور اب ان لوگوں کی تالیف کی ضرورت نہیں لیکن علماء کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ فسوخ نہیں بلکہ اگر کسی وقت اس طرح خرچ کر لے کی ضرورت پڑے تو غلیلہ وقت کو اجازت ہے۔ وقال جماعۃ من

اور مقررہ ضلع کے لیے سلاخہ اور اشد کی راہ میں ۹۴۷ اور مسافروں کے لیے ۹۵۵ یہ سب فرض ہے

اسکے اس سے مراد وہ صحابہ کرام تھے اور چنانچہ ان کے پاس نزول ہوا اور اپنے انکسار کی وجہ سے وہ جنگی ساز و سامان نہیں لے کر گئے ہوں ان کی اعانت بھی بال زکوٰۃ سے کی جاسکتی ہے لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ سبیل اللہ سے مراد صرف یہ دو قسم کے لوگ نہیں بلکہ ہر وہ کام جس میں حاتمہ المسلمین کا فائدہ ہو وہ سبیل اللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ دینی مدرسے جس میں قرآن و سنت کی تعلیم دی جاتی ہو اور دین کے مبلغ اور محقق تیار کیے جاتے ہوں وہ بطریق اولیٰ اس میں داخل ہیں۔ شیخ رشید رضا نے اپنی تفسیر الناریں میں اس کے متعلق بڑی وضاحت سے لکھا ہے: وقال الآلوسی فی تفسیر الکلمۃ عند الحنفیۃ ام ید بالکافی عن ابی یوسف منقطعاً عن النہایۃ والجمع وقیل السراۃ طلبۃ العلم و اقتصر علیہ فی انتاری النہیریۃ وقتصر فی البدائع یجمع القرب فیدخل فیہ کل سعی فی طاعۃ اللہ علی ما اُکسر فی اس ففعل فی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس سے مراد وہ خارجی اور حاجی ہیں جو اپنے وطن

اللَّهُ وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ۝ وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَ

اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کو جاننے والا دانہ ہے۔ اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو اللہ (نبی پر نبی سے) اذیت

سے دہرہ بول اور ان کے پاس اپنے خرافات پر توڑے کوٹے کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ اور بعض نے اس سے قراد طلبیے ہیں۔ اور صاحب قنادی خیریت نے تو اس سے مراد فقط طالب علم ہی ایسے ہیں۔ اور صاحب بدائع کے نزدیک بروہ نیک کام سبیل اللہ میں داخل ہے جس سے قریب الہی حاصل ہو سکے۔ اس کے بعد صاحب النار رقم طراز ہیں: والحقائق ان سبیل اللہ ہذا مصداق المسلمین عامۃ التي بها تقوم اموال الدین والدولة دون الاضرار (ج ۱۰ ص ۵۸۵) ترجمہ تحقیق یہ ہے کہ سبیل اللہ سے مراد وہ مصالح اور مفید کام ہیں جن سے مخصوص افراد نہیں بلکہ عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔ جس سے دین اور دولت دونوں کو تقویت حاصل ہو۔ ومن اھم ما ینفع فی سبیل اللہ فی زماننا طاعة العباد الدعاء الى الاسلام وادخالہم فی بلاد الکفار من کل جمعیات من طائفة تعددہم بالمال الکافی کما یفعلہ الکفار فی نشر دینہم (ج ۱۰ ص ۵۸۷) ترجمہ: جیسے زمانہ میں سب سے اہم کام جس میں اس بدکار و پسرخوچ کیا جائے وہ بتائیں اسلام کو تیار کرنا ہے اور انھیں مظہر الجنوں کی نگرانی میں کفار کے ممالک میں تبلیغ دین کے لیے بھیجنا ہے اور ان کی مالی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ یہ دخل فیہ الخفقة علی المدارس العلمیۃ الشرعیۃ وغیرہا متاقتصر علیہ المصلحة العامة (ج ۱ ص ۵۸۸) ترجمہ: اس میں مدارس علمائے اسلامیہ داخل ہیں جن میں علوم دینیہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ وہ کام جن میں مصالحت عامہ ہے۔

۱۱۔ وہ مسافر جس کی زاد راہ ختم ہو چکی ہو اگرچہ وہ دولت مند ہی کیوں نہ ہو زکوٰۃ سے اس کی ادا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ سفر کسی گناہ کی نیت سے نہ ہو۔

۱۲۔ جو بری دام لختہ کہتے ہیں کہ جو شخص ہر ایک کی بات سن لے اسے ساجل اذتہ کہتے ہیں اور ابن عباس فرماتے ہیں جو ہر ایک کی بات سنتے ہی اور اسے ان بھی لے اسے ساجل اذتہ کہا جاتا ہے (قرطبی، مناقب کا پرشودہ تھا کہ اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی جناب پاک میں جو بری میں آتا جب دیتے۔ اگر کوئی انھیں کہتا کہ تماری باتوں کا علم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا تو بری طبیعت ہوگی تو وہ نابکار کہتے اچھی اس کا فکر نہ کرو۔ وہ کافروں کے بڑے بچے ہیں۔ اگر کسی نے ہماری کوئی بات ان سے کہہ لی دی تو کیا ہوگا ہم جا کر مغنیہ بیان دے دیں گے کہ ہم نے یہ بات ہرگز نہیں کہی تو وہ فوراً ہماری بات مان جائیگا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب کا تمھاری بات سن لینا اور تم سے اعراض کرنا تمھارے لیے ہی اچھا ہے۔ ورنہ اگر حقیقت آشکار کر دی جاتی تو تمھارا لفاق ظاہر ہو جاتا اور تم بدسیا ہوں کو منہ چھپانے کے لیے جگہ نہ ملتی۔ وہ تو محض ازراہ شفقت و پردہ پوشی تم سے اعراض کرتے ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ وہ تمھاری بات کو بک جگتے ہیں اور تمھارا جو شہان سے پوشیدہ رہتا ہے۔ وہ تو صرف انہی تعالے کی بات کا یقین رکھتے ہیں۔ اور مخلص اہل ایمان کی باتوں پر اہست بار کرتے ہیں۔

يَقُولُونَ هُوَ أَذُنٌ مُّقِلٌ أَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ

دیتے ہیں نبی کریم کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کیا ہے۔ فرمائیے وہ مشابہ ہے جس میں جھلا ہے تمہارا یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے

لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ

مومنوں (کی بات) پر اور سزا پر رحمت ہے ان کے لیے اللہ جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے

رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ

رسول کو۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (مناجات) تمہیں اٹھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے

۱۰ جو بیگمالوں کی پروردہ پرستی کتابچہ اور رسول کو دوسرا نہیں کرتا۔ اس کی شہادت، اس کی رافت، اس کی رحمت اپنوں پر کس طرح نوازشات فرماتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اسی لیے ساتھ جملہ کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ وہ اہل ایمان کے لیے سزا پر رحمت ہی رحمت ہے۔

۱۱ قیامت تک آسمان و زمین کو تباہ دیا کہ کوئی جو جس نے میرے حبیب کے دل رحیم کو لایا وہ پہنچاتی وہ دردناک عذاب میں مبتلا کرو یا جاستے گا۔ اب وہ لوگ جو حضور کے کلامات علی کا انکار کرتے ہیں اور اس بڑے ارادے سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسی چیز مانگے آجاستے جس سے وہ اپنے ناقص اور غلط خیال کے مطابق اللہ کے پیغمبر کی حیثیت ثابت کر سکیں یا کلامات مصطفوی کا انکار کر سکیں اور اس رحمت و تقدس آب کی جناب میں بازاری الفاظ بڑی بے حیائی اور بے باکی سے اپنی تقریریں اور تحریریں میں استعمال کرتے ہیں وہ خود سوچیں کہ ان کا شکر کیا ہو گا۔

ادب کا جمیع زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کر وہ می آید بنید و بازید ای جا

۱۲ بتایا جا رہا ہے کہ منافقین کہتے نادان ہیں کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنی پاک باطنی اور نیک بیتی کو ثابت کرنے کے لیے آسمان و زمین کے قلابے لگاتے ہیں لیکن ایسی باتوں سے اللہ اور اس کا رسول کو خوش نہیں ہو سکتا اور حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کے لیے کوشاں رہتے۔ واللہ و رسولہ الحق کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کر دیا جائے تو ہر جگہ شکر نہیں ہو جاتا جیسے بعض تشدد و لوگ کہتے ہیں بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب رسول کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔ مخفی قاعدہ کے مطابق یہ وضوحاً ہونا چاہیے تھا کیونکہ مرجع اللہ اور رسول دونوں اس لیے ضمیر بھی تنبیہ کی ہوئی چاہیے تھی۔ و امد کی ضمیر ذکر کرنے میں یہ محنت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا و اگلاگ نہیں بلکہ

تاکہ غرض کریں نصیحتیں۔ مالا انکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ

اما بخار ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے تلہ اللہ اور اس کے رسول کی قو

اس کے لیے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں۔ یہ بچت بڑی رسوائی ہے۔ - ڈرنے رہتے ہیں

منافع کہ کہیں نازل نہ کی جائے اہل ایمان پر کوئی سورتہ جو آگاہ کر دے انھیں جو کچھ منافقوں

کے دامن میں ہے۔ آپ (راحمین) فرمائیے کہ مذاق کرتے رہو۔ یٰٰشٰیئٰلہ ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم غورزدہ ہو گئے

اور اگر آپ صراحت فرمائیں ان سے تو کہیں گے میں ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمائیے

ایک ہی ہے جس پر اللہ راضی اس پر اس کا رسول بھی خوش اور جس پر اس کا رسول راضی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بھی میری ہے۔
تسلطہ محاد او کشتے ہیں کسی کے مقابلہ میں اپنا انگب محاذ قائم کر لینا اور المهادا وقوع خدا فی حد و ذاک فی حد و ظہری (مقتضہ
یہ ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں ان کا ابھی نہ کاتنا و نہش ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ اس بات کا کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کہیں ان کے فداؤ کو خاطر نہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شک جس چیز کا تھیں اندیشہ تھا وہ جو کر رہا اور ہم نے اپنے مصطفیٰ علیہ الطیب التہیۃ و ان کی الشاہد کو تمہارے ناموں اور تمہارے کاموں پر مطلع کر دیا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ ان کو نظر ہر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے حوالے اور ان کے کاموں کا علم عطا فرمایا۔ انصار جہاں اللہ انصرفت بنیت علیہ السلام احوالہم و اسماہم و اولادہم و انما نزلت فی القرون و لقد قال اللہ تعالیٰ و لعلہم فیہم من المؤمنین و هو فروع المعجم ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ السلام کو ان کے

اَللّٰهُ وَاٰتِيَهُ وَرَسُوْلُهُ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدُّ

دگستاخانہ! کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے؟ مسئلہ (اب) پہلے نہ مت بناؤ

كُفْرُكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نُّعَفِّ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ

تم کافر ہو چکے (اظہار ایمان کے بعد اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو مذاب پس گئے

نُعَذِّبُ طَآئِفَةً يَاۡلَهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ

دوسرے گروہ کو کیونکہ وہ بھی (اصلی) مجرم تھے۔ منافق مرد اور

اَلْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَّأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ

منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں مسئلہ حکم دیتے ہیں برائی کا اور

حالات اور ان کے ناموں پر آگاہ کر دیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے نام اور احوال تفصیل سے قرآن کریم میں ذکر کر رہے
بلکہ بذریعہ ابہام ان کا علم دے دیا قرآن کریم میں سب سے دلچسپ و منفرد صفت لحن القول، اسے جیسب آدم ان کی گفتگو کے ہجرت
انہیں ضرور پہچان لو گئے۔ یہ پہچان بھی ابہام کی ایک قسم ہے۔

مسئلہ منافقوں کا منہ پر ادا نامنا نقیض کا ایک پسندیدہ مشغلہ تھا۔ کوئی موقع بھی تو ہاتھ سے جانے نہ دیتے خصوصاً جب
مسلمان اپنی بے سرو سامانی کے باوجود قیصر سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے تو ان بد باطنوں کو کھینچیاں اڑانے کا زریعہ
موقع مل گیا۔ کوئی کہتا یہ دیکھو! چشم بد و زور اب شہنشاہِ دوم سے جنگ لڑنے چلے ہیں۔ کوئی کہتا ان کے وہاں پہنچنے کی خبر
ہے زخمی غویں ان کی وہ درگت بناؤں گی کچھ ٹھہری کا دور دوایا جاوے گا۔ دوسرا کہتا یا ہر مزا تو جب ہے کہ ان کے ہاتھ
پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور اُردو پست سے گونس برس رہے ہوں۔ غرضیکہ جب ان کی نامستول باتوں کا چرچا ہوتا تو اگر یہ مسکین
کی طرح حاضر ہوتے اور کہتے یا حضرت! ہم تو صوف دل لگی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنتو کیا اللہ اور اس کے
رسل کے سوا اور کوئی نہیں رہا جس کے ساتھ تم دل لگی کر سکو۔

مسئلہ منافق مرد ہوں یا عورتیں سب کا مزاج کیسا ہے۔ ہر بُرے نظریہ اور ہر بُرے فعل کی ترویج و اشاعت
میں بُرے چست ہیں اور اگر کہیں سے نیکی کی کرن پھوٹے تو ٹکلا جاتے ہیں اور ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں کہ یہ نیکی پھلنے
پھوٹنے نہ پاسے اور اس کے علمبردار کہیں ترقی اور اقتدار حاصل نہ کریں۔ اگر ایک کام میں ان سے مالی اعانت کا مطالبہ
کیا جاتے تو خواہ ان کے ہاں روپیہ کی فراوانی ہو ان کی شکیاں بگھ جاتی ہیں اور نہیں تو نفی ہی نہیں ہوتی کہ اس کے لیے ایک

يَتَهُونَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ لَسُوا اللَّهَ

رد کرتے ہیں نیکی سے اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھ (حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے بھلائی سے

فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۱۷﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ

اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انھیں تلے بیشک منافق ہی نافرمان ہیں وعدہ کیا ہے اللہ کے منافق مردوں اور

وَالْمُنٰفِقَاتِ وَالْكُفَّارِ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ

منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ، ہمیشہ وہیں گئے وہ اس میں یہی کافی ہے انھیں

وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۱۸﴾ كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

نیز لعنت کی ہے ان پر اللہ کے اور انہی کے لیے ہے دائمی عذاب (یہ مفسر ملاحظہ فرمائیے) ایسی ہی جیسے ان

كَانُوا أَشْدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَآكُثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَبْتَعُوا

لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرتے وہ زیادہ تھے تم سے قوت میں اور مال اور اولاد کی کثرت میں لہذا سوطت انھیں انھوں نے

پانی بھی خرچ کریں۔

لہذا انھوں نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ انھیں اپنا غذا یا دین نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولائے کریم نے بھی ان

بے بصیروں کو اپنی رحمت و عنایت سے فراموش کر دیا جہاں دوسروں کے لیے اس کے فضل و کرم کے دروازے کھلے ہوتے

ہیں وہاں ان کی طرف کھلے والا دروازہ بند کر دیا گیا ہے گویا اس کی سائل ہے ہی نہیں جس کی طرف دست و پاؤں نہ

کرنا مطلوب ہو۔ خدا فراموشی انسان کو خود فراموش بنا دیتی ہے۔ یہ جرم قتل بڑا ہے اس کی سزا بھی اتنی ہی سنگین ہے۔

۱۷۔ لعنت و عنایت کے مستحقین کی فہرست سے قرآن کا نام خارج کر دیا گیا ہے کیونکہ انھیں اس کی خدا بخش

ہی نہ تھی البتہ دوزخ کے دہکتے ہوئے انگارے ان کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ اسی کے لیے وہ عمر بھر کو شاں رہے ایسی کی

آرزو میں وہ راست دان بے قرار رہے۔ سو اب ان کی یہ خواہش پوری کرنے کے لیے ان سے پختہ وعدہ کیا جا رہا ہے کہ

انھیں جہنم میں ابدی قرار گاہ دے دی جائے گی جہاں سے انھیں نکالا نہیں جائے گا۔

۱۸۔ آسے اہل فساد! اس بھل بستی میں تمہارا وجود کوئی اچنبہ نہیں۔ تم سے پہلے بھی ایسے لوگ گزر چکے ہیں جو قوت

ملاقات میں اور مال و دولت میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ انھیں بھی بھلائے والوں نے تیسرا سمجھایا لیکن زندگی کے اعلیٰ

مَخْلَقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِمَخْلَقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ

اپنے (ذریوی) حق سے اور تم نے بھی لطف اٹھایا اپنے (ذریوی) حق سے اسی طرح جیسے نطف اٹھایا انہوں نے جو

مِنْ قَبْلِكُمْ بِمَخْلَقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَٰئِكَ

تم سے پہلے جو گزرے اپنے (ذریوی) حق سے اور (نذوق) جس (تم بھی ذوق لے رہے تھے وہ ڈوبے رہتے تھے یہی

حَبِطَتْ أَعْبَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

دو لوگ ہیں ضائع ہو گئے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں - اور یہی لوگ نقصان

الْخٰسِرُونَ ﴿۹﴾ أَلَمْ يَأْتِهِم نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ

اٹھائے واسے ہیں - کیا نہ آئی اُن کے پاس خبر مثلہ اُن لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے (یعنی) قوم نوح

وَعَادٍ وَثَمُودَ ۚ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَاصْحٰبِ مَدْيَنَ

اور عاد اور ثمود اور قوم ابرہیم اور اہل مدین اور

وَالْمُؤْتَفِكِ ۚ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ

وہ ہستیان اٹ رہا تھا - کہتے تھے ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لیکر اور نہ تھا اللہ (کایہ دستور)

اور پاکیزہ مقصد کو سمجھنے سے ان کی تمام عقلیں قاصر رہیں اور وہ جہانی اللہ توں اور شہوانی تھا بہ مثل میں ہی کھو کر رہ گئے - اور زندگی کی تمیمی ٹھہریاں پونہی بر بار کر کے اس ذلیل سے چلے گئے - اور ان کا انجام بہت حسرتناک اور دردناک ہوا - وہی روش تم نے اختیار کر رکھی ہے - سو تمہارا بھی وہی عبرتناک انجام ہونے والا ہے - کاذبین میں قبلہ نمبر ہے - اور اس کی جہنم الائمہ محذوف ہے - تقدیر کلام توں ہے انتم کاذبین میں قبلہ دطرطی -

مثلہ اب صراحتہ ان قوموں کے نام لے کر انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے جن کی عظمت و سطوت کی داستانیں اور پھر ان کی تباہی و بربادی کے قصے خود ان کے ہاں پتے پتے کی زبان پر تھے - اصحاب مدین سے مراد قوم شعیب علیہ السلام ہے - مؤتفکات، استغنا کا معنی ہے زمین کو زیر و زبر کر دینا - اس سے مراد کوط علیہ السلام کی قوم ہے جو جب ان پر مذاب آیا قرآن کی ہستیوں کو اٹھ رہا تھا -

يُظْلِمُهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۷۰﴾ وَالْمُؤْمِنُونَ

کونوں کو ظلم کرنا ان پر بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے مثلاً نیز مومن مرد

وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں مثلاً علم کرتے ہیں نیکی کا

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ

اور روکتے ہیں بُرائی سے اور صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں

الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ

زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ

مثلاً مذکورہ بالا قوموں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ ان پر ظلم اور زیادتی نہیں تھی بلکہ ان کو صحیح راستہ بتا دیا گیا۔ وقتاً فوقتاً ان کو ان کی غلط روی پر متنبہ کر کے لیے انہیں اور نیچے گئے۔ انسانی ہدایت کی روشنی ان کے سامنے تھی و باطل کو نمایاں کرتی رہی لیکن باہمی جو حبیب وہ اسی راہ پر چلتے پر مشرور تھے جو بلا کثرت کے گھر سے غار میں لے جانے والی تھی تو انجام کا وہ اس غار میں جا کر رہے۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ قصور وار کون ہے اور کیا خداوند عالم نے ان کے ساتھ بے انصافی کی یا وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

مثلاً وہ قوم جس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کی خصوصیتوں کا بیان تو کر دیا کہ انہیں نیکی سے طبعی ضد ہے اور بُرائی سے طبعی مائل ہے۔ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے ان کے دل ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔ اللہ کی یاد تو انہیں نصیب نہیں لیکن جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور اسلام کو اپنا دین اور نبی پاک کو اپنا ہادی اور مژدہ تسلیم کیا۔ کیا انہوں نے صرف اپنا دلیل ہی بدلا ہے یا ان میں اور ان میں حقیقی فرق بھی ہے۔ اس آیت میں اسی حقیقی فرق اور عظیم انقلاب کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے جو لا الہ الا اللہ کہنے سے انسان میں رونما ہوتا ہے فرمایا جو خوش نصیب مرد اور عورتیں میرے حبیب کی دعوت کو قبول کرتی ہیں ان میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوتا ہے جو ان کے ظاہر و باطن کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ وہ نیکی کو فروغ دینے کے لیے اپنے سارے وسائل وقف کر دیتے ہیں۔ اپنی راحت و آرام کو قربان کر دیتے ہیں اور ضرورت پڑے تو نیکی کا پرچم بلند رکھنے کے لیے وہ اپنی جان بھی خوشی خوشی مناد کر دیتے ہیں اور ان کا وجود باطل کے لیے تو ایک چیلنج ہوتا ہے۔ وہ باطل اور بُرائی کی سروری قبول کرنے سے صاف

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۶﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا پھر وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے

جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٌ

باغات کا، رواں ہیں جن کے نیچے نہریں - یہ ہمیشہ رہیں گے ان میں نینزد وہ وہ کیا ہے، پاکیزہ

طَيِّبَةً فِي جَدَّتِ عَدْنٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ

مکانات کا سدا بہار باغوں میں ﷺ اور رضائے خداوندی ان سب نعمتوں سے بڑی ہے ﷺ یہی تو

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۳۷﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ

بڑی کامیابی ہے ﷺ اسے نبی کریم! جہاد کیجیے کافروں اور

انکار کر دیتے ہیں اور جہاں تک ان کا بس پہنچے وہ اس کو جبر سے الگ کر بیٹھنے میں دریغ نہیں کرتے۔ یہ لوگ نماز اور کثرت
ہیں۔ نزوۃ دیتے ہیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کریم کے ہر حکم کی اطاعت کے لیے ہر وقت
مستعد رہتے ہیں۔

ﷺ یہاں میں تاکید اور مبالغہ کے لیے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر ضرور اپنی رحمت فرمائے گا۔ وحوت الہیہ
فی قولہ سیو حیر اللہ فتوکیدو والباقی (راز می)

ﷺ جب کوئی چیز کسی جگہ ہمیشہ کے لیے اقامت گزیر ہو جائے تو عربی میں کہتے ہیں عدن بستان نکذا۔ اسی
لیے کان کو بھی معدن کہتے ہیں کیونکہ یہ جگہ اسی رحمت کی ترقی گاہ ہوتی ہے۔ روئے جنت کے اعلیٰ درجہ کا نام بھی عدن ہے
جو وسط میں ہے اور دوسرے جنت اس کے ارد گرد ہیں۔ اسی میں نسیم کا چشمہ ہے۔ امیاد کرام، شہداء و متقین کے
لیے مخصوص ہے۔ وقال مقاتل والکلبی عدن اعلیٰ درجۃ فی الجنة و فیہا عین تسنیم والجنان حولہا (قرطبی)

ﷺ بیشک اہل عشق و محبت تو فقط اسی کے متلاشی رہتے ہیں۔ مجبور بہ حقیقی کی خوشنودی سے کم وہ کسی چیز پر
مطمئن نہیں ہوتے۔ ان کی شب بیداریاں، دن کی ریاضتیں اور ان کی آواز اریاں اسی لیے تو ہوتی ہیں کہ ان کا محبوب
ان پر راضی ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں۔

اذا كنت عني يا معني القلب راضيا اذى كل من في الكون لي يتيسر

اُسے میرے مطلوب دل! اگر تو مجھ پر راضی ہو جائے تو مجھے کائنات کی ہر چیز مسکراتی ہوئی نظر آتی ہے۔

وَالْمُفِيقِينَ وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا أُولَٰئِهِمْ جَهَنَّمُ وِبَشُرِ

منافقین کے ساتھ اور سختی کیجیے ان پر اللہ اور ان کا ٹھکانا جہنم سے اور وہ بہت بُرا

الْمَصِيرُ ﴿۲۷﴾ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةً

ٹھکانا ہے۔ - تمہیں کھلتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا ۵۵ اللہ حالانکہ یقیناً انہوں نے کبھی سختی نہ کی

کتابت اور پاکیزہ ہے یہ متصد اور کتنے خوش نصیب اور سعادتمند ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اس مقصد کی لگن ہوتی ہے
اللہ ما جعلنا متهم ولا محمدين انت ارحم الراحمين بجاہ حبیبك الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ ص: نردال یکنہ اور اُسے جمعیت مردانہ

۵۵ اس آیت میں خود کو لے کر ان لوگوں کے تمام شکوک و شبہات کا قلع قمع ہو جانا چاہیے جو حضور رحمت الیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان کے مقام رفیع
کے انکار پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کے ایمان میں بھی شک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے کہ
آپ کفار اور مشرکین کے ساتھ اسے نرمی اور غصہ و درگزر کا سلوک نہ کیجیے بلکہ ان کے ساتھ جنگ کیجیے اور سختی سے براؤ
کیجیے۔ یہ سورۃ اس وقت نازل ہوئی جب مکتع ہو چکا تھا اور ماہ سے جزیرہ عرب میں اسلام کی عظمت کا جھنڈا اہرا
رہا تھا اور مسلمانوں کو کسی کا اندیشہ نہ تھا تاکہ یہ کہا جاسکے کہ حضور اسلام کی ظاہری کمزوری کے باعث منافقوں سے
سختی نہ کر سکے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سلوک اپنے تمام صحابہ خصوصاً خلفاء راشدین
کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ کریمانہ اور فیاضانہ تھا، محبت و عنایت کا بادل ہر وقت ان پر برستا رہا۔ یہ دیکھ کر کس یقین
پر جاتا ہے کہ یہ غنوں قدسیہ ایمان و یقین کے جسے تھے حضور کی تیس سال کی شبانہ روز محنت و تربیت کے شیریں
ثمر تھے، اگر ان کو کوئی نادان منافق کہتا ہے تو وہ ان کو نہیں ان کے آقا و مولیٰ پر گویا یہ الزام لگاتا ہے کہ اس نے ان سے
یہ محبت بھر اسلوک کر کے اپنے رب کی حکم عدولی کی۔ العیاذ باللہ۔ مصلحتاً هذا ابھتان عظیم۔

۵۵ منافقین جو دل سے ایمان نہیں لائے تھے بلکہ محض دنیاوی مفاد اور مادی مقاصد کے پیش نظر مسلمانوں کے ساتھ
لٹے ہوئے تھے جب وہ الگ بیٹھتے تو اسلام اور رسول اسلام کے خلاف گستاخیاں کرتے اور سبب بھی ان کا راز فاش
ہوتا تو اپنی براۓ ثابت کرنے کے لیے جھوٹی قسموں کے چل باندھ دیتے کہ واللہ باللہ ہم نے ہرگز یہ بات نہیں کہی اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان جھوٹی قسموں سے تم خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جو سب رانوں کا جلنے والا ہے۔ تم نے یہ
باتیں کہیں اور اخبار اسلام کے بعد پھر کفر اختیار کر لیا اس ضمن میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور جب تبرک سے
واپس تشریف لا رہے تھے تو بارہ تیرہ منافقوں نے قہر کر لیا کہ جب رات کو حضور سفر کر رہے ہوں اور کسی گھائی

مواکر وہ لوہ کرئیں لو یہ بہتر ہوگا ان کے لیے اور اگر وہ دُور گردانی کریں تو عذاب دیکھا نہیں اللہ تعالیٰ

کے دہنے پر چھین تو رکھنا ہے کرگوارا جائے چنانچہ حضور تشریف لے جا رہے تھے۔ حدیث میں بیان اونٹنی کی گھیل پڑے آگے آگے تھے اور عمار بن یحییٰ پیچھے جب اونٹنی ایک گھائی کے کنارے پر پہنچی تو بارہ آدمی جنہوں نے اپنے چہرے زحلانے بنوسے تھے راستہ روک کر کھڑے ہو گئے حضور نے قناب آلود آواز سے جب انھیں ٹھکارا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضور نے مزید وہ خدا سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے انھیں سچا پایا؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! انھوں نے منہ چھپائے ہوئے تھے۔ ہم تو انھیں سچا جان لے سکے حضور نے فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الَّذِينَ يَخْلَفُونَ فِي الْأُمُورِ الَّذِينَ هُمْ يَكْفُرُونَ**۔ یہ انہی بد بخت ہیں قیامت تک یہ منافق ہی رہیں گے۔ حضور نے فرمایا اگر میں تمہیں بھیجے آئے تھے کہ تم نے گھائی میں گراؤ۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ان کے قتل کا حکم کیوں صادر نہیں فرما رہے۔ حکیم نبی نے جواب دیا: **لَا تَكُونُوا مِثْلَ أَبِي سَهْدَةَ الْعَرَبِ**۔ یہناں محمد! قاتل بقوم حتی اذا اظهروا الله بهم اقبل عليهم فيقتلهم (تو قال قتله اور سہمہ را دیبیلۃ قلنا یا رسول اللہ: ما الذی یبذلہ؟ قال شہاب من انہ یقع علی نیاط قلب احدہم فیجذک (ہر کثیر ترجمہ نہیں نہیں اس بات کو ناپسند کرتا جو کہ عرب یہ کہیں کہ محمد علیہ السلام) ایک قوم کو مانتا ہے کہ لوگوں سے ڈرا رہا اب جب غالب آگیا تو اسی قوم کو قتل کرنا شروع کر دیا پھر عرض کیا اے اللہ! انہیں دیبیلۃ کا تیرا رہمہ نے پوچھا یا رسول اللہ! دیبیلۃ کیا ہے فرمایا یہ آگ کا شعلہ ہے جو ان کی گھیل پر پڑے گا اور انھیں ہلاک کر دے گا۔

۱۶۔ یعنی ان انسان فراموشوں کو دیکھو کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے تھے کھانے تک کو سیر نہ تھا بیلے رٹول مدینہ میں تشریف فرما بنوا تو اس کی برکت سے کاروبار میں برکت بھٹی یکیتوں میں مانج پیدا ہوئے لگا۔ مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ قرار ہا۔ اب جب مالی حالت اچھی ہو گئی تو بھلے تھے اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں جن نوازشات سے الہ مال فرمایا۔ اس کا شکریہ ادا کرتے ان مخالفت پر آمادہ ہیں۔ یہ یعینہ اس طرح ہے جس طرح ہم آندو میں کہتے ہیں کہ میرا اس کے سوا اور کیا قصہ یہ ہے کہ میں نے اسے صعبیت سے نجات دلائی۔

عَدَايَا إِلِيمَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ

عداوت الیم - دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا دوسرے زمین

مِنْ دُونِ وَلَا نَصِيرٌ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ

میں کوئی دوست نہ کرنی مددگار - اور کچھ ان میں سے وہ ہیں عاہد جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے

ﷺ تعلیم بن حاطب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کرے
 حضور نے فرمایا اے تعلیم کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم میری طرح ہو۔ اگر تم چاہتا تو یہ مہار سونے کے بن جاتے
 اور میرے ساتھ ساتھ چلتے۔ اس نے پھر وہی عرض کی کہ حضور دعا فرمادیں کہ میں مالدار ہو جاؤں اور مجھے خدا کی قسم جس نے
 آپ کو نبی برحق مبعوث فرمایا اگر مجھے دولت ملی تو میں ہر خدا کا حق ادا کر دوں گا۔ حضور نے پھر فرمایا اے تعلیم! قتیل
 نضیق شکوہ خیر من کنہ لا تظنہ! اے تعلیم! تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کر سکو اس زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا تم شکر
 ادا کرنے سے قاصر رہو۔ لیکن اس نے پھر اپنی عرض دہرائی حضور نے دعا فرمائی ہلھلہ ارضہ مالاً۔ اے اللہ اس کو مال
 عطا فرما۔ اب کیا حاطب بے غلغلی وہاں کے لیے کھلے قواد حرم رزق کے دوازہ سے کھل گئے۔ اس نے چند بکریاں خریدیں اور
 ان میں اتنی برکت ہوئی کہ مدینہ میں کوئی حویلی ایسی نہ تھی جہاں وہ سما سکیں۔ باہر دہر جہل میں ڈیرہ بنایا۔ پیسے تو ریمالت
 تھی کہ صبح و شام مسجد میں بسر ہوتی اور اسی وجہ سے اسے حمامۃ المسجد و مسجدی کہتے تھے۔ اب پیسے من
 کو غیر حاضری ہوئی۔ پھر رات کو بھی غیر حاضری ہو سکے گی۔ جنت میں حرم مسجد کی نماز مسجد نبوی میں نصیب ہوئی۔ لیکن یوں
 کی غیر متوقع افزائش کے باعث مصروفیات اتنی بڑھیں کہ جمعہ تو کیا عید کے دن بھی حاضری نصیب نہ ہوتی۔ اسی اثناء میں رفقہ
 کا حکم نازل ہوا حضور نے اپنے دو عامل اس کے پاس روانہ فرمائے۔ اس نے کہا یہ تو بہت زیادتی ہے تم ذرا آگے سے ہو
 آؤ میں اتنے میں سوچ رکھوں گا۔ وہ دو دن اس کے ہاں سے سیسی کے پاس گئے اس نے تعلیم کی بات سن لی تھی۔ اس نے
 بہترین جانور زکوٰۃ کے لیے خوشی پیش کر دیے جب واپسی پر ان عاملوں کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگا ذرا وہ
 خط دکھاؤ و کھوں اس میں کیا لکھا ہے پڑھنے کے بعد کہنے لگا یہ تو خیر ہے تم جاؤ میں ذرا سر پر لوں جب وہ عامل بارگاہ
 رسالت میں حاضر ہوئے تو اس سے پیشتر کہ وہ کچھ عرض کریں حضور نے فرمایا: ویم تعدبہ بن حاطب! ہلاک ہو گیا اور
 سیسی کے لیے حضور نے دعا فرمائی چنانچہ تعلیم کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے رشتہ داروں نے اسے بتایا کہ میرے
 حق میں یہ آیت اتری ہے تو زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے مجھے منع فرمایا ہے
 چنانچہ وہ روئے نکا اور سر پر ناک ڈالنے لگا۔ پھر حضرت عتیق اکبر کے عہد خلافت میں ہی وہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا تو آپ نے
 فرمایا تیری زکوٰۃ اللہ کے رسول نے منظور نہیں فرمائی تو میں کیسے منظور کر سکتا ہوں۔ پھر عہد فاروقی میں حاضر ہوا اور زکوٰۃ

اَتَيْنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۰﴾

ساتھ کہ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ضرور ہو جائیں گے نیکو کاروں میں۔

فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخُلُوبِهِمْ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ

پس جب اس نے عطا فرمایا انہیں اپنے فضل سے تو بخوبی کرتے گئے اس کے ساتھ اور دُور گرائی کر لی اور وہ

مُعْرِضُونَ ﴿۱۱﴾ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَ

منہ پھیرنے والے ہیں۔ پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جمادیا ان کے دلوں میں ۱۱۔ اے اس دن تک جب میں نے

بِمَا أَخْلَقُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿۱۲﴾ أَلَمْ

ہیں کو اس وجہ سے کہ انہوں نے خلافت و رزق کی بات اللہ سے جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ

کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے راز کو اور ان کی سرگوشی کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جانتا والا

الْغُيُوبِ ﴿۱۳﴾ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

جسے ملتے غیبوں کو۔ جو لوگ دریا کاری کا الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے ۱۳۔

پیش کی۔ حضرت فاطمہؑ نے بھی یہ کہہ کر رو فرمادی کہ جنب تیری نیکوۃ رسول کریمؐ نے اور صدیقی اکبرؑ نے قبل نہ کی تو میں کیونکر قبول کر سکتا ہوں۔ چنانچہ اسی حالت میں وہ عہد عثمانی میں مر گیا۔

۱۴۔ یعنی نفاق کی بیماری جو پہلے ان میں تھی اس ہیچیم بد عمل، وعدہ خلافی اور بدکاری سے اور زیادہ بڑھ گئی اور اس کی جڑیں ان کے دل میں اس مضبوطی سے گرت گئیں کہ موت سے پہلے ان کے اکھڑنے کا امکان ہی نہ رہا جیسے معمولی نزلہ طبع میں غفلت اور بد پرستی کی وجہ سے تپ دق میں بدل جاتا ہے اور مہلک اور جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

۱۵۔ ایک دفعہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہ خدا میں مال پیش کرنے کی ترغیب دی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ چار ہزار درہم لے کر حاضر ہوئے۔ عدی بن حاتمؓ نے شروع کج روی پیش کیں یہ سنا تو ان کو اتنا مال کثیر راہ خدا میں پیش کرنے دیکھ کر منافقین کہنے لگے یہ خدا کی راہ میں دینے کے لیے کب لاسے ہیں یہ تو محض ریاکاری ہے تاکہ لوگوں کے دلوں پر

اور جو (ناچار) نہیں پاتے، بجز اپنی محنت و مشقت کی مزدوری کے تو یہ ان کا بھی مذاق اڑاتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ منزلہ کے گاہ میں اس خلاق کی اور ان کے لیے روزِ ناکِ خدا ہے۔ آپ تخلص طلب کریں ان

کے لیے یا نہ کریں **۱۲۰** اگر آپ جانشین طلب کریں ان کے لیے ستر بار جب بھی

رہنمائے گا اللہ تعالیٰ انھیں۔ یہ محض اس لیے کہ انھوں نے انکار کیا اللہ کا اور اس کے رسول اکرم کا اور

اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نا فرمان قوم کو۔ خوش ہو گئے تھے چھوڑے جانے والے اپنے گھر، محلے رہنے پر

بنی سخاوت کا کنگہ جما لیں۔ اتنے میں ایک خرسب سحابی ابو قتیل میر محمد گجڑیوں سے کہ حاضر خواہ اقرار ان اہل حقوں سے مذاق پڑنا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ اس ایک میر سے کس لشکر کی ضیافت کا سامان ہو گا؟ غرضیکہ ان کا نفس مارا نہ تو مستحق سلامت و فیاضانہ پیش کشوں سے متاثر ہوتا نہ ان کا دماغ جانانوں کے ایثار سے جو مادی ساری رات کنوئیں سے پانی نکالتے رہتے اور جو کچھ مزدوری ملتی اسے وہ اپنے دین کی سرٹفہری کے لیے اپنے رب و تعالیٰ کی خدمت میں حاضر کر دیتے۔

منزلہ امام محمد الدین زمانہ تھی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی رئیس المناہقین کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور خطبہ ارشاد فرماتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور خوشامد کرتے چوتھے کہتا تھا اے رسول اللہ اکرمہ اللہ واعنہ ونصوہ اللہ کے بچے رسول ہیں اللہ مالی انھیں عزت و نصرت عطا فرماتے۔ جب اُحد کے بعد اس کا اتفاق واضح ہو گیا تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر علی الغالب دُعا کرتے۔ حضرت فاروقؓ سے نہ باگیا۔ آپؓ نے فرمایا میٹر جاؤ اللہ کے دشمن! تیرا کفر اب چھپا ستے نہیں چھپا سکتا۔ دوسرے حاضرین نے بھی اسے طاعت کی۔ چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا وہ مسجد سے نکل کر چلا گیا۔ راستے میں کسی نے اسے کہا کہ تیرا جھگڑا ہے جو حضورؐ کی خدمت میں جاؤ اور ان کا دامنِ کرم پکڑ لو اور اپنی بخشش اور مغفرت کے لیے عرض کرو۔ اس بدرفت نے کہا صابانی استغفری ابوہدیت تنفری وہ میرے لیے مغفرت کی دعا مانگا۔

خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

اللہ کے رسول کی رجاوہ، روانگی کے بعد اور ناگوار تھا انہیں کہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ

ماہِ قَدَا میں جلتی ہے اور دوسروں کو بھی کہتے مست نکلوا اس سخت گرمی میں جلتی ہے دوزخ کی آگ

أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝ فليَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا

اس سے بھی زیادہ گرم ہے کاش! وہ سمجھ سکتے۔ کہ انہیں چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں

كَثِيرًا ۝ جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى

زیادہ جلتی ہے سزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ (اُسے عیب!) پھر اگر لے جائے آپ کہ اللہ تعالیٰ

باز آگئیں بچے ذرا پروا نہیں مینی بچے ان کی مغفرت کی دعا کی ضرورت نہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے متعلق تفصیل بحث آگے آ رہی ہے۔

اللہ منافق جہاد میں شریک نہ ہوتے اور حضور کریم کی ہر کاری کی سعادت انہیں حاصل نہ ہوتی۔ لیکن یہاں اس کے کہ وہ اس محرومی پر غمزدہ ہوتے اور اپنے بے بہشتی برگشتہ پراسرار کسرتے آئے وہ خوشی سے پھولے نہیں ہمارے ہمارے چلے گئے۔

اللہ جب ان کے دلوں میں ایمان ہی نہ تھا تو انہیں وہ ندقی اور ٹھٹھ کیسے عیسر ہو سکتا تھا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور اس کی رضا کے لیے اپنی جان و مال قربان کرنے سے اہل ایمان کو حاصل ہوتا ہے۔ ان کے لیے تو یہ سب کچھ ایک مصیبت تھی جس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے وہ بہانوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔

اللہ خود تو وہ جہاد میں شریک نہیں ہوتے لیکن اسی پر وہ اکتفا کر کے واپس کب تھے وہ دوسرے اہل ایمان کو بھی گرمی کی شدت سے ڈراتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ اس گرمی سے بچ گئے تو کیا تم اس جہنم کو رکھ دینے والی آگ سے کیونکر نجات حاصل کرو گے۔ لیکن ان چیزوں کو تو مرث وانا آدمی بچ سکتا ہے۔ ان نادانوں کو کیا سمجھ۔

اللہ یہ جلد صورتہ امر ہے اور مستحق خبر و مطلب یہ ہو کہ اس فانی زندگی کے چند روز وہ ہنسی خوشی گزار دیں گے لیکن آئندہ آنے والی ابدی زندگی میں انہیں برائی رہنا ہی رہنا ہے۔ ہوا و مریضہ فی الخلد انہم بہ بیضکون قلیلاً د

طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَسْتَأْذَنُوكَ لِخُرُوجٍ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا

ان کے کسی گروہ کے پاس پھر وہ اجازت طلب کریں آپ سے جہاد پر نکلنے کی تو آپ فرمائیے نہیں نکلے گا تم میرے

مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ

بمراہم کبھی اور ہرگز جنگ نہیں کرو گے میری معیت میں کسی دشمن سے نہ ملے گا تو خود پسند کیا تھا اگرچہ بیڑہ بنا

بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ۝ وَلَا تَصِلْ عَلَى

بازئی مرتبہ تو اس بیٹھے رہو یہی رو جانے والوں کے ساتھ ۱۱ اور نہ پڑھیے غارِ جنازہ کسی

أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَفَرُوا

پہلے ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر ۱۲ بیشک انہوں نے کفر کیا

یہاں کتبہ بنا۔ (قرطبی)

۱۱ اللہ خالفت کا ایک معنی تو یہ ہے پیغمبرؐ رہ جانے والا لیکن علامہ قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ خالفت بمعنی فساد کے ہے جس طرح کہتے ہیں خالفت اللہین و فساد خراب ہو گیا۔ یا عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفتہ اہل بیتہ۔ غلام شخص اپنے مال کے کتبہ سے فساد دے ہے۔ اسی سے خالوت نمرالحا شہ ہے جبکہ شہ کی تو روزہ رکھنے سے خراب ہو جاتی ہے۔ اب کرت کا لائی یہ ہو گا فاقعدوا مع: لفا سدید معنی فساد پر مار کر لے دالوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ پہلے تمہارے جان بوجہ کر میرے رسولؐ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اب بطور سزا تمہیں جہاد کی توفیق سے محروم کر دیا گیا ہے بلکہ اب اگر لشکرِ اسلام کہیں جہاد پر روانہ ہوا اور تم جہاد کرنے کے لیے نکلنا بھی چاہو گے تو تمہیں ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا جائے گا۔ و هذا يدل على ان استصحاب الخلفاء في الغزوات لا يجوز (قرطبی)۔ ترجمہ: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کسی مردود راہِ باغ و دغا کو جہاد میں ہمراہ لے جانا جائز نہیں۔

۱۲ اللہ منافقین نے جنگِ تبوک میں شرکت نہ کر کے جب اپنے آپ کو آشکارا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو سکھ دیا کہ اب آپ بھی ان سے پہلی سی نرمی اور رافت کا ہر تاؤ نہ کیا کریں بلکہ ان کو تنگ ہونے دیں تاکہ دوسروں کے لیے موجب عبرت ہوں۔ اس لیے اب آئندہ ان کو جہاد میں شرکت سے روک دیا اور اسی سلسلہ میں ہی یہ حکم فرمایا کہ اب ان کی نماز بنانا نہ پڑھائیے اور نہ ان کی قبر پر شریف لے جائیے۔ ان کی کفر و گمراہی نے انہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ رحمت الہی ان کی طرف آئی ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرثدؓ میں مبتلا ہوا تو حضورؐ اس کی عیادت کے

یہ تشریف لے گئے اس نے اس کی کجیہ وہ مر جاتے تو حضور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوئے پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ تم اس کے لیے اسے قیاس مرحمت فرمائی جائے۔ حضور نے آدمی کو بھیجا۔ اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قیاس چاہیے جو آپ کے جبرائیل کو چھوڑی ہے حضرت عثمان بن عفان بیٹھے تھے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ اس ناپاک اور گندہ سے کو اپنی پاک قیاس کیوں مرحمت فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت سے تعاقب اٹھایا اور فرمایا کہ اے عمر! ان قیاسوں سے بچنا کہ ان سے شیطان خدشہ لے لے۔ ان سے بچنا کہ اللہ تعالیٰ اس کی رحمت سے محروم اس کا فرد رسانی کو میری قیاس کچھ نفع نہیں پہنچاتے گی۔ بلکہ اس کے دین میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف اسلام کرے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہ کثیر سبقت عبد اللہ کے پاس رہتا تھا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لیے آپ کی قیاس کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور یہ حقیقت چھل ہو گئی کہ اس رحمت عالیاں کی بانگاہ پر گناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو جانتے اس کے کہ مالک یا اس میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب بھی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قیاس کی برکت اور قیاس واسلے کے شوق غلبے سے مشرف اسلام ہوا۔ اسلام منعہ یومئذ انت دیکھیں جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوئے کو تو بچا لیا جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی حضور نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور خود کرم فرمادیں۔ اس پیکر عنود و عنایت نے نہ نہ کی۔ اٹھئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے دعائے ہرنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے پھر گزارش کی یا رسول اللہ! اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور جبریلؑ نے حضورؐ کا دامن پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا ولا تعجل علی احد الخ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے قیاس کیوں عطا فرمائی۔ مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں حضرت عباسؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے گرفتار کیے گئے تو ان کی اپنی قیاس چھٹ گئی تھی حضورؐ نے انھیں قیاس پہنانا چاہی کیونکہ عباسؓ راز قامت تھے۔ عبد اللہ بن ابی کلابہ بھی بڑا لبا تھا اس لیے اس کی قیاس کے سوا اور کوئی قیاس انھیں پوری نہ آئی ساتھ کہ رسولؐ نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دُنیا میں ہی آگیا دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو یہ تعلیم دی کہ اس اہل غلامتہ کو کسی سوال کو نہ بھڑکیے۔ اس لیے حضورؐ نے اس کے سوال کو رد نہ کیا۔ اور جبکہ بڑی وجہ وہی تھی جو حضورؐ نے خود بیان فرمائی کہ اس قیاس کی وجہ سے اللہ ایک ہزار منافقوں کو دولت ایمان سے آلا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے اور بڑی برکت کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ یہ نصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا اہل قیاس ہے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اس کے لیے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی لیکن صاحب ایمان کتابی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے لیے اگر اللہ کے محبوب کے ہاتھ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَلَا تَجْعَلُوا أَمْوَالَكُمْ

اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولِ مکرم کے ساتھ۔ اور وہ میرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے اور تم مجھ میں دیکھ کر کھانے والے

وَأُولَادَهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَ بِهِم بِمَا فِي الدُّنْيَا

اور ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان سے دُشمن میں

وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۖ وَإِذَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ أَنْ

اور نکلے ان کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ دس میں مکرم ہو

أَمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطَّوْلِ

ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرتے تھے ہیں آپ کے بڑا بڑے

مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقُعْدَةِ ۖ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا

ہیں ان میں سے اور کہتے ہیں رہنے دیجیے ہمیں تاکہ ہوں ہمیشہ بیٹھے والوں کے ساتھ۔ انہوں نے پسند کیا کہ ہر ماہ میں

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۖ

ہمیشہ رہ جائے والوں کے ساتھ اور ہر گاوی گئی ان کے دلوں پر لکھ کر وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

وَعَاكِسَ يَسْأَلُ مَا هِيَ تَرْفَعُ تَقْنِي هِيَ - ایشا و ابی سہیل - ولوا انهم لاذ فطروا انفسهم جلاؤك فاستغفروا الله
استغفروا لهم الربيتول لاجد والله قد باءنا عينا - الله تعالیٰ ہمیں نصیب فرماوے اور اس دنیا میں بھی
اور روزِ شرمی حضور کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرماوے آمین ثم آمین۔ بجاہ شفع المذنبین من حنة
للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ﷺ یہ ان کی کم قسمی اور نادانی ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے، اپنے گناہ بخشنا نے اور اپنے ایمان کو بڑا
دینے کا موقع دیا گیا تو انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ابراہیمؑ آیا ہر ماہ، اور سونے کی تلوں کو شاداب کر کے چلا گیا۔
لیکن ان کی کشتِ ایمان میں نور نہیں خاک آڑتی رہی جیسے پہلے آڑتی تھی۔ اللہ کریم ہر انسان کو اس کی زندگی میں موقع دیتا
ہے تاکہ وہ اپنی سابقہ غلطیوں اور کتابوں کی تلافی کر سکے لیکن بعض پر نصیب اس سنہری فرصت کو بھی ضائع کر دیتے

لَكِن الرُّسُولُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا مَعَهُ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

لیکن رسول اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ انھوں نے جہاد کیا اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۸﴾

اور اپنی جانوں سے اور انہی کے لیے ساری بھلائیاں ہیں اللہ اور وہی لگ کامیاب ہیں۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ

تیار کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہنے والے ہیں

فِيْهَا اٰذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۳۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّبُونَ مِنَ الْاَعْرَابِ

ان میں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور آئے بہانہ بنائے والے بدو ۳۹

لِيُوْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ سَيُصِيبُ

تا کہ اجازت مل جائے انھیں اور بیٹھ رہے وہ جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے تمہاری جھوٹ

۳۸ منافقین کا رویہ تو یہ ہے کہ ہر سرفروشی کے موقع پر ان کے قدم ڈکھڑاہاتے ہیں لیکن ان کے رکس رسول اللہ اور اس کے صحابہ کا رویہ یہ ہے کہ وہ اپنی جان اور اپنا مال اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ دعا مانگتے ہیں کہ یہ سعادت انھیں نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسے نیک بختوں کے لیے دین اور دنیا کی راحتیں اور عترتیں ہیں اور وہی دنیا و آخرت میں خلاص و کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ خیرات سے مراد وہ لوگ جہانوں کی بھلائیاں ہیں۔ خلافتی الشہر منافع الدارين۔

۳۹ پہلے عرب میں بسنے والے شخصیں اور منافقین کا ذکر کیا گیا۔ اب ارد گرد کے دیہاتیوں کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں۔ ان میں کچھ تو سچے ایماندار ہیں ان کا ذکر تو اس رکوع کے آخر میں آئے گا۔ ومن الاعراب من يؤمنون واللہ اور ان کے علاوہ منافق ہیں۔ ان کی بھی دوستیں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ جب انھیں جہاد کی دعوت دی گئی تو جھوٹے بہانے بنا کر گھر بیٹھ رہنے کی اجازت طلب کرنے لگے اور دوسری قسم ان منافقوں کی ہے کہ جنہوں نے جہاد کا حکم سنا تو ان کو گھر والے میں بیٹھ رہنے اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ چلو محض ظاہر داری کے لیے ہی کوئی قدر رنگہوشی کریں ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ اگر ان کے کفر و عناد کی یہی حالت آخر دم تک رہی تو انھیں دردناک ابدی عذاب میں مبتلا

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ

جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک - نہیں ہے کمزوروں پر مثلاً

وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ

اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں

حَرْجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ

راگریہ بھیجے رہ جائیں، کوئی حرج جبکہ وہ شخص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اللہ نہیں ہے ٹیکو کاروں

سَبِيلٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ

ہزاروں کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے - اور نہ ان پر کوئی الزام ہے جو جب حاضر ہوئے آپ کے پاس

کر یا بلائے گا۔ اس صہرت میں معذرتوں باب تفصیل سے ہر گاہ اور معتد وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو اور پھر بھی وہ عذر پیش کرے سو وہ اللہ تعالیٰ سے معذرت نہ لے سکتا لیکن انھیں اور فرار وغیرہ یا علم لغت و نحو کے کہا ہے کہ معذرت اصل میں معتذرین تھا۔ ات افتعال کو ذال سے بدلہ اور ذال کو ذال میں بدلہ کر دیا اور معذرتوں ہو گیا اب اس کا معنی ہو گیا صحیح عذر دے (تقریباً) اور ان سے مراد عام بن ظیل کا قبیلہ ہے جس نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اگر ہم حضور کے ہمراہ جہاد پر جائیں گے تو بیٹے کے بد و ہماری بیویوں، بچوں اور موشیوں پر حملہ کر کے لوٹ میں گئے حضور نے ان کی اس صحیح معذرت کو قبول فرمایا۔

مثلاً یعنی ہر لوگ حقیقت معذرت میں وہ اگر جہاد میں شریک نہ ہو سکیں تو کوئی حرج نہیں۔

اللہ نصیرت کا معنی ہے اخلاص اسی وجہ سے خاص اور چوکی کو توبہ انصوح کہتے ہیں اور جب بات خاص نیت سے کہی جائے تو کہتے ہیں نصحاء القول حضرت تیمم الداری سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا - الَّذِينَ انْشَبَحُوا قُلْنَا لَعَنَ قَالَ اللَّهُ وَكَتَبَ لَهُمْ وَلِئِنْ سَوَّلَهُ لَاشِقَّةً لِلْمُسْلِمِينَ وَهَامَ سَهْوُهُمْ وَوَلَوْ سَلَّمَ - دین نصیحت کو کہتے ہیں - ہم نے عرض کی کس کے لیے؟ تو فرمایا اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے مسلمانوں کے امراء کے لیے اور عام لوگوں کے لیے اور یہاں بھی نصیحت کا معنی اخلاص ہے - علماء اگر کہہ سکیں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے نکالے کہ اللہ کے لیے نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ اس کی توحید اور اس کی صفات کا ایسا پر غماص و اعتقاد ہو اور اس کو نقص اور عیب سے پاک بلے اور رسول کے لیے نصیحت کا یہ معنی ہے کہ اس کی رسالت کو

لِتَعْمَلَهُمْ قُلْتَ لَا أَحَدٌ مَّا أَحْبَبْتُكَ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَاعْيَنُهُمْ

تا کہ آپ سوار کریں انہیں کو فرمایا آپ نے میں نہیں بلکہ جس پر میں نہیں سوار کروں وہ لوگ تھے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿۱۰﴾ إِنَّا

بہاری ہوئی ہیں آنسو اس غم میں کہ انہوں نے نہیں ان کے پاس جو وہ خرچ کریں لعلہ الزام تو

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنَاءُ رِضْوَانًا

ہیں ان لوگوں پر جسے برا اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ وہ راضی ہو گئے اس

يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطِبَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾

ہر کہ ہر جا میں تھے وہ جانے والوں کے ساتھ اور غمگداری اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پس وہ (کچھ) نہیں جانتے۔

چتے دل سے مانے۔ اس کی فہمراں برداری کرے، اس کی عزت و تکریم کرے اور اس سے اور اس کے اہل بیت

سے محبت کرے۔ اور مسلمانوں کے امراء کے لیے نصیحت سے یہ غرض ہے کہ ان کے خلاف بغاوت نہ کرے۔ ان

کو مجمع مشورہ دے اور اگر ان سے خلعت سرزد ہو تو انہیں متنبہ کر دے۔ اور عوام کو نصیحت کرنے کا ترغیب ہے کہ

ان کی ریح رہنمائی کرے، سب کے لیے دعا ہے خیر انکا کرے اور سب کی خیر خواہی میں کوتاہی نہ رہے (قطبی)۔

ﷺ جب غزوہ تبوک کی تیاری شروع ہو گئی تو وہ غریب و نادار مسلمان جن کے دلوں میں راہ حق میں جان

دینے کے ہزار دلوں اربان چل رہے تھے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم دل و جان

جہاد کے لیے تیار ہیں لیکن ہم نادار ہیں، اتنی طاقت نہیں کہ سواری کا انتظام کر سکیں، ہاں راہ کرم سواری کا انتظام

فرا دیجیے تاکہ ہم یہ سعادت حاصل کر سکیں۔ حضور نے جب انہیں یہ بتایا کہ بیت المال میں اتنی تمناش نہیں کہ سواری

سواری کا بندہ دست کیا جاسکے تو انہیں اتنا صدمہ پہنچا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگ گئے۔ اور

انہیں اپنی ناداری کا جتنا غم آج ہوا شاید یہی کسی اتنا ہوا ہو۔ بجائے اس کے کہ وہ دل ہی دل میں خوش ہو گئے

کہ آج افلاس کام آیا۔ اس گرم موسم میں فقور و راز کی مسافت سے جان چھوٹی، اٹاؤہ مغوم و دیگر اور اشکبار

ہیں۔ اس حقیقت کو کچھ دبی خوش نصیب سمجھ سکتے ہیں جن کو عشق و محبت کی مینا سے ایک دو جام

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُونَ

وہ بہانے پیش کریں گے تمہارے پاس جب تم لوٹ کر جاؤ گے ان کی طرف، مسئلہ فرمائیے یہاں سے مست بناؤ

لَنْ تُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ

ہم نہیں اعتبار کریں گے تم پر۔ آگاہ کر دیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری خبروں پر اور دیکھے گا اللہ تعالیٰ

عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

تمہارا عمل اور اس کا رسول پھر پڑھائے گا تو گئے اس کی طرف جو جانتے والا ہے ہر پوشیدہ اور بظاہر کو

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ سَيُخْلِفُونَ لَكُمْ وَإِذَا

پھر وہ آگاہ کرے گا تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ ہمیں مکالمے کے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم

انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لَعَارِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۚ إِنَّهُمْ

لوٹ گئے ان کی طرف تاکہ تم معاف کرو اور انہیں سوشل پھر لو ان سے یقیناً وہ

رِجْسٌ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۚ يَخْلِفُونَ

ناپاک ہیں ۵۱۱ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ ہمیں نکالتے ہیں

۵۱۱ جب مسلمان غزوہ تبوک سے منظر منظر ہو کر مدینہ منورہ واپس آئے گئے تو اللہ نے انہیں آگاہ کر دیا کہ جب

تم مدینہ پہنچو گے تو منافقین تمہارے پاس آئیں گے اور جو باوہیں شرکت نہ کرنے کی کئی تاویلیں پیش کریں گے اور اس طرح

تمہیں اپنے ایمان اور اپنے اخلاص کا یقین دلائیں گے لیکن تم انہیں صاف صاف کہہ دینا کہ اس کم و فریب کو اب

رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نفاق اور خبیث باطن پر مطلع کر دیا ہے اب ہم تمہاری باتوں میں آنے والے نہیں۔

۵۱۱ اب تک جو تم نے کیا اس کی حقیقت کا تو ہمیں علم ہو گیا۔ اب بھی تمہیں اجازت ہے کہ تم اپنی اصلاح کرو۔

اللہ اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو دیکھے گا۔ اگر تمہارے اعمال نے تمہارے ایماندار اور مخلص ہونے کی تصدیق کر دی

تو ہم بھی تسلیم کریں گے غرض ہاں لو اس چند روزہ زندگی کے بعد ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور وہ

سب کچھ جانتے والا ہمیں تمہارے سب کچھ تو قیوں پر آگاہ کر دے گا۔

لَكُمْ لَتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ

تھارے پیسے تاکہ تم خوش ہو جاؤ ان سے۔ سو دیا روکوں اگر تم خوش ہو رہی گئے ان سے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ راضی نہیں

عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ

ہر گناہ فراڈوں کی قوم سے۔ اعرابی زیادہ کھٹ ہیں کفر اور نفاق میں لٹلے اور حقدار ہیں

الْأَيْعَلُّوْا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

کہ نہ بائیں وہ احکام جو نازل کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے والا

حَكِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَكْرِضُ

بڑا دانہ ہے۔ اور بعض بدو ایسے ہیں جو لٹلے یہ سمجھتے ہیں کہ جو وہ لڑاؤ خدا میں خرچ کرتے ہیں وہ تاوان ہے اور

بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

نظر میں تمہارے لیے (زنانہ کی نگہ پوشوں کے زخیمت میں) انہی پر جسے بڑی گردش لٹلے اور اللہ تعالیٰ سمیع (دراست) ہے۔

۱۱ لے اعراس کا مادہ آیت میں دو بار استعمال ہوا ہے۔ اور یہ دو مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۱) ضرور و گزراؤ

۲) قطع تعلق۔ لہذا اس میں پہلا معنی مطلوب ہے اور فاعل ضمیر ہے اور مفعول مضمر ہے یعنی منافق قسین اٹھائیں گے

اور سنت انہیں کریں گے کہ ان کی غلطی معاف کر دی جاتے۔ لیکن تمہیں یہی حکم دیا جاتا ہے کہ تم ان سے قطع تعلق کرو چنانچہ

مختار جب مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہ حکم دے دیا کہ لا تَجْلِسُوهُم وَلَا تَتَكَلَّمُوهُمْ۔ نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور نہ ان

سے بات چیت کرو۔ اور قطع تعلق کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ انہیں وہ جس پر ناپاک ہیں۔

۱۲ لے منافقین مدینہ کے حالات کا ذکر کرتے ہیں کہ بعد اب پھر دیہات میں بسنے والے بدوؤں کا ذکر ہر پہلے کہ

اپنی صحرائی زندگی، درشت عادات اور مکر کیا اسلام سے خود رو بننے کے باعث ان کا کفر اور نفاق بہت کثرت اور

کثرت قسم کا ہے۔ بالکل نیم چڑھے کر لیے ہیں۔

۱۳ لے کیونکہ ان کے دلوں میں نفاق تھا اس لیے راہ خدا میں جو پیسہ خرچ کیا کرتے تھے بادل ناخواستہ خرچ کیا

کرتے تھے۔ انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی بڑا نیا تاوان ادا کر رہے ہیں اور جو بھی ایسا ہی چاہیے تھا کیونکہ

اسلام کی ترقی کے ساتھ انہیں کوئی دوسری نہ تھی بلکہ الٹا پڑھتی۔ رضا الہی کا مہبوم انہیں معلوم ہی نہ تھا۔ اور کے اسے

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا

اور کچھ دیہاتیوں میں سے وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر اور کہتے ہیں جو وہ

يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ إِلَّا أَنهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ

خرچ کرتے ہیں قربانۂ الہی اور رسول (ﷺ) کی دعا میں لینے کا ذریعہ ہے ۳۹؎ ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعثِ قربت ہے۔

سَيُذْخِلُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَالسَّابِقُونَ

ضرور داخلِ رحمت کے ہوں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ۴۰؎ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور سب سے آگے

الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ

آگے سے پہلے پہلے ایمان لائے ہمارے اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے

اور مسلم سوامی سے چھٹے رہنے کی وہ قیمت ادا کیا کرتے تھے۔ ان کے لیے یہ چندہ ایک جرمانہ اور تاوان ہی تھا۔ مغنما
سناہ عنہما واصلہ لزوج الشیخ ومنہ ان هذا ابھا کان غدا ما اقل لاؤما وقولہی۔

۴۱؎ دوا جمع ہے دافعہ کی۔ اس کا معنی ہے اچھی حالت کا بری حالت سے بدل جانے جیسے ہم گردشِ زمانہ سے تعمیر کیا کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اب تو وہ دل پر جبر کر کے کچھ نہ کچھ الی ادا کر دیا کرتے ہیں لیکن دل ہی دل میں وہ اس بات کے غمناک ہیں کہ کہیں گردشِ زمانہ مسلمانوں کی خوشحالی کو ختم کر کے رکھ دے اور ہم یہ چندہ دینے سے صاف انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گردشِ روزگار تو تمہیں ہی پس کر رکھ دے گی۔ اسلام اور مسلمان تو دن بدن ترقی کرتے جاتے رہیں گے۔

۴۲؎ اب ان اعرابوں کا ذکر ہو رہا ہے جو دل و جان سے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ خدا میں جو مال خرچ کرتے ہیں اسے تاوان نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا سبب سمجھتے ہیں یعنی جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اس یقین سے خرچ کرتے ہیں کہ اس سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا اور حضور رحمتِ عالم ہمارے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائیں گے اور حضور کی دعا کی برکت سے انہیں اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کی نعمت حاصل ہوگی۔ صاحبِ روحِ المعانی لکھتے ہیں لانہا الغایۃ المقصود و صلوات الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام من ذہا النہا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سے بلند ترین مقصد ہے اور حضور کی دعائیں اس کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ حضرت صدرالافاضل مراو آبادی قدس سرہ لکھتے ہیں

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَدَّتٍ تَجْرِي

راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس گئے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات

تحتها الأنهر خالدين فيها أبداً ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

جہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک یہی بہت بڑی کامیابی ہے عظیم اور

یہی فتح کی اصل ہے کہ حدیث کے ساتھ دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ لہذا فاتح کو بہت و نازداتنا قرآن وحدیث کے غلات ہے۔ (خزان العرفان)۔

عظیم میں تحقیق و تاکید کے لیے ہے۔

اللہ یہاں ان پاک ہستیوں و مہاجرین و انصار کا ذکر فرمایا بار بار ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے کرم نبی کی و عورت اس

وقت قبول کی جب کہ اس کو قبول کرنا ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اس وقت اسلام کی اعانت

کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا جب اسلام بڑی بیکسی کی حالت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان غلصہ و جانا ز اور پاکیزہ

پرنا ہے بلکہ ساری انسانیت کو ان پر فخر ہے جنہوں نے حق کو محض حق کے لیے قبول کیا۔ اور اس کو فروغ دینے اور مزید

کمال تک پہنچانے کے لیے اپنے وطن چھوڑے، اپنے غولی رشتے توڑے، اپنے سر کٹائے قرآن بتا کر اپنے کہ اللہ تعالیٰ اپنے

ان غلصہ و جانا ز اور پاکیزہ بندوں پر راضی ہو گیا اور اس کے ان بندوں نے جناب دیکھا کہ ان کے رب کی ہمت ان کی ان

قرآنوں کو شریف قبول عطا فرمایا ہے تو وہ اس کی شان بندہ پیروی اور ذرہ نوازی کو دیکھ کر راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے

جنت کی ابدی نعمتوں سے بھی انہیں سرفراز فرمایا اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی اس دولت سے خوشنود ہوئے بلکہ ذات

سمک جو بھی غلوں و دیانت سے ان کی پیروی کرے گا وہ بھی جناب ربانی کا مستحق ہو گا حضور کو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

و سلم کے صحابہ کی شان عظیم و باطن کے جانتے دانے خدا نے خود اپنی کتاب مقدس میں بیان فرمادی۔ آپ ورا س میں کہ

جن کی تمہیں وہ خود کرے جن کے ایمان کا وہ خود گواہ ہو جن کے جنت میں جانے کا وہ خود مشرہ مناسے ایسے پاک و ناز

کی شان میں ہمارا کچھ کہنا شیطان کا کتنا خطرناک و دھوکا ہے۔ صحابہ کرام اس لیے تو شیخ توحید پر پروانہ و از نثار ہیں ہوتے

تھے کہ حرمین صدی کا بے عمل مسلمان ان کی مدح و ستائش کرے۔ ان کے پیش نظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے

رسول کی خوشنودی تھی اور وہ انہیں حاصل ہو گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے بعد ساری دنیا ہی ان کی جناب

میں گستاخیاں کرتی رہے تو اس سے ان کا کیا بگڑتا ہے۔ البتہ ان لوگوں کی حرام نفسی قابل انصاف ہے جو صحابہ کرام کے

نفس قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن سکتے تھے لیکن انہوں نے اوہ سے منہ موڑ کر بلکہ ان لوگوں سے دشمنی

کو کے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔

يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

قبول فرمائے ان کی توبہ شکہ جسک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے (اسے حبیب) رسول کیسے

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ

کے مال سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت خواتین انہیں اس ذریعہ سے نیز دعا مانگیں گے یہ ملک پاک کر دیا

مناہضین کا علم ہے دیا تھا۔ اسی لیے حضور نے جمعہ کے دن ہجر سے جمع میں ان کے نام سے کھل جانے کا حکم فرمایا۔ اور لا قصد ہم میں جو علم کی نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کے بتاتے بغیر خود بخود انہیں نہیں جانتے اور ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ حضور کے پاس جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا ہے۔

اللہ یعنی ان دونوں عذابوں کے بعد قیامت کا ابدی عذاب۔

اللہ منافقین جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے ان کا طرز عمل تو یہ تھا کہ جنہوں نے انہیں کھا کر غلط بدلنے بنا کر پیش کرتے تھے لیکن بعض ایسے لوگ بھی شریک نہ ہو سکے تھے جو چتے مومن تھے۔ انہوں نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا اور غفور و مغفرت کے لیے درخواست کی۔ ان کا ذکر اس آیت میں کیا گیا۔ روایات میں ہے کہ وہ دس آدمی تھے جب حضور نے خبر سنی واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنے حضور کا اقرار کیا اور اپنے آپ کو سجدہ کے متوفوں کے ساتھ باوجود دیا۔ حضور جب مسجد میں تشریف لے گئے تو ان کے متعلق دریافت فرمایا عرض کی گئی اُسے اللہ کے رسول! انہوں نے قسم اٹھائی ہے کہ جب تک آپ اپنے دست مبارک سے انہیں نہیں کھولیں گے وہ یونہی بندھے رہیں گے۔ حضور نے فرمایا بخدا میں بھی انہیں اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے انہیں کھولنے کا حکم نہیں دیگا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولا۔

اللہ جب انہیں کھول دیا گیا تو یہ سارا سارا زور سامان اٹھا کر لے آئے اور عرض کی اسے نبی مکرّم! اسی مال و متاع کی محبت کی وجہ سے ہم جہاد میں شریک نہیں ہو سکے اس لیے حضور اسے راہِ خدا میں تقسیم کر دیجیے۔ ہم اسے اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے۔ حضور نے فرمایا مجھے تمہارا مال قبول کرنے کا حکم نہیں ملا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے دو حصے انہیں واپس کر دیے اور تیسرا حصہ خیرات کر دیا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد مالِ زکوٰۃ نہیں بلکہ وہ صدقہ ہے جو گناہ کے سرزد ہونے کے بعد انہوں نے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے صدقہ کو قبول فرمائیے اور اس طرح ان کو گناہ کی غرست سے پاک کیجیے اور ان کے دل کے آئینہ پر گناہ کا جو گرد و غبار ابھی باقی ہے اسے زورِ فرا کر اسے صاف شفاف کر دیجیے۔ تطہر اور تنفک میں ضمیر خطاب کا مرجع حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ والا جو دلائل تھیں انما خابۃ الذنوب صلی اللہ علیہ وسلم فانک تطہر حدیث تک یہودیہا۔ (رقم طبری)

لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

اور ان لوگوں کا باعث ہے ان کے لیے اللہ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی توبہ قبول فرماتا ہے

عَنْ عِبَادِهِ وَيَاخُذُ الصَّدَقَاتِ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

اپنے بندوں اور نیتا ہے صدقات کو اور بیشک اللہ ہی بہت توبہ قبول کر لے والا، رحیمہ رحیم فرماتے والا ہے۔

وَقُلْ اَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ وَ

اور فرمائیے عمل کرتے رہو پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول اور مومن مشاہدہ اور

سَرُدُّونَ اِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

فرماتے جاؤ گے اس کی طرف جو ہائے والہ ہے ہر چھ شیعہ اور ظاہر سیز کا پس وہ خبردار کریگا تمہیں اس سے جو تم

وَآخِرُونَ مُرْجُونَ ۚ لَآ مَرَّةٍ لِلَّذِي اَعْبَدْتُمْ بِهِمْ ۚ وَاَقَابَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ

کیا کر لے سکتے۔ اور دوسرے لوگ ہیں (جن کا معاملہ) اللہ اللہ سن کر دیا گیا ہے اللہ کا حکم دے گا ان سے ایک۔ چاہے وہ ظالم

۹ سورہ صافات سے مراد اور غائب ہے۔ السلوات فی کلام العروب الدعاء یعنی آئے غیب! ان کے لیے دعا بھی فرما دیجیے۔ آپ کی دعا سے ان کے تھیں اور لوگوں کو انکسین اور بے چین اور مضطرب و محول کو آرام نصیب ہو جائے۔ ہم شکستہ دلوں، غصت و کابلی کے ایسروں، نفس شیطان کے دہم فریب میں پھنسے ہوئے کے لیے اگر امید کی کوئی کرن ہے تو یہی کہ اسے پیشہ مصطفیٰ، تو ہم پر اہل کبیر ہوں، اسے لب غیب، تو ہماری آزمائش کے لیے راہوگا اور اسے دست رحمت! تو چارہ سازی فرماتے گا صلی اللہ تعالیٰ علیٰ عیسیٰ و صلی علیٰ محمد صاحب المقام الحمد للہ المذہب و علیٰ اکبر و محمد و اولیاء ائمہ علیٰ یرم الدین۔

۱۰ علامہ اعظمی حقی نے اپنی تفسیر روض البیان میں اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے: قال فی غلات و یلات الغصبة ان لعل المؤمن و خلوصه فورا یسعد انی السلوات بقدر تقویٰ صدقہ و اخلاصہ فانہ تعالیٰ یراء بنور الوہیت و روح الرسول علیہ السلام یدارہ بنور نبوتہ و یدارہ المؤمنین یدورہ بنور ایمانہم: نیک بندوں کے خلوصاتہ عمل کا ایک نور ہوتا ہے جو آسمان کی طرف اپنے صدق و اخلاص کے اندازے کے مطابق بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور الوہیت سے، رکول اسے اپنے نور نبوت سے اور مومنین کا امین اسے اپنے نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔

وَتَقَرُّقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اور پھوٹ کر اپنے لیے مومنوں کے درمیان اور اسے، محبین گاہ بنایا ہے اس کے لیے جو لڑنا رہا ہے اللہ سے اور

مِنْ قَبْلِ وَلِيَعْلَمَنَّ إِنَّ أَرْضَنَا إِلَّا الْحَسَنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ

اس کے رسول سے اسے ایک اور وہ ضرور تمہیں کھائیں گے کہ نہیں اللہ کیا ہم نے گرجیلائی کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ سب

كَذِبُونَ ۖ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لِّلْمَسِيحِ الْيَسَى عَلَى التَّقْوَى مِنْ

جھوٹے ہیں ان کے آپ دیکھ لیں ہوں اس میں بھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے

کا اور وہ کیا جس کی وجہ سے تبرک کا سفر پیش آیا تھا اس نے منافقین کو کھٹکا کہ وہ ایک مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں
جہاں وہ نہایت ہی اسلام کے خلافت آزادی سے سازشیں کر سکیں اور نیز اس طرح مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا
جو رہا ہے گا اور جب وہ تعمیر کے جہاز مدینہ آتے گا تو اس جگہ کو اپنی قیام گاہ بنائے گا چنانچہ قبائلی اہلی میں جو مسجد بنائی
نے تعمیر فرمائی تھی اس کے قریب ہی انھوں نے یہ مسجد بنادی۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نیک نیتی کا یقین ظاہر
کے لیے عرض کی یا رسول اللہ! قبائلی اہلی میں ایک مسجد بنی مدت کے اندھیرے میں اور برسات کے موسم میں بڑھوں
بیادوں اور کھردروں کو وہاں جانے میں بڑی وقت ہوتی تھی اس لیے ہم نے ایک مسجد بنائی ہے آپ ازراہ مہربانی
ایک مرتبہ اس میں نماز ادا فرمادیں تاکہ وہ بابرکت ہو جائے حضور علیہ السلام نے فرمایا اب تو تبرک کا سفر
درپیش ہے واپسی پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو دیکھا جائے گا جب حضور بخیر و عافیت تبرک سے واپس تشریف لائے
اور مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو پھر منافقین کا ایک وفد اپنی وہی عرضداشت کے کرم حاضر ہوا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے جبریل
کو حکم دیا کہ جاتو اور میرے رسول کو میرا یہ پیغام پہنچا دو۔ چنانچہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو حضور نے چند مسلمانوں کو حکم دیا کہ
اس مسجد کو جا کے عید بن جاؤ کہ میں اور اسے آگ لگاؤں چنانچہ فرعون بڑی کی تعمیل کی گئی۔

۱۸۳ یہ سارے کلمات مفعول لاہلہ میں یعنی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضا سے خداوندی نہیں بلکہ اس کا مقصد تو صحت
یہ ہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جاسے، اس میں بیحد کو کفر و غرور دینے کی تجویزیں سوچی جاتی ہیں اور مسلمانوں کی حیثیت کو کمتر
کیا جائے نیز اس کی ایک ناپاک غرض یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا دشمن ابوعامر آتے تو اسے اپنی قیام گاہ
کے طور پر استعمال کرے۔ ایسی عمارت کو ظاہر داری کی وجہ سے گومسجود کہا جائے حقیقت میں تو یہ وہ ناپاک اور منحوس مکان
ہے جس کی اینٹ سے اینٹ بچاؤ ہی چاہیے تاکہ اس کا نشان نگہ بھی باقی نہ رہے۔

۱۸۳ اسے صریحاً ان جھوٹوں کی قسموں پر اعتبار نہ کرنا۔ خدا گواہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

أَوَّلُ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا

وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں ۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو اپنے کھڑے ہونے سے

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝ اَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ

ستوار بننے کو اللہ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے وہ لوگ ہیں۔ تو کیا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ کے تقویٰ

مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا

پر اور اس کی رضا جوئی پر بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی داوی کے ٹھکانے والے کے

جُرْفٍ هَارٍ فَإِنَّهَا رِيَّةٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

کنارے پر جو گمراہ والا ہے پس وہ گمراہ اسے لیکر روزخ کی آگ میں لاشہ اور اللہ تعالیٰ راہ حق پر نہیں چلائے غلام

۱۵۵ حضور سرور عالم سلمہ ال قبائے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری نظامت اور پاکیزگی کی تعریف کی ہے تم میں کوئی

فصاحت ہے؟ انھوں نے عرض کی کہ ہم قضا و حاجت کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ یہ ان کی نظامت طبی کی دلیل ہے

جب وہ اس معاملہ میں لستے تھا تو ان کے بدن اور لباس کی صفائی کے بارے میں آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس

معلوم ہوا کہ جو شخص جسمانی اور نظامت کا خیال رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ تعریف ہے۔ انہی اللہ جانے

وَتَعَالَىٰ فِي هَذِهِ الْأَيَّةِ عَلٰی مِنْ أَحَبِّ الْعِلْمِ وَأَخْبَرْنَا أَنَّ هَذِهِ مَدِينَةُ وَفِيهَا شَرِيعَةُ دَعْوَىٰ بَعْضِ نَفَاہِی

نظامت انسانی مروت کا تقاضا بھی ہے اور شریعت کا حکم بھی۔ اور جو شخص صاف ستھرا رہتا ہے وہ اللہ کے نزدیک

قابلِ تعریف ہے۔ معلوم نہیں ہم مسلمانوں نے گنہگار بننے کو کیوں اختیار کر رکھا ہے۔ ہمارے منہ سے بدبودار جہنم

نیلا نکلتا، جار لباس غلیظ، جاری بستیاں، محلے، گلی کوپے بلکے گھر کے صحن اور سونے کے گھر سے بھی بدبودار اور محفوت کا

گزشتہ کیا ہم وہ لوگ ہیں جن کے آباؤ اجداد کی محبتوں ان سے ملنے والے کے شاندار الفاظ سے تحسین و آفرین کی گئی ہے۔

۱۵۶ یہاں دو مسجدوں کا فرق بیان کیا جا رہا ہے کہ پہلی مسجد کی جن لوگوں نے بنیاد رکھی وہ قسمی اور پرہیزگار تھے اور

مصلیٰ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب کار تھے۔ ان کے پیش نظر مسجد کی تعمیر سے یہ مقصد تھا کہ یہ اسلام کا مرکز بنے اور مسلمان اپنے

مولائے کریم کے سامنے سر بسجود ہو سکے۔ لیکن اس میں جمع ہوں اس لیے اس کی دیواریں ایسی مستحکم بنیادوں پر بنی ہوئی

کی گئی ہیں جو کبھی گرنے کی امید نہ ہو۔ لیکن اس کے برعکس دوسرا مکان جو مسجد کے نام سے تعمیر کیا گیا ہے اس کا مقصد یہ کہ اسلام

کی مخالفت اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی ہے۔ اس لیے اس کی بنیادیں بہت کمزور ہیں اور ان میں اتنی تاب نہ ہے کہ

الظالمین ﴿۱﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ

ترم کو ۔ ہمیشہ ان کی یہ عمارت عقلمن جو انہوں نے بنائی ہے مشکوک رہے گی ان کے دلوں میں

إِلَّا أَنْ تَقْطَعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۱﴾ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ

گمراہ کہ بارہ بارہ جو جاہل ان کے دل اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے والا حکمت والا ہے۔ یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ

ایمانداروں سے ان کی جانیں عقلمن اور ان کے مال اس عوض میں کہ ان کے لیے جنت ہے

وہ چند روز بھی کھڑی رہ سکیں۔ اس کی مثالی ایسی ہے جیسے کوئی عمارت وادی کے اس رہانے کے کنارے پر بنائی جائے جس کو سیلاب نے کھوکھلا کر دیا ہو بشرط اطفال شنائہ۔ کنارہ۔ جوت۔ وہ رہائش کو پانی کی موجوں نے اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر دیا ہو۔ بقول سبحان الذی یا کلذ السیل فیجودہ ای پڑھتا ہے جوت (مغرات راغب)۔

علامہ قرطبی نے خوب لکھا ہے کہ تیسرے دوام صرف اس عمل کو میسر ہوتی ہے جو رضائے الہی کے لیے کیا جائے اور ہر کام یا کاری کے لیے کیا جائے وہ بیکاری نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ فی هذه الآية دلیل علی ان کل شیء یتبدی بنية تقوی اللہ تعالیٰ والفقہ جوجہہ اکثریہ فہو الذی یتقی ویسعد بہ صاحبہ (قرطبی)۔

عقلمن یعنی جب تک سرت کی ضرب کاری ان کے دلوں کو پارہ پارہ نہیں کر دیتی اس وقت تک اس سازش کے ناکام ہونے۔ اس مکان کے منہدم کرنے اور جلا دینے جانتے کی حسرت کا فاشا ہمیشہ ان کے دلوں میں جھینسا رہے گا۔ قال ابن عباس وخاضت ریبہ ای شک فی تلویذہم وفاقا وقال الکلبی حسرة وندامة وقال السدی والسرور حذوفا وعبثا وقرطبی)۔

عقلمن ہماری جانیں اسی نے پیدا فرمائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا دیا ہوا ہے۔ گویا ہماری جانوں اور اموال کا انکب حقیقی وہ خود ہی ہے۔ اس لیے وہ اگر برتری دینی سے لے تو کسی کو دم مارنے کی کیا مجال یقین اس کی شان بندہ پروری ملاحظہ ہو کہ اپنی چیزوں کا بیس مالک قرار دیا اور پھر اس خانی زندگی اور ناپائیدار مساجد دنیا کا خود خریدار بنا اور قیمت اتنی گراں عطا فرمائی جس کا انسان تصور ہی نہیں کر سکتا یہی جنت۔ جب شترانصار بکریں آئے اور رات کو تہائی میں حضور کریم کے دست مبارک پر وہ تاریخی سیت کی جیسے بیعت عقیدہ ثانیہ کیا جاتا ہے تو اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ نے عرض کی اے اللہ کے نبی! جو شرط آپ اپنے رب کے لیے اور اپنی ذات کے لیے جم سے منوانا چاہتے ہیں منوانا یہیے حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے تو یہ شرط ہے ان تعبدوا ولا تشکوا ابہ شیئا کہ تم صرف اسی کی

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ

لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں قتلہ اور قتل کیے جاتے ہیں وعدہ کیا ہے اللہ نے

حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنْ

اس پر پختہ وعدہ مثلاً توراہ اور انجیل اور قرآن (تینوں کتابوں میں) اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے

عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے لیے یہ شرط ہے ان تمنعونی مما تمنعون منه انفسكم واموالکم
کہ جس چیز سے تم اپنے جان و مال کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری حفاظت کرو۔ انصار نے عرض کی کہ اگر یہ شرطیں ہم
نہ پوری کریں تو ہمیں کیا ملے گا۔ فرمایا جنت۔ اس وقت خوشی سے ان کے دل باغ باغ ہو گئے اور کہنے لگے
رحمہم اللہم لا تقبل ولا تستقل، یہ سودا تو بڑا نفع مند ہے۔ اب ہم اس سودے کو نہ خود توڑیں گے اور نہ اس کو توڑنے کی
آپ سے خواہش کریں گے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مثلاً اس خرید و فروخت کا یہ مطلب نہیں کہ ابھی سے تمہاری جانیں قبض کر لی جاتیں اور تمہارے مال اسباب
کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا جائے جیسے عام طور پر خریدار خرید کر وہ چیز کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے بلکہ اس کا نہ عاید ہے
کہ جب مالی قربانی کا موقع آئے تو پہلا مال اپنی عمر بھر کا اندھختہ پیش کر دو جب میدان جہاد میں نکلنے کی باری آئے تو
سربکھٹ حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری طرف سے یہ پختہ عزم ہونا چاہیے۔ اس کے بعد خواہ تم معصوم و سلامت جہاد سے واپس
آ جاؤ تمہاری طرف سے سودا پورا ہو گیا اور تم اس معاوضہ کے خدا برن گئے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بھرت جعفر
صادق رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

أَنَا وَنَبِيُّ الشَّيْطَانِ كَرِهَا
وَقَدْ نَسِيتُ لَهَا فِي الْفُتَنِ حُلْمًا وَفُتْنًا
بِعَاثَلَتْنِي الْفُتُنَاتُ إِنْ أَنَا فَتَنَّا
يُتَوَقَّعُ سَوَاحَا إِنْ ذَا لَكُمْ عَيْنُ
لَوْ أَنَّ دَعَبْتُ نَفْسِي بِكَ لِيَا لَيْتَنِي
فَقَدْ دَعَبْتُ نَفْسِي فَقَدْ دَعَبْتُ نَفْسِي
میں اس نفس نفیس کا سودا اس کے رب سے کرتا ہوں۔
ساری کائنات میں اس کا اور کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔
یہ اتنی قیمتی چیز ہے کہ اس سے جنت خریدے جاسکتے ہیں۔
اگر میں اس سے کم تر چیز چاہوں تو بہت بُرا خسارہ ہے۔
اگر میں نے اپنی جان و دنیا کے حصول میں ضائع کر دی۔
تو میں نے اپنے نفس کو بھی برباد کر دیا اور قیمت بھی ضائع کر دی۔

مثلاً یہ ایسا وعدہ نہیں جس کے پورے نہ کیے جاسکے گا اندیشہ ہو بلکہ یہ پختہ وعدہ ہے اور اس کا ذکر حدیث
قرآن میں ہی نہیں بلکہ سابقہ کتب سناویہ، تورات، انجیل میں بھی حراۃ موجود ہے۔ آیت کے اس حصہ پر عیسائی مابول
نے سخت اعتراض کیے ہیں چنانچہ دہری (WHERRY) برنس مین (BRINKMAN) کا حوالہ دیتے ہوئے

اللَّهُ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

اپنے وعدہ کو اللہ تعالیٰ سے (اُسے ایمان والو! آپس خوشیاں مناؤ اپنے اس سود سے جو تم نے کیا ہے تمہارے لئے اللہ سے اور یہی فو

الْعَظِيمُ ﴿۱۱﴾ التَّائِبُونَ الْعَمَدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ

سبست بڑی غیر زبردی ہے۔ توبہ کرنے والے، (اللہ کی) عبادت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے، اللہ روزہ رکھنے والے، رکوع کرتے

السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور بدی نہ کرنے والے اور

الْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ

نگہبانی کرنے والے اللہ کی (مقررہ) حدود کی (دلے میرے رسول!) خوشخبری سنا دیکھو ان (کامل) مومنوں کو درست نہیں ہے

کہتا ہے کہ قرآن کی اس آیت کا حق صداقت سے دور کامی واسطہ نہیں اور اس لئے اس کا بڑی شد و مد سے انکار کیا ہے کہ اس قسم کے وعدے کا ذکر قرأت و انجیل میں آیا ہے اور جو اس بات کے ذکر قرأت و انجیل اپنی اصل صورت میں حضور نہیں رہیں اور نہ اسے ان میں طرح طرح کی تحریفیں ہو کر رہ گئی ہیں اس لیے موجودہ انجیل میں اگر اس معاہدہ کا ذکر نہ ملے تو بھی بحال انکشاف نہیں لیکن خدا کی قدرت ملاحظہ ہو کہ اس تحریف انجیل میں بھی متعدد ایسی آیات آج بھی موجود ہیں جو کہ اس آیت کے مضمون کی تفسیر کرتی ہیں۔

۱۱۔ اپنا مال اسبابِ بیع کی غیر ات کر دو اور اپنے لیے ایسے بوسے بناؤ جو پرانے نہیں جرتے یعنی

آسمان پر ایسا خزانہ جو خالی نہیں ہوتا جہاں چور نہ دیکھ سکیں یا مال اور کثیر انخاب نہیں کرتا کیونکہ جہاں تمہارا

خزانہ ہے وہیں تمہارا دل بھی نگاہ ہے گا۔ (توقا ۱۶: ۳۳-۳۴)

نیز متی کی انجیل میں مرقوم ہے۔

اور جس کسی نے گھر، مال یا بھائیوں یا بھتیجیوں کو میرے نام کی خاطر چھوڑ

دیا ہے اس کو سو گناہوں کا اور ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہو گا۔ (متی ۱۹: ۲۹)

۱۲۔ مومنین کا طعن کی صفات کا بیان ہو رہا ہے۔ التائبنون سے لیکر الامرون تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے

لیکن ان میں حروفِ حطت نہیں استعمال ہوا لیکن التائبنون سے پہلے حروفِ حطت لائے کی کیا وجہ ہے مفسرین نے اس

کے متعدد جواب دیئے ہیں (۱) ایسے مواقع پر حروفِ حطت کا ذکر کرنا اور ذکرنا دونوں صحیح ہیں اس لیے یہاں توبہ کی

الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ

ایسے اور نہ ایمان والوں کے لیے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہوں

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّكُمْ أَصْحَابُ الْحَيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ

ہوں جب کہ واضح ہو گیا ان پر کہ یہ دوزخی ہیں ۱۱۱ اور نہ حق استغفار براہیم کی اپنے

إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا آيَاتُهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ

ابراہیم کے لیے مگر ایک وعدہ (کو پورا کرنے) کی وجہ سے جانشین کے اس سے کیا تھا اور جب ظاہر ہو

أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝ وَمَا كَانَ

کئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ نیز انہوں نے اس سے پہلے بیشک ابراہیم پر سے ہی نرم دل و دلورن بنا ہیے

ترجمہ کی ضرورت نہیں (۲۵) انہوں کا بلا محدود پر عطف کیا کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں (۲۵) اور نہ قرآنی نے یہ بھی کھلایا ہے کہ قریش کی نسبت یہ ہے کہ سات کے ہلالک جو بنی صفت ذکر نہیں کرتے اور جب انھوں ذکر کرتے ہیں تو کچھ حریف صفت کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ انہوں کیونکہ انھیں وصفت ہے اس لیے واو کا اضافہ کر دیا۔
و حق چاہی کلام مبعوثاً من عندہ انوار و قلت علی لفظہ قولہ (قرطبی)۔

۱۱۱۔ جب انسان غفلت جو جانتے تو زندوں پر اس کا یہ حق جو تائب ہے کہ وہ اس کے لیے طلب مغفرت کرتے رہیں تاکہ ان کے استغفار سے پروردگار عالم اس میں تبت کو بخش دے لیکن یہاں واضح طور پر بیان کر دیا کہ مغفرت صرف ان کے لیے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور جو کفر و شرک کی حالت میں مرے ہوں ان کے لیے مغفرت کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے اس آیت میں علم دیا کہ جن کے متعلق تحقیق علم ہو کہ وہ حالت کفر میں مرے ہیں ان کے لیے کئی کو ولسے مغفرت نہ کرنی چاہیے۔ وہ تمام روایات جن میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اپنے رسول کو منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے والدین کے حق میں دعا سے مغفرت کریں کیونکہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تھا۔ ان پر یہ حق نہیں ملا کہ قاضی شامہ اللہ پالی تہی نے خوب سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس قسم کی تمام روایات ضعیف اور معلول ہیں اس لیے قابل سند نہیں۔ وما یبدل علی ان الاویۃ نزلت فی آئینہ ذم الملیح علی اللہ علیہ وسلم و جید اللہ ایہ لا یصل مناسی۔ مفسر پالی تہی نے حافظ ابن حجر شراح صحیح بخاری کا یہ قول بھی نقل کیا ہے وقد تاملتہ و انظر فی (فوجدتہ کلمہ معلولہ) (مطہری) میں نے ان روایات کے سارے طریقوں میں غور کیا ہے اور سب کو معلول و قابل اعتراض پایا ہے

اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ

اور میں ہے ﷻ اللہ تعالیٰ کا دستور کہ گمراہ کر دے ﷻ کسی قوم کو اسے ہدایت دینے کے بعد یہاں تک کہ بیان کر دے

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۹۵ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

ان کے لیے وہ چیزیں ہیں سے انہیں چھپا دیا جیسے ﷻ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو چاہنے والا ہے ﷻ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے ساری ہادشاں پہنچا

خدا کرنا ہے لکھا ہے کہ قرآن میں ممالک کا استعمال وہ معنوں میں آیا ہے یعنی نفی جیسے وہ ممالک ان نفس ان فسدت بآلہ ذن ﷻ اور معنی ناپاکی جیسے یہ آیت (قرطبی)۔

۱۱۶ آیت سابقہ میں مر سے پڑھتے کافروں کے لیے دُعا تھی مغفرت سے منع کرو یا گیا یہاں اس دوسرے کا انزال کیا جا رہا ہے کہ اگر ظلم ہے تو پھر حضرت خلیلؑ نے اُنہی کے لیے مغفرت کی دُعا کیوں کی بغیر اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے لیے استغفار کریں گے اور اس وقت آپ کا یہی خیال تھا کہ شاید اسے ایران لانے کی توفیق عطا ہو جائے لیکن جب وہ کفر پر ہی مر گیا تو آپ اس سے بری اللہ کہ جو گئے۔ لایہ سے مراد اُنہی سے ہے جو آپ کا چچا تھا۔ آپ کے والد کا نام تاریخ تھا اور حضور کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر نہ تھا۔ لایہ یعنی آذر وکان مثلاً لایہیم علیہ السلام دکان

ابراہیم ابن تارخ و قد صح من الطبری اتم قال بعثت من خیر قلوب من بلی آدم و قد ما فقرنا حتی بعثت فی القرون الذی کنت فیہ رواد الغفاری فلا یسکن ان یکون کافر فی سلسلۃ آبائهم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ: ابراہیم سے مراد اُنہی سے ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا۔ آپ کے والد کا نام تاریخ تھا۔ خیر حضورؐ سے مندرجہ مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا نبیؐ نبی آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا اس لیے انہیں ہے کہ حضورؐ کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر نہ رہا ہو تو تفسیر منطوری۔ موالا اُنہی کا نام اُنہی سے بھی اسی توجہ کو پسند کیا ہے۔ لکھتے ہیں یہاں باپ سے مقصود ان کا حقیقی باپ ہے یا چچا جس نے بطور باپ کے پرورش کیا تھا تو زیادہ قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اُنہی کا چچا تھا اور یہ معاملہ اسی کے ساتھ پیش آیا۔ (زمخشری القرآن، جلد ۲، ۱۱۶۔ انزال ادا)۔

۱۱۷ سابقہ آیات کے نزول سے پہلے مسلمان اپنے مشرک والدین اور رشتہ داروں کے لیے دُعا تھے مغفرت کیا کرتے تھے جب یہ حکم نازل ہوا تو انہیں ہوا کہ آج تک جو ہم ان مشرکوں کے لیے استغفار کرتے رہے ہیں اس کی وجہ سے خدا کی ناراضگی کا شکار نہ ہو جائیں۔ ان کے اس اندیشہ کو دور کر کے کہ یہ آیت نازل فرمائی کہ کوئی کام اس وقت گناہ ہوتا ہے جب یہ ظلم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے سے منع فرمایا ہے اور جب تک یہ چیز پہلے اس وقت تک یہ عمل گناہ نہیں رہتا۔

۱۱۸ باب افعال ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی راجع راست پر چل رہا ہو اور اللہ تعالیٰ اسے سیدھی راہ سے ہٹا

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن قَوْلٍ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٦﴾

اور زمین کی وہی زندہ کر دے اور وہی مار دے اور میں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ

یقیناً اللہ سے توبہ فرمائی (اپنے) نبی پر نیز ہاجرین اور انصار پر جنہوں نے

اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ

پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ گھڑے ہوجائیں دل ایک گروہ کے

مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧﴾ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ

ان میں سے پھر رحمت سے توبہ فرمائی ان پر بیشک وہ ان سے بہت رحمت کرتا اور رحم فرماتا والا ہے سو ان میں سے پہلی

خطا راہ پر چلا دے بگھر یہاں اضلال یعنی ان سے حکم دے باغضال یعنی ان پر حکم نہ لگا دیا جائے کہ اپنی نافرمانی کی وجہ سے بگڑا ہو چکے ہیں۔ اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حکم خداوندی اور نافرمانی کی وجہ سے انسان رفتہ رفتہ گمراہی کی حق مار میں جا کر رہتا ہے۔ فقہی حُذْرُ الذَّلَالِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الشَّعْأَ إِذَا لَمْ تَقْبَلْ وَاسْتَعْلَقَ جَاهِلًا كَانَتْ سَبَابًا إِلَى الضَّلَالَةِ وَالْوَدَى د

سلسلہ الی قولہ الرشاد والهدی (جرحی)۔

ثَلَاثَةُ عُسْرَةٍ کہتے ہیں تنگی اور شدت کو۔ سَاعَةُ عُسْرَةٍ سے مراد غزوہ تبوک کا زمانہ ہے جبکہ مسلمان طرح طرح کی مشکلات

میں گھرے ہوئے تھے سخت گرمی کا موسم تھا سفر طویل اور دشمن تھا قیصر روم کے لشکر ہزاروں سے متبادل تھا سواروں کی

کی از حد قلت تھی یہاں تک کہ دس آدمیوں کے لیے ایک اونٹ تھا جس پر باری باربی وہ سوار ہوتے تھے۔ دشمن بھی

کم تھا۔ ایسا وقت بھی آیا جب دواؤں کو صرف ایک کھجور پر رات دن بسر کرنا پڑا۔ پانی انشاکاب تھا کہ ساری کے

اونٹ ذبح کر کے ان کے پیٹ میں جو پانی ہوتا اس سے اپنی پیاس کو بھلایا کرتے۔ ایسے مشکل وقت میں منافقین کو تو

جسورے بہانے بنا کر گھر بیٹھ رہنا ہی تھا، حالات کی سنگینی کی وجہ سے بعض مخلص مسلمانوں کے دلوں میں بھی خیال پیدا ہوا کہ

وہ بھی شریکِ مشرک ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھرتے ہوئے قدموں کو مضبوط کر دیا اور ان کے دلوں سے اس

شیطانِ دوسرے کو نکال دیا اور بعض توفیق الہی کی راہ سے وہ جہاد میں شریک ہوئے۔ انہیں میں سے ایک ابو عیثم تھے

یہ بھی مخلص مومن ہونے کے باوجود حضور کے ہمرکاب جہاد پر راضی نہ ہوئے۔ ایک روز جب وہ پہرے کے وقت گھر آئے

اور دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے اپنے اپنے پھر کے نیچے چمڑا لٹکایا ہوا ہے اور ٹھنڈے پانی کی سرسریاں لگی ہوئی

الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

اور نظر رحمت فرمائی، جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین کھلے باوجود کشادگی

ہیں اور لذت کھانا تیار ہے تو کچھ سوچ کر دلیزیری ترک کرتے اور اپنے دل سے کہنے لگے صدیقت! اللہ تعالیٰ کا محبوب تو چلپاتی دھوپ اور گرم نویں سفر کی تکلیفیں برداشت کر رہا ہو اور انوشیروہ کے لیے ٹھنڈی چھاؤں میں پنگاٹ کھانا ہوا۔ اس کے پینے کے لیے ٹھنڈا پانی اور کھانے کے لیے لذت کھانا موجود ہو۔ اور وہ خوشی و ہیریاں اس کی خدمت گزاری میں مصروف ہو کر بکھرا یہ انصاف نہیں یہ پھر انھوں نے اپنی بیویوں کو فرمایا کہ انوشیروہ جب تک اپنے حبیب کے ساتھ جا کر نہ لے وہ اب ٹھنڈے سار میں نہیں بیٹھے گا چنانچہ انوشیروہ پر سہاویہ ہوتے اور تنگ کی برادری۔ جب وہ کچھ نزدیک پہنچے تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ سوار تو ہماری طرف آتا معلوم ہوتا ہے حضور نے فرمایا کہ ہاں! بلخینہ۔ یہ انوشیروہ ہو گا۔ جب وہ قریب ہوئے اور صحابہ نے پچھا تو عرض کی واللہ ہوا انوشیروہ بغدادیہ تو انوشیروہ ہی ہے۔ انھوں نے حاضر خدمت ہو کر اپنا قصد عرض کیا۔ حضور بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمائی۔

۱۶۷۷ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والے جن تین صحابہ کا ذکر ہو رہا ہے ان کے اسامیہ ہیں: کعب بن لکث مراد بن ربیع اور ہلال بن امیہ۔ صحیح بخاری اور مسلم میں جو روایت مندرج ہے جس کے راوی خود حضرت کعب ہیں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جن دنوں غزوہ تبوک کے لیے تیاری ہو رہی تھی میری صحت اور میری مالی حالت بہت اچھی تھی میرے پاس سواری کے لیے دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پیشتر کبھی میرے پاس سواری کے لیے دو ہاتھ جمع نہیں ہوئے تھے ہجرت کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہمراہ تھے میں ہزار ہاں تھاروں کے ہزارہاں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ غیر ملکیوں میں سوچا کہ چند ضروری کاموں سے جلدی جلدی فاسطہ ہرگز میں لشکر کے ساتھ جاؤں گا۔ ایک دن بھی گزر گیا لیکن مجھے ان کاموں سے فراغت نہ ہوئی۔ دوسرا تیسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا لیکن میں فاسطہ نہ ہوا جب کئی دن گزر گئے تو میں نے خیال کیا کہ اب تو لشکر بہت دور چلا گیا ہو گا اور اب میرا مال بے سود ہے۔ چنانچہ میں نے پیچھے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں بازار جاؤں تو مجھے ان لوگوں کے سوا جو اتفاق کی بہمت سے شہم تھے یا جو معذور تھے اور جنگ میں شرکت کے قابل نہ تھے اور کوئی مسلمان نہ دیکھا۔ مجھے اس پر حیرت تھی کہ یہاں تک کہ اگرچہ تاخیر ہو گئی ہے لیکن میری چلا جاتا ہوں۔ کاش! میں ایسا کرتا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ وقت گزر گیا۔ یہاں تک کہ حضور کے بغیر دعا و عافیت مراعت فرماتے کی اطلاع آنے لگیں مجھے رنج و غم نہ آیا۔ میں سوچنے لگا کہ بارگاہ رسالت میں اپنی اس غیر ماضی کے لیے کیا فائدہ پیش کروں۔ خود بھی غور و فکر کیا کہ ان دشمنوں سے بھی مشورہ کیا کہ حضور جب مدینہ طیبہ پہنچے گئے تو کیا ایک مذبذب کی کیفیت جاتی رہی اور دل میں ٹھان لی کہ پرچ عرض کر دوں گا۔ اور اس بارگاہ میں اگر پناہ مل سکتی ہے تو پرچ سے ہی مل سکتی ہے۔

مجنون بول کر تو اپنے آپ کو رسوا ہی کرنا ہے۔ حضور کریم کی مفتی مبارک تھی کہ جب مغر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو نفل پڑھا کرتے اس کے بعد حضرت خاتونِ جنت کے ہاں قدم رنجہ فرماتے اور اس کے بعد ازواجِ مطہرات کے حجرہوں کو زیارت کرتے۔ جب نبی رحمت مسجد میں تشریف لے آتے اور انھوں سے خاتونِ ہجو کر میٹھے تو منافقین گروہ درگروہ حاضر ہو کر تجسس لے بیٹھتے تھے۔ اور نبی کریم ان کے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کو تقویٰ کیلئے کہتے ان کی خاطر غدر و داریوں کو قبول فرماتے۔ مجھے بھی بعض لوگوں نے ایسا کرنے کا مشورہ دیا لیکن میں نے خدا مستبہ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی حرمانی نیسیبی کی کتنی سچی داستان عرض کر دی۔ حضور نے میری عرضداشت سن کر فرمایا: اِذَا اخَذَ الْمُؤْمِنُ مِنْكُمْ فِتْنَةً فَذَرُوهَا حَتَّى يَفْقَهُ يَفْقَهُ اللَّهُ فَيَاكُ بِمَا شَاءَ: اس نے جو کچھ کہنا ہے سچ کہتا ہے۔ باوجود ائمہ تبار اقصیٰ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کتنی لوگوں نے مجھے بڑی سزاؤں کی کہ تم لے صاف گئی سے کام لے کر اپنے آپ کو نصیبت میں گرفتار کر دیا۔ میں نے خیال کیا کہ واپس جا کر کوئی غدر پیش کروں لیکن پھر معافی پال آیا کہ ایک گناہ تو یہ کیا کہ جہاد میں شریک نہ بنیں جو اوروں کا گناہ یہ کہ ان کے گناہ کا جواب دینا نہیں یہ جرات ہرگز نہیں کروں گا میں نے پوچھا کہ کسی اور کو بھی اس قسم کا حکم ملا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ بلال بن امیہ اور مراد بن ربیع کو بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ حضور نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اب ہمارے ساتھ نہ کوئی جھگڑا ہوتا تھا اور نہ ہمارے سلام کا کوئی جواب دیتا تھا ہمیں قولِ محسوس ہونے لگا کہ یہ وہ لوگ ہی نہیں ہیں جیسے تھے اور جن کو ہم جانتے تھے۔ یہ وہ ہیں ہی نہیں ہے جس میں ہم نے ٹکڑا کر لی بلکہ یہ کوئی نیا آدمی ہے جس کے کوہ و بازار اور درو دیوار ہمارے لیے بالکل غیر مانوس ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ کھلتے جا رہا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی اور نبی کریم نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا نہ گامیہ سے دو دو سرے ساتھی نورست دن گزرنا ہی میں گزار دیتے۔ انھیں دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ انھوں نے تو باہر نکلا ہی بند کر دیا تھا میں کہی بھی بازار آتا لیکن نہ کوئی مجھے سلام کہتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا ایک دن میں لوگوں کی مسرور مہری سے مایوس ہو کر اپنے چچا زاد بھائی ابی قتادہ کے پاس چلا گیا جو اس وقت اپنے باغ میں تھا مجھے اس سے بڑی محبت تھی میں نے سلام دیا اس نے جواب نہ دیا میں نے کہا اسے بھائی کیا تمہیں علم نہیں کہ نبی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ وہ چپ رہا۔ میں نے قین مرتبہ یہ غلہ دھیرا وہ بولا کہ نہیں۔ آخر چوتھی بار جب میں نے اسے یہی بات کہی تو اس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ اس وقت بے اختیار میرے آنسو نکلے اور میں وہاں سے شکستہ دل ہو کر چلا آیا۔ میں بانارس سے گزر رہا تھا تو ایک بھلی مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے اشارہ سے اسے میری طرف متوجہ کیا کہ یہ کعب ہے جسے تم تلاش کر رہے تھے۔ وہ میرے قریب آیا اور مجھے لپک خطا دیا۔ یہ خطا غسان کے بادشاہ نے میری طرف بھیجا تھا۔ اس نے کھانا کہ ہم لے کر آئے ہیں کہ تیرے صاحب نے تجھ پر بہت بخا کی ہے اور تیرے ساتھ نادر و اسلحہ کیا جا رہا ہے تو ایسا نہیں کہ تیری توہین کی جاتے۔ تو میرے پاس آجا، دیکھ میں کس طرح تیری قدر دانی کرتا ہوں۔ یہ پڑھ کر میں آگ بگولا ہو گیا اور میں نے اس خط کو نذر آتش کر دیا اور اسے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہنا اس خط کا میرے پاس ہی جواب تھا۔ میں نے دل میں کہا میری بدبختی ملاحظہ ہو کہ اب ایک کافر کو یہ جرات ہو رہی ہے

وَصَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا

کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انھوں نے کہ نہیں کوئی جاسے پناہ اللہ تعالیٰ سے کسی کی

إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

ذات توبہ اللہ تعالیٰ ان پر مائل کر دیا کہ وہ بھی رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرماتا اور اوروں پر رحم کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ سے اور جو حق سچے لوگوں کے ساتھ۔ نہیں مناسب

کر میرے ایمان پر لوگ ڈرے اس سچ و غم میں چاہیں دن گزر گئے چاہیں رات گئی کہ ہم اپنی بیویوں سے الگ رہیں چنانچہ
ہیں نے اپنی بیوی کو اس کے بیکے بچے دیا۔ انہیں نماز پڑھنے کے لیے مسجد نبوی میں جایا کرتا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم کو سلام عرض کیا کرتا۔ اور پھر یہ دیکھا کرتا کہ کیا سب مبارک کو جنبش بخوشی ہے جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو میں گواہ
آفت اپنی نگاہ طہت کو میری طرف مبذول فرماتے اور جب میں فارغ ہوتا تو اسرار غریب لیتے۔ یہ سب میرے لیے بڑے
میر کرتا تھے پچاسویں رات کو نامی تو میری قبر گیت کی آیت نازل ہوئی صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
آلہ وسلم نے اعلان فرمایا۔ صحابہ و وٹے ہوتے مبارک دیتے آئے۔ سب سے پہلے جس نے مجھے یہ فخر دیا جعفر اسحاق
وہ عمرہ الاطی تھے میں نے فرط مسرت میں اپنے دونوں کپڑے آٹا کر دے دیئے پھر میں بارگاہ مصطفیٰ علیہ السلام
میں حاضر ہوا۔ احباب جوق و جوق مبارک دینے کے لیے آ رہے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور شام
سے چمک رہا تھا مجھے دیکھا تو فرمایا سب سے تیری ماں نے تجھے جناسے یہ تیری زندگی کا بہترین دن ہے مبارک ہو۔

اللہ ان تین پاک باتوں کے ذکر کے بعد جنھوں نے منافقوں کی طرح اللہ کے رسول کی جانب میں جھوٹ برسنے کی
کوشش نہیں کی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی نگاہ طہت و کرم ان کی طرف مائل ہوئی اور اس کا اجر بہت ان پر برسا اور ان کی
کشت ایمان کو شاداب کر گیا۔ اب عام مسلمانوں کو انھیں کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی جا رہی ہے کہ نہ کہ غرضی کا پہلی
یہی ہے کہ انسان سے خطا ہو جائے تو اعتراف بزم اور اظہارِ عاصمت کے بغیر غفور و درگزر کی التجا کرے تینا اللہ تعالیٰ کے
سچے اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے کی بھی اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی یہ حدیث پاک بھی تینا مفید ہوگی اس لیے اسے بھی تحریر کیے دیتا ہوں۔ فرمایا: علیکم بالصدق فان الصدق یہدیکم
الی الجہنم والبر یہدیکم الی الجنۃ وما یزال رجل یدعی ویتحدی الصدق حتی ینکب عند اللہ صدیق ہمیشہ سچ بولا
کر سچ بولنا نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور انسان جب سچ بولا رہتا ہے اور

لَا هِلَ الْمَدِينَةَ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا

تھامینہ والوں کے لیے اللہ اور جو ان کے ارد گرد رہتی لوگ ہیں کہ پیچھے بچھڑ جاتے اللہ کے

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَلِكَ

رسول پاک سے اور نہ یہ کہ متوجہ ہوتے اپنے نفس کی طرف ان سے بے فکر ہو کر یہ اس لیے کہ

بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْصَصَةٌ فِي سَبِيلِ

نہیں پہنچتی انہیں کوئی پیاس اور نہ کوئی تکلیف مٹھانا اور نہ بھوک راہِ خدا میں

اللَّهُ وَلَا يَطُوفُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ

اور نہ وہ چلتے ہیں کسی چلنے کی جگہ جس سے کافروں کو غصہ آئے اور نہ اس میں حاصل کرتے وہ دشمن سے

ثِيْلًا إِلَّا كَتَبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

کچھ مگر یہ کہ نکھایا جاتا ہے ان کے لیے ان (قائم تکلیفوں) کے عوض نیک عمل بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً

نیکوں کا اجر۔ اور وہ (مجاہدین) نہیں خرچ کرتے فقور اور نہ زیادہ

رجو کرنے کی فوری کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کو صدیق کا لقب عطا فرمایا جاتا ہے۔

۱۹۹ھ یعنی اہل ایمان کے لیے یہ ہرگز زیادہ نہیں کہ وہ تو آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور اللہ تعالیٰ کا

رسول سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتا ہر موسم کی ناسازیوں کا مقابلہ کرتا جہاد کی طرہ میں قدمی کرتا چاہا جہاد ہو یہ

حکم قیامت تک ہے جب بھی خلیفہ وقت جہاد عام کا حکم فرماوے تو سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کی

دعوت کو قبول کرتے ہوئے جہاد کے لیے نکلیں یہاں بھی ماکان نبی کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح پہلے گزرا۔

۲۰۰ھ اس آیت سے بھی جہاد میں شرکت کرنے کی ترغیب و تلقی جاری ہے کہ عیب وہ جہاد میں نکلیں گے

تو چھٹی بڑی جہاد تکلیف انہیں پہنچے گی اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عظیم دے گا تو پھر خدا کی رحمت میں حصہ دار بننے کے

لیے وہ اس جہاد کی تکلیف کو برداشت کرنے میں بزدلی کا مظاہرہ نہ کریں۔

وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كَتَبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا

اور نہ ملے کرے ہیں کسی وادی کو کہہ دیا جاتا ہے ان کے لیے تاکہ صلہ سے انھیں اللہ تعالیٰ بہترین، ان

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۰﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا

کامل کا جوہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ تو ہر نہیں ملتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے لاکھ ترکوں نہ

نَفَرٍ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ

نکلیں ہر قبیلہ سے چند آدمی تاکہ لفظ حاصل کریں دین میں اور

لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا

ذرا تمہیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ نافرمانیوں سے بچیں لکھ آئے

۱۰۔ جس دین کا مقصد دل کی دنیا بدلانا ہو اور انسان کی زندگی کے کارواں کے لیے ایک بلند منزل متعین کرنا اور

اس تک پہنچنے کی تڑپ پیدا کرنا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ والوں میں ایسے لوگوں کی کافی تعداد موجود ہو

جو اس دین کے اسرار و نور سے پوری طرح واقف ہوں جو اس کے اغراض و مقاصد کو بھی طرح سمجھتے ہوں اور دوسروں

کو بھانپنے اور ان کے دل نشین کرنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ اس چیز کی اہمیت کے پیش نظر ان آیات کے درمیان جن میں

جہاد کی ترغیب اور جہاد سے بچنے والوں کی نافرمانی کی جاتی ہے ایک ایسی آیت بیان فرمائی جس میں دین کے

اس مقصد اعلیٰ کی طرف توجہ مبذول کرانی کو مسلم آبادی کے وہ علاقے جو دینی اور ملی مرکزوں سے دور ہیں وہاں سے چند

طالبان علم ان مرکزوں میں آئیں اور عالمان دین کی خدمت میں کچھ عرصہ رہ کر دین کی صحیح سمجھ پیدا کریں اور جب فیض صحبت

سے ان کے دلوں میں نور بصیرت پیدا ہو جائے تو پھر اپنے اپنے دور افتادہ وطنوں کی طرف لوٹ آئیں اور وہاں کے رہنے

والوں میں احکام اسلام کی تبلیغ کریں تاکہ اہمیت مسلم کار فرماؤں سے دین کی روح سے واقف ہو اور اس کے احکام سے باخبر

ہو تاکہ بے علمی کی وجہ سے ان کا رابطہ اسلام کے ساتھ کمزور نہ ہو جائے اور جماعت کے باعث مسلم سرساشی میں انقلابی اور

استعدادی لیے اعتماد الیال سونپا نہ ہونے لگیں۔ من کل خزانة منہم طائفة دیکہ جماعت میں سے چند افراد کے افتاد

لے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ ضروری نہیں کہ نسبت اسلامیہ کا ہر فرد اپنا گھر یا پھر مگر غلبہ علم میں مصروف ہو جائے کیونکہ اس

طرح تو نظام اجتماعی و دہم بر دہم ہو جائے گا۔ تجارت، زراعت، صنعت وغیرہ سب میں قفل واقع ہو جائے گا بلکہ آٹا ہی

کافی ہے کہ ہر جہتی سے چند افراد حصول علم دین اور تبلیغ و اشاعت کے کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ

ایمان والو! جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے منہلہ اور چاہیے کہ وہ پائیں تم

غُلَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۰۰﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ

میں کوئی منہلہ اور غریب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پر پیرکاروں کے ساتھ ہے منہلہ اور جب بھی نازل ہوئی ہے کوئی غرہ

منہلہ ان لوگوں کے حصول علم کا تداعی ہے یہ ہونا چاہیے کہ وہ واپس آکر اپنے علم و عرفان کی شمع سے ہر گھر میں انبالا کر دیں۔ جہاں کہیں امتدادی اور ملی تائیدی کا سرخ پاتھ ہیں اپنے منہلہ کا منہلہ ہو دیں۔ اسلام نے علم اور اس کی ترویج کے لیے قہراً اہتمام فرمایا ہے قرآن کے صفحات اور احادیث کے دفاتر اس سے لبریز ہیں۔ اور انہی ارشادات کی برکت ہی کہ عرب کے گنوار اور جاہل دیکھتے دیکھتے اقوام عالم کے امام بن گئے جہاں ان کی عظمت کا جھنڈا اٹھا وہاں سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹ نکلے۔ کہ وہ زمین میں جہاں کہیں وہ خیمہ زن ہوئے مسجد و مدرسہ کے لمبے دینار و معرفت کی تجلیاں بکھیرنے لگے عباد قریبی کہتے ہیں خذہ الآیۃ اصل فی وجوب طلب العلم یہ آیت طلب علم کی فرضیت کی دلیل ہے حضور کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے من سلب طریقاً یلتزم فیہ علماً سلك اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ وان السلك لنعۃ ا الجنة رضا اطالب العلم الخ (تذہلی)۔ جو شخص حصول علم کے لیے کسی راستہ پر چلا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کے راستہ پر چلا رہا ہے اور طالب علم کی خوشنودی کے لیے فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ حضرت ابو سعید انصاری سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا یا فضل العالم علی العابد کفضل علی الصی، جس طرح بچھے میری امت پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح عالم کو عابد و جہاد عالم نہ ہو، پر فضیلت حاصل ہے۔

منہلہ یعنی سب سے پہلے ان کفار سے جہاد کرو جو تمہارے قریب بستے ہیں اس کے بعد حوران کے قریب بستے ہیں اسی طرح الاقرب خیر قریب کے اصولی پر جہاد کا سلسلہ جاری رہے۔ کیونکہ اسلامی جہاد کا مدعا قتل و غارت تو ہوتا نہیں بلکہ یہ ناصحانہ تنبیہ اور سرزنش کے مترادف ہے اس لیے اس شجاعت کے خداداد قریب لوگ ہیں نیز اپنے پیروں میں فتنہ و فساد کی آگ کو بجھ کر تباہی بچھڑ کر دور دراز کے علاقوں کی طرف متوجہ ہو جانا کوئی آئین و دانشمندی نہیں۔ یہ آئین کے سانپ کسی وقت بھی دوس کر ساری خفوات کو نکستے ہیں بدل سکتے ہیں۔

منہلہ یعنی جب میدان جہاد میں نکل تو اپنی قوت و سطوت کا پورا مظاہر کرتے ہوئے پاؤں اور جیب تہا بہائی طور پر اپنے نیام ہموں پر تو دشمن پر توں بھر پور وار کر دو کہ ان کے فکاوی خودوں اور زہریلوں کو کاٹتی ہوئی نکل جائیں تاکہ دوبارہ انہیں ہلکارنے کی جہمت نہ ہو۔ غلغلہ کا معنی سختی و قوت اور جوش و خروش ای شدت و خفۃ و حقیقۃ و قو طبعاً۔ قرآن حکیم نے جا بجا مومن کی یہ شان بیان کی ہے کہ وہ اپنے اسلامی بھائیوں کے ساتھ بڑا نرم و خواد علیہم الطبع ہوتا

فَإِنَّهُمْ مَن يَقُولُ أَيْكُمُ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ

تو بعض ان میں سے وہ ہیں جو دشمنانہ کہتے ہیں کہ کس کام میں سے زیادہ کروا ہے اس سورتہ کے ایمان تو وہ دشمن ہیں

أَمْ نُوَفِّئُ زَادَ تَهُمُ إِيْمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ

ایمان والوں کے ایمان میں اس سورتہ کے اضافہ کو کیا ہے اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں نیکو اور عین کے دلوں میں

فِي قُلُوبِهِمْ مَقْرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَا تَوَا

رتفاق کا، روگ سب تو بڑھادی اس سورتہ نے ان میں اور پھیلنے والی ان کی (سابقہ پھیلنے والی پر اور وہ مر گئے اس

وَهُمْ كَفَرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يَفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّقَرَّةً

حال میں کہ وہ کافر تھے۔ کیا وہ نہیں دیکھتے ۱۷۷ کہ وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں ہر سال ایک بار

لیکن اسلام کے دشمنوں کے سامنے وہ پھرا ہوا شیر ہے جس کی گرج سے سینوں میں دل ہلانی پانی ہو جاتے ہیں۔ اشتداد

حلی تکفار و کساد بینہم۔ جس سے بگڑ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شیعہ !

دیوانی کے دل جس سے دل جاتی رہ لفظ

۱۷۷ جو اللہ تعالیٰ سے دُست سے اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے شامل حال ہوتی ہے اور جس کے شامل حال اللہ تعالیٰ

کی نصرت ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں دگھا سکتی اس لیے کفر و باطل کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاؤ۔ کیونکہ

تم میرے احکام کی بجا آوری میں مستحق نہیں کوئے اس لیے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کامیابی کا سپر اتھار سے مری باخدا

جلستے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تعزیری کی راہ پر چلائے اور اپنی امانت اور نصرت سے ہماری چارہ سازی فرماتے آئیں شرابی

۱۷۸ کیونکہ منافقین کے چکر کی طرح سخت دلوں پر آیات قرآنی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس لیے وہ نزول قرآن کے

مسئلہ کو بے شور مچاتے تھے جب کبھی کوئی نئی آیت یا سورتہ نازل ہوتی تو وہ اندراہ مذاق اپنے دوستوں سے پوچھتے کہ سنو جی

یہ جو نئی سورتہ آتری سب اس سے تمہارے ایمان میں کتنی ترقی ہوئی، ان کے اس مذاق کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ سورتہ

تھیں اس حیات بخش پیغام کی کیا قدر اسے کوہ چشم و قمیص اس نوبت کی تابانیوں کی کیا خبر، اس کی تاثیر و معنی ہو تو اب ایمان

سے پھر بھی جن کی رُوح زندہ ہے اور حتم نصرت مینا ہے۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ اس ایر رست نے ان کی کشتی ایمان

کو کس طرح شاداب کر دیا ہے۔ ان کے دل آج خوشی سے لبریز ہیں اور ان کے چہرے فطرت سے چمک رہے ہیں

اَوْمَرْتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَنْكُرُونَ ﴿۱﴾ وَلَٰذَا مَا أَنْزَلْتُ

یا دو بار پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔ اور یہی کوئی سورۃ نازل ہوئی

سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ

جسے تو دیکھنے لگتے ہیں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر دیکھ تو نہیں رہا تھیں کوئی پھر مل

انْصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۲﴾

دیتے ہیں پھر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کیونکہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے ﴿۲﴾

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

بیشک تم پر بھیجتا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ و محوِ تشلہ تم میں سے گزرا ہے اس پر تمہارا اشتہار میں کیا

ملائیات سے دوچار کر دیا جاتا حمان کو غلاب غفلت سے بیدار کر دیتے۔ اسلام کے خلافت ان کی سازشیں ناکامی

سے بھگنا رہتیں بے سرو سامانی کے باد و دستان ہر میدان میں اپنے طاقتور دشمنوں کو شکست پر شکست دیتے چلے جاتے

حضور کی ذات پاک سے ایسے ایسے معجزات رونما ہوتے جن کے دیکھنے کے بعد حضور کی صداقت کا یقین ہر جانا اس

کے ملکہ انھیں طرح طرح کی تکالیف اور مالی خساروں میں مبتلا کیا جاتا تاکہ یہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں لیکن انھیں توبہ

کی توفیق نصیب نہ ہوتی۔

﴿۱﴾ جب حضور سرور عالم پر وہی نازل ہوئی اور یہ منافق اس مجلس میں ہوتے تو ان کا بھی چاہتا کہ کسی پہلے یہاں سے

بھاگ نکلیں۔ ایک تو انھیں قرآن سے کوئی پکڑی نہ تھی دوسرا انھیں یہ اندیشہ ہوتا کہ کہیں ایسی آیتیں نہ آئیں جن میں ان کو کفر سے

کیا گیا ہو۔ اگر کوئی نہیں آئے کہ چلتے ہیں تو اپنے غمان کا راز فاش ہو جائے گا خطروں سے اس لیے ایک دوسرے کو اکھٹوں سے

اشناس کر رہے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ صواب اللہ تعالیٰ کا کلام سننے میں تو یہ مستغرق ہیں کہ انھیں دنیا و دنیاویاں کی خبر نہیں تو

اس وقت وہ خاموشی سے کھسکا شروع کر دیتے ہیں تاکہ کسی کو کانوں کان ان کے چلے جانے کی خبر بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے کہ جب انہوں نے میرے محبوب رسول کی بارگاہ سے منہ موڑا تو ہم نے ان کے دلوں کو قس قبول کرنے سے موڑ دیا

لَقَدْ لَعَنَّاهُمْ فَصَرَفْنَا قُلُوبَهُمْ عَنْ الْفَافِئَةِ بِرُءُوسِهِمْ فَكَيْفَ يُحْشَرُونَ ﴿۳﴾

﴿۳﴾ ان کی کم عقلی اور نادانی کا اس سے بڑا اور ثبوت کیا ہو سکتا تھا کہ نبی رحمت نے ان کو اس لیے اپنا دامن کیم

پھیلا دیا اور وہ کم نصیب اس سے قدر ہی دور بھاگتے رہے۔ جہاں طب مرض کی باتیں پڑھیں اور امرت کا جام انہیں

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا

بیت ہی عذاب مند ہے تمہاری جگہ کی کاموں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمائے والا بہت رحم فرمائے والا ہے اللہ کے لیے محبوب و مہربان

فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

اگر تم نے توبہ کر لی تو آپ فرما دیں اللہ کافی ہے مجھے اللہ میں کوئی معبود نہیں اس کے اسی پر میں نے تکیہ کیا ہے اور میری

الْعَرْشُ الْعَظِيمُ ۝

عرش عظیم کا مالک ہے۔

یہ آگاہ ہوتا ہے اور تمہیں کہتا ہے کہ ایک گھوڑے کے نیچے آواز دے گا تو وہ بھاگے گا لیکن وہ بھگتا ہے کہ نہ بھاگتا ہے لیکن یہ دعا نہیں پڑھے گا وہ دین گیا جو ان کو دنیا بھر کا امام بنا دیا چاہتا ہے اور وہ حجر و شجر کی زندگی پر قناعت کیے بیٹھے ہیں۔ ان کو کتاب مقدس دی گئی جس کی ہر سطر پر علم و عرفان کا آفتاب جہاں تاب طلوع ہوتا ہے اور وہ جہالت کے اندھیروں سے چمٹے رہنے پر مجبور ہیں۔ ان کی انھیں احسان و شناسائی کی سزا انھیں یہ دی گئی کہ ان کے دل کی آنکھ بے نور کر دی گئی فہم و فراست کا جو ہر ان سے چھین لیا گیا اور ہلاکت و بربادی کی جس پستی میں وہ گرنا چاہتے تھے اس میں انھیں گرنے دیا گیا۔

اللہ کلمہ کی ضمیر کا مرجع بعض نے اہل العرب کو قرار دیا ہے لیکن صحیح قول یہی ہے جو علامہ قرطبی نے مزاج سے نقل کیا ہے۔
 جو مخاطبہ جمیعہ العالم سارے جہاں کو خطاب ہے کیونکہ حضور سب انسانوں کے رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ رسول بن مومنین
 تعظیم کی ہے محنت کہتے ہیں مشقت و شدت کو یہاں خیال تو مصدق یہ ہے یا رسول اللہ یعنی ہر چیز جس سے آسمان و ارض و آدم و انہیں کائنات
 پہنچی ہو وہ حضور کے قلب رحیم پر پہنچی گئی کہ ہر ایک چیز سے تھلا دیا جہاں اس کے حضور بہت خواہشمند ہیں اہل بیت کے ساتھ کہ
 آقا کا جو شرف و محبت و اہل بیت کے اس کا بیان ان پاکیزہ و العالی سے زیادہ بیش پورا ہے اور ان کا ممکن نہیں۔ عزیز علیہ من تدعو انہما و حریفین
 ان تدعو انہما اللہ جب سارے نوع انسانی کے ساتھ اس ہی فکر کا یہ اثر ہے تو اپنے ان فلاسوفوں پر آگاہ صاحب جو درو کم کس طرح
 برتاؤ کا اس کا اظہار ان کلمات سے فرمایا عنایت مبارکہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے اے اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ
 اللہ لا احسن من الانبیاء احسن من العباد لا تدعوا احد علی اللہ علیہ وسلم قال عبد العزیز بن یحییٰ عزیز علیہ ما عظم ای لا یجحد الا ان لا یجحد
 ۴ مذکور کا معنی ہے کہ ہر مہربانی اور شفقت فرما کر اللہ تعالیٰ بن بخل نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو کچھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے نہیں
 جو نہیں فرمایا عید العزیز بن یحییٰ فرماتے ہیں عزیز علیہ اللہ کا معنی یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شک و شبہ کے سوا کوئی چیز
 اہمیت نہیں رکھتی ۵ لہذا اگرچہ جس رسول کا حکم کو تسلیم کرنا اور اس کی اطاعت کو فرض کرنا اس کی توجہ سے ہو تو یہ بھی اس کی توجہ سے ہو کہ اس کی اطاعت

سُورَةُ يُوسُفَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اس سورۃ کو حضرت یونس علیہ السلام کے نام سے منسوب کیا گیا ہے کیونکہ اس کے ایک کلمہ میں آپ کی قوم کی نجات کا ذکر ہوا ہے یہ گیارہ رکوعوں پر مشتمل ہے اور اس کی آیات کی تعداد ایک سو نو (۱۰۹) ہے۔ اس میں ۱۸۳۲ کلمے اور نو ہجرتا نوے حروف ہیں۔ زمانہ نزول :- حضرت حسن، اکرمہ، احمدا اور جابر ائمہ فہرہ کے تفسیر کے نزدیک یہ ساری سورۃ کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا حضرت یونس علیہ السلام کے غفلت سے ہے کہ یہ سورۃ کی تہہ پہن میں آیتوں کے قیلے قیلے کی تفسیر لیا کر ان کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا (قرطبی) لیس پیل قول نسخ ہے۔

اگرچہ اس کا سال نزول بتدعین نہیں ہو سکا لیکن بعضا میں اس کو کرنے سے یہ تفسیر نکالنا مشکل نہیں کہ یہ سورۃ اسی وقت نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے تبیین کا حق ادا کر دیا طبع طبع کے قائل و دیانتگان کے اعتراضات کا رد فرمادیا لیکن وہ اپنی غفلت اور بے رحمی کی بدولت سب سے بڑے اور ان کے مخالفانہ رویہ میں مزید شک و شبہ کی آغوش پیدا ہو گئی۔ اسی لیے اس سورۃ میں ان قوموں کا ذکر فرمایا گیا جنہوں نے اپنے انبیاء کی ہمت کو ماننے سے جہل نکال کر دیا اور ان کی ہدایت کی توقع نہ رہی تو ان پر خدا کی لعنت آ یا اور اس نے انہیں عذاب کر کے رکھ دیا۔ کیونکہ یہ سورۃ انہیں نازل ہوئی اس لیے اس کے مخاطب بھی وہی تھے وہی ان کی ہدایت میں تھے وہی ان کے شہادت تھے اور وہی ان کا رد و تہمیں کا ذکر کرتے تھے سورۃ میں گروہ کا حصہ اس لیے اس سورۃ میں بھی انہی لوگوں کی اصلاح کی شغفانہ کوششیں کی جا رہی ہیں اور بڑے پیادہ ہرے انداز سے ان کے اعتراضات کا جواب دیا جا رہا ہے۔

وہ پہلا شعبہ :- اس کی پہلی ہلک پہاڑی اس میں وہ قتل تھے مشرک کی بیماری تھی انہیں یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی تھی کہ اس عالم بہت بڑی کائنات اور بڑے جبرائیل کے ہاتھ پر آ کر سکتی ہے یہ تمام شعور و حیات کے لیے الگ الگ خداؤں کے قائل تھے۔ ان کے یہ عقائد بجا رہے کہ یہ بت جن کو تم نے خدا بنا رکھا ہے انہوں نے خدا کوئی نہیں مانتا ہے۔ یہ بتاؤ اس عالم میں ان کی چیزیں ہیں بڑی بھی اور چھوٹی بھی، گل بھی اور زراں بھی، مسیج بھی، مضر بھی، خواجہ بورت بھی، بد صورت بھی، اقم بھی، کوان میں سے کوئی ایک چیز بھی ایسی ہے جس کو تمہارے ان خداؤں نے پیدا کیا ہو، چلو نہ سہی، ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں کہ خدا کی بقا اور سلامتی کے لیے سینکڑوں اشیاء موجود ہیں۔ پانی، ہوا، روشنی، اندھ، پھل، کھانے اور پینے کے چیزات ہم یہ بتاؤ کیا ان میں سے کبھی کوئی ایسی چیز ہے جس کو تمہارے ان دوتاؤں نے پیدا کیا ہو اگر یہ بھی ان کی تخلیق نہیں تو یہ کہو تمہیں جو دیکھتے کو انہیں، سننے کو ان، بولنے کو ان، اُسنے کو ان، اور دیکھنے کو ان دی گئی ہیں۔ کیا ان میں بھی کوئی قوت ان کی عطا کردہ ہے چلو اسے بھی بسنے کو تم اپنی زندگی عزت آدم کو اور زمین و مافیت سے بسر کرنے کے لیے کسی راہنما کی رہنمائی کے محتاج ہو جو اشیاء کے حسن و قبح سے تمہیں آگاہ کرے تمہیں تمہارے نفع و نقصان سے خبردار کرے۔ تمہارے لیے ایسے قانون بنائے جو عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکیں، تمہارے ان گنہگاروں اور ہرے خداؤں نے کبھی اس معاملہ میں بھی تمہاری

لہذا ان کی ہے لیکن تمام سوالات کا جواب تھلے سے نزدیک بھی نفی میں ہے تو عقل و غور کے عریضہ پر پھر تم ان کی خدائی پر کوئی ایمان دیتے ہو۔
کتنا مٹو اور دلکشیں ان کے بیان ہے کہ دل کی گہرائیوں میں با اثر تاجلا جاتا ہے۔

اس کے حیران باطن کی خدائی پر ضرب کاری لگانے کے بعد ان کے اس تذبذب کو دور کیا جا رہا ہے کہ اگر یہ خدا نہیں تو کون خدا ہے؟
اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو جاننا نہ چاہئے کہ اسے زیادہ عرصہ پریشانی اور سرنگریاں دینے کی ضرورت نہیں چشم ہوش کھولو تھیں اس
جہان کی کہ متعلق میں سینکڑوں نشان ملیں گے تمہارا وہی سچا خدا ہے جس نے زمین آسمان پیدا کیا جس نے آفتاب مناسبت کی تخلیق فرمادیا
کہ جسے شب بیتی کو نور قرار دیا جس کے حکم سے گڑبگڑ لیل و نہار کا سلسلہ جاری ہے جس کی قدرت و حکمت میں کی ہرگز انی اور جبروتی کے آثار نہیں
اپنے کو خوش نظر رہے ہیں۔

اگر اب بھی اس کو نہیں سمجھتا ہے تو سچ بتاؤ کہ کسی بھی کسی سفر فریاد کا اتفاق ہو تو تھلے کی کشتی سطح آب پر آہستہ آہستہ علی جا
رہی ہو یا کہ سطح مکرر جگہ جگہ بادل اٹھتے ہیں، سیراز بھی پہلے گلی ہو اور گندہ کی خوشخوار و خوش منہ کھولے ہوئے تھیں اور تھلے کی کشتی کو لٹکنے
کے لیے باہر آگے بڑھ رہی ہوں تھلے کی کشتی کی مادی امیدیں ختم ہو چکی ہوں تم نے پٹنوں پر بٹول کو بار بار پکا دیا اور کئی بھی تمہاری خبر
لینے نہ آیا ہو جب ہر طرف موت ہی موت دکھائی دینے لگی ہو سچ بتاؤ کیا اس وقت کسی کا تھیں خیال آیا تھا کسی کی چوکھٹ پر بیٹا تھلے کی
جبروتی نیاز بھی تھی ان کرناک حمل میں تم نے کسی کے ساتھ صدق و وفا کا پیمانہ باندھا تھا اور پھر کسی کی رحمت نے آگے بڑھ کر تمہاری بستی
پر کئی کشتی کو بار بار پکا لیا تھا اور کون تھا جو معلوم ہے تھیں وہی تھا اور خداوند ہر تھلے کا جس کو مان کر پھر تم اس سے
دور گرائی کرتے تھے۔

دوسرا مشیہ :- تھیں حیرت کا ایک بشر کو منصب رسالت پر کیوں فائز کیا گیا ہے کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ تھیں راہت
دکھانے کے لئے تھیں پیغام حق منانے کے لیے کوئی جن یا کوئی فرشتہ بھیجا جاتا جس کو تم دیکھ سکتے اور اس کی کشتی کو سمجھ سکتے اور اگر
وہ تھیں اپنا آپ دکھاتا تو تم اس کی جہیت و جلال سے اپنا ہوش و حواس کو چھٹے اور لینے کے دینے پر جلد تے تم ہی فیصلہ کر دیا اس قسم
کے نبی کی اہمیت تھا کہ اسے علیہ وجہ رحمت ہوتی یا عرش رحمت اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت کا تقاضا ہی ہے کہ تم میں سے کسی کو شرف
نبوت سے شرف کر کے صحت فرمائے تاکہ تم اس سے فیض حاصل کر سکو۔

تیسرا مشیہ :- انھیں قرآن کریم کے کلام الہی ہونے پر بھی اعتراض تھا وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ بھی کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے
ان کے اس شبہ کو دور کرنے کے لیے انھیں پہنچ دیا گیا کہ تم ایسا کرو کہ سب مل کر بیٹھو تمہارے ملک میں جتنے زبان آور شاعر لغز زبان و جلیب
اور قادر الکلام ہر دب میں سب کو بلاؤ اور اپنی اجتماعی فصاحت و بلاغت کو برہنہ کار لاتے چلتے زبان نہیں ایک چھوٹی سی سورۃ ہی اس
بسی ہر سداؤ اس طرح خود بخود اسلام کا چراغ بھیج جائے گا اور تمہاری یہ بیوقوفی دور ہو جائے گی جس نے تمہارے دین کا چہرہ اور اہل کی
فینہ حرام کر رکھی ہے اور اگر تم سب مل کر بھی ایک چھوٹی سی سورۃ نہیں بنا سکتے تو پھر بے حاشہ دھمکی نہیں مان لو کہ یا اللہ تعالیٰ کا
کلام ہے یہ کتاب جو تمہارے لیے نازل کی گئی ہے جاننے ہو یہ کن خیرات و برکات کی حامل ہے اور کہو :-

قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَانظُرُوا إِلَيْهَا لَعَلَّكُمْ تُفَعِّلُونَهَا :- یہ تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے۔

وَشَيْئَةً لَّكَ يَافَى الْفَصْدُورِ : اس میں تمھارے سینوں کی ساری بیماریوں اور رنج و غم کے لیے نسخہ شفا ہے۔
وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّمَنْ يُّؤْمِنُ : اور جو اس کو دل جان سے مان لیتے ہیں ان کے لیے یہ سزا و ہدایت اور رحمت ہے۔
تم یہ تجویز پیش کرتے ہو کہ اس میں سے طلائی چیز نکال دی جائے اور نکال دینا ضروری ہے۔ بھلا میری کیا مجال کہ اس میں تو تبدل کر سکوں۔ میں تو ایسے ہوں کہ میں اس میں حیات کروں تو کیا تم میں موت ہے کہ تم مجھے میرے رجب خراب سے بچا سکو۔
یہ جو تمھارا مشہدہ نہیں اس پر بھی اعتراض ہے کہ میں دے کے بد نصیب ایک دوسری زندگی کی خبر دے، یا ہوں تمھارے نزدیک یہ ناممکن اور محال عقل ہے اگر میں تم سے چھپوں کہ کیوں؟ تو تم کیا جواب دو گے کیا خدا نے تمھارے قہر نے عدم محض سے ہر چیز کو پیدا نہیں کیا کیا اس کے لیے ہر کوئی مشکل بات ہے کہ وہ موجودات کے منتشر ذروں کو جوڑ دے۔

خوفیکہ مشرکین کے دل میں کھینکے دے جتنے شکوک و شبہات تھے ان کا کلیما نہ اور شفا نہ جواب دیا تاکہ اگر کوئی پھر بھی حق کا انکار نہ سہ تو اس کی مرضی اور اس کی نصرت کیم ازکم یہ تو کوئی نہ لگے کہ مجھے بھلا یا نہیں گیا تھا۔
آخر میں وہ اہم چیزوں کو بیان فرما کر سونہ کو غنیمت کیا۔ اپنے برگزیدہ رسول اور محبوب بندے کو ارشاد فرمایا اَلَمْ يَجْعَلْ لِّكَ خَيْفًا۔
یعنی دشمنوں کی خوف آرائیوں کی پڑاؤ نہ کر کے جو تھے ان کی ستم گشتیوں کو معاملہ میں نہ لاتے ہوئے ہر طرف سے توجہ ہٹا کر آپ امن میں حق کی طرف اپنا رخ موڑ لیں اور اس کا وہ امن مضبوطی سے پکڑ لیں۔

یہ اس امر کی بھی وضاحت فرمادی کہ نفع و ضرر کا کل اور حقیقی امتیاز اللہ جل جلالہ کے دست قدرت میں ہے وہ جس کو چاہے کسی صفت میں مبتلا کر دے اور جس کو چاہے اپنے نعمات اور احسانات سے بالامال کر دے اس کے غضب سے کوئی چھوڑا نہیں سکتا اور اس کے دست جو دروغ اور فضل و عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اگر اس نے تم کو کچھ نبوت کے ناسخ سے سرفراز فرمایا ہے تو کسی کو کیا اعتراض اگر اس نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دروغ و کذب کی نعمت و فائزہ سے نوازا ہے تو کسی کے پیٹ میں تل کیوں پڑے اس کی توبہ نشان ہے، یُعِيبُكُم بِمَعْصِيَتِكُمُ الْيَاقُوتَ وَيَعْلَمُ مَا فِي صَدْرِكُمْ : وَكَهَذَا الْقَفْذُورُ الْكَرِيمُ شَرُّ۔

ان دھامسی دشمنان کے علاوہ علم و حکمت کے لٹی دیکھتے ہوئے موتی ہیں جو اس سونہ کی روئے نور میں جڑے گئے ہیں۔ جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے ان کا حسن و انداز خود ہی آپ کو بہرین توجہ کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔

سید القرآن

ایک مرد نکال پر جوان بی ہے کہ ڈرائیو لوگوں اسے اور خوشخبری دو انہیں

جواب میں لائے کہ ان کے لیے مرتبہ بلند ہے۔ ان کے رب کے ہاں۔ کفار نے کہا

نکسہ یہاں نئی پاک کی دعوت کا خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اس کا کام یہ ہے کہ عام لوگوں کو ان کی غفلت شمار میں بھروسہ کو ان کی لبرلزم اور مشرکوں کا ان کے عقائد باطلہ کے ہر انکار کا خاتمہ سے ڈرائے تاکہ وہ بڑھاپے اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور اہل ایمان کو یہ شہادت سنائے کہ تمہاری محنت ٹھکانے لگی اور تمہاری نیکیاں بار آور ہوئیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں بڑے بلند مقام پر تازہ کیا جائے گا۔

حضرت زبیرؓ نے قدمِ صدیق کا معنی و درجہ عالیہ (یعنی بلند مقام) کیلئے حضرت ابن عباسؓ سے نفاس کا معنی اچھی مراد بتایا ہے جو انھیں ان کے اعلیٰ حشر پہلے کی (منظوری) حضرت زیدؓ کی اسلم فرماتے ہیں کہ اس سے اچھوڑ کر جو کسی اور معنی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی شفاعت ہے۔

نام حسن ابصری اور قنادہ کا قول ہے جو محمد بن اسلم علیہ السلام کا شاگرد تھا۔ شیخ طبرانی نے تصدیق کی ہے کہ اس کا قول مانا جاتا ہے کہ علیؑ نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔

إِنَّ هَذَا السِّعْرُ مُبِينٌ ۖ إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

جلاشیہ یہ جادو گر ہے کھلا ہوا ہے۔ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں

وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ

اور زمین کو شے چھ دنوں میں، پھر تختن ہوا عرش پر (جیسے تھے یہاں) ہر کام کی تدبیر فرماتا

قبول کی جیسے کہ جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت پر فرما برہن گئے کہ اپنی پامی امت کو سیلاب فرما سکیں! امام بخاری نے
یہی قول حضرت زید بن اسلم سے نقل کیا ہے۔ قال ابوخلوف قال یزید بن اسلم ان لہم قدم صدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(مظہری قرطبی وغیرہ مفسرین المتعاسیر)
اسے جب کفار کے پاس کوئی دلیل نہ رہی جس سے وہ قرآن کے کلام الہی چورنے کا انکار کر سکیں اور حضور کی نبوت و رسالت کی تردید کر سکیں،
تو انہا پر اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے طریقے اختیار کرنا شروع کر دیے مگر عقل و دل و نگاہ کو خیرہ کر دینے والی روشنی پر روشنی کو سرشار کر دینے والا کلام جادو
جہاں دماغ کو سناٹے والی پردہ نواز ہستی نہیں جادو گر ہے نہ جادو کے لیے تو ایمان و موسوی کے سامنے اپنی بے بسی پر بھی کہہ کر ڈالنا تھا۔
شاید کفر کے پاس یہی اوجھا ہتھیانہ ہے جو وہ اہل حق کے خلاف ہمیشہ منہ بھالی کرتا ہے۔ لیکن غرض حضور کو جادو گر نہ کہنا لیکن انھوں نے یہ نہ
سوچا کہ ان کا یہ الزام کتنا بے سوا ہے۔ کیا وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ غلام جادو کو سے حضور نے جادو بیکھل کیا وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ جادو گروں
کی ہمت اور ذلیل فرطیت اور ان کے رد و قبول اعمال کی کوئی دادنی سی علامت بھی یہاں موجود ہے۔ جادو گروں کے سامنے ان کے ذاتی حقیر
مفاہات ہوتے ہیں اور انھیں کی تکمیل کے لیے وہ رسالے پڑھتے ہیں لیکن اس پاک ہستی کی کتاب زندگی میں خود غرضی اور جادو جلی کا کوئی
ادنیٰ سا اثر بھی تو نہیں ملتا فکر عقل کے اتنے میں تخلوت کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جادو گر کہنا افراد محض اور بتان
حریج نہیں توادر کیا ہے۔

اس آیت کے پہلے جتنے پر فصل بحث سورۃ الاحرف کی آیت نمبر ۲۸ کے ضمن میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔ یہاں ایک
خاص چیز کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بعض لوگ کائنات کی تخلیق کی تفصیلات قرآن سے تلاش کرتا چاہتے ہیں
اور اپنے زمانہ کے مفکرین فلاسفہ کے نظریات کو قبول عام ہوتے ہیں ان کے دماغ میں قرآن کو بھی سمجھنا چاہتے ہیں لیکن ان کا یہ سلوہ غر
قرآن کو یہ کہ متعلق قطعاً و یقیناً نہیں کیونکہ ہر زمانہ کے اہل فکر اپنی ذہنی کاوشوں سے اپنے نظریات وضع کرتے ہیں اور لوگ ان کے زوردار
دلائل سے محراب ہجران کو حق تسلیم کر لیتے ہیں اور اس باب میں ان کو صرف قرآن قرار دیتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد انھیں مفکرین کے یہ روکھ
اور شاگرد اپنے پیش رو اساتذہ کے نظریات کو خدشات کر دیتے ہیں اور پہلے لاکھوں سے بھی زیادہ دینی ولیوں پر اپنے نئے نظریات کی پرستش کو
عاتر لاکھڑی کرتے ہیں اور ان کے نظریات کا مشرعی و دیناوردی ہر ایک ہے اس لیے آیت قرآنی کو کسی قدیم یا جدید نظریہ کا یا بیکہ نافرمان
کے مزاج کے خلاف ہے کچھ وقت کے لیے کسی نظریہ سے ہم آہنگ کر کے لوگوں کو تباہا جاسکتا ہے کہ قرآن کے دلائل سے وہی ہیں جن کو

الْأَمْرُ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ

ہے کہ کوئی نہیں شفاعت کرنے والا مگر اس کی اجازت کے بعد یعنی یہ ہے اللہ تعالیٰ پر تمہارا پروردگار ہے۔

غلامِ طغیانی یا غلامِ سائنسدان نے پیش کیا ہے لیکن آپ خود فرمائیے اگر کچھ حصہ بعد ان نظریات کا بطلان ہو گیا تو کیا اس کی زوائد آیات کو ان پر نہیں پڑے گی؟ یہ بات بھی ذہن نشین ہے کہ قرآن کریم تخلیق کائنات کی تفصیل بیان کرنے والی کتاب نہیں بلکہ ہر شے و ہر بات کا صحیفہ ہے اس میں جو اہل کسب نفس اور آفاقی آیات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مدعا غلامِ طغیانی کی عظمت و کبریا کی اور علمِ حکمت کو ظاہر کرنا ہے۔

شعاعی جو کہ ایک آسمانی زمین پر کچھ دوروں میں پیدا فرمایا ہے وہ ان کو پیدا کر کے جس سے لافطی نہیں ہو گیا بلکہ اس کا رخائے ہستی کی زبہ حکومت اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ ہر جھوٹے عقیدہ کا اور پڑھنے سے بڑا کام اسی کے حکم اور اسی کے اذن سے انجام پاتا ہے۔ وہ خالقِ حقیقی ہے اور پاک ہے، حاکم بھی ہے، ہر شے میں کو اس نے پیدا فرمایا ہے وہ ایک عین ہے جس میں اس کے خالق کے علمِ کامل اور حکمتِ بالغہ کے آن کثرت بطورے جمع ہے جس میں تدبیرِ لغوی معنی ہے الخلق اور الوجود حتیٰ یا قی حصوصۃ العاقبۃ یعنی تمام کاموں کو اس طرح کرنا کہ اس سے بہترین نتائج ظاہر ہوں اور یہاں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چھٹی بڑی چیز کو اس طرح اپنے اپنے مقام پر رہا جس سے نصف کے کھٹا ہے کسی کو اشد نائی کی جزا نہیں ہر کچھ میں یقیناً احوال کائنات علی ما تقتضیہ الحکمة (نظریہ) اگر آپ اس آیت میں مکر خود فرمائیں گے تو آپ کو اس میں طرح طرح کی گڑبڑیں کاروائی کے گاہ میں صرف جاہل اور بے عقل ہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو تعلیم عقل و خرد کا فرار و اگلا تھوڑا سا بھی گزرتا ہے چنانچہ ایسے طغیانی بھی گزرتے ہیں اور اب بھی میں جو اللہ تعالیٰ نے جو رکھے ہیں قابل نہیں بعض اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں لیکن مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور بعض کا یہ خیال ہے کہ ہر چیز کا خالق تو وہی ہے زمین و آسمان مادہ و مادیات کی تخلیق تو اس نے فرمائی لیکن پیدا کرنے کے بعد اب اس کا اپنی پیدا کی ہوئی کائنات سے کوئی سروکار نہیں اس آیت میں سب کا رد فرمادیا۔

فقہ مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ کوئی اور چیز کے پرست ہیں کہ وہ پرستے ہیں۔ قیامت کے روز ان کی شفاعت کریں گے اور انھیں بخشوا میں گئے ان کا رد فرمادیا کہ یہ اعدائے ہر شے ہیں اس لیے غفلت از امت ان کی شفاعت نہیں کریں گے کیونکہ شفاعت تو وہ کہنے لگا جسے اذن شفاعت ملے اور انھیں شفاعت کی کوئی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ گویا کہ شفاعت کر سکیں گے۔ اس آیت سے مشرکین کے نظریہ کے بطلان کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی غلط فہمی بھی دور کر دی جو سرگرم سے شفاعت کے منکر ہیں فیہ اشواقا لثبوت الشفاعۃ لمن اذن له و نظریہ ذبیہ نبیات الشفاعۃ لمن اذن له (یعنی اس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ پاک بندے شفاعت کریں گے جنھیں شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے گی۔

مثلاً یعنی ان قدر ترانہ و مکتوب کا مالک ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام کو اپنے اختیار اور مرضی سے سرانجام دیتے ہیں اور جس کے حضور میں بلا اجازت کوئی لب کشائی کی جزا نہیں کر سکتا وہ ہے تمہارا پروردگار اور تمہارا معبود جب اور ایسا کوئی نہیں تو اسے چھوڑ کر کسی کی عبادت کیوں کی جائے؟ اب تک اگر بعض غلط فہمیوں کے باعث تحقیق و حال سے بے خبر رہے ہو اور اپنے غیرو

فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۵﴾ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعَدَّ اللَّهُ

موجہاوت کرد اس کی۔ تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟ اسی کی طرف لوٹنا ہے تم سب نے اللہ یا اللہ تعالیٰ کا سچا

حَقًّا اِلَٰهٌ يَّبْدُ الْاَخْلَاقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ

وہ وہ ہے بے شک ہی ابتداء کرتا ہے پیدا رفتی کی پھر ہی دہرائے گا اسے تاکہ جزا دے انہیں جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ

نیاب عمل کیے گئے انصاف کے ساتھ۔ اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے پینے کو گھون ہوا

حَمِيمٌ وَعَذَابٌ اَلِيمٌ مِّمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۶﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ

پانی اور مردہ کو قلب پہنکا جو اس کے کہہ کفر کرتے رہتے تھے وہی ہے جس نے بنایا نکلے

برحق کے ساتھ حمد و ثناء زندگی کا رشتہ استوار نہیں کر سکے تو اب جبکہ حقیقت میں ہر عمل ہے اور شک شبہ کا خراب چھٹ گیا ہے اب ہر شے
میں آواز دہرائی ہوئی ہے جس کا نتیجہ ہے تو اس کی یاد میں آواز دو۔

اللہ مشکوک نہ کرے بلکہ جس طرح وہی کا مذکور کسی انسان کا شرف نبوت سے مشرف ہونا عمل تعجب تھا اسی طرح قیامت کے دن وہ پندیر
جہنم کی بات بھی ان کے فہم سے بالاتر تھی۔ یہاں انہیں اس بات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ کمالیہ تعین قیامت کے دن بڑا اور رب العزت
میں حاضر ہونا ہوگا۔ ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کے دن انہیں دوبارہ زندہ کر کے جو اجر ہی کے لیے حاضر کرنے والی دہی فرمائی
جس نے انہیں پہلے غلط وجود سے نوازا جب تم کچھ نہیں تھے اور اس نے انہیں پیدا فرما دیا اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ مرنے کے بعد انہیں
دوبارہ زندہ کر دے۔

نکلے یہاں واقعہ قیامت کی حکمت بیان کی جا رہی ہے تاکہ ان کی سچیوں کا اجر اور برہوں کو ان کی برائیوں کی سزا ملے۔ یہ دنیا وار اعمال
ہے اور اجر انہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ اہل خیر و صالح کو ان کے اعمال حسد کا بدلہ ملے گا وہاں انہیں نہیں ملے گا ان کی زندگیاں آلام و مصائب سے گھری
ہوتی ہیں اور کئی غاسق و فاجر عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے اعمال بد پر انہیں سزا نہیں ملے گی اگر اس دنیا کے بعد ان کو
نہ ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ عدل و انصاف کے تعاضف پورے نہیں ہوتے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت کو زیر ہائیں۔ اس لیے ضروری
ہے کہ اس دار فناء کے بعد دار بقا میں جہاں شہنشاہ کو اس کے اعمال کی پک پکا بدلہ ملے۔ قیامت پر ایمان انسان میں اعمال بد سے نفرت پیدا
کرے اور اعمال حسن کی تحریک دلائے میں بہت ہی مؤثر ہے۔

۱۳ قرآن حکیم لہذا تعالیٰ کی توحید اور اس کی صنعت کمال کے اثبات کے لیے جو طرز استدلال اختیار کیا ہے وہ دنیا بھر کے فلسفوں اور

الْحُسْبَانُ وَالْحُسْبَانُ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ

برسوں کی اور حساب اللہ نہیں پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے عترت حق کے ساتھ ملنے تفصیل سے بیان

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا

کون ہے (وہی قدرت کی نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں بیشک اللہ گردش میل و نہاریں اور جو کہ

خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝ إِنَّ

پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں میں راتیں و دنوں میں اس کی نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو تقویٰ ہے اللہ بیشک

کا ہر وقت ایک ذات اور انگریز کا ہر قدم و رات نگاہوں سے اور کھل رہتا ہے اور پھر از سر نو منزل اول سے گردش شروع کر دیتا ہے۔
 اللہ ان کے لیے ہزاروں متعین کر سکے حکمت بتائی جا رہی ہے کہ تم سالوں کی گنتی کر سکو اپنی کھیتی باڑی، کاروبار کے لیے جینے اور
 دن و رات کو مکر و تدبیر کا تعین سورج کی ایسی گردش سے جو تمہارے ماوراء سینہ اور سال کی پہچان چاند سے ہوتی ہے! اسلام نے اپنے
 بیشتر احکام کی بنیاد قمری سال پر رکھی ہے۔ کیونکہ اس کا جانا نامہ ہر ایک کے لیے یکساں ملدیر آسمان ہے۔ ہلال طلوع ہوتا ہے تو سب کو
 پتہ چل جاتا ہے کہ نیا مہینہ شروع ہو گیا۔

اللہ سورۃ النعام کی آیت نمبر ۱۰۷ کا ماحشر ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ رات اور دن کا تقطیع نہ کرنے والا تسلسل پھر مناسب نظر ہے ان کا گھٹنا اور بڑھنا دنوں میں کسب معاش اور دیگر مشاغل کی
 چنگار آرتیاں اور رات میں خواہش راحت کی خاموشیاں سبھی قواسم کی توحید اور کبریا کی گیت گارہی ہیں۔

اللہ یہ الفاظ قابل غور ہیں یعنی عام لوگ کائنات کے حسن جمال کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے جاتے ہیں مختلف اشیا کے جہان کی اثرات پر آگاہ ہوتے
 ہیں اور فطرت سے بھروسہ کرتے ہیں اس جہان کی کونسی اور خیریاں ملنے لگی ہیں اور خیریاں ان کی خیر ہر ش کو خیر و کونسی ہیں لیکن ایسی رسائی
 اس حسن جمال کے خالق اور ان اثرات کے پیدا کرنے والے حکمت نہیں ہوتی۔ ان کی نگاہیں ان عبادات میں لگ کر رہ جاتی ہیں معرفت الہی کی
 سعاد کے فقدان یا بہت اور دہرہ چلنے والے کو غور کیا جاتا ہے جو حق اور پرہیزگار ہوتے ہیں، جو ان عبادات کو تیار تیار کرتے ہوئے آگے بڑھتے
 چلتے ہیں اور جہاں حق کی دید معرفت اپنے لیے عقل و دل کو روشن کرتے ہیں، جہاں سے سائنس دانوں اور علوم جدید کے طلبہ کو مظاہر قدرت کا
 مطالعہ کرتے ہیں کسے کسے بیات کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اس عالم میں جو روحانی و دنیائی جوقوت و تاثیر اور جو خوبی و کمال جہاں کہیں ہیں وہ
 میں انھیں دکھائی دے گا ہے وہ کسی کو اتنا دلچسپ سے مہربی و دین نہیں آیا بلکہ قادر و توانا، عظیم و عظیم اور پاک و پاکہ ماکرم پروردگار نے اسے پیدا
 فرمایا ہے یہی وہ بنیادی فرق ہے جو انسان و انسان کو دنیا بھر کے دوسرے سائنس دانوں سے جدا کرتا ہے اس لیے ان کا ہر قدم منزل کی طرف
 اٹھنے کا ایسا دلچسپ اور تمام نہیں بلکہ مکمل ہوگی ان کی ترقی و ترقی و ترقی کے لیے تیار کن نہیں بلکہ خلق انسانی کی خاصیت ہر

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا

وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی اور خوش و خرم ہیں دنیوی زندگی سے اور مطمئن ہو گئے ہیں

بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غٰفِلُونَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَا لَهُمْ النَّارُ

اس لوگ کے سوا سامان ہے اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں۔ ملنے میں لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلٰتِ

بیمبیا ان غلوں کے جو وہ کماتے رہے۔ عیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے لگے پھیلے

يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِآيٰتِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ ۝

انہیں ان کا رب (منزل مقصود) ان کے ایمان کے باعث۔ رواں ہیں گئی لگے نیچے نہری نعمت

جٰتِ التَّوْبَةِ ۝ دَعُوْهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

(دعوت) کے باغوں میں۔ (مبارکت کو دیکھ کر) ان کی صلوات اس پر ہوگی پاک ہے تو اسے اللہ شکستہ اور ان کی دعائے ہر گز

اور آج دنیا کو ایسے باکمال اور باہمت الما کی ضرورت ہے جو انسان کو سلامتی کا راستہ دکھا سکے۔

ملنے وہ پست ہمت اور کوتاہ نظر لوگ جن کے دلوں میں محبت الہی اور شوق وصل کی کوئی چمکداری دکھ نہیں رہی اور وہ کوتاہ نظر و غریبی زندگی اور اس کی تربیت و تربیت و تربیت اور اس کے آرام و آسائش پر نشاواں و فوجاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی دیسیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے ان کا ٹھکانہ آتش جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

لگے دنیا پرستوں کے مقابل میں حق پرستوں کا ذکر ہو رہا ہے جو دولت ایمانی سے مالا مال ہیں اور اپنی زندگی کے دامن کو اعمال صالحہ کے زمین اور شگفتے ہوتے پھولوں سے بھر رہے ہیں۔ یہ وہ دھرم و دھرم یا مال و دولت کے کلمات طعنیات پر مکر و خور فرماتے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ ایمان واقعی محکم کا ہر رخ روشن کر کے کوئی مسافر نئی منزل کی طرف رواں ہو جائے تو توفیق ربانی ضرور اس کی دیکھنی فرمائی اور اسے منزل تک پہنچا دے گی۔ کتنی ہی آدھیاں ملیں گئے ہی طوفان انہیں اس کے چرخ ایمان کو بچھنے نہیں دیا جائے گا۔

لگے منزل مقصود پر پہنچنے سے جو بھی سرتست اور روحانی خوشی انہیں ہوگی اس کے اظہار کے لیے اس سے بیخبر تو اسلوب گئی کہاں سے لگے گا۔

فِيهَا سَلَامٌ وَأُخْرُ دَعْوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

”سلامتی ہو“ اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

وَلَوْ يُعِزُّ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشُّرَكَاءَ اسْتَعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ

ماتے جانوں کو اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو شرک پر آمادہ نہ کرتے تو ان کے لیے خیر کی توفیق دے دیتی مگر وہ اس کی توفیق سے انکار کرتے ہیں۔

أَجَلُهُمْ فَنَذَرَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَافِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

ان کی سعاد۔ (یعنی ان میں سے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کی توقع رکھتے ہیں) ان کے لیے خیر کی توفیق دے دیتی مگر وہ اس کی توفیق سے انکار کرتے ہیں۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا نَجَاتِهِ أَوْقَاعًا أَوْ قَائِلًا

اور جب انسان کو کوئی تکلیف (ضرر) آئے تو اس وقت پکارتا ہے میں میرا بچاؤ یہاں سے یہاں سے یا کون سا بچاؤ ہے۔

انسان کی ایک کمزوری کی اصلاح نہایت حکیمانہ انداز میں فرمائی جا رہی ہے۔ اسے بتایا جا رہا ہے کہ ایک طرف تمہارے مکر و فریب

جو توفیق گرفت اور راخندہ کے تحت ہے اور دوسری طرف تمہاری غلطیاں ہیں جو دنیا بھر کی آسائشوں کو پسند و اقبال میں سمیٹے ہوئے ہیں

اور تمہارے غلطیاں کے پورا ہونے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو تم بڑے بے چین ہو جاتے ہو اور اپنے بکریم کے ٹکڑے کو کھانے لگتے ہو۔ تم

نہایت سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے مکر و فریب پر پکڑ لیتا تو تمہاری کیا ذرگت ملتی معلوم ہو کہ تمہارے پروردگار کا سلوک تمہارے ساتھ

فتنہ نہ نہیں بلکہ رحیم و دانا ہے۔ اس لیے اگر تمہارے غلطیاں اور تمہاری غلطیاں کی تکمیل میں دیر ہو گئی ہے تو تمہیں کرو اس میں

بھی تمہاری توجہ خواہی مطلب ہے اس لیے تمہارے اور اس جہنم کی کوئی وجہ نہیں جو تم سے کام لیتے ہو اسے مروانہ وار اس کے

بڑھتے چلے جاتے اس کی نگاہ و کرم چارہ سازی فرماتے گی اور کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور اگر تمہارے غلطیاں کی ذرگت نہ ہو

اس کے گناہوں پر تو عذاب نازل نہ کرتے اور انہیں مہلت اور ڈھیل دیتے ہیں کسی تو یہ حکمت ہوتی ہے کہ شاید وہ نیک عمل جائیں اور اپنی

مصلحت کریں اور کسی مقصد پر جو تمہارے کان کی گندی فطرت خوب آشکارا ہو جائے اور وہ بھی بھرا اپنی کینہہ خصلتوں کا مظاہرہ کریں تاکہ جب

انہیں عذاب کی چکی میں پسیا جائے تو وہ کوئی قدر پیش نہ کر سکیں۔ یہاں موعظہ اندک و گویا کو مہلت اور ڈھیل دینے کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے۔

انسان کی ایک اور کمزوری یہاں سے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف گھیر لیتی ہے اور جیتوں کی تنہا سے اس پر چھا

جاتے ہیں تو اس وقت وہ سر راہ نیار بن کر گر گزرنے لگتا ہے۔ اسی لیے چھپتے چھپتے چھپتے کسی حالت میں ہوا تھا میں کرتا ہے وہاں لپکتا ہے

اور غصہ و حسد کے ساتھ کہ میرے رب! میری مشکلی آسمان فرما مجھے اس طاقت و بربادی کے چنگ سے بچا لے میں عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ دیندار ہو

کسی تیری زانواں کی ناک میں بھی دل میں نہیں لادوں گا۔ یہی بات اول چٹا اور آرام و راحت کی روشنی زندگی کے افق پر طلوع ہوتی

فَلَمَّا كَثَفْنَا عَنْهُ غُرُكَامًا مَرَّكَانَ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى خُرْمَةٍ كَذَلِكَ

پھر جب ہم اور کرتے ہیں اس سے اس کی تکلیف نہ ہو، بلکہ یہاں سے جیسے اس نے ہمیں رکھیں، پھر وہی نہیں تھا کسی تکلیف میں جو اسے بھی تھی۔

لَرَّيْنِ الْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونُ مِنْ

اسی طرح آگے سے ہم نے کئی قوموں کو جو لوگوں کے لیے دو کرت تھے اور دنیا کرتے تھے، اور عینک ہم نے ہلاک کر دیا ہے کئی قوموں کو جو تم سے

قَبْلَكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا

پہلے تھے جیسے زیادتیوں کرنے لگے اور ان کے رسول وہی آگے آئے اور انہیں بتائے کہ اور انہیں بتائے کہ

لَيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ

ایمان لائے۔ اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں مجرم قوم کو پھر ہم نے بنایا انہیں

اور حضرت بنی انسان نے سب وعدے غلو کر دیے اور نافرمانی اور سرکشی کو اپنا شعار بنالیا۔

لے لیکن یہ شیعوہ ہر انسان کا نہیں بلکہ فقط وہی لوگ اس طرح کیا کرتے ہیں جو امر صرف اور بے اعتدالی کے عادی ہوں۔ ان کی گہری ہوتی فطرت اور شیعوہ ذہنیت ان گناہوں میں بڑا حصہ اور جاذبیت محسوس کرتی ہے جس کی قوت کے باعث وہ گواہ ہلاکت میں پھنسا تھا جس مقام سے اس کی زندگی کے ان دوسروں کو تروالہ کر کے چھوڑا تھا اب پھر وہ اور کچھ چاہتا ہے۔

مثلاً وہ کہہ کر بتایا جا رہا ہے کہ جو وحی تم نے اختیار کر رکھی ہے وہ کسی غفلت اور عاقبت اندیش انسان کی روش نہیں۔ پسے گناہوں پر تمہیں کچھ نصرت نہیں۔ ہر بھلائی اور آرام کو حاصل کرنے کے لیے تم بہت بے چین ہو جب تمہیں کوئی نصیحت گھیر لیتی ہے تو اس وقت تم اپنے پروردگار کو بھلا دیتے ہو اور یہی غلطی سے وہاں سے مانگتے ہو جب وہ تم پر رحم فرماتا ہے تو تم اتنے طوطا چمک رہے ہو کہ اس وقت اور سے انہیں پھر لیتے ہو اور انہیں کوئی اثر تھا کہ اس کا کوئی اثر تھا کہ اس کے دل میں غفلتیں آتا۔ یاد رکھو! تم سے پہلے بھی اس قماش کے لوگ گزرے ہیں۔ ہم نے ان کو بھی سمجھنے اور سمجھنے کے لیے کافی نصرت دی۔ انہیں راہ وایت دکھانے کے لیے رسول بھیجے۔ لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں عذاب کی چکی میں نہیں دیا گیا اور ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہا۔ اہل مکہ! انہیں کھلو اور خود اپنی عذاب چھوڑنے اپنی نجات کا سامان کرو۔

مثلاً قدرت کے قانون الہی اور یکساں ہیں جب تک کوئی قوم اپنی افادیت اور نفع رسانی کا شہوت ہم پہنچاتی رہتی ہے وہ زندہ و سلامت رہتی ہے اور اس کا آفتاب اقبال و رخسار و تاباں رہتا ہے لیکن جب وہ اپنے اقتدار و طاقت کو لذت کو شی اور عیش طبعی کے لیے وقف کر دیتی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کو بھلا دیتے ہیں غفلت برتی ہے تو پھر وہ اس کی موت کی گھڑی پہنچتی ہے۔ اسے راہ سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۖ وَإِذَا

جانشین زمین میں ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اور جب

تَنْتَلِي عَلَيْهِمْ أَيُّهَا النَّبِيُّ قَالِ الَّذِينَ لَا يُزْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ

پڑھی جاتی ہیں ان پر بیماری روشن آئیں لکھ (وہ) کہنے لگتے ہیں وہ جو توقع نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی کسے آئیں

ہے اور دوسری خرم کو آگے بڑھایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی فائز قوتوں اور جوان صلاحیتوں کو بڑھتے کار کا علم و فہم اور مکتدہ دانش کے کارواں کی قیادت سنبھال سکے۔ اے مخاطبین! ہم بھی ان کو دعوت دے رہے ہیں کہ جانشین ہو۔ قدرت کی نگاہ ہر وقت تمہاری کردہی نگاہ کی طرف مرکوز ہے اگر تم نے راست بازی و عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا۔ لیکن کو فروغ دینے اور بدی کا قلع قمع کرنے میں متدد رہو۔ ہر کسی کی اپنے ملک و علاقہ کے سامنے اپنی جہن نیاز کو محسوس کرو۔ اور لوہے کی خدمت میں اپنے وسائل اور اپنی قوتوں کو استعمال کرتے رہو۔ تو تم پر کوئی آنکھ نہیں آئے گی اور اگر تم نے بھی اپنے مقصد سے کوتاہی برتی تو یاد رکھو تمہیں بھی ٹھکرا دیا جائے گا۔ اس نام پر غم نہ کرو۔ ہر بند میں اپنے مخرج و نوال کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ قدم قدم پر آپ کو اس ارشاد الہی کی تصدیق کرنی پائے گی۔ غلامی کی طویل رات کے بعد صبح کی روشنی آگے بڑھتی ہے۔ کیا ہم اپنی اپنی وسائل اور اخلاقیات کا ثبوت ہم پہنچانے میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ کیا ہماری قوتیں چل کر کھانے اور بدی کو فروغ دینے میں تو صرف نہیں ہو رہیں۔ کیا ہم نہایت ہی کی جگہ کے نفس پرستی کا شکار تو نہیں ہو رہے ہیں ان سوالات کا جواب ہمیں بڑی حقیقت پسندی سے دینا چاہیے۔ قدرت کے قانون احتساب کے حرکت میں آنے سے پہلے ہمیں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اسی میں ہماری نجات ہے اور اسی میں ہماری فلاح ہے۔

۱۔ کفار بھی الٹی گھوڑی کے لوگ تھے۔ جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دعوت حق لیتے اور آیات ربانی پڑھ کر سنا لے تو کہتے کہ تمہارے ہم آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں لیکن کیا آپ اپنی الائی ہوئی کتاب میں ہماری خاطر خیر تدبیریں کر دیں۔ ایک تو ہمارے ہتھوں کی جہاں جہاں خدمت کی گئی ہے جو کتابت کا حال دیں۔ دوسرا شریعت کے وہ احکام جو ہمارے رسم و رواج کے خلاف ہیں یا ہماری معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں ان کو حذف کر دیں۔ پس آپ اتنا کر دیں۔ ہم سب آپ کے جھنڈے کے پیچھے جمع ہو جائیں گے۔ جو نادانانہ فطرت کی عظمت اور شان امانت کو کیا جانیں وہ رسالت کی ان نازک ذمہ داریوں سے بے خبر تھے۔ جی میں بال برابر تردد بدل بھی نہ لایا۔ جراثیم ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انسانی کلام کی خارج میاں بھی ترمیم ممکن ہے۔ اللہ اپنے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ ان قتل کے دشمن کو صاف صاف بتا دو کہ تمہاری اس خواہش کو پورا کرنا حیرت انگیز ہے۔ انکان سے خارج ہے۔ قدرت نے مجھے اپنے کلام کا ایمان بنایا ہے میں اس میں خیانت کا قصور نہ کر سکتا۔ میں اس کو سناؤں میرا فرض تو اس آواز سے کہ جو میرا رب کہہ کرے بلا کم و کاست آستے پیچھا دوں۔ تم کسٹری اور ناخوانی کی عزت کر سکتے ہو مجھ سے تو یہ نہیں کر سکتا۔ اس کے قدر و نسب کی جو جھیلیاں کونہ رہی ہیں تمہاری انہیں تو نہ دیکھ سکتی ہوں گی لیکن میں تو ان سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ اگر میں تمہیں خوش کرنے کے لیے کلام الہی میں ذریعہ کجی پیش کر دیا

يَقْرَأْ غَيْرَ هَذَا أَوْ يَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ

(دوسرا فرقہ اس (قرآن) کے علاوہ یا رد و بدل کر دینے اسی میں۔ خدا سے مجھے اختیار نہیں کہ رت و بدل کر دوں اس میں)

تِلْقَائِي لَفْظِي إِنَّ أَكْبَرُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

اپنی مرضی سے میں نہیں بیرونی کرنا (کسی چیز کی) بجز اس کے جو حق کی جاتی ہے میری طرف میں دیکھتا ہوں اور میں

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ

اپنے رب کی نافرمانی کروں، میرے دن کے عذاب سے۔ آپ فرمادیں گے اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو میں نہ پڑھتا

عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ

تم پر تلے اور نہ ہی دیکھتا کہ تمہیں اس سے۔ میں تو گزار چکا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ

کیا تم راہنما بھی نہیں سمجھتے۔ پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افتراء باندھے اللہ تعالیٰ پر۔ جھوٹا کہتا یا جھٹکتا

تمہیں اتنی بہت ہے کہ مذکورہ شریف اور مقدس لہجہ کے عذاب الیم سے مجھے چھوڑا اسکو؟

اسکے پیروں پر جو بے انہیں صاف صاف بتا دو کہ یہ کلام میرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مجھ دہی سے شرف فرماتا

تو میں اتنی ہوسکتا ہوتا کہ ایسا کلام میرے نظام کو بکھر دیتا کہ کتنا ذرا سا جو تو میں چالیس سال کا عمر مند دراز تھا اسے دیکھائی گرا دیکھا ہوں

کیا میں نے پہلے ہی کبھی ایسی بات کہی تھی کہ جب میری صداقت میری سچائی، میری حیانت، وادانت تمہارے نزدیک بھی ہر شک سے

سے بالاتر ہے تو میری بات کو ان کو کو یہ کلام الہی ہے۔ اس میں کسی قسم کا رد و بدل کتنا میرے بس کی بات نہیں۔

اسکے کما طرح طرح کے ہیں۔ کوئی چھوٹا کوئی بڑا لیکن اس سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں کہ کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے کوئی شخص کسی کلام

کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دے۔ تم میرے دامن کی پاکی اور انصاف کی جہندی اور سیرت کی پختگی کے معنی شاہد ہو۔ کیا تم باور کر سکتے

ہو کہ جو شخص آسمان سے چھوٹے چھوٹے گناہ سے بھی اپنا دامن بچاتا رہا ہو وہ اپنا کسا ایسے گناہ کے از کتاب کی جرات کرے جس سے

بڑا اور کوئی گناہ نہیں۔ نیز یہی یاد رکھو کہ جس طرح کسی بات کو ناحق اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ظلم عظیم ہے اسی طرح اس کے نازل

فرماتے ہوئے قرآن کا انکار بھی ظلم عظیم ہے۔

كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْجُرُمُونَ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ بیشک مجرم فلاں نہیں پاتے۔ اے اور پریشکری، عبادت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا

سوا ایسی چیزوں کی جو انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ (موجود) ہمارے سفارشی ہیں

عِنْدَ اللَّهِ قُلْ اتَّبِعُونِ اللَّهَ مَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي

اللہ تعالیٰ کے پاس آپ فرمائیے کیا تم ان کا کو کہتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس بات سے جو وہ نہیں جانتا نہ آسمانوں میں اور نہ

زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات فحش کچھ تو میں مجھ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی بات کا انکار کرو تو تم مجھ اور حقیقت کا کوئی مجرم کا گناہ
کھراں نہیں ہو سکتا اب خود تم کو کہ فلاں دکھائی جائے کچھ کس کے سر پر چلا کر ناگامی و نامرادگی کی وقت کس کے سر پر نہیں (استعاراً اور
مجرم کے چھپانے میں کوئی وقت نہیں ہوگی۔

اللہ قرآن کریم میں تہمید و مصلح کا مشورہ دینے والے مشورہ کی دانشمندی کی تعلیمی کھولی جا رہی ہے کہ ایسے بدعوہ میں کہ مٹی اور پتھر کے
بے جان جسموں کو اپنا معبود و معبود بنائے جو نہ ہیں اور انہی نہیں سمجھتے کہ پتھر کا دروازہ کھلی تک زمین پر پڑا ہوا تھا کسی جسم تراش کے

مستور سے کی چند ضلالت سے کیونکر غلطی کی مسند پر براجمان ہو کر ان کا حاجت روا بن گیا۔ رحمت جو کسی شخص و قصداں کی قدرت نہیں رکھتے
ان کی عبادت کرنا کیا شرف انسانی کی تو یہی نہیں علامہ رازخی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبادت تو تعظیم و تکریم کا سبب بندہ تمام ہے اور یہ

اس کے لئے زیادہ ہے جس کا احسان و انعام تمام احسانات و انعامات سے اعلیٰ و برتر جو جیسے زندگی عقل و قدرت اور نبوی اور انجروی
منافع و فوائد سے سب چیزیں نواز اللہ وحدہ لا شریک کی عطا فرمودہ ہیں۔ (اس لیے اس کے بغیر اور کون ہے جسے خدا بنایا جاسکے ان العبادۃ

من اعظم افلاح العظیم لہی لا یلیق الا لہ من حدیثہ اعظم انواع الانعام و فی ذات لیس الا للہ العبادۃ و العقل و القدیۃ و معاصی
الہ معاش و الامداد و الامکانت المتافع و المضا و کلہا من اللہ سبحانہ و تعالیٰ و جبیل لا یلیق العبادۃ الا للہ و اللہ تعالیٰ و نفسہ کبریٰ

۳۳۰۔ ان بتوں کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ وہ ان کی شفا دہت کریں گے اور انہیں عذاب الہی سے بچالیں گے۔ یہ بھی ان کی نادانی
تھی شیخ تو وہ بھلا جسے بارگاہ رب العزت سے شفا دہت کہنے کی اجازت رحمت ہوگی۔ ان کو تو شفیع بنایا ہی نہیں گیا۔ ان کی کیا مجال کہ

اس بارگاہ عزت و جلال میں زبان بکس بھی بلا سکیں۔

الْأَرْضِ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ

زمین میں شے پاک ہے وہ اور بلند بالا جس شے سے جوہ کرتے ہیں لکھ اور نہیں تھے لوگ (ابتدا میں)

إِلَّا أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ

گمراہ ایک ہی امت تھے پھر اپنی بھڑی آپا ہم اختلاف کرنے لگے اور اگر ایک بات پہلے سے نہ ہو چکی ہوتی آپ کے رب کی

لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۳۶﴾ وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ

طرف سے تو فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان ان لوگوں میں جس میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم کہیں تو نازل کی جاتی ان پر

عَلَيْهِمْ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ فَقُلْ إِنَّمَا الْغِيبُ بِلَدِي فَأَنْتُمْ خَرِئُونَ ﴿۳۷﴾

کوئی آیت ان کے رب کی طرف سے ؟ سو اس آیت پر غیب تو صرف اندر کے لیے ہے پس انتظار کرو میری جگہ سے ساتھ

مِنَ الْمُتَنظِّرِينَ ﴿۳۸﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ

انتظار کرنے والے ہوں اور جب ہم لطف اندوز کرتے ہیں لوگوں کو اپنی رحمت کے اس تکلیف کے بعد جو

۳۵ کے تعلق کے متعلق ان کے دونوں عقیدے یہود و ادر لغویں، جب ان کا سر سے سے کوئی وجود ہی نہیں تو ان پر غور کرنے کی ہی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر ان کا کوئی وجود تھا تو ہوسکتا تھا کہ عام لوگوں کو اس کا علم نہ ہو لیکن کوئی چیز جو وجود پر خواہ وہ کتنی غنی اور پوشیدہ ہو وہ جس میں اور ہر مان خدا سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور جب اسے بھی اس کی خبر نہیں تو پھر ان کا سر سے سے وجود ہی نہ ہوگا۔ بتوں کی خدائی اور ان کی سمجھتا کا رد کس نیچے پر پڑے میں کیا گیا ہے۔

۳۶ کے ان کی ساری یادہ کو قبول اور سپردہ سزا میں کار فرما دیا۔

۳۷ کے چاہیے تو یہ تھا کہ جب انھوں نے حق کو قبول کر لے سے دانتا نکال دیا اور انسانی وحدت کو کفر و انحراف کے فساد و انحراف نظر آتے تھا یہ سے پارہ پارہ کر دیا تو فوراً انھیں صفحہ ہستی سے محو و غلطی طرح مٹا دیا جاتا لیکن قدرت اسی زود گیر اور تک مخرج نہیں وہ انسانی کو سوچنے سمجھنے اور پہچاننے کے لیے کافی حیات دیتی ہے کہ وہ طرح طرح سے اسے خواب غفلت سے مجبور کرتی ہے۔

۳۸ کے نزول خطاب کے لیے بڑی بے چینی کا اظہار کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کرم علیٰ آلہ و آلہ و سلم کو لاشاد فرماتا ہے کہ انھیں آگاہ کر دیں کہ ان کا تعلق شیعہ الہی سے ہے جب اس کی حکمت کا تقاضا ہوگا تو ان پر خطاب نازل کر دیا جائے گا اگر ہم اسے گمراہی کے اندھیروں میں ہی چھوڑ دیتے رہیں گا اور وہ گمراہی کو قبول نہ کرنے کا عزم کر لیا ہے تو پھر وہ وقت ضرور آئے گا کہ ہم بھی خدا

مَسْئَلُهُمْ إِذَا هُمْ مَكْرُوفٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ

انہیں بھی لگے تو فوراً وہ مکر فرمیں گے جسے ہم ہی ہمارے آیتوں میں فرماتے تھے زیادہ تیز ہے اس مکر کی سزا دینے میں اللہ جگ

رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَكْرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

ہمارے پیغمبر (فرشتے) لکھتے ہیں جو تم پر ہے جو سیر کرتا ہے تمہیں خشکی اور سمندر میں لگے

کو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر منتقل کرنے والا ہوں۔

مسئلہ یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور ہدایت الہی میں حضور کی قدرت و عظمت کی ایک روشن دلیل کی طرف اشارہ کر کے کفار و مشرکین کے غلو و تعصب کو برائیاں کیا جا رہا ہے کہ اتنی روشن اور واضح دلیل کے بعد بھی وہ اپنی کٹ جھٹی اور سب و حری سے باز نہیں آتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں یہ روایت بھی ہے کہ جب کفار کا غلو اور اذیت اور انسانیوں پر حسی جلی گئیں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں التھاک الھم انتھاک علیھم بیع کسج یوسف، اے اللہ ان پر قسمت علیہ اسلام کے زمانہ کاسات سالہ خط سطر غوا کر میری مدد فرما۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور خط سالی نے اتنی شدت اختیار کی کہ ہر طرف خاک اڑنے لگی۔ غلہ اور دیگر اشیاء برباد ہو گئیں۔ یہاں تک کہ کتہہ واسے چڑھے اور مردار دکھا کر اپنی شکم پوری کرنے پر مجبور ہو گئے جب سخت مجبور ہو گئے اور رنج و غم کی کوئی راہ نظر نہ آئی تو بارگاہِ سفیان بارگاہ و رسالت میں حاضر ہوا اور اگر عرض کرنے لگا یا محمد انک متاھو بطاعة الله وصلة الرحم وان غومک فادھلکوا فالج، اے اللہ ہم ان یکشف عنهم فدا (ظہری عن کادری) نے کھدے آپ اعلیٰ صحت الہی اور صحت دینی کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم کو خط سالی کے باعث ہلاک و برباد ہو چکی ہے۔ اپنے رب التنا کر کہ وہ ہماری اس تکلیف کو دور فرما دے تو حضور نے بارگاہ و رب العزت میں دست دعا و راز فرمایا۔ پھر کیا تھا موملار حار بارش برسی ہر طرف بل قتل ہو گیا ہرگز نہ زمین میں زندگی اور شاہی لوٹ آئی اور شدید خشک سالی خوشحالی میں بدل گئی۔ انھوں نے دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مجبور بند کی برکت سے ان پر رحم و کرم کے دروازے کھلی دیتے ہیں۔ چاہتے تو یہ تھا کہ وہ حضور کے دربار رحمت کو مضبوطی سے قیام لیتے اور جس دین برحق کی طرف حضور بارہے تھے اُن کو فوراً بعد خوشی قبول کی لیتے لیکن ان کی ہلام شمنی اور کلم آزادی میں کوئی فرق نہ آیا، بلکہ ان ظالموں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ہمارے بتوں کی کرپا ہے یا غلوں ستار سے کے طلوع ہونے سے بارش برسی ہے۔ ان کے اس رویہ کو اذللہم مکر فی آیتنا کے کلمات سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مسئلہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف بڑی ہمارت اور چابک دستی سے مکر و فریب کے جو جال وہ بن رہے تھے انہیں تیز نظر پڑا۔ یادہ کر دیا چند سال ہی نہ گزرنے پائے تھے کہ ان کے مشرکانہ حمایت کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ ان کے بیٹے بیٹے بتوں کو ان کے اپنے پجاریوں نے ہی دینہ دینہ کر دیا وہی جو اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لیے سارے جہن کر رہے تھے وہی ہزار خنثی کے پڑانے بن گئے۔ لفظ مکمل تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمادہ آل عمران کی آیت (بر ۴۵) کا حاشیہ (القرآن)

حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرَبَ بِرُمْحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرَحُوا بِهَا

یہاں تک کہ جب تم سوار ہو کر ہر کشتیوں میں تلک اور وہ چلنے لگتی ہیں ساز و ساز کو لیکر رات بڑی دیر اور وہ سرسبز ہوتے ہیں

جَاءَ تَهَارِمْ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُوا

اس سے اور تلک تلک آتی ہے طوفان سے اور آتی ہیں انھیں موجیں ہر جگہ (طرف) سے اور وہ خیال کرتے

تھے کہ یہ تم ہی تلذذی سے سلام کے خلاف سازشیں کرتے ہو۔ اے ان کی تاریکی میں شان و شوہل میں بیٹھ کر میرے محبوب کو اذیت پہنچانے کی سعی مذموم کرتے ہو اور دل ہی دل میں یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری یہ کاروائی ایک معرکہ کرم ہے جس کو کوئی نہیں جانتا۔ انا لا تقوا کسی سمجھا دیتے ہو اللہ تعالیٰ سے۔ اس کے تو غور کیے ہوتے فرشتے تمہارے دائیں بائیں بیٹھے تمہاری زبان پر آتے والی ہر بات اور تم سے سرزد ہونے والی ہر حرکت کو تمہارے سامنے مل میں لکھ رہے ہیں۔ جب وہ دو فرسوز عشر کھولا جائے گا تو اس وقت کہاں سے چھپاؤ گے؟

۲۹۰۔ یہاں اپنی قدرت اور رحمت کی ایک اور نشانی ہوا۔ اپنے ایک نامی تمام کا ذکر فرمایا۔ بار بار ہے کہ دیکھو اس نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے لیے سوار یوں کا انتظام فرمادیا ہے۔ چوں کہ ذریعہ ہمیشہ مسافر کو آسانی سے ملے کر سکتے ہو اگر یہ تیز رفتار سواریاں نہ ہوتیں تو تم بحر و بر کی ان دستوں میں ہی گم ہو کر رہ جاتے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچنے میں عمریں صرف ہو جاتیں۔ بھلا تم عند کے گھر سے اور سیکڑاں پانی کو جو جو کر سکتے تھے؟ یہ سب اس کی عنایت اور اس کا کرم ہے۔ کہ اس نے ایسی سوار یوں کا جند و دست فرمادیا جو تمہیں اپنے کندھوں پر اٹھائے، بڑی بڑی رفتار سے کھلے میدانوں اور شہر پہنچا دیں۔ رہتوں، گھنے جنگلوں اور گھاٹیوں دریاؤں اور فضاؤں میں دوڑتی پھرتی ہیں۔ خود کار و گارڈ و رفت کی یہ سہولتیں نہ ہوتیں تو ظلم و دن کی یہ ترقی و تجارت و صنعت کی یہ گامگاہی اور ترقی و تمدن کی یہ بہار معرض وجود میں آ سکتی؟ ہرگز نہیں۔ پھر تم اس کا شکر کیوں نہیں بجا لاتے؟

۲۹۱۔ جب یہ دونوں کے مہیب بادل گزر آجاتے ہیں جب غم و اندوہ کا اندھیرا پھیل جاتا ہے جب سارے مصلحتی اسباب ٹوٹ جاتے ہیں جب تمام دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جب دل کی کسی ناخوشی اور ناامیدی کے طوفان میں ڈولنے لگتی ہے اس وقت انسان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور ایک ایسی ہستی کا یقین آنے لگتا ہے جس کو ماننے سے آج تک وہ انکار کرتا رہا تھا۔ اس کے دل میں رحمت کے سرچیلے کے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا جس کی وہ اب تک ٹانفرامی کرتا رہا تھا۔ اس وقت انسان تمام معنوی و مادی سے منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے گزر کر انسانی فطرت و جبلت کے لیے سوال کرتا ہے اور رنج و غم کو اپنے لیے انرا ایک دفعہ تھمتے جیسے اس کو اب ہلاکت سے بچالیا تو فکر تھرتھری چکھٹ سے سر نہیں ہاتھواؤں گا۔ اگر ایک مرتبہ تم نے میری بیجا دلی پر توبہ کیا یا تو دم واپس تک تیری حمد و ثناء کے گیت گاتا رہ جاؤں گا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے اس کو نازنا ہے اس کی امیدوں کے ڈوبتے ہوئے سینے کو ماحول و ادبک پہنچا دیتا ہے تو وہ پھر کفر و شرک کرنے لگتا ہے۔ اسی سبب وہی نہیں دہشک اس نے کسی کریم کو اس نازک وقت میں بچا دیا۔ مصیبت کی ان گھڑیوں میں اس نے کیا وعدہ کیا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ نُقْضِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ يَدْعُو

یہی ہم دناستگ بیان کرتے ہیں اور اپنی قدرت کی نشانیں کو اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ بلا تا ہے

إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ لِلَّذِينَ

(انہی) سلامتی کے کمر کی طرف شکہ اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ سیدھے راستہ کی طرف۔ ان کے لیے جنہوں

أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۝ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۝

انہی کے لیے ایک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور نہ چھلکا اٹھائے ان کے چہروں پر (رسالہ کا) بخیر اور نہ قوت (کا) اثر ہوگا

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ

یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جنہوں نے بڑے کام کیے شے

وہاں کبھی نوبت نجات کے نہ ہوگا۔ جہاں آج وقت و شہادت کا حضرت چھٹکارا ہے وہاں کبھی ہلکیاں کیا کرتی تھیں۔
شکہ یعنی عروج و زوال کے ان کو شہادت و قیامت کو بیان کرنے کا مقصد داستان سرائی نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اہل علم و دانش و ان
اسباب کے سرخ لگاتیں جن کی وجہ سے یہ آباد شہر اور پر رونق بستیاں اور خوشحال قومیں برباد ہو گئیں تاکہ وہ ان غلطیوں کا انتخاب کرنے
سے بچیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں خالی دنیا اور باریکی قنات پر لڑائی میں کھیلنے سے اس لیے روکتا ہے کہ تم کہیں ہمارے بوس کی زنجیروں میں
مقید ہو کر نہ رہ جاؤ نفس و شیطان کے فریب میں پھنس کر اپنے حقیقی مقام سے بے خبر ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی راہ پر چلنے
کی دعوت دیتا ہے جس پر چل کر تم اپنی منزل پاؤ گے اللہ کی نوح و نوحین ہوگی اور تم قرب الہی کی سعادت سے بہرہ اندوز کر لے
جاؤ گے۔

اللہ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ اعانت گزار اور فرمانبردار بندوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوگا کہ جتنی انہوں نے کیا کیا کی
ہوئی تھی لیکن ان کے برابر ان کو اجر دیا جائے گا اور اس بلکہ اجر کے علاوہ انہیں مزید انعامات اور احسانات سے بھی نوازا جائیگا۔
جن کا اندازہ آج کسی پیمانے سے نہیں لگایا جاسکتا۔

شکہ لیکن ہر کاروں کو سزا ان کے جرم سے دیا وہ نہیں دی جائے گی۔ جتنا جرم ہے اتنی ہی سزا۔ نیک و نیک و نیک کے ساتھ
سزا دینے میں جو دھماکا محسوس نہ کیا جائے گا بلکہ ہر کاروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں صلہ و انصاف کو پیش نظر رکھا جائیگا

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ يَوْمَئِذٍ مُّثْلُهَا ۖ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ

تو بُرائی کی سزا اس جیسی ہوگی۔ اور چھا رہی ہوگی اُن پر ذلت۔ نہیں ہوگا۔ ان کے لیے اللہ کے لیے ہے

عَاصِمٌ كَاثِبًا ۚ أَغْشِيَتْ وَجُوهُهُمْ قُطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ

کوئی بچانے والا۔ گریاؤ عاصم چھپے گئے ہیں۔ ان کے چہرے کالی رات کے گھسٹن کی طرح سے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ

وہی روزِ قیامت میں وہ اس میں پیشہ ور ہیں گئے اور ان کی پیشانی کا تصور کرو جس میں ہم جمع کریں گے

نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ فَرَلَيْنَا بِهِمْ

ان سب کو (میدانِ خشوع) پھر ہم جمع کریں گے مشرکوں کو اپنی جگہ پر غیر عبادت گزاروں اور تمہارے جو سب سے پہلے متعلق کر دیں گے انہی سے ہم

وَقَالَ شُرَكَاءُؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَاعِبُونَ ۝ فَكُفِيَ بِاللَّهِ شَهِيدًا

اور کہیں گے ان کے معبود (مشرکوں) تمہاری عبادت نہیں کیا کرتے تھے پس کافی ہے اللہ تعالیٰ کو کہ ہمارے درمیان

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُم مِّنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لِغَفْلَةٍ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُو

اور تمہارے درمیان کہ ہم تمہاری پرستش سے باغلی رہے خبر تھے وہاں آزمائے گا

اللہ ان آیات میں کفار و مشرکین کو میدانِ خشوع و شش آئے والے واقعات سن کر انہیں غور و مستحکم کی دعوت دی جا

رہی ہے کہ آج تمہیں پھر رسولِ مظلوم کی پیش کر سکا اور حجتِ توحید سے رہا ہے لیکن تم پروا نہیں کرتے

اور اپنے ان ہی اور پھر کے قبول کو پہنچتے چلے جا رہے ہو۔ یاد رکھو قیامت کا دن آئے والا ہے۔ اس روز تمہارے پروردگار

تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ بلکہ تم سے اپنی لافعلی کا اظہار کریں گے۔ اس وقت تم فریادِ امت سے ہونٹ کاڑھ گے۔ لیکن

بے سود کل کی پیشہ جانی اور رسوائی سے بچنا چاہتے ہو تو آج میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کر لو۔ ان کا وہی

کرم تمام کرو اور ان کی پیروی کر اپنا شمار بناؤ۔

كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ وَصَلَّ عَلَیْهِمْ

ہر شخص جو اس نے اس کے پیچھے چھوڑا اور انہیں تو لوایا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے وہ لو کہ ہر علیہ السلام

مَا كَانُوا يَعْتَرُونَ ۝ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ

جو وہ ان کو پانچا کرتے تھے آپ پر بھی کہ ان رزق دیتا ہے انہیں آسمان اور زمین سے یا کون

يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ

مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور کون نکالتا ہے

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدْبِرُ الْأُمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ

مردہ کو زندہ سے اور کون ہے جو ان نظام فرماتا ہے ہر کام کا ؟ تو وہ جواب دے کہ اللہ پس آپ کہیے

اے مشرکین کی زندگی اور کئی اٹھا اور ڈراٹ کا ذکر کرنے کے بعد ان کے جوئے خداؤں کی عقل پر ایسی کدھی ضرر نہیں نکلتی جا رہی

ہیں جن کا جواب ان کے پرستاروں کے پاس بھی نہیں ملے گا چھاپا ہوا ہے کہ بتوں کا پانچا مانسنے والا اور یہ بتاؤ یہ قسم قسم کے انسان

نک بنگ میل اور طوطی طرح کی ہزاروں کس سے پیدائی ہیں۔ یہ سینکڑوں قسم کے جانور جن کا تم گوشت کھاتے ہو کس کی پیداوار ہیں تم تو زمین

میں ہل چلا کر ہی بنی ہوئی آتے ہو۔ اس کے بعد جواب دہمت برس کر انہیں سیراب کرتا ہے۔ چاند کی ٹھنڈی ٹھنڈی دھوپ کی کرنیں اور

سورج کی گرم گرم سنہری شعاعیں جو اس نقشے سے سج سے ایک دھرت نکالتی ہیں اس کو رنگ و بو سے نوازتی ہیں۔ اس میں دانے

کی درس گھومتی ہیں۔ یہ ہوائیں جو نہاد کے شگوفوں میں علی تنبیج (COLLINATION) کا انجام دیتی ہیں۔ ذرا انصاف سے بتاؤ آفرینش

اور نشوونما کے اس عمل (PROCESS) کی طویل و تنبیج میں کئی ایک سو بھی ایسی کڑی ہے جس کی نسبت تمہارے ان بتوں کی طرف

کی جاسکتی ہو پھر دیکھو انہیں آکھارو ان کس سے بنے ہیں ان میں دیکھنے اور سننے کی قوت کس نے رکھی ہے۔ تم اس نازک اور

بیحد ہشیر کی کو دیکھو کس حکمت اور جرات سے بنائی گئی ہے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ کہ یہ کد نامہ تمہارے مجروروں نے سرسراہٹ دیا ہے

اور سوچو زندگی اور موت دو متضاد قوتیں ہیں ان میں کس حقیقت آشنا کھول کر دیکھو اور بتاؤ کس کی قدرت ایک ہر چیز کو غلط اور صحیح

سے زندگی کے پتے جاری کرتی ہے اور کس طرح زندگی کے شکم سے مردہ اشیاء پیدا کرتی ہے۔ کیا اس میں تمہارے بتوں کا کوئی

ذیل ہے تاہم میں وہ بلا لاہر فرما کر بتا دیا کہ یہ چند چیزیں تو بلند و مثال ذکر کی گئی ہیں ورنہ اس کا رخا نہ مستی کی جس چیز کی طرف تم دیکھو

وہاں ایسی ہی قدرت و حکمت اور علم کامل کے جلوے تھیں نظر آئیں گے جو غصہ سبب اور سبب و علت اور معلول و موثر اور اثر و سبب کے

بہت تعلق کا جو نظام حکم قائم ہے وہ سوچنے والے انسان کو حیرت کر دیتا ہے اب بتاؤ کہ آسمان کی بلندیاں اور زمین کی بلندیوں

(جب حقیقت یہ ہو تو تم انہیں کہتے ہو اللہ تعالیٰ جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے تمہیں اس کے بعد کیلئے بجز

۵۴۔ پھر تعین (حق) کے لئے مرزا مبارک علی فرماتے ہیں کہ یہ بات ۵۵۔ ان کے ۶۰

تکلف جو ذات ان صفات کمال سے تصف ہے جو ان خوبیوں کی مالک ہے وہی خودائے برحق ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی کو اپنا خدا و مہربان بناوے تو گمراہ ہو جاوے گا۔ ذرا غور تو کرو کہ کیا ان خوبیوں و کمالات کے رچیتاروں اور دویم و گمان کے ویرانوں میں بارے مالک کچھ رہ سکتا ہے۔

اور ترجمہ اور علماء کے نزدیک جن میں حضرت امام ہاگت بھی ہیں، غنا ایک ایسا لہو ہے جو دلوں میں مچان پیدا کرتا ہے۔ اور قرآن و سنت میں اس کی حرمت پر کوئی ذیل نہیں۔ بلکہ اس صحیح حدیث سے اس کا سبب ہونا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے ان کے پاس انصاف کی دو لڑکیاں وہ اشعار کا ادبی تھیں جو انصاف نے جنگ

الَّذِينَ فَسَقُوا أَكْهَمَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ

مَنْ يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يَعْبُدُ قُلْ اللَّهُ يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يَعْبُدُ

جو خدا آفرینش بھی کہے پھر (فنا کے بعد) اسے دہرا بھی دے گا۔ آپ ہی فرمائیے اللہ ہی آفرینش کی ابتدا بھی کرتا ہے اور افسانے پیدا

بناش کے بارے میں کہے تھے حضرت صدیق کے (غصہ سے) فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کاشائے اقدس اور اس میں شیطان کے آلات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کشتا تو فرمایا ہے لوگو! انھیں گلے نہ دو کیونکہ آج عید کا دن ہے۔ اگر غنا حرام ہوتا تو اس کا گڑھ دور کے گھر کو لے جاتا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے بڑکنا چاہا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نصحت دی اور لوگو! یہ ترمی غرانی نہ کرو اس سے اپنے دلوں کو بھلا سکیں۔ کیونکہ شخص ہر وقت ایسے نہاد اور ایسی پابندی کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ حضور کے اس ارشاد سے کہ آج عید کا دن ہے انھیں گلے نہ دو کہ 'یثابت ہوتا ہے کہ ہر وقت فنا سنا کر رہا ہے بلکہ خاص خاص تقریبات مثلاً عید شادی کسی مسافر کی واپسی وغیرہ موقع پر اس کی نصحت ہے اور غلہ کی حرمت پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ منہ کے اعتبار سے یا معنی کے اعتبار سے قابل التفات نہیں ہیں۔

۱۰۔ کہ تم سے پہلے جن کو تاوانہ اندیشوں اور بد نصیبیوں نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اور فرمانبرداری اور تقویٰ کے بجائے فسق و فجور کو اپنا شعار بنایا۔ ہم نے ان سے ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت سلب کر لی اور ان کی آنکھوں کو نور حق دیکھنے کی قوت سے محروم کر دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری ان مسلسل زنا فرمایوں اور پیوستہ ستانیوں کے باعث تم سے بھی حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی استعداد و چھین لی جائے اور تم باطل کے گھپ اندھیروں میں ہی ٹھہریں مانتے مانتے مارے دم کوڑو۔

۱۱۔ تمہیں اور باطل خداؤں کے پیادوں سے ایک اور سوال پوچھا جا رہا ہے کہ یہ بتاؤ اس عالم میں کس نے کیا اور قیامت کے روز کوئی انھیں دوبارہ زندہ کر کے یہ طرین مشرین لاکھڑا کرے گا؟ کیا تمہارے یہ جہودان میں سے کسی بات پر قنات میں؟ کیا آسمان کا سا تباہان انھوں نے تانا ہے؟ چپکے ہوئے دگتے ہوئے ان گنت تار سے انھوں نے اس کی بساط پرٹانچے ہیں۔ یہ سب کچھ تو ان بتوں کے ٹکڑے بنانے سے لاکھوں سال پہلے موجود تھا۔ پھر یہ ان کی پیداوار کیسے ہوئے۔ کیا پیدا کرنے والا پیدا کی جانے والی چیز سے خود بعد میں پیدا ہوتا ہے؟ کیا یہ زمین کا فرش انھوں نے بچھایا ہے؟ کیا اس پر فلک برس پھاڑا انھوں نے کھڑے کیے ہیں۔ کیا پاؤں اور خشکی کی آفرینش میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ بت کائنات کے خالق کیونکر ہو گئے۔ تو جب اس عیب اور پر خلعت جہاں کو پیدا کرنے پر وہ قادر ہے تو اسے دوبارہ زندہ کرنے کی بھی وہ قدرت رکھتا ہے اور تمہارے یہ سہوہ جن کو تم خدا مانتے ہو اور خدا مان کر ان کی پوجا کرتے ہو یہ جب خلق و بعثت دونوں میں سے کسی پر قادر نہیں تو پھر خالق حقیقی اور خدا برحق کے سوا کسی کو خدا کیوں مانا جائے! اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کیوں کی جائے؟ کیونکہ سوال قیامت سے بھی ہورہا

فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ

ہوئے (اذا کسی ہے جس پر روشنی کرو) تم کو مگر پھر سے جانتے ہو آپ کو چھوٹے کیا تھا سب سے بڑوں میں سے کوئی حق کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے؟

قُلْ اللَّهُ يَهْدِي لِلْبَاسِقِ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ

(خود ہی جو رہا) فرمائیے اللہ ہی حق کی طرف رہنمائی فرماتا ہے کہ کیا جو راہ دکھائے حق کی وہ دنیا و آخرت میں سچے کہ جس کی پیروی کی جائے

أَفَمَنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِيَ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝

یا وہ جو خود ہی راہ نہ لگائے مگر یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے۔ (اسے مشرک کہہ دیجئے) تم کیسے فیصلے کرتے ہو۔

وَمَا يَكْبَهُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

اور ان میں سے اکثر مگر محض بہم و گمان کی بلاشبہ وہ ہم و گمان بے نیاز نہیں کر سکتا حق سے ڈرہ مگر۔

سب سے زیادہ قیامت کے وہ قائل نہ تھے اس لیے جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔
قُلْ اللَّهُ -

شعشعہ چلور تو تم نے بھی مان لیا کہ تمہارے ان جہلوں کا ظن کی کائنات اور احوال کی کائنات میں کئی عمل دخل نہیں بھلا یہ بتاؤ کہ کیا ان کے پاس کوئی پیغام ہدایت ہے جس کی روشنی تمہاری زندگی کی شاہراہ کو کوٹھکا دے اور تم غلو کی گمانے سے بچ جاؤ کیا ان کے پاس کوئی ایسا مشورہ ہے جو تمہاری اخلاقی اور اجتماعی ترقی کا ضامن ہو کیا ان کے پاس کوئی ایسا ضابطہ اخلاق ہے جو تمہارے اعمال میں اخلاص اور گماں پر یکسر سے اور تمہاری تمدنی اور معاشرتی سرگرمیوں کو عمل و انصاف کا آئینہ دار بنادے جیسے اس معاملہ میں بھی وہ صفر میں تو پھر ان کو خدا کھنا اور اعلیٰ عبادت کرنا کتنی بڑی حماقت ہے نہ کہ ان کی ذات تو وہ ہے جو رش و ہدایت کا منبع ہے ہدایت کا نور جس رنگہ اور جس صورت میں اس کی ملوثہ طرف ہے وہ اس کی غلبت ہے یہی حق و صداقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہی حق و باطل میں تیز کر کے والی فہم و دانش و تہذیب ہے۔ وہی اپنے جلیل القدر انبیاء و نبیوں کو فرما کر دعوت حق و تہذیب اور روشن معجزات سے حق کو واضح کرتا ہے۔ اور وہی حق کو قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرماتا ہے اس لیے وہی سب کا خدا اور وہی سب کا ممبر ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں جسے خدا بنایا یا جاسکے۔ قُلْ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ اِیٰی یُصِيبُ الْاِدْلَاقِلْ وَاِرسال الرسول و التوفیق الی النظر الصبیح وخلق البیدایہ۔

شعشعہ نظر ظن عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ صاحب تاج العرب نے غلطی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے۔
وَنِي اِبْصَارُهُ قَدْ وَرَدَ الظَّنُّ فِي الْقُرْآنِ بِمَعْنَى اَرَادَهُ اَوْ بَعْدَ مَعْنَى الْيَقِيْنِ وَبَعْنَى الشَّكِّ وَبَعْنَى السَّهْمَةِ وَبَعْنَى الْحَبْلِ -

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ • وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ

یہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں ۱۷ اور نہیں ہے یہ قرآن تلوہ کر

ترجمہ :- بصارت لغت کی ایک معتبر کتاب اس سے کہ قرآن کریم میں لفظ ظن چار معنوں میں استعمال ہوا ہے اور وہ معانی یہ ہیں :-
 یقین، شک، تمسک اور دھم و گمان۔

اس آیت میں ظن کا لفظ اپنے آخری معنی حسابان یعنی دھم و گمان میں مستعمل ہوا ہے۔ امام بخاری نے لکھا ہے: الظن، الدھم والخیال یعنی یہاں ظن کا معنی دھم و گمان ہے۔ بخاری کی حدیث نے اس لفظ سے بڑا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ بڑی شد و مد سے کہتے ہیں کہ علماء رسول نے تصریح کی ہے کہ خبر واحد (حدیث کی ایک قسم) سے ظن حاصل ہوتا ہے اور ظن کے اتباع سے قرآن نے سختی سے منع کیا ہے اور اسے کفار و مشرکین کا شیوہ بتایا ہے کہ وہ ظن کی پیروی کرتے ہیں تو قرآن کی ان تصریحات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ ظن کا اتباع جائز نہیں اور خبر واحد کو نہ ظن کا قائمہ دیتی ہے اس لیے اس کا اتباع نہ مفسد خداوندی کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ احادیث جو خبر واحد میں اور بیشتر وہ احادیث جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں وہ خبر واحد میں اس لیے وہ ساقط الاعتبار ہوں گی اور درجہ اولیٰ ہوں گی۔

اس لیے جانتا چاہیے کہ علماء اصول نے ظن کو ایک مخصوص معنی میں استعمال کیا ہے اور قرآن نے جس ظن کے اتباع سے روکنا ہے وہ ظن کا چوتھا معنی ہے۔ اس لیے ہم خبر ظن کی پیروی کرتے ہیں وہ اور ہے۔ پہلے ظن کا ایک معنی مراد لینا قرآن کریم کے ساتھ بے انصافی اور عربی لغت کے ساتھ ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرماوے اور ایسی غلط فہمیاں سے پاکستے جو شریعت کی بنیادوں کو تزلزل کرنے کا باعث ہوں (اس کی مزید تفصیل کے لیے محقق تالیف مسند خیر الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صفحات ۱۸۶ تا ۲۰۰ ملاحظہ ہوں)۔

۱۷ یہاں انھیں سزاؤں کی جارہی ہے کہ یہ تم سمجھو کہ تمہاری کارستانیوں کی کسی کو خبر نہیں اور تم کو کچھ کرتے ہو اس پر کوئی عاصیہ نہ ہو گا۔ خوب کان کھول کر سن لو کہ تمہاری ہر حرکت پر عظیم و خیر خدا آگاہ ہے اور وہ تمہیں تمہارے کرتوتوں کی پوری پوری سزا دے گا۔ ریدہ عن الامراض عن الصحیح العقلیۃ والافتیۃ انباء عا لظن والتقلید۔ (نظری)

سنت عقیدہ توحید کے بعد جس چیز پر انھیں زیادہ اعتراض تھو وہ یہ تھی کہ قرآن مجید جو حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں پہنچا کر نہلاتے ہیں وہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے۔ یہ ان کے فہم و ادراک سے بالاتر تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے پر کوئی کلام نازل ہوتا ہے۔ اس بات دھری کے باوجود قرآن کریم کی فصاحت و بے غفلت سے انھیں انکار نہ تھا۔ بلکہ دل ہی دل میں وہ اس سے حد و درجہ متاثر و مرعوب تھے۔ قرآن کی اس حیرت انگیز تاثیر کی وجہ سے وہ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا کبھی وہ اسے جادو کہتے کبھی حضور پر ایمان نہ لگاتے کہ انھوں نے خود گھڑا ہے اور ناحق اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جتنا کہ لوگ ان کے متقدمین جانتے کبھی کہتے

يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

مکڑیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا کہتا نہیں بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے جس کی عمارت سے پہلے نازل ہو چکی ہے

وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ

اور کتاب کی تفصیل ہے۔ نہ شک نہیں اس میں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے (نہی) ہے کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ

افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ ۚ وَادْعُوا مَنِ اسْتَعْظَمْتُمْ مِنْ

نہ خود کہتا ہے اسے۔ آپ فرمائیے پھر ہم سب کو ایک سو سے زائد (ادعا) کیلئے، بلا کہ ہم بلا سکتے ہو

دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ مُصْدِقِينَ ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فُحِطُوا

اللہ تعالیٰ کے علاوہ اللہ اگر تم (اپنے الزام میں) کہتے ہو۔ بلکہ انھوں نے جھٹلایا اس چیز کو جسے وہ پوری طرح نہ

کہ نہیں خود تو نہیں کہتا کیونکہ آئی ہیں لیکن فلاں آدمی ان کو کہتا ہے۔ ایک مجرم کی طرح اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ہر قسم کی بہتان تراشیاں اور حیلہ سازیاں کرتے ہیں قرآن کا دل دلا دینے والا سب اہل حق سے ہر وقت پر جھٹے نہ دیتا اس لیے انھیں بددعا دینا پسند کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے ایک الزام کا جواب دیا جا رہا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کو انسان نے کہتا ہے وہ ذاتی اس کی نسبت ذات خداوندی کی طرف کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذرا سوچو اور انصاف سے بتاؤ کہ قرآن حکیم کس کی پاکیزہ اور پرہیزگار پیارے کلمات کے نازک آئینوں میں محتاط و مہارت کی جو شراب طور چھلک رہی ہے۔ اس کی آیات میں ارشاد ہدایت کا جو نور چمک رہا ہے کیا یہ کسی انسان کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب تو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اللہ ان علوم کا آئینہ ہے جو لوح محفوظ میں ہر قوم میں کیا محفل و اجازت دیتی ہے کہ ایسی کتاب کو افتر او بہتان کہا جائے۔

سلاخ یہاں ان کو چیلنج دیا جا رہا ہے کہ اگر تم سارا یہ کتاب درست ہے کہ کسی انسان کا کلام ہے اور اہل حق اس کی نسبت جھٹلے تو اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی گئی ہے تم بھی بڑے زبان آور و لغزبان اور قلندر کلام شعرا و خطباء اس قسم کی ایک سورۃ تو بنا کر پیش کرو اور اگر تم اکیلے اکیلے ایک سورۃ نہیں بناسکتے تو لوگوں میں عام ہے جس کو چاہو بلاؤ۔ سر جوڑ کر بیٹھو۔ پورے غور و فکر اور باہمی مصلحت مشورے ہی ایک سورۃ اس جیسی بناؤ۔ لیکن انھیں سناپ ہو گیا اور انھیں بہت نہ سہی کہ کوئی جواب دے سکیں۔ قرآن کریم کا یہ پہلی پہنچ آج بھی موجود ہے اور دشمنان اسلام کو لگا کر لگا کر کہہ رہا ہے کہ اگر یہ کلام الہی نہیں بلکہ کسی انسان کا کلام ہے تم اس کے مقابلہ میں زیادہ نہیں تو ایک سورۃ ہی پیش کرو۔

سلاخ یعنی قرآن کریم کے متعلق اہل کفر و عداوت نہ رویہ اور اس کو کلام الہی ماننے سے انکار کسی تحقیق و تعمق اور غور و فکر کا نتیجہ نہیں کہ انھوں

بِعِلْمِهِ وَلَكَايَاتِهِمْ تَأْوِيلَهُ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جان سکے اور نہیں آیا ان کے پاس یہاں کا انجام کلمہ اسی طرح رہے جی سے جیسا یا انھوں نے جو ان سے پہلے تھے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ

پھر دیکھ لو کیسا انجام ہوا ظالموں کا ۱۰ اور ان میں سے کچھ ایمان لائیں گے اس پر

وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ ۝ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ۝ ۱۱

اور ان میں سے کچھ ایمان نہیں لائیں گے اس پر اور آپ کا رب جانتا ہے مفسدوں کو اور اگر وہ

نے قرآن کو پڑھا ہو اس میں غور و فکر کیا ہو اس کو قبل تسلیم کے میزان میں تولیہ اور معرودہ اس قیصر پر پہنچے ہوں اس میں نقصان ظالم عیوب اور خامیاں موجود ہیں اس لیے یہ کلام الہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کے انکار کی وجہ سے کہ انھوں نے قرآن معلوف پڑھا ہی ہی حاصل نہیں کی۔ انھوں نے علم و دانش کے اس بحرِ بیکریں میں غوطہ بھی نہیں کی۔ اور اس میں غور و فکر کرنے کی رحمت ہی نہیں اٹھائی اگر وہ اس میں غور و فکر کرتے اور اگر قرآن کے آئینہ میں شگس چوہنے والے حسنِ حقیقی کا ایک جلوہ ہی دیکھ لیتے تو ہزار جان سے اس پر قربان ہو جاتے۔

۱۰ اس انکار کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن نے شیعوں کے لیے جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے اور منافقوں کو جس عذاب الیم کی دھمکی دی اور متعین میں وقوع پذیر ہونے والے جن واقعات کی خبر دی ہے وہ ابھی تک پورا نہ غیب میں مستور ہیں ابھی ان کا وقوع نہیں ہوا۔ وہ ان وعدوں و وعیدوں اور پیش گوئیوں کو خال و خالی ہی تصور کر رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ظہور کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ اس سے پہلے انھیں سوچنے اور حق کو قبول کرنے کی اہلیت دی گئی ہے جتنی ہی کا اتمام تاویہ سے کہ وہ اسے مذہب میں ضائع نہ کریں بلکہ اپنی مصلحت کی طرف متوجہ ہوں جب فیصلہ کن عذاب کی گھڑی آ پہنچے گی تو اس وقت ان کا آہ و فغاں کرنا بے سود ہوگا۔

۱۱ یعنی رحمت کے ان لوگوں کو کہ اپنی قوموں نے بھی ضائع کر دیا۔ انھوں نے بھی اپنے انبیاء کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ ان کے روشن معجزات کو دیکھا اور دیکھ کر انھیں بند کر لیں۔ وہ نادانی سے تباہ کن عذاب کے نزول کو ہی نبی کی صداقت کی کسوٹی سمجھتے رہے۔ اور رحمت کے لمحوں کو برباد کر دیا اور جب وہ غائب آیا اور اس نے انھیں نہیں کر رکھا یا اس وقت ان کا شک نہ اُٹھتا ہوتا اور فریاد کرنا ان کی کسی کام نہ آ سکا۔ اسے شریکینِ حرب و اقم بھی نزولِ عذاب سے پہلے تو یہ کہو اور میرے محبوب کے واسطے رحمت کو تمام ہوا اور نہ تمہارا بھی وہی میرا تھا۔ انجامِ ہر گاہ جو پہلی ناولن قسروں کا ہوا۔ اھذا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المتضویب علیہم ولا الضالین۔ آمین۔

آپ کو بتلانا جس توہمہ جانتے میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل نکالتے تمہاری اللہ تمہارا اس سے جو میں کہتا ہوں

اور میں بڑی اللہ سبحانہ سے جو تم کرتے ہو اور ان میں سے کچھ (مظاہر) دکھائی گئے جس آیت کی طرف تہ تو یہاں آیت

سناتے ہیں۔ بہر حال کو خواہ یہ کچھ نہ سمجھتے ہوں اور ان میں سے کچھ (نظاہر) دیکھتے ہیں آپ کی طرف سے

یقیناً اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا خواہ وہ کچھ نہ دیکھتے ہوں

لوگوں پر فخر و برتری نہ ہو۔ لوگ جن اپنے تقویٰ پر فخر کرتے ہیں۔ اور جس وڑا نہ تعالیٰ جمع کر گیا

۱۱۔ حضور کریم جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے یا کچھ دعا یا نصیحت کرتے تو آنگنا درخواب کا این لگا کر سنتے لیکن کیونکہ انہوں نے دل کے کانوں میں تعصب اور نفرت کی روئی ٹھونس رکھی تھی اس لیے وہ عدل سے حق کو سنتے سے قاصر تھے۔ ان کی مثال ایسے شخص کی سی تھی جو کانوں سے بہرہ اور عقل سے کور ہو کر نہ دیکھ سکتا بلکہ اشارات و قرائن سے مطلب پاسکتا ہو۔

ہفتے اگر کوئی ساری عمر ایسی سلامت میں سرگراں رہتا ہے تو اس محوئی کا باعث وہ خود ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی ہر بات کے لیے سائے سامان ہیسا فرمایا ہے۔ ایماندار کو کبھی شہوتِ فریادار گناہ میں نازل نہ فرمائے۔ اپنی قربت کے احسن اور آفاقی و حوصل



كَانَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ

انہیں وہ خیال نہ کیے، گویا وہ روز میں انہیں عجیبے مگر ایک گھنٹہ کی مدت پہنچا دیں گے، ایک لمحے کو اس حقیقت کو پہنچا دیں گے کہ

خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ وَمَا

تھامے میں سب سے وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو نہ کونہ کونہ ہدایت یافتہ نہیں تھے اور غلہ ہم

نُرِيكَ بِعُضِّ الذِّمِّي نَعِدُهُمْ أَوْ تَوَفِّيكَ وَالَيْنَا مَرْجِعَهُمْ

دیکھا دیں آپ کو کچھ (عذاب) جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے ان سے یا تو پہنچے ہی اہم اٹھا لیں آپ کہ ہر ایک میں ہمارے ملک

ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ ﴿٥٦﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا

پھر انہیں آزمائے پھر اللہ تعالیٰ گزارہ ہے اس پر وہ کہتے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے اللہ پر حسیب آیا

جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَ

ان کا رسول آیا اور انہوں نے اس کو جھٹلایا تو فیصلہ کر دیا گیا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا اور ان کے

بازار پہنچتی کے کوئی کوئی میں سجادے پہنچے جو شخص اتباع حق کی بجائے اپنے نفس امارہ کی اطاعت کرتا ہے اسے اپنی مریضیوں پر اپنے آپ کو ہی طاقت کرنا چاہیے۔

اللہ یعنی آج جس دنیوی زندگی پر مفلحان میں اور جس کی فتنوں میں اتنے ممکن ہیں کہ وہ اس کی بے ثباتی کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ جب قیامت کا دن آئے گا اس وقت ان کی آنکھ کھلے گی۔ اس وقت انہیں معلوم ہو گا کہ چند روزہ عیش و عشرت کے لیے انہوں نے اپنی ابدی زندگی کو آلام کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ اسے وہ زندگی کتنی ناپاؤں دیتی جس کی نشوونما انہوں نے وہ فریفتہ تھے۔

اللہ اس دن وہ ایک دوسرے کو پہنچائیں گے لیکن بچائے خوش رہنے کے ہر ایک اپنی مگر ایسی کا الزام دوسرے پر قوی ہو گا۔

لکھ اس سے معلوم ہوا کہ کہہ انہی پر جہاں کہیں پس آدم یا دینی ممال دی کا نورا اور ہدایت کی روشنی دے گا اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی نبی یا رسول کو ضرور مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بے شمار سلیس ان کے سامنے پیش کی گئیں لیکن ان کی گہری سہمی طبیعتیں اور سرکش ذہنیتیں ان سے متاثر نہ ہوئیں۔ انہوں نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی کہ جس عذاب کی آپ

تبیح حق یعنی کے بد فرماتے ہیں واللہ اعلم بالحق والاعمال اللہ تعالیٰ ان اقتدر علیہ منہما
فافی اقتدر علیہ بمشیتہ وبسماۃہ (روح المعانی)

یعنی اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر معنی قدرت اور اختیار میرے رتبے پر عطا فرمایا ہے
انتہائی میں کسی کو ضرر اور نقص نہیں پہنچا سکتا ہوں۔

آیت کا مقصد تمہارا کفار کی یا دو گویوں کو ختم کرنا اور یار لوگوں سے اس آیت کی آیت کے حضور جو تھیں اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے فضل و کمالات کا انکار کرنا شروع کر دیا اور ایسی نامناسب باتیں کرنے لگے جن سے دین و دانش دونوں خراب ہو گئے
محسوس کرتے ہیں کہ حضور کچھ نہیں دیتے حضور کچھ نہیں کہہ سکتے بارگاہ رسالت میں اپنے ہر کھوس و دروں کی فرما کرنا شرک ہے حضور
و غیر انھیں اللہ تعالیٰ علیہ السلام تو پرستائیں اپنی کم نظری سے اللہ تعالیٰ کو لائے توجہ نہ بھلا یہاں نفی بھی ہے
اور اثبات بھی نفی ہے ذاتی طور پر یا اختیار جو ہے کی اور اثبات ہے اللہ تعالیٰ کے اذن اور عطا سے یا اختیار جو ہے کا۔ اگر کوئی
یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے تب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیض یا نقصان پہنچا سکتے ہیں تو یہ شرک اور کفر ہے اور جو یہ سمجھے
کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اختیار سے بھی کچھ نہیں دے سکتے تو یہ صرف اللہ کے خلاف ہی نہیں بلکہ شان مصطفیٰ کا بھی انکار
ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جو عطا کا بھی انکار ہے۔ خدا را عز و جلالہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمت عالمی کا تاج بخشا
تو کیا اس کی کوئی حقیقت بھی تھی یا محض شاعرانہ مبالغہ آوری اور تصنع و تکلف کا نظام و نظام تھا یا مستغفرا اللہ نہیں نہیں یا ارشاد مبنی
بر حقیقت تھا ایسی روشن حقیقت جس پر کوئی ہزلہ پردہ نہ تھا چاہے وہ حبیب نہیں سکتی اللہ تعالیٰ نے خود جابجا ان فیض و برکات
کا ذکر فرمایا جن کا سر مشید ذات پاک مصطفیٰ علیہ السلام تسمیہ و اہل الشاکو بنایا گیا ہے۔ چند ایک آیت بھی ملاحظہ فرمائیے اور
اپنے قلب و دماغ کو فرامیساں سے متحرک کیجئے ارشاد خداوندی ہے: **سَوَّيْنَاهُمَا الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَفَرَّغْنَاهُ**
میرا محبوب سلمانوں کو کتاب و حکمت دکھاتا ہے اور ان کے دلوں کو ہر گرد و غبار سے پاک کرتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ ہے: ۱۔

الْمُكِتَبُ الَّذِي لَا يَنْفَعُ شَيْءًا مِنَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بِالسُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ۔

و اے محبوب! یہ کتاب تم کے آپ کی طرف اس لیے نازل کی ہے کہ آپ لوگوں کو ہر قسم کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت
نکھ پہنچائیں ان کے ہر دور و گار کے اذن سے۔

سو نہ قبر کے انتقام پر پہنچے محبوب کی شان رفیع اور شفقت عظیم کا ذکر ان پیارے کلمات میں فرمایا۔

تَوَفَّيْنَاهُ عَلَىٰ سَوْآتِهِ مُتَوَفِّيًّا مَدَنِيًّا مَكْرِيًّا الْوَحْيُ مِنْ رُوحِنَا ذَا حِلْمٍ۔

یعنی میرے محبوب رسول پر ہر وہ چیز جو تمہیں شفقت میں ڈالنے بڑی گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی پر بڑے عریض ہیں۔

مسلمانوں پر بڑے شفقت اور رحم فرمائے دالے ہیں۔

اگر یہ آیات علیات ان لوگوں کے نزدیک کوئی معنی اپنے اندر رکھتی ہیں تو وہ انہیں بار بار پڑھیں عظمت مصطفیٰ کے

اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۝ قُلْ

مقرر میعاد تو نہ وہ پیچھے نہ سکیں گے ایک لمحہ اور نہ آگے بڑھ سکیں گے تمہیں آپ فرمائیے

ارْءَيْتُمْ اِنْ اَنْتُمْ عَذَابُہٗ بَیِّنًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْہٗ

(کیسے گھوڑا) فوراً تو کرو اگر آج ہی تم پر اس کا عذاب داخل ہو تو دن رات یا دن و رات سے تو تم کیا کرو گے جس چیز کا سہارا پہلے کر رہے

الْبُجُرْمُونَ ۝ اَلَمْ اِذَا مَا وَاكِعَ اَمْنُكُمْ بِہٖ اَلَنْ وَقَدْ كُنْتُمْ بِہٖ

بہیں اس سے مجرم۔ کیا جب عذاب نازل ہوا تھا تب ایمان لانے لگے اس پر فرشتے اچھلے نہیں گئے اب دیکھیں کہیں تو تم

متعلق ان کے شہادت اور جہانیں گئے ابدان کے دل کی دنیا کو یقین کا آفتاب منور کر دے گا اور اگر ان کے نزدیک نعمت ہاں تھا یہ ایسی آیات ہیں جن کا کوئی مضمر نہیں ہے تو پھر وہ اپنی بدعتی بریت نامہ تم کریں تم بھی تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شہادت و جلالت کا ظہور تو قیامت کے دن ہی ہو گا۔ دیکھ لے رحمت اللعالمین کی دست کا یہی اندازہ اس وقت ہی لگایا جائے گا۔ سب انسان درود کی ٹھوکریں کھانے کے بعد جب درخت ختم المسلمین پر حاضر ہو کر شفاعت کے لیے التجا کریں گے تو حضور دیکھے گی یا نہ کر ام کی طرح نفسی نفس نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ ارشاد ہو گا اِنَّا لَنَاقِلُہٗا رَاٰی میں شفاعت کے لیے آمادہ ہوں۔ میں شفاعت کے لیے آمادہ ہوں پھر عرض الہی کے سامنے حاضر ہو کر سر جو درجہ عباد میں گئے اور تسبیح و تحمیل میں مشغول ہو گئے اس وقت عرش عزت جلال پر نزل و اجال فرمائے جسے خداوند و مہول کی طرف سے آواز آئے گی یا تم کو یہ دعویٰ ہے اَنَّا نَسْتَعِیْذُ بِکُمْ فَتَنْقِضُوْا اَمْنُکُمْ لَنُفْعَلَ لَہٗ سَیِّئًا مِّمَّا تَفْعَلُوْنَ اسرار مبارک اٹھائی آپ شفاعت کرتے جاؤں میں شفاعت قبول کرنا جاؤں گا آپ مانگتے جاؤں میں اپنی رحمت و مغفرت کے غرنے لانا جاؤں گا۔ (بخاری و مسلم)

اسلام تو یہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ پر بھی طیارہ آئے دے اور شان و رسالت سے بھی انھیں ہند نہ کرے۔ توحید کے گیت کا نا ہوا عظمت حبیب کبرا کا پرچم لہرا تا ہوا فوق و شوق کی داوی کو طے کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے۔ اگر توحید میں فرق آگیا تو شرک ہو گیا اور اگر راستہ بدعتی سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدا و شان کا انکار کیا تو کفر ہو گیا۔ اہل اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم ماؤں کے طفیل اور مقام حقیت لدنی کے صدقے جس راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔ فاطمہ السمراتہ خلافت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفیقی مسئما والمحقق بالصالحین آمین یا رب العالمین۔

(سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۸۵ کا ماشی بھی ملاحظہ فرمائیں)

کشتہ قہاری جلد بازی سے اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے نہیں بدلتا جب وہ وقت آئے گا جو تم پر عذاب نازل کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکے گا۔

تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ

اس عذاب کے لیے بڑی جلدی کیا جاتی ہے۔ پھر کہا جائیگا ان لوگوں سے کہ تم کو (کھجور) (کامزور)

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝ وَيَسْتَبْشِرُونَكَ أَحَقُّ هُوَ

کیا تمیں بدل دیا جائے گا۔ بجز اس کے جو تم کما یا کرتے تھے اور وہ دریافت کرتے ہیں آپ کیا واقعی سچ ہے؟

قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ وَلَوْ أَنَّ

آپ فرمائیے ہاں! بخدا یہ سچ ہے۔ اور تم (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہ کہہ سکتے ہو اور اگر

لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسْرُوا

ہر عالم شخص کے لیے دیکھ زمین کی دولت ہر قوم کی وہ ساری دولت بطور فدیہ دے۔ اور وہ عالم دلی ہی

التَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ وَفُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ

دل میں پھنسانے لگے جب دیکھا انھوں نے عذاب کو۔ اور فیصلہ کر دیا گیا ان کے درمیان انصاف سے اور ان پر

بھی اس وقت اگر تم ایمان سے بھی آؤ گے تو وہ ایمان قبول نہیں ہوگا۔

۱۔ عذاب کے بارے میں بار بار پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی آگے لایا یہ محض خالی دھمکیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ آپ فرمائیے کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ دھمکیاں نہیں بلکہ حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

۲۔ یعنی کفار آج تو ملکی دولت پر پروردگار کا شکر ادا نہیں کرتے، اپنی سلامتی اور اپنے عیش و آرام کو اسی سے اہم سمجھ رہے ہیں لیکن کل جب یہ بارگاہِ خداوندہ کو الجھال میں ملنے لگیں جائیں گے اور ان کے گناہوں کا پورا پورا جواب ان کی گردن پر لا دیا جائے گا

۳۔ روزِ قیامت کے شعبہ ان کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اس وقت ان کی یہ خواہش ہوگی کہ کاش ان سے یہ سب کچھ لے لیا جائے اور ان کی جان بخشی کر دی جائے لیکن اس وقت ان کی خواہش پوری نہیں کی جائے گی۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ آج جب کہ دردمندت باز ہے

اور تقویٰ ہی سہی گوشش سے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جاسکتا ہے تو کیوں نہ اس موقع کو غنیمت سمجھا جائے اور اپنے رب کریم کو راضی کر لیا جائے دنیا کی متاعِ قلیل کی خاطر جو ضرورت اور مشکل کے وقت کھوٹا سکہ ثابت ہوگی اپنے مولا سے کریم کو ناراض کر لینا آخر کہاں

کی بد نشاندہی ہے۔

۴۔ عذاب کے بارے میں اس حسرت کو جو کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے یا نہ ہونے سے دل میں پیدا ہوتی ہے التَّدَامَةُ: الحسرة

لَا يُظْلَمُونَ ۝ الْآلَاءُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ اَلَا اِنَّ

ظلم نہیں کیا جائے گا شے سے اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں شے سے کچھ اور بیشک

وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ۚ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ وہی زندہ بناتا ہے اور مرنے والا ہے

وَالِیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ

اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اے لوگو! آگئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے

رَبِّكُمْ وَشَفَاعَةُ الْبِرِّ ۚ وَالصُّدُوْرُ ۚ وَهٰذِیْ وَرَحْمَةُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور (آگئی ہے) شفاعت الی بدگوں کے لیے جو سیدھے ہیں اور (آگئی ہے) ہدایت اور رحمت الہی ایمان کے لیے۔

نوع مشیقہ اور موت شیعہ (القولیں) بتلایا جا رہا ہے کہ روزِ محشر جب خوفناک حقیقت سے پردہ اٹھے گا تو ان کے دل کانپ اٹھیں گے لیکن ابتدا میں ظاہر داری سے کام لیتے ہوئے وہ غیب و تحمل سے کام لیں گے اور کوشش کریں گے کہ ان کا حزن و ملال ظاہر نہ ہونے پائے لیکن جب انہیں ہوشیار کیے ہوئے شعلوں میں پھینک دیا جائے گا تو اس وقت یاد آئے صبر نہ رہے گا اور چیخنے اور چلانے لگیں گے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے اکثر کامیابی اظہارِ توبہ ہے اور یہ خدا سے ہے یعنی وہ پرلا اظہارِ توبہ کریں گے کیونکہ قیامت کا دن سخت و نصیب کا دن نہیں ہوگا۔

وہ کفار و فجار کی ساری مافراہیوں کے باوجود ان پر زیادتی نہیں کی جائے گی بلکہ ان کے بارے میں جو فیصلہ ہوگا وہ عادل و انصاف پر مبنی ہوگا۔

شے آغازِ کلام میں الّا تنبیہ کی غرض سے ذکر کیا گیا ہے تاکہ غی طیب کے دل و ریاغ کو بھنبھوڑا جائے تاکہ وہ پرے غور سے منکمل کی بات کو سنے۔

بتانا یہ ہے کہ جب زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی سے تو اس نے انعامات و احسانات کے جو دار سے اپنے نیک اور فرائز بڑا بندہ کیے ہیں اور ان کو پورا کر کے گاؤں و دیہاتوں اور نابکاروں کو غلاب کی جو عید دی ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی۔ کوئی ایسا اور وہ نہیں جس کا پورا کرنا اس کے بس میں نہ ہو اور کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے غلاب دینے سے روک دے۔

لے اس آیتِ عظیمہ میں قرآن کریم کے فیوض و برکات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ہر غفلت، ہر بے اخلاص سے نہایت اثر انگیز ہے یہاں میں کسی کو غفلت اور بھلائی کی یاد دہانی کو غفلت کہتے ہیں وقال تحلیل هذا التنکس بالخیر فیاہر قلبہ القلب (مقدمات) اس منہم کو پیش نظر

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ

(المعین: ۱) آپ فرمائیے یہ کتاب بفضل اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی ہے جسے آپ چاہیں کہ اسی پر خوشی منائیں شیخ بہر

یَجْمَعُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ

ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں! آپ فرمائیے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ نے تمہارے لیے اتارا انہیں بنالیا تمہنے

رکھتے ہیں قرآن مجید کی اس صفت کا جائزہ لیجیے۔ خیر خواہی اور خیر اندیشی کا سبب دولت جذبہ ہر اہل بیت میں آپ کو نظر آئے گا۔ جس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ اس نے صدیوں سے آخری غفلت میں ہر پیشہ ور انسان کو یاد دلایا۔ قرآن کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی لاعلاج اور پرانی بیماریوں کا کامیاب علاج ہے بعض مصلحتوں، شک اور لجاجت و حسد اور کینہ غرضیکہ ہر قسم کے مذہبی مصلحت سے رنج کو پاک کرتا ہے۔ عیسوی صفت یہ ہے کہ یہ سراپا ہدایت ہے۔ حق و باطل کو نکھار کر پیش کرتا ہے کسی قسم کا انبیا نہیں رہتا اور حق کا تلاشی راہ و ہدایت کو اپنے سامنے منور اور ہموار پاتا ہے۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ پیکی رحمت ہے۔ جس کی کتاب نفوس کا لولہ والا رحمت ظہین جو اس کتاب کے رحمت مجسم ہونے میں کسی طرح ہر ملتا ہے۔

لشخص حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد قرآن اور اس کی رحمت سے مراد دین اسلام ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد یہ ہے کہ اس نے ہمیں صاحب قرآن بنالیا۔ قال ابو سعید الخدری وابن عباس فضل الله القرآن ورحته الاسلام وغنهما فضل الله القرآن ورحته ان جعلكم من اهل القرطبي

میں سے نہایت کا شمار اہل فضل اور رحمت دو میں چاہیے تو یہ تھا کہ فلاں لیکن علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اہل عرب ذلالت و اوجہ کو واحد تظہیر جمع سب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ العرب تافا بذلالت الواحد والاثنتين والجمع۔

لشخص لوگ دیوی جاہ و جلال اور مال و مال کے حصول کے لیے تھے تو ان کے لیے اور شرب و زنا اسی اور چیزوں میں رہتے ہیں کہ زیادہ دولت کیسے کمائی جائے۔ بتایا جا رہا ہے کہ جنت و فیض قرآن کی شکل میں بخشی جا رہی ہے وہ ان تمام چیزوں سے بد و جہا بہتر ہے جن کو جمع کرنے کے لیے وہ سرگرم رہتے ہیں صحرا و بات پر فلاح و شربت کما الہی ہے۔ ہر عالم کی دولت و نعمت ظنی ہے اس قدر جتنی کما جائے کہ وہ عہد جاہلیت میں اہل عرب کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی اور سیاسی زندگی ان رسوم و رواج کی پابندی جو انہوں نے خود یا ان کے پہلوں نے وضع کی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ انہیں احکام خداوندی کہہ گرتے اور بڑی سختی سے ان کی پابندی کرتے اور جو شخص ان سے سر میں غرور کرتا اس کے عقوبت ایک طرف ان پر پیکار دیتے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے انوار و جہر و درساں رسم و رواج کی اصلاح کے لیے جب آواز بلند کی تو وہ براہ فرزند ہو گئے انہیں ان کی غلط روش پر سرزنش کی جا رہی ہے کہ تم اپنے جتنے خود ساختہ رسوم و قوانین کو اللہ کی طرف کیوں منسوب کر رہے ہو کیا تمہیں شرم نہیں آتی جس پر پیکار چاہتے ہو

اس سید اعظم کو حرام اور بعض کو حلال :- یہ وہ شخص ہے کیا اللہ تعالیٰ نے (ایسا کرنے کی) شخص اجازت دی ہے یا اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے؟

اور کیا مان ہے ان لوگوں کا جو انہیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر۔

اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرماتا ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ مشکل کو حل فرماتا ہے اور ہمیں

جو تھے کیا کس حال میں بیٹھے اور نہ آجہا تلامذہ کرتے ہیں اس حال میں کچھ فرقان اور (اسے لوگوں) نہ تم کچھ عمل کرتے بیٹھے

اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں پر انعامات و احسانات کے دہائے کھولے جیسے ہیں۔ ان کی آفریںش ان کی بقا اور ان کی مشق و نماز کے لیے تمام ضروری چیزوں کو فراہم کرنا۔ پھر تو عقل و فہم اور عبث و اسراف سے ہدایت کی راہ کو روشن کرنا۔ یہ سب اس کی عنایات ہی کو ہیں۔ ہم نے خطا ہوتی ہے وہ کبش دیتا ہے۔ ہم انہیں آفرما کر تے ہیں تو وہ تو یہ قبول فرماتا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں کا صحیح طور پر شکریہ ادا نہیں کرتے پھر بھی اس کی نعمتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں لیکن اس کی کریم و رحیم ہولائی ہر انمول کا شکر یہ ادا کرنے کی طرف بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں۔

۱۵۵۰ اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں ملے جلے کئی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی تھیں جن میں صرف عوام کا گلا فحاشا ہی مبتلا نہ تھے بلکہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو دانشور اور اہل فکر کہلاتے تھے وہ بھی ان کا شکار تھے۔ ارسطو جسے اعلیٰ ترین حکیم، فلسفہ کا تاجور کہا جاتا ہے اس نے تو یہاں تک کہ کھدایا کہ اللہ تعالیٰ کو صرف انچیز ذات کا علم ہے کائنات کی کسی چیز کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا اور دلیل بھی خوب پیش کی کہ کیا کونکس کی ذات اعلیٰ و اکمل ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلہ میں ناقص اور ادنیٰ ہے اس لیے ادنیٰ اور ناقص اشیاء کا جانتا اس کے مقابلہ میں ناممکن نہیں۔ اس نے انہی نہ سوا کچھ کہ اس کا یہ قلعہ تسلیم کر لیا جیسے تو پھر انسان کو بھی ایسے سے فوڑا اشیاء حیوانات، اشجار و غریبوں کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب اشیاء بالمشابہ انسان سے فوڑا ہیں۔ اسی طرح ابن سینا نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو بالکل بیکھری تمام اشیاء کا علم ہے۔

مسجد العراق

أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابِ مُبِينٍ ۝ الْإِيمَانُ أَوْلِيَاءُ

کوئی چھوٹی چیز اس قدر سے اور نہ بڑی مگر وہ روشن کتاب (یعنی قرآن) میں ہے منو! بے شک ادب

اللَّهُ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا

اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۱۰ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (ظہر)

والسما کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی جہنمی انسانوں والعلو فیہ اللہ وجہہ والا مکان الان العامة لا تعرف سواھا حکما
لیس فیہا ولا متعلق بہا۔ (روح المعانی)

کتاب مبین، لوح محفوظ

مشہد ہوں تو تمام مشرین نے اپنے اپنے فوق اور مستعد کے مطابق اس آیت کی تفسیر کی ہے لیکن حق یہ ہے کہ عارف باللہ علامہ ملانا
شنا اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں جہنمی و کشی شیریں اور جامعیت ہے اس کا جواب نہیں اس لیے میں انہی کی خوشترینی
کرتے ہوئے چند حقائق پر توجہ ناظرین کرتا ہوں۔ ولی کی لغوی تفسیر کوستے ہوئے لکھتے ہیں۔

ناموس میں ہے الولی القرب والدنو۔ یعنی ولی کا معنی قریب اور نزوی ہے۔ ولی اس سے اسم ہے اس کا معنی ہے
قریب، محب، صديق اور درگاہ۔ ولی القاموس میں القی القرب والدنو الولی اسم منہ معنی القرب یا محب الصديق والخصم
پھر فرماتے ہیں کہ قریب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قریب جو ہر نسل جگہ کائنات کے ذوقہ قدو کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قریب ہو
تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ نحن اقرب الیہ من جبل العبدید۔ (رحمہم اللہ) اس سے قریب ہیں (میں ہی قریب
کی طرف اشارہ ہے) اور قریب خاص بنڈوں کو میرے قریب محبت کہتے ہیں۔ قریب کل ان دو قسموں میں نام
کے اشتراک کے سوا کوئی وجہ اشتراک نہیں قریب محبت کے ہے شمار دے میں ایک ہے ایک بلندی کے ایک الی ایمان شرط اول ہے۔
دولت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہل عزم و ہمت ترقی کے متعارف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں یہاں
تک کہ اس بلند مقام پر فائز ہر جگہ میں جس کی وضاحت حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی۔ لا میزان
العید یقرب الی بالسنو ذلی حتی اجبتہ فاذا اجبتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی ببصر
یہ رواۃ البخاری، عن ابی ہریرہؓ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ غنی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں
اور جب میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں تو میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ
ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (رواہ البخاری)

اور اس قریب محبت کا سب سے بلند اور نفع مقام وہ ہے جہاں محبوب بت الخلقین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہیں حضور کا لہجہ

اور روئیں اور جو مطلوبیٰ راویوں جو مقصود و محبوب ہیں ان کے احوال کا بیان اس مدنیہ میں ہے جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور دیگر علماء حدیث سے اپنی اپنی کتب احادیث میں روایت کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبداً وجہہ یصل فیقال فی السماء فیقول انی احب فلاناً فانجبت فیجاء جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول انی احب فلاناً فانجبت فیجاء جبریل ثم ینادی فی الارض اذا ابغض عبداً وجہہ یصل فیقول انی ابغض فلاناً فانجبت فیقال فی الارض فیقول انی ابغض فلاناً فانجبت فیجاء جبریل ثم ینادی فی السماء ان اللہ یبغض فلاناً فانجبت فیقال فی الارض فیقول انی ابغض فلاناً فانجبت فیجاء جبریل ثم ینادی فی الارض۔

بینی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اسی سے محبت کر پس جبریل بھی اسی سے محبت کرنے لگتا ہے پھر وہ آسمان میں مڑا دی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اسی سے محبت کرو پھر سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کی قبولیت کا چرچا ہوتا ہے اور لوگ اس کے گرویدہ ہوتے ہیں اسی طرح میں کہ اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے تو جبریل کو بھی اسے ناپسند کرنے کا حکم ملتا ہے پھر جبریل آسمان میں اس کے مبغوض اور ناپسند ہونے کی مڑا دی کرتے ہیں، آسمان والے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کے متعلق نفرت و بغض کا جذبہ بڑھنے لگتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صفات اور خصوصیات کا ذکر بھی فرمایا جن سے ان مخزن خیرات برکات مستحقوں کو پہچاننا ممکن ہے۔ چنانچہ علامہ معروف نے چند احادیث ذکر کی ہیں جو بدینہ ناظرین ہیں:-

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ سے پوچھا گیا من اولیاء اللہ اولیاء اللہ کون ہیں۔ فرمایا اللہین با دارہ و اذکر اللہ عز و جل وہ لوگ جن کے دیوار سے خطیبو آجائے۔

۲۔ حضرت اسامہ بن زید نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوں خوب افشانی کرتے ہوئے سنا کہ اے حاضرین! کیا میں تمہیں اُن لوگوں پر آگاہ نہ کروں جو تم سب کے ہمتی ہیں۔ یہ سن کر عرض کی بلی یا رسول اللہ! اے اللہ کچھ رسول ضرور بتائیے تو حضور نے فرمایا اذکر اللہ جب ان کی زیارت کی جائے تو شایہ آجائے۔ نیز کہ ان کا دل وہ آئینہ ہے جس میں تعلقات الہیہ کا عکس پڑ رہا ہے اور جب کوئی چیز ایسے آئینہ کے مقابلہ میں رکھی جاتی ہے جس پر سورج کی کرنیں پڑ رہی ہوں تو وہ چیز بھی روشن ہوتی ہے جگہ آؤ آئینہ کا عکس دینی پر راز آجائے تو وہ جلتے لگتی ہے جیسا کہ سورج کی کرنیں اگر بلا واسطہ پڑیں تو وہ نہیں جلتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج سے دور ہے اور آئینہ سے قریب۔

نیز اولیاء کرام میں دو قسم کی قومیں ہوتی ہیں: ۱۔ انہیں قبول کرنے کی اور انکار کرنے کی پہلی قوت کی وجہ سے وہ بارگاہ الہی سے فیض و تجلی کو قبول کرتے ہیں اور دوسری قوت سے وہ ان اشراج و غروب کو فیض پہنچاتے ہیں جن کا ان سے روحانی لشکار و اوقاف سے نسبت ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی شخص اشجار و قدس متب سے پاک ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ ان کے فیض و برکات سے ضرور بہر مند ہوتا ہے۔

يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا يَمَسُّهُمُ الْغَمُ ۚ

پہرہ نگاری کرتے رہے انھیں کے لیے بشارت ہے دنیوی و دینی زندگی میں اور آخرت میں اللہ نہیں

یعنی جن کا ایمان اللہ تعالیٰ کی توحید حضور کریم کی رسالت و قرآن کی حقانیت پر قائم ہو جائے کہ کوئی ایسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت ایسے متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا غم و باطن تقویٰ کے نور سے چمکا رہا ہو نہ اس لیے ان تمام اعمال اور اخلاق سے ان کا وہم و گہر مبرا رہتا ہے جو ان کے خالق کی پابندی میں شرک جلی و شرک خفی، انہی سب کے لئے مغرور و متبرار رہا جو جس بغیر سبک تمام نعمتوں و میر سے وہ پاک ہوتے ہیں۔ یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے جہاں جب انسان پہنچتا ہے تو اسے غفلت و لاپرواہی سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکر عزیز و یادگار کو وہ سر ہندی عطا کی جاتی ہے جسے تیار و شکستہ دیکھ کر غم و غصہ کی بجائے حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فقال رسول الله ان من عبدا لله لا تأس ما حزن به لا يذل ولا يشهد به فيبطل حور ان يندب و لا يشهد به يوم نقيا بمكانهم من الله قالوا يا رسول الله اخبرنا من حور و ما اعمالهم ففعلنا نحبهم قال هم قوم تعالوا في الله على غير ارجاء و بغير حور ولا اهل يتعاطون بها و هو الله ان و جرحهم و لا يرو و ففعلوا على ما هم من نور لا يخافون و لا يخاف الناس و لا يخافون و لا يخافون الناس ثم قال ان اوليا الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون (قرطبي)

ترجمہ :- رسول اللہ ﷺ فرمادیا اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا میں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن قرب الہی کی وجہ سے ایسا لڑو شہداء پر رشک کریں گے صواب نے عرض کی یاد رسول اللہ ﷺ بتائیے کہ کون ہیں ان کے اعمال کیا ہیں تاکہ ہم ان لوگوں سے محبت کریں فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ مالی سفلیت۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہونگے اور دوزخ کے منبروں پر انھیں بٹھایا جائے گا۔ وہ سر سے لوگ و خور و ہونگے اور انھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن و غم میں مبتلا ہونگے لیکن انھیں کوئی حزن و غم نہ ہوگا پھر حضور نے یہ آیت پڑھی۔

الان اوليا الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔

عارف دوم نے کیا خوب فرمایا ہے :-

مکمل از پیغمبر ایم خویش سچہ کہم کہم بوجہ و ہر کام خویش

اپنا تعلق رسول کریم سے مست تو ہو اپنے علم و فن اور اپنے دوز پر تیا اور بھروسہ نہ کرو۔

کو چیری چوں وی دلو بے طیل بھور و با، در خطای و تو میں

تو شیرازی کیوں نہ ہو اگر تو اس دلو پر دنیا کے بغیر چلے گا تو تو میری طرح مگر او مذلیل ہو جائے گا۔

ہیں سپرد لاکہ پرستے شیخ تباہی بینی خون و شکرتے شیخ

اپنے پیر شہ کے چل کے بغیر اپنے کی کو شش نہ کرو۔ تب تجھے اپنے پیر شہ کی مدد اور شکرت کا پتہ چلے گا۔

اللہ مصلو و لا مصلوہ والسلام کے عہد مبارک میں ہر شے حضور نبی ربانی حق تعالیٰ سے دیکار تے تھے جس طرح تعدد و سماء کو کام کو حضور نے فرما

تَبْدِيلُ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَلَا يَحْزُنُكَ

بدلیں اللہ تعالیٰ کی باتیں۔ اَلَف۔ یہی بڑی کامیابی ہے ۹۳ اور نہ غمزدہ کریں آپ کو

قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ الْآلِ إِنَّ اللَّهَ

ان کی باتیں ۹۴ یقیناً ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ وہ سب کچھ سنے والا ہر چیز جاننے والا ہے۔ بخیر و خیرات کے

جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ چنانچہ فرمایا۔ ابو بکرؓ فی الجنة و عمرؓ فی الجنة و عثمانؓ فی الجنة و علیؓ فی الجنة و الزبیرؓ فی الجنة و عبد الرحمن بن عوفؓ فی الجنة و سعد بن ابی وقاصؓ فی الجنة و معبد بن نضیلؓ فی الجنة و یحییٰ بن الحارثؓ فی الجنة (ترمذی) یعنی ان دس حضرات کے نام لے کر فرمایا کہ جنتی ہیں یا حضرت صدیق اکبرؓ کو خصوصی طور پر مشورہ سنایا اما اللہ یا ابابکرؓ اول من یدخل الجنة من اہلہ (ابو بکرؓ) لے ابابکرؓ تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے یا حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ کے تعلق فرمایا سید اشہاب اہل الجنة یہ دونوں پہلی جہانوں کے سردار ہیں۔ شیش مار بھیجے گا دیر میں جن میں حضورؐ نے کثیر تعداد صحابہ کے نام لے کر خوشخبریاں دیں اور حضورؐ بن کر شام کے بعد یہ خوشخبری کبھی عالم بدایہ میں بذریعہ کشف اور حالت خواب میں بذریعہ رؤیا حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت و عیسیٰ اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قوله تعالیٰ اهل الجنة البشیر قال ہی البشیر الیہا اللہ المراد ویسألہ میں نے اس آیت کے متعلق حضورؐ سے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا یہ جانا توڑ ہے جو کوئی شخص خود کو کہتا ہے یا اس کے متعلق کہیں اور کو دکھایا جاتا ہے۔ یا فرشتے آتے ہیں اور یا شاہدان کو ان بشاراتوں سے شاد کام کرتے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَهُنَّ أُولُو الْأَلْفَاظِ تَنَزَّلُوا بِالْإِذْنِ وَأُبَشِّرُوا بِالْجَنَّةِ مَن مَّا يَشَاءُ ۝ ۹۵ اب خود مطلب امر یہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اونی غلاموں کو ان کے نیک انجام اور مراتب عالیہ پر جان کر ہونے کی خوشخبریوں سے خود سنبھال جاتا ہے اور انھیں اپنے مستقبل کے بارے میں مطمئن کر کے ہر خوف و حزن سے پاک کر دیا جاتا ہے تو یہ کتنا کتنی بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ حضور پروردگار فرمایا اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نوح و ابراہیمؑ کے انجام کی خبر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرود ایمان سے محروم نہ کرے ورنہ حضرت انسان یاں حبیب و دستار پر سرسبز لوگوں کے سامنے اس قسم کی ہرزہ سرائی کہتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ لاجل ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۹۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول دیوں کے ساتھ جین، انعامات کے حصے کیے ہیں اور جن بے یاریاں غنایات اور نوازشات کی بشارتیں دی ہیں وہ قطعی ہیں۔ ان میں رد و بدل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے مقبول بندوں کو ان نوازشات سے سرفراز فرمائے گا۔ ۹۴ اس خوش نصیب کے طالع اور جہنم کا کیا کہنا جس کا سفید حیات جب ساحل موت پر ٹکرائے تو خود زود مدد و ایمل کے فرشتے مرجعاً صدر جہان تھے جسے اس کا استقبال کریں۔ اور رضا سے اپنی کتاب آج زود نگار اس کے سر نیز پر رکھیں۔ مادی لذتوں میں مگن نہ تھے وہ ان لذت فانی کامیابیوں کو اپنی زندگی کا مقصد تصور سمجھنے والوں کو کیا خبر کہ اس کامیابی میں کیا سرور ہے اور یہ کامیابی کتنی بڑی کامیابی ہے۔

فهيما بالقرآن

وَلَدًا سُبْحَنَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ

کسی کو بیٹا۔ وہ پاک ہے۔ وہ غنی ہے۔ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُولُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵﴾

تمہارے پاس کوئی دلیل اس لیے ہر وہ بات کہی۔ کہ یہ بتائیں یا نہ بتائے ہر اللہ تعالیٰ پر جس کا متعلق مسطور ہے نہیں۔

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَعْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبُ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

آپ فرمائیے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بتائیں یا نہ بتائے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنْزِلُہُمْ الْعَذَابَ

اچھڑاؤ وہ (لطف اندوز کی ہے دنیا میں) پھر ہماری طرف ہی انھیں لوٹنا ہے پھر ہم چھکھائیں گے انھیں سخت عذاب

الشَّدِیْدَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کٰفَرُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَتْلُ عَلَیْہِمْ نَبَا نُوْحٍ اِذْ کَانَ

بوجہ اس کے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے اور آپ پڑھ سنائیے انھیں نوح علیہ السلام کی خبر چھپانے والی

اللہ کفار پر عذاب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے (انعام اللہ) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ اس کے رد کے لیے وہ دو دلیل پیش فرماتی تھیں پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ غنی ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں اور کائنات کا وہ ذرہ اپنے وجود اپنی نشوونما اور اپنی بنیاد میں اس کا محتاج ہے۔ دوا کی ضرورت تو اس لیے نہیں کی جاتی ہے کہ انسان خود کو دے دے وہ پستانہ ہے کہ اس کی اولاد جو ناکہ وہ طاقتور و جلد سے اور اپنے دشمنوں کو مغلوب کر سکے یا وہ فقیر و کنگال ہے وہ پستانہ ہے کہ اس کی اولاد جو کسب رزق میں اس کی معاون و شایبہ ہو یا انسان جب محتاج ہو کہ ایک انسان ایسے مسائل سے رشتہ بفرماندہ ہے تو اس کے دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوتی ہے جو مرنے کے بعد اس کے گھر کو اور اس کی یاد کو زندہ رکھے اور جو ذات ہر قسم کے احتیاج اور ضرورت سے پاک ہے اس کو اولاد کی خواہش متحرک نہیں ہو دوسری دلیل انعام فی السموات والارض سے یہی کہ جب عالم بہت دور ہو کر پہنچے تو اس کی پیدائش ہو جائے اور اس کی تھلک سے تودہ اس کی اولاد کیسے بن سکتی ہے۔

ثالثہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرصہ دراز سے اہل نیکو اسلام کی دعوت دے رہے تھے لیکن وہ اپنے کفر و شرک کے ساتھ ایسے جتنے جو تھے کہ حق کے جلال کو دیکھنا ہی گوارا نہ تھا۔ پہلے انھیں عقل اور وجدانی و کمال سے سمجھانے کی کوشش کی کہ اس بہت دھرم کا انجام کیا ہے نہ جگہ جگہ ملے اگر تم نے صانع کو دیکھ لیا تو غصہ نہ لیا کی انھیں جہاکر کہہ کا ڈھیر کر دے گی۔ اب انھیں انسانی تاریخ کے چند واقعات سنائے جہاں میں تباہی کا دل سے ایسے اور وہ قبول حق کی طرف راغب ہوں نیز اس میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی

اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر تم لوگ اس قوم کے ساتھ جڑے ہو گئے ہو، تو ان کے ساتھ جڑے رہو، اور میرا پیرو نہیں بنو، اور ان کے خدا سے کہنا: اللہ تعالیٰ کی آیتیں

تسلیمی کر آپ برنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ آپ کی لب آپ کے ساتھ ہے اور آپ ہی کامیابیت کا مران ہوں گے۔

[illegible]

سے پس (سن لو) میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیا سو تم بھی کوئی مستفادہ فیصلہ کر لو اپنے شرکوں سے مل کر۔ پھر نہ ہو تمھارا

پُرسیدہ تم پر معلق پھر کہ کوڑہ میرے ساتھ (جو جی میں آئے) اور بچے ملت اور بائیں ہاتھ کو منہ منٹے

دہر تو نہیں طلب کیا میں نے تم سے کچھ اور نہ کہ نہیں میرا اجر
مگر اللہ کے لئے اور مجھے علم و دیا گیا ہے کہ

میں ہر جانوں سے مسلمانوں سے قربا ہے کہ قوم نے آپ کو عہد لایا تھا کہ میں نے نبوت دی انھیں اور جو ان کے ساتھ

نفس میں تھے اور تم نے بنا دیا، نفیس ان کا ساتھی تھے اور تم نے غرق کر دیا، جتھوں نے جاری آیتوں کو بٹھلایا۔

ناراد کہو کسا اچھام ہوا اور کا کھنڈ کرنا گسا تھا ۔ پھر کہہ نہ بھیے نور علی اسلام کے بعد

عالم از قہر پری دعوت کو قبول نہیں کر سکے تو اپنا ہی خیال کر گئے یہ تو کچھ نہیں بڑھ چکا جس قسم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں رہے اچھے اور بُرے والا میرا رب ہے اس کے خزانے بھرے جتنے ہیں اس کے در کا سال آنا بغیر رہتا ہے کہ وہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اراسی نہیں کرتا۔
عالم یعنی اسے گفتار کو حضرت نور نے اپنی قوم کو تیسرا بھلا یا سچ وہ باز نہ کئے ان کا انجام یہ ہوا کہ وہ فانی آیا اور ان خود کو گنہگار کے پیکروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا گئے گیا اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ ہوش کرو انہیں اس مسلسل غافروانی اور اندکارتی کی لاپوشی میں نہیں بھی تباہ و برباد نہ کر دیا جائے۔

رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فِجَاءُ وَهُمْ بِالْبَيْتِ فَمَا كَانُوا الْيُؤْمِنُوا بِهَا

اور رسول ان کی قوموں کی طرف تپس دلائے ان کے پاس روشن دلیلیں تھیں کہ یہ سب کفر ہے اس پر جسے ۱۱

كَذَّبُوا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۱۱

جسٹلا چکے تھے پہلے۔ یہ نہیں۔ ہم ہر گناہیتے اس سرکش کے دلوں پر۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِم مُّوْسٰى وَهٰرُونَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَٲِهٖ

پھر ہم نے بھیجا ان رسولوں کے بعد موسیٰ اور ہارون (علیہ السلام) کو فراعون اور اس کے سرداروں کی طرف

بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝۱۲ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ

اپنی نشانیں کے ساتھ تو فراعون نے غرور کرنا شروع کیا لہذا اور وہ مجرم لوگ تھے پھر یہ آیا ان کے پاس حق

۱۲ لے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی حضرات انبیاء کرام کی آمد کا مسئلہ جاری رہا انھوں نے اپنی اپنی قوم کو پیغام حق سنایا اور اپنے پیغام کی صداقت کو دلائل و وجوہات سے ثابت کیا۔ لیکن قوم نے ایک مرتبہ جس بات کو ماننے سے انکار کیا پھر اس کو ماننے سے انکار ہی کرتی رہی۔ کوئی قوی سے قوی دلیل بھی نہیں اپنی روش بدلنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ ان کی اس پیچیدگی سرکشی کے باعث حق پذیر کی جو صلاحیت ان میں دیکھی گئی تھی وہ ضائع ہو گئی اور ان کے دلوں پر پھر لگا دی گئی۔ دوسرے لوگوں کی طرح ان میں بھی خودی کو دیکھنے اور اپنی حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیتیں تھیں لیکن انھوں نے اپنی بد اعمالیوں سے خودی یا نفس ضائع کر دیا۔ اعتدال کے کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کی تعمیل کرتے رہتے ہی انصاف کی حدود سے تجاوز کر جاتے۔ الاعتدال عود معذرتاً تجاوز حد و الحق و اعدلی اتباعاً لہوہی النفس و شہواتہا۔ (المنار)

۱۱ لے رسول کی پشت کا سیدہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم المرتبت رسول حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بصورتِ جبرائیل کے ذریعہ کام کرتے۔ اپنی قوم اپنی اسراریں کو جو صدیق سے ہر میں غلامانہ زندگی بسر کر رہی تھی آڈو کرنا اور فراعون کو جس نے اپنے خدا پرستے کا دعویٰ کر لیا تھا اور اپنی سعاد کو اپنی پرستش کرنے کا حکم دے رکھا تھا اس کو اللہ تعالیٰ ہی وحدانیت اور یکتائی کا پیغام پہنچانا۔ یہ دونوں کام جتنے اہم تھے اتنے ہی دشوار بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عظیم معجزات سے نوازا تاکہ ان کی قوت کے ہر دھڑل کو سرنگوں کر سکے اور ان کی روشنی سے شے کے ساتھ مزید ہر دوں کو دیکھ سکے۔ جب آپ نے وہ حجت دکھائے تو ان کو جادوگر کہا گیا اس کا منسل بیان سورۃ الاحقاف کی آیات ۳۰ تا ۴۸ کے حاشی میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲ لے معنی دلائل و براہین کی روشنی سے حق کی تھانیت تو ان پر واضح کر دی تھی لیکن ازراہ نفرت وہ اسے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ وہ

مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا لَشِعْرٌ مُرْسِلٌ ۖ قَالَ مُوسَىٰ أَتَقُولُونَ

ہماری طرف سے تو انہوں نے کہا کہ یہ نیک نیتی سے لکھا جا رہا ہے مثلاً مرقی و علیہ السلام نے کہا عقل کے اندھ کو کیا

لِحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسْعَرُ هَذَا أَوْ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ ۖ قَالُوا

تم کہتے ہو (ایسی بات) جس کے متعلق جب تمہیں سچا یا جھوٹا (سچا یا جھوٹا) بتایا جا رہا ہے؟ اور نہیں کیا یہ سچا ہے جادوگر کہنے لگے کیا تم

أَجْمَعْتُمْ لِنَفْسِنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَكُنْ لَكُمْ الْكَبِيرُ نَذِيرٌ

اس پر آپ نے سوچا کہ اس نے کیا جادو کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے پاپا اپنے باپوں کا کیا جادو کر رہا ہے صرف تم دونوں کے لیے یہ بات

فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِأُسُو مَدِينٍ ۖ وَقَالَ فِرْعَوْنُ أَتُسَوُّونِي

مشرکین (مصر میں) - اور ہم لوگ تو تم کو نہیں مانتے تھے اور فرعون نے حکم دیا کہ فوراً اسے کو میرے پاس

ملا دیں جو ہم نے جرم گناہ کی محبت میں وہ گنہگار تھا اور انہی سے انہیں غلامی کے لیے لیا تھا۔

مثلاً وہ گنہگار تھا کہ عزت کو بھی سحر و شہرہ بڑی ہی سمجھتے اور اس فن میں تو انہیں کمال حاصل تھا اس لیے کسی ساحر کی غلامی پر کسی طرح رضامند ہونے کے لیے تیار رہتے۔

مثلاً جب فرعون اور اس کے بھائیوں نے آپ کے معجزات کو یاد کیا تو آپ جلال میں آگئے اور فرعون نے عقل کے اندھ کو کیا یہ جادو ہے کیا یہ تابانی اور دیر غلامی کبھی جادو میں بھی تم نے دیکھی ہے کیا تم اتنے کورن ہو کہ کھڑے اور کھوٹے میں بھی فرق نہیں کر سکتے۔

کیا ہر چکنے والی چیز سحر ہوتی ہے پھر دیکھو جادو کے متعدد معجزات و کرامات کے کچھ نہیں عقل و کلام الٰہی سے اسے دور کیا بھی اہل نہیں۔

اگر میں بھی جادو گر ہوتا تو دوسرے جادو گر کی طرح میں بھی خواہ مخواہ ہوں گا اور اگر میرے لئے اس سے نفرت قدم پر چلنے والے حقیقی فرزند

خدا کی منزل پر پہنچے گئے تو میرے تو مانگے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغامبر ہوں۔

مثلاً آپ کے معجزات آپ کے دلائل اور آپ کی بے حد ک صاف گوئی کے باعث ان پر کہتا تھا کہ عالم طاری ہو گیا جب کوئی عقلی جواب بن پڑا

تو اراکم تراشی یا تو تم نے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے آپ کو اجداد کے عقائد سے براہ راست جو جائیں ہم اس کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے کہ تم کہہ رہے

کیا وہیکر سیاسی انقلاب کار پاتے ہو تمہارے پیش نظر عقائد کے اس اور مذاق کی تربیت ہوگئی نہیں تمہیں خدا کے حکم پر چاہتے ہو کہ صرف عبادی حکومت قائم ہو جائے اس انقلاب کے ہرگز برا نہیں کہ جسے اس کے اصل جو صد سال سے ہر غلام میں ہوا ہے ان پر ملے کہ اگر کیا ہے کہ حکم حق بلند

کئے ہیں ہر گز ان کے عقائد کی طرف سے اس کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے ان کے اندھانہ اور فطرت کی سہی کی جاتی ہے۔

بِكُلِّ سِحْرٍ عَلَيْهِ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمُ مُوسَى الْقُوا

ہر ماہر جادوگر بھر حیب آگئے جادوگر تو کہا انہیں موسیٰ علیہ السلام نے قوا

مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا الْقُوا قَالَ مُوسَى مَا جَعَلْتُمْ بِهِ لَا

(میدان میں) جو تم ڈالتے دلتے ہو۔ بھر حیب خال دیا انہوں نے موسیٰ نے فرمایا یہ جو تم لاتے ہو یہ

السَّحَرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِلُّ عَمَلُ الْمُفْسِدِينَ ۝

جادو ہے اللہ یقیناً انہیں بٹل کر دے گا اسے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں سزا دیتا سحر یہوں کے کام کو۔

وَيُحَقِّقُ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝ فَمَا أَمَرَ لِّمُوسَى

اور اللہ تعالیٰ حق کو حق کو کھانچے اپنے رشتہ دار کو اور خواہنا پسند ہی کریں (اسے) جو تم اللہ پس نہ ایمان لائے موسیٰ پر

إِلَّا دُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمٍ عَلَى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ

بجز ان کی قوم کی اولاد کے (وہ نبی) ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اپنے سرداروں سے

اللَّهُ حَبِيبًا لِأَيُّسَ جَادُو كَالِ لَا مِطْلَبُ يَدُجِي تَوَكَّلِي طَالِ اسْلَامُ نَسْ فُلَا تَمِ يَرِي تَلَاتِ قِيَاتِ كُ سَحَرِ كَسْتِ حَسْ جِهْ سَوْنِيْسِ سَحَرُ تَوَشِعْدَه

بازیاں ہیں جن کا نظاہر تو تم کہتے ہو ایسی نہیں ہے جس سے اس قول کی صداقت کا علم ہوا چاہتا ہے سحر باطل ہے اور باطل کا کام مٹ جاتا ہے

اور حق ہمیشہ زندہ رہتا ہے ہر تہہ پہلے ہے اب نہ کہتے ہیں کہ اس خطا بلکہ میں کوئی جنتی ہے اور کوئی ہارتا ہے جب حضرت کیم نے پناہ مانگی

تو وہ چشم زدوں میں ان تمام کو گھل گیا حق کا بول بالا ہوا اور باطل کے پرستانوں کو شرمناک بن گئی اٹھنا پڑی۔

اللہ کفارانگ بھول چڑھاتے رہیں۔ جراثیم پیشہ لوگوں کی پشیمانوں پر ہی رہتے رہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی پروا نہیں وہ تو اپنے رشتہ

عقیبات سے حق کو سر نہ کر کے مجھڑتا ہے۔

۳۱۱۱ (عمران) مصر کا حلق النعمان بادشاہ تھا لیکن اس نے صرف بادشاہ کہلائے یہی قناعت نہ کہ بلکہ اس نے اپنے سب علی بھنے کو بھی سلطان

کر دیا اور اپنی رعایا کو حکم دیا کہ وہ اس کی پرستش کیا کرے۔ بادشاہ کے خلاف بغاوت کی جا سکتی ہے لیکن کوئی بھاری اپنے خدا کے خلاف

بغاوت کا قصہ نہ کہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا اس نے چاہا کہ وہ اپنی حکمرانی کا محل اپنے بادشاہ اور خدا سے کی بنیادوں پر تعمیر کرے تاکہ

کسی کو سرکشی کی ہمت ہی نہ ہو سکے موسیٰ علیہ السلام نے بحر سے دربار میں حیب لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگایا تو اس کی زد فقط فرعون کے

رشتہ داروں پر نہ ہوئی بلکہ اس سے تو اس کی حکومت و فرمانروائی کے قصد کی بنیادیں لرز اٹھیں انہیں نے عمرانی ایسی جتنی

أَنْ يَفْتِنَهُمْ وَإِنْ فَرَعُونَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهٗ لَإِيۡنٌ

کوئی نہ انہیں بہکا دے۔ اور واقعی منہرعون بڑا سرکش دیوتا تھا تھا کہ میں شکلا اور واقعی وہ حد سے

السُّرَفِيۡنَ ۝ وَقَالَ مُوسٰى يَقُوۡمِرٰنِ كُنْتُمْ اٰمَنۡتُمْ بِاللّٰهِ

بڑھنے والوں میں سے تھا۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! اگر تم ایمان لائے تو

میں بڑا مشت کر سکتا تھا اس نے صاف اعلان کر دیا کہ ان فرعون ذوالقدر موسیٰ و یسوع ربہ۔ انی الخاف ان یبدل دینکم
دریظہ فی الارض الفساد: (۲۶: ۴۶) یعنی مجھے چھوڑ دو کہ میں کوئی کام کر رہا ہوں جس کا یہ اپنے رب کو بلالئے۔ مجھے یہ خطر ہے
کہ اگر اس کو فوراً قتل کر دیا گیا تو وہ تمہارا دین بگاڑ دے گا یا زمین میں فتنہ و فساد کی آگ بجھ جائے گا۔ ان حالات میں موسیٰ علیہ السلام کا
ساتھ دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حکومت کی قدر و نگاہوں کو بڑا مشت کر دینا ہرگز ناکس کے لیے کی بات نہیں ہو سکتی۔ وہ لوگ جو حکومت
کے وظائف پر زندہ تھے جن کی ساری عظمتیں صرف اس کی پرستی کی تھیں ان کی حکومت کے سایہ میں ہر طرح کی جا بوجہا
مراعات حاصل تھیں انہیں کیا پرہیز تھی کہ وہ خواہ مخواہ اپنے متعلق کوٹا کر لیں۔ اور اپنے ہاتھوں اپنی بددیانتی و فساد کو انکس دین
اس بلایہ طیلوں کے لیے عورت موسیٰ میں کوئی جاذبیت نہ تھی۔ وہ بھی اسٹیل توان کی راز قوتوں کو طویل حوصلہ کی غلامی نے ہو کر
کرنا تھا ان کے سر پرست ہو چکے تھے۔ ہمیں گزرتی ہیں ان کے سینوں میں کسی ایسی اشکات و کمزوری ہی نہیں تھی جو ان کی غیبت و جھوٹ
کو مٹائے۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف کم پروری اور زیادہ دولتوں کا جمع کرنا تھا ان میں تہمتی بہت کہاں کہ وہ فرعون جیسے جاہل
مذہب کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے کسی بدوش بدش کو کھڑے ہو سکیں اس لیے آپ کی قوم کے بڑے بڑا حصہ تھا اس سے کھڑے ہو کر
میں آپ کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا البتہ نبی اسٹیل کے چند زورواں ان حسیب خطرات اور جاں نسیں شکلات کو جانتے ہوئے جن
سے انہیں بلاشبہ و جاہر ہونا تھا آگے بڑھے اور حضرت علیہ السلام کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔

کلا کہ ان جانیانوں کو خیروں کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ تھی انہیں علم تھا کہ وہ ایک سرکش و مطلق العنان حکمران ہے اس کا ظلم و استبداد
کسی قانون و ریاضت کا پابند نہیں۔ ان پر ایسی قسم توڑے گا کہ پادشاهوں کے لیے بھی کانپاٹھیں گے لیکن وہ سب توحید سے مرزا اپنے
میں تو جس کی وحدانیت کا پرچم اٹھانے کا عزم بالجمہر کر چکے تھے انہوں نے نتائج سے بے پروا ہو کر اپنی قسمت موزی علیہ السلام کے ساتھ
وابستہ کر دی تھی۔

یہاں چند امور تو طلب ہیں۔ (۱) اذریہ: کہیں بچوں کو لغت میں ذریہ کہتے ہیں لیکن عرف میں اس کا استعمال چھوٹوں بڑوں سب
پر ہوتا ہے۔ (۲) اصحاب الصغار: اذریہ و ان کان قد دفع علی الصغار و الذکر معافی التنازل و تعمل الواحد المعج و اصحاب الجمع۔
(مخبرات و غیب) ملازمین محمد اکوسی و قلماء اللہ علیہ السلام نے تھریک کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے بڑوں کو دعوت دی
تو انہوں نے فرعون کے خوف سے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے نوجوان بچوں کو بھی بھجوا دیا کہ وہ ان کے قریب نہ جاتیں لیکن

جدید

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۵۰﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ

اے ہمارے رب! ہمیں فتنہ نہ کرنا جو ظالموں کے لیے اور نجات دے جسے ہمیں اپنی رحمت سے

مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۵۱﴾ وَأَوْحِنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّأَ

کافروں (کے ظلم و ستم) سے اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف کہ تمہارا

لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

اپنا قوم کے لیے مصر میں جسند گھر لکھو اور بناؤ بیٹے ان گھروں کو قبلہ رخ اور قائم کرو نماز

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۲﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ

اور (میں نے بھی) ایمان بخیر دی دو موسیٰ کو شانہ اور عرض کی موسیٰ نے اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون سے اللہ فرستادے اور

آدمائے کفر میں ہیں جس حوصلہ اور دلالتی اور شہادت کی ضرورت ہے وہیں یہاں نہیں ایسا سوچ کہ ہم کسی بشری کردار کی خاطر ہر جانے اور خدا پرین کو گناہ کو حق پر کاؤ دیکھنے کا موقع مل جیتے واقعی وہ ایمان جن کی ذرا ذرا یاں بڑی نازک ہوتی ہیں ان کی کوئی سی اندیش و گورن کے لیے حجاب بن جاتی ہے اس لیے انھیں چاہیے کہ باگواہی میں اس نازک و زاری کے سنگین تقاضوں کو پورا کرنے کی ترقی طلب کرتے ہیں عالیٰ حضرت بنی اسرائیل نے اپنی عبادت گاہیں تعمیر کی ہوتی تھیں جن میں وہ انکے پروردگار کی عبادت کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ کی آمد کے بعد فرعون کے حکم سے ان عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا گیا اور ان کے دین اور تقاضات پر بھی طبع کی پابندیاں عاید کر دی گئیں ابلیس کا کج سعی میں دستور ہے ان عبادت میں جبکہ ان کی عبادت کے مرکز کھنڈر بنا دیے گئے تھے انھیں حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ہی عبادت کریں اور قبیلہ سے مروی تو معلوم ہے یعنی اپنے گھروں میں ہی عبادت گاہ بنائیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے مکان تعمیر کریں جو قبلہ رخ ہیں نادر دہان عبادت کرنے میں انھیں آسانی ہو اور صحت متعین کرنے میں انھیں ترغیب ہو۔

۵۰۔ جسے ہر عبادت میں قوم کے حوصلوں کو بند رکھنا اور ضروری ہر تہذیب و مذہب کی قوت و افیت جواب دے دیتی ہے۔ یعنی وہ باطن کی یہ کشش بڑی طویل اور عجز و انانیت۔ فرعون بنی خدا کی کاؤ کا کج رہا تھا اور بلا ہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی کا کوئی امکان نہ تھا اگرچہ قدم پرانے عبادتوں کی حوصلہ افزائی نہ کی جاتی تو وہ کسی وقت بھی حوصلہ نہ دیتے تھے اس لیے جسے موسیٰ خود پر فرمایا کہ اے حکیم! انھیں اپنے رب پر کی نصرت یقین دلواتے دجو انھیں بتاؤ کہ کلامی کا سہرا نصرت اللہ سے سرزد ہے گا اور فرعون بانیہر جاہ و مال تباہ کر دیا جیتے گا۔

۵۱۔ موسیٰ علیہ السلام حضرت وادانک فرعون اور اس کی قوم کو رشد و ہدایت کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن بے سود آئے وہ ان کے فسق و فجور میں مصافحہ کرتا اور ان کی سرکشی پر معصیٰ ہی جاتی۔ یونہی علیہ السلام نے فرات تعجب بارگاہ و ہدایت میں عرض کی اے ہمارے پروردگار! اپنے دشمن

شیار القرآن

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ

اور ہم پارے گئے بنی اسرائیل کو سمندر سے پیچھے چھوڑ دیا ان کا فرعون اور اس کے لشکر نے

بَغْيًا وَعَدُّوا الْحَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ

مگر بن اور عزم کرتے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو (عصیان) کہنے لگا میں ایمان لایا کہ کوئی سوا خدا نہیں

إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۵۰﴾

جز اس کے سب پر ایمان لاتے تھے بنی اسرائیل اور میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

الَّذِينَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۵۱﴾ فَالْيَوْمَ

کیا اب ہنسنے اور تو نافرمان بن گیا اس سے پہلے اور توفیقہ و فساد برپا کرنے والوں سے تھا۔ سو آج ہم ہنسنے

لَا إِلَهَ إِلَّا سُبْحَانَ رَبِّي أَعْلَمُ الْغُيُوبِ ﴿۵۲﴾ فَاذْكُرْ نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكَ إِذْ أَخْرَجَكَ مِنْ بَطْنِ

۱۲۲ سورہ یوسف اور احراف میں بنی اسرائیل کے صحیح مسلمانوں پر امانت دیا تو فرعون کے غرق ہونے کا ذکر کرنا چاہیے۔

۱۲۳ جب سمندر کی تندہ میں نے اسے اپنے منہ میں لے لیا اور اسے اپنی ہلاکت کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہا تو خدائی کا نشہ ہرن چڑ گیا

اور اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا جس وقت کہ وہ اب تک بڑی حقارت سے ٹھکراتا رہا تھا اب ایک ہی سانس میں تین مرتبہ اس

کی صداقت کا اعتراف کرنے لگا آمَنْتُ اِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي... انا من المسلمین۔

۱۲۴ عذاب کا فرشتہ جب شدت کو آکر دوڑنے لگے بڑے غیب میں ستر و خانی جب بے حجاب دکھائی دینے لگیں تو اس وقت ایمان

لانا شریعت میں مستحسن نہیں اس لیے حالت انتظار میں جب فرعون نے ایمان لانے کا اعلان کیا تو اسے اس کے منہ پر شکن چا گیا اگرچہ پائیل

میں فرعون کے ایمان لانے کا تذکرہ نہیں لیکن اس طرح ذکر ہے کہ اس وقت فرعون نے کہا میں تجھ پر ایمان لے رہا ہوں۔ اسے خداوند تیرے

سوا کوئی خدا نہیں۔ (تفہیم القرآن)

۱۲۵ ہوسکتا تھا کہ سمندر کی بے رحم موجیں اس کی انش کو کہیں دھور بہا لے جاتیں اور سمندر کا کھانا پانی تھوڑی دیر میں اس کے گوشت

پرست کو کھلا کر دکھ دیتا یا بحری جانور اسے نگل جاتے اور اس کا کوئی نشان تک باقی نہ رہتا لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ دنیا خدائی کے

محسوسہ مدد کے ہون کی تمام کمزوریوں کو غور و خوض کے ساتھ سمجھ لے اور انھوں نے اس کے بے روح جسم کو اٹھا کر ایک ٹیبل پر بھینک دیا

یہ جگہ آج بھی جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں فرعون کی لاش کو سمندر نے چھینکا تھا

اس کی لاش کو دیکھ کر بنی اسرائیل کو بھی اس کے شوق جاننے کا یقین ہو گیا۔ نیز راقی لوگوں کے لیے بھی اس میں درس عبرت ہے جس میں ایسے

مسائل پر غور ہے جن کے استعمال سے لاش کو گلے شرنے سے بچایا جاسکتا تھا اور اس زمانہ میں بادشاہوں اور اشرار کی لاشوں کو بھی چھینکا

یہاں میں تمہیں یہ خبر کو (محمدؐ کی زندگیوں سے) نکال دوں گا۔ اپنے پچھلوں کے لیے (میراث کی) انسانی اور حقیقت یہ ہے کہ

اکثر لوگ چارہی شاہینوں سے رخصت ہوتے والے ہیں ^{۱۲۵} اور ہم نے عطا فرمایا جنہی اسرائیل کو بہتر مکن

نور کا نکلنا اور ہم سے اچھے پاکیزہ مطلق بخشا پس انھوں نے اختلاف کیا حتیٰ کہ ان کے پاس حقیقت کا

عالم۔ اے حبیب! جب تک آپ کا دین فیصلہ فرمائے گا اُن کے درمیان مدد و قیامت بھی باتوں میں وہ

جنگل کا کیا کرتے تھے اور ان کے مشن کیا تھا؟ اگرچہ جنگل کا شکار جو اس میں جوہن نے اپنے بچپن کے ذریعے تیری طرف اتارا

فائدہ کش لوگ گزریں۔ میرے نامہ افراٹوں کے انجمن سے عبرت حاصل کرتے اور اس روبرو چلے جہاں پہلے کران کے کوئی پیشرو برپا ہی نہ ہوا۔
 کے گوشوں میں بڑا کہہ کہ میرے چمکے ہیں لیکن انھوں کو ایسا نہیں مانگو جو قدم قدم پر عبرت کی نشانیاں اپنی زبان حال کے انھیں مستفہ کر رہی ہیں
 لیکن فاضل انسانوں کے غلط کے غلط میں جو انھیں راہوں پر سرٹ ڈھکے چلے جا رہے ہیں۔

میتواند شریعتی که عجز برکن - صدق کائنات و پیوسته ای منواله احوال و موفی (بجرا)

مجبوراً کر سکتی ہے۔ موصوف کو یہ ہے کہ اگر اہل عرب کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی چیز کی توصیف کرتے ہیں تو اسے

الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِالْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ

خود یافت کران کتوب سے جو پہلے ہی کتاب بخیر سے پہلے۔ جیک آجائے تیرے پاس حق تیرے

رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ

رب کی طرف سے پس ہرگز نہ جانا شک کرنے والوں سے اور ہرگز نہ ہوتا ان لوگوں سے

كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ

جسوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تو وہ ہوجائے گا نقصان اٹھانے والوں سے۔ جیک وہ لوگ ثابت ہو چکی ہے

عَلَيْهِمْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَهُمْ كُلُّ آيَةٍ

جن پر آپ کے رب کی بات وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ آجائیں ان کے پاس ساری نشانیاں

حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قُرْيَةً أَمْنًا

جب تک کہ وہ نہ دیکھ لیں دردناک عذاب ۱۲۹ پس کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو

صدق کی طرف مصاف کرتے ہیں یعنی یہ چیز اتنی حد ہے کہ اس سے بھلائی کی جو توقع کی جاسکے گی وہ چیز اس پر پوری اور توقع

کرنے والے کی تصدیق کرے گی۔ لہذا وصف المسوا بکوفہ صدقاتان عادة العرب انھا اذا مدحت شیئا اضا فتنه الى

الصدق تقول رجل صدق اقد صدق لظروا ۱

شکلا ۱۱۰ وایتوں میں بھی خطاب عام انسان کو ہے۔

۱۲۸ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو بدل نہیں جاسکتا۔ اس کے علم ازل میں جودولت ایمان سے محروم ہیں انھیں ہزار ہجرت سے دیکھائے

جائیں ہزاروں ایلیں سناں باقیں وہ حق قبول نہیں کریں گے۔

۱۲۹ یہاں تک کہ انھیں عذاب الہی نہیں سہنے اس وقت انھیں ہوش آئے گا اور وہ کعبہ انوس میں گئے لیکن کیا حاصل۔

۱۳۰ فلا یعنی ہلا زلزلہ اور توبہ کے لیے استعمال ہوا ہے یعنی وہ لوگ کیوں ایمان نہ لائے تاکہ عذاب الہی سے بچ جاسکے

ابن عطیہ لکھا ہے کہ فعلی اعتبار سے یہ لفظ سارے قطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے یہ عمل ہے کہ چونکہ تقدیر عبارت یوں ہے مَا هُنَّ مِنْ

اھن قریۃ الا قہر دیونس بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ عذاب ان پر آیا لیکن ان کی گریہ زاری اور نالہ و بکا کی وجہ سے نال دیا گیا اور

یہی قوم کی خصوصیت ہے کہ نزول عذاب کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی لیکن زمانہ کا قفل ہے کہ عذاب بھی نازل نہیں ہوا تھا لہذا صرف

فَنَفَعَهَا إِيْمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمُ إِلَىٰ حِينٍ ۝

رسولانی کا عذاب دنیوی زندگی میں اور ہم نے عذاب ابدی کے لیے انہیں ایک مدت تک۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مِنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ

اور اگر چاہتا آپ کا رب تو ایمان سے آتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایسا کیا آپ

اس کی علامتیں اور آثار نمودار کرتے تھے کہ انھوں نے صحت دل سے توبہ کر لی یا ایک عذاب بھی مانی کو اپنے نرہ میں نہیں دے لیا تھا جس طرح فرعون کو جو لوگ نے گھیر لیا تھا بلکہ جب انھوں نے دور سے کالہ بادل منڈا دیکھے تو پتھر میں گر پڑے اور دروگر معافی مانگنے لگے ان کی مثال ایسے جبار کی تھی جس پر بیماری کا حملہ اگرچہ شدید ہو لیکن نہ بچانے کے امکانات بھی ابھی موجود ہیں۔ عمار نے زجاج کے اس قول کو پڑا پسند کیا ہے حال الزجاج، انھوں نے حقیقتہً لعذاب و التلاذذات علامۃ اللہ تبارک تعالیٰ علی العذاب ولہو وادعابہن العذاب لما تقعہم الاہسان۔ (قرطبی) قلت قول الزجاج حسن۔ وقرطبی

وقال الزجاج، هو لا دنا صہم العذاب ولہو باشرہم کما باشر فرعون فکانوا کالموہبۃ الذی یخاف الموت ویرجو العافیۃ فیہ فاما الذی یبأس بہ العذاب فلا توبۃ لہ۔ (ابو محمد سیوط)

ایسا کہ بغیر توبہ کے جو بڑی خوش آئند معلوم ہوتی ہے کہ زمین کا گوشہ گوشہ خود بخود سے توبہ کرے۔ ہر طرف سے الا اللہ کی دلتا و صداۃ میں فائدہ ہو رہی ہیں۔ محبت و پیار کا اندازہ یہ ہمارے احسانِ سرور کی کار فرمائی ہے کہ کوئی بھی حق کا شکر نہ کر لیکن اللہ تعالیٰ کی کوئی مصیبت اس کی منتفی نہیں نہ کہ وہ فکری تکلیفیں تو فرشتوں کے دم سے پہلے ہی آباد تھیں آپس میں کوئی جھیلے لیانا تھا جہاں ملاک اپنی نورانی پیشانیوں سے جہہ ریزہ ہیں۔ ہائیمہ محفل کائنات کو اس جلی جلی تحلیل نے آشکارہ و خفیہ کی جھیل تک نہیں لگائی تھی جس میں شباب کی ساری ہی محنت اور اشتغال و تخیل لول و لول ہی تھا انہوں کو کسی برصفت نے کسی پائے حقارت سے ٹھکرایا نہیں تھا۔ یہ فیضانِ عصا کیسی کو جنبش دے کر کسی فرعون کا غرور خاک میں غلیا نہیں تھا ابھی تک حد جنسین کے سنگینے عشاق باوقا کے جوان ناب سے رنگین تھا نہیں ہوئے تھے اور کسی توبہ سے کہ نرم ہستی ان مناظر کے بغیر تمام معلوم ہو رہی تھی۔ یہ کیسی تب ہی پردہ کی ہوسکتی تھی کہ افراد انسانی کو تو خوار صلا حیتوں سے بہرہ ور کیا جاتا اور ان کو برتنے کا لالہ سے کہ یہ انھیں آواز دھجوز دیا جاتا ان کی نشوونما کے لیے ایسا ماحول مہیا کیا جاتا جہاں شکی اور بدی و دغلوں شیبہ کیسے جہاں حق و باطل دونوں کے لیے زندہ رہنے کی گنجائش ہو۔ اس لیے خالق کائنات نے انسان کو پیدا کیا۔ اس میں طبع طبع کی صلا حیتیں رکھیں۔ اسے ہدایت و عصا کی راہوں سے آگاہ کر دیا اور پھر اسے عمل کی آزادی و حرمت مانی۔

تَكْرِهُ النَّاسِ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ

بمورد کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو یہاں تک کہ وہ لوگوں بن جائیں اور کوئی بھی ایسا شخص نہیں کر وہ

تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ

ایمان لائے بغیر حکم الہی کے۔ پس اگر (سنت الہی یہ ہے کہ) وہ ذات ہے (قرآنی کی) آلودگی ان کو گولہ جو

لَا يَعْقِلُونَ ۝ قُلْ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

جہ سمجھ ہیں قرآن سے دیکھو! کیا کیا (محاسنات) ہیں آسمانوں اور زمین میں شک اور فائدہ

تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَهَلْ

نہیں پہنچائیں آیتیں اور نذرانے فلا اس قوم کو جو ایمان نہیں لانا چاہتے۔ ۳۳۲ پس

اور انہیں بتا دیا کہ یہ ارشاد ہے جو بوجہ دہی کا بنا چہ کے واسطے محبوب اگر تیرا رب چاہتا تو سب کو مومن بنا دیتا لیکن اس کی حکمت کا
تعمدنا یہ ہے کہ لوگوں کو اختیار کرنے پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے وہی شق و تنگ کے الفاظ میں مکر و عذر کو۔ کیا اظہار ہے۔ وہ تو وہ ساری کائنات
کا ہے لیکن جو بہت کا جو خصوصیت تعلق سے تیرے تیری ذات سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ نہ عرش سے نہ کرسی سے العرش جہد
یتیم فاذی کا شرف صرف تیری ذات کو ہی حاصل ہے عیث الصلوۃ یا حب خلق اللہ وعلیہ السلام یا عروس مملکت اللہ۔
۳۳۱ یعنی خرفہ ایمان سے فقط وہی مشرف ہو سکتا ہے جس کی یاد وہی توفیق الہی کرے اور بلا وجہ لوگوں کو کھمت ایمان سے مستہدم
نہیں کر دیا جاتا اور بلا سبب ان پر کفر و عدوان کی ذمت تقویٰ نہیں دی جاتی۔ فقط انہیں لوگوں کو توفیق سے محروم کیا جاتا ہے۔
جو فہم و عقل کی علامت و قوتوں کو نکال دے۔ یہ ہے میں اور حق پر باطل میں تمیز کرنے کے لیے انہیں استعمال نہیں کرتے۔

۳۳۲ آیت انہیں فرمائیے کہ صحیفہ کائنات کو ذرا غور سے دیکھیں انہیں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے نفسی اور آفاقی دلائل نظر آئیں گے
ہر جگہ انہیں ہدایت کے چراغ چمکاتے ہوئے دکھائی دیں گے لیکن اگر وہ انہیں بند رکھنے پر ہی مصروف ہوں تو ان کی قسمت ایمان و ہدایت
کے وقت وہ ابدی کی طرح گھپ اندھیروں میں گھرے ہوئے ہیں۔

۳۳۳ نذر: نذیر کی جمع ہے یعنی ان آیات اور شواہد سے فقط وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جن کے دلوں میں طلب حق کا
تہذیب ہو لیکن جو حق کو حق سمجھتے ہوئے اس سے روگ و غافلی ہو گئے ہوں اور واضح دلائل کے باوجود ایمان لانے کے لیے تیار نہ
ہوں ان کے لیے نہ کوئی سمجھ و مفید ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ڈرانے والا ان کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے باز رکھ سکتا

- ۳۳۳ -

يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ

وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان لوگوں جیسے حالات کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے مثلاً آپ فرمائیے

فَأَنْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا

پھر انتظار کرو۔ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ (جب یہ غائب ہو جائیں گے پھر ہم کو نکالیں گے انہیں رسولوں کو)

وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ يَا أَيُّهَا

اور انہیں جو ایمان لائے۔ بلاشبہ ایسا ہی ہو گا یہ جہان سے نجات دہنے والوں کو ایمان کو بخاتلے فرمائیے

النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ

لوگو اگر تمہیں کچھ شک ہو میرے دین کے بارے میں تو رکنوں میں عبادت نہیں کرتا ان (بتوں)

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ

کی جس کی تم پر عبادت کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جو مانتا ہے تمہیں

۱۳۵۔ حجت پوری ہو چکی تھی واضح ہو چکا آپ بھی وہ ایمان نہیں لائے یہ شاید وہ اس ملک کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے مکرہ توہم پر نازل ہوا تھا اور انہیں جیسا پیش کر گیا تھا۔ اگر ان کی یہی مشابہت تھی تو ان کی یہ حسرت بھی پوری کر دی جاسکتی تھی انہیں کیسے کہ چند سلاخ انتظار کریں یہاں تک کہ وہ گھڑی آجائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت و بربادی کے لیے مقرر کر رکھی ہے اور فرمائیے میں بھی تمہارے ساتھ اس وقت کا منتظر ہوں۔ ایمان سے ملو یہاں دین نہیں بلکہ دودا تعبدات اور حالات ہیں جس سے ان کے پیش رو کی کو ساقیہ پر تھکا لایا باہر تھکنا بعضی مواقع پر ان فلاں عالمیہ یا مل عرب ایسی بوقاعہ ہرگز نہیں ہیں ایمان کا غائب و غائب ایمان نہیں ہے جس طرح ارشاد ہوگا ہے۔ ذکر ہم بایا واللہ ان کلا اللہ تعالیٰ کی قسم بلکہ اللہ وال عرب نفسی اللہ غائب ایمان یا اللہ ان لقلہ تعالیٰ عذکر کھو بایا واللہ۔ (قرطبی)

۱۳۶۔ یہی کافروں پر جو تباہ کن غائب نازل ہو گا اس سے اہل حق کو کوئی گناہ نہیں پہنچے گی بجز ان کی چٹھا ڈٹی ہوئی مریض جو فرعون اور اس کے لڑکھڑکے کو شکوں کی طرح ہمارے ہاتھ کی دھمکی اور اس کے ساتھ تمہارے لیے عذکر کھو کی طرح راستہ بنائی جائیں گی اللہ ہی کے زور و جبر سے جو قوم حاد کی ہستی کو ذریعہ زبر کے رکھ دیں گے جب ان کا زور حضرت لوط اور ان کے گھونٹنے کے پاس سے ہو گا تو ان کی ٹھنڈی نرمی سے بدل جائے گی اور ایسے معلوم ہو گا کہ نصیم سیر کے جھوٹے ہیں جو خفتہ عین حق کو بیدار کرنے کے لیے مستحق ہیں۔

۱۳۷۔ اپنے بڑوں سے ہمارے عہد ہے کہ ہم ان پر آج نہیں آنے دیں گے اور ہمارا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اس میں غلط نہیں ان اللہ کا

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۖ وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر جاؤں میں ایمان سے منہ نیر جیسے حکم دیا گیا ہے کہ اپنا رخ سیدھا کرے

لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ وَلَا تَدْعُ مِنْ

اس دین کی طرف برہمچی سے بچنے کے لئے جو پرکھ نہ ہو جانا شرک کرنے والوں سے منسلک اور نہ عبادت کر

مختلف المبدأ۔

۱۳۱۸ء خلافت کو صاف صاف بتایا جا رہا ہے کہ دلائل و براہین کی روشنی میں جیسا کہ ہے اور کوہ و دین بنگالہ ہے میں اور تمام اچھی نیک اور ترقی یافتہ کاموں کو جو مجھے تو تھا اسے مذہب کے چھوڑنا ہے اور تھا اسے عقائد کے باطل سمجھنے میں خداتامل نہیں۔ اس لیے میں تو کسی قیمت پر تھا اسے ان پیچھے کے گھر سے بچنے خداؤں کی عبادت نہیں کروں گا میرا سر نہایت تو صرف اس قادر قیوم کی بارگاہ و معبودیت میں جھک سکتا ہے جس کے قبضہ میں تھادی زندگی اور موت دونوں ہیں میں تو یہ نازی نہیں کر سکتا کہ اسے چھوڑ کر کسی اور کو اپنا معبود بناؤں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان مخلوق کے زمرہ میں شامل ہو جاؤں جو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے تھے میں اس حکم سے مستثنیٰ کی گئی نہیں تو بہت سے نہیں تھم دنیا بھر کی دولت لاکھوں سے تھموں میں دھیر کر دینا مجھ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دین میں عبادت حق سے سر پر اخلاف نہیں کروں گا۔

۱۳۱۹ء نیز مجھے حکم بھی دیا گیا ہے کہ اس میں برحق کی طرف اپنا رخ سیدھا کر دو اور قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی طرف رخ کیا جائے تو اس کے لئے تمام دوسری چیزوں سے منہ مڑ جائے اگرچہ اقد و جہات کے حکم میں جو جلال ہے وہ کسی مزید توسیع کا محتاج نہیں لیکن اس ضمن میں اجمیت کے پیش نظر حنیف کا اضافہ فرمایا یہ اقد کی خیر خطاب حال ہے اور اس کا معنی ہے ہر حال سے منور کہ ہم حق کی طرف توجہ ہو رہا ہے یعنی اسے ہر حق عالم ہر حال سے خواہ وہ کسی رنگ میں ہو کسی روپ میں ہو اپنا منہ موڑ لو اور کمالی حیثیت کے ساتھ صرف اس دین حق کی طرف رخ کر لو سچ تو ہے کہ دین اسلام قبول کر لینے کے بعد کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنی افغراوی یا اجتماعی معاشی یا سیاسی رہنمائی کے لیے کسی اور نظام حیات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے جب تک کتاب و صفت کا دامن ہم نے مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ چنانچہ منہ سے نکلے ہوئی بات زبان و کتبی تھی ہماری سیرت پر کوشش تھی اور چار سے کردار میں ایک رطب تھا۔ تیری نگاہوں سے لی سینوں میں کانپتے تھے نیز کھو گیا ہے تیرے بغیر نیست بلند اند

۱۳۲۰ء صرف ہی تو شرک نہیں کہ غیر خدا کو خدا بنایا جائے بلکہ اگر کوئی دینی اسلام قرآن کے واضح احکام کو نظر انداز کر کے اپنی معاشی حالت کو سنبھالنے کے لیے کسی غیر اسلامی نظام کی قیادت قبول کرے کے لیے بنیاب نظر آتا ہے یا اپنے سیاسی نظام کو کسی دوسرے سانچہ میں ڈھال دیتا ہے یا اسے اسلام کا لایا بہا منقذ پس نہیں اور وہ بعضی طرف تمدن پر فریضہ ہر چاہے تو آپ اسے شرک کا مرکب نہیں کہیں گے تو کیا حق نہیں گئے وہ رہا یہ اختیار نہیں قوم کی رہنمائی کی ذمہ داری سونپی گئی ہے انھیں قرآن مجید کے اس کمال ارشاد کی ایک لمحہ کے لیے بھی غمازش نہیں کرنا چاہیے

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا هَمَّ

اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقص پہنچا سکتا ہے بلکہ اور اگر تو اس کے ساتھ ہوتا رہے گا تو ہر تیرے شمار

الظَّالِمِينَ ۝ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ

ظالموں میں ہوگا اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا ہے بجز اس کے بلکہ اور اگر

يُرِيدَكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآءَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

اور وہ چاہے تیرے لیے کسی عبادتی کا تو کوئی راز نہ ہوگا ۱۸۱ میں اس کے فضل کو سر فراز کرنا چاہتا ہوں کہ جس سے جس کو چاہتا ہے پہنچے

وَهُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ

بندوں سے اور میری ہمت معلومت نہایت بالا ہے تم پر میرا ہے۔ اے حبیب ایمان والے لوگو! بیشک آگیا ہے حق سے پاس حق تمہاری تکلیفوں سے

رَبِّكُمْ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

مصلحت جو ہدایت قبول کرنا ہے تو وہ ہدایت قبول کرنا ہے اپنے جیسے کے لیے اور جو گمراہ ہوتا ہے

۱۸۱ جب انھیں وضرر کا کل اختیار اسی کے دست قدرت میں ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کرنا کتنی بڑی نادانی ہے

لا تَدْعُ الْإِثْمَ وَالْعَصْيَ (قرطبی و طبرانی)

۱۸۲ اہل مہذبہ کی صحبت کاملہ کا ذکر اس حدیث میں کیا جا رہا ہے۔

۱۸۳ اے کہ کے باشندہ و اہل عرب کے و ہندو و انور ایک ہے آدم کی ساری اولاد! کایں کھولی کہ سن ہو مطلق ہدایت

پر آفتاب محمدی طلوع ہو چکا۔ نیکی کی شاہد ہو چکا الہی۔ شک و شبہ کی دھند دور ہو گئی۔ تبلیغ حق کا حق اور اگر نہ آگیا اب تمہاری

مرضی و محبت حق کو قبول کر دیا مگر اس کے گمراہی میں پرہیز رہو۔ تم کوئی ماسطر عمل اختیار کرو تم آلودہ ہو لیکن ایک بات یاد رکھو

کہ اگر رشد و ہدایت کا راستہ اختیار کر دے تو تمہارا اپنا بھلا ہوگا اور غلط روی سے باز نہ آئے تو اس کا نقصان بھی صرف

فَأَتَيْنَا بِغُلٍّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٌ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ

تو وہ گراہ برلاس ہے اپنی تباہی کے لیے اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں کاکلہ اور (سے) حبیب! آپ پیروی کر گئے

إِلَيْكَ وَأَصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

میں جو وحی کیجاتی ہے اپنی طرف تکرار کر افسوس میرے لیے یہاں تک فیصلہ فرمائے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمائے والا ہے۔

۳۳۶ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا اب میں تمہارے کاحمل کا ذمہ دار نہیں۔ تم جانو اور تمہارا کام جیسا کرو گے ویسا بھر دے گے۔ کاکلہ آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ علیہ السلام افضل الصلوٰۃ قدس جلیل التسلیم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے حبیب! آپ ان لوگوں کی پڑاؤ نہ کریں۔ جو وحی آپ کی طرف نہیں جاتی ہے۔ بہ خوف و خطر اس پر غفلت پیل رہیں۔ ان کی اذیت رسالتوں اور ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ لیصلک لکھڑی آ رہی ہے۔ فیصلہ کرنے والا خود رب العالمین ہو گا اور وہی سب سے بہتر اور صحیح فیصلہ فرمائے والا ہے۔ العهد لله وبالعالمین الذی بتوہیقہ تستجد الصلوات والصلوة والسلام علی حبیبہ الذی بیاحہ تقبل الحسنات ویحفظ النسلات عن العتوات وعلی آلک واصحابک منایع الخیرات وحصار البرکات۔

۳- ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء

سُورَةُ صُود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام : اس سورۃ میں حضرت حمود علیہ السلام کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے آپ کے نام سے موسوم کیا گیا یہ ایک مثنوی ہے
آیات پر مشتمل ہے اس کے کلمات کی تعداد ایک ہزار چھ سو اور حرف کی تعداد (۹۵۷) ہے۔
نزول : ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے اس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا تھا اس بات پر شاہد ہیں کہ سورۃ یونس کے فوراً بعد یہ سورۃ نازل
ہوئی اسلامی دعوت کا یہ دن نازک دور ہے جب تک کہ کفار و مشرک کے سختے ہو چوں کہ سرکارِ مہربا
آگے بڑھ رہے تھے اس کے باعث کفار و مشرکین اس زبردستی پر آمادہ ہو گئے تھے اپنے سرکشی جوڑ بھیا کا مزہ اُڑانے پر آتے تھے میں اسلام اور
حضورِ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ان کی ہرزہ صراحتی اور پنهانی طرزی جست و کجی کی مستحکم پٹی چلی ہے
لہذا یہ سورۃ مسلمانانِ پُر حقوں کے خلاف اُن کی انتہا کر دی ہے ان حالات میں اس سورۃ کا نزول ہوتا ہے۔

مضامین : پہلے دو رباعیوں میں سبائی برائے مشرک پر یہ ہیں انکار کے ساتھ اسلام کے بنیادی عقائد و عقیدہ کی رسالت اور قیامت
میں اُن کے لئے جہنم کی آگ لیا جائے گا وہ اس جس کا ظلم انسا محیط ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو وہ جانتا ہے۔ اُس نے
انکار کرتی ہے خبر ہے ایسی آگ اُٹھی ہے جو آواز و تہ جہ جہ کے جوڑ و سخا کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر چیز کو جسے جانتا ہے۔ اُنس کی
خبر میں خزانہ طوفان تھا جس مناسبت سے ان پر فاجعہ بڑا ہے جس کی قدرت و حکمت کی کیفیت ہے کہ میندین و سموات و ارض اور
پستقین (ارض) کو لوہاں میں جو کچھ ہے اس سے پہلے فرمایا ہے خود خود کہ جس کا ظلم انسا محیط جس کا دشمنی ان کی کرم انسا و بیع جس
کی قدرت اتنی ہے پائیاں اور جس کی حکمت اتنی جلیان کن ہو گیا اس کی الوہیت میں شک کی کوئی گنجائش ہے اور اس کے سوا کوئی اور
ایسا ہے جس میں ان کمالات کا شائبہ کبھی پایا جاتا ہو تاکہ تعالیٰ اور الوہیت میں وہ اس کے شریک ہونے کا مدعی بن سکے
اور کیا ایسی قادر و توانا ہستی کے علیہ تجلیں مارے گئے بعد زندہ کرنا کوئی مشکل کام ہے ہرگز نہیں۔

پھر انھیں فرمایا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ کسی انسانی کا بنایا ہوا ہے تو میرے سب مل کر اس کی شکل
کیوں پیش نہیں کرتے کیا وہ نہیں تو اس صورت میں ہی اسی میری مثال اگر فک مخموری کے بعد ابھرنے کے باوجود تم دس سو تیس
بھی پیش کرنے سے تامل نہ کرنا تو میرے بعد ذکر و لوہاں لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا لاف لانا اس کا سچا رسول ہے۔
حضورِ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی ان لوگوں کا اسلام کے بنیادی عقائد کی دعوت بڑی دوسری اور
خلوص سے کی ہے لیکن ان کی ہٹ حرکی اور حسب میں آنے سے ان کے ایمان پر تباہی و تاراج کا اور یہ اسلام کے خلاف سخت سے
معت پر ہمتا کوئی دلیل ان پر کارگر ثابت نہیں ہو رہی تھی کسی مجرم سے ان کی تہمید کو منافی نصیب نہیں ہو رہی تھی پس علیہ اس

شعور میں بڑی فطرت ان کے سامنے ان پہلی قوموں کے حالات بیان کیے گئے جنہوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ ایسی جیسا سلوک کیا اور پھر جس ہر انسان کی نسبت وہ درجہ دیا ہے اس پر بھی ان کو آگاہ کیا۔ کھلیا عرب کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی دعوت کو جو حقارت لکھاتے ہیں ان کی غلط سازش کا جو بکثرت مذاق اڑاتے ہیں۔ انبیاء کے پیروکاروں کی طریت افلاس کے باعث ان کی محفل میں بیٹھا اور ان سے کچھ تک ہونا جو لوگ اپنے غیبت پرستان سمجھتے ہیں ان کی محفل کی نظر میں جب تمام ہر باتیں ہیں اور خود فکر کرنے کے لیے جو فرصت انہیں ملی جاتی ہے وہ ان کو سچی جاتی ہے تو یہ ان پر غرور خداوندی کی بھی کوئی کمی ہے اور ان کی ساری عظمتوں اور تختوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیتی ہے۔ آگاہ عرب! اگر تم اس انجام پر پہنچنا چاہتے ہو تو سچ آنکھیں کھولو اور دین حق کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔

ایک بات تو یہ طلب ہے کہ قوم ہر پادشاہی کے مخصوص سیاسی معاشی اور معاشرتی حالات کے زیر اثر مختلف قسم کی غلط فہمیوں کو شمار کرتا ہے اور ان کی محفل کے لیے جب کوئی تعلق میدان میں نکلتا ہے تو اس کی قوم کا رد عمل بھی خاص نوعیت کا ہوتا ہے کہیں قوم حق کی طرح جہالت کی تاریکی اور غلط فہمی کا عہد پسند ہے کہ ٹھٹھکا ہوا ہے تو اس کی قوم لوگوں کی غیبت پرستانہ فطرت کی ہر سنگینوں نے غلطی اور آوارگی پیدا کر دی ہوتی ہے کہیں قوم غیب کی مانند تجاہل کی جا بھی ہے کہ کافر یا بددیانتی کا یا زار کم دیا ہے تو اس کی قوم خود کی طرح مسند معرفت میں ترقی کے باعث ذہن بڑھ چکے ہوتے ہیں اور دل مسخ ہ جاتے ہیں اور کہیں غیبتی عقیدے نے قوم سے از خودی فکر و عمل کی صلاحیتیں سلب کر لی ہوتی ہیں اور جب کوئی اصلاح طلبی حوالہ کے لیے کو نشان چلتا ہے تو اسے مختلف قسم کے رد عمل سے واسطہ پڑتا ہے۔

انبیاء سابقین کی نسبت ان کو کہ صرف ایک مخصوص معلقہ کے لیے اور ایک محدود وقت تک حق اس لیے ان کی تعلیمات بھی انہیں ملتی اور وقتی ضروریات کے مطابق انہیں ملتی تھیں، شرعیات اور انہی اہل حق علیہ السلام جو تمام قوم کے لیے اور قیامت تک کے لیے شریعت فرما رہا اس نے ہر معاشرہ کی اصلاح کرنا بھی اور بد فطرتی حالات سے جو بپا رہتا تھا اس کے مخالف صحراؤں اور جنگوں کے نامزدہ عوام بھی تھے اور دشمنوں اور آبادیوں کے تمدن باشندے بھی غروریت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے غلام بھی تھے اور سخت معرفت میں اچھ کمال تک پہنچے ہوئے لوگ بھی۔ دولت و ثروت کے خمار سے غمگین اور غیبت پرستانہ حال بھی حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان مختلف طبقوں میں پیدا ہونے والی تشویش غلط فہمیوں کی اصلاح کرنا بھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کی میرٹوں اور اپنے انبیاء پر ان کے ہر اوصاف اور دعوت حق کے مقابل میں ان کا رد عمل ایک ایک کے بیان فرما دیا تاکہ حضور کریم کو ان تمام حوالہ سے آگاہ کر دیا جائے جن سے حضور کو دوچار ہونا تھا تاکہ کوئی بات غلط واقع نہ ہو اور کوئی رد عمل باعث غیبت نہ بنے۔

ان تمام امور کو اس سورہ مبارکہ میں بڑے نقش و نگار میں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیتے ہیں۔ فاستقم كما امرت ومن تاب صحت، آپ اور آپ کے ساتھی عظیم الہی کو کیا لاف کے لیے حالات کی سنگینی اور احوال کی سازش کا کیا کی پراہنہ کرتے ہوئے مستعد اور ثابت قدم رہیں! اور پھر یہ بھی فرما دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ نہایت باہم غلطی آپ کے دل کو ثابت و قرار نصیب ہو۔

آپ عبادت الہی میں سرگرم رہیں اور اس کی تائید و نصرت پر پوروسہ رکھیں! اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے سامنے دشمنان اسلام کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہوگا اور حق و نصرت آپ کے قدم پر چلے گی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

سورہ ہود کی ہے۔ اس کی اور کتاب سے شروع کرتا ہوں جو سنت ہی دوران ہم قرآن لایا ہے۔ انیس ۱۲۳ اس کتاب کا ۱۰

الرَّحْمَنُ أُنْكَبَتْ إِلَيْهِ ثُمَّ فَصَّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَيْرٍ ①

الغلام آیت یہ کتاب کا ہے۔ جس کی آیتیں پھر ان کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ بڑے انداز میں ہے۔ باخبر خدا کے

الْأَتَمُّدُ وَالْإِلَهِ الْإِنْفَى لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ② وَأَنْ

ہے کہ تم عبادت کرو کہ صرف اللہ ہی ہے۔ اس کی طرف سے نذر اور بشارت ہے۔ اور یہ کہ

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

مغفرت طلب کرو اپنے رب سے کہ پھر اس سے توبہ کرو اس کی طرف وہ لطف الہی کر کے تمہیں نذر کی راہ میں سے

لَهُ وَفِي الْغُلَامَاتِ بِرَحْمَتِ اللَّهِ وَفِيهِ يَنْفَسُ الْإِنْفَى لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ③

۱۔ وہ غلامت پر رحمت اور سورہ یونس کی ابتداء میں گذر چکی ہے۔ اس لیے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ اگر اللہ سورہ کا نام ہوتا تو نہ جہاد ہوگی اور کتاب خبر لایا جہاد کا ہے۔ ہذا کی خبر ہوگی اور لکھتے ہو جہاد کی صفت

واقع ہوگی۔

۳۔ احکام سے پہلے اس کا معنی ہے کسی چیز کو یوں بچتے اور ستوار کہ اس میں کسی عمل اور نقص کا گمان نہ رہے

اور نہ لکھتے تفصیل سے ہے یعنی عداوت اور کفر کر دیا گیا ہے کہ اس میں کسی القباس کی گواہی نہیں ہے۔ یہ کہ یہ کتاب لافاوا

اور عبارت کے خلاف ہے۔ چہ اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور معنی کے اعتبار سے یہ ہر شک و التباس سے پاک تر ہے یعنی سورہ اور

سورہ درجہ کی پرکھتہ ہے۔ اسی محکمۃ فی لفظہا مفصلۃ فی معنیہا فہو کامل صوریہ و معنی (دیکھیں) اور اس میں یہ احکام

اور تفصیل کہاں سے آتی؟ جہاد کیا کہ اس ذات کا نام ہے جو اپنے نفاذ و افعال کے لحاظ سے حکیم ہے اور اپنے علم کے لحاظ سے

مہکام کے انجام سے ہمیں ملے واقعہ ہے۔ اسی میں عند اللہ الحکیم فی اقوالہ و احکامہ۔ جب یہ بعد از اللہ (دیکھیں) اور اس کا

لکھ اور اس کا اس شان و عظمت سے فاضل کہ نہ کا ذکر کیا ہے؟ صرف یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کسی کو

اپنا معبود نہ بناؤ۔ تمہاری جہاں تیار صرف اس کی بارگاہ صمدیت میں زمین و کس ہو۔

۴۔ اور یہی ہیئت کی غرض غایت یہ ہے کہ میں تمہیں اس کی نافرمانی کے انجام بد سے ڈراؤں اور اس کی اطاعت و بندگی پر حسن

خفا کی بشارت دوں۔

۵۔ میں تمہیں یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ اس سے پیشتر نادانی کی حالت میں یا شیطان کی انجنت پر تم لغزشیں کرتے رہے ہو تو اب

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝ إِلَى اللَّهِ

لکھیں طرح سزا پر عطا ہوگا ہر زیادہ ملے گا اس کی زیادہ ملے گی (کتاب اور امر

تو لو وانی آخاف علیکم عذاب یوم کبیر ۱۵) اِلٰی اللہ

تم دو جہی اور دواں نہیں تو میں اندیشہ کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی

مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ إِلَّا أَنَّهُمْ يَشْكُنُونَ

حق کوٹ کر جاتا ہے۔ اللہ وہ جس پر قدرت رکھنے والا ہے۔ سنو! وہ دُور کر رہے ہیں سنو

ہی چشم پوش کھولا اور کانٹے مرنے والے، شکایت کھوں سے مراد عجزان کراں گناہوں کی مغفرت کے لیے التماس اور آئندہ کے لیے اپنی تمام کوششوں، سچوں اور اعمال کا قیاس اس کی نواست نہ بنا رسول و جان سے اس کی طرف رجوع نہ کرنا وہ تو جہاں الیہ ہی رجوع ہونا تھا الیہ (ظہری) اسی رجوع الیہ بالظاہر والعبادۃ۔

شہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنا ہی مطلب ہے کہ انسان پر ہم کی لذتوں سے کنارہ کش ہو جائے۔ چہرہ پر محرومی کا خاتمہ لگالے اور غربت و ناداری کے نفس میں بھڑکھڑاتے رہنے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعتراف کر لیا۔ اپنے گناہوں پر استغفار کر لی اور بقید زندگی میں اس کے ہونے والے توکم کو ہر طرح کی لذت راحت ثروت آدم اور فرزند و اولاد سے سرفراز کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کا بن جائے گا یہ قصد نہیں کہ انسان ہر قسم کی محرومیوں کا شکار ہو جائے بلکہ حرج سے ملے اس کا ہو جائے اس کے لیے حرجت کے دروازے کھول دیئے جائے جس میں سچی خوشیوں اور حقیقی کامیابیوں سے اسے بہرہ ور کیا جائے۔ ہذا شوق الاستغفار (قرطبی)

سنت یعنی ہر ایک انسان کو اس کا اعمال مستلک جزا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے یہ کیوں میں بقول کوئی بڑھتا جائے گا اسی انداز سے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عطا کردہ علم سے مالا مال کرتا جائے گا فضل کی خبر کا مزہ چھوٹا تہ باری سچے۔ ان حرکت کل ذی عمل من الاعمال الصالحات جزاء عملہ۔ (قرطبی)

لے اور اگر تم اپنی غلط روی سے باز نہ آؤ اور اپنے گزشتہ گناہوں پر پچھتے ہو تو ہم نہ ہو تو پھر مجھے تمہارا انجام اچھا معلوم نہیں ہوتا ایسا نہ ہو کہ کسی بڑے دن کے عذاب میں مبتلا کر دیے جاؤ۔ یوم کبیر سے یا تو روز قیامت مراد ہے یا عذاب کا کوئی دن۔

سنو لغت میں یشتون کسی چیز کو پسینہ اور گرم کرنا کہ وہ در تکرارے کو کہتے ہیں یعنی یشتی یشتی یشتی، عطفہ، طلاء و بعضہ علی بعض جب کپڑے کو در پڑا جاتا ہے تو عرب کہتے ہیں یشتی الثوب۔ کپڑے کی ایک تکرار یشتی آئے کہتا ہے اللہ تعالیٰ عذاب و عطا و یہ اور یشتی کا یہ لہجہ عن ہرگز اس کا معنی مرنا یا میرزا نہ ہے ثناء عنہ طلاء و عطا اور

194

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور زمین کوئی جاندار نہیں میں جانتا ہوں عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذریعہ اس کا رزق وہ جاننا ہے

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعُهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ

اس کے ٹھکانے کی جگہ کو اور اس کے لئے رکھنے کی جگہ کو۔ ہر چیز کا کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے اور وہی (خدا) ہے جس نے پیدا فرمایا

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں ہوا اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا زمین اور آسمان پیدا کیے

کرتے ہوا اور ان کو بھی جن کا نظم و نظام کتاب کے ہر صفحہ پر مودعات ہے جس سے تمام کائناتوں میں چھپا ہوا کوئی راز بھی نہیں اس لیے اس ناکام
کوشش میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔

ماتے سابقہ آیت میں ظاہر و باطن پر ملاحظہ کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف تمام احوال سے ہی باخبر
نہیں بلکہ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ہر ذی روح حیوان پر وہ اپنے کائنات کو بلائیات ہے اطلاق علی کل حیوان ذی روح (کبیرہ و صغیر)
رزق پر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی جاندار کے لئے ضروری ہے اس کی روح کی بقا اور جسم کی نشوونما ہر الخوف حقیقت سے اپنے تعالیٰ ہدایت
دیکھ کر فیہ بظاہر و باطن و علو و سفو (قرطبی)

مستقرہ اسم ظرف اور کثرت کے جب مستوع بھی ظرف ہے وہ عین رکھے جانے کی جگہ مستقر ہے اور اس کو دنیا میں اس کے ٹھکانے
کی جگہ ہے مستقر سے اور اس کی جگہ ہے بعض اوقات فرمایا کہ اس کے لئے ان کی جگہوں کو مستقر اور اس کی رات کی رات کو مستقر کیا گیا ہے کتاب
مبین سے اور وہ محفوظ ہے ان الفاظ کا مفہوم سمجھنے کے بعد اب آیت میں غور فرمائیے بتایا جا رہا ہے کہ تم جانتے ہو کہ دنیا میں ان گنت قسم کے
جانور ہیں اور قسم کے انسان ہیں ان کا شمار کسی کے جس میں نہیں۔ تو کون ہے جو چیزیں سے لیکر انسانی جسم اور اس سے لیکر شہا و تک
جہ تک اور جس کے سے لیکر ہر چیز تک ہر جاندار کو اس کی مخصوص خوراک مقرر فرماتا ہے ہر جاندار کو ہر چیز کی خوراک ہے کہ وہ پروردگاری
اٹھائے صورت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کا شمار خدا کا ہوا ہے جس کا شمار خدایاں کو ہر چیز کی برکت اس کی خوراک ہوا کہ وہی جاتی
ہے۔ اس نے اپنے ذکر میں پر کیا ہے کہ وہ ہر چیز کی ضرورت کا انتظام خود فرماتے گا اگر خدا کا حکم ہو کہ ہر چیز کا حکم معلوم نہ ہو تو اسے خوراک
کیسے پہنچائے کتاب جب ہر چیز کو اس کی غذا مقرر کی جا رہی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی جہاں جہاں کوئی ذوق
ہو گا اس کا بھی اسے علم ہے۔ اسے کفار اور خدا میں سے کسی پٹائی میں چھپا ہوا کفر بھی نہیں جو رات کے اندھیروں میں ایک فانی کی گئے
والی چیز کی کو بھی دیکھ رہا ہے تم ہر اس سے بچنے کی کوشش کرو اس سے چھپ نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے بیان کے بعد اب اس کی قدرت کاملہ کا ذکر کیا جا رہا ہے تو ان جہد میں کائنات کی تخلیق کی تدبیر شفا علیہم رحمۃ اللہ

کے غفلوں سے بھیر کر دیا ہے جیسے پہلے کئی مقامات پر بتایا جا چکا ہے کہ وہ کمال جس طرح طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک کی مدت کے لیے متعلق ہوتا ہے اسی طرح اہل زبان مطلق وقت کے معنی میں بھی اسے استعمال کرتے رہیں گے کیونکہ وہ ہمیں دین کا آغاز و مسرت کی غفلت کے بعد ہوا اور جس زمانہ کا ذکر ہے اس وقت نہ سورج تھا اور نہ اس کا طلوع و غروب نہ دن تھا اور نہ رات تھی۔ اس لیے یہاں اس کا یہ معنی تو ہرگز نہیں لیا جا سکتا بلکہ مطلق وقت کے معنی میں ہی یہ متصل ہوا ہے یعنی آسمان و زمین کی مطلقیت چاروں طرف میں پائیہ تکمیل یا کثرت تھی۔ ہر دور کی مقدار کو کسی تھی اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کی وضاحت نہ قرآن کریم نے کی ہے اور نہ سنت نبوی میں اس کا ذکر ہے اور نہ ہی غفلت کی کثرت اس کے تفصیل اس کے دوروں کا تعین۔ ہر دور میں رو پڑی ہوئے والے تغیرات کا بیان قرآن کے اعراف و مقاصد میں داخل ہے۔

آج اس آیت کی وضاحت کے سلسلہ میں جہاں جو حدیثیں گواہی دی ہیں اور علماء کی ایک جماعتی ایام کی ایک مختصر اور مشہور شخصیت کی محکومات کے مطالعہ کا موقع بھی ملا ان کو اپنے شخصی صوبے سے زیادہ صفحات پر پھیلے ہوئے ہے لیکن انہوں نے کہیں بھی قلم کا سامان نہ مل سکا۔ کلان کی ذہنی ضرورت پڑی طرح غلط فہمیاں ان کے علم میں نہ تھیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں جو کتنی مقامات پر مذکور ہے کہ آسمان وزمین کی تخلیق چوبیس برس پہلے ہوئی یہ بات مبنی حقیقت نہیں بلکہ یہ کہنے کے زعم و مات اللہ کے پیش نظر کسی گئی ہے انھیں ایک ایسا فقرہ سنئے وہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں دنیا و مافیہا کا جو دور ہے جسے بنا بلور یہاں حقیقت واقع نہیں بلکہ اعتقاد علی اعتقاد و ایسہو کا گیا ہے گویا قرآن کو اظہار حقیقت اور بیان صداقت سے کوئی سروکار نہیں بلکہ اسے تو فقط تصدیق پر انہی ہی حجت قائم کرنا ہے۔ علم اس نکتہ و حجت قائم ہو گئی اور کام چل گیا، لیکن جب کرسا غشی حقیقات نے یہودی مغرضات کو غلط ثابت کر لیا تو اب فرماتے ہیں کہ حاضر کے علمائے ہدایت کے لیے قرآن میں کوئی جاوید بات نہیں آج لیکن کون اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کا اس کے دوسرے ذرائع پر ان کا اعتقاد ہے۔

مشایم (چھ دیوے) کی تحقیق میں نے پیش کی ہے وہ جسے خیر خشرین نے پسند فرمایا ہے اس کو غلط ثابت کر کے اس کے لیے غفلت
نے فریضہ چلنا کا ذریعہ بن کر پلٹ کر غفلت پر گئے چلے گئے صرف یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ ان دونوں سے مراد یہی ہمارے بارہ چہرہ
گھٹے کے سن ہیں چنانچہ تحقیق کیے ہوئے دفتر ازمیں یہ علماء اسلام نے بھی جہاں جہاں قرآن مجید میں نیادافیلہ کے چھ دیوے میں پیدا کرنے کا
ذکر آیا ہے وہ کہ حدیث برہان کی کوشش کی ہے کسی نے قیام یا ہم سے عیالیم آخرت پر لکھ لیے ہیں جس کے ہر ایک دن کی مقدار ہزار برس کے
برابر خیالی کی ہے اور کسی نے سترہ ایام سے سترہ احوال پر لکھ لیے ہیں اور کسی نے سترہ احوال اور کسی نے مجاہدین کی وقت کو جب ہمارا
یقین رہے کہ اس باب میں جو کچھ قرآنی مجید میں بیان ہوا ہے وہ اعلیٰ امتداد السورہ ہے نہ بطور بیان حقیقت واقعہ کے تو ہم کو
اس بحث میں پریشانی ضرورت نہیں ہے ۱۶ مقالات سترہ حصہ چارم باب ششم ہی فیصلہ فرمادیں کہ اس قسم کا انذار تفسیر کو کہاں کہاں پانچ
موت نکلتے۔

شائع اس سے یہ بتا گیا کہ ارض و سما سے پہلے پانی ہی تخلیق ہو چکی تھی اور یہی اصل کائنات ہے اور یہی منبع حیات ہے دوسری جگہ ارشاد ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی : یعنی ہم نے پانی کسے دیر بعد ہر چیز کی زندگی کا سامان فراہم کیا۔ اس بات کی حقیقت کیا تھی کیا وہ بھی پانی تھا یا کوئی مائع دینے والی چیز تھی جسے یہاں پچھنے کی مناسبت سے بیان فرمایا گیا۔ حاتمہ تعالیٰ اعلم۔

لِيَبْلُوكُمُ أَفْكُمُ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّكُمْ مَقْبُوءُونَ مِنْ

سنا کہ آڑتے تمہیں کرتے ہیں سے کون اچھا ہے عمل کے خاکے تمہارا آپ انہیں انہیں کہہ دیتا تم اٹھائے باؤ کے موت

بَعْدَ الْمَوْتِ لَيَقُولُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝

کے بعد موت تو خود کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے یہ سحر جادو کھلا ہوا

وَلَئِنْ أَخْرَجْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا

اور اگر ہم نکال دیں ان سے عذاب شے بکھڑے تک تو اڑا ہوا مدت کہیں گے کہ کس چیز سے نکال دیا

يَحْسِبُهُ الْيَوْمَ بِآيَاتِهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمُ

ہے اس عذاب کو۔ وہ کان کھول کر سن لیں جس ان عذاب آجائے گا ان پر تو نہیں پھر ایسا ہے گا ان سے اور گھیرے گا انہیں عذاب

۱۔ تخلیق انسان کا مقصد یہ تھا کہ انسان کو عقل و علم کی جو نعمتیں بخشی گئی ہیں انہیں وہ کس طرح استعمال کرتا ہے۔ کیا اس کے علم و عمل سے کائنات میں بہتری آتی ہے یا تباہی اور بربادی کی خاک آٹھنے لگتی ہے کیا وہ اپنی زبان اور اپنے فہم کو انسانیت کے چاکر کر باؤں کو روکنے کے لیے استعمال کرتا ہے یا وہ انسان کی قید و شرف کو ناکارہ کر دیتا ہے۔ کیا اس نے اپنی ساری صلاحیتیں نفس پرستی، عیش کوشی اور فتنہ پرانی میں ہی صرف کر دیں یا اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرنے کے لیے انہیں استعمال کیا یا اس آزمائش کے لیے حضرت انسان کو پیدا فرمایا گیا۔ یہ نیا کھیل کو کھانا میدان نہیں ہے بلکہ امتحان نگاہ ہے۔ ہر قدم اٹھانے سے پہلے خوب غور و فکر کر لینا چاہیے کہ یہ ہیں کہ ہرے بے گناہ۔

۲۔ عموماً تو وہ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں کہ انہیں بھی جانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس عمر، بچہ کو کوئی ضائع نہ کرو۔ ان قوتوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے بال جان نہ بنو جنہیں مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا۔ باؤ کا وہ انداز ہی میں تھا ہی چینی ہوگی اور تم سے ان اعمال پر محاسب کیا جائے گا تو انکا انجام سنگین ہے جس کو جس کتاب کی آیتیں پڑھ کر تمہیں سنا ہے وہ تو کوئی جادو و سحر کی کتاب ہے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام نہیں۔

۳۔ یعنی ان لوگوں پر جس کا نالہ انداز ہے جب ان کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے تو اسے دھڑکتے ہیں جب ان کے بس بلا وجہ لگاؤ پر عذاب الہی سزا جاتا ہے تو وہی شغفی اور عیا کی سے کہتے ہیں اے اس عذاب کو دیکھیں تو وہ کیسا سہتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کسی حکمت اور مصلحت کے باعث نازل عذاب میں تاخیر فرماتا ہے تو اسے اس کا احسان خیال نہیں کرتے اور ان مصلحت کی گولہ لیں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ کہاں گیا وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرا یا کہتے تھے۔

جس کا وہ شہر اڑا کر رہے تھے ^{۱۹} لہذا اگر ہم چکی میں کسی انسان کو اپنی طرف سے جبر کا مظاہرہ کر رہے

مجموعہ میں اس صحت کو اس سے تودہ پڑا ایسے اور انشکرا میں جاتا ہے اور اگر تم سمجھاتے ہیں اسے تو فی نعمت میں بحیف کے بعد اسے پہنچی تودہ

۱۹۔ انھیں بتایا جا رہا ہے کہ جب قرعہ کھڑی آپہنچی تو خدا سب اشیاء پر نازل ہوگا اس وقت تم جتنے کئے شہور ہو گئے ہو، جہاں سے کی ہر شے کرو گے، سب بدلے ہوئے وہ عذاب تمہیں نیست نابود کر دے گا اس لیے اب جلد ہی کھڑیوں کو خدا تعالیٰ کے در و رحمت کا دروازہ کھلا ہے آؤ تو یہ کرو، مافیہا تمہارے بخش دے سے مراد گئے۔

ہم نے انسان کو اس زندگی میں مختلف قسم کے حالات کے واسطے پڑھایا ہے۔ کبھی اس سے مطلع حیات پر غور کرنے کے ساتھ کہتے ہیں اور کبھی اس سے ایسی شکست ہے وہ پکار جوتا پڑتا ہے جس کا اس سے تصور تک بھی نہیں رہتا۔ کبھی وہ اندر سے دو توڑنا جوتا ہے اور کبھی بیاد و زبور پر ایسی مختلف حالات میں دو قسم کے انسانوں کا فرواد مومن کا جو طریق کار اور دو قسم کا جوتا ہے جس کو ان آیات میں ہر قسم کے تشریح پر ایسی ہے تاکہ انسان اپنی عباداتی اور اپنے خدا کی خاطر بہتر راستہ اختیار کر سکے۔ انسانی نفسیات کا یہ ایسا حقیقت پسندانہ تجزیہ ہے جس میں شک و شبہ کی ذرا گنجائش نہیں۔

آیت کے چند تفسیریں طلب العلماء الافاضل سے منس انسان مراد ہے کسی خاص شخص یا قوم کی تخصیص نہیں وحیہ مراد وصفت
اسی دعاہیت : اقبال ہندی خوشحالی غریب کے قریب کی نعمتوں کو شامل ہے۔ جیس : دنیا کا کاھیفہ ہے یعنی ان کا یاوس ہر جانور الہ جے ملکات
کے بہتر ہونے کی کئی کثرت ہی نہ ہے کھنود : یہ بھی جہان کا کاھیفہ ہے یعنی بہت : شکاری کر نر اور اپیلے جب اسے گوان گوان نمٹوں سے نوازائے تھا
قواس نے کبھی اپنے مالک کا شکر بڑا دیا کیا : اعداب بھی اگرچہ اس کی زندگی کا ایک گوشہ نہ ایک ہے لیکن کئی گوشے ایسے بھی تو ہیں جہاں سکون و
علاہیت کی روشنی پھیلی ہوئی ہے تقویٰ کی تکلیف و اس کا دوسری نعمتوں سے بھی آنکھیں بند کر دینا کیا یہ : شکاری نہیں :

۲۰۔ اگرچہ وہ صاحب کے اسے نجات دے دے مگر وہ بھی جاتی ہے تو وہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کے مجبور پر کیا اور میری یہ کیسی پرہم فرمایا ہے بلکہ صاحب کے قول جاننے کو فائز اور نجات سے غصہ کرتا ہے لاینب ذہاب الیہ ان الی اللہ تعالیٰ ولا یشکروہ بل ینسب الی ما لا تعالیٰ علیہ ^۱ ص: ۱۰۲ فوج کہتے ہیں اس لذت کو جو غلو کے حاصل ہونے پر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ فخر: ہمالہ کا صیغہ ہے یعنی اس پر وہ اترنے لگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ عزیز یا قابل شہدائی امیرال دود و لذت کی خواہش میں جس چیز میں جس کا وہ اپنی ذالی اہلیت کی وجہ سے حق تھا۔

اب آپ خود فرمائیے کہ میں افسانہ کی یہ حالت ہر کن کلامی اور نہ لٹری کے وقت و حوصلہ ہرگز اور ہر قول و فکر کے بیٹھے جانے اور اپنے مستقبل کے بارے میں باطل مایوس نہ رہا ہے اور افسانہ پر ناسخ البیالی اور آسانش کا دور آئے تو کبر و غرور سے زمین پر اٹھلا اٹھلا کر چھٹنے لگے اس سے کسی اور بچے کا کام کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اگلاس کے سرخ و گن کا دور اس کی ذات کے نیچے تباہ کن ہو گیا ہے تو اس کے عروج کا زمانہ بھی گزرا۔

مَسَّهُ لِيَقُولَ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّكَ لَفَرِحَ فَخُورٌ إِلَّا الَّذِينَ

کرتا ہے کہ دور ہو گئیں سب خلیفیں مجھ سے۔ بیشک وہ بڑا خوش ہو گا اگر اللہ ہے، مگر وہ لوگ جو

صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

صبر کرتے ہیں اللہ اور نیک کام کرتے ہیں (وہ نیکیوں پر فخر نہیں ہوتے) وہی ہیں جن کے لیے بخشش بھی ہے اور بڑا اجر بھی ہے اللہ

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوْحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ

ہو کہ تیرے پر نہ تھا کچھ جو تو اس کا جو وحی کی جان آپ کی طرف لگتا اور تنگ ہو جاتے اس کے ساتھ آپ کا سینہ (اس لیے)

کے لیے صبر و بردباری کا زمانہ ہوتا ہے۔ ایسے شخص کی زندگی کبھی شمال زندگی نہیں ہو سکتی۔

اللہ عام لوگوں کے طرز عمل کو دیکھنے کے بعد یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ میرا دامن مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور مجھے عمل کیا کرتے ہیں وہ یوں نہیں ہر کرتے؟ وہ صائب انداز کے تارک یا کھول میں بھی نہیں بلکہ چٹان کی طرح کھڑے رہتے ہیں اور وحی کے نول میں بھی وہ کسی نرم غری کا اندھا نہیں کہتے بلکہ اپنے دل کا شکر یہاں کرتے ہیں اور اپنے مسائل کو اس کی مخلوق کی خدمت کے لیے استعمال کرتے ہیں حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابراہیم الخلیل ان کا دعویٰ کیا کہ میں اللہ ہوں تو اس نے ان کا دعویٰ رد کیا۔

یعنی چونکہ اس میں عجیب نشان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لیے بہتر ہے اور یہ صرف عموں کی بڑی خصوصیت ہے اگر اسے آرام و راحت پہنچا دے اس پر تنگوار کرے تو برا نام و راحت اس کے لیے خیر و برکت کا باعث ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچا دے اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف بھی اس کے لیے خیر و برکت کا موجب ہے۔

۱۱۳۱۔ واقعی اس قسم کے لوگ اس سرفرازی کے مستحق ہیں۔

۱۱۳۲۔ کفار نے انکار کیا کہ یہ قرآن جو آپ ہیں پڑھ کر سناتے ہیں اس میں تو مجھے خدا تعالیٰ کو بہت بڑا بعد آگیا ہے اس لیے ہم اس قرآن کو قرآن نہ کہتے یہ تیار نہیں۔ ہاں اگر آپ ایسا قرآن لائیں جس میں مجھے کسی قسم کا اعتراض نہ کیا گیا ہو تو ہم کب پر ایمان لا سکتے ہیں خود اس اعتراض اٹھانے پر کیا اگر آپ مجھے نبی جتنے قرآن کے پاس سونے چاندی اعلیٰ و جلالہ کے خزانے سے جتنے بھی قرآن کو گولی میں تقسیم کر سقاؤں گے آپ کی بات ماننے والے آپ کے ہمراہ کوئی فرشتہ ہوتا ہو لوگوں کو آپ کی صداقت کا یقین دلانا اور جو ماننے سے انکار کرتا اس کی گلاں مروا کر رکھ دینا۔ دو چار کے ساتھ یہ کیا جاتا تو کسی کو آپ کی حرمت و درگاہ کی حرمت میں نہ جوتی اور آپ کا حال یہ ہے کہ خود وہاں جو جیتے نہیں تو کسی کو کیا دیں گے۔ اور ہم آپ پر آواز سے کہتے ہیں پھر ماننے میں غلاطی پھینکتے ہیں۔ راستہ میں لائے بھیج دیتے ہیں اور میں کو بھی مسرور بھی نہیں ہوا آپ کو سوچے کہ آپ جیسے نبی کا اتباع کرنے کی کسی کو کیا ضرورت ہے یہ دنیا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مسیحیوں کے لئے

وہی زندگی میں دور نہیں اس میں نقصان نہیں اٹھانا پڑیگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں سب سے پہلے لکے ہوئے

آہستہ میں نکل آئی۔ اور امارت گما جو کچھ انھوں نے دنا ہا بنایا اور (وزیرت) میں مخالفین اور قباہوں کو کما کرتے تھے۔

تو کہا وہ نہیں (احکام اور سنت کی) جس نے اس کو نہیں دیکھا میں نے حضرت کی طرف اشارہ کر کے کہا اب یہاں کوئی شخص آقاؐ کو نہیں دیکھتا ہے اور

یہاں دو چیزیں تحقیق طلب ہیں۔ پہلی یہ ہے کیا مارچہ شہادہ کون ہے؟ علماء تفسیر نے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ فقہ سے مارچہ عقلی دہلی، قرآن مجید اور حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ شاہد سے مارچہ اجبرل ہے یا حضور وامت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی فیضِ تربیان ہے اور بعض نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شاہد سے مارچہ شہادت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں لیکن آپ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قلت کاذبی انت الشہادہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے پوچھا حضور کیا شاہد آپ ہیں تو آپ نے فرمایا وہ داتا ان کو کہنا ہوا لکن نہ انسان اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مارچہ قربت مایا کہ شاہد میں ہی نہیں لیکن شاہد حضور فرمایا ان اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانیں مبارک ہے۔

قَبْلَهُ كَتَبُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً ۖ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَ

اس سے قبل کتاب پر کسی بھی آجسکی ہر جہان اور سراپا راست ہے وہ قطعاً نہیں کہہ یہ لوگ تو ایمان لائیں گے اس پر اور

مَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ ۖ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ

جو کفر کرے اس کے ساتھ مختلف گروہوں سے تو آئیں وہ ہم ہی اس نے وعدہ کی جگہ ہے۔ پس اسے سننے والے ہی نہ پڑا جا

مِنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾

خاص میں اس کے متعلق پہلے کتاب پر حق ہے سب کی طرف میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو بہتان لگاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا کلمہ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے

عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ

اپنے رب کے سامنے لائے اور کہیں گے گواہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا

تک کہ اس میں خطاب عام قاری یا سننے والے کو ہے۔ جس کی تحقیق ابھی سورۃ یونس میں گزری ہے۔

اے اللہ تعالیٰ پرانے زمانہ کے کلام پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی اور اس گھڑمت بقیں منسوب کیا کرتے تھے مثلاً یہ دعوے

کوئی بیٹا ہے یا افغان اس کا شریک یا جو اس کا کلام جو اس کے سخن کہا کہ یا اس کا کلام نہیں اور جو اس کا کلام نہ ہوا سے اس کا کلام

کنا شروع کیا کسی چیز کو حلال یا حرام تو خود کیا بعد عربی یہ کیا کا اللہ تعالیٰ نے اسے حلال اور اسے حرام کیا ہے۔

اس کے قیامت کے روز انہیں باگواہ رب اعزت میں پیش کیا جائے گا۔ ان پر قہر و عذاب لگایا جائے گا۔ کرنا انہیں کے نوشتے تحریری طور

پر پیش کیے جائیں گے۔ ان کے علاوہ عینی گواہ گواہی دیں گے جو اب ان کا جرم بھی اٹھ آیت جو جانے گا تو انہیں درجیت سے اکیل دیا

جائے گا۔ گواہ کون ہونگے بعض سے کہا ہے کہ فرشتے اور حضرت عباس سے مروی ہے کہ انبیاء و رسول گواہی دیں گے جو ان کے

انہم لا ینفوا الودع وھو قول الضحاک۔ قرآن کریم کی اس آیت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے فکیفنا لاجلسنا من کل امة بشھید وچھنا

یہ علی کاشھید یعنی ہم ہر امت سے اس پر گواہ لائیں گے اور ان سب پر آپ کو گواہ بناکر لائیں گے حضرت عیسیٰ بن مریم مبارک شہید قرآن

حضرت سید بن العسید سے نقل کیا ہے: قال لیمن من یعدو لادعوی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتمہ غدوۃ وشیۃ

فیعرفہ لیس عالم داعی الھم فلانہ بشھید کلیم (نظمی)

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

محبور! اللہ کی پکٹکانہو ظالموں پر ۔ جو ہر نصیب دے دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ

اللّٰهِ وَيَعْبُوْنَهَا عِوَجًا ۖ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفِرُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَمْ

سے اور پیچھتے ہیں کہ اس راہ راست کو ٹھیکانہو اپنی اور دوسری آخرت کے منکر ہیں ۔ یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کو)

يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

عاجز کرنے والے نہیں تھے زمین میں لگے اور زمین ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

میں ہر روز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضور کی امت صبح و شام پیش کی جاتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے چہروں اور ان کے اعمال کی وجہ سے انھیں پہچانتے ہیں اس لیے یہ کیا مستعدوں ان پر گواہی دیں گے خدا کے کہ ہم مجھوں اور ان فرشتوں کی شہادت سے بھاگنا و ممانعت میں پیش کیے جائیں گے درج و الم کا مقام ہے کہ ہم اپنی بد اعمالی کی وجہ سے اس ذات پاک کو مذمت پہنچائیں۔ جس کی آنکھیں ہماری مغفرت کے لیے آنکھیں ہیں اور جس کے مبارک ہاتھ ہمارے لیے طلب رحمت و بخشش کے لیے پھیلے ہوئے ہیں شاید حضرت ہماؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ہی واقعہ ہے کہ جب آپ صبح کے لیے حاضر ہوئے تو کعبہ کی وجہ پر کچھ پھوٹ کر پڑے اور اپنی مغفرت کے لیے التجائیں کیں۔ آخر میں عرض کی اے مولا اگر میری مرضی ہو کہ مجھے بخشا نہ جائے تو میری یہ التجا نہ منظور فرما کر مجھے قیامت کے روز زنا یا کر کے اٹھا تاکہ میں تیرے محبوب کی جناب میں شرمسار نہ ہوں۔

۳۳۳ دوسرے لوگوں کو حق سے منحرف کرنے کے لیے انھوں نے بیادین اختیار کیا کہ وہ حق کو اس طرح توڑ کر پیش کرتے ہیں کہ سننے والا اس سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اس کو باطل سمجھنے لگتا ہے۔ آج بھی باطل پرستوں کا یہی شیوہ ہے کہ وہ خودی حق کے ترجمان بن بیٹھتے ہیں اور اس کو ایسا جامد پہناتے ہیں کہ انسان اس سے دور بھاگنے میں ہی اپنی مافیست سمجھتا ہے وہ حق کو صحیح طور پر پیش کرنے کے بعد اس پر اعتراض کیوں نہیں کرتے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تعالٰیٰ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اپنے مثال خدا تعالیٰ میں ابھی طرح جانتے ہیں کہ گردن حق کو ان نعمتوں سے طوطی نہ کیا گیا اور اس کے حقیقی سن کی ایک جھلک ہی کسی نے دیکھی تو پرانہ وار اس پر شاکر ہونے لگے گا۔ پھر ہم ہزار ہا سن کریں اس کو حق سے برگشتہ نہیں کر سکیں گے اس لیے وہ اپنا سارا زور حق کو اپنے دنگ میں پیش کرنے کے لیے صرف کرتے ہیں۔

۳۳۴ میں ہماری ناخواندگی اور دینی حقیقت سے کھلی دشمنی کے باوجود اس چند روزہ زندگی میں جو ان کا طوطی بنا رہتا ہے اور ان کی غفلت و سہولت کا فائدہ بھارتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہم سے زبردست ناواقف تھے اس لیے اپنی من مانی کہتے ہیں۔ ایسا نہیں اگر ہم چاہتے تو ان کے بلکہ ہرے ناخواند کو زور دے کر ایک لمحہ سے درست کر دیتے اور ان کو کوئی ایسا مدعا بھی نہ ملتا جو ان کو زبردستی

أُولَٰئِكَ يُضَعَّفُ لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَ

ہذا گار تھا۔ وہ لوگ کہہ جاتے کہ ان کے سنیے غلاب۔ نہ وہ راہِ حق، نہ سنیے تھے اور

مَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ

دورِ نور تھی۔ دیکھ سکتے تھے۔ یہی دورِ بقیعت، ایں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور کم ہو گئیں

عَنهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۚ لَا جَزَاءَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ

ان سے وہ بائیں جو وہ تراشا کرتے تھے۔ عیناً یہی لوگ ہیں جو آخرت میں سب زیادہ نقصان اٹھائیں گے

الْأَخْسَرُونَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبَتُوا

ہوں گے۔ بیشک جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے لگے اور عزیزانِ نبی سے ہمک گئے اپنے

إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۚ مَثَلُ

یہ دورِ گداز کی طرف۔ یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان دونوں

الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَى وَالْأَصْمَى وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِينَ

فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سنے والا ہو۔ کیا یکساں ہے ان دونوں

جس سے عذاب پہنچتا ہے بلکہ فیصلہ پہنچتا ہے وہ بھی نہیں کہ وہ بھی جو کرنا اور مانیاں کر لیں اور انھیں سختی سے سختی عذاب میں گرفتار کر دیا جائے۔ ان پر جنہوں کے وہ بیان ہیں ہر سے کہتے تھے جو آواز بھی کر سکتے ہیں وہ انھیں میں انہی جو کہتے ہیں جو کہہ سکتی ہیں۔

مثلاً ان کے سامنے منسوبہ و عرس کے حصہ وہ گئے۔ اپنے معبودانِ باطل کے شیش اور نجات کی جو حسین توقعات انہوں نے ابھرتے کر بھی جنہوں نے سب ناک میں مل لیں۔ وہ انھیں بچاؤ پر آمیز کر دیتے تھے لیکن ان کے اندلوں کا تو کہیں نام و نشان نہ تھا۔

مثلاً ان اذنی پر جنہوں کے باطل متعذرات طرزِ حیات اور ذرا حقیقت تصورات اور ان پر ان کے طبعی شائق کے ذکر سے بعد اربابِ اتمہوں کے گروہ کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ پتہ کر کے مقابلہ میں ان کے اعتقادات کیا ہیں ان کا تصورِ زندگی کیا ہے۔ ان کے دل کی کیفیت کیا ہے۔ اس کے بعد ان کے ختام سے آگاہ کیا گیا کہ سننے والے کو یہ چل جائے گا انھوں نے اپنے حسنِ عمل یا کمالِ قلب و قدرتِ یگانہ کی وجہ سے

کامیاب ہو گیا، اس مثال میں، غور نہ کریں کہ یہ مثال ایک شخص نے پیدا فرم کر ان کی قوم کی طرف سے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کیا

سیدہ قریمہ اس شخص سے کھانا کھانے والی تھیں۔ کہ قریمہ عبادت کو دیکھ کر اس کی سوائے اللہ کے جیسا کہ میں دیکھتا ہوں کہ قریمہ غلاب کا درونماک دن

نابلہ ہے۔ تو کہنے لگے ان کی قوم کے سرور و مہمندان سے یہ کلمہ اختیار کیا جاتا ہے (اسے نوبہ) ہم نہیں دیکھتے تھیں مگر

۲۹۔ آپ کا نسب خاندانِ آپ کی قوم کا دھن اور آپ کا زمانہ سو فی اعرف کے حواشی میں تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے۔ وہاں لاشعرا فرما دیں حضرت سید
دو خان نے غلطی نہ کہ ایک ولایت کے علین آپ کی پیدائش آدم علیہ السلام سے ۵۰۰ سال بعد ہوئی۔ اور دوسری روایت جو اس سے زیادہ
کمال اٹھا رہے ۱۲۶۲ سال بعد ہی راجا ششم یہ دونوں روایتیں عطا قدرت کی ہیں۔ اس غویلی عرض میں ان میں ہر طرح کی غزاسیاں پیدا
ہو گئی تھیں۔ بدکاری، اخلاقی بستی، ظلم و کسریٰ، رذوقیات کا انگارہ ان کے علاوہ دامنِ توحید بھی ان کے ہاتھوں سے چھوڑ چکا تھا تھا
اور ادھر بیچائی کی بلایوت کو چھوڑ کر انھوں نے دو سوانح، ایقواق اور نسبی پرستش شروع کر رکھی تھی۔ آخرت کی زندگی کا کوئی تصور ان کے ذہن
میں باقی نہ تھا اس لیے انھیں آخرت کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ اسی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے۔ اور اس میں ہی زیادہ سے
زیادہ دولت طاقت عزت اور ناموری حاصل کرنے کے لیے انھوں نے اپنے سانے و مسائل واؤپر لگا دیتے تھے یہ وہ سیلابیاں تھیں
جو جس بڑی طرح جلتے تھے حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد ان کی انھیں خرابیوں کی اصلاح تھا۔ اب آپ محمدؐ فرمائے کہ عقیدہ
جس کی خبریں دو تنک ان کے دل و باطن میں چل گئی تھیں وہ بُری عادتیں جو مرد و زن سے ان کی فطرتِ ثانیہ پر چلی تھیں۔ ان تمام کے خلاف

انہوں نے بتایا کہ وہ اس میں کچھ نہیں سمجھتے اور اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ چاہے

آپ نے اپنے پیارے قوم پرستوں کو، جسے آپ نے قوم پرستوں کے لئے ایک نیا قیام دیا ہے، اس کے لئے ایک نیا قیام دیا ہے۔

اس لئے آپ نے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام کو بھی بلا کر لے کر اپنے پاس لے آئے۔ اس کے بعد حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تم کو یہ سب کچھ بتا دیا ہے۔ اب تم لوگ اپنے گھر لوٹ جاؤ۔

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهِ فَعُوبِتْ عَلَيْكُمْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمُهَا وَأَنْتُمْ لَهَا

خاسر مت اپنی جانب سے پھر رشیدہ کو لڑی اسی ہر تہ پر (اس کی حقیقت) تو کیا ہم چیز مسقط کریں مگر یہ دعوت دنا غافل

كُرْهُونَ ۚ وَيَقُولُوا لَا آتَاكُمُ عَلَيْهِ مَا لَاطِآنٌ أَجْرَىٰ إِلَّا عَلَىٰ

تم ایسے ناپسند کرتے ہو اور بے میری قوم! میں نہیں طلب کرتا تم سے اس (ذلیل) پر لوگوں کو مال لگانا میں ہر تہ کے ہر تہ کے

اللَّهُ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُّقْتَدَرُونَ وَلَكِنِّي

قوم اور میں (میں نہیں خوش کرنے کے لیے) ان کو نکالنے والا نہیں ہوا یا ان کے لیے ہے بیشک اپنے جسے طاقات کرنے

تھاری مثل، شبیہوں کی رنگ میں بلا ہر تھاری مثل، پتا اور زندگی بسر کرتا ہوں نہیں تم میں اور مجھ میں ایک واضح فرق ہے۔ مجھے روشنی دے
(میں نے وہی مٹی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی قوموں پر رحمت سے سرشار فرمایا ہے جس کی تم میں ہر ایک میں نہیں ملے تو ذرا سوچو تم میری مثل کیسے
ہر گز نہیں لیکن خدا کے ہر تھاری نگاہوں کو اندھا بنا دیا گیا اور اس مقام پر شیخ کو نہیں دیکھ سکتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو
فائز کرتا ہے۔

۱۱۔ اگر تم میری دعوت کو ناپسند کرتے ہو تو مجھے کیا پڑی کہ میں خود بخود تم میں اس کے قبول کرنے پر مجبور کروں میرا کام انھار حق خدا کو رد کیا
اب تم خدا اور خدا کا نام، اور کسی رید کے نال میں اپنے خدا کے متعلق حسن عقیدت نہ ہو تو خدا کو کیا پڑی ہے کہ اسے زبردستی تمھاری فیضان
کے بغیر فیض کرے۔

۱۲۔ تمھاری ذات اور اللہ ہر گز برابر آگے نہ ہو سکتے ہر ایک کے فقیروں کی تدبیر کرتے ہو اور میں بھی نہیں دھرتی حق دیتے خدا جارا ہوں۔
کیا میں اس میں تم سے مال بڑا لہجہ جانتا ہوں۔ ہر گز نہیں۔ میں تم سے کچھ نہیں، انھوں کو اپنا میل و معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ وہی کا حکم
مان رہا ہوں جس کا ہر ایک کو خود دوسرا ہے۔

۱۳۔ انھوں نے نوح علیہ السلام سے کہا ہر گز کہہ دو وقت آپ کے ارد گرد خستہ حال لوگ ملے باغ سے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہمارا توجہ نہیں چاہتا کہ
ایسی جگہ جاتیں جہاں اس قسم کے گندے غلیظ اور کینے والوں کا اجتماع ہو۔ آپ ان کو اپنے ہاں سے گل جانے کا حکم دینے تک ہم آپ کے پاس
آخر مجھے ایسی قسم کا مطالبہ آپ کی ہر گز کفار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی کیا تھا حضرت نوح نے صاف جواب دیا۔ یہ ناممکن
ہے کہ میں ان حق پرستوں کو تھاری خدا اپنے ہاں سے گل جانے کا حکم دوں۔ تم اپنی جگہ پر سے لوگ ہر گز نہیں میری نظر میں جو قدر قدرت
شیخ نور کے ان دل سوختہ پرانوں کی ہے، ان کو صوفی کی نہیں جو سختی جو دنیا کی متعصن لاش پر ٹوٹ پڑی ہیں یہاں قدر و عظمت کا
معیار انھیں اور تقویٰ ہے دولت و ثروت نہیں۔

ارَکُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُولُ مَنْ يُتَضَرُّنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ

وہ جس قوم میں تھیں جو کچھ جانتی تھیں کہ تم ایسی قوم جو ہر حقیقت سے باخبر تھو گے۔ اور یہ کہ میری قوم کو ان کی جگہ سے ہٹا دینا میری طرف سے ہے۔

حَرَدْتُهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ

میں نے ان کو ڈرا دیا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے

اللَّهُ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ

ہیں کہ میں اللہ اور نہ یہ کہ میں خود بخود جان لیتا ہوں غیب کو! اور نہ یہ کہ میں ہوں کہ میں خود بخود جان لیتا ہوں کہ میں لوگوں کو

تَذَرِي أَعْيَبُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي

تمہاری نگاہ میں خیر مانتی ہوں کہ ہرگز نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کچھ بھلائی۔ اللہ تعالیٰ بہتر مانتا ہے جو ان کے

أَنْفُسِهِمْ إِنِّي إِذْ لَئِنْ الظَّالِمِينَ ﴿۲۱﴾ قَالُوا يُونُسُ قَدْ جَادَلْتَنَا

دلوں میں ہے۔ (اور میں ایسا لوگوں میں بھی ہر بار ننگا نکالوں سے۔ وہ) یونوس کہتے ہیں کہ یونوس! تم سے ہم سے جھگڑا کیا

تھو کہ ابھی تو یہ علیہ السلام کا سلسلہ جواب شروع ہے۔ فرمایا تمہیں تو اپنی عقل و دانش پر پورا ناز ہو گا لیکن میرے نزدیک تو تم انجان اور نادان وقت لوگ ہو جنہیں اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ شرف انسانیت کا ذکر کثرت مال میں منحصر نہیں بلکہ دل کی پاک و نیکواری ہی اور اخلاق کی پختگی میں ہے۔

۱۹۔ پھر فرمایا میری قوم! یہ سنئے تو میرے متوالے جو تمہیں خیر نظر آ رہے ہیں ان کی شان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی ناچھی ہے۔ لوگوں تمہاری خاطر ان کی دلآزاری کروں اور ان کو اپنے پیسے پاس سے نکال دوں تو اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض ہو جائے گا اور میں اس کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا۔

۲۰۔ اس جملہ کی وضاحت کے لیے سورہ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۸ کا مشیر ملاحظہ فرمائیے۔

۲۱۔ تم تو یہ کہتے ہو کہ یہ ذلیل اور مستعد حال لوگ اس قابل نہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو۔ میں تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کو دیکھتا ہے۔ لہذا ان کا باطن درست ہوا۔ ان کا سینہ نور تو جس سے منور ہوا تو ان کی غائبی خستہ حالی کے باوجود وہ انہیں اپنی خیرات و برکات سے مالا مال کر دیا۔

فَاكْثَرَتْ جِدَ النَّافِثَاتِ بِمَا تَعْدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۵

اور اس جھوٹے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو بچھڑنے دو) اور نے آؤ جاہ سے پاس جس (غذاب) کی تم میں سے کسی کی تھیں جو اگر تم سے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاءَ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۲۶

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی سے آئیگا اسے تم سے پہلے اگر چاہے گا اور تم میں جو تم عاجز کرنے والے۔ اور

لَا يَنْفَعُكُمْ نَصْرِيْ اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ

نہیں فائدہ پہنچائیں گے میری غیر خواہش کے اگر چہ میرا ارادہ ہو کہ میں تمہاری غیر خواہی کر دوں اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی

يُرِيْدُ اَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ يَغْوِيْكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۷ اَمْ يَقُولُوْنَ

یہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دے اور وہ پروردگار ہے تمہارا۔ اور اسی کی طرف تم لوٹتے جاؤ گے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس سے

اَقْرَبُ قُلٌّ اِنْ اَفْتَرَيْنَاهُ فَعَلَىٰ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا

خود گمراہ کیا ہے۔ اسے۔ آپ فرمائیے اگر میں نے خود گمراہ اسے تو مجھ پر بہر گناہیال میرے پریم گناہ اور میں ہی اللہ ہوں انی گناہوں سے

افترہ و لاک کے میدان میں لا جواب تو ہو گئے لیکن جس کو قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ کہنے لگا آپ جسے جھگڑا میں ہم اتنی دلیل بھٹ سے

باز آئے آپ جس غذاب کی میں سب سے دشمن ہو چکی ہوں اسے کہتے ہیں کہ آئیے اکثریت جہاں انہی اصلانہ (بظہری)

۲۷ آپ نے جواب دیا یہ میرے مولا کے اختیار میں ہے جب وہ مناسب سمجھے گا غذاب نازل کر دے گا اور پھر تمہیں نچا دے گی

کوئی راہ نہیں ملے گی۔

۲۸ میں نے تو متعدد پھر تمہیں راہ و راستہ پر لانے کی کوشش کی لیکن تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا کسی کو ہدایت دینا یا

ہدایت نہ دینا اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اگر کوئی کو ہدایت نہ دینا چاہے تو دنیا بھر کے سلطان اسے گرا ہی سے نہیں بگا

سکتے اس لیے انسان کو کسی اپنے علم بھرا ورنہ کی پرکھو نہ کرنا چاہیے کسی وقت بھی قدم پھیل سکتا ہے اور انسان سن کے بل کر پڑ جائے

اس کی جناب میں بعد دنیا و دست بہ کار ہونا چاہیے کہ یہ عقیقہ حیات غیر سلامتی سے گناہ سے پر جائے۔ یا ہی یا قیوم و رحمن و رحیم

استغیث لا نکلی الی نفسی طرقتہ میں واصل کی شافی کلام۔

۲۹ یہاں خطاب سورج کو ہے یا خدو و جہاں محمد صلی علیہ وسلم علیہ السلام سے قصد یہ ہے کہ اگر یہ کلام اور یہ پیغام

ہدایت کی طرف سے نہیں بلکہ میں نے خود گمراہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیا ہے تو یہ جبرم میرا ہے اس کی سزا تمہیں نہیں

تَجْرِمُونَ ۝ وَأَوْحِي إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ

جو تم جرح کرتے ہو۔ اور وحی کی گئی نوح (علیہ السلام) کی طرف کہ تمہیں وہاں لوگوں سے آپ کی قوم سے

إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ وَاصْنَعِ

جہان کے جو ایمان لائے ہو آپ علیہ السلام کو اس سے جو وہ کیا کرتے ہیں۔ اور بنا کیجیے

الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا

ایک کشتی بنا دو انھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تم سے اور نہ بات کیجیے جو جہان لوگوں کے جہان میں جنہوں نے ظلم کیا

دی جائیگی لیکن میں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کر کے جو جو تم کر رہے ہو وہ نہ صاف کیا جائے گا اور نہ اسے فراموش کیا جائے گا اس کی سزا تعین ہو گئی تیار ہو جاؤ۔

۵۵ جب ان کو درکس توحید دیتے دیتے تھے تو ان کے دل میں گڑبگڑ ہو رہی تھی اور ان پر کوئی اثر نہ ہو رہا تھا ان کی مخالفت اور دشمنی میں اضافہ ہی ہوتا گیا جس سے حق تعالیٰ کو تعیناً و صریحاً ہوتی ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے پیشانی کے عیسیٰ ان کی طرف وحی فرمائی کہ جن کی قسمت میں دوستانہ ایمان و رقم قومی وہ ایمان لائے ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہیں ملے گا اس لیے آپ ان کے لیے غزوة نہ کریں اور ان کے گمراہی نہ کرنے والی ہیں اور ان کی تباہی کا مفرد وقت آپ سے پہنچا ہے۔ قرأت میں اس پیڑ میں طرح طرح کے اطفال میں نہ کر لیا گیا ہے نہ پڑھے آپ کو غور و فکر اور موجودہ قرأت کا فرق سمجھ آجائے گا۔ کتاب پر اللہ کی آیتیں ملاحظہ ہوں یہ

اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی ہڈی ہوتے ہی وہ ان کے دل کے تصور اور خیال سے بڑے ہی کہتے ہیں ۵
نہ خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہوا۔ اور دل میں علم کیا ۵ اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو
جیسے میں نے پیدا کیا زمین پر سے مٹاؤں گا۔ انسان سے لے کر حیوان اور دیگھنے والے جاندار اور ہر اس کے
پرندوں تک یک نیک میں ان کے بنانے سے پہلے ہوں ۵ (باب ۲، آیات ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷،

إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿۸﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلَكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأَ مِنْ

وہ نہر و غرق کر دیتے مائیں گئے اور فوج کشی بنانے لگے ۸ اور جب بھی گزرتے ان کے پاس سے ان کی قوم کے

قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ

سعداں تو آپ کا مذاق اڑاتے آپ کہتے اگر تم مذاق اڑاتے ہو ہمارا تو ہم تمہیں بھی مذاق اڑا دیں گے

كَأَتَسْخَرُونَ ﴿۹﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ

جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو سو تم جہن لوگے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو سدا کرے گا اسے

نگارنی کتاب ہے اور کہہ رہا تھا کہ یہ تو ہمارا ہے۔

۸۔ ۹۔ میں مجرموں کے غرق کیے جانے کا حتیٰ فیصلہ چرکا اب اس میں کسی رد و بدل کی گنجائش نہیں اس لیے آپ کسی مغضوب کے لیے سفارش نہ کریں۔

۱۰۔ ۱۱۔ فوراً تعیل کے یہ حکم دے گئے۔ نکل دی لائی جا رہی ہے اسے چڑھا رہا ہے۔ تھکے تھکے ہائے ہیں۔ دو گیندوں کی چیزیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ آپ کل تک تو غلو و تکبر میں مصروف تھے اب تعیش و لذت میں علیحدہ دنیا و مافیہا سے بے تشرقی بیٹاتے جا رہے ہیں۔ آپ کے ہر طبقہ کو طاق اور تسخر کرنے کا ایک نوکرا ہمارا مل گیا۔ طبع طرح کے آوازے کسے جانے لگے حضرت! کیا نبرد چھوڑا اب بڑھتی ہی گئے۔ صاحب! کیا یہ کشنی خشکی میں چلے گی۔ یہاں تو کوئی دریا یا سمندر نہیں غرضیکہ جتنے مشاقی باقی ہیں انہی تعالیٰ کا بڑا تعیل حکم میں ہو رہا ہے۔ آپ نے پچھان کے اعتراضات کو کب کبھی ادھیت دی تھی کہ آج تو جگر تھے انا فرمایا کہ آج ہی ہمارے ساتھ مذاق کرو۔ کل جا رہی باری بھی آنے والی ہے۔

غرضیکہ کچھ عرصہ کے بعد کشنی تیار ہو گئی۔

قرآن کریم نے یہ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوج نے کشنی تیار کر دی لیکن اس کا طواغ و غول کیا تھا اس کی بلندی کتنی تھی اس میں دروازے اور کھڑکیاں کتنی تھیں۔ ایک منزلہ تھی یا سہ منزلہ یہ کس نکل دی سے بنائی گئی تھی ان تمام تفصیلات کو کبیر نظر انداز کر دیا گیا کیونکہ ان امور کا عبرت پذیر ہر سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بعض میں تفسیر نے روایت دیات اور صادر کی روشنی میں ان امور کی تفصیل بیان کی ہے لیکن امام فخر الدین رازی و علامہ علیہ السلام پرنا پسند ہیں کہ انہما کہیل ہے۔ فرماتے ہیں:۔ واطعون امثال هذه المباحث لا تعبدن لانها لا حود ولا صاحب تالی حضرتها ابنته واولادها من بعد وفاتها لاشد فاصلا یعنی مجھے اس قسم کے مباحث بالکل پسند نہیں آتے بعد نکلتے ہیں۔ چاہے اسے اتنا مباحث ہی کافی ہے کہ وہ اتنی وسیع تھی کہ اس میں حضرت فرج، آپ کا کعبہ اور آپ کے پیروکار اور جباروں کا جواڑا سا ساکت تھا۔ وکبیر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ

سوائے ان کے جن پر پہلے جو حکم اور (سوار کرو) جو ایمان آچکے ہیں۔ اور نہیں ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ

إِلَّا قَلِيلٌ ۖ وَقَالَ اذْكُبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ فَجَزَّهَا وَمُزْسَهَا

مگر کم عدد سے لوگ۔ اور فرمایا کہ اسوار چو جاؤ اس کشتی میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور اس کا ٹکڑاؤ اور مرنا چلے

۱۱۔ یہ چور غزوہ طحطا کی کیا یہ طوفان رشتے زمین پر آیا تھا اور کیا آپؐ کو دنیا بھر کے حیرانات کا ایک ایک جزو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ حقیقتیں کا قول یہ ہے کہ طوفان صرف اس علاقہ میں آیا جہاں فوج علیہ السلام اور آپؐ کی قوم آباد تھی۔ اگرچہ ایسی تصریحات بھی کتب میں موجود ہیں کہ اسے پڑھنا ہے کہ یہ طوفان عالمگیر تھا لیکن یہ سترہویں روایات ہیں یا ان سے اخذ کیے گئے ہیں۔ قرآن کتاب سنت سے کوئی ایسی نص نہیں کی جاسکتی جس سے طوفان اس طوفان کا عالمگیر ہونا ثابت ہو۔ بعض نے اس آیت استدل کی کہ یہ رب کا طوفان الاوض من الکافرین دیا ہوا۔ دئے رب میں کچھ کافر گزندہ نہ چھوڑے لیکن ہو سکتا ہے الاوض جو معروف باللام ہے اس سے مراد آپؐ کی قوم کی سرزمین ہو جس طرح فرعون کے متعلق ہے وہاں فوجہ العالیف الاوض یہاں بھی الاوض سے مراد سادی رشتے زمین نہیں بلکہ ملک مصر کو ہے نیز من الکافرین بھی معروف باللام ہے یعنی وہ مخصوص کافر جو آپؐ کی قوم سے تھے۔ قرآن کریم میں ہیں یہ بھی تصریح ہے کہ آپؐ کی بعثت صرف آپؐ کی قوم کے لیے تھی ولقد ارسلنا النوحا الی قومه۔ ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کا طرف بھیجا تھا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک نسل انسانی زیادہ پھیل نہ ہو بلکہ اسی علاقہ میں ہو جس پر اس اعتبار سے تمام انسانی افراد اس طوفان کی زد میں تھے اور اس وجہ سے اس کو عالمگیر کر دیا گیا ہو۔ یہ بات قابل فہم ہے لیکن اگر یزید زہد درست ہو کہ آپؐ کی پیدائش آدم علیہ السلام سے تیس سو سال بعد ہوئی تو اتنے عرصہ بعد از تکمیل اولاد آدم کا ایک نمبر سے تقریباً دو سو ہزار میں کھٹک پیدا کرنا ہے انھیں امر کے پیش نظر علامہ سید آقوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے محنت سے یہاں میں لکھا ہے۔

والذی یجیل القلب الیہا من الطوفان لعل ینکحاما (رواج المعانی) یعنی دل اس طرف مائل ہے کہ طوفان عام نہیں تھا اگر اس قول کو راجع قرار دیا جائے تو پھر فوج علیہ السلام کو دنیا بھر کے سیارات کشتی میں لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ ہا فور اپنے جہاز سے پہلے کے چین کی فوج کی ضرورت تھی اور جن کو دور دراز کے علاقوں سے جو طوفان کی زد سے محفوظ تھے لے آنا مشقت اور تکالیف کا موجب تھا۔ بل انھیں بھلائی کا محتاج تھے۔ اذ انجاؤ من جمہ من الفرق ثلاثہ من لفقہ ویکلفوا مشقۃ جبہ من الاصطفاۃ الثانیۃ تھقی لوعیہا لھا الفرق (شرح المعانی)

عام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سورۃ المؤمنین کی آیت فلسفہ فیہا من کل زوجین انشیہا کی تفسیر کرتے ہوئے یہی فرمایا ہے۔ اسی کل زوجین من المصلین الذین یحضرون فی الوقت الثین والاکروا لانی لکی لا یقطع فسل ذلک المصلون واللہ تعالیٰ اعلم (دکھو)

$$\frac{1}{2} +$$


وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ۝ قَالَ سَأُوْنَىٰ إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي

اور نہ ملو کافروں کے ساتھ۔ چیتے نے کہا (مجھے کشتی کی ضرورت نہیں اس لیے پناہ ملے مگر کسی پہاڑ کی وہ بچا

مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۚ

لے گا مجھے پانی سے۔ آپ نے کہا (میرا!) آج کوئی بچانے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے سوا جس پر وہ دھرم کرے۔

وَحَالِ بَيْنَهُمَا الْبُحْرُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ۝ وَقِيلَ يَا رَجُلُ

اور (اسی اشارہ میں) احوال جو کشتی کے دو میان مریخ کے درمیان ہو گیا وہ ڈوبنے والوں سے اور تم ویسا ہی لے زمین بٹنے

اس بھی پہلے دل سے نائب ہو جا رہا ہے پہلے سے کشتی میں سوار ہوا۔ نہ جانے گا کہ کشتی جہاڑی نہ بخت ہو اس میں نصیب کب اور کرتی ہے جو اور گریا۔ بڑی بے پرواہی اور گستاخانہ انداز میں کہنے لگا۔ مجھے کشتی میں پناہ لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ سنا لے کھٹے اور پٹے پہاڑ ہیں ان میں سے کسی پر چڑھ جاؤں گا یہ پانی میرا کیا بچاؤ سکے گا۔

اللہ آپ نے فرمایا کہ منت! پھاٹوں کی کیا مجال کہ تمہیں خدا کی گرفت خدا اس کے عقابوں سے بچا سکیں۔ پچھنے کا ایک ہی ذریعہ تھا کہ تم پہلے سے تڑپ کر تے پیچھے کے دھن میں پناہ لیتے اور کشتی میں اس کے ساتھ سوار ہو جاتے بعض ظاہر پرست اللہ تعالیٰ کے مجھ کو بندوں کی بے بسی ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل اکثر یہ آیت پڑھتے ہیں انھوں نے کبھی آٹنا سوچنے کی ذمہ داری نہیں کی کہ یہ عجز کس کی طرف سے ہے۔ اگر کائنات منت، حاجت کن کا ناماں مجھے بچا لیجئے اور آپ فرماتے کہ میں میں تمہیں چنگی سکتا تو ان حضرات کا استدلال قابل اعتراض ہوتا۔ یہاں تو معاملہ دیکھیں ہے آپ تو باوجود فرما رہے ہیں کشتی میں سوار ہوا۔ نہ جانے گا کہ کشتی کے باعث انکار کیا ہے کو کشتی میں نہیں پڑھوں گا وہ غرق ہو گیا اس کے طرق ہو جائے گا وہ یہ نہ کہ کشتی کو تیرا کھڑا اور شغقت شک تھا اس نے چاہا بھی، لیکن اسے جس کے دل میں شک ہو گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ کائنات پناہ لے لے پناہ نہ پڑا۔

اللہ پانی کا ایک ریزہ آیا اور اس سے غرق ہو کر تیرا کھڑا کی طرح ہوا کہ لے گیا اور اس کا نام دشتان بھی باقی نہ رہا۔

اللہ سیلاب کے اترنے کے شعلہ قزاقات میں ہے :-

سند کے موٹے نور آسمان کے درجے بند کیے گئے اور آسمان سے جو بارش ہو رہی تھی تمام گئی اور پانی زمین پر سے گھٹے گھٹے ایک سو پانچ دن کے بعد کم ہوا اور سابقین جیسے کی شریعت تاراج ہو گئی اور ازلہ کے پہاڑوں پر ٹپک گئی اور پانی دوسویں ہین تک بڑا ہر گشتا رہا اور دوسویں ہین کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں۔

(ہینڈلش باب ۲ آیت ۲ تا ۵)

لیکن قرآن کریم کے مابین میں جو جہول و تمکنت ہے اس کی نظیر دنیا بھر کے مصائب میں کہاں مل سکتی ہے۔ صاحب روح المعانی

ابْلِغْنِي مَاءَكَ وَيَسَاءُ أَقْلِعْنِي وَغِيْضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ

مکمل سے اپنے پانی کو اور ساء آسمان ختم ہوا اور اقلع پانی اور غمیانی تلافی ہو گیا۔

وَأَسْتَوْتُ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۱﴾ وَ

اور غمیر گئی کشتی جوودی پہاڑ پر لٹا اور کہا گیا بگشت ویرانی ہو ظالم قوم کے لیے۔

نَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ

پکارا اور نوح نے اپنے رب کو لود علی کی میرے بچہ کا راسخ لیا تو میری اہلی سے سچے اور یقیناً ستر سوا وعدہ

وعدہ آقرن بھی میں رقتا نہیں اس واسطے کہ یہ آیت قد بلغت من مراتب الامجاد اقصاها واستدللت مصانع العرب فسنت بنوا صیہاد جحت من الحسن ما یضیق عنه تنافق البینین اسکا عبارت کہ بلوغت کے سامنے بظاہر عرب کی گروہیں جھک گئیں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ایک خوب کے قصصہ جلفا نے قرآن کی مثل پیش کرنے کا مرحوم کر لیا یہاں لیس روز تک کتاب شرب اپنی ضاحت و بلاغت کی قوتوں کو تیز کر کے برافروختہ کرتے ہوئے ایک ایک آیت ان کے کان میں پڑھی تو ہمتیا احوال دینے اور کہنے لگے جہذا الکلام لا یشبه کلام المخلوقین اور میں نے ایک کلمہ جو میری جاس کا ایک کلمہ اور عالم و ادیب تھا اس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت میں کوئی اس کا ہم قدم نہ تھا اس نے بڑی دماغ سوزی و دیدہ و ریزی اور عبقور کاوی سے ایک سوزہ بنائی تاکہ اسے قرآن کے مقابل میں پیش کرے۔ ایک روز اس کا گروہ ایک کشتی کے پاس سے ہوا جہاں بچے قرآن حفظ کر رہے تھے۔ کوئی بچہ بڑیت پر مٹھ دیا تھا اسے سن کر دم بخود ہو گیا اسلئے پاؤں چس چس کر مچھتا اور اپنی تحریر کو دھو ڈالا اور کہا کہ اس کلام کا مقابلہ ممکن نہیں۔ (ارشاد العالی) لکھ ایک پہاڑ کا نام ہے جو رمل کے قریب اور جبل ازارہ الملکی ایک شاخ ہے۔ کہتے ہیں محمد کی دست مبارک سے نکلنے والی اور جہاد کا خون تھا جب آپ کی کشتی کو جو دی پہاڑ کر ٹکا۔

شیخ حضرت فرح علیہ السلام نے یہ الفاظ کنعان کے غرق ہونے سے پہلے کی تھی یا غرق ہونے کے بعد؟ علماء سے دونوں قول مروی ہیں اگر پہلے جوڑاؤں کی ایک وجہ یہاں کی گئی ہے کہ کنعان کلمہ کلمہ کفر نہیں کیا کرتا تھا لیکن اس کے دل میں لفاظ تھا حضرت نور سے اس کے ظاہری اسلام کے پیش نظر یہ گزارش کی کہ باوجود انبیاء پر ایمان بچا اور ڈوب رہا ہے اور تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ میں تیرے بل و عیال کو بچاؤں گا جواب دیا گیا کہ یہ تیرا دینا نہیں اس کے دل میں کفر و لفاظ ہے اس کے اعمال اچھے نہیں۔ اس لیے اس کے متعلق مت سفارش کرو بعض نے لکھا ہے کہ وہ کھلا کافر تھا لیکن طلبہ محبت کی وجہ سے خیال نہ کیا اور یہ عرض کر بیٹھے جس پر تنبیہ کی گئی اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی یہ نہ کنعان کے ڈوب جانے کے بعد تھی (اور بچے نہ نیک بنی تھے) ہے کیونکہ اس خدا کا ذکر وہاں من المغلوبین کے بعد ہوا ہے تو پھر اس کا تصدیق تھا کہ اللہ! کنعان کے غرق کیے جانے کی وجہ کیا ہے حالانکہ وہ

الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكَمِيِّينَ ۝ قَالَ يُؤْتِرُكِهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۝

پچاسویں اور تو سب ماموں سے بہتر حکم کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا! وہ تیرے گھر والوں سے نہیں

اِنَّكَ عَمَلٌ عَزِيزٌ صَالِحٌ ۝ فَلَا تَسْأَلُنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۝

(مترجم) اس کے عمل اتنے نہیں ہیں نہ سوال کیا کرو مجھ سے جس کا مجھے علم نہ ہو

إِنِّي أَعْطُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جاؤں سے جہل کی گتے کے میرے وہ لوگ! میں تیرا پناہ خواہ ہوں

پیرایہ یا تعالیٰ! تنفسا کے جواب میں پہلے تو فرمایا اِنَّہ لیس من اہلک وہ تیرے اہل و عیال سے ہے ہی نہیں۔ بعد میں اس کی وجہ بتائی کہ وہ عمل عزیز صالح وہ عمل اور پاکیزہ تھا اور ایسے شخص کو نبوت کے پاک خداؤں کا فرد شہاد نہیں کیا جاسکتا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نزدیک تعویذ کا سبب سے کسی نیک اور بزرگ کی اولاد ہونا نہیں کیا اور اہل و عیال سے محروم ہے۔ اگر کوئی نعمت ایمان سے محروم ہے تو اس کی کسی بزرگ باپ کا بیٹا ہونا کوئی فائدہ نہ دے گا خواہ وہ باپ فروع جیسا عظیم و تربت نبی ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک غایت اور قربی درجات کا اور مدار ایمان اور صالح عمل پر ہے جس کی عزت کفر پر جاتی ہو اس کے لیے بخشش نہیں اور نہ اس کے لیے کسی کی شفاعت قبول ہوتی لیکن جو ایمان دار ہو مگر شہادت شہادت سے گناہوں کا از نکاب کرتا رہا جو اس کے لیے شفاعت اور بخشش کا دروازہ کھلا ہے۔ جو لوگ اس واقعے سے ایسا ہوسلوا کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں وہ بھی حق و انصاف سے دور ہیں اور جو اس گنہگار کے حکام الہی کی نفرت کرتے ہیں کہ وہ فلاں بزرگ کی اولاد سے ہیں، ان کی سیادت بھی دیرہ عبرت نگاہ کو خون کے اندر لاتی ہے کیا انہیں یہ خیال کبھی نہیں آتا کہ جس وجہ ذوالجلال کے حکم کی بچا آوری ان کے ہنگامہ آزا اور ہلاکت کی زندگی کا واحد نصیب الہی تھا جنہوں نے ایک قدم بھی تقویٰ کی راہ سے اوجھڑا دھس نہیں رکھا حالانکہ اولاد و کلاس پروردگار عالم کی نافرمانی کرتے ہیں جس حکیم نے ان کے ہنگاموں کی تربت ابروین و شکلیہ میں نیا زندگیوں اور اولاد کو ان پر رحم فرما کر انہیں عزت ناموری کے اتنے خیر مقام تک پہنچایا کیا ان کے فرزندوں کو یہ بات فریب دیتی ہے کہ وہ اپنے مولا کریم کی اطاعت و بندگی کو چھوڑ کر اس کی نافرمانی کو اپنا شعار بنائیں۔ اس لحاظ نظر سے ان شریف خاندانوں کو جتنا نقصان پہنچا ہے شاید ہی کسی اور خاندان سے پہنچا ہو۔ کاش ان خاندانوں کے چشم و چراغ ایسی نور دار ہوں جو بچائیں اور خدا و ملا صدیق کو خدمت دین اور خدمت خلق کے لیے استعمال کریں تو وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان پر کتنی بخششیں فرماتا ہے اور ان کی وجہ سے کتنی نفعی خدا کو ہدایت ہوتی ہے۔ وہ ذرا سوچیں اگر وہ بخشش بھی دیتے گئے تو اپنی غفلت اور بخل کی وجہ سے ان کے مقامات میں جو منزلت اور ان کے درجات میں جو انحطاط ہوا ہے کیا وہ کچھ کو انہوں سا ہے کیا انہوں نے دانستے شیراز کا یہ پشیمانی نہیں سنا۔

حقاً کہ با حق و توبہ و توبہ برابر است بخدا رفتن پہلے کے مروتی ہمسایہ در بہشت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لا تجلس على إناء محزوناً
أنفك ضلّ فأصبر أحسن وأبشاً

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تُوبُوا إِلَيَّ يُرْسِلِ السَّمَاءُ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى

وہابیت کہ اس کی طرف۔ وہ آسمان سے تھپڑ برسلا دے گا یا دھس اور بڑھا دے گا تمہیں توبہ میں تمہاری پکائی

قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَكَّلُوا مُجْرِمِينَ ۝ قَالَ أُوْا إِلَهُؤُكُمْ مَا جِئْتُكُمْ بِإِبْنَةٍ وَمَا

قوت سے اور نہ مومنوں (اللہ تعالیٰ سے) جو کرتے تھے۔ انہوں نے کہا اے مجرم! نہیں ہے آیا تو مجھ سے اس کوئی دلیل اور نہیں ہے

نَعْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝

ہم چھوڑنے والے اپنے خداؤں کو تمہارے کہنے سے اٹھ اور نہیں ہیں ہم تمہارے ایمان لانے والے۔

إِنْ تَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوِّ قَالَ إِنْ تَشْهَدُ

اگر تو کہیں گے کہ تمہارا کوئی بے حق ہے کہ کسی خدا نے وہابی میں۔ تشعہ ہو رہے کہیں گے کہ وہ بتا رہا ہے

اللَّهُ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝ مَنْ دُونَهُ فَكَيْدُ وُتْنِ

اللہ تعالیٰ کو اور تم بھی گواہ بن جاؤ کہ میں ہر شے پر ہوں ان بتوں سے قطعاً جو شریک نہیں رہتے۔ اس کے سوا ہم سازش کو نہیں کرتے

کہتے ہیں غربت و غلو جس کے خوفناک سہارے ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلنے لگتے ہیں اس جھٹکتا کا ذکر اس سورہ کی ابتدائی آیت میں بھی ہو چکا ہے وہ ان استغفر اور کچھ قسم تو توبوا الیہ و تم کو متاخذنا۔ مڈل، درجہ ذی سے بالحد کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے کثرت سے بننا۔ اللہ وارتخیر السیلاب یعنی موسم دھار بارشیں۔

یہی اہل کفر کا رویہ ہمیشہ معاملہ اُدا کرنا تھا۔ صاف کہہ دیا کرتے تھے ہم نے سب کچھ کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کی جس سے ہمیں آپ کی صداقت کا یقین آجائے۔ ہم نہ اپنے خداؤں کو چھوڑیں گے اور نہ آپ کی دعوت قبول کریں گے خواہ خواہ آپ اپنا دامن ٹھکپا رہے ہیں اور ہمارا ہی وقت ضائع کر رہے ہیں اور اپنا بھی۔

تشعہ یہ جو آپ پہلی سبکی (نعمت باللہ) ابھیں کر رہے ہیں۔ جانتے ہو اس کی کیا وجہ ہے یہ کہ ہمارا کوئی خاتم سے نہ راض ہو گیا ہے جس نے تم سے عقل طلب کر لی ہے اور اب تمہاری باتوں کی طرح باتیں کر رہے ہو اپنی سلاطین و مطلقہ سے تو ہم نے خداؤں کے قدموں میں گر پڑے ہو اور اپنی گستاخی کی صفائی مانگ کر بدعت الہیہ و اعتزالہ اذا انتم بہ رفرقین،

یعنی ان کی لامعنی و لغو بات سے آپ جلال میں آ گئے۔ فرمایا تم میری چٹائی کی گواہی مت دو اور اللہ تعالیٰ کی گواہی میری صداقت کے لیے کافی ہے۔ ہاں تمہیں اس بات کا گواہ بنانا ہوں کہ میں نے علی الاعلان یہ کہا کہ میرا ہی قول اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں کے ساتھ کوئی

جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونَ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ

سب کو میرے لیے ہمت نہ دوئے۔ ہاشم میں نے جوہر کر لیا ہے جہاں تھوڑی سی میری ہے اور تھوڑا ہی تمہارا ہے۔

مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اخَذُ بِناصِيَتِہَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾

کوئی جاندار بھی ایسا نہیں ہے جو اسے نہ پکڑا ہو اسے اسے نشان کی باتوں سے۔ بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ کَا اُرْسِلْتُ بِہِ اِلَیْکُمْ وَیَسْتَغْلِبُ رَبِّیْ

پھر اگر تم روگردانی کرو تو میں نے تو پہنچا دیا ہے تمہیں وہ پیغام جسے میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے تمہاری طرف اور جاشیں ہٹائے گا۔ میرا رب

قَوْمًا غَیْرُکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

میں اور قوم کو تھماتے گا وہ شے اور تم اس کا کو بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ بیشک میرا رب ہر چیز کا نگہبان

تھکتا نہیں۔

۵۵۔ میرا ایک اور اعلان بھی سن لو تم سب کو کہ تم بھی یاد تھا کہ میرے خلاف جو سازش کرنا چاہتے ہو کہ لوہے میں تم سے کسی دم کی انجانیا نہیں کہہ سکتی تھیں ہمت نہیں اٹھ سکتی تھیں لیکن میں لو تم میرا مال بھی بچاؤ کر سکو گے۔

۵۶۔ اس غیر تیز زبان یقین اور ناقابل شکست اقدام کی وجہ بیان فرمادی کہ میرا میں نے جو وہ بڑی طاقت اور قوت کا مالک ہے وہ جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی بلکہ دنیا میں آج کل تمام کے جو کہ وڑوں چوڑی پند و غیرہ تھیں ان پر ہے میں وہ سب اس کے حکم کے سامنے سر اٹھتا ہوں اور دم مارنے کی کسی میں جالی نہیں۔ خود سوچ جس کی تائید و نصرت کرنے والا اتنی طاقت کا مالک ہر اسے تم اور تمہارے ہیں خدا کی اگر نہ پہنچا سکتے ہیں غاصبہ پیشانی کے آؤ ہر گز جتنے بالی انسانیت کے خلاف ہیں خدا کا (قرطبی) پیشانی کے بالوں کو پکڑنے کا مطلب ہے کسی کو تو دور بخل کرنا لالچہ غاصبہ غفلت اور غفلت کا مظہر مدلل لفظوں میں یہ یہ پیشانی کی روشنی (قرطبی) کے تقدیر و تدبیر جو اس قدر اعجاز و حیران و خروشید اس کے تمام افعال عدل و انصاف پر مبنی ہیں اور اس کی حکمت بالذات اور رحمت اس کے آئینہ دار ہیں۔ قیل مضاد لا یشل فی ذلک بعبیرہ کا لفظا و فی خلقہ سمعنا (قرطبی)

۵۷۔ تمہیں اگر تمہاری پیمر کر سکیں گی وجہ سے نیست و نابود کر دیا گیا تو گشتیں سستی کی روشنی میں کچھ فرق نہ رہے گا۔ تم سے ہر کسی قوم کو تمہارا دیا تمہیں بنایا یہ جانتے گا جو زندگی کے گلستان میں اعمالی صالحہ کے پھول کھلائے گی۔ جو اپنی محنت و کاوش سے علم و حکمت کے چشمے جاری کر دے گی۔ ان کے دم قدم سے ہر کم کا ثبات میں نئی چل چل دیکھا دینے لگے گی۔ دنیا کی تقریباً ہر طاقت و قوم ہی کہتی ہے کہ عالم کی آبادی اس کے دم قدم سے ہے۔ اگلا اس پر کوئی اتفاق نہ پڑی تو ہر طرف بربادی اور دیرانی کا دور دورہ ہو گا۔ روشنی کے سامنے نیچے

حَفِیْظٌ ۷۷ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

ہے۔ اور جب آیا ہمارا حکم تو ہم نے نجات دیدی ہود کو اور جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ ہوج

بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۷۸ وَبَلَاكَ عَادٌ جَحْدًا

اپنی رحمت کے لئے اور ہم نے نجات دی انہیں سخت عذاب سے۔ اور یہ قوم ہود کی داستان اپنے نفس بھونکا

بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرًا كِبَارًا عَنِيبًا ۷۹

کیلئے رب کی آیتوں کو اور نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کئے جسے بزرگ و سنگین کے حکم کی۔ شے

وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ الْآلَاءِ عَادًا

اور ان کے پیچھے لگا دی گئی اس دنیا میں بھی لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ سزا داد سے

كُفْرًا رَّبَّهُمْ الْأَبْعَدُ الْعَادُ قَوْمِ هُودٍ ۸۰ وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ

انکار کیا اپنے رب کا۔ سزا چمکتی اور پادوی پر عاود کے لیے جو ہود کی قوم تھی شے اور قوم ثمود کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی

بھو جائیں گے۔ جہالت و سخت کا قیاس اندھیرا چھایا ہے۔ لیکن بڑوں قومیں آئیں اپنا مقصد وقت پر آ کر کے ملحق نہیں لیکن خدا کی دنیا آبادی رہی۔ اور جب تک اس کی مرضی چلی آبادی رہے گی۔

شے اس سے مراد ایمان ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق مرحمت فرمائی۔ اولاً یہ ان الذی انعمنا علیہم

شے جبار۔ شکرت اور سرکش۔ عینہ جو پہلی قوم کو کفر کا انگ لگے۔ العنید العافی اللہ لا یقبل الحق ولا ینزع لہ (تھوڑا)

اذ االی ان یقبل الشیخ وان عرفہ (منظور ہے)

یعنی قوم ہود کی پہلی جہتی کو اس کا برسرِ اقتدار طبع تو ایسے سرکش اور کفر تھا جن کو قبول کرنا ہی اپنی شان کے خلاف سمجھا تھا لیکن اس قوم کے عوام نے بھی عقل و غور سے کام لیا چھوڑ دیا تھا انہوں نے بھی حضرت ہود کی دعوت پر سنجیدگی سے غور و فکر نہیں کیا تھا۔ وہ بھی گمراہ تھے اور اپنے کبیروں کی چال چوسی کرتے اور ان کی بات میں ہاں ملا دیتے۔ دونوں گروہوں کا نام کوثر و فکر کی طویل مدت دی گئی۔ لیکن انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا آخر تباہ کر دیئے گئے۔

شے بقصد کے معنی قدر ہونا اور بعد کا معنی ہلک ہونا بھی ہے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا گیا یا انہیں ہلک کر دیا گیا۔

فصل دوم

هَذَا أَتَهْنِئَا أَنْ تَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا

واریت تھیں اس سے پہلے کیا تم کو کہتے ہو ہیں اس سے کہ تم عبادت کریں ان (رحول) کی جن کی عبادت کرتے تھے بکا۔ باب دادا اور شیش نام

إِلَيْهِ مُرِيبٌ ۖ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ يَكِينَةٍ مِّنْ

اس کے بکریں میں اس کی طرف تو ہیں بکا کہ ایک چوہ کی پٹے کے رنگ میں مبتلا تھے ہیں۔ آپ کے کلمہ میری قوم؛ بھلائی تو بتاؤ اگر میں روشن

کوہ منسوب جو ہم کو کہیں ہی بچا اور قواد و قواد بھی جسے تھوے حال پر ترس بھی آتا ہے اور جو قلدی ششوں اور پریشانیوں کو دور کر سکے قدرت بھی کتا ہے۔

سہ حضرت صلح بھیجی سے ہی خرافت ستانت کے پتہ تھے۔ ان کی سرپرست سے ہانت اور دانائی ظاہر ہوتی تھی۔ ان کا دامن حیات ہر قسم کی آلودگیوں اور کز و دیوں سے پاک تھا۔ ان کو دیکھ کر ان کی قوم کے افراد ان کے شاندار مستقبل کے متعلق مزے ملنے کی قیاس آرائیاں کیا کرتے تھے جو یہ سمجھنے لگے تھے کہ یہ لوگ کاہن یا کرم ساری قومی حکومت کو چار چاند لگا دے گا۔ اس کی حکیمانہ قیادت میں ہم خوب ترقی فرمیں گے لیکن جب آپ نے انھیں ان کے بتوں کی عبادت سے روکنا شروع کیا جس کی عبادت دو صدیاں سال سے کرتے چلے آ رہے تھے اور اللہ رب العزت کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا تو وہ ٹھٹھا کر رہ گئے۔ وہ صلح کی زبان سے یہ کیا سن رہے ہیں۔ ان کو اپنے کانوں پر اعتبار ہی قرار دیا تھا۔ وہ اس موقع میں پڑ گئے کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہم قلمی عروج و اقبال کا شانس بکے ہوئے تھے۔ دو تو ہم کے بنیادی عقیدے پر کھانا چلا رہا ہے۔ یہ تو قوم کا شیرازہ کبیر کر دے گا۔ بڑے حیرت زدہ انداز میں کہنے لگے صلح! ہم نے تو تم سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ اور تم یہ کیا کر رہے ہو غور تو کر دیا ہم ان خداوندی کی توجہ چھوڑ دیں۔ جن کی پوجا آج تک ہم اور ہمارے باپا بھائی چلے آ رہے ہیں۔ ہم تو قلدی یا عجیب غریب عورت پرستوں پر نہیں آ رہے تھے۔ ہمیں ایک ایسے مذہب سے دوچار کر دیا ہے جس نے ہمارا چین و غم کر دیا ہے اور ہمارے لطیفان و یقین کی دنیا میں بے ہل پیدا کر دی ہے۔ مرید شک کی صفت ہے۔ باب افعال سے اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے ریبہ میں ڈال دینا۔ کہتے ہیں لوابہ اذا اوقعہ فی الریبۃ نفس کے تعلق اور اطمینان و سکون کے اٹھ جانے کو عربی میں ریبہ کہتے ہیں۔ والی اللہ الطائبہ و عظمیٰ الریبۃ اسعرون لریب قال بنو ریبۃ فی تارخ العربی النسل علی دخل و قلة یقین منوعات) کہ جس قسم کا حق و حجاب تھا جس کی آگ حضرت صالح نے ان کے دل میں لگا دی تھی۔ وہی قلع جو جوشہ صدمے کے قی بلند ہونے کے بعد اعلیٰ باطل کے دلوں میں پیدا ہوا کرتا ہے پہلے دوسرے قلعہ عقیدہ کو قبول کیے جاتے ہیں۔ اس کے سچا ہونے کے بائیں میں انھیں کامل یقین ہوتا ہے۔ ان کے دیم و گمان میں بھی یہ باتیں آتی۔ اگر وہ ایک دوسرے باطل نظریہ کو اپناتے جاتے ہیں۔ لیکن جب حق کا منادی کرنے والا آتا ہے۔ دینی و لائسنی آواز، قوی براہین سے ان کی غلطی کو آشکار کرتا ہے تو وہ قبول کریں یا نہ کریں۔ ان کے دل کی دنیا میں ایک تسک ضرور پیا ہو جاتا ہے۔ اور وہ سکون و اطمینان کا نور ہو جاتا ہے جو اٹھ سال سے ان کے دل میں خمیر زنی تھا۔ بچائے ایسی سکون و اطمینانیت کے قطع جانے پر حریف شکایت زبان پر لا رہے ہیں۔

۴۸ دہلی پر ہونے والے شہر سے رب کی طرف سے اور اس نے عطا کی کہ جسے اپنی جناب خاص رحمت و کرم سے جو پوچھا گیا ہے اللہ کے جواب ہے ۴۹

[illegible]

جیسے پامپاں کوسوں سے وارا سچے میں ان کی ناکہ بندی کی جیسے جرات رکھنا ہوتا۔
 ۱۵۔ اعلانِ حقانیت کو یوں بے نقاب دیکھ لینے کے بعد میں تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کا انکار کروں تو اگر میرے بچے
 مجھے پکڑ لیا تو کیا تم میں سے کسی میں اتنا دم نہم ہے کہ وہ مجھے پھر اس کے گمراہ میری دعوت قبول کر کے اپنے تپ کو فذابِ الہی سے بچا لیں
 جانتے تو میرے حال پر ترس کھاؤ اور مجھے اپنے ساتھ فرق ہونے پر مجبور نہ کرو۔

۱۷۔ تم میرے خیر خواہ بن کر مجھے بھگا دو۔ لیکن میں تمہاری بات نہیں مان سکتا کیونکہ میرا اس میں سراسر نقصان ہے۔ مجھے اپنے دامن و مضمحل کی نصیحتوں کی ضرورت نہیں جو اپنی بے بسی سے مجھے بھی دلوں سے پرستش کرنے کی سرقہ ڈکھائیں گے۔

[illegible]

جگر پر قوی مجتہد میں۔ لیکن کیا قرآن حکیم نے بھی اس کے متعلق کوئی تصریح کی ہے تو فرماتے ہیں: وایس فی القرآن الا ان یتخذ الفتاۃ کانت آیۃ، ومعجزۃ ما ما بین انھا کانت معجزۃ من ای الوجہ فلیس فیہ بیہانہ کہ یہ یعنی قرآن میں تو اتنا مذکور ہے کہ یہ ادنیٰ معجزہ دہی، لیکن اس میں وجہ اعجاز کیا تھی اس میں سحرو کا کوئی پہلو تھا تو یہ قرآن میں مذکور نہیں اس لیے ہمیں اتنا ہی یقین کرنا کافی ہے کہ ایسے بطور معجزہ ایک کتاب کی پیش کی وجہ کتاب اور سنتِ سیر میں اس کے معجزہ ہر نسخہ کی کیفیت یہاں نہیں دہنی پھر اس کی تفصیل کے

فَذُرُّوهَا تَاكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسَوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ

میں چھوڑ دو اسے کہانی پھر سے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور نہ اسے ناکام سے برائی سے شگ و نہ بڑے کام میں

عَذَابٌ قَرِيبٌ ۝۱۰ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ ثَمَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ

عذاب بہت قریب ۱۰ میں قتل کر دیں ان کو جو ان کی گناہوں سے توبہ نہ کیا تھا۔ تو صبح نے فرمایا اطفاف اٹھاؤ اپنے گھروں میں تین

أَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعَدُّ غَيْرُ مَكْنُوْبٍ ۝۱۱ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا بَنَيْنَا صُلْحًا

دن تین کے لئے یہ اللہ کا وعدہ ہے جسے بدلنا نہیں جا سکتا۔ پھر جب آگیا ہمارا حکم نے تو ہم نے بچا دیا صلح کر

وَالَّذِيْنَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِذٍ ۝۱۲

اور انہیں بچا دیں گے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے نیز دیکھ لیں اس دن کی نجات سے۔ بیشک

رَبِّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝۱۳ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْعَةَ فَصَبَحُوا

وہ بڑا قویٰ اور تیز ہے تیرے لئے اللہ بہت عزت والا ہے اور چڑھایا ظالموں کو ایک عوفان کہانے اور ان کی انہوں نے

وہ اپنے منہ وقت ضائع کرنا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۰ کا ماحول بھی ملاحظہ ہو۔

۱۰ ملاحظہ ہو سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۰ کا ماحول۔

۱۱ جب انہوں نے اس وقت کو ملکہ کر دیا تو انہیں بتایا کہ ان دن کے بعد تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یقیناً آئے گا اب ہی بھر کر دیکھ

رہا ان کا حال۔

۱۲ تین دن بعد عذاب نازل ہوا جس نے کفار کو موت کی غیر تسکین دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اسی کے ساتھیوں کو اس تباہ کن عذاب سے بھی محفوظ رکھا کہ ان کو خواہش نہ تھی کہ وہ اس کو فرساری سے بچا لیا۔ کہہ کر اگر آپ کے کہنے کے مطابق عذاب آتا تو آپ کو کتنی سخت اٹھانی پڑتی کفار اب کیا بچاتے آؤ انہوں نے کہتے آؤ ان کی اذیت رسالوں میں کتنی گناہیں مہربان اور بعض علماء نے منہ سے نکلنے والے عذاب میں داکو کو زائد کیا ہے۔

۱۳ یعنی ایسی خوفناک کوک پیدا ہوئی۔ کمان کے مثل مینوں میں پھٹ گئے سورۃ الاحزاب میں ہے فانخذ قهرا المرجفۃ کو انہیں زلزلہ سے آگیا یہاں کوک کا ذکر ہوا اس زلزلہ کا۔ یہ اختلاف کہیں بہ کوئی اختلاف نہیں جب کہ عذاب آواز پیدا ہوئی ہے تو زمین تھرا اٹھتی ہے جب توپ کو لڑھکھک ہے تو کیا مکان لرزے نہیں گتے اور زمین کا پختی ہوئی معلوم نہیں جوتی۔ اگر توپ کے کاٹنے کے

فِي دِيَارِهِمْ جُثَيَيْنٌ ۚ كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ اَلَا اِنْ كُنْتُمْ

اس حال میں کہ وہ اپنے گھر میں کھنڈوں کے بل کوئی کسے پرستے تھے، (اغلیں ہیں نابود کر دیا گیا) تو یاد یہاں کہیں آیا دی

پٹنے سے عیات برقی ہے تو معلوم نہیں اس شہنشاہ کوک سے کیا خشر پاپا ہو گا۔

اسلام کے کئی خیر خواہوں نے اسلام پر بڑی نیا و سیاہ کی ہیں۔ ان کی غریبست بڑی طویل ہے۔ یہاں جس خیر خواہ نے زیادتی کا ذکر مقصود ہے وہ ہے جو بعض کرم فرماؤں نے مستشرقین کے اعتراض سے ڈر کر قرآنی مطالب کے بیان کرتے ہیں کی ہے۔ قرآن کریم میں مسیروں مقامات پر اس امر کی طرحت کی گئی ہے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی کی دعوت کو نکھلا دیتی ہے، اعتقاد و عمل کی گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے، ان کے فسق و فجور سے طہارت کو غری کا دھن تاننا شروع کیا ہے، ان کا غرور و راد و ترقی و جبل و انصاف کے تقاضوں کو روند ڈالتا ہے، جب ظلم کو فرما کر نہ پر سزا ملے گی جاتی ہیں تو ایسی کرم پر اللہ تعالیٰ ان کی بد اعمالیوں کی عتاب سے عتاب کرتا ہے کہ اس کا نام نشان تک باقی نہیں رہتا۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے سند انبیاء اور ان کی قوموں کے حوال بیان کیے گئے ہیں اور ان الفاظوں کا بار بار ذکر کیا گیا ہے جو طوفانوں، زلزلوں، سونڈ، زلزلوں اور کبلی کی کوک وغیرہ کی شکل میں ان قوموں پر نازل ہوتے اور ان کے غرور کو مٹی میں ملا دیا۔ ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد ہر بار اس قسم کے جملے فرمائے کہ یہ جس اور حالات و عبرت پذیری کے لیے ذکر کیے گئے ہیں۔ تھوڑی کوڑا نشان سرائی مطلوب نہیں لیکن اسلام کے کسی کرم فرماؤں کو اس بات پر اصرار ہے کہ یہاں ہمیں یہ غدا کسی مجرم کی سرزنش ہے بلکہ ان حوادث کے طبی اسباب بتایا ہو گئے تو وہ بد و پیر ہو گئے ان کے واقعہ ہونے کو قطعاً کسی کی تکلیف اور ہدی کے ساتھ ہلکا سا بھی رابطہ نہ قطعاً ایک اعتبار سے پیش خدمت ہے۔

آندھی اور طوفان، پھاروں کی آتش فشاں، ان سے ٹکرائے گا اور قوموں کا یہ بد و پیر اور زمین کا جنس جانا و قطع کا پڑا کئی قسم کے خسرات کا زمین میں پانی میں ہوا میں پیدا ہو جانا کئی قسم کی دباؤں کا آنا اور قوموں کا جاک ہونا سب امر طبی ہیں۔ جو ان کے اسباب میں ہر جملے پر موافق قانون قدرت کے طالع ہوتے رہتے ہیں انسانوں کے گنہگار ہونے یا نہ ہونے سے ان واقعہ اس کو کوئی تعلق نہیں ہے اگرچہ قرآن میں اور دیگر صحیفہ انبیاء میں اس قسم کے ایسی و سماوی واقعات کا سبب انسانی کے گناہ قرار دیتے ہیں مثلاً ایک پر شیعہ مجید کے مجموعہ سے خارج ہے۔ اس سے ہم کو اس مقام پر بحث نہیں ہے مگر قرآن پاک میں بھی ایسی اشاعت کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بلاشبہ عجیب خیالی نہیں ہے (عقائد سرسیدؒ حصہ چہارم) اس عجیب کو ذکر کرنے کے لیے دو کسے صفحہ پر یوں رقم طراز ہیں۔

پس قرآن پاک کے اس قسم کے بیانات کو کہیں میں حوادث ارضی و سماوی کو انسان کے گناہوں سے منسوب کیا ہے یہ سمجھنا کہ ایک حقیقت اشیاء علیٰ عامہ و علیہ "کامیان ہے ان کی کھینے والوں کی غلطی ہے نہ قرآن پاک کی" (مقالات سرسیدؒ حصہ چہارم) اس دلیل اقتباس پر حضرت خواجہ کے بعد گزارش ہے کہ اگر صاحبِ حرف نے یہ کہہ کر کسی شبہ کا انار کیا ہے تو انھوں نے دوسری سادہ سی سینکڑوں فقرات جو ان سے بھی زیادہ سخت ہیں ان کے لیے زمین پر بار کر دی کہ تو اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایم لگایا کہ ان کے

كُفَرُوا رَبَّهُمْ اَلَا بَعْدَ الشُّمُودَ ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ

مذہب سے تھے۔ مومنوں نے انکار کیا اپنے رب کا۔ سو براہیڑی ہر گز کے لیے اور بلاشبہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے

يَا بُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالِ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ

یا اوشری کہ کہنے انھوں نے کہا اوسے سہیل تم پر سلام ہو۔ آئیے فرمایا تم پر بھی سلام ہو۔ پھر آپ جلدی لے آئے وہاں کیا خدمت

لوحہ کا حقیقت کوئی شریک نہیں تھا تو اپنی مطلب براری کیلئے ہر غیہ طلب بات کو اپنا لیتے ہیں خواہ وہ حد اقل سے دوسروں کو جو جب کسی نبی کے ملحق یہ گھٹیا تصور کیے نہ ہیں میں جائز ہیں ہر جگہ تو ایک نبی اور ایک سیاسی شعبہ باز ہیں آپ کی کوئی تکریر نہیں کیے۔

پھر قرآن میں تو ہم سب کا نام الہی یقین کرتے ہیں اس کے بیان کو وہ حقائق پر آپ کا اعتقاد کیونکر باقی رہے گا حضرت صالح اپنی قوم کو دیتے ہیں کہ یمن میں کے بعد یقیناً تم پر غلبہ آئیگا اس میں شک شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں اور ایسا ہی ہوا تو

کیا ان تین دلیوں میں وہ سب بھی اسباب فراہم ہو گئے جن کی وجہ سے کراک اور زلزلہ رونما ہوا پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دلیوں کی زبردستی کفار پر پڑی اور اہل حق کو خواہش نہ ملنے آئی۔ کوئی بھی چیز بھی جس نے ان خدا بول میں شک بد میں تیز کرنے کی قوت پیدا کر دی۔ قرآن کریم کی ان آیات پر مکرر غور فرمائیے۔

واغفرنا للذین کذبوا بآیاتنا انہم ہم نے ان کو فرق کیا جنھوں نے جاری آیات کو جھٹلایا تھا اَلَا اِنَّ عَادًا کَفَرُوا دِهَجْرًا اَلَا تَعْبُدُ الْعَادَ قُلُوبُ مَعْبُودَ غُلَامِ پندرہ رکعہ ساتھ کفر کیا تھا اور ان کو بولا کہ دیا گیا۔ اَلَا اِنَّ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلَ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِینَ اسے فرعون پر عمر بھرا نافرمانی کو بار بار عدا پر کیا کرنا اسباب ایمان لائے ہو۔ واخذ الذین ظالمو اَلَصْبْحَ حَسْبُہُ اس کو کہنے ان لوگوں کو مراد کیا جو ظلم کرتے تھے۔ فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِینَ اَلَا مَفْسَدِیْنَ اَلَا جَعَلْنَا مِنْ اَسْبَابِ الْاِنْکَارِیْسَ لِمَنْ یَّسِیْ اَسْبَابَ الْکُفْرِ لَکَ یَاکُفْرُ خَاسِمْ قَتِ بِرَ اَیْکَ مَخْصُوصَ قَوْمَ کَ لَیْسَ عَذَابُکَ لِمَعْرِتٍ مِّنْ تَعَالٰی نَا یَا تَعَالٰی کَا کَامِ سِجَا دِ اِسْمِیْ کِی قِرَآءِیْ نَاکَ نَے بار بار وضاحت فرمائی ہے۔

مسلکہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا زولو بھائی تھے۔ دونوں مصر میں غلام میں ہجرت کر کے آئے تھے۔ آپسے گناہ کے علاوہ میں رہائش اختیار کی اور حضرت لوط دریا کے اوپر کی طرف تشریف لے گئے یہ علاقہ اپنی تہذیبی اور شہابی میں بے مثل تھا۔ یہاں سدوم و موراء اور اذہر و لیم کی بیستیاں آباد تھیں۔ حضرت لوط کی قوم میں اخلاقی سیاریوں میں مبتلا تھی ان کا ذکر کر کے آ رہا ہے۔ ان کی بیوی کی زبردستی کرنے کے لیے جن عورتوں کو بھیجا گیا انھیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل کر ان کی امید سارہ کو بیٹھ سہا قیادہ پرستہ بیوی کی پیدائش کی خوشخبری سناتے جائیں۔ چنانچہ جب وہ حضرت خلیل کے پاس پہنچے تو آپ جلدی سے فطحتہ دوران کی غیبت کا اہتمام فرماتے گئے۔ اپنی امید کو ناکام دھننے کا حکم دیا جو اپنے رشتہ کیوں کے گھر سے ایک برتاؤ تازہ پھر دیکھ کر لائے۔ اور ایک خادم کو تیار کرنے کی فرمائش کی۔ جلدی جلدی کھانا تیار کر کے لے آئے اور اپنے مہمانوں کے سامنے دسترخوان پر چڑھ دیا لیکن مہمانوں نے باقاعدہ آگے نہ بڑھایا

کے لئے ایک پھر اُٹھنا سزا، پھر حسبِ دلچسپی ان سے بات نہیں کرنا، یہ کھانے کی طرف تو اجنبی خیال کیا، اُنھیں اوردل ہی دل میں

ان سے اندیشہ کرنے کے لئے فرشتوں نے کہا اور یہی نہیں۔ پس تو بھیجا گیا ہے قوم لوط کی طرف۔

آپ پران جوئے کو یہ کیا مہر پہ اس نے مانگے تو تونگے حلق آرنو وار اپنے مین جان کے پیش کردہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا تھا کھ لیا جاتا تھا کلاس کی نسبت بخیر نہیں۔ آپ سمجھتے اور دل ہی دل میں اذیت کینے لگے۔ فرشتوں نے آپ کی تسلیش کو یہ کہہ کر ختم کر دیا آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ پھر فرشتے ہیں اور میں قوم لوگ کی طرف بھیجا گیا ہے۔

اس آیت ایک تو معلوم ہوا کہ آٹھ دنوں کو سلام کہنا چاہیے اور مرغیں سلام کہنا چاہئے ان پر لادیم ہے کہ بڑی خوش سولہی سے سلام کا جواب میں قالوا سلاما میں سلام مخصوص ہے اور قال سلاما میں کون ہے کہ پہلے سلام فعل بخلاف کا مفعول ہے۔ عبادت یوں ہے نہ کہ علیہ السلام اور دوسرا سلام جدا تو فرمے ہے اور اس کی تفسیر علیکم بخلاف ہے اصل عبارت یوں ہے۔ صلیکم سلاما آپ نے ان کے سلام کے جواب میں جملہ صلیہ استعمال فرمایا جو وہ ان انتظار پر دلالت کرتا ہے اور یہ چیز حلالہ فعلیہ میں نہیں ہوا کہ آٹھ دنوں استعمال کیا تھا نیز اس آیت سے یہی معلوم ہوا کہ وہاں کو نازی صفت لیا جیسی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہاں کو نازی کی بڑی تر مرغی ہی ہے اور تسلط بیان کی علامت قرار دیا ہے ارشاد نبوی ہے عن کان یومئذ بالیوم والاخرہ فلیکوم جارا کا وہن کان یومئذ بالیوم والاخرہ فلیکوم مضارع شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس لئے ہماری کی عزت کہانی چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس لئے وہاں کی عزت مکریم کرنی چاہیے۔ سیرت کی کتابوں سے بہتر چلتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کی قطمیر و کمر علم وہاں کے نام و آسمان کش کا زحمت تمام فرمایا کرتے تھے۔

علماء اسلام نے قصہ کی ہے کہ ریاست جہاں باہر سے تھے والے سائنسوں کے لیے قیام و طعام کا کوئی انتظام نہیں کرتا وہاں کے لوگوں پر لازمی ہے کہ وہ جہاں کے قیام و طعام کا بندھن بن کر رہیں اور بڑے شہر جہاں ان کے وہ ہر مل نہیں ہاں جہاں کی ضیافت کا یہ انتظام ہے انہیں ضرور ہی نہیں۔

انها اوجبة في القرى حيث لا علم ولا مأوى بخلاف الحواضر فانها مشهورة بالماوات والاقوات ولا
شك ان الضيف كرميول الضيافة كرامته وزيهه

سنہ ۱۸۵۷ء میں بعض مسلمانانِ ہند نے اپنی حالتِ مجبور پر اس آئینہ سے شخصیتِ برہمن کی بے تعلی پر اسنے لال کر کے گفتے میں کہ دیکھو انھیں پتہ نہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں یا ان کے اُس شبہ کے لڑا کہ یہ میرے میں خود کو کچھ عرض نہیں کرتا، البتہ مولانا مخلصی کا ایک جملہ نقل کرنے کی جسارت کرتا ہوں شاید ان لوگوں کو اپنی جلد بازی پر تنبیہ ہو جائے۔ فخر عثمانوی نے فرمایا کہ آپ کا ان کو فرشتہ بتانے کی لینا صحت ان کے حوصلے پر نہ تھا بلکہ قوتِ حد کہ قدسیہ کے

قَالِمَةُ فَضِيكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِالسَّعْقِ وَمِنْ وَرَاءِ السَّعْقِ يَعْقُوبُ ۝

مکرمی عقوبت کا نام سنیں جس کی حالت کو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحاق کی منسلک اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔

قَالَتْ يُونِئِي اِيَّاكَ وَاَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا لِّاِنْ هَذَا

سارہ نے کہا اور اسے میری بیٹی اور میں بڑھاپے کی حالت میں ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یا بھی بڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو

لَشَيْءٍ عَجِيبٌ ۝ قَالُوا اَلْكَافِرِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحِمْتُ اللّٰهَ وَ

عجیب غریب بات ہے منسلک فرشتے کہنے لگے کہ کیا کفر کی رحمت اللہ کی رحمت اور

قدیسا سے نجات ہو کر نہیں کیا جس سے اللہ توجہ قرآنی بھی عیسایہ اوقات عسوسات میں بھی یہ قصہ پیش آتا ہے۔ (نقل از تفسیر طبری)

کسی چیز کی طرف توجہ کا نہ ہونا اور چیز بدلنے کا علم نہ ہونا اور چیز ہے یہاں توجہ کی نفی ہے ظہر کی نفی نہیں فلیتدبر۔

اسلام آپ کی اہلیہ حضرت سارہ بنت ہارن بن خود جو آپ کے چچا کی بیٹی تھیں پس مکرمی عقوبت یا توجیب ہمان آئے اور حضرت ابراہیمؑ کے گھر کو گئے تھے تو یہیں مکرمی ہو کر رہنے لگیں یا آپ نے انھیں ہمان کی خدمت گزاری کے لیے مقرر فرمایا اور وہ مکرمی ہو کر یہ خدمت بجا لے رہی تھیں۔

شہادہ آپ نے سننے کی کیا وجہ تھی؟ یا تو آپ نے جب محسوس کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کی تشویش دور ہو گئی ہے اور آپ ملنے پہنچ گئے ہیں تو خوشی سے ہنس

پڑیں یا عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے غرض ناگاہا اسحاق نے نصیحت کہ ہم نے جب انھیں اسحاق کی بشارت دی تو وہ غور و مسترت سے

آنس پڑیں۔ (قرطبی کبیر) واولیٰ توجیبیں مستولی ہیں۔

منسلک فرشتے آئے تو حضرت علیلؑ کے پاس تھے انھوں نے حضرت اسحاقؑ کی بشارت حضرت سارہ کو کیوں دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے

پہلے حضرت ہاجرہ کے شکم سے منسلک تھا انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو انیسویں عیسایہ چاند سے آفتاب چاند سے جب خرم عطا فرمایا ہوا تھا حضرت سارہ

عقب چہرے کی شاخ امید بھی بھول سے محروم تھی اس لیے انھیں بھی یہ خوشخبری سنائی گئی۔ نیز چونکہ پیدائش کی خوشی قدر شاہ آپ سے زیادہ

ہاں کر ہوتی ہے۔

شہادہ ولایتی اصل میں ولایتی تھا تخفیف کے لیے ی کو الف سے بدل دیا۔ وعلیٰ کا لغوی معنی بھرت ہے۔ یہاں اس سے مراد اپنے

لیے بد دعا کرنا نہیں بعض ائمہ حیرت توجیب تصور ہے اور غرض عام طور پر ائمہ توجیب کے لیے ایسے الفاظ ہی استعمال کرتے ہیں جو لغوی وادعاء

ملی نظما و لکھنا کلمۃ تخفیف علی لغوا الف و ال و ط و یون مایہ جہیں منہ (قرطبی)

شہادہ یعنی جب میری عمر سو سال کے گاہک ہو اور یہاں منسلک سے قیاد ذکر کیجئے کہ ان حالات میں کسی بچے کا پیدا ہونا فرق حادثہ نہ

سوی توجیب نیز ضرور ہے اور ان کا حیرت زدہ ہو کر رہنا ناگاہی قدرتی بات تھی۔

بَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ

اور اس کی برکتیں پہلی تہ پر اسے ابراہیم کے گھر لے کر آیا اور اہل بیت سے بڑا رحمت کیا چار بڑی شان والا ہے۔ پھر جب کدور بر گیا

عَنْ إِبْرَاهِيمَ السَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُبَادِلُنَا فِي قَوْمِ

ابراہیم (علیہ السلام) سے خوشی ملنے اور مل گیا انھیں خوشی تو وہ ہم سے بھگڑنے کے قوم لوگ کے بارے

لُوطٍ ﴿۱۴﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿۱۵﴾ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ

میں۔ بیشک ابراہیم بڑے بڑا دلدار، دھم دلی (اور) جہل میں ماری، شعیب کا گھر لے کر آئے۔ اے ابراہیم! اس بات کو

عَنْ هَذَا إِلَهٌ قَدْ جَاءَ آمُرُكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ

رہنے دیجئے۔ بیشک آگیا تیرے رب کا حکم۔ اور ان پر آ کر رہے گا عذاب

اللہ قدرت مند اور ہستی ہے یہاں اور وسیع ہے کہ اس نے اپنے قہر اور مادی جتنی حکم کر رہا ہے وہ جاتی ہیں حضرت سارا کی وجہ سے قدرت الہی کی طرف متبدل کر دئی گئی اور ان کا استغناء باقی نہیں اور نہ کھوسرت میں بدل گیا۔

اللہ اولیٰ بیت پر رحمت الہی کے نازل اور اس کی پہلے عبادت کے لوگوں کو شہری دی جا رہی ہے یا دعا کی جا رہی ہے ان میں کی شہری ہے حضرت سارا حضرت غیل کی زور و عزت توجہ حضرت غیل کے الیٰ بیت میں آپ کی زور و عزت داخل ہیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الیٰ بیت سے نزاع طہرات کو خارج کرنا کتنی امانی ہے اور قرآن پر زیادتی ہے یقیناً ائمہ اربعہ علیہم السلام عطا جیل ملالیت و بیہوش کو تھپیر۔

کی نشانت میں اولاً اور صلا حضرت کی ازواج طہرات داخل ہیں اور ثانیاً دوسرے طہرات جو ہی صفات و صفات اللہ جل جلالہ و علیہم السلام

اللہ جب آپ کی پریشانی دور ہو گئی اور نبی شہاد پر تھے کی شہادت سے علیٰ محمد سند ہو گیا تو کئے قوم کو لوگ کے لیے عبادت کرنے کے عبادت اور ہم سے جگہ لے لگا کا نفع جس محبت قربان ہے تعلق پر ادا کر رہا ہے وہ اولیٰ نیاز سے نفی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بند میرا عزیز ہے

ساتھ ان کے بارے میں جتنے لگا جب اپنے سے کسی اعلیٰ و برتر ہستی کے ساتھ قریبی قریبی ہوتا ہے اور دوسری طرف سے تہائی محبت و پیار پایا جاتا ہے تب ہی کسی بات پر ضد اور اصرار کیا جاسکتا ہے ورنہ پہلے تو خود ہی اس قسم کی حرکت کی جرأت نہیں ہوتی اور اگر کسی غلط فہمی کے باعث کوئی ایسی بات زبان پر لاتا ہے تو یا تو خود شناس کا جواب ملتا ہے۔ تو وہ کتاب کی پہلی کھلتی ہے اور کانوں سے پرکار

اسے باہر نکال دیا جاتا ہے لیکن یہاں بڑی محبت سے حضرت غیل کے اس انداز کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد حلیہ اور مہنیب کے لانا عاویہ سے متاثر فرمایا حلیہ کہتے ہیں بڑا بار کو جو بدی کرنے والے سے انتقام لینے میں جلدی کرے۔ اواد کہتے ہیں جو دوسرے لوگوں

کی غمخواری میں کہ لب لب کہتے ہیں جو ہر وقت اُلیٰ جان سے اپنے رب کی طرف راغب رہے۔ (منہجی)

غَيْرُ مُرْدُوْدٍ ۝ وَلَکَآجَاءُ رُسُلُنَا لَوِطًا یَّسٰیْءَرُهُمْ وَضَاقَ

جبریلؑ نہیں جاسکتا لٹلے اور چپ آئے ہمارے پیچھے پرکے (فرشتے) لوٹ واپس آئے، ان کے پاس جو فرشتے تھے ان کے آئے سے اور

یَهُمْ ذُرْعًا ۝ وَقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ۝ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ یُفْرِعُونَ

پہنچے پریشانی بگھٹے ان کی وجہ سے اور اپنے تئیں کا لون توڑنی عصبیت کا دن ہے۔ اور وہاں لوگ کی خبر سننے ہی آئے ان کے پاس

اِلَیْهِ ۝ وَمِنْ قَبْلُ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَاتِ ۝ قَالَ یَقَوْمِ هَؤُلَاءِ

ان کی قوم کے لوگ دروغ سن رہے ہیں اس سے پہلے ہی وہ کیا کرتے تھے بڑے کام اللہ کو لڑنے کے لئے میری قوم اور مجھ پر میری قوم کی

۱۱۲ جواب بلا اس بھگولے کو پہنچے وہ ان پر تیروں کروڑوں بھیجا گیا ایکس، اپنے کفر و شرک سے باز نہ آئے ان کے لیے عذاب مقدم ہو چکا ہے۔ اب یہ عذاب انہیں جاسکتا کیونکہ شرک کے لیے شش نہیں پاس عیسائے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان کے حق میں مفاہیش کرنے سے روکا۔ اللہ نے ان کے لیے عذاب کا حکم دیا کہ پاس پہنچے ان پر جہاں اور یہ زمین میں ہمارے لوگوں کو دیکھ کر آپ بھڑکے آپ کو اپنی قوم کی مخالفت پس کی تھی ان کو علم تھا آپ کو پہنچا کہ انہیں خبر ہو گئی تو وہ میرے ان مخالفین کی بے عزتی سے باز نہیں آئیں گے۔ قرآن پاک نے آپ کے اس نظریہ اور نتیجہ کو یہ بھی دیکھا اور ضاق بھڑکا اور ہذا جو عصبیت کے بیچ جملوں سے ظاہر فرمایا ہے۔

۱۱۳ یہی یہہر کا سنی کیا گیا ہے ساء جیشہم لوطا ان کی آمد نے لوط کو پریشانی کیا ساء لاری اور سعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ساء لاری کا لفظ فہرہ متعدد (قرطبی)

ضاق بمعذر عا قریع کے اس کوئی تک بات کو بات و کر کے کہتے اور لیا عام ہے معنی یہ ہر اگر کہنے ان کی وجہ سے اپنے آپ کو کروز اور یہ دست پا محسوس کیا اور قوم کے شر سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہ آئی قتلت الذریعۃ الی اللہ علیٰ العرفۃ والسعد و جلیل علی الترقۃ کا لید و المہنی ہذا ضاقت ای ضاعت بھڑکاقتہ و لم یجد من الیہ ۱۱۴ ضاقتہ کا لفظ فی القاموس ہے بھڑکاقتہ یعنی بھڑکاقتہ ہو گیا یہی ضاقتہ ہے ہر کا لفظ ضاقتہ یعنی بھڑکاقتہ اس والی کوئی اور لفظ ضاقتہ کے بیان کے لیے لفظ کو لایا ذکر کیے جاتے ہیں جو انسان میں قوت محسوس کرتا ہے جب کہ کسی تکلیف کو دور کرنے سے باہل عاجز ہو جائے یہ وہ عصبیت شدید سخت ان کے مزید حالات کے لیے سورۃ الاحزاب کے حواشی ملاحظہ ہوں۔

۱۱۵ قوم کو جب پہنچا کہ اس طرح کے خبر و فوجان لوط کے مکان بندہ میں تو بھاگتے چلے آئے۔ کہتے ہیں ان کی آمد کی اطلاع حضرت لوط کی بیوی نے انہیں دی تھی یہی خبر ملا لوط سے مشتق ہے کہتے ہیں ارجع الرجل لعلہ قالی اسرع فی رھا تا من بردا و غضب لاجتی یعنی شدت جوش و غضب کا پتہ پتہ بھاگتے چلے آئے یہ لفظ عام طور پر مجبور ہی استعمال ہوتا ہے۔

۱۱۶ جس فاسد اور گندی نیت سے بھاگتے چلے آئے تھے اس کی طرف اشارہ کیا کہ وہ لوط کا فعل پر عیب کر نہیں سکتے تھے

بَنَاتِي هُنَّ أَطَهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۝

بہنیاں ہیں تمہارے پاک اور مطہر ہیں تمہارے لیے تم خدا کا خوف کرو اور مجھے رسوا نہ کرو میرے مہمانوں کے معاملہ میں۔

اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۝ قَالُوا الْقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي

کیا تم میں ایک جی سمجھدار آدمی نہیں ہے؟ کہنے لگے تم غریب جانتے ہو یہیں تمہاری قوم کی

بَنَاتِكَ مِنْ حَقِّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ

بہنیوں سے کوئی سزاگار نہیں نہلے اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ لوط نے (بعد شتر) کہا اسے ہاشم بن سہیل

کو کسی کو ذیہنی اور کوئی بہن نہ تھا بلکہ اس کا ازواج بہنیں بل بیکار تھے سب کو ان کی خباثت کا علم تھا اس لیے ان کے بول و نہانا سے چلنے کا موقع کسی کے لیے نہ تھا۔

شیخ حضرت لوط کو جو خطر تھا وہ اس نے اختیار یہ لوگ ان کے عزم مہمانوں کی آبرورہا تو ڈالنے کا تہیہ کر چکے تھے ان کے ساتھ کوئی ایسی جمعیت نہ تھی جو ان دشمنوں کو ہٹانے کے لیے آگے بڑھے یا اس کے عالم میں یا اٹھو لادو بناتی یہ میری اولادیاں ہیں۔ یہ طریقہ بڑا پاکیزہ اور متحرک ہے اٹھو لادو بناتی میری اولادیاں اسے لڑاؤ کی قوم کی بنیادیں ہیں کہ نہ نئی باہمی ہمت کے لیے ہمارے پاس کچھ ہوتا ہے یہ عقیدہ ہے کہ یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں تو تم نے اپنے خلاف کی رنجش میں ہلکا رکھا ہے لیکن ان کے قریب کا نہیں جانتے ہوں ان کی طرف متوجہ ہو تمہاری خواہش نفس بھی جس طرح لقمہ پر پوری ہو گی وہ ان کے حقوق پر حجت بھی نا اور ہوجائیں گے یہی تو مجھ پر ہے اس کے علاوہ ایک دوسری وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان کی قوم کے رئیسوں نے آپ کے بیٹوں کا رشتہ طلب کیا تھا لیکن آپ کے عشق و محبت و راز کی قبول کرکٹوں کے باعث رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا اب جب انھوں نے آپ کے مہمانوں کی بے حرشی کرنا چاہی تو آپ اس بات پر بھی آمادہ ہو گئے کہ ان کی اولادوں کا رشتہ ان خود شہنشاہوں کو لے لیں باقر اس تعلق کی وجہ سے آپ اپنی قوم کے وراثتوں کو اس قبیل حرکت سے باز رکھیں لیکن قورائت کی وراثت کا اگر مستر یا نا ہوتا تو اس سے ثابت تھا کہ آپ کی بیٹیاں شادی شدہ تھیں اس لیے ان کے بیاہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ آپ بیاہش باب ۱۹ کی آیت ۱۲ میں ہے نہ ان مردوں نے لوط سے کہا کیا یہاں تیرا درد کوئی ہے وہاں داد اپنے بیٹوں اور جو کوئی تیرا اس شہنشاہوں جو سب کو اس مقام سے باہر نکال دے گا۔ آیت ۱۳ میں ہے تب لوط نے باجرا کر اپنے اناؤں سے جنھوں نے اس کی بیٹیاں بیاہی تھیں باتیں کہیں اور کہا کہ انھوں اس مقام سے نکل کر وہاں اس شہر کو عیسیت کر چکے اس لیے پہلی ترجمہ یہی درست ہے اور حضرت لوط کے مقام رسالت کے مناسب ہے۔

۱۱۱۱ حق سے رو دیاں حاجت معنی میں ان عورتوں کی ضرورت اور حاجت نہیں مجھ سے قصد کے لیے گئے ہیں تم بھی طرح جانتے ہو اس لیے ہادی منزلت نہ کرو اور پیچ سے ہٹ جاؤ۔

پیشہ و تجارت

سَافِلَہَا وَآمَطَرْنَا عَلَیْہَا جَارَۃً مِّنْ سَجَیلٍ ۖ مِّنْضُودٍ ۖ مُّسَوَّۃٌ

بلندی کو اس کی پستی اور ہم نے برساتے اُن پر پتھر آگ میں پکے ہوئے چمے اور پے۔ جو نشان زدہ تھے

عِنْدَ رَیْکَ وَماہِیَ مِنَ الظِّلِیْنِ بِعِیْنٍ ۖ وَآلِیَ مَدِیْنِ اَخَاهُمْ

آپ کے پاس کی جانسیجہ اور نہیں (لوٹ کی) بستی رکھنے کے غلاموں سے کچھ خود۔ اور آل مدینہ کی طرف (ہجرت) ان کے بھائی

شُعَبًا ۖ قَالَ یَقُومُوا عِبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرَہٗ ۖ وَلَا تَقْصُوا

شیعہ کے لئے۔ کہنے والے کہ میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر۔ اور نہ کسی کو گناہ

مذمت میں التسماعی علامہ ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت شعیبؑ کا نام تھا اس کا نام کیا ہوا تھا جسے اس نے خاک کا تھا
دعا ہی الخ یعنی قوم لوط کی بڑی اور اسی قوم کی بیٹیاں مکہ کے غلام کافروں سے دور نہیں میں نے خود وہاں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر
اس افسانہ تصدیق کر سکتے ہیں ہم انھیں کسی ایسی قوم کا حال نہیں سنا ہے کہ جن کے پیران علاقہ تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس
سورۃ میں بعید ہونا چاہیے تھا لیکن ہی میں مکان کا معنی ملحوظ رکھ کر بعید ذکر کر کیا گیا قیل یعنی ماخذہ القری من
الظالمین بعید بن التسماعی نے یہ جملہ بعید منکر اعلیٰ معنی مکان بعید۔ (قرطبی)

اس لئے حضرت لوط کی قوم کے عیسائیوں کے تمام کے عیسائی حضرت شعیبؑ عیسا اسلام وہاں کی قوم کا ذکر کیا بار بار ہے آپ کی قوم بنی ادر
اس کے قومی علاقہ میں آباد تھے۔ یہ شہر عراق کے اس تمام پر آباد تھا جہاں جزیرہ نمکے عرب کی دو تجارتی شاہراہیں ملتی تھیں بین الشام
اور عراق و مصر کے تعلقے ہیں۔ یہ گونے تھے آپ خود بازار دیکھا کرتے تھے کہ یہ گونے بڑی تجارتی منڈی ہوگی۔ وہاں کاروبار کیا عالم ہوا
اور وہاں کے باشندے کثرت آمد و آمد کے اس کا تفصیلی بیان سورۃ الاحزاب میں گنہ چکا ہے۔ یہ سفر پر کا مقصد اور لین ہی ہوتا ہے کہ
بندے کا رشتہ اس کے دیکھ جائے اس قدر کہ اس کے لئے جو حق کی سچ صرفت سے اسے بہرہ ور کرے اس کے بعد قوم جن اخلاقی کمزوریوں کا شکار
ہو چکی ہوں اس سے نجات پانے کا راستہ بتائے حضرت شعیبؑ جس قوم کی طرف ہجرت ہوتے تھے وہ اپنے رب کو قبول کی تھی ان کا تعلق
اس محمود برحق سے بالکل کٹ چکا تھا جس کی الہیت کے ذریعہ سلطان کے جہاد حضرت فیصل علیہ السلام عمر عمر لگاتے رہے تھے انھوں نے
بھی مشرک قوموں سے متاثر ہو کر اسی طرح کے بت بنائے تھے جن کی وہ پوچھا کیا کرتے تھے حضرت شعیبؑ نے سب سے پہلے انھیں ہی دعوت دی کہ
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی خدا نہیں۔

اس لئے ہر قوم اپنے مخصوص حالات اور ماحول کی وجہ سے مخصوص اخلاقی کمزوریاں میں مبتلا ہوتی ہے اہل مدینہ کو تکدیکس بین الاقوامی تجارتی
منڈی میں آباد تھے اور کاروبار میں بڑی ہمارت رکھتے تھے اس لیے ان میں ہی کمزوریاں پوری شدت سے دہنا ہوئیں جو عام طور پر اس ماحول
کی پیداوار ہوتی ہیں مناسب اور قوی میں غیانت لیتے وقت زیادہ دیکھا اور زیادہ تو لیا اور دیتے تھے کم پانا اور کم تو لیا آپسے اس حرکت سے

الْبُكْيَالِ وَالْيُذْنَانِ إِنِّي أَرْكَمُ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

ناپ اور تولی میں میں دیکھتا ہوں تمہیں کہ تم خوشحال ہو اور میں ڈرتا ہوں کہ تمہیں تم پر

عَذَابٌ يَوْمَ مَحْضٍ ۝ وَيَقُومُوا فِي الْبُكْيَالِ وَالْيُذْنَانِ بِالْقِطْ

اُن دن کا عذاب آجئے جو ہر چیز کو کھیرنے والا ہے۔ اور بھیری قوم! پرہیزگیا کرو ناپ اور تولی کو انصاف کے ساتھ

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

اور نہ گھٹا کر دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے۔

انہیں باز رہنے کی تلقین فرمائی حضرت شیخ عیسیٰ بن علی نے خطابت کی وجہ سے خطیب الہیہ کیا جا رہا ہے۔ آپ کا خطبہ جو ان آیات میں مذکور ہے کتنا مکمل بنا دیا ہے۔ پہلے فرمایا کہ ناپ تولی میں کسی نہ کیا کر دیکھ کر یہ گھٹیا حرکت تو وہ کرتے ہیں جو غریب اور نادار بول نہیں آتے اور اگر ہمیں تمہاری مالی طاقت بہت بہتر ہے تم اتنا وہ حال ہو گا دیار پٹے عروج پر ہے اتنے معمول پہنچنے کے باوجود تمہارا ان ذیل جھگڑوں کو استعمال کرنا تمہاری شان کے شایان نہیں کس حد تک غریبی سے انہیں شرم لائی جا رہی ہے اور اس فعل سے انہیں دُعا کا جادو ہے غیبت و حسد کا مہر لگانے کے ساتھ ہی یہ بھی تنبیہ کر دی کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اس جا بگڑتی سے ڈھکی چھپی ہو کر تم لوگوں کی سادہ لوحی اور نا تجربہ بگڑی سے فائدہ اٹھاتے جتنے زیادہ سے زیادہ نفع کا اور غمخواری سے مدت میں اس پر کسیر بن جاؤ اور تمہارا خیال ہے کہ اگر تم نے بہت دولت اکٹھی کر لی تو اس میں سستہ انداز والی کا دور دورہ ہو گا لیکن تمہارا یہ خیال درست نہیں بلکہ جو معاشرتی استحصال کا نتیجہ ہمیشہ رہا ہوتا ہے اس سے تم کا رفتہ رفتہ و فساد کی آگ بجھ کر بھٹک رہی ہو لوگ جو آج تمہیں گمراہ اور بے زبان نظر آتے ہیں اور جن کے متعلق تمہارا یہ نظریہ ہے کہ ان کے جسم سے بغیر بھی خون نکال لیا جائے یہ آف تک نہیں کریں گے ان میں تو خلیج کی کشتی تک بھی نہیں لگیں جب علم و فتنہ کی آگ لگنا ہو جائے گی تو ان کے ہاتھ سے جبر کا دامن چھوٹ جائے گا اور وہ غلامی ٹوٹ جائے گی ان کی بے قراری انہوں سے غیظ و غضب کے آگے سے پھر نہیں گئے ان کی زبانیں خلع و تابنے لگی اور تمہارے عشرت گداز اور تمہارے سماجی نفس کو جلا کر رکھ دیا جائے گی تم انہیں باغی کہو گے فساد ہی اور فتنہ باز کہو گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس فتنہ و فساد کے باعث تم ہو سارا ایندھن تم نے فراہم کیا انہوں نے تو صرف آگ لگادی یہ ہلاکت خیز تم نے ہی تیار کیا انہوں نے تو جو شری انتقام میں صرف اس کا پلن دیا۔

معاشرتی میدان میں نہ جاتا تو ماحول سے نفع اندوزی کرتے اور اس کو فساد پر پا کرنے والا کہہ کر ایک تلخ لیکن ناقابل انکار حقیقت سے پردہ اٹھا لیں ہر ملک میں بے چینی اور بے لطمہانی کا سیلاب اٹھ چلا آ رہا ہے معاشرتی زبوں حالی کی وجہ سے کتنے ملک سخت انقلاب کی آگ بجھا رہے کتنے شاہی خاندانوں کو ان کی نادار اور کمزور رعایا نے جھڑپ کر دیں کی طرح فرخ کو ٹالا کیا یہ چیزیں ہمیں بیدار کرنے کے لیے کافی نہیں۔ اللہ نے اس حقیقت کو صد سال پہلے کتنی وضاحت بیان فرما دیا اب اس سے نصیحت حاصل کرنا تمہارا فرض ہے۔

بَقِيَتْ اللَّهُ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ

جو بقیہ اللہ تعالیٰ کے دینے سے دینی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان دار ہو۔ ۱۲۴۰ اور نہیں میں تم پر

بَحْفِظُ ۝ قَالُوا يَشْعِبُ أَصْلُوكَ تَأْمُرُكَ أَنْ تَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ

گنہگار ۱۲۴۱ قوم نے کہا اے شعیب! کیا تجھ ہی نماز نہیں حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں انھیں جن کی عبادت

أَبَاؤُكَ أَوْ أَنْ تَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ

کرتے تھے ہمارے باپ دادا یا تو تو اسے تصرف کریں اپنے مالوں میں جیسے تم چاہیں اور اگر تمہارے لیے اس سے تم ہی ایک نافرمان ایک ہیں

الرَّشِيدُ ۝ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيْتَةٍ مِّنْ سَرَيٍّ

راہ گئے ہو۔ ۱۲۴۲ تمہارے سرے کی قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں

۱۲۴۰ دولت کی روشنی کی شہید کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہاں وہاں ہے کہ دولت کے انبار پر انبار لگتا ہی چلا ہوا ہے۔ یہی
لائی و سے ہر تافرن گنہگار اور غلطی مضابطوں کی پامالی پر گستاخ ہے اللہ تعالیٰ کا بھی تعاضت کا درس دیتا ہے کہ حلال ذریعہ سے
جو دولت مل جائے اسی پر تعاضت کرو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ زیادہ دولت کا کمال قطعاً ویرانہ نہیں۔

۱۲۴۱ یہ فرما کر ان کی غیرت ایاں کی کہ مجھ کو ایندیز نہایا کہ ہوس کا یہی شمار ہوتا چاہیے تم اپنے آپ کو ہوس کہلا کر ہی اگر کافرانہ ہوس ہوس کے
اسیر ہو تو پھر یہ بڑی شرم کی بات ہے۔

۱۲۴۲ یعنی میرا کام تو تمہیں سمجھانا ہے اور اس میں میں کرتا ہی نہیں کہ پانچواری چڑھت لگائی کہ تا اور تمہیں جبراً ان حرکات سے باز رکھنا
میرے واقف میں داخل نہیں۔

۱۲۴۳ حضرت شعیبؑ کے خطیب میں دو چیزیں تھیں پہلی یہ کہ اپنے متعلق عبادت کرو اور دوسری کہ مغفرت خدا کی کی لو جہاں سے بازا جانا اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے جواب میں قاضیوں نے دوسری جگہ کہ یہ جو سارے شرک کہا کرتے تھے کہ ہر ان خداؤں کو بوجھڑنے کے لیے
مگر تیار نہیں جن کی عبادت حدیث میں ہے ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں لیکن انھوں نے یہ بات کہنے کے ساتھ ساتھ آپ پر ایک
جو تہمید کر دی یعنی یہ جو تہمید تھوٹی بنے ہوئے ہوا اپنے معصی پر اور پیچھے جتنے رہتے ہو کیا اس چیز نے تمہیں ایسی آن ہوئی اور ناقابل اعتبار
بات کہنے کی جرات ملاتی ہے۔

۱۲۴۴ دوسری بات جو آپؑ اپنے خطیب میں ارشاد فرمائی تھی کہ کاروبار میں بد رفتاری چھوڑ دو۔ پورا تو لیا پورا لیا یہی میں تمہارا بھلا ہے ورنہ
لفظ و فساد کی آگ جبراً کہ اسے لے آئے تم پر قہر خداوندی نازل ہو گا۔ اس کے جواب میں جو بات انھوں نے کہی آج تک ملت کے ہر کاری

وَأَرْزُقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكَ كُمْ أَلَا بِإِذْنِ اللَّهِ

اور میں نے عطا بھی کی ہر کچھ اپنی حجت پر عہد روزی ۱۲۹۹ اور میں میں نہیں چاہتا کہ خود مختار سے خلافت کو سنبھالوں اس میں

أَنْتُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي

میں سے میں تمہیں نہ کہہ سکتا رزق نہیں چاہتا ہوں مگر (تھادی) اصلاح (اور ترقی) جہاں تک میرا بس ہے اور میں میرا راہ چاہتا ہوں۔

إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَاقِينُ ۝ وَيَقُولُ لَا يُجْرِمَكُمُ

مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے ۱۳۰۰ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اللہ واسی کی طرف جو تک نہیں ہوں۔ اور اس کی قوم ہرگز نہ کہہ سکے تھیں میری عداوت

اور میرا راز و غلام سے میرا راز میں کہتے سنائی دیتے ہیں کیڑا ل جہاں میں اس کے ہم ہلاک ہیں اس لیے میں مکمل احتیاج ہے کہ میں علی ہم چاہوں
میں سے تمہاری اس آواز کی کچھ قسم کی پابندی پر داشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آپ خواہ مخواہ ہمارے آزادی عمل
میں عمل نہ ہوں اور ہماری اقتصادی ترقی میں دشمنی نہ دکھائیں اس سلسلہ میں ہم آپ کی کوئی بات سننے کے لیے رازدار نہیں۔ آخر میں ہر ایک
طرز پر جلد عیبت کر دیا لانت الحلیہ الہیہ کہیں ایک آپ ہی ہمہ دشمن اس خلافت میں رہ گئے ہیں باقی تو سب نادان اور گمراہ
ہی ہیں۔

حضرت شعیبؑ نے ان کی ہر میری اور ولایت کی بے جا وجہ دہنیں فرمایا کہ تم مجھ سے بلا وجہ ناراض ہو رہے ہو تمہیں شاید یہ
غلط فہمی ہو گئی ہے کہ میں تمہاری آسودگی پر حسد کرتا ہوں اور مجھے تمہاری یہ ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ تمہارا خیال درست نہیں ہے
بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری یہ آسودگی جلد ہی زبردستی پائیدار ہو۔ تمہاری یہ ترقی کدھ کھلی نہ ہو ترقی ہو اور مجھے جو نور بصیرت اللہ تعالیٰ نے
عطا فرمایا ہے اس سے مجھے صاف نظر آتا ہے کہ تم ہلاکت کی طرف دوڑ رہے ہو۔ میں یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں کہ میری قوم
جہنم کے ساتھ میرا خون پی رہے ہو اور میری خانہ کشت میں جہنم میں جہنم آگاہ کرنا ہی رہو گے۔ میں تو تمہیں با آواز، با آواز،
کی نڈائیوں کرتا ہی ہوں اگر تم نے میری دعوت کو مسترد کیا کر دیا اور گراں باب ہلاکت میں چلا جاؤ گے لگا دی تو کم از کم میرے خیمہ کو مسلمان ہو گا کہ
میں نے تمہاری خیر اندیشی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

۱۳۰۱ اور مجھے تم سے حسد کرنے کی آخر ضرورت ہی آیا ہے میں کوئی مفلس ناوار تو نہیں ہوں کہ تمہاری دولت کو دیکھ کر بل دیا ہوں۔ مجھے
تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت کے خزانوں سے حلال اور وسیع رزق عطا فرمایا ہے گاں شعیبؑ کشت جہاں قال یہ ابی عبس۔
۱۳۰۲ میرا عمل تو دیکھو کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ دوست جمع کرنے کے جو ناما بزدل ذائقہ سے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ میں نے انہیں خود سے نکال
کیا ہوا جس بات کے کہنے کا تمہیں علم دیا ہو جو اس کی خلافت روزی کی جو جب میرا عمل میرے ہر قول کی تصدیق کر رہا ہے۔ تو پھر تمہیں
میری غیر خواہی پر شک نہیں کرنا چاہیے۔

المشاورين

كثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّكَ لَمِنَ الضَّعِيفَاءِ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

بہت سی باتیں جو تو کہتا ہے غلط اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کہ تو ہم میں بہت کمزور ہے اور اگر تھائے کہ نہ لانا تو جتنا تو

لَرَجْمُكَ وَإِنَّكَ عَلَىٰ بَعْرٍ زَنِيرٍ ۝۹۱ قَالَ يَقَوْمِ أَرَهْطِي أَعْرَضْتُ عَلَيْكُمْ

ہم نے تمہیں سنگسار کیا جوتا اور نہیں ہر دم ہم پر غالب۔ آپ نے فرمایا ا میری قوم! کیا میرا کہنے زیادہ عزیز ہے تمہارے نزدیک

ہر کس کے حضور میں حاضر ہوتا ہے تو اسے بے پایاں مسرت ہوتی ہے میں تمہیں ایسے مہم اور دقت کے دربار میں بار بار بی بیٹھنے کے لیے آتا ہے میں دیکھتا ہوں۔

ودودہ سبباً ضعیف ہے بہت جہت فرماتے ہیں۔

۱۳۵۰ الشیخ کا بیٹا اپنے انتظام میں بیٹے غرضی اور ضعیفہ کی باتیں دلائی کی خوش فہمی فرماتا ہے اور انہیں تنبیہ کرتا ہے کہ تم میری عداوت کے جوش میں آج نہ آؤ گھر چھوڑ دینے کی غلطی نہ کرو۔ لیکن اس ساری السوزی کا سبب قوم کی طرف سے بے وفائی و حقارت کے دور چھڑنے میں تھا بلکہ وہ ازراہ طنز اور استہزاء کہتے ہیں کہ جناب! آپ کی باتیں کرتے ہیں جو ہمارے منہ سے ہی نکلتی ہیں یا اگر میں آپ کو خواہ مخواہ نہیں کہیں دقت کرتے ہیں۔ کسی ایسی قوم کے پاس تشریف لے جائیے جو آپ کی ان باتوں کا قول کی قدر کرے اور ان فاضلانہ نکات کی داد دے سکے۔ قالوا اذلت اعداؤنا من سماعنا لضعفنا وقرطی

۱۳۶۰ یعنی ہتھیار سے کو آپ ہماری جمع عداوتی سے باز آجائیں۔ جب ہمیں آپ کی باتیں سمجھ ہی نہیں آتیں تو آپ کو غلامیوں اپنے آپ کو بھی ہٹانے کہتے ہیں اور میں بھی پریشان کر رہے ہیں اور اگر ہماری اس ہمت باز تنبیہ کے باوجود آپ اپنے غلطوں کا سبب بند نہ کیا تو پھر میں دوسرے سبب سے تمہیں کٹا کر غلطی سے شیعہ ہیں تو تمہارے کہنے والوں کا غلط ہے اس لیے ہم خاموش ہیں ورنہ تم میں اتنی طاقت کہاں کہ ہمارے مقابلہ میں غم نہ کرو و ہٹ ناخدا ان کے ان افراد کہتے ہیں جو کسی شخص کی لغویت کا باعث ہوں اور دیکھ سکے ہیں اس کے شریک ہوں و ہٹ الرجل حشر یرتد الذی یستند علیہم یتقوی بہم (قرطی)

۱۳۷۰ حضرت شعیب کو ان کا یہ قول از حد اکثر گراں اور اپنی اس غواہی اور ناپسندیدگی کا بڑا اظہار فرمادیا کہ تمہیں میرے خاندان کا پاس قہر جس کی وجہ سے تم مجھے کچھ نہیں کہتے ہو لیکن کیا تمہیں میرے بھائی کا غلط نہیں ہونے لگے ہے تمہاری ہدایت کے لیے رسول بنا کر بعثت فرمایا ہے یہی باتیں ہوئے مگر تمہیں سننا رہا ہوں اس کی وجہ یہ نہیں کہ میرے خاندان میں میری پشت پناہی کر رہا ہے بلکہ میری اس لیریا اور بیانی کا کاروائی ہے سب پر توکل کرنے میں ہے اس کی تائید نصرت کے جو سہ پر میں تناؤ لیریا ہوا ہوں کہ تم تمام شیعوں کی مخالفت کو غلط میں نہیں لاد رہا۔ مجھے تمہارے اس ہیروہ قول سے سخت حیرت ہو رہی ہے کہ تمہارے لوگوں میں میری قوم کا محسوس اور فائدہ تو ہے لیکن میری طاقت کے اصلی سرچشمے میرے سب کو تم نے یوں بھلا دیا ہے جیسے کوئی چیز یوں پشت الٹی جاتی ہے کہ تمہاری اس نادانی اور کم فہمی پر یعنی تم کہہ قتل لاجل رھطی دما بالیتم من اظہر بربالہ (ظہری) الغری منسوب الی الظہر الکسر من تغیر اللغزب

مَنْ اللَّهُوَ اتَّخَذَ ثَمُوهَ وَرَأَىٰكُمْ ظَهْرِيًّا إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۱۱﴾

اور اللہ تعالیٰ سے۔ اور تم نے ڈال دیا ہے اسے پس پشت۔ بیشک میرا یہ عمل تم کو نظر میں ہے اور میں اپنے لیے اساطیر کی چیز ہے

وَيَقُومُ رُءُوسُهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۲﴾

اور میری قوم آپس میں اٹھ کر اپنے آپس پر (اپنے طور پر) عمل پیرا ہوں۔ تم جیسے پتہ چل جائے گا کہ کس پر

يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ

آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گناہگار اور کذاب۔ اور تم بھی انتظار کرو میں تم کے ساتھ ہوں

رَقِيبٌ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا لَنَجْيًا شُعْبًا وَالَّذِينَ اسْتُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ

کرتے والا ہوں۔ اور جب آ پہنچا ہوا حکم ہماری رحمت سے اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ

مِّنَّا وَآخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْعَةَ فَاصْبِرُوا فِي دِيَارِهِمْ

اپنی خاص رحمت سے اور آپ ظالموں کو خوفناک کوک نے تو سچ کی باتوں نے اپنے گمراہوں میں اس حال میں

جَثِيمِينَ ﴿۱۴﴾ كَانَ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ فِيهَا الْأَبْعَدُ الْبُعْدَيْنِ كَمَا بَعَدَتْ

کرو گمراہوں کے ان کے لئے تھے۔ گویا کہیں وہ ان میں جیسے ہی تھے سوزِ طاقت ہو مرنے کے لیے جیسے ہلاک ہو چکے تھے

۱۲۸ جب ان کو سمجھاتے سمجھاتے سالہا سال گزر گئے اور وہ دعوت حق کو قبول کرنے کے بجائے کسی طرح تباہی و بربادی کے لئے تڑپنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے کتلے

۱۲۹ نے انہیں آگاہ فرمایا کہ اب وہ غلاب آئے والے اور کھڑے اور کھڑے اور کھڑے اور کھڑے میں خود بخود امتیاز ہو جائے گا۔

۱۳۰ وہ عذاب ایک خوفناک کوک کی صورت میں آید جس سے ظالم موت کی نیند سو گئے۔ اور ان کی برہمستیوں کو دیکھ کر یہ خیال ہونے لگا کہ گویا یہاں بھی کوئی آدمی بیابانی نہیں تھا لیکن ہم نے اس عذاب سے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لائے والوں کو بچا لیا یہ رحمتِ خدا کے الفاظ سے یہ بتایا کہ ان کا خیال پامنا محض پہلوی رحمت کی وجہ سے تھا۔

ثُمَّ وَدَّ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ إِلَىٰ

ثمود۔ اور مکیک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور صریح قلبہ کے ساتھ۔ ۱۱۱

فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِۦ فَاتَّبِعُوْا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے پیروی کی فرعون کے علم کی۔ اور فرعون کا حکم بالکل غلط تھا ۱۱۲

بِرَشِيْدٍ ۝ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۚ وَبِئْسَ

راہنہ اپنی قوم کے آگے تھے چنگا روز قیامت ۱۱۳ اور لاٹھیا لگائیں انہیں آتش دہنم میں۔ بہت بُری داخل

۱۱۱۔ متعدد انبیاء اور ان کی نافرمان قوموں کے عبرت آموز حالات سنانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے ذکر سے اس بات کا اختتام ہوا ہے آیات سے پتہ چلتا ہے کہ تورات کی آیتیں نہیں کیونکہ تورات کا نزول تو فریق فرعون کے بعد ہوا ایک آپس کے دو معجزات ملا ہیں جن کا ذکر سورۃ الاحقاف میں بالتفصیل انشائاً شدہ ہے اور سلطان مہین سکھ کا وہ وہ قوی دلائل و براہین ہیں جو فرعون سے مناظرہ کے وقت آپس میں پیش کیے اور اسے خاموش رہنا پڑا یا اس سے مزاحضہ ہے جس نے ساحران فرعون کی ساری شعیبہ بازی کا طعشہ چشمہ ندی میں توڑ کر رکھ دیا اور حتیٰ کو اتنا عیاں کر دیا کہ وہ سب کے سب پت پڑا میں لگے۔

عسا اگرچہ ان نشانیاں میں سے ایک ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے علیحدہ ہی ذکر کیا۔

۱۱۲۔ رشید غوثی کی ضد ہے۔ رشید کا لفظ ہر اس کام کے لیے استعمال ہوتا ہے جو قابلِ تحسین اور ہند بہ ہوا و غایت، ہر اس کام کو کہنے میں جو قابلِ مذمت اور ناپسندیدہ ہو رشید غوثی نے کمال مایہ و دیانت و تقویٰ قدس علیٰ کل مایہ ذہر (منظری) یعنی فرعون کی ساری باتیں رشیدہ یعنی بیکار تھیں اس کے دعویٰ خدائی سے لے کر نبی اسٹیل کو غلام بندہ تک کوئی چیز بھی تو ایسی نہ تھی جسے بغیر استحسان کیا جاسکتا ہو یا عقل و دانش کے معیار پر پوری اتنی ہوا اور اس سے بھی زیادہ قابلِ تاست و اس کی قلم کا طرز عمل تھا جس نے کسی دوسری کو عقل سیم کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری نہ سمجھا اور جس ظلم و تشدد اور جبر و محقانہ حرکات کا وہ عمر بھر انتساب کرتا رہا اس کے متعلق اس سے باز پرس نہ کیا اس کے حسن کیس پر غور کرنے کی حاجت بھی محسوس نہ کی۔

۱۱۳۔ جس طرح دنیا میں وہ انکھیں بند کیے فرعون کے پیچھے چلتے رہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اسی روز بھی ان کا حشر لینے اس بارے کے ساتھ ہر گز اس کی غلط قیادت نے انہیں دنیا میں برباد کیا تھا۔ آج بھی جو منزل اس کی ہوئی وہی ٹھکانہ ان کا ہوگا۔ یہ بتا دیا کہ انکھیں بند کر کے پیچھے چلتے دلے یہ فرض نہ کریں کہ اگر ان کے لیڈر اپنی غواہت گزار ہی کی وجہ سے گرے تو عذاب تو ہوتے تو انہیں اس لیے معاف کر دیا جاتے گا کہ ان بے جا اس نے خود کو تبرا کی کاراستہ اختیار نہیں کیا تھا یہ تو غلط قیادت کی وجہ سے گمراہ ہو گئے اس لیے سارا نواخذہ فوج کے لیڈروں سے ہی ہوتا جاتی ہے۔ غرض یا ایسا نہیں ہوگا بلکہ گمراہ لیڈر بھی مڑے لے گی اور ان کے پیروکاروں پر بھی عذاب آئے گا۔ ان کو

الْوَرْدُ الْمُرْوَدُ ۱۵۰ وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يُنَسِّ

ہونے کی جگہ سے تلوار ہال نہیں اعلیٰ کیا جائیگا مردان پرستیں جاتی ہے کہ اس دنیا میں نعمت اور کیا امت کے دین بھی بہت بُرا

الرَّفْدُ الْمَرْفُودُ ۱۵۱ ذَلِكَ مِنْ أَتْبَاءِ الْقُرَى نَقِصُهُ عَلَيْكَ مِنْهَا

حق ہے جو انھیں دیا جائیگا مسئلہ یہ ان بیویوں کی بعض چیزیں ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں آپ سے ان میں سے کچھ

نورہ فکر کی جو صلاحیتیں ملی گئی تھیں ان سے کام لیکر انھیں سنی حق و باطل میں کیوں امتیاز کیا ان کو روکا جائیگا کیا تھا اور وائسٹیوں اور سے بچنے کے لیے یہ کوئی کم خرچہ ہے؟ قیامت کے دن بھی ان کا لہجہ رکتے آگے چکا اور یہ نرادر چرکا اور اپنی سمت کو دیتے ہوئے اپنے لہجہ کو تھمتے ہوئے کشاں کشاں اُتار دیا اس کے کچھ بچے با رہے ہو گئے، ہرگز اولیٰ اور اس کے ماننے والے اسی طرح میدانِ شہر میں ضرر کئے جائیں گے اور انھیں جہنم میں پھینکا جائے گا۔ ملازمین کشمیر نے مسند امام احمد سے یہ حدیث نقل کی ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انفسی ملل لاریض من اولیاء علیہ قالوا کرنا تو جاہلیت کے شاہروں کا جھنڈا اور انھیں کے ہاتھ میں جو کا۔ اور وہ ان سب کو لے کر جہنم میں جاسکے گا۔

۱۵۱ کے یہ الفاظ حقیقی مطلب ہیں۔ وردہ اسم ہے اس کا معنی بدود ہے جس کا معنی ہے پانی کی تلاش میں جانا اور اللہ اس پانی کو دیتے ہیں جس کا قصد کیا گیا ہو اور وہ اصلہ قصد الماء افعال حذوت الماء وانا وار دوا لدا، وردہ وورد وورد الماء المرشح للورد وورد متعطل لوالنا وعلی سبیل الفضلۃ (مغوات)

صاحب روح المعانی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں مذاہن علی هذا معنی نصیب حق الماء والمورد صفتہ والمخصص بالذم لعدوت وهو النار ۱ وورد کا معنی ہے پانی کا جھنڈا یہ صرف ہے اور المورد اس کی صفت ہے۔ دونوں میں کر بنس کے حامل ہیں اور مخصوص بالذم النار ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ فرعون اپنے پیروکاروں کے آگے اس طرح جارحانہ ہو گا جس طرح قافلہ کی ضروریات کے لیے یہ پانی تلاش کرنے والا قافلہ کے آگے پہنچا ہے۔ لیکن ان بد نصیبوں کی نصیبی کا کیا کیا کتا کہ جس کتا پر فرعون انھیں لیے جارہا ہے وہ ان میں سے اور فساد پانی نہ ہو گا جو ان کی تشنگی کو دور کرے گا اور ان کے گھبراہٹ ہٹے دلوں کی تسکین کا باعث ہو گا۔ بلکہ اب ہوا کھولتا ہوا پانی ہو گا۔ اگر وہ نہیں گئے تو ان کے منہ اور گلے جل جائیں گے اور ان کی آستیں پخت جائیں گی اور اگر نہیں رہیں گے تو قدرتِ پیاس سے فیضے جان بکھے گی۔

۱۵۲ کے وردہ انت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو سہارا دیتے کے لیے اس کے ساتھ رکھی جاتی ہے یا اضافہ الی غیریہ یا غیر ذلک ووردہ اور اس کا معنی مدد کرنا اور بخشش بھی آتا ہے الرد الموعودہ والعطارد المجدلہ میں جو مردان انھیں دی گئی جو بخشش ان پر کی گئی وہ بہت بُری تھی یعنی دنیا میں بھی سب لوگ ان نابھکڑوں اور نابھکڑوں پر لعنت بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کو ان کی کچھ امداد کی گئی یا انھیں کی چیز پیش کی گئی تو وہ بھی تھی کہ انھیں مرد لعنت اور پھر کلام مستوحش ہے کہ ان کو دیا گیا بنس الرد المرفود

فَاَيُّكُمْ وَحَصِيدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ فَمَا

ہیں اور کچھ کٹ گئی ہیں ۳۹۵ اے ان میں سے جو ظالم نہیں تھے کیا ہم نے ان پر بلکہ انہوں نے خود زیادتی کی تھی اپنی جانوں پر۔ پس

اَعْنَت عَنْهُمْ اِلٰهَهُمُ الَّذِي يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

شکافندہ پنہایا انہیں ان کے (جھوٹے) خداؤں نے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی

شَيْءٍ لِّهَاجَاۤءَ اَمْرٍ رَّبِّكَ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتٰبٍ ۝ وَكَذٰلِكَ

جب آگیا علم آپ کے رب کا۔ ان کو پاؤں نے تو قحط ان کی بربادی میں ہی اضافہ کیا تاکہ اور برائی

اَخَذُ رَّبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهَا لَشَدِيْدٌ

گرفت ہوتی ہے آپ کے رب کی جب وہ چوڑا ہے بتیوں کو دراصل ایک دفعہ ظالم ہوتی ہیں دیکھو اس کی پڑ بڑی دردناک (اور)

شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۚ ذٰلِكَ

سخت ہوتی ہے۔ دیکھو ان اوصاف میں (حیرت کی) نشانی ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہے عذاب آخرت سے مثلاً یہ دو

کامی ہو گا۔ مدحوان کی لکھی تھی یا وہ عطا ہوا ان کو بخش گئی تھی وہ بہت بُری تھی۔

۳۹۵ یہ اوصاف جو تمہارے سامنے پیش کیے گئے ہیں ان بتیوں کے حالات ہیں جن میں سے بعض کے کچھ کمالات باقی ہیں اور اپنے پاس سے کوئی نہ اہل کو زبان حال سے اپنی آبادی اور بربادی کی ہر شر اور داستان سنا ہے ہیں اور بعض بتیاں ایسی ہی ہیں جن کا نام و نشان ہی محض ہستی سے منہایا گیا ان کی عظمت پر فخر کرنے کے لیے کوئی شکستہ دیوار بھی موجود نہیں۔ قائم جس کا کوئی نہ کوئی نشان باقی ہو حصید وہ کھیتی جسے کاٹا گیا ہو یہاں وہ قوم مراد ہے جس کا کوئی نشان باقی نہ رہا ہو۔

۳۹۶ یعنی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ان جھوٹے سداڑوں پر انہوں نے تکیہ کیا ہوا تھا وہ ایک ایک کر کے جھڑپے چھوڑ گئے اور اس نے وقت میں وہ ان کے کسی کام نہ آئے بلکہ ان جھوٹے سداڑوں پر اعتماد ہی ان کی بربادی کا باعث بنا۔ ان کو بڑا فوجی اور بیٹل بھگتے تھے اور ان کی بے بسی اور بے مستیائی کا یقین نہ رہا انہیں ہر واجب نیت ہاتھ سے گر چکا تھا۔

۳۹۷ ان اوصاف کی بیان کرنے کا مقصد یہ نہ صرف یہ ہے کہ گمراہ لوگ اپنی جہل کریں لیکن ایسا نہیں ہوتا جو عیش و عشرت میں کھوئے رہتے ہیں وہ ان باتوں کی طرف دھیان نہیں دیتے ان کے لیے یہ جڑے جھڑپے یا دار و کھنڈات تفریح کا سامان سمجھتے ہیں ان کے استاد انہیں یہ بتاتے ہیں کہ ان بربادوں کا تعلق ان کی کشمیریوں سے نہ تھا بلکہ طبعی اسباب ایسے پیدا ہوئے کہ زلزلہ آیا اور اس آبادی کو ان کی حکمت میں تباہی ہو چکی



11/11/11

57

میرزا محمد علی

في القرآن

مَا أَتْرَفُوهَ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ

میں لڑنے کے جس دور سے ۱۸ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ برباد کر دے بستیوں کو

بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ

ظلم سے مائل انسان میں پسند اے شوق کار ہوں ۔ اور اگر چاہتا آپ کا رب تو بنا دیتا سب لوگوں کو

أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ مُخْتَلِفِينَ ﴿۲۰﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ

ایک ہی امت (میں یکجہت کا یہ تقاضا نہیں اس لیے) وہ ہمیشہ اس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہ جس پر آپ کے پیار سے فرمایا (اور اس قدر)

وَلِذَاكَ خَلْقُهُمْ ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مَن

کے مخلوق ہیں (اور اسی پر رحمت) کے لیے انہیں پیدا فرمایا ہے ظلم اور پوری برائی کا کچھ کرے گی (یہ بات کہیں کو نہ بھرو گناہ جنہم کو

۱۷۵ یعنی عیش و عشرت کے جو اسباب نہیں دیتے تھے انہیں ہی وہ لگن ہے انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ انہیں ایک دن اس بڑے طرب کو اور عکس کار کا ہوا ان خالی زمانہ پائیدار سرخوں میں ایسے کھوٹے ہے اور اس فرحت سرور کے سلسلہ کو از کر لے جس اتنے سہلک رہے گا انہیں اپنی موت کا دن کبھی یاد نہ آیا۔

۱۷۶ اے اللہ تعالیٰ جانتا تو انسان کی فطرت میں تا فروانی کی قوت پیدا ہی نہ کرنا۔ یا ان کو غلط راستے پر چلنے کا اختیار ہی نہ دینا یا اپنے نعمت کا وہ ڈنڈا انہوں پر ان کے سر پر آویں کر دینا کہ وہ گناہ کے ارتکاب کی طاقت و اختیار کے باوجود اس کی طرف آنکھ اٹھا کر ہی نہ دیکھتے مگر اللہ تعالیٰ کا مشاہیر نہ تھا اور انسانی مشرف اور غفلت بھی اس کی مشعل نہ تھی اس لیے سب جو حق و باطل کی راہیں بتلا دی گئیں اور انہیں ان دونوں راہوں میں سے کوئی ایک اختیار کرنے کی آزادی دے دی گئی۔

۱۷۷ اس آیت کا تعلق آیت کے کئی حصے کے ساتھ ہے بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس کا تعلق الذین وجہ و ربك کے ساتھ ہے۔ یعنی انسان کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہرہ ور ہوتا رہے اور ہمیشہ امت کی مشاہیر پر نگاہ زن رہے۔ حقیقاً اس وجہ سے یہ جملہ و فساد و فحاشی و لہو و لعبہ و علقہ و ہم و ہر بعض نے کہہ دیا کہ اس کا تعلق اختلاف سے ہے یعنی انسان کو اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی راہ اختیار کرے اسے کسی ایک راہ پر چلنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا اس طرح جو اختلاف رو کا ہر گاہ اس کے پیش نظر بعض کو جنت میں اور بعض کو دوزخ میں بھیجا جائے گا قال للصلو و معاتل و عطا ایما و الاشارة للاختلاف ای دلالات اختلاف خلقہ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ذلالت کا مشاہیر اور اختلافت اور صفات دونوں میں اور بعد اسم اشارہ کا مشاہیر اور صفات چیزیں جوتی رہتی ہیں جیسے قلی بفضل اللہ و جنتہ فبذرت بلفظ علیہاں بھی ذلالت کا مشاہیر اور فضل اور رحمت

الْحَيَّةُ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶﴾ وَكَلَّا تَقْصُ عَلَيكَ مِنْ أُنْبَاءِ

بنی و انسانی (دوروں) سے اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ کو غیروں کی سرگزشتیں یہ اس لیے

الرُّسُلِ مَا نُنْشِئُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَ

ہیں کہ چختہ کروں ان سے آپ کے قلب و مبارک کو۔ مثلاً اور آیا ہے آپ کے پاس اس سورۃ میں حق اور

مَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اَعْمَلُوا

یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے اہل ایمان کے لیے۔ اور آپ فرمادیجئے انہیں جو ایمان نہیں لائے کہ تم عمل کرتے رہو

عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عَمَلُونَ ﴿۱۸﴾ وَانْتَظِرُوا اِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۹﴾ وَلِلّٰهِ

اپنی جگہ پر اور ہم (اپنے طور پر) عمل پیرا ہیں۔ اور تم بھی منتظر کرو۔ ہم بھی منتظر ہیں اور اللہ ہی کے

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیُّہِ یُرْجِعُ الْاَمْرُ كُلَّہٗ فَاعْبُدْہٗ

ہے یہ مخفی ہوتی چیزیں آسمان کی اور زمین کی۔ اور اسی کی طرف لوٹتے جلتے ہیں سارے کام۔ تو آپ بھی اسی کی عبادت کیجئے

وَتَوَكَّلْ عَلَیْہٗ وَما رَیْکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾

اور اسی پر بھروسہ رکھیے۔ اور میں جب آپ کا رب بنے جو اس سے جو تم کو گہستے ہو۔ مثلاً

دنوں میں یعنی اس آیت کا معنی یہ ہو گا کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے پکڑ لیا اور اہل رحمت کو رحمت کے لیے پکڑ لیا گیا ہے۔ مگر قرطبی کہتے

ہیں ہذا حسن الاقوال انشاء اللہ یہ توجہ دینے کے بہتر ہے۔

مثلاً بنی آیام میں اس سورت کا نزول ہوا وہ اسلام اور بنی اسلام کے لیے بڑے مبارک زمانہ تھے۔ کفار کا غیظ و غضب شباب و قتل

اسلام کی ترقی سننے انہیں آتش زیر پاگڑیا تھا وہ اس تمنع حق کو ٹھیلنے کے لیے اپنی باطنی کوششوں میں مصروف تھے غریب مسلمانوں پر

معاذ اللہ اللہ کے ہمارے قریب ہے جسے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات داری اور درملہ شکنی کے لیے ہر خشک و استعجال میں الیا جا رہا تھا

ظاہر میں ظاہر کو اس قنوط کے اندر سے ہر محنت چھانے بجھنے دکھائی دیتے تھے امید کی کوئی کرن بھی تو افس پر نظر دانی تھی بان مملوت

میں اور ان دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر روادیم اور ہر بار و رسل کے واقعات سنائے اس آیت میں اس

حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ اس لیے کیا گیا تاکہ اسے یہ محبوب آپ قلب مبارک کو مضبوط دے تاکہ آپ کے غلاموں کو بھی یقین الہیمان کی دولت نصیب

۱۶۹ آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت میں سرگرم رہو اور اس پر عبور حاصل کرو اور اعتماد قوی سے قوی رہو تا چودہ جلد تک آپ کا دل آپ کے ماننے والوں اور آپ کے مخالفین کے تمام اعمال پر غور و فکر سے لیا جائے کہ ان کے اعمال کا بدلہ ضرور اللہ کے کتاب پر لکھا جائے گا۔
کامیابی اور کامرانی آپ کے قدم چومے گی اور دنیا کی مخالفت اور کوئی اندھی اس پر غور و فکر سے لیا جائے کہ اس کا بدلہ ضرور اللہ کے کتاب پر لکھا جائے گا۔

تعارف سورۃ یوسف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس سورۃ پاک میں پچیس سو آیتیں ہیں اور سورۃ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر تفسیر شروع و وسط سے کیا گیا ہے اس لیے اس سورۃ کو آپ ہی کے نام نامی سے موسوم کیا گیا۔ اس کی آیتوں کی تعداد ایک سو گیارہ ہے۔ اس میں ۱۶۰۰ لکھے اور ۱۶۶ حروف ہیں اور بارہ رکوع ہیں۔
صحیح قول کے مطابق یہ ساری سورۃ کو کوثر میں نازل ہوئی اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بتا کر قتل دی کہ جس طرح پروردگار یوسف کے نیاک منصور بنے ناکام ہوئے اور سب کو چاروں طرف حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت کو تسلیم کرنا پڑا اسی طرح ایک دینی دہو بھی آئے گا ہے جب قریش آپ کے سامنے تسلیم کر دیں گے اور آپ کے دامن رحمت سے وابستہ ہونے میں اپنی نجات و یقین کریں گے۔

یہیں تو قرآنی حکیم میں سابقہ دنیا کر کام کی پروردگار و دشمنان و دشمنوں کے مصلحتوں کے ذکر ہیں۔ جن کا ہر پہلو شد و دوامت کے فوائد پر مبنی ہے لیکن اس قصص کے لیے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داستانِ حیات کو ہی نواز گیا ہے۔ اس کی وجہ اس کی وجہ ظاہر ہے بحکم انسانیت کی منزل و فرج کی طرف بخور استہ تا ہے اس کے ساتھ ہی روح و جسم، انشعب و خزانہ و پیش آنروانی و شولایا، منزل سے لے کر ہوا کو دینے والے سنگین مرحلے منزل سے خالق کو دینے والے جیسے و جملہ مناظر اور بدل ہو جانے والی فحسپیرل کو اتنی دھماکت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کسی ایسا م دالباس کی گنجائش نہ ہو سکتی تھی چہرہ اس جگہ از کشتی اور طویل راہ کو طے کرنے کے لیے مسافر کو جس صبر عزم و توکل بقدری عالی و صلی اور حیرت انگیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کا ذکر بھی اتنے دلنشین اور خوشنویس ہے کہ اگر انسان فطرت سید و نقیب سلیم کی نعمت سے محروم نہ ہوتا تو وہ اس منزل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہوجاتا ہے وہ وہ فاقوں سے کھینک اپھری پرتی لہروں سے اکٹھے بھولی کرتا بلوکتا انھیز گردابوں کا منہ چھوتا اپنا فاقوں سے کہیں کوئی کہیں ہوا میں بچتا ہوا حاصل راہ کی طرف بھٹتا چلا جاتا ہے آپ خود انصاف فرمائیے جس ذاتِ اقدس و اہم کی داستانِ حیات کا دامن ایسے احوال و حقائق سے لبریز ہوگا کہ اس قصص مذکورہ جانتے تو کیا کیا جانتے اور اگر قرآنی اسے اس قصص نہ کہے تو اور کہیں کہے؟

حضرت اسحاق کے فرزند حضرت یعقوب علیہما السلام کا خانوادہ کنعان کے علاقہ میں فروکش ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی تعداد میں بیٹے عطا کیے ہیں جو غرور و وادقاامت و ترمنداد ویشے بھاکش ہیں آخری عمر میں حضرت یعقوب کے ہاں ایک فرزند کو لد تھا ہے جو صلی و فانی کا ایسا حسین و جلیل ہو گیا ہے جس سے جس سے ترقی و چشم فلک نے اس وقت تک دیکھا ہی نہیں جہاں صودی کو حسین معنی نے چاروں طرف دکھائیے ہیں حضرت یعقوب اسی موقع دلیری و زیبائی کو دیکھو دیکھ کر ہوسے نہیں سہتے یہ طفل جلیبی جیسے جیسے زندگی کے سونے کے کوتا جا رہا ہے ہونہاری

اور از مندی کے آثار ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نہایت دشواری کا رنگ دینا چاہتا ہوں ہے بڑے بھائیوں کے دل میں حسد کی چنگاریاں سلگنے لگی ہیں۔ دس بارہ سال کا بس ہے کہ ایک رات یوسف نے ایک خواب دیکھا آپ دیکھتے ہیں کہ گیارہ ستائیس سو گیارہ اسیں جد کر رہے ہیں جس کا ذکر اپنے دیرینہ گرامت کر دیتے ہیں۔ آپ اس خواب کے آئینہ میں اپنے لور نظر کے خوشاں بعد تابتہ مستقبل کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

گرمی اس خواب سے حضرت یوسف کی منزل کا تعین کر دیا ہے چلے ہی بتایا گیا کہ گھنٹہ بھر میں کاہیلاؤں کیسے تباہی و تاراج کی جاوے گی اور ہر دم جوان غفلتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے والا ہے۔

لیکن کیا ان جادوئی غفلتوں کو اپنے گارے میں لانا اور خودی چنانوں سے مانا چاہیے اور اس پر پھنسے رہے کہ وہ اپنے خواب سے اپنے کانوں اور پیشانیوں کے سامنے کی سرخی اور خواب کی ہلکی سی گھنٹہ دہنی جوان میں اور لور الوعری سے دیرانوں کو فروس دیاں بناتا ہوا لگے بٹھے۔ قدرت الہی کے سامنے تو کچھ شکل نہیں کھان دھندل گئی کیسیستوں سے نکال کر کچھ عزت اور تحقیق ساموہی کی بندہ میں تک پہنچا نے اور کسی کی پیشانی پر پسینے کا قطرہ بھی نمودار نہ ہو سکی سنت الہیوں نہیں۔ تو اس غفلت کے تھکے اس کے بے بس ہیں۔

یہاں تھک سہر شاہیں کے واسطے ہے گواہ

مقام پر بھی کی بندہ یوں رہا پانی پوری نگاہ ڈالنے والے یاد رکھیں کہ اس راہ کا چھوڑ دینا اور خود شکن ہے۔ کنواں ہے تنگ ناویک اور گہرا کنواں بھائیوں کے ہاتھ لگنے میں دست و آل ہے ہیں چھوڑی گزشتہ میں لگا ہے ہیں جب کویش کی گہرائی نصف وہ جاتی ہے تو اوپر سے دہر کاٹ دیا جاتا ہے۔ انجام سے بے نیاز ہونے کی محبت اور خود سے تر آگے پر تصور حکومت کرو۔ انہیں دست خداوندی نجات نہیں ہونے دے گی جب تم گر کے توجیر انیل کے نورانی پر تھیں تمام لینے کے لیے پچھے ہٹ گئے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے تم کہاں تک صبر و ثبات کا مظاہرہ کرتے ہو یہ ضرور دیکھا جلتے گا۔

پھر صبر کا بازار ہے اور خاندان و مالت کا یہ گلی سرسبز فلام کی حیثیت سے وہاں بیٹھنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ ضرور اولادیاں دینے لگیں ہیں یوسف جو تک اپنے ماں باپ کی آنکھوں کا تابنا جوا تھا اپنی اس تھلیل و رسوائی کو دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے کسی کو اس راز سے بچا نہیں کہ تاکہ وہ کون سے لعل پر چھوڑا ہوئی ہے۔ لگتہ قدرت الہی کے کرشمے دیکھتے ہیں جو ہے اور اول ہے کہ صبر کا دامن صبر علی سے تھکتے ہوئے ہے اور زبان اپنے رب کے فیصلہ پر شکوہ سچ کہاں شکر گناہی ہے آخر کار بلا و سام کا دارالہمام عزیز صبر سے زیادہ بولی دیتا ہے اور یہ نیلای اس کے حق میں مستم ہوتی ہے۔

اب نہ تو ایک کنواں ہے نہ بھائیوں کی سرور مہربانی اور سرور منشیس ہیں نہ کاواں والوں کی کشتی ہے اور نہ ازل کی رسوائی۔ اب آدمائش ایک نیا دہر اختیار کرتی ہے صبر کے رئیس اعظم اور سلطنت کے مارالہمام کا عظیم الشان قصر ہے جہاں ہر سمت زندگی اپنی سادی رنگینوں کے ساتھ چھوڑا ہے۔ آرام و آسائش اور خود و زرش کا شاہانہ انتہام ہے کسی سال عیش و طرب میں وہ بے ہوش اس ماحول میں بسر کرتے ہیں۔ اب کہیں یوسف جوان ہو گیا ہے جس کی جلوہ سامانیاں بخشیا کہنے لگی ہیں محل کی جس روش پر چل سکتے ہیں دل

قدوں میں بچے جاتے ہیں۔ خود عزیز مصر کی بری ہزار جان سے شاد ہے لیکن آنکھیں ہیں کہ باوجود اسے اٹھتی ہیں نہیں، ہونٹ ہیں کہ بچے ہی نہیں، آخر کا واسطہ تھا کہ اس کی انگلیں اپنی ہمتا کو پہنچ گئی جب عزیز مصر کی بری انہیں اپنے غصے سے کہہ میں لے گئی اور ملتے دوڑا تے بند کر دیئے اور تھک لاک (جلدی کر دیا گیا ورنہ) کی اشتعال انگیز و عورت دی لیکن یوسف مصمم نے معاوضہ (خدا کی نواہ) کہہ کر اس کی اس خوش کنس کو اپنے استحقاق سے ٹھکرا کر کھدیا اور بتا دیا کہ تمام پرستی پر پہنچنے کا خواب دیکھنے والا اس ولہ میں ایسے مختل اور خوش رہا ہے بھی آئے ہیں اور مولانا پاک یوں دامن بچا کر نکل جاتے ہیں۔

اس گناہ کی پاداش میں کہ تم نے غصے و عصمت کے واسطے کو و خداوند ہونے سے کیوں بچا یا آپ کو جیل کی کوٹھڑی میں تید کر دیا جاتا ہے۔ تو زور سال ایسی امیری میں گزار دیتے ہیں لیکن نہ دل میں شکوہ ہے اور نہ زبان پر شکایت۔ دل اپنے رب کی رحمت سے مرشاد ہے۔ اور زبان اس کی توحید و کبریا کی گیت گارہی ہے اور کوئی جھگڑے جھگڑاؤں اور بدلت دکھائی ہے یہاں تک کہ بادشاہ سے ایک جیسے خواب دیکھ کر کہے ہیں جو جاتا ہے اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے اپنے ذریعہ دیار کے دانشوروں اور کاہنوں کو طلب کر لے سب بلے ہیں اور اسے خواب پریشان کہنے پر مصر میں آخر وہ شخص جس نے تید خلتے ہی آپ کے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی اور اسے صحیح پایا تھا بادشاہ سے مہمانت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور بادشاہ کا خواب بیان کر کے تعبیر کرنے کی درخواست کرتا ہے یہاں حضرت یوسف صدیق کی عالی ظرفی اور عزم و صلی کا ایک پہلو ہے تعجب ہوتا ہے کہ تپ نے اس شخص کو دودھ فراہم کر کے کاغذ دیا تب بتائے کہ یہ اپنی رہائی کا مطالبہ کیا بلکہ خواب کی تعبیر میں بتا دی اور اس نے عین حالات سے عہدہ برآ ہونے کی تہیہ بھی بیان فرمادی کہ آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ آفتاب ہیں آفتاب ہیں مانگتے نور ہوتا ہے اور ہر شے میں نور روشن کرتا ہے۔

بادشاہ جب آپ کی عظمت کا مستحق ہو کر از خود آپ کو رہا کرنے کا حکم صادر کرتا ہے تو حضرت خیر اور حکم کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ پہلے اس الزام کی تحقیق کر دیں کہ پاداش میں مجھے اتنا عرصہ باندھنا سبب اس کے بعد تھار سے اس حکم کو ملتے مار کرنے پر غور و فکر۔ بادشاہ نے زبان صبر سے تحقیق احوال کی کہ یہ جب باپ برس کی نہ صرف زبان صبر سے ایک زبان ہو کر آپ کی پائی دامن کی شہادت دی بلکہ عزیز مصر کی بیگم نے جو ہستی تراشنے اور قید کرنے میں پیش پیش تھی بڑا کھڑا تاقون محسن الحق کو حق حیاں ہو گیا تصور میں حق میں اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہوں وہ صبر ہے اس کی شہرہ بچا کی قسم! اس کا دامن عصمت ہر دماغ سے پاک ہے۔

یوں وہ نبی جس نے اپنے رب کو ایم کر ارضی کرنے کے لیے صبر کے کچھ وہاں میں اپنے آپ کو بدنام کرنے کا جرات مندانہ اقدام کیا تھا آج جب تعان مصوبہ قدم پا رہا ہے تو دوست و دشمن اس کی سیرت کی پائی اس کے اخلاق کی تہی ادا اس کے کردار کی نیکی کو قبول و جان سے تسلیم کر رہے ہیں۔ اگرچہ آپ کی عظمت ظاہر میں بھی آشکارا ہوتی ہے لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ آپ حضرت یوسف کی جہالت تربیت کا اندازہ لگانا چاہیں تو وہ ملک مصر سے شتے جو اس وقت ان کے ولی کی کمر بستہوں سے نکل کر آہستہ آہستہ زبان پر آ رہا ہے آپ کہہ رہے ہیں دعائے انفس کا مارتا یا لودا کا ہمارا حمد دی ان دی غفور و رحیم ہے اپنی پاکدامنی کا دعویٰ نہیں نہیں کا کامی برائی کا حکم دینا ہے جو جس پر میرا رب رحم فرماتے بیشک میرا پروردگار غفور رحیم ہے اسما کی دعا کیا

شان ہے۔ اس قاضی کی اور کمکت اور وقار ہے اس انگلیس ا

مردم کے بیان کے مطابق مصر پر اس وقت پندرہویں صدی کی خاندانی حکومت تھی جو تاجی نہیں جو ولید بادشاہوں (SOPHED) (KINGS OR NINSONS KINGS) کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت یوسف کے زمانہ میں جو بادشاہ تھا اس کا نام اپوفیس (APOPHIS) بتایا جاتا ہے۔ اسی کے عیسوی مصلحتی تاریخ کے طویل اور بدترین نقطہ سے دیکھا جہاں بادشاہ نے ان کے گھر سے بچے عورت سے نیر و آذما ہونے کے لیے حضرت یوسف کو کل اختیارات دے دیئے اور آپ نے کسی بچی پر ہٹاؤ نہ ڈب کے بغیر اس سنگین ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ "قال بلعطف علی عزمائش الارض انی حفیظ عدل یحہ"

جب قبطی راجہ آپ نے اپنے خدائی ذخیروں کے من گھول دیئے صرف اہل مصری آپ کی حسن تدبیر سے قحط کی ہلاکت بچنے میں سے محفوظ نہیں رہے بلکہ گرد و لاج کے ضرورت مند بھی جب حاضر ہوئے تو انھیں محروم مانوس نہ دیا جہاں تک کہ آپ کے جود و سخاوت کا چرچا کنعانیوں تک پہنچا اور فرزندانی یعقوب علیہ السلام طلب خواب کے لیے حاضر ہوئے آپ نے انھیں پہچان لیا لیکن بتایا تک نہیں۔ ان کے دونوں کو بھی لا دیا اور جو قیمت انھوں نے ادا کی وہ بھی چپکے سے اہل کی خیر میں دے دی اور فرمائش کی کہ وہ بڑے توفیق سے چھوٹے بھائی کو بھی لیتے آئیں۔ وہ دوبارہ آئے پھر انھیں اپنی داد و بخش سے مالا مال کر دیا لیکن دانستہ پردہ نا اعلیٰ مریضی سے آئے تو اب وہ ٹھہری آپ نے بھی آپ کو اپنا تعارف کرا دیں جس لذت آپ نے اپنا تعارف کرایا وہ صرف آپ کو ہی ذیل سے ادا ہوئی باتیں آپ کی شان و سعی کو ہر چار چاند لگنے کا باعث بنتی ہیں۔ فرمایا اہل عاصمہ عاصمہ بنو سلف و انخیزہ کیا انھیں یاد ہے جو سوک تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا انسا داد و تحقیقت سے یہ وہ لکھنے کے باعث شرمندگی محسوس کریں اس لیے نور افرا دیا اذ ان خرجوا علینا۔ یعنی اس وقت تم انھیں اندر سے جبرستہ۔ ساتھ ہی ان کے اس غلامانہ رویہ کی خود ہی مذمت پیش کر دی اور انھیں نصیحتیں بھی دیں کہ وہ کو وہ بھائی کی جانتی جہاں حیرت سے متک دے ہیں اس وقت بھی آپ کے دل میں نکتہ کا کوئی بند پر سید نہیں ہوا بلکہ فرمایا خدا میں اچھے حلینا یہ ملک ہم پر اللہ تعالیٰ نے یہ لعنت و احسان فرمایا ہے کہاں سے اٹھایا اور کہاں پہنچا دیا لیکن اپنے مغیبات اور تعارفوں کو پروا کہتے ہوئے اس حقیقت کو بھی حیاں کر دیا کہ ایسے لطف و احسان سے بہرہ ور ہونے کا طریقہ یہ ہے فرمایا اللہ عن یتق و یحبہم فانی اللہ کا فیضیہ لاجرا اللہ سنیہ (یعنی جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا) کیا بدلت ہے تادم قدم پر حقائق کے موافق ملتے جلتے معاشرے کے حکمران اگاتے ہوتے منزلی قصود کی طرف بڑھ رہے ہیں نہیں فرمایا کریں سے تقویٰ اور صبر اختیار کیا اس لیے ان احسانات کا مستحق قرار پایا کیونکہ اس میں نرود و ادعا کی آئینہ کشش بھی ہو سکتی ہے اور یہ غلامی بھی پیدا ہو سکتی تھی کہ یہ صرف آپ کی ذات والامفات کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ فرمایا عن یتق و یحبہم جو تقویٰ کا لباس ہیں کہ صبر کی قندیل و دشمنی کے آگے جھکے گا و محبت خداوندی اس کی غلخانہ جہد و ہمد پر اپنی قبولیت کے پھول ٹھانڈا کرتی ہائے گی۔ آئے جس میں محبت ہے خود تجربہ کر کے دیکھ لے۔

ظ صلائے عامہ ہے یا وان بختاں کیستے

جبر و فراق کی طویل رات سحر آشنا بر رہی ہے وہ روز سعید صبح ہوا ہے جب گھر سے ہوتے والدین اپنے نور نظر سے ملنے کے

یہ مصر پہنچا تو وہیں حضرت یوسف ان کی پیشوائی کے لیے پیشے کر کے فرستے آگے جاتے ہیں۔ بڑی عزت و تکریم سے ان کا استقبال کرتے ہیں اور انہیں تخت پر بٹھاتے ہیں اس وقت گیارہ بھائی اور والدین حضرت یوسف کے سامنے سر جھکا کر پہلے تھے حضرت کی زبان سے نکلتا ہے بابت خدا تائیدیل رزیا ہی امن قبل سے پد کر کم ہے میرے خواب کی تعبیر جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا اس تعبیر کو یوسف نے کاروائی میں میرا کوئی کمال نہیں محض میرے پروردگار کی مہر و نوازی ہے یہاں ہاں مشکوک کا مختصر ذکر بھی کر دیا تاکہ لطف رحمت میں اضافہ ہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی بلاگاہ و محبت میں دامن غلبہ چھو دیتے ہیں اور وہ عزیز ملتے ہیں جس کے مانگنے کے بعد یوسف کی ساری حسرتیں اور سانسے امان پر سے ہوجاتے ہیں اللہ آپ کا انتخاب بہت جواہر تک بلند یوں کی طرف پرکشش رہا ہے اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے عرض کی۔

فاطمة السملوات والاضانت دینی فی الدنيا والاخرۃ توفیقی صلیا ولعقنی بالصلح الیہم گریا شمع ایمان کو فروزان کر کے اس دار غم سے وارتقا کی طرف کوچ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شگفتگی میں شامل ہو جانا یہی منزل یہی مقصد ہے۔ جو خواب آپ نے بچپن میں دیکھا وہ سچا خواب تھا اسے ضرور پورا ہونا تھا اور وہ پورا ہوا لیکن خواب دیکھنے والے کو تکمیل کی منزل تک پہنچنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا وہ آپ کی اقتدار کرنے والوں کی نگاہ سے اجمل نہیں ہونے چاہئیں بہت صبر و تحمل اور رحمت خداوندی کی دستگیری سے ہی انسان اس رفیع منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

قرآن کریم پر مستشرقین کا ایک بے بنیاد الزام یہ ہے کہ مستشرقین قرآن کریم پر جہاں دو سو سے بے سرو پا احقرانیت کرتے ہیں وہاں بڑی شدت سے یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ قرآن حکیم میں انبیاء سابقین کے جو واقعات مذکور ہیں وہ وحی ربانی نہیں بلکہ غیر اسلام نے ظہر اہل کذب سے انہیں سنا اور پھر قرآن میں درج کر دیا اس الزام کی نفی ثابت کرنے کے لیے جس کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں اگر آپ تواریخ و تائیل میں بیان کردہ قصص کو مرفوض قرآن کریم میں مذکورہ واقعات سے کریں گے تو حقیقت خود بخود اظہار من الشمس ہو جائے گی یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہی یہ ہے قرآن کریم نے اس واقعہ کو جس انداز سے بیان فرمایا ہے وہ کس قدر سچا سمجھنا بہت اذیت اور عبرت انگیز ہے۔ برائیت روشنی کا ایک بلند مینار ہے جس کی تابانی سے کھیل انسانیت کا راستہ ہلکا رہا ہے۔ تو ہم قدم پر حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کی حکومت شان کے ہلکا دکھائی دیتے ہیں اسے پتہ نہ کہ کیا باب و کامران زندگی گزراوے کا شوق دلی میں اٹھائیاں بیٹھے غمگین ہیں مگر یہی قصہ حبیب ہم تواریخ میں پڑھتے ہیں تو اس ایک حاتم آدمی کی رو کو بھی چھلکی داستان حیات معلوم ہوتی ہے جو ہر قسم کی جاذبیت اور کشش سے بھر خالی ہے۔

اختصار کو دیکھ کر کہتے ہیں تواریخ کی کتاب یہ دانش سے چند جملہ عشق کتابوں میں ان کا مقابلہ آپ آیات قرآنی سے کیجیو آپ یقیناً اس تعبیر پر بھیجیں گے کہ اس واقعہ کا منہ تواریخ نہیں بلکہ وحی الہی ہے لہٰذا یہی لیے اس کا ہر جملہ حکمت و دانش کا وہ آئینہ ہے جس میں زندگی کی حقیقتیں بے نقاب نظر آ رہی ہیں۔

حضرت یوسف کا تصور ان یوں کر کیا ہوا ہے۔

یارو کا پیشاپ کی بیریوں جبار اور زلف کے پیشوں کے ساتھ رہتا تھا اور وہ ان کے کچے کا سول کی خبر آپ کو سنچا دیتا تھا۔

(تکامید پیدائش : باب ۳۰ - آیت ۲) یوسف کا کام جنکلی کا تھا۔

آپ نے جب اپنا خواب اپنے والد مرحوم کو بتلایا تو انھوں نے سن کر جواب دیا وہ ملاحظہ ہو :-
”قبہ میں مکہ باپ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ خواب کیا ہے۔ تو نے دیکھا ہے۔ کیا میں اذیری میں اور میرے بھائی کی جیسی تیرے آگے
زمین پر جھک کر تجھے سزا دیں گے“ (باب ۳۰ - آیت ۱۱)

اس کے بعد سورۃ یوسف کی آیات ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ بھی تلاوت فرمائیے۔

یوسف کے بھائی آپ کو ٹھکانے لگا کر جب بکرے کے غن کے سے آپ کی قیاد آوردہ کر کے لے آئے تو حضرت یوسف کو پہچان کر بھائی کیا تھا۔
”پھر انھوں نے یوسف کی قبائے کو ادنا ایک بکر ادراج کر کے اسے اس کے غن میں لڑکھا۔ سورۃ یوسف کے باب کے
پاس سے آئے اور کہا کہ ہم کو یہ چیز شیئی کی لب تو پہچان کر دیتے ہیں۔ چپے کی قبائے یا نہیں اور اس نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ یہ کدیر سے
بیٹے کی قبائے ہے۔ کوئی بڑا اور نہ دھستہ کہا گیا ہے۔ یوسف دیکھ چکا تھا کہ جب یوسف نے اپنا پیار میں چاک کیا اور ٹٹ اپنی کمر سے لپٹا
اور بہت دغلی تک اپنے بیٹے کے لیے ماتم کر رہا تھا۔“ (باب ۳۰ - آیات ۲۲، ۲۳، ۲۴)

اس کے بعد سورۃ یوسف کی آیات ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ ملاحظہ فرمائیے۔

جب یوسف علیہ السلام حیرت پر کسی بری سے دھان چھوڑ کر بھگے اور راستہ میں حیرت پر مشاعرے کی تو زینب نے جو الزام
لگایا اور اس کے خاندان کے ایک گناہ سے جس طرح آپ کی برکت ثابت کی یہاں تک کہ ہرگز کوئی باپلی بری سے یہ کہنا چاہے ”الگ کنت
من الخلقین“ اور خبیثہ کی خطا کا یہ ہے اس کا مطالعہ آپ سورۃ یوسف میں کر چکے ہیں اب اس واقعہ کو کورأت کی زبان سے سنئے
”جب اس کے قاتل نے اپنی بیوی کی وہ باتیں جو اس نے اس سے کہیں سنیں مگر تیرے غلام نے مجھ سے ایسا ایسا کیا تو اس کا
غضب ہو گا۔“

اور یوسف کے آقا نے اس کو لے کر قید خانہ میں جہاں بادشاہ کے قیدی بندھے تھے لے آئی دیا۔ سورۃ وہاں قید خانہ میں رہا۔

(باب ۳۹ : آیات ۱۹، ۲۰)

قید خانہ میں آپ کے غم پر بند کیے جانے اور بادشاہ کے ساتی اور بادشاہ کے خواب بیان کرنے کا ذکر ہے لیکن اس محبت و توفیق
کی طرف اشارہ تک بھی نہیں جس سے ذہان بصر کی تاریک فضا نور و توحید سے جگمگا اٹھی تھی۔

جب بادشاہ صبر نے وہ عجیب خواب دیکھا جس کی تعبیر کا اس اور دانشور نہ بتا سکے تو اس نے اپنے ساتی کو قید خانہ میں
یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا جس وقت آپ نے جس میں حیرت کی اور فریاد کا منظر دیکھا اس کی تحصیل آپ سورۃ مذکورہ کی آیات ۴۵ تا ۵۲
میں ملاحظہ فرما چکے ہر گنگے لب یہاں بھی پڑھیے۔ فرق خود ہی واضح ہو جائے گا۔

”تب فرعون نے یوسف کو بلوایا۔ سو انھوں نے حیدر سے قید خانہ سے باہر نکالا اور اس نے حیات بڑائی اور کپڑے بدل کر
فرعون کے سامنے آیا۔“ (باب ۴۱ - آیت ۱۴)

بھائی جب پہلی بار آپ کے پاس آئے تو ان کی آمد کو ان انعام میں بیان کیا گیا ہے۔

”سو یوسف کے بھائی آئے اور اپنے سرسبز زمین پر ٹیک کر اس کے حضور آداب بجالائے۔“ (باب ۳۲۔ آیت ۶)

پھر آپ اُبی پر جاسوسی کا غلط الزام لگاتے ہیں۔

”یوسف نے تو اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا پر انھوں نے اُسے نہ پہچانا اور یوسف..... ان سے کہنے لگا کہ تم جاسوس ہو کہ آئے ہو کہ اس ملک کی بری حالت دریافت کرو۔“ (باب ۳۲۔ آیت ۱۰)

بھائی اس الزام سے اپنی برأت ثابت کرتے ہیں لیکن آپ پھر انھیں کہتے ہیں۔

”تب یوسف نے ان سے کہا میں تو تم سے کہہ چکا کہ تم جاسوس ہو ہو تمھاری آزمائش اس طرح کی جائے گی کہ فرعون کی حیات کی قسم تم یہاں سے جلد نہ پاؤ گے جب تک تمھارا سب سے بڑا بھائی یہاں نہ آجائے..... درز فرعون کی حیات کی قسم تم ضرور یہی جاسوس ہو اور اس نے ان سب کو تین دن تک گھسے لگھے بند رکھا۔“ (باب ۳۲۔ آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶)

حضرت یوسف کے بھائیوں نے بھی حضرت یعقوب کے یوسف کی خوشبو مٹھنے کا قرات میں ذکر تک بھی نہیں۔

جب مصر کے قلعہ میں قید ہو گیا، درخیز و زرخیز جہاں کبھی سرسبز و شاداب گھیت اہل آباد کرتے تھے وہاں خاک آڑنے لگی اور مصری قلعہ کی وجہ سے نمودوں مرنے کے قرات کے بیان کے مطابق حضرت یوسف نے جو سلوک اپنی رعایا سے کیا وہ منصفیت ترک کیا کسی عدول حاکم کے شایان شان بھی نہیں بلکہ وہ ایک سنگدل اور بے رحم بیٹے کا سلوک ہے۔ چنانچہ پہلے سال ہی خلافتی گردن قیمت پر فروخت کیا گیا کہ قومی سادی پر غمی ختم ہو گئی۔ وہ سالی جب وہ قلعہ کا مطالعہ کرنے کے لیے آئے تو ان کے سائے پوشش ملے لیے گئے۔ تیسرے سال جب فاقہ کشیوں سے مجبور ہو کر یوسف کے پاس آئے ہیں تو یوسف اس شرط پر انھیں غل دینے پر رضا مند ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی سادی زمینوں کو فرعون کے نام پر فروخت کر دیں۔ قرات کا بیان ملاحظہ ہو۔

”اور اس سال سے ملک میں کھانے کو کچھ نہ رہا کیونکہ کال ایسا سخت تھا کہ ملک بھر اور ملک کنعان دونوں کال کے سبب تباہ ہو گئے تھے اور مینا و پیر ملک مصر و ملک کنعان میں تھا وہ سب یوسف نے اس فتنہ کے بدلے جسے لوگ خریدتے تھے لے لیکر بیچ کر لیا اور سب روپے کو اس نے فرعون کے محل میں پہنچا دیا۔“ (باب ۳۲۔ آیت ۱۳، ۱۴)

دوسرے سال جب غل لینے آئے تو انھوں نے کہا۔

”تو مصری یوسف کے پاس آکر کہنے لگے ہم کو ادھی دے کیونکہ روپیہ تو ہمارے پاس رہا نہیں، بہتر یہ ہے کہ تجھے کہیں کریا کریا یوسف نے کہا اگر روپیہ نہیں ہے تو اپنے چوپائے و دام میں قلعہ کے چوپایوں کے بدلے تم کو ادھی دو لگا۔“ (آیت ۱۵، ۱۶)

چنانچہ انھوں نے سائے پوششی یوسف کو دے کر قلعہ لیا اور سال گزرا اور تیسرے سال وہ پھر قلعہ کی طلب میں حاضر ہوئے تو ان کی بے بسی و ذلت مافی کاین عالم تھا کہ انھوں نے قلعہ لینے کے معاملہ میں اپنے آپ کو اور اپنی زمینوں کو فروخت کرنے کی پیش کش کر دی اور یوسف کو دام نہ دیا بلکہ اس نے بڑی خوشی سے ان کی پیش کش کو قبول کیا اور فرعون کے نام پر انھیں بھی اور ان کی زمینوں کو بھی خرید لیا۔ قرات میں ہے۔

”سو تو ہم کو اور ہماری زمین کو ادھی دے کہ ہم زمین کے غلام بن جائیں اور ہماری زمین کا مالک بھی وہی ہو جائے

اللہ تعالیٰ کو بھیجے تاکہ ہر ہلاک نہ بھلے بلکہ زندہ رہیں اور ملک بھی دیران نہ ہو اور یوسف نے مصر کی سامری زمین فرعون کے نام پر خرید لی کیونکہ کال سے ملک اگر مصر میں سے ہر شخص نے اپنا کھیت بیج ڈالا یوسف سامری زمین فرعون کی ہو گئی۔

(باب ۴۶ - آیت ۱۹ - ۲۰)

”تب یوسف نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ دیکھو میں نے آج کے دن تم کو اور تمہاری زمین کو فرعون کے نام پر خرید لیا ہے سو تم اپنے لیے یہاں سے بیج لو اور کھیت بڑا لو۔“ (باب ۴۶ - آیت ۲۳)

یہ سب سیرت یوسفی کا وہ خاکہ جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے اس کا موازنہ قرآن کریم سے کیجیے آپ اگر انصاف و درستی طلبی کے جذبہ سے محیر محروم نہیں گردینے گئے تو مستشرقین کے اس اعتراض کی لغویت اور بیوقوفی آپ کے سامنے عیاں ہو جائیگی اور آپ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اسی درستی پیغمبر اسلام علیہ السلام علیہ السلام نے ان واقعات کو الٰہی کتاب سے سن کر بیان نہیں کیا بلکہ براہ راست اللہ رب العالمین سے سنا اور لوگوں کو سنایا واللہ اعلم بالصواب۔

STUDY

إِنَّكَ هَذَا الْقُرْآنُ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ ۝

ہم نے آپ کی طرف دیکھ لیا ہے۔ اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں سے تھے۔ ۴۱۰

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كُتُبًا ۖ

زاد کو جب کہ یوسف نے اپنے والد کو کہنے کے لیے سحر (سحر) باب میں دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو اور

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ رَأَيْتُمَا لِي سَعِيدِينَ ۚ قَالَ يَبْنَىٰ لَا تَقْصُصْ

سورج اور چاند کو میں نے انھیں دیکھا کہ وہ مجھے بخیر کر رہے ہیں۔ آپ فرمادیاں کہ نہ بچھڑے بیان کرنا

خوبیوں کی تعبیر سیاسی مسائل، معاشرہ کی پیچیدگیاں، معاشی اصلاح کی تدابیر، غرضیکہ تمام امور جو دین اور دنیا کی اصلاح میں مشرقات ہو سکتے ہیں بڑی حد تک سے بیان کر دیتے تھے۔ ذیہاد کے التوحید والفقہ والحدیث والتعبیر والریایا والسیاسة والمعاشیة والندبہ والمعاش ورجل الغد والذی تصلیح للعبید والدنیا۔ (دعوتیں)

۴۱۱ یعنی وہی الہی سے پہلے دوسرے لوگوں کی طرح اس واقعہ کا صحیح علم آپ کو بھی نہ تھا۔

۴۱۲ حضرت یوسف کی عمر بھی بچپن ہی تھی بعض روایات کے مطابق تیو سال اور بعض کے مطابق اس سے بھی کم آپ نے یہ خواب دیکھا اور اپنے والد کو اس سے بیان کیا آپ نے اس میں ملاحظہ کیا کہ رایت کا لفظ دو دفعہ کور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے آپ نے گیارہ چھتے ستاروں اور سورج کو دیکھا اور پھر گیارہ کبودہ سپرد کر دیے ہیں۔ یہ دونوں مشابہت کے تحت متعلق اہمیت کے حامل تھے اس لیے ان کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا۔ رایت صحر کی تفسیر سورج ستارے اور سورج قرص۔ تامل کے مطابق رایت کا ہونا چاہیے تھا کہ یہ عظیمی و عظمیٰ میں لیکن ان سے لطافت انعام کا برضی صادر ہوا ہے وہ عظمیٰ کا فعل ہے اس لیے ان کے لیے فکر کی وجہ سے تعالیٰ کی۔ سجدہ کا لغوی معنی بھی وہاں فرمایا گیا تھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے آپ کے سامنے اپنی چٹائی زمین پر بکھڑی سجدہ انھیں کی بکشت آئے آئے کی راشارت تھی (۱)

۴۱۳ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ حضرت یوسف سے محبت کیا کرتے تھے۔ نورات میں ہے اور اس کی یوسف کو اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ پیار کرتا تھا کیونکہ وہ اس کے بڑے چلنے کا بیٹا تھا اور اس نے اسے ایک بولوں قبا بھی بنا دی تھی۔ (۲) ۳۴: ۳۵ میرے نزدیک محبت کی یہ جو درست نہیں وہ نہ چاہیے یہ تھا کہ ان میں سے سب زیادہ پیار کیا جاتا کیونکہ وہ حضرت یوسف سے بھی زیادہ بڑا چاہیے کا بیٹا تھا اس محبت کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ مرزا بردار کے چکنے چکنے بات کی کماوت کے مطابق حضرت یوسف کی سلیمین مشرف اور ابراہیم عالمیہ پر غار کر کے والی صلیبتوں کے آثار و افکار آپ کے ہمو پر نمایاں تھے اسی لیے حضرت یعقوب کی دل سے چاہتے تھے کہ بیٹی ابن کی تفسیر ہے جو انتہائی محبت کی غمازی کر رہی ہے۔

荀况

الْأَحَادِيثُ وَيُتَمُّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا

اردنی نبیوں کی تحسین اور پورا فرمائے گا اپنا انعام محمد پر ملے اور یعقوب کے گھرانے پر جیسے اس نے پورا

عَلَىٰ أَبِيكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيمَ وَالسُّعْقُطُ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

فرمایا اپنا انعام اس سے پہلے تیرے دو باپوں ابراہیم اور اسحق پر یقیناً تیرے پورا کرنا سب کچھ جانتا والا بہت دانا ہے

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِلْمُتَسَاءِلِينَ ۝ اِذْ قَالُوا

جیسے یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں رہنمائی کی کئی نشانیاں ہیں دریافت کرنے والوں کے لیے ملے جب بھائیوں نے

لِيُوسُفَ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا نَحْنُ غُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا

آپس میں کہنا کہ یوسف اور اس کا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو تم سے ملنا کہ ہم ایک غصہ جانتے ہیں۔ یقیناً ہمارے والد

۱۲ اس نصیحت مژدہ نبوی اور انوری سعادت میں اول نعمت نبوت تمام نعمتوں سے افضل و برتر ہے۔

۱۳ اے نبی وہ خوب جاننے کے کہ لاشی نعمت کے دی جانے میں کاکوئی فعل حکمت سے غلط نہیں۔

۱۴ اے بھائیوں کا آپس میں دوستی اور اس کا انعام حضرت یوسف کا انسانی اشتغال، محبت و ملاقات میں وہاں غفلت پر دل غارت گری دینا غریب اور

غریبی کی رسوائیوں اور قید و بند کی سختیوں کو خوشی سے برداشت کرنا بااقتدار ہونے کے بعد اپنے ظالم بھائیوں کو معاف کر دینا حضرت یعقوب

کا عزیز دل اور پروردگار کے بعد بھائیوں کی ایسی باتیں ہیں جن میں جتنا زیادہ ذکر کیا جائے گا انسانی فطرت انسانی کے فطرت

کھلتے چلے جاتیں گے۔ یہی صبر و خود دگر اور دیگر اخلاق حسنہ کی بالادستی پر یقین انسانی بچہ ہوتا جائے گا اس لیے فرمایا کہ اس کے بھائیوں

کے قصہ میں قرآنی فطرت اور انسانی اللہ کے مقلد متقلد ہونے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے حضرت یوسف اور یحییٰ ایک لڑکے کے شکم سے تھے ان کا نام ہر اصل تھا اور ترستا

میں شامل ہے۔ یاتپ کے اسم کی لڑکی تھی۔ دوسری شمعون، لاوی، یہودہ، یوہانان اور شمعون بیٹے اور ایک بیٹی دینہ تیار کے گھر سے

تھے جو اصل کی بہن تھیں اور چار بیٹے وان۔ مثنائی، عیاد اور آشور کنیزوں کی اولاد تھے۔ (منظری)

۱۵ حضرت یعقوب کی یوسف سے خصوصی محبت کے باعث بھائیوں کے دلوں میں حسد کا جذبہ پیٹنے ہی نہ لگا رہا تھا۔ اب اس

خواجے متعلق سنا تو وہ جذبہ بھڑکا تھا۔ انھوں نے اپنے احساس میں چھپنے والے کانٹے کو نکال چھیننے کا فیصلہ کر لیا۔ باہمی مشورہ کے لیے

اکٹھے ہوئے ہم دس جوان بھائی ہیں۔ ہمارے گنبد کا بوجھ تمام شکم سے جیسے ہیں کاروبار کی ساری ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے۔ خوشی

ہم جانتے ہیں ان کی حفاظت ہم کرتے ہیں۔ اور یہ بھائیوں کے لیے کہ جب دیکھو یوسف کو گود میں اٹھائے ہوئے پکارا رہے ہوتے ہیں

لَقَدْ ضَلِلْ مُبِیْنٌ ۖ اِقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوْ اَطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَمُخْلِ لَكُمْ

اور ایک گمراہ نے میں (یعنی یوسف) کا شمار میں کیا۔ قتل کرو یا ریست کر کے یا ڈبو کر چھینک دو اسے کسی علاقہ میں (جوں) اتنا برا جاسکے گا

وَجَهْ اَبْنٰکُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۝ قَالَ قٰلِیْلٌ

تمہاری طرف تمہارے بابر کا رخ اور ہر جاننا اس کے بعد (تو یہ کہہ کر) نیک قوم (یعنی تم) ان میں سے ایک

۱۱۔ اور کہہ ہائے میں ان کا یہ رویہ قطعاً درست نہیں ہے۔ وہ سب سے بڑے گمراہ ہیں۔ تم کے جہت کو کہتے ہیں العصبۃ من الرجال والغلیل والنظیر ما بین العیشۃ والاربعین کا عصا ہے (تو تم کو سنو)

۱۲۔ ضلال سے مراد یہاں عقیدہ کی گمراہی نہیں بلکہ ان دنیوی معاملات میں بالو الاعتدال سے انحراف ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ بھی سرک عدل انصاف کے منافی ہے۔ انہوں نے الضلال من رعاۃ الصالح فی الدنیا والا بعد من طریق العیشۃ والنصیب وکبریا، انہیں یہ بات سمجھ نہ آئی تھی کہ جو ان قوانین میں کو نظر انداز کر کے چھوٹے اور ضعیف بچوں سے اتنا پیار کہاں کی تعلیمات مذہبی اور فتنہ دہی سے آج بھی جب کہ تمدن میں کبیر انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ ازمنہ قدیم کی طرح اولاد کی کثرت انسان میں قوت و شوکت کا نشو و پیدا کرتی ہے۔ وہ زمانہ جب کہ قبائل صحرائی اور کھنڈے میں داخل ہیں۔ بعد یازدہ زنگی بسر کرتے تھے۔ اس وقت قبیلہ کی عزت و شوکت کا انحصار صرف قوت بازو پر تھا۔ عیاشی خوشحالی کے لیے کتبہ کا کثیر و فراوان پتھر تھیں۔ ہونا ضروری تھا۔ آپ خیال کریں کہ اس سوسائٹی میں جو ان میںوں کی کتنی اہمیت ہوئی۔ لیکن انہیں کیا معلوم کہ یعقوب کی حقیقت شناس نگاہیں یوسف کی تعلیمات زیبا میں سادہ و نجاست شرافت اور نہایت کے وہ جو سے دیکھ رہی تھیں۔ جن ان میں نام و نشان تک نہ تھا۔

۱۳۔ تجویز پیش ہوئی کہ یا تو یوسف کو قتل کر دیا جائے یا اسے کسی دور دراز علاقہ میں بچھوڑ دیا جائے۔ چپ پر باپ کی آنکھوں سے نہلا ہوا جیسے گا تو اس کی ساری توجہ اور محنت کام کرنا ہم ہر جائیں گے۔

۱۴۔ یہ چیز بڑے قحطے بار بار سننا تھا کہ کسی کو بلا وجہ قتل کر دیا۔ اسے لذت و تہذیب نامہ مجرم ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی جانی ہے سخت گرفت ہوتی ہے۔ اس لیے کچھ گلوبہٹ محسوس کی ہو گی۔ لیکن ان کے نفس میلہ ساز نے انہیں مہارادیا کو گھبرانے کی کوئی بات نہیں دی۔ کوٹھانے لگانے کے بعد تو ہر کریں گے۔ اور نیک ہو جائیں گے۔ مگر نہ معاف ہو جائے گا اور عذاب سے چھٹکارا دل جائے گا۔ جس قدر ذہنیات کچھ اسی طرح ہی سوچا کرتی ہیں۔ لیکن ایسے مجرموں کے دلوں کو وہ سوز و گداز نہ اس میں نہ امت وہ انکسار نہ انہیں نصیب ہی کیا ہوا ہے جو رحمت الہی کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہیں۔ یہی شیطان کا فریب و نفس کا ٹھیکہ ہو کر ہے۔ اس کا دوسرا مضمون یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یوسف کو قتل کرنے کے بعد تمہاری ساری دشواریاں دور ہو جائیں گی اور تمہارے معاملات درست ہو جائیں گے۔ پس انقص و صہنا صلاح الدین بل المعنی یہ صلیح شاکر عتدایہ کہ وہ یہاں کو کھینچا لکھ کر کہیں

۱۵۔ ایک بھائی دشمنوں نے کہا کہ یہ تجویز بڑی سنگدلانہ ہے۔ ایک معصوم بچے کو یوں بلاوجہ موت کے گھاٹ اتار دینا سخت مجرب بات ہے

مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقُوَّةُ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهَا بَعْضُ

کھنڈے لے کر نہ مار نہ قتل نہ رو بہ صفت کو (بلکہ چھینک دوںے کسی گھر سے کنوئیں کی ایک تریں لے اٹھالیں گے اسے کوئی

السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿۱۰﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمُرُنَا عَلَى

رو بہ صفت کو (بلکہ چھینک دوںے کسی گھر سے کنوئیں کی ایک تریں لے اٹھالیں گے اسے کوئی

يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ﴿۱۱﴾ أَرْسَلَهُ مَعَا غَدَايْرَتَهُ وَيَلْعَبُ

نہیں کرتے ہم پر یوسف کے بارے میں ملامت تو اس کے سے خیر خواہ ہیں۔ آپ بھیجے اسے ہمارے ساتھ کل تاکہ خوب کھائے پئے اور کھیلے کرے

وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۱۲﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ

اور کوئی فکر نہ ہے ہم اس کے نگہبان ہیں۔ آجیے فرمایا بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے یہ بات کہ تم اسے لے جاؤ اور میں ڈرنا بھول کر

مگر تم بہت کم سنہ سے شانے کا فیصلہ کر ہی چکے ہو تو اسے کسی منہاں جنگل کے پیرانے تاریک کنوئیں میں چھینک دو۔ کوئی قافلہ گزرتے قلاتو
اس کی آواز سن کر وہ اسے نکال لے گا اور اپنے ساتھ لے کر اپنے ملک میں بچا جائے گا اس طرح ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائیگا اور ایک بے گناہ
کے خوب ناماق سے ہمارا دامن بھی آلودہ نہ ہو گا۔ چنانچہ یہ تجویز باہر اتفاق منظور ہوئی۔

نئے غلام اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو تیری آنکھوں سے چھپا دے۔ کنوئیں کی نہ کو بھی خوبیاں کما جاتی ہیں لیکن وہ زیادہ گہرائی کی وجہ
سے تاریک ہوتی ہیں اور جو چیز اس میں گرسے وہ کسی کو نظر نہیں آتی اور حیرت: اس کنوئیں کو کہتے ہیں جو بہت گہرا اور اس میں پانی
زیادہ ہو۔ فی القاموس ہیں الحب البتراء لكشيرة الماء البعيدة القعر۔

اسے اسے شکل یہ در پیش آتی کہ اس تجویز کو عمل جامہ پہنائیں تو کنوئیں حضرت یوسف کو ایک محلہ کے لیے بھیجی گئی انھوں سے انھیں
نہیں جوئے لیتے تھے چنانچہ کچھ اور آتے ہی آپس پر شکایت کی کہ آپ ہم پر یوسف کے بارے میں اعتماد نہیں کرتے۔ آخر اس پر اعتبار ہی کا
باعث کہلے۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ نہیں لے ہمارا بھائی ہے ہمیں تو اس کی ہر طرح کی خیر خواہی منظور ہے۔ آپ کا جانے تعلق یہ خیال کرنا بہت
بڑی زیادتی ہے فصیح القیام بالصلحۃ تارادۃ الخیر (ظہری)

کھنڈے لے کر نہ مار نہ قتل نہ رو بہ صفت کو (بلکہ چھینک دوںے کسی گھر سے کنوئیں کی ایک تریں لے اٹھالیں گے اسے کوئی
کرتے ہیں تو اسے کل میرے تفریح کے لیے ہمارے ساتھ روانہ کیجیے۔ قطع کہتے ہیں جی ہر گز نہ مینا واقع الاحسان والذلیل اذا کلا کيف
شہادہ لکھنے سے مراد درجہ شکار کرنا تیرا نازی وغیرہ وشریت میں مباح ہیں۔ ویتسع فی اکل الفواکہ فنب بالبقی والصید
واللہی مایباح اذینہ۔ (ظہری)

أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُونَ ﴿۱۶﴾ قَالُوا لَيْنَ أَكَلَهُ

کہیں کہا نہ جائے اس کو بھیر دیا جائے اور تم (سیرت قرآن کے باعث) اس سے بے خبر ہو۔ کہتے تھے اگر کھا جائے اسے

الذِّئْبُ وَتَحْنُ عُصْبَةٌ إِنْ أَكَلَهُ الْخَيْرُونَ ﴿۱۷﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَ

بھیر دیا ملا کہ ہم ایک مضبوط جھنڈے ہیں۔ بلاشبہ ہم تو بڑے نمایاں کارہیوستے تھے پھر جب (بے غور ہو کر) اسے لے گئے اور

اجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَهُمْ

سمجھیں ہمارے کردار کہ وہاں اسے کسی گہرے کنوئیں کی ایک کھدائی میں ڈالیں گے۔ ہم نے اس کی طرف وحی کی (کہ تجھ کو انہیں بتائیں گے)

۱۶ یعنی اس کی ہڈی سے گرائی کر بیچے۔ اس طرح آپ کے چاروں بھائی اور ایک بھتیجی کا پتہ مل گیا پھر اسی پر بے اعتمادی ختم ہو جائے گی۔

۱۷ آپ اپنے بھائی خدشات کا انکار فرمایا اور بھائیوں سے کہا کہ بھائیوں کی طرف اشارہ کر دیا جو یوسف کو فراموش کر دے گی۔ اس وقت میں کہ آپ کو معلوم

تھا کہ بھیر دیا آپ کو نہیں کھا سکتا۔ لیکن آپ اپنے انہیں تنبیہ کی کہ ان کی حفاظت میں تمہاری ذمہ داری ہے۔ ولما نف ان کلمۃ الذئب التوجہ

عن الذئبان فی حفظہ وان کان یصلون الذئب لا یصل الیہ۔

۱۸ وہ اپنی طرف سے ان خدشات کا انکار کر رہے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم دس چھوٹے بھائیوں اور یوسف کو بھیر دیا۔ اس وقت میں کہ آپ کو معلوم

تھا کہ بھیر دیا آپ کو نہیں کھا سکتا۔ لیکن آپ اپنے انہیں تنبیہ کی کہ ان کی حفاظت میں تمہاری ذمہ داری ہے۔ ولما نف ان کلمۃ الذئب التوجہ

عن الذئبان فی حفظہ وان کان یصلون الذئب لا یصل الیہ۔

۱۹ اس سے پیشتر کہ وہ سطح آب پر پہنچتے جہیزل سے اگر آپ کے بیٹے پر پھیلے پتے اور ان کو سنبھال لیا۔

۲۰ ان دن فرما کر میں حضرت یوسف کے مصدوم دل پر جو لڑکی ہو گئی تھی کہ آپ آسانی سے تصور کر سکتے ہیں اس دل شکستگی اور رنج و

کلیاں اور رنج فرما کر میں حضرت یوسف کو بیڑہ سنا یا جاتا ہے۔ یوسف گھبراؤ مت ایک نشان مستقبل تیرے لیے چشمہ پر ابھی ہے

ہم آنا صرف اذکریں گے کہ تو یہ سب ہم بھول جاتے گا۔ تیرے یہ بھائی ایک دن تیرے دربار میں سائل کی حیثیت سے آئیں گے اور تو انہیں

اس واقعہ سے آگاہ کرے گا۔ ان کی آنکھیں ان رفتوں کو دیکھنے سے فاسر میں جو بہتے تھے تیرے لیے خدا فرمادی ہیں انہیں معلوم ہی نہیں

کہ تو ایک ہرگز نہیں جانتے۔ جس کی قدر قیمت کا پائے بڑا بھی نہیں لگا سکتے۔ یہاں اور جیسا یعنی الہام ہے یعنی ہم نے یوسف کو بذریعہ الہام

يَا مَرْهَمُ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۝

ضروراً انھیں آگاہ کر کے ان کے پاس داخل ہو اور وہ دوسرے ذنبِ عالی کو نہیں سمجھتے اور آتے اپنے باپ کے پاس عشاءِ جمعہ وقت کر رہے ہوں

قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا

کہتے ہوئے شوقاً کہہ رہے ہیں! ہم ذرا آگے گئے کہ دوڑ لگائیں اور ہم چھوڑ گئے یوسف کو اپنے سامان کے پاس (اس کے متاع) میں

فَاكَلَهُ الدِّيبُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۝

کھا لیا اس کو بھیرٹا۔ اور آپ نہیں مانتے کہ ہم سچے ہیں۔

وَجَاءُوا عَلَى قَيْصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۖ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

اور آئے اس کی قیس پر جھوٹا خون لگا کر لے گئے

أُفٍّ لَّيُوسُفَ ۖ إِنَّهُ كَانَ كَذِبًا ۖ

یوسف بدانتہا ہے! بعض علماء کی یہ رائے بھی ہے کہ آپ کو اسی وقت شرفِ نبوت سے محروم کر دیا گیا تھا۔

لے گئے اس ناپاک منصوبہ پر عمل جامہ پہنانے کے بعد دلِ غیرِ خوب سیرِ تفریح کرتے ہوئے۔ عشاء کے وقت چھینٹے چلاتے اور شوقاً کھڑے۔

لے گئے حسدِ عیوب کو پہلے ہی اتنی تاخیر پر غصہ پڑا کہ جب انھوں نے یہ شور و فغاں سنا ہر گاہ تو بے چین ہو گئے ہر گئے ہر گئے پوچھا

ہر گاہ کیا ہوا۔ کہیں رو رہے ہیں کچھ یوسف نظر میں آ رہا ہو کہاں ہے۔ تو انھوں نے استثنائی فریب کاری سے یہ جواب دیا۔

لے گئے ہیں یقیناً ہے کہ آپ ہماری اس بات کو مانیں گے نہیں کیونکہ پہلے ہی آپ کا دل ہماری طرف سے صاف نہیں۔ لیکن آپ

مانیں یا نہ مانیں جو قفسہ ہم آپ کے بیان کرتے ہیں یہ سوائے صدقہ ہے۔ اس میں شک شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

لے گئے اس کے ساتھ انھوں نے ایک اور فریب کھیلایا کہ دنیا پر ان ذنب کا کیا اور یوسف کی قیس کو اس کے خون میں لت پت کر کے

لے آئے اور اسے اپنے دھڑکی کی تصدیق کے لیے جھوٹا نبوت پیش کر دیا۔

لے گئے آپ یہ سن کر غمزدار یا غصہ مند نہ ہوں گے فریب کاری چلا رہا ہے اس دھڑکی میں صداقت کا نام و نشان ہمک نہیں۔ قیس

جو تم کسی کے خون میں لت پت کر کے لائے ہو یہ بھی صاف صاف بتا رہی ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو اگرچہ میرے نے یوسف

کو کھایا ہو تو کیا یہ قیس جگہ جگہ سے چھٹ دگتی ہوئی ایسا عقلمند بھیڑیا تو آج ہمکے کچھنے کھنے میں نہیں آیا کہ اس نے آدمی کو کھ لیا ہو

اور قیس پر غراش ہمکے لئے دی ہو سہولت کا معنی ہے عزت اور راستہ کرنا سولت اسی مذہبیت، التوسیل تزیین النفس لما تمحوا

علیہ وقاصیر القبیح بصرفۃ الحسن - (مختصر)

مجلس الوزراء

شُرُوهُ بِثَمْنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٤٠﴾

انہوں نے شروع ہوا دولت کو حقیر کی قیمت پر چند درہموں کے عوض سے (پہلے ہی) اس میں کوئی کمی نہیں رکھتے تھے نہ

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لَا مِرَاتَةٍ أَكْرَمُنِي مَثْوَاهُ عَلَيَّ

اور کہا اس شخص نے جس سے یوسف کو خریدا تھا اہل مصر سے اپنی بیوی کو عزت و اکرام سے اسے عزیز رکھتا شاید یہ

ادنیٰ ۱۰ ادنیٰ - کاسنی ذول کو کنوئیں سے نکالنا اور دلی سے کاسنی ذول کا کنوئیں میں لٹکانا۔

دارد : اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کنوئیں پر چھتہ وغیرہ پر جانک تافلہ کے لیے پان کا انتظام کرے۔

یثربی : یہ لفظ غایت محب دوسروں کو ظاہر کرتا ہے جب اس شخص نے ذول باہر نکالا اور اس میں ایک چاند کو شرمادینے والا حسین بچہ دیکھا تو وہ فرط مسرت سے قابو ہو گیا اور پکارا اٹھا یثربی اے خوشخبری۔

لے جب تیسرے دن یوسف کے بھائی خبر لینے کے لیے آئے تو ان کو کنوئیں میں نہ پایا یثربی وہاں ایک تافلہ کے فروکش ہونے کے نشانات موجود تھے۔ وہ اس تافلہ کے تعاقب میں کچھ جلد ہی وہ تافلہ انھیں مل گیا۔ اس میں یوسف کو پکڑ لیا اور بتایا کہ یہ ہمارا غلام ہے چند دن سے بھاگ آیا ہے۔ چنانچہ تھوڑی سی قیمت پر اس کو ہم شہر دار کو ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

تکے یعنی ان کو یوسف سے کوئی دلچسپی نہ تھی نہ اسے فروخت کر کے زیادہ دوسرے گمانے کے آرزو مند نہ تھے۔ ان کے پیش نظر تو صرف یہ

بات تھی کہ کسی طرح وہ باپ کی نظروں سے دور ہو جائے لہذا یہی قصہ ہم تحصیل الفنون و تاملون قصہ دھرتی بعد یوسف حد

ایسہ منظری و تاملہ و تاملہ اصحابی لفظ لاد کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں الزہید البیہی التقلیل الزاہد فی الشیء المرغیب عنہ

(مغذیات) تھوڑی چیز کو نہ پسندتے ہیں لہذا وہ شخص کسی چیز سے بیزار ہو اس میں کوئی دلچسپی نہ لیتا ہوا اس کو الزاہد فی الشیء کہا جاتا ہے

تکے جب وہ تافلہ مصر کے پان تختہ نعت آفیس میں پہنچا تو تافلہ والوں نے دوسرے سامان کی حالت کے ساتھ آپ کو بھی فروختی کے لیے

پیش کیا کہ کنوئیں کا لٹکانا تھا پہل جب بایا تو مصر میں لایا گیا ہر گاہ تو ساری رضا منظر ہو گئی ہوگی جس میں وہ مال کا ایسا موقع نہ آ سکیوں نے

آج تک کیا اور نہ کانوں نے سنا ایسے غلام کی آمد کی خبر آن والے میں شامی باور ہوئے تھے ہی دیکھتے تو یہ لوگوں

کے ٹھٹ کے ٹھٹ دنگ گئے ہوں گے۔ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر قیمت پیش کرنے میں نفل سے کام نہ لیا ہوگا۔ آخر مصر کے ایک امیر کے

شامی حصار کے ایک علی الفسخر نے خریدا اور آپ کے خریدار کا نام قلی نام ہے چنانچہ بائبل میں ہے وہ دیا فریوں نے اسے مصر میں قلی خاں کے

ہاتھ فروغوں کا ایک عالم و مدعو اور اس کا سر اترتا ہوا (پیدا) ۳۵: ۳۶) قرآن حکیم نے اسے عرب و مصر کے عقب سے یاد فرمایا ہے۔

۳۵: ۳۶) فرعون نے آپ کی کوجہیں پر سعادت و نیابت کے کھوش و کھیر لیے تھے۔ ان کی محبت سے گھرا لیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ بڑا پیارا بچہ

نہ گیا ہے اس کے نام و آسائش کا ہر وقت خیال رکھنا اس کی کسی طرح دل بازی نہ ہو اس کی شکل و صورت کسی شہزادہ مستقبل کی نمازی کر

دی ہے ہر کتاب کے کسی دن ہاں سے یہ قید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ اس عورت کا نام ایک روایت میں دم عین ہے

اَنْ يَنْفَعَنَا اَوْ نَنْجِذَهُ وَلَكَ اَمْرٌ كَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ

ہیں بھینچ پھینچائے یا نجات دلا دے اور تو ہی حکمت کا مالک ہے ہم نے قرار بخشا یوسف کو مصر کی سرزمین میں

وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَاْوِيلِ الْاَحَادِيثِ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهِ

اور تاکہ ہم سکھادیں اسے خوابوں کی تعبیر۔ اللہ ہے اپنے ہر کام پر غالب

وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۲۰ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٖ اَتَيْنَاهُ حُكْمًا

لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے ۱۲۰ اور جب وہ پہنچے اپنے پر سے جو بن کر تو ہم نے عطا فرمائی تھیں

اور قوم میں اس کا نام نہ تھا ہے شاید اسی روایت سے ہماری کتابوں میں وہ زلیخا کے نام سے مشہور ہوئی اسے ہلاہیل و قیل و دجنا مشہور اسم غریب ہے غیر ملکی کی جگہ۔

۱۲۰ ایسے ملک میں جہاں کسی کو یوسف کے عظیم خفا و وسع کا علم نہ تھا جیسا کہ اس کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا جسے بچنے والے بھی ایک جگہ اور حکام تصور کرتے تھے۔ پھر وہ عام فہم لوگوں کی طرح منادی میں بلا لیا گیا اور فرخستہ ہوا اس کے لیے اتنی عزت و آسائش کے ساتھ کہ انہیں فرما دیا مصری حکمت کے ایک عظیم درجے کے ولی میں اس کے لیے پورا نہ شفقت بلکہ دیا نہ عجز و برید کر دیا یا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

۱۲۱ اسے یہی میں طرح ہم نے اس پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ حضرت یعقوب کی بتائی ہوئی تعبیر کو بھی پورا کیا جائے گا اور اسے تادیب اللاحہ یث کا علم مرحمت فرمایا جائے گا۔

۱۲۲ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہو کر ہوتا ہے مشکلات کا جو مجموعہ غماختوں کے طوفان اسباب و مسائل کا فقدان اس کے حکم کے وقوع پذیر ہونے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ جمالیوں کی صدای سازشوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ سنگ جہان چھانے لگا دیا وہ فرمایا وہ ہو کر رہا۔ ۱۲۳ عام لوگ ظاہری حالات پر نظر رکھتے ہیں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کام ناممکن ہے لیکن ان کا نہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت احد اس کی حکمت ناواقف ہوتی ہیں اس لیے وہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ قدرت خداوندی کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔

۱۲۴ عمر کا وہ حصہ جس میں انسان کی روحانی و عقلی قوتیں پوری طرح نشوونما پاتیں ہیں اسے اشد کہتے ہیں جیسا کہ نزدیک یہ تیس اور چالیس سال کے درمیانی عرصہ کا نام ہے یعنی جب آپ کی فطری صلاحیتیں پوری طرح رونما ہو چکیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خصوصی نوازش سے سرفراز فرمایا اور انہیں حکم اور علم عطا فرمایا کہ تم سے مراد حکمت اور نبوت ہے۔ اور تم سے مراد احکام شرعی کا علم یا خوابوں کی تعبیر کا علم یا وہ عظمت شان کے نگہار کے لیے دونوں کو کر کے ذکر کیا میں ابن عباس ان النکرة للنبوة والعلو الشریعة وتکلیف العلم للنبی صرح الامامی علام نظام الدین نیشاپوری حکم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کے نفس طہر کو نفس تارہ پر عاقل بنا دیا یہ کہ عالم قدس سے جو فرشتے

وَعَلِمَا وَكَذَلِكَ تَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۷﴾ وَرَأَوْهُ تَتَّخِذُ الْوُجُوهُ حُورًا

نہت اور ہم۔ اور وہی ہم نیک جزا دیتے ہیں۔ اچھے کام کرنے والوں کو ۳۷ اور بلذات پہلے نے کئی انہیں اور حوریت جس کے گھر

بَيْنَهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ طَالَ

میں آپس سے کڑی سے طلب پراری کرے اور (ایک) اس نے تمام دروازے بند کر دیئے اور (بعد ازاں) کہنے لگی میں آجھی جا۔

مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۳۸﴾

یوسف (پاکباز) نے فرمایا خدا کی پناہ! (میں) نہیں ہرگز شکتا، وہ (بہتر خاندان) میرا گھر ہے اس لئے مجھے بڑی عزت حاصل ہو رہی ہے جو کچھ ظالم لوگ

الظَّالِمُونَ اور دنیا کی تعلیمات کا فیضان تھا اسی وقت ہوتا ہے فیضی تفسیر لانا لفظیہ والا ضوابط الا لہد من اللہ القدر علی جوہر

(تفسیر فیضی) یہاں غلام مذکور نے بڑی انہیں بحث بھی ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔

مگر یہی ہوتا ہے یہ احسانات صرف حضرت یوسفؑ تک محدود نہیں بلکہ جو بھی صبر و استقامت بصورت شہادت اور دیگر نصالی حیدر کے

اپنا آپ کو مصیبت کر گیا ہم اسے بھی ان نوازشات سے بہرہ ور فرمائیں گے۔

لے لے کچھ ہی عرصہ گزرا کہ عزیز کی بیوی آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی لیکن اس کے لیے یوسفؑ جیسے پاکباز جوان سے بیکار کی خاطر دعا

کرنا آسان نہ تھا اس نے فسادِ فحشر کے مطابق انہیں پانامیہ دہلی بنانے کے لیے سینکڑوں بہن کیسے ہوں گے اور آپ کے کلفت

ہر نے کی ہر عین کوشش کی ہوگی۔ تاوقتیکہ اس کی طرف اشارہ کرنا ہے لفظ اللہ بوقت من لہ سب

و جہاں معنی مواد تک کہتے ہیں یہی ہی ایہ لفظ اللہ سے کسی چیز کی طلب کرنا اس کا اصل رادہ ہے اس کا مذکور آتا

جانا آمد و رفت رکھنا ہے۔ لیکن جب اس جوان صالح کی بے نیازیوں نے اس کے تمام حیلوں کو ناکام بنا دیا تو اس نے آخری قدم

اٹھایا۔ یوسفؑ کو اپنے پاس بلا دیا اور اپنے غم کو غم کے تمام دروازے بند کر دیئے اور جب بالکل تنہائی ہو گئی تو شرم و حیا کے

تمام آداب کو پس پشت چھوڑ کر کئی کئی حدیث و حکایت و مسکات کے متعلق بڑی طویل بحثیں کی گئی ہیں۔ لیکن

حضرت ابن مسعودؓ کی اس روایت کے بعد کہ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حدیثِ ناک پڑھایا ہے (ہاں اور تینا دونوں پر

فتح مزید قیل و قال کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ علمائے اس باب سے بھی اختلاف کیا ہے کہ یہ لفظ عربی ہے یا عجمی۔ کسی نے اسے

عجمی کہا ہے اور سرائی اور سرائی اور ایک صاحب نے قیل بھی کہا ہے لیکن صحیح قول وہ ہے جو مجاہد نے قول ہے کہ یہ لفظ عجمی نہیں

بلکہ عربی ہے کسی چیز پر برا بھلا کہنے اور اس کی طرف توجہ دلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے خالی مجاہد وغیرہ لفظ عربیہ وہی

کلمۃ حش و اقبال علی شیء (ظہری وغیرہ)

علامہ ابن حبان نے لکھا ہے ہیت اسم فعل بمعنی اسودج و کبر یا اسم فعل ہے اور بیلدی کر کے معنی میں مستقل ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ اٰبُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ

نہیں رہتے اور اس عورت کو قصد کر لیا تھا ان کا اور وہ بھی قصد کرتے تھے اس کا اگر نہ دیکھ لیتے تھے تب کی درویشی (دلیل) یوں ہوا

اُنکے آپ خیال فرمائیے عزیزِ مصر کے محل کی ایک خلعت کا وہ ہے جس کے ساتھ دور وائے بڑے ہاتھام سے تعلق کر دیتے تھے جس کی تہنائی ہے اس عالم میں آپ نے لیا کی اس شہنشاہی انگیزہ و خواہش، بلکہ تعاضد کو حکم دیتے ہیں۔ آپ کے جواب کے یہ لفظ سے بغیر از جہات متانت اور محنت ظاہر ہو رہی ہے۔ پہلے فرمایا خداوند تعالیٰ یعنی زیرِ اس جو حق اس فعل قبیح کو نہ پسند کرتا ہے میں ایسے قوم سے اس کی بنیاد بنانا چاہوں پھر فرمایا تعالیٰ تو عزیزِ مصر کی آبرو ہے جس نے مجھ پر اس عزیزِ انسانی میں اتنا اطمینان اور مروت کی ہے۔ جہاں میں ایسے محسن کی آبرو کو کیسے خدا کر سکتا ہوں۔ آخر میں ملن الہیہ میں سے کافا جمل کے اہل قانون کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ برائی کرتا ہے وہ ظالم ہے اور ظلم کرنے والا کبھی ظلم کرنے والوں میں نہیں ہو سکتا۔ کہتے تھے کہ خداوند تعالیٰ تو قانون میں زمین کو بنا دیا کہ یہ سوا بڑا احمق ہے۔ یہ دستِ اس کے لیے برگزینا نہیں۔

معاذ اللہ ان سطور میں سے جو جن کے فعل کا خلاصہ ہر جہان اور اجتماع میں ہے جان لے۔

دفع کے متعلق اگر علماء کا یہ خیال ہے کہ اس سے مراد عزیزِ مصر ہے کیونکہ دے یعنی سید اور عربی (پرویز) کرنے والا عام متعلق ہے اور بعض محققان پر رائے ہے کہ کہہ رہی ہے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بارکات ہے۔

اس لیے یہ آیت بڑی معرکتہ آلا ہے۔ اس بات کی ناشد ضرورت ہے کہ اس کے متعلق تفصیل سے لکھا جائے تاکہ حقیقت و کشف ہر ادویہ قسم کا شہدیل میں نمایاں پیدائش کے اس آیت میں حق کا لفظ و دفعہ گذر ہے لیکن دونوں کے فاعل بعد از ابی ہمت کا فاعل عزیز کی بیوی ہے اور دوسرے حق کا فاعل حضرت یوسف ہیں۔ اب میں لکھنا یہ ہے کہ کیا یہ دونوں فعل ایک ہی معنی میں متعلق کہتے ہیں یا ہمت فعل کا معنی اور ہے اور حق کا اور ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حق کا مستقل جہ ہے اور لفظ اور راہِ ہمت و دفع شرط ہے بعد اس کی جراثیم و ف ہے اس جملہ شرط کا پہلے کلام سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہہ رہے ہیں پھر اس بات میں باہم مختلف ہیں کیا ان دونوں فعلوں کا ایک ہی معنی ہے یا الگ الگ۔ ان میں سے ایک جماعت کا خیال ہے کہ ہمت کا معنی ہے کسی چیز کا عزم اور قصد کرنا اور حق دہا میں عزم و قصد کا معنی نہیں بلکہ محض میلانِ طبع و ارادہ ہے۔ ان کے خیال کے مطابق آیت کا معنی یہ ہوگا کہ یوسف نے قواس کو ہمت کے اور کلاب کا عزم سمجھ لیا لیکن حضرت یوسف کے دل میں محض میلانِ طبع کا ظہور ہوا۔ لیکن یہ معنی بیان کرنے میں محنت سے زیادہ عقیدت کو دخل ہے۔ جو محض حضرت یوسف کی نبوت کا فاعل نہیں یا نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں سمجھتا۔ اس کے آپ کیسے مطمئن کریں گے۔ اگر وہ یہ اصرار کرے کہ پہلا فعل جس کا اسناد و لفظ کی طرف ہے اس کا معنی محض میلانِ طبع ہے اور دوسرے فعل کا معنی عزم و قصد ہے تو ہم اسے کیونکر قائل کر سکیں گے۔ دوسری جماعت کا خیال ہے کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے کسی کام کرنے کا عزم اور قصد کرنا۔ وہ کہتے ہیں کہ یوسف نے بھی اس فعل کا قصد و عزم کیا اور آپ بھی دفعہ اللہ باطل تیار ہو گئے لیکن اس سے نبوت نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دلیل نمودار ہو گئی تھی امام فخر الدین رازوی اور دیگر متقیین نے ان لوگوں پر سخت تنقید کی ہے اور ان کے

اس قول پر انتہائی ناگواری اور نا پسندیدگی کا اظہار کیا بسواؤ سے حضرت یوسف کے ابا جان محبت پر ایک ناراض بہتان قرار دیا جسے چونکہ حضرت نام پر اسی نے اس مسئلہ کو بڑی شرح و بسط سے لکھا ہے اس لیے انھیں سے استفادہ کرتے ہوئے اس مختصر کو سمجھانے کی بتوہیق اللہ کو شش کروں گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان و ابوہان ربہ شرط مقرر ہے اور حق دہا جزا مقدم ہے اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ذیخانہ نے اس فعل کا عزم محکم کیا اور اگر یوسف بھائی الہی کو نہ دیکھتے تو در بھی ان انسانی اشتعال انگیز ماحول میں اس فعل کا عزم اور قصد کرتے نتیجہ نہ نکلا کرتے کیونکہ برہان الہی کا مشاہدہ فرمایا جس لیے ان سے اس فعل کا عزم و قصد مقرر نہ ہوا نہیں ہوا علامہ موصوف نے اپنے موقع کو ثابت کرنے کے لیے متعدد ذرا در دلائل پیش کیے ہیں۔ میں ان میں سے صرف ایک کے ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان سے پوچھیں کہ ان کا اس اقد کے ساتھ براہ راست تعلق تھا کیا حضرت یوسف نے عزم و قصد کیا تھا یا نہیں۔ جو فیصلہ وہیں اس کو تسلیم کرنے میں تو کسی کو مذہب نہیں ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ جن کا اس واقعہ سے براہ راست تعلق تھا وہ یہ ہیں:-

خود حضرت یوسف۔ زلیخا۔ افسس کا غلام۔ زمانہ مصر۔ گواہ خود رب العالمین۔

یوسف علیہ السلام کا اپنا بیان یہ ہے ہی ذوق دینی عن نفسی کہ اس دعوت نے مجھے طرح طرح سے پھسلنا چاہا۔ پھر آپ کا یہ دفاع فرمایا ابھی احب الی مما یدعوننی الیہ لیس اشد منی بڑی حرکت کی طرف مجھے وہ بھاتی ہیں اس سے توقید غلہ زیادہ پسند ہے۔ یونہی کی بیوی نے دوبار آپ کے دامن کی پاکی کا اعتراف کیا۔ پہلی مرتبہ اس نے زمانہ مصر کے سامنے کہا طوقہ وادوقہ عن نفسه فاستعصمہ وادوقہ وادوقہ جب باوٹا مصر نے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے رہا کر کے اپنے دربار میں لے لے لے کا حکم دیا تو حضرت یوسف نے اس کی اس دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ فرمایا کہ جب تک مجھ پر لگائے ہوئے بہتان کی تحقیق نہ ہو جائے میں جیل سے نکلنے کے لیے تیار نہیں اس وقت زلیخا نے پھر یہ لڑکا آج صبح الحق انارادوقہ عن نفسه وانہ لمعت اللہ علیہ اور عزیزہ صرتے تو اس وقت ہی کہہ دیا تھا کہ عن کید کن ان کید کن عظیم یہ سب تھا زاکر ہے۔ یوسف بے گنا ہے۔ اور اس گواہ نے بھی گواہی دی کہ اگر اس کا انھیں پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یہ سچا ہے اور سب سچا گواہ اللہ جل مجدہ ہے اس نے بھی آپ کی پاکدامنی کی شہادت دی۔ اسی آیت میں فرمایا انصرف عن اللہ و اللہ انہ من عبادنا المخلصین یعنی یوسف تو بہتر چنے ہوئے بندوں میں سے ہے اس سے تو ہم نے ہر قسم کی برائی اور فساد کو دور کر لیا ہے اس کے بعد نام فرماتے ہیں کہ اور تو اور خدا میں نے کہہ دیا کہ یوسف کا دامن اس میں سے پاک ہے۔ خیرین کا خونہ ہا جمیعین الاحبادک صہر المخلصین یعنی مجھے تیری عزت کی قسم میرا ان سب کو براہ راست سے بھٹکا دوں گا لیکن تیرے غلص بندوں پر میرا دائرہ نہیں چل سکتا اور یوسف بارشاد الہی مخلصین میں سے ہیں اس لیے شیطان کے قریب میں نہیں آسکتے۔

اسی ایک چور محل طلب باقی ہے اہل لغت میں سے زبان نے ہو دیا کو جزا مقدم بنانے سے انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جزا کی تقدیم شاذ ہے اور کلام فصیح میں موجود نہیں ان تقدیم جواب لاکشاذ وغیرہ جو حقی الکل اور الفصیح اس کا نام نے یہ جواب دیا ہے کہ بیشک اس میں بھی ہے کہ جزا شرط سے مقدم نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب ہو کہ نہیں کہ اگر کسی مذہبی اہمیت کے پیش نظر اس کو مقدم

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّكَ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲﴾

تاکہ تم خود کو ان یوسف سے پرانی اور بے حیائی کو۔ بیشک وہ جانتے ان بندوں میں سے تھا جو مجھ سے بچے گئے ہیں۔

کو دیا جائے تو یہ غلط ہے بلکہ علامہ ابی حیان نے تفسیر کی ہے کہ جزا کو شرط پر مقدم نہ کرنے کا قاعدہ غلوں کے نزدیک متفقہ نہیں ہے۔
توفیق نے تو اس تفسیر کو باطل قرار دیا ہے اور افسر علیہ سے بوزیر اللہ مادی اور میراجیہ بلند پایہ عالم اس کے جواز کے قائل ہیں۔ دیکھو

زجاج نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ لولائی جو راز پر لام نام ضروری ہے اگر ہمدردی نہ ہو تو بھلا جہلے مقدم ہوتی تو اس پر لام ضرور داخل ہوتا۔ لام کا نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس کا لولائی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لام رازی نے اس کا یہ جواب دیا کہ لام کا ہونا پر لے آنا جائز ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لام کے بغیر راز آسے نہیں گنتی۔ چنانچہ لولائی نے یہ آیت اجداد پیش کر کے زجاج کے دونوں اعتراضوں کو رد کر دیا۔ ان کا منتہی یہ کہ ان ربطنا علی قلبہا یہاں تو باتفاق ان کانت لولائی کی جزا ہے۔ یہ مقدم میں ہے اور اس پر لام بھی نہیں اور اگر اس پر کوئی بفسدی ہو کہ لولائی کی جزا مقدم نہیں ہو سکتی تو ہم نہیں گئے کہ علو ہم مان لیتے ہیں کہ ہم بھلا جزا نہیں ہے کیونکہ یہ مقدم ہے اور بھلا ہے خیال میں اگر اس مقدم کو جزا مان لیا گیا تو آسمان کر پڑے گا لیکن وہ کیا جزا ہے جس کو مقدم لیتے ہو۔ قاعدہ سے لے کر عطا کی اسی چیز کو مقدم مانا جا سکتا ہے جس پر کلام سابق و الامت کرے اس لیے جو جزا اعتدالی جاتے گی وہ یہی ہم بھلا ہی ہوگی جس پر کلام سابق و الامت کرنا ہے۔ جس صورت میں بھی معنی وہی رہے گا جو ہم نے بیان کیا ہے۔
اس سلسلہ میں بعض سلاط کے قول سے استدلال کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں نے یہ کہہ کر حضرت یوسف نے عزم و ارادہ کیا تھا نام رازی اور ابی حیان اور دیگر محققین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اقوال آپس میں لٹکتے متضاد ہیں اور ایک دوسرے کی تفسیر کر رہے ہیں کہ انھیں صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا نیز کسی مستند روایت کے سلاط سے ثابت بھی نہیں کہ ان کی طرف انھیں منسوب کیا جاتا ہے۔ علامہ ابی حیان رقم راز میں:

واما اقوال السلف فقد اختلفوا في موضع عن احمد بن حنبل في من ذلالت لاقوا اقوال هشكاذية حيث اقتض بعض ما بعضنا اس کے بعد وہ لکھتے ہیں۔ قد طعنوا في انسابنا عن نقل ما في كتب الفسيفساء لابن كثير ذكره والقصر ناعل ما دل عليه لسان العرب (دکھو)
یعنی ہم نے اپنی کتاب کے صفحات کو ایسی روایات کے نقل کرنے سے پاک رکھا ہے اور آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لغت عرب کے قواعد پر اعتماد کیا ہے۔ یہاں دیکھو یہاں سے راز جزا نہ لانا کی وجہ سے دلیل جواب آپ کو معلوم تھی یا آپ کی جاتی طہارت اور فطری عصمت جو فطری زہد کا ناما حاصل ہے۔ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ انھوں میں افضل و بلند کھڑے ہیں انصرف عن الفسوق و سحر و گناہ وغیرہ اور فشار سے مراد گناہ کبیرہ ہیں۔

اللہ کے مخلصین اور مختصین پہلی قرأت کے مطابق اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سکھ لیے اپنے آپ کو خاص کر یا الذین اعلموا فطرتہم اور دوسری قرأت کے مطابق وہ مراد ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے

وَأَسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَیْصَةُ مِنْ دُورٍ وَالْفِیَاسُیْدُ هَالِكًا

اسعدوں نے قدم پڑھنے سے دواڑہ کی طرف آدھ اس حور کے چھاؤں کا اس کا کہتے ہیں جس سے اور (تفصیل) ایسا ہوا کہ ان دونوں نے کھڑا ہوا اس نے

الْبَابُ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ

خاندان کے لئے اس نے جیل میں داخل کر دیا اور اس نے کہا سزا ہے اس کی جو ارادہ کرے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا مجرا ہے

عَذَابُ الْيَمِّ ۚ قَالَ هِيَ رَأَوْدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ

کہ اسے تیرا کیا جیل ہے یا نہیں اور وہاں کہ وہاں پہنچے اور وہاں میں رہنے نہیں سکے اس نے جیل میں دیا ہے جسے کہ مطلب ہوا کہ

مَنْ أَهْلُهَا إِنْ كَانَ قَیْصَةُ قَدْ مِنْ قَبْلِ فَصَدَقَتْ وَهُوَ

اور کوئی ایسا کہ جس نے اس کے خاندان کو گھمسا کر دیا اور یوسف کی باتیں کہنے سے چھٹی ہوئی ہے تو اس نے سچ کہا اور وہ

چلایا ہے الذین اخذوا منہم اللہ برسلاتہ اور حضرت یوسف ان دونوں سے صرف تھے۔

نہ آج کے انکار کے باوجود جب اس کا اصرار بڑھتا ہی گیا تو اپنے دواں سے بھاگنے میں ہی عاقبت کھین دیا جسے تو سب بند تھے اور

انہیں قفل لگا کر گہریاں زنجیریں پہنے پاس رکھی ہوئی تھیں (وہ غفلت از جواب) اب یہاں سے نکلیں تو کہیں کر دل ہی دل میں عرض

کی مولیٰ! بھانسا میرا کام ہے اور وہاں سے کھولنا تیرا کام ہے بھاگے تو نہ لے ٹوٹتے گئے اور وہاں سے خود بخود نکلتے گئے نہ غری و نہ

پر پہنچے جو محل کے صحن میں کھلتا تھا تو پیچھے سے زنجیر لگنے لگا اور آپ کے چہرے پر کڑواہٹ اور بے ہوشی کی شدت کا سامنا

انداڑ لگا سکتے ہیں۔ یہی بات لگاتے سے تو کچھ اچھٹ نہیں جاتا اور حضرت یوسف کا لباس تو بڑا عمدہ اور نیا ہوا۔ اس کے پچانے میں

تو زنجیر کو جس کا لی زحمت ہوئی ہوگی میں سے صاف تہہ چھلکا ہے کہ حضرت یوسف پوری قوت سے دواڑہ کی طرف دوڑے جاتے تھے

پیچھے سے زنجیر بڑی تیزی سے پھل اور پوری طاقت سے آپ کی انہیں کو کھینچ کر آپ کو روکنا چاہا آپ اسی ہر حرکت کا تھکے ہوئے۔ اس

طرح پر ان پیچھے سے چھٹ گیا۔

اللہ باہر گئے تو کیا کہ عزیز مصر کو اسے زنجیر لپٹنے کا حکم دیا کہ سہم گئی لیکن فوراً منہج اور حضرت یوسف پر دست اندازی کا الزام لگا

دیا کہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر سکے جب عزیز مصر نے اپنی بیوی سے یہ بات سنی ہوگی تو اس کے دل میں فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی

ناشکر گزار اور دوسرا فراموش ہے یوسف میں رہے اس کے ساتھ اتنی قوت کی اور اس نے اس کا مسلہ مجھے کہا دیا اس نے اپنے فراموش

الزہام کی تردید نہ کرنا ضروری سمجھا فرمایا یہ غلط کہتی ہے اس نے مجھے فرغ دیا چاہیں تو اس سے بھاگ کر آیا ہوں۔

Abstract

المحكمة

لیکن وہ بچا ہی رہا تھا اور اگر وہ نہ بچا لایا جو جس شخص کو حکم دیتی تھی تو اسے قید کر دیا جائے گا اور وہ ہم جاسٹس کا این فکس سے جو

قصہ یہاں لیا حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا ذکر آپ کی سیرت کی بلند ہی کو ظاہر کرنے کے لیے نہیں کہہ رہی بلکہ یوسفؑ پر یہ لازم تھا کہ گناہ سے بچے اور اس لیے کہ اس کا نام جس نے غالب کیا ہے جس میں شباب کی توہین کی ہے اور جو یہ عزت اور حرمت کو کیلئے ہے۔ اب تک اس شخص کو فراموش کیا ہے جس کی اس بات پر توہین جراثیم نہیں کر سکتی اگر اس نے غصہ کیا تو اسے ذلیل و خوار کر کے جیل بھراؤں دی۔

جہ آباد ہیں۔ یہ یوسف نے عرض کی اس پر سرکاردار اقدی خانہ کی مصروفیتیں مجھے زیادہ پسند ہیں (گفتار سے جیسا

کی طرف سے بھیجے جاتی ہیں اور اگر تواریخ ضابطہ کا ذکر سے مجھ سے ان کے منکر کو تو میں کمالی ہو جائے گا۔ کمالی طرف سے بھیجے جائے گا۔ کمالی سے لے

پس جمل فرماں اس کی تھا اس کے رہنے کے لئے اور وہ کہہ دیا اس سے ان عورتوں کے گھر و فریب کر۔ ایک لڑکے بننے کی فریادیں اس نے سنی ہیں

اور اُن کے (حالات) غریب جاننے والا ہے۔ پھر اس معلوم (مذہب) میں انیس سو اسی چار (۱۹۵۴ء) کی پابندی کی، نشانیاں دیکھ چکے تھے کہ

ان حضرت پر صرف ایک قسم کی محنت ترین آنکھوں سے گزرنے سے خود انھوں نے کبھی اپنے دامنِ محنت پر ابھرنے کا خیال نہ کیا تھا نہ لیکن
کے ابتدائی فیروزیوں میں ہی نہ چھٹنے کی کوشش کی کہ اس کی محنت کا پھر کیا کر دیتے تھے بلکہ کل گئے اس ضیافت میں
وہاں بعد کا سارا مشن بن سونکر لڑ رہے تھے جہاں آگیا تھا وہاں ہی اس بیک وقت محنت کو پیش کیا گیا تو ان کی نگاہیں جھکی ہی نہیں اور ان کے
شرع و حیلے کسی کی طرف دیکھا نہ کہ ان کو آزاد کیا بلکہ انھوں نے ان کے مرض سے کام لیا ہی سے گزرنے اور شیطانی کے ہزارم فریب کو تار و مار کرنے کے
باد جو ان کے دل میں اپنے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہوتی اور کبھی اس کا پانچواں آنسو نہ کیا بلکہ اپنے دیکھے سامنے اپنی بے بسی کو نہ تو ان کی لاپرواہ
حسوت کرتے نہ تھے اس کی اعانت اور توفیق کی بھیجی ہی جاتے تھے یہاں بھی یہی تھا کہ میرے دیکھے میرے خلد و زور اچھا لگا اگر تو
بگھے ان کے عہد و فریب نہ نہ جائے اور میری بد شکری نہ کرے تو میں ایک کلمہ بھی ان کی عیادوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا میرے قدم تو پھل جاتے تھے
تو مجھ سے کیا قصور ہو رہا ہے کہ ان کے شر و جھوٹوں اور خدشوں میں نہ ہو کہ ان کے معاملوں میں ہونے لگے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے بعد سے ہر صفت کی عاجزانہ التماس کو شرف قبول بخشا اور ہر معاملہ پر وہ ثابت اور یقینی عطا فرمائی جو حسنِ حیران کی

نمى القواعد

آئے۔ اللہ یہاں ترقی میں ہے جو سماجیات ہے مجھے خبر ہے۔ میں نے چھوڑ دیا ہے زمین اس کی قوم کا

جو کہیں ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کی نیک نیت سے انکار کرنے والے ہیں۔ اور یہاں تو یہ ہے کہ ان کا کیا اپنے

باب دارا ابراہیم اسحاق اور یعقوب کے دین کا نشانہ نہیں رہا اور اس کے لیے کہ ہم شراب و غیرہ نہیں

تو آپ نے فرمایا اس سے پیشہ کرنا تھا اور لکھا کہ اسے میں تمہیں تمہارے خوابوں کی تفسیر بتا دوں گا یہاں سے آپ کی تفسیر اور نشان کا غور و نظر فرما کر سنا ہے۔ فرمایا خوابوں کی جو تعبیریں بتا کر انہوں نے یہ سنا کہ ہمیں اور کائنات کو خدا تعالیٰ کا تعجب نہیں بلکہ یہ وہ علم ہے جو ہر کچھ کے لیے تعلیم کیا ہے۔ اگلے دن یہاں سے آپ کے اس شعر پر مدخلی خط لکھا کہ آقا زبور رب ہے جو آپ کے توحید کے شروع پر سب کے شہکار کا داخل میں سب سے پہلے دیا اس خط کی ابتدا اس کے بعد توحید کی صداقت کے احوال پھر انھیں شکر کو کرنا کہ توحید قبول کرنے کی ترغیب اور آخر کار باریک الدین النبیؑ کا اعلان کتنا دل پر بصیرت افروز اور درخشندہ ہے ان کے عذبات کی عظمت کو انھیں لکھتے تھے کہ کس طرح اپنے مدعا کو پورا فرما کر ان کے دل میں بیانی فرمایا۔ کہ خود ہی اس حقیقت سے دست بردار ہونے کے لیے یہاں پر گئے، عجیب کہ کسی دینی حق میں یہ بیگانہ فراموش اور یہ عالمی حوصلہ کی راجح وہ اپنی دولت کے لیے کوئی مفید خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ حق کو کسی پر تو بے رحمی تو ہونا میں کی تو یہ کیا کہتا ہے۔ اسے یوں پیش کرنا چاہیے کہ جو حق قلب آئے قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں اور وہ انسانی حق میں سراسیمہ نہ رہیں۔ علامہ فیضی اوی فرماتے ہیں کہ یہ دعوت میں تدبیر کی جو مثال ہے لب آپ مختلف آیات کا بے لوث اور خالص فرماتے جاتے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم مشابہ جو تم حقوق کی کچھ بگاڑتے ہو بعد ازاں عقائد میان فرمایا کہ میں اس وقت سے ہزاروں چار ہزار بیان نہیں لاتی اور در وقت امت کی نگرانی ہے۔

۱۰۔ یہ شخصیت یا ایک اور عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جسے ہمیں دوقد میں سے اختیار کیے بغیر ہوں جبکہ مسیحی عقیدہ آواز امداد میں

بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو۔ یہ (توحید پر ایمان) توفیقہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے میرے اور لوگوں پر جسے

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصَاحِبِ السَّجْنِ اَعْزَابُ

لیکن بہت سے لوگ اس احسان پر شکریہ ہی جاب نہیں لاتے۔ اے قید خانہ کے میسرے دار (یعنی تو بتاؤ) کیا

مُسْتَفْرِقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

بہت سے جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے جسے تم نہیں پوجتے اس کے

نام سے نیا واقف ہے کہ ان کا بھی یہی حقیقہ تھا آپ جہان ہونے کے آج تک ایسا ہی تسلیم کو مختلف مشکلات و واسطہ پڑائیں انھوں نے کسی کو نہیں بتایا کہ میں کس خداوند کا تقیم و چراغ ہوں۔ مستحب پہلے ہم یہاں دیکھ رہے ہیں کہ آپ اپنے بزرگوں کا نام نہ کر لیتے۔ فرمایا میں بھی توحید کا قائل ہوں اور میرے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام اسحاق علیہ السلام و یحییٰ علیہ السلام کے پرستار تھے۔

اے اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت اس کا بہت بڑا احسان ہے اس نے اپنی معرفت توحید کے لیے ان کو بہت اہل قائم فرمائیے ہیں لیکن اکثر لوگ ان کی طرف کو جھک کر نہ کی رحمت مگر انہیں کہتے اور اس شرف معرفت سے محروم رہتے ہیں۔ اور عقل فہم کی نداد و لاعلمی و غفلت کا شکار اور انہیں کرتے جو اس نے جس عطا فرمائی ہیں۔

جیسے آپ کی اس تقریر کا مقصد تو ان دو مسالہ عقیدوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور کرنا ہے۔ اور اس میں کیا نادر و محبت کو ملاحظہ فرمائیے کس طرح قدم قدم ان کو منزل ہدایت کی طرف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا میرا مسلک تو وہ ہے جس میں نے تم سے بیان کر دیا اور وہ صرف میرا ہی مسلک نہیں بلکہ جلیل القدر ہستیوں جن کے نام سے تم خوب واقف جہان کا بھی یہی مسلک تھا اس کے بعد یہ نہیں فرماتے کہ تم بھی میرا وہی اختیار کرو مگر ان سے ایک سال پہلے تم جیسے میرا کہ تم ہی بناؤ کہ بہت خداؤں کی بندگی بہتر ہے یا ایک اللہ کی جو ہر چیز پر غالب اور ہر چیز پر قہور ہے جو بارش بھی برساتا ہے۔ روزی بھی دیتا ہے۔ بچتے بھی عطا کرتا ہے۔ شفا بھی بخشتا ہے۔ کیا یہ بہتر ہے کہ ایسے خدا کی بندگی کا اعتراف کر لیا جائے جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یا ایسے متعدد خداؤں کو مانا جائے جو تمہارے عقیدہ کے مطابق بھی صرف محدود اختیار کے مالک ہیں۔ کوئی صرف بارش برسا سکتا ہے لیکن اولاد کا دنیا اس کے بس کی بات نہیں۔ کوئی دولت تو بخش سکتا ہے لیکن کسی بیمار کو صحت دینا اس کے قبضہ قدرت میں نہیں۔ تم ہی بتاؤ کہ زندگی کی شکل کس کی کھلنے سے تو ایک قادر قہور کا ہر ہنسا ہی ہزار سعادت ہے۔ دور رائے خداؤں کو راضی رکھنا بھی کوئی آسان بات نہیں۔ لیکن یہ کہ دولت کی روٹی کی پڑھا کرتے کہ تم کوئی ایسی حرکت نہ کر سکو کہ زندگی کا دردناک پریم ہو جائے۔ تم تو برا لیکن اسی لہو و سر کے غلبہ ناک ہو کر زندگی کا دنیا بھجوا دیا۔ کیا عقل سلیم اس قسم کے غلط فہم قبول کر سکتی ہے۔

اے پہلے ان کے اعتقاد کے مطابق تھے کہ واحد کی بندگی کی مقبولیت کو واضح کیا۔ ایسا ان صاف نہیں بتا دیا کہ یہ غلط فہم کئے ہوئے و بڑا

دُونَهُ إِلَّا أَسْبَاءَ سَمَّيْتُمُوهُمَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مِمَّا أُنْزِلَ

ملاوردو معرچہ ناموں کو جو رکھ لیے ہیں تم نے اور چھانچے باپ دادا نے۔ نہیں آماری

اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا

اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی دلیل۔ نہیں ہے حکم (کا اختیار کسی کو) سوا اللہ تعالیٰ کے اس نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی کی عبادت نہ کرو

إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَدِيمُ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ

پر اس کے علاوہ یہی دینا مستحکم ہے ۴۳۔ عین پرستے لوگ (اس حقیقت کو)

لَا يَعْلَمُونَ ۴۴ يَصَاحِبِي السَّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ

نہیں جانتے ۴۴۔ اے قید خانہ کے میزبان اور سہا قیدی! (اب غباروں کی تعمیر ستر) تم میں سے ایک (یعنی پہلا) توڑ دیا کرے گا

خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ط

پختہ مالک کو شرب۔ لیکن دوسرا پھانسی دیا جائے گا اور (توڑا) کھا لیں گے پرندے اس کے سر سے۔

قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ۴۵ وَقَالَ الَّذِي ظَنَّ أَنَّ

(داخل فیصلہ ہو گا) اس بات کا جس کے متعلق تم دریافت کرتے ہو ۴۵ اور کہا (یوسف علیہ السلام) نے اسے جبکہ باہر میں آپ کو

جو تہذیب نہ لکھے ہیں اور ان کی مختلف قسم کے افتیات اغراض کر کے ہیں۔ پر سب تمہاری خود ساختہ باتیں ہیں جن کا حقیقت سے دور

کا ہی واسطہ نہیں۔

۴۵۔ کائنات کی ہر چیز اللہ وحدہ لا شریک کے زیر نگین ہے۔ بلند بل اوستہوں میں اسی کا حکم نافذ ہے۔ اسی واحد تمہارا کایہ حکم ہے

کو اسی کی عبادت کی جگہ کے اور اسی کو مسمود برحق اور مالک حقیقی تسلیم کیا جائے۔

۴۶۔ یعنی وہ دین جس کی ہدایت اور حقانیت روشن آفتاب سے ثابت ہے۔ اسی ثابت الذی دلت علیہ النبۃ ہیں۔

۴۷۔ لیکن ان لوگ اپنے رب کی دی ہوئی خورد و فکر کی سہولتوں سے کام ہی نہیں لیتے۔ عین حق سے ان کی محرومی ان کی ناشکری کا نتیجہ

ہے۔ یہ ہے حضرت یوسف صلی علیہ وسلم کی لاپرواہی جو اپنے ارشاد فرمایا۔

۴۸۔ اپنے فرضیہ عزت کو ادا کرنے کے بعد ان کو خدائیل کی تعبیریں سے آگاہ کیا اور ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

نَاكِحَ قَنُومَهَا اِذْ كُنْتُ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنَسَهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِ

یقین تھا کہ وہ نجات پا جائیگا ان دونوں سے کہ میرا تذکرہ کرنا اپنے آپ کے پاس۔ لیکن فراموش کر دیا اسے شیطان نے کہ وہ ذکر کرے

فَكَتَبَ فِي السَّجِّينِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ

اپنے بادشاہ کے پاس۔ پس آپ قید خانہ میں کئی سال۔ اور ایک عرصہ بعد ایک نئی بادشاہ نے کہا کہ میں (خواب میں کیا)

بَقَرَاتٍ سَبَانَ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ ۚ وَسَبْعَ سُتَبَلَاتٍ خُضِرٍ

دیکھتا ہوں کہ سات گائیں ہیں مرنے والی کھاد ہی ہیں انھیں سات لڑکیاں اور سات سبز خوشے ہیں اور

وَاٰخَرُیْلَیْسَ یَأْتِيهَا الْبَلَاءُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُؤْیَایْ اِنْ كُنْتُمْ

دوسرے سات خشک مرنے والے۔ اسے خبردار! بتاؤ مجھے میرے خواب کی تعبیر۔ اگر تم خوابوں کی

لِلْمُرْمِیْنَ تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْا اَصْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاوِیْلِ

تعبیر بتایا کرتے جو شک و شبہ باریوں سے کہا (میرے بادشاہ) یہ خواب پریشان ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر

لِلْمُرْمِیْنَ تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْا اَصْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاوِیْلِ
میں خلق کا فاعل کوئی صفت نہیں تو اس کا معنی تعبیر کرنا کہ کہیں کہیں اس تعبیر کے وقوع میں نہ ہو شک نہ تھا کہ اس لیے کہ یہ سب خوابی احوال
اس امر کا قائل فیصلہ ہو چکا ہے نیز یہی احوال معنی نہیں تعبیر ہوتا ہے اور یہی جائز ہے کہ خلق کا فاعل وہ ساتی ہے اور یہی تعبیر اللہ کی طرف
راجع ہو۔

۱۷۷۔ اگرچہ جس ملکہ نے خانہ کا تعبیر کراچ حضرت یوسف کو فرود یا ہے لیکن یہ درست نہیں حضرت یوسف جن کے شب و روز ذکر الہی میں بسر
کرتے تھے بلکہ دوسری کو بھی یاد الہی کی تلقین کرنے میں مصروف ہوتے تھے وہ اپنے لب کو کیسے فراموش کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا
مرجع وہ ساتی ہے جس کو اپنے رہا ہونے اور اپنے منصب پر دوبارہ فائز بننے کی خوشخبری دی تھی حضرت امام رازی کا خیال ہے کہ آپ اپنی
رہائی کے لیے کسی کو فرود دینا یا جس آپ کی شانِ رفیع کے نمایاں نہ تھا مستحبات الہیہ و ایستات المعربینا کے مطابق بغیر کی طرف یہی
الصفات انسانی الہی شہاد ہوا۔

۱۷۸۔ اللہ تعالیٰ نے جبکہ حضرت یوسف کو جیل سے رہائی دلانا چاہی تو اس کے لیے ظاہری اسباب پیدا کر دیے ایک سات بادشاہ مصر کو فرود
آیا جو آیات میں مذکور ہے اس نے مشاہدہ کا ہنول نامہ و رنج و مرہ اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور ان سے اپنا خواب بیان کرنے کے بعد
اس کی تعبیر دریافت کی وہ کہنے لگے کہ خوابوں کی تعبیر بیان کرنے کے جن میں بلاشبہ ہم مہارت رکھتے ہیں لیکن جو کچھ آپ نے فرمایا ہے

الْأَحْلَامِ بِعُلِيِّينَ ۖ وَقَالَ الَّذِي نَجَّاهُمَا إِذْ ذَكَرَ بَعْدَ

جانتے دانتے نہیں۔ اور اس وقت پر لاہم شخص جو کچھ کیا تھا ان دو (قیدیوں) سے اور (اب) سے یوسف

أُمِّيَ إِنَّا أَنْبِئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ۖ يُوسُفُ ابْنُ الصِّدِّيقِ

کی یاد آئی ایک عرصہ بعد میں بتا ہمیں اس خواب کی تعبیر۔ مجھے (یقیناً تم) بتاؤ گے۔ (یوسف) اب سے صدیق!

أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ وَسَبْعِ

بتائیے میں اس خواب کی تعبیر کہ سات سمن ہائیں ہیں جن کو کھاتے ہیں سات لاغر گائیں اور سات

سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخْرَىٰ سِتٍّ لِّعَلَىٰ أَرجِعُ إِلَى النَّاسِ

نوشے ہیں سرسبز اور دوسرا سات خوشے خشک تاکہ میں لوگوں کو واپس لوگوں کی طرف

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ۖ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابًّا فَمَا

شاید وہ آپ کے علم و فضل کو جان لیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کاشت کرو گے سات سال تک دبا (دھیرے) تو جو

حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ۖ ثُمَّ

تم کاٹو گے اس سے رہنے دو خوشیوں میں تم کو (اور اس) (ضرورت کے لیے نکال لو) جسے تم کھاؤ۔ پھر

وہ نیز نہیں بدلے اور پریشان ہیں ان کی تعبیر میں نہیں بنا سکتے بلکہ یہاں قابل ہی نہیں کہ اس کی تعبیر دریافت کرنے کے لیے فکر کیا جائے۔

اصناف (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱

عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ

خدا اپنی محبوب براری کیلئے - (سکے جان) بولیں حاشا! ہمیں معلوم چڑی نہیں تو اس میں خرابی - برائی -

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ اِنَّكَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوِدُكَ

عزیز کی عورت (کو بیارے ضبط نہ رہا) کہنے لگی - اب تو آشکارا ہو گیا حق - میں نے ہی اسے پھنسا دیا

عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّكَ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ ذٰلِكَ لَیَعْلَمَ اَنّٰی

خدا اپنی محبوب براری کیلئے بخدا - وہ تو سچا ہے - اور حق سے کہاں میں سے اس نے کہا تھا تاکہ عزیز جان سے

لَمْ اَخْنَهُ بِالْغِیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كِیْدَ الْغَٰیبِیْنَ ۝

کہ میں نے اس کی غیر ماضی میں غیبت نہیں کی نور یقیناً اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں بچنے دیتا وہاں بڑوں کی فریب کاری کو -

وَمَا اَبْرِئُ نَفْسِیْ اِنَّ النّٰفْسَ لَافْكَارَةٌ بِالسُّوءِ اِلَّا مَا رَجَمَ

اور میں اپنے نفس کی برائت (کا دعویٰ) نہیں کرتا - بیشک نفس تو حکم دیتا ہے - برائی کا - گمراہی (بچتا ہے) جس پر پل

رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ اَتُوْنِیْ بِہِ اسْتَخْلَصْہُ

ربِّم فرماؤ - یقیناً میرا رب غفور رحیم ہے - کہہ - اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے آزاد کر لے میرے پاس - میں جان لوں گا اسے

اور اس کی گنجائش نہیں تھیکر گیا تھا اس کا شکاف اندر میں آئی برائت اور پاکہی کا اختراعی کوشش شبہ کا اعلیٰ اس امکان بھی باقی نہ رہا -

کشمہ چکے قوانین سے اس لیے اس کو ان کی حق کو ان کے غریب کو پوری طرح اطمینان ہو جائے کہ وہ اس میں غرض نہیں ہوں میں نے

کسی خیانت کا ارتکاب نہیں کیا اور اس کی برائی نے جو دنیا کی الزام لگا تھا اس میں ملتی برابر بھی صداقت نہ تھی - تو رات میں بھی یہ اقدار گور ہے

لیکن تعلیم صحت کی جن رشتوں کا پتہ حیران حکیم کے بیان سے چلتا ہے ان کا اس مقام نشان کہ نہیں دیکھتے کہ کتاب پیدائش باب نمبر ۳۰ - ۳۱

۳۰ - پہلی آیت میں حضرت یوسف کے ان الفاظ میں لہو آتش کے میں نے خیانت نہیں کی اپنی پاکہی اس کا اقرار پایا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے بقول

بَعْدَ قَوْلِہِ کَیْ کَلَّامِیْ طَرَفٌ مِّنْہِمْ کَانَ کَاذِبًا لِّیْ سَیِّئًا فَعَلْتُ فَاِذَا کَانَ یَوْمَ الْحِجَابِ لَمَّا کَانَ یَوْمَ الْحِجَابِ لَمَّا کَانَ یَوْمَ الْحِجَابِ

تو افسانہ کے لفظ زبان سے نکالنے کے بعد فرشتے بھی کہ اس میں میری کوئی غلطی نہیں بلکہ یہ میری پاکہی کا قصہ ہے کہ اس نے میری حکمت

فرمانی اور میں نے ان کے حکم کے امروزی میں بچنے سے بچ گیا اگر وہ کسی حکم کو میری چاہ سازمی نہ فرماتی اور مجھے میرے نفس کے لئے کو دیا جاتا تو

لِنَفْسِيۡ فَلَمَّا كَلَبَهُۥ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌۭ اَيُّنَ ۙ قَالَ

اپنی ذات کے لیے۔ پھر سب اس نے آپؐ کی گفتگو کی راہروں میں جو گیا تو کہا آپؐ سے ہم کو ان پر سے صحرانہ راہ قابل اعتماد اور ہاری

اجْعَلْنِيۡ عَلٰی خَزَاۤئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیۡ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۙ وَكَذٰلِكَ

ہو گیا۔ آپؐ فرمایا مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانوں پر جیسا کہ میں راہی حفاظت کرتا ہوں اور مامی مسائل کا ماہر ہوں۔ یوں ہم

میں کیونکر مہارت کو بے قابو کر دیتے تھے ان حالات میں ثابت قدم رہنا نفسِ قادر کی رعایت ہے کہ وہ گناہ کے غلاموں میں انسان کو اس بے رحمی سے کھینچتا ہے کہ قبائے طاقت تادمہ چڑھ جاتی ہے نفسِ سرکش کی شرارتیں مریں سے وہ ہی کج سکتا ہے جس پر میرا رب ہرمانِ فتنے اگر میں ان صبرِ زنا اور جانِ گلِ آفتابوں سے کامیابی کے ساتھ گزارا یا ہوں تو سب سن لو کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ میرے رب کا کرم ہے جیسا کہ اس کا دامنِ مغفرت فراوان ہے اور اس کا بحرِ رحمت بے پناہ ہے۔

شاہِ بادشاہ تو اپنے خواب کی تعبیر میں آپؐ کی علمِ فہم کا مستحق ہو گیا تھا لیکن جب اس نے آپؐ کی عالی ظرفی کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ جو زبانیں کل ایک اس پر ہنسان کرانے میں تھیں اب آپؐ کے سب سے بڑی باتیں سن کر ان کے دل میں گہرے گہرے ہیں۔ پھر آپؐ کو ان کے دل میں اپنے آپ کو سمجھتا اور آپؐ کو سمجھتا کہ کسی میں تو اس کمال میں آپؐ کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی تھی اب آپؐ کی تعبیر میں اس شخص کو صرف اتنا تھا کہ ایسا تو ہے کہ انھیں فرما گیسے پاس آئے اور لیکن آج آپؐ کی امانت و محبت اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر دلِ اعلیٰ ایسا ہو گیا کہ آپؐ کی تعلیم سے آواز آ کر کے میرے پاس آئے اور ناگزیر اس کو اپنا معتمد علیہ بنا لیں۔ جب آپؐ کو لایا گیا تو اس نے بڑی عزت و تکریم کی۔ اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اس کے بعد مصروفیت گفتگو ہوا یقیناً وہ گفتگو سیاسی حالات، ملکی مسائل اور آئے دہلے مامی بحران کے متعلق ہوئی ہوگی جب اسے آپؐ کی درانی اور مہماندہی کے متعلق اطمینان ہو گیا تو وہ اُن اَلْیَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌۭ کے الفاظ سے آپؐ کو اپنے دربار کے مقرر ترین امور میں شامل کر لیا۔ کیا کیا ایک سلمان کے لیے جان و مال کے وہ کس فاسقِ فاجر کو ان با یکس غیر مسلم حکومت میں کوئی عہدہ قبول کرے اس کے متعلق علماء اسلام نے بڑی وضاحت کی تھی کہ اگر اس کو یہ پیشہ ہو کہ یہ ظالم و کافر ہے اور اگر یہی بنائے گا اور اس کی مادی توہین اس کے ظلم اور کافرانہ اور کافرانہ اور کافرانہ میں ہی صرف ہوں گی تو اس صورت میں اس کا کوئی عہدہ قبول کرنا ناجائز ہے لیکن اگر اسے ظنِ غلط ہے کہ وہ عدل و انصاف قائم کرنے میں جہد ثابت ہو گا اور اس کی خدمت میں اس کی معاشی خوشحالی اور سیاسی استحکام کے لیے مفید ثابت ہوگی تو ایسے حالات میں ایسے فاسقانہ اور کافرانہ حکومتوں میں عہدہ قبول کرنے کی امانت ہے جسے حضرت یوسفؑ نے اس کافرانہ شاہ کی مملکت میں وزارت ملی اور وزارتِ خزانہ کا چارج اسی بند پر لیا تھا کہ شاہِ مصر نے آپؐ کو قہریم کے اختیارات تفویض کر دیئے تھے اور آپؐ آزادی سے اپنے مخلص انجام دینے کی قدرت رکھتے تھے۔ یہ تو امتناعِ حیاتِ نبی و ایل علی انہ صافی المثلث بحیثِ ایداد فاعہ احد و لا ینذہ منازعہ بل صار مستقلاً یکمل ما شاء و اراد۔ (کبیر)

۱۔ آپؐ فرمایا کہ میں ان امور میں بڑی مہارت رکھتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ دولت کو کس طرح مفید اور نفع بخش قاصد کے لیے استعمال

مَكَانُ الْيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَكْبُوْا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ تُصِيبُ

یوسفؑ (اور ائمہ کرام) بخشایوسفؑ کو سرزمین مصر میں، تاکہ رہے، اس میں جہاں چاہے، ہم سرفراز کرتے ہیں

بِرَحْمَتِنَا مَنْ تَشَاءُ وَلَا نُضِيبُهُ أَجْرَ الْخَسِيْنِ ۝ وَلَا أَجْرُ

اپنی رحمت سے جسے چاہتے ہیں اور ہم ضائع نہیں کرتے ہر عہد کا کام کرنے والوں کا شے اور آخرت کا اجر

کیا جاکستان کے کسی محل نماز اور یہ مقدمہ صاف ہے۔ اس لیے ہر سہ کو فوجی مال خزانہ کا وزیر مقرر کر کے اپنی حقیقت لغزائن ہالہ بستی ہا علیہ وجوہ مصالحہا (مظہری یعنی میں) یا ناکر انعامات خزانے کی حفاظت کر سکتا ہوں اور عقیدہ اور نفع بخلی مقامات پر خرچ کرنے کے اصولوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ یہ مال ایک چیر خور طلبتہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ اشرفی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولا تستعمل علی علانہا اولادہ کہ اگر کسی عہد کی کوئی شخص خواہش رکھتا ہے تو ہم ایسے شخص کو وہ عہد نہیں دیتے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عبدالرحمن بن عمروؓ سے ارشاد فرمایا: یلعبد الرحمن لا تملک الاملاۃ فانما انما یملک من املک علیہا وان املک علیہا من غیر مسئلۃ احدث علیہا۔

یہ عبدالرحمن کی کوئی عہدہ مستانگہ کیونکہ اگر تصادی طلب پر تعین کوئی عہدہ دیا جائے گا تو اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ ہر ہونے کا تعین ذمہ دار بن کر رہا جائے گا۔ اگر طلب غیر تعین کوئی عہدہ ملا تو اس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لیے تعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے وینچھل ان امور میں سے یہ چلتا ہے کہ کسی عہدہ کا خود مطالبہ کرنا درست نہیں تو یہ حضرت یوسفؑ کا یہ فرمانا ابعثنی علی خزانۃ الارض (ارض) کہ نہ جانے ہوگا۔ اس کے متعلق علماء کرام نے وضاحت کی ہے کہ جب کوئی شخص یہ جانتا ہو کہ اس کے فیصلہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو ان میں سے کسی کو صحیح طور پر انجام دے سکے تو اس پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیش کرے اور اس فرائض کو اٹھائے لیکن اس کے علاوہ اگر اور لوگ موجود ہوں تو اس وقت اسے کسی عہدہ کی خواہش کرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت یوسفؑ جانتے تھے کہ آئندہ حالات میں ان کے علاوہ کوئی بھی فرائض کو اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔

ان یوسف اعطی طلب الزکیۃ لانه علوان کلا احد یقوم مقامه فی العدل والاصلاح وتوصل بالفقر الی حقہ تہمہ
فانی ان فلتا نرضا متعینا علیہ وکذا الحقہ الیوم۔ (زوطی)

خیر اللہ تعالیٰ اس واقعہ کے سنبھالنے والوں کی توجہ اپنی شان کری اور تہ نوازی کی طرف مبذول کرا دے کہ دیکھو کس طرح ہم نے یوسفؑ کو سرفراز فرمایا۔ کہاں سے اٹھایا اور کہاں پہنچایا۔ گنجان کے جنگل کے ایک قیراؤ کو ان کی تبارکی سے نکالا اور عہدہ عظیمہ عہدہ اور ترقی یافتہ ملک کے سامنے خزانہ کی دکان بنایا۔ فرس کو اٹھانا اور ان کو رشک خورشید بنا دینا میری کامیابی ہے۔

یہ ان کلمات طیبات سے ہر نیکو کار کی حوصلہ افزائی فراہمی کہ ہماری رحمت و حمایت کا دروازہ ہر آدمی شخص کے لیے اب بھی کھلا ہے

يُوسُفَ فَاذْكُرْ اَعْلَيْهِمْ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٢٥﴾ وَلَمَّا

جو یہ سرف کی طرح بے باغ سیرت کا مالک ہم جو دیانت اور امانت کی بہترین نمونوں سے متصف ہو جسے کوئی بیرونی ناانگیت اپنی نسرل سے غافل نہ کر سکے۔ ہم کسی نیکو کار کے اعمال کو فساد نہیں کرتے۔ ہر اسی شخص کے لیے صلہ و جام ہے جس میں ابو الوعلی کا جوہر ہے۔ نیک کی صلاحیتیں ہیں۔ مجھے راضی کرنے کے لیے ہر قسم کی تکلیفوں اور بذاتیوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے کہ وہ بے جھجک آگے چلا آئے۔ اس کے برہنہ سر کو عزت اور امانت کے تاج سے حور و سرفراز فرمایا جائے گا اور دنیا میں جاہ و جلال بخشے گا۔ علاوہ ہم تمام کے وہ بھی اسے اپنی اندری رحمتوں سے مالا مال فرما دیں گے۔

قائم بادشاہ مصر نے حکمت کا سارا انظم فاسق آپ کے سپرد کر دیا آپ نے خوشحالی کے مات ساروں میں ندامت کی طرف خاص توجہ بہت دل کی کا شکاروں کو زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کی ہدایتیں دیں یہ غلہ آزاد زمینوں کو آباد کیا گیا یہ پیداوار کی حفاظت کے لیے بھی خاص اہتمام کیا گیا۔ بڑے بڑے وسیع وسیع زمینیں گودام تعمیر کیے گئے اور جو غلہ فوری ضرورت کے زیادہ ہو گا اسے خوشوں میں رہنے دیا گیا اور اگر غلہ کم ہو گئے سے محفوظ رہے اس میں حصہ میں نہ لے اور پرانے تمام گودام غلہ سے بالباب بھر گئے آخر وہ وقت آیا جب کہ ہر طرف قحط اور خشک سالی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ حیدر بن عبد بنو گیارہ دیرانے غلہ کی پانی کی سطح بہت نیچی ہو گئی۔ سرسبز و شاداب علاقوں میں خاک اڑنے لگی۔ زمینوں میں خبر بھونکیں۔ آپ کے حکم سے جو غلہ محفوظ رکھا گیا غلہ مالک وہ لوگوں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ اس طرح مصر کے لوگ قحط کی بلاکت آفرینوں سے محفوظ رہے۔ اگر لوگ کا علاقہ قحطی قحط زدہ علاقہ تھا۔ ان قحط کی تباہ کاریاں قیامت ٹھہار ہی تھیں مصر میں چلیک کے لیے حکومت کی طرف سے غلہ کی فراہمی کا حکم صادر ہوا تھا ان لوگوں نے بھی غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر کا رخ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف نے ہر وہ ملک سے آئے والوں کے لیے بھی قحط مہیا کرنے کا انتظام کر رکھا تھا لیکن ان سے غلہ کی مناسب قیمت وصول کی جاتی تھی اور ہر ایک کے لیے غلہ کی مخصوص مقدار سے زیادہ غلہ حاصل کرنا ممنوع تھا ان جنگلی حالات میں اگر یہ دولتی طریقہ نہ اپنایا جاتے تو آپ اس ذمہ داری سے خود برا نہ ہو سکتے اگر حکومت مصر صرف غلہ یا مٹی تو نہ مصر کی معاشی حالت بگڑ جاتی اور اگر ایشیائی ہندی کا طریقہ جاری نہ کیا جاتا تو کتنے ہی زخاں کریں نہ ہوتے چند دنوں میں ختم ہو جاتے۔ اسی حسن انتظام اور حقیقت شناسی کا باعث حضرت یوسف علیہ السلام ہات سالہ قحط کے طویل عرصہ میں مکی معیشت کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی ضروریات کی کفالت بھی کرتے رہے۔ یہاں اسلام نے آپ کے اسی طریقہ کار سے حکومت وقت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ جنگلی حالات میں دشمن کو شرم جاری کرے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں وہیما حقن الله تعالى علينا من قصه يوسف وحفظه للاطعمه

جَهَنَّهُمْ بِجَهَارِهِمْ قَالَ اِنتُوْنِي بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اٰبِئِكُمْ اَلَا

کرنا ان کے لیے ان (کی برسرِ خوراک) کا سامان تو فرمایا اور اُن کی تو نے اُن سے پاس اپنے بڑی بھائی کو کیا تم نہیں دیکھتے

تَرُوْنَ اَنِّیْ اَوْفِی الْکَیْلَ وَاَاخِیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝۱۹۱ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ

کہیں کس طرح پہنچا دیتا ہوں اور میں کتنا بہتر مکان نواز ہوں۔ اور اگر تم اسے نہ لے گئے ہیں پاس

بِهِمْ فَلَا کَیْلَ لَّكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرُبُوْنِ ۝۱۹۲ قَالُوْا سُبْحٰنَہٗ

تو ان کی کوئی پیمانہ تھا کہ لیے میرے پاس نہیں ہو گا اور تم میرے قریب آ جاؤ گے۔ وہ بولے ہم شرارِ مطلق کہیں گے اس کے نیچے

اٰبَاہُ وَاِنَّا لَفَاعِلُوْنَ ۝۱۹۳ وَقَالَ لِفَتٰیئِہٖ اجْعَلُوْا بِضَاعَہُمْ فِیْ

کے متعلق اس کے اپنے کلامِ ضرر ایسا کہیں گے اور اپنے فرمایا اپنے غلاموں کو کہ (چپکے سے) لے لے دو ان کا سامان (جو کچھ وہیں انھوں نے غلط خریدا)

فِیْ سَفْحِ الْجِدَابِ وَفَعَلَتْہُمْ عَلٰی النَّاسِ بِہِذِ الْعَاجِلِ حَیْثُ لَا عَلٰیہُمْ اِلَّا فَاۡتٰہُ اَوَّلَ اَحْلَآئِ النَّاسِ

مِنَ الْفِتْحِ (احکام القرآن)

کشتان کا علاقہ جس میں اس خط کی زد میں تھا اور لوگوں کی طرح حضرت یحییٰ کے فرزند علی نے بھی بار بار آدمی کے مرنے کی لیے اور مصر کا
نوع کیا کیونکہ علم کی تفسیر کا سبب کام حضرت یوسف کی ذاتی نگہداشت میں ہو رہا تھا اس لیے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی
جھوٹوں کا انھیں کہہ کر غلہ کے لیے درخواست کی۔ حضرت یوسف نے ان کی طاقت اگرچہ دیکھ کر ان کے بعد ہوتی تھی لیکن آپ نے
دیکھتے ہی اپنے بھائیوں کو پہچان لیا مگر وہ آپ کو پہچان سکے اور بے چارے پہچانتے ہی تو آخر کو گریان کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آ سکتا
تھا کہ شاہانِ لباس میں طبعوں زندگار کسی پر مٹیا ہوا جس کے حکم کی تعمیل کے لیے سیکڑوں ہزاروں ملازم دست بستہ کھڑے ہیں اور وہ نہ تھا
یوسف جو کہ ہر صدمہ اور انھوں نے ایک ایک کوئی نہیں پہنچا تھا اور پھر صرف میں نے میں قافلہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جذبات کو بے قابو نہ کرنے دیا۔ ایک ایسی کیفیت ان کے گھر کے حالات دریافت کیے اور انھیں
کی زبان پر بھی پتہ چل گیا کہ ان کا ایک اور بھائی بھی ہے جسے گھر چھوڑ آئے ہیں۔ جو کہ گھر کے انھوں نے اپنا حصہ لینے کے بعد اپنے والد
اور اپنے بھائی کے لیے بھی بائیں کا مطالعہ کیا ہوا اور حضرت یوسف کے بیانات پر تیار ہو کر ہاٹ پ بڑھے ہیں اور اس نئے کو ہم
ان کی خدمت کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ اس طرح ان کی زبان سے ہی بنیادیں کا ڈر آ گیا ہوا ہم راز می نے یہی بیان کیا ہے لغزش آپ نے
انھیں رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قدر میں تم سے چھوٹے بھائی کا راز میں نے دیکھا کہ ان کے ہاں آئندہ اسے ہر اہل فساد و گھوٹ میں تم سے
کتنی مہربانی اور فراہمی سے پیش آ رہا ہوں۔ آخر میں یہ بھی دیکھی کہ اگر اس کو نہ لائے تو پھر تمہیں بھی غلام بنے گا۔

رَحَالِهِمْ لَعَلَّهِمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهِمْ

ان کی خورجیوں میں انکو وہ اسے پہچان لیں جب وہ واپس لوٹیں اپنے گھر والوں کے پاس شاید وہ لوٹ کر انہیں

يَرْجِعُونَ ﴿٣٣﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ

پہرچیں واپس لوٹنے اپنے باپ کے پاس تو عرض کرنے لگے اے ہمارے والد! ہمارے پاس سے کھجور کا دانہ روک دیا گیا ہے ہم سے

فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَنَانَا نَكْتَلُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ قَالَ هَلْ

فائدہ سواراؤں کو لے کر ہمیں بھیجے تاکہ ساتھ بہن بھائی دس دیں انکو ہم ہم قدر لکھیں اور ہم انکی حفاظت کریں گے۔ آپ (جواباً) فرمایا

أَمِنْتُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ قَالَ اللَّهُ

کیا میں انکو کروں تم پر اس کے علاوہ میں بجز اس کے جیسے میں نے انکو دیا تھا تم پر اس کے بھائی کے ساتھ میں اس سے قبل پس

خَيْرٌ حَفِظْنَا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿٣٥﴾ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ

اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کریں گا اور وہ زیادہ مہربان ہے تمام مہربانیوں پر۔ اور جب انھوں نے کھولا اپنا سامان تو

نہ جب اپنے بھائیوں کی زبانی آپ کو اپنے غلامان کی تحفہوں کا علم ہوا تو آپ نے یہ گوارا دیا کہ اپنے گنبد اہلوں سے اس فائدہ کی قیمت وصول کریں۔ اس لیے آپ نے فائدہ لینے والوں کو کہا کہ ان کا رویہ بیان کی بوریوں میں اس طرح رکھ دو کہ انھیں پتہ نہ چلے۔

۱۱ جب اپنے بھائیوں سے پہلے تو ہر مصر کی خدایت خطرناک خیالی محبت بھری گفتگو کا سارا تذکرہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کیا اور ساتھ ہی یہ بھی گوارا دیا کہ وہ اس کو اس کریم النفس حاکم سے نہیں ڈریں گے کیونکہ اپنے گنبد اہلوں کو اپنے گنبد سے ہرگز نہیں ہٹا دیتے تھے اور حضرت یعقوب کو یقین دلانے لگے کہ آپ ہرگز فکر نہ کریں کہ ہمارے اس کی خوب دیکھ بھال کریں گے اور اس کی حفاظت میں ذرا سستی نہ کریں گے۔

۱۲ آپ نے فرمایا میں انھیں خوب جانتا ہوں اور تمہارے وعدہ دل کی حقیقت بھی مجھے معلوم ہے میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا میرا بھروسہ تو اپنے رب پر ہے۔ اور اسی کی حفاظت مجھے کافی ہے۔

۱۳ اس ابتدائی ملاقات سے غلط سمجھتے تو بوریوں کو کھولنے لگے تاکہ غلط حال کی حفاظت سے رکھیں، ان کی صورت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی ساری رقم ان کی بوریوں میں رکھ کر واپس کر دی گئی ہے۔ خوشی سے بے قابو ہو گئے۔ بونے ہوئے پھر حضرت یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں بتایا کہ ان کے ہمارے بھائی پر آمادہ کرتے گئے۔

نہیں، مارا اٹھایا، اور اچھل اچھلے الطعاع میں بدلتا ہوا یعنی دوسرے علاقے سے سامان خورد و نوش کو اپنے اہل و

وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا بَانَا مَا نَبْغِي هَذِهِ

انصاف سے دیکھا کہ ان کا مال انہیں واپس لڑا دیا گیا ہے۔ (ترغیب دینے کے لیے کہنے لگے اے ہمارے بچے! تم کو یہ کم اور کیا چاہتے ہیں؟) (دیکھیے)

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزِدُ بِدَاكِلٍ

جہلا مال بھی لڑا دیا گیا ہے ہم دیری طرف اور (اگر بنیں تو بیکار) ہم رسد لائیں گے اپنے بھائیوں کیلئے اور بھائیوں کو بچھڑانے والے کی اور ہم بڑے

بَعِيرٌ ذَلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ۝ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ

ایک نلک کا بوجھ۔ بخیریت نمودار ہے! بچے! ہمیں مرکز نہیں بھیجن کر! اسے تمہارے ساتھ مہیا کرنا کہ کرو تم میرے ساتھ

مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ

وعدہ پر پہنچ گیا کیا سواری اٹکی قسم ہے کہ تم ضرور لے آؤ گے پھر میں اسے لڑے گا کہ تمہیں بھیج کر دیا جائے پس جب وہ لے آئے

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝ وَقَالَ يَبْنَئِي

آپ کے پاس اپنا چھتہ وعدہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ہم گفتگو کیجے ہے میں اس پر گواہ ہے اور آپ نے کہا اے میرے بچو!

لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِن أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۝

(شعرا میں) نہ داخل ہونا ایک دروازہ سے بلکہ درجہ مسلسل ہونا مختلف دروازوں سے ہے

عبدال کہہ لیے لے آنا۔

تکلیف اپنے انکار فرما دیا کہ میں ایسا بہتر کہہ لیے اپنے بیٹے کو تھا۔ ساتھ بھیجے کو تیار نہیں ہوں۔ ہاں اگر تو بچہ قسم اٹھاؤ اور مجھے

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یقین دلاؤ کہ تم میرے حفاظت واپس لے آؤ گے تو وہی ہیں اس کو بھیج سکتا ہوں۔

شعرا مگر یہ کہ تم سب کو ٹھوس گھیر لیں اور تمہیں بھلا کر دیں انہیں تو بھلا کر دینا چاہیے اور تمہارے کہہ سہنے والا ان سے بھلا کر دینا چاہیے

ذرا دلت یعنی یہاں تک کہ تم کو باطل مغلوب اور بے بس بنا دیا جائے۔

شعرا انھوں نے حضرت یعقوب کو مطمئن کرنے کے لیے بڑی قسمیں اٹھائیں۔ یہاں تک کہ اس طرح کی قسم اٹھائی کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم جو

میرے سامنے ہے کہ میں تمہیں اس کی حفاظت کریں گے (مظہری) تو آپ مجبور ہو گئے اور بن بیل میں کو بھیجے پر آمادگی غلام کی۔

وَمَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ

اور نہیں فائدہ پہنچا سکتا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ بھی نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لیے اسی ہے

تَوَكَّلْ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۱۲۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ

میں نے توکل کیا ہے اور اسی پر توکل کرنا چاہیے توکل کرنے والوں کو ۱۲۷۔ اور جب وہ مصر میں داخل ہوئے جس میں

أَمْرُهُمْ أَبُوهُمْ نَاكَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً

مگر دیا تھا انہیں ان کے باپ نے۔ وہ نہیں فائدہ پہنچا سکتا تھا انہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مگر ایک حیلہ ہی (غیر ایک حیلہ) تھا

فِي نَفْسٍ يَعْقُوبَ قَضَاهُ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ

نفس مقتویہ میں جیسے غفلت سے پرور کیا اور حیلہ صاحب علم تھے جو اس کے جوہم سے غفلت تھا انہیں لیکن

اُسے جب اُن کا پہلا ذخیرہ رقم ہو گیا اور مرد فقہانوں کے لیے مصر جانے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو حضرت یعقوب نے اپنے فرزندوں کو بلا کر یہ ارشاد فرمایا کہ جب شہر میں داخل ہونے لگو تو ایک جگہ کے کھیتوں میں داخل نہ ہونا بلکہ دو درمیں میں ہرگز متوقف نہ ہونا اور وہاں سے داخل ہونا۔ آپ نے اس ارشاد کی کیا وجہ تھی؟ علم کرام نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں یا تو آپ کو یہ خیال آیا کہ جب یہ گڑبڑ ملے بہت سارے تو وہ زمین و مال زوجہاں ایک ساتھ شہر میں داخل ہوں تو ممکن ہے کہ ان کے ساتھ عورتیں اور بچے لائیں گے پس جا کر ان کی کوئی شکایت کر دیں اور بادشاہ کہیں انہیں قید کر دے نام و نامی فراتے ہیں مداخلت کا وجہ محض لا انکار فیہ کہ یہ جو بھی ہو سکتی ہے لیکن اکثر علما کا خیال ہے کہ آپ نے انہیں نظر سے بچانے کے لیے حکم دیا تھا اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ نظر حق سے بیکارائیت میں حضور سے مروی ہے اِن الْعَيْنِ لَتَدْخُلَ الرَّحْلَ الْقَهْرُ وَالْجَلْدُ الْقَهْرُ یعنی نظریہ انسان کو قبول اور ادب کو انہی میں پیدا ہوتی ہے نیز حضور ان کلمات طیبات سے جنہیں قرین کو مفریاد کرتے تھے قصود بکلمات و قہرات مہ من کل شیء طہ و تہادۃ و من کل شیء من لافۃ جس شخص کو اپنے متعلق یہ خیال ہو کہ اس کی نظر گنتی ہے تو اسے چاہیے کہ جب کسی چیز کو دیکھے اور وہ اسے پسند آئے تو کہے تبارک و تعالیٰ احسن الخالقین لا تھو بارک فیہ اور جس کو فکر کی وجہ سے تکلیف پہنچے تو جس کی نظر سے تکلیف ہوئی ہو اس کو غسل کرنے کو حکم دیا جاتے۔

۱۲۷۔ امر کردہ سے بچنے کی ایک تدبیر بتلا دی لیکن ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سلسلے کسی کو دھماکے کی مجال نہیں ہے تدبیر ہی نمی رکت تک کا اگر ثابت ہو سکتی ہے جب اذنی الہی ہر اسی کا فرمان مل جائے اور ہم سب کو اسی پر عبور کرنا چاہیے۔

اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۹﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ

اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے ۵۹ اور جب پہنچے یوسف کے پاس تو راستہ بھڑکی اپنے پاس اپنے بھائی کو

اَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا

اسکے فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں اس لئے نہ سوچو جو ان لوگوں پر کیا کرتے تھے

جَهَنَّهُمْ بِمَجَاهِرٍ ثُمَّ رَدَّنْ

فرام کر دیا انھیں ان کا سامان (خوراک) تو نہ دیا (چنانچہ بیٹا اپنے بھائی کی غمخیزی میں پھر پکارا ایک

مُؤَدِّنٌ أَيُّهَا الْعِزُّ انْكُمْ سَارِقُونَ ﴿۶۱﴾ قَالُوا وَاقْبَلُوا عَنكُم مَّاذَا

پکارنے والا اسے قافلہ والو! بالمشہد تم یہ جو ہر گز حیرت زدہ ہو کر دو پھیلے درآئیں کہ وہ انکی طرف متوجہ تھے

۵۹ امام زری فرماتے ہیں کہ آپ کو اس سے طبع علم کہا گیا ہے کہ آپ کو اس بات کا یقین مل گیا کہ ان دنوں انہی کے عزیز کوئی تدبیر کا کرنا ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اس بات کی کاربند ہو رہے ہیں تو یہ یقین سے یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی

مرحمت کے بغیر اس کی کوئی تدبیر ہو کر نہیں ہو سکتی اور اس کی کوئی تدبیر اسے تقدیر کے فیصلے سے نہیں پاسکتی ایسا کہ انھیں فاعلان الانسان ماعدا ان سراجا لا سبب بالاعتدال فانہ لیس بآلہ لا یصل الیہ الا ما قدر اللہ تعالیٰ وان اللہ لا یغی ما قدر

نیز امام زری فرماتے ہیں کہ آپ کو علم تھا کہ حضرت یوسفؑ کی محبت بکار یوسفؑ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس کے فائدہ کے لیے تھی انہ علیہ السلام کا ان حالاً بان ملک مصر ہو رہا تھا یوسفؑ ان کا ان لہ ما نہ فی الخلق والک دیکر

۶۰ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے خور و زور اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے جب مصر کے پادشاہت میں پہنچے تو حسب ہدایت منعت و ازادوں سے شہر میں داخل ہوئے آپ کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بڑی عزت و تکریم سے خوش آمدید کہا و دشمنی ممان مانہ کے گواہ

کو حکم دیا کہ دو دو ہوا بنوں کو ایک ایک کے وہیں ٹھہرانے کا بندوبست کیا جائے بنیامین کو اپنی انتہائی کا خیال نہ تھا تو وہ فریاد ہو گئے۔ ان کو غرا دیکھا کہ حضرت یوسفؑ انھیں بلایا اور اس خبر کو ان کی وجہ پر بھی تو اپنے گواہ تھے آج اپنا بھائی یوسفؑ کو اپنے گواہ تھے آج اپنا بھائی یوسفؑ کو اپنے گواہ تھے

ٹھہرایا تاکہ اپنے بھائی کی دلدار سے ملے ان کو اپنے پاس ٹھہرانے کا حکم دیا۔ تنہائی میں جب ملاقات ہوئی تو اپنے بھائی کی خدمت میں آکر بنیامین گھبرا کر نہیں جس بھائی کی باتوں میں ہر وقت غمگین رہتا کرتی تھی جس میں تمہارا بھائی یوسفؑ ہوں۔ دونوں بھائیوں نے چھوٹی بڑی ساری باتیں ایک دوسرے کو بتائی ہوئی تھیں جس میں بھائیوں کی دنیا و تمیر کا تذکرہ بھی بنیامین نے کیا تھا۔ ان کی دوجہ کے بیٹے آپ کے برابر

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

1151

جَزَاؤُهُ مَنْ وَجَدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَلِكَ نَجْزِي

اس کی سزا ہے جو کہیں کے سامان میں یہ پیالہ دستیاب ہو تو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے اسی طرح ہم سزا دیا کرتے ہیں

الظَّالِمِينَ ۝ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وَعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا

ظالموں کو۔ پس توحشی یعنی شرعی کی ان کے سامانوں کی پرست کے بجائی کے سامان کی توحشی سے پہلے شے آخر کا نکال

مِنْ وَعَاءِ أَخِيهِ كَذَلِكَ كُنَّا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ

لیا وہ پیالہ اس کے بجائی کی غریبی سے۔ کہ نہ خیر کی کچھ نہ تھے یوسف کے لیے نہیں کہہ سکتے تھے یوسف اپنے بجائی کو

شے اس کے سامان کی توحشی شروع ہوئی یہ قدرتی بات کہ ابتدا سے پہلے کے سامان سے ہوتی ہوگی! اور آخر میں سب سے پہلے کی باری آتی ہوگی۔ سب کے سامان کھول کر تلاش کی گئی لیکن پیالہ برآمد نہ ہوا تو ان میں بنیامین کا سامان کھولا گیا تو پیالہ مل گیا ان کی توجہ بڑا کے مطابق بنیامین کو پکڑ لیا گیا اور اسے حضرت یوسف کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اس طرح حضرت یوسف اپنے راز کا اظہار کیے بغیر اپنے بجائی کو اپنے پاس رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

مفسر تعابیر کے مطالعہ سے صریح بات نکال کر اس طرح میں سمجھا ہوں وہ میں نے پیش خدمت کر دی۔ اس کے بعد ان شہادت کا احوال ہی باقی نہیں۔ چنانچہ یہاں صورت حال کو صحیح طور پر دیکھنے کے باعث کیے جاتے ہیں۔

۱۔ پہلے یہاں دو اہم ترین مطلب ہیں: ایک: کہ دنیا کا معنی کیا ہے اور کیا اس کی نسبت اتنی غلطی کی طرف جاتا ہے علم اور پرکھ کا معنی جیسے سازش اور فریب سے ہی کیا جاتا ہے لیکن ہفت صوب میں اس کے علاوہ کئی دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے کسی کام کو کرنے، کوئی تدبیر سوچنے اور ارادہ کرنے کے معنی میں بھی اس کا استعمال عام ہے چنانچہ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی لکھتے ہیں: **مَقُولُهُ تَعَالَى كَذَلِكَ نَعْنَاهُ صَنَعًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، الْقُتَيْبِيُّ: وَتَسْوِئًا ابْنِ الْأَثَرِ ابْنِ دَرْدَنَ وَتَرْسِيًّا**

یعنی حضرت ابن عباس نے یہ کہنا کا معنی کیا ہے صنعا بمعنی ہم نے یوں کیا اور قتیبی نے اس کا معنی دیکرنا کیا ہے کہ ہم نے یوں تدبیر کیا ابن اثار ابی نے اس کا معنی ارادہ کیا ہے کہ ہم نے اس طرح ارادہ کیا اور بطور تشبہ کسی شاعر کا یہ شعر بھی ذکر کیا ہے۔

كَلَامَاتٍ مَوْكِدَاتٍ وَتَحْلُفَ خَيْرٍ أَرَادَ كَذَلِكَ لَوْ بَدَأَ مِنْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَاحِدَ مَقْصُودٍ۔

یعنی اس نے بھی ارادہ کیا اور میں نے بھی ارادہ کیا اور یہ ارادہ برابر کی برکت تھا بشرطیکہ ہمیں کا کرنا برابر مان لوں گے۔ یہاں کا یہ معنی ادا ہے اور اگر بلا معنی ہی راہ ہو تو اسے اس کے تمام کے پیش نظر وہ بات باری کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے جس طرح انام داری نے لکھا ہے۔ **فَاكْبِدْ لِمَوْفِقِ الْحَيَاةِ وَالْخَدِيعَةِ زَهَابًا لِقَاؤِ الْإِنْسَانِ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُ بِهَا مِرْكُورٌ وَكَاسِبِيلٌ لِقَاؤِ نَعْمَةٍ فَاكْبِدْ فِي حَقِّ اللَّهِ كَمَوْلَى عَلَى هَذَا الْفَخْرِ كَبِيرٌ** اور برابر امر جو مطلب وہ یہ ہے کہ ان اوقات میں کہیں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخصوص تدبیر فرمایا ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر ذرا

فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ تَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ يَشَاءُ وَ

ہاوشاہ مسیح کے قلمی میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ ہم بلند کرتے ہیں درجے جن کے چاہتے ہیں اٹھ اور

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ

برصاحب علم سے بڑا د مرد صاحب علم ہوتا ہے۔ بھائی کو لے کر اس نے چوری کی ہے (تو کیا تعجب) جیسک چوری کی تھی

لَهُ مِنْ قَبْلُ فَاسْزُهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

اسکے بھائی نے بھی اس سے پہلے نہیں چھپایا اس بات کو جو حق نے اپنے جی میں دوزخا کر لیا ہے ان پر۔ (یہی میں) کہا تم بہت

أَنْتُمْ شَرُّ مَكَانًا ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ۝ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ

بڑی جگہ پر۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔ وہ کہنے لگے اے عزیز! اس کا باب

لو کہنا باوجود حقیقت عیاں ہو جاتی ہے یہ دیکھتا تھا کہ اس قافلہ کی روانگی کے بعد فوراً انکو پیالہ کی گندگی کا پتہ نہ پڑتا، کچھ دن گزرنے کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ پیالہ ہم پر چکا ہے اتنے میں دھڑکی مریعہ بردار کہ جسے چاہتا ہے اپنے پیچھے ہٹ سکتی ہے کو چوری سے متهم کرتے اور ان کی طرف ان کا خیال نہیں جاتا یا یہ فوجت ہی پیش نہ آئی کہ چونکہ اس کے مشتق ان سے ہی دریافت کیا جاتا اور ان سے پوچھا بھی گیا تھا تو وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ جو بادشاہ کی مرضی ہو اس پر کہ صرف سے سبب ایسے نکلتے جو غلط فہم تھے اس لیے انکو پیالہ کی گندگی کا فوراً علم نہ ہوا نہ پتہ نہ ان کی طرف منتقل نہ ہوا پھر ہم کی سزا کے مشتق ان سے چھپا اور پھر ان کو سزا کے سبب تبدیل ہوئی اور اذیت دہانی کی کرشمہ ساز ی تھی۔ اور ان واقعات میں سے ایک کہ گندگی بھی گم ہو جاتی تو میرے زمانہ میں کوئی وجہ ہوا نہ آپ کو نہ فی سکتی اللہ تعالیٰ کی تائید اگر تدبیر مہربانی کو حاصل نہ ہوتی تو حضرت یوسف کے لیے ایسے ملکی قافلہ کے مطابق بھائی کو کہہ لینا ممکن تھا۔ علامہ عبدالحق دہلوی نے العبرہ فی علم القرآن میں لفظ کا ذکر تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے: لا بد من یاد و منہ لکھا کہ لکنا یوسف، یعنی کا دار اور وہ کہنے کے معنی میں انتقال ہوتا ہے جیسے امر کی ت میں استعمال ہے (الروان جلد ۳ صفحہ ۱۳۹) مسئلہ ایسی تدبیر میں کسی کی حق تلفی نہیں کسی پر پہلے جانہ ہم نہیں کوئی قافلہ کسی نہیں نہیں میں فی سکتی ایسی تدبیر کے آبانے کہ اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے تبصر فرمائیے میں۔

مسئلہ وہ اپنی برائت ثابت نہ کر سکیے کہنے لگے کہ اسے عزیز آپ کا مشتق بنگالی کو دل میں جگہ نہیں۔ یاد کا جس نے یہ حرکت کی ہے یہ ہمارا سگا بھائی نہیں ہے دوسری ماں کے لیے اس کا ایک لڑ بھائی تھا وہ بھی جو ر تھا۔ ہم دوسری ماں کے بیٹے ہیں۔ ہمارا کردار بیٹے داغ ہے ہم اس قسم کی ذلیل حرکتیں نہیں کریں گے حضرت یوسف نے بڑی خاموشی اور تحمل سے انکی یہ لڑاؤ رنگہ گشتی لیکن کسی ناگوری کا مظاہرہ نہ کیا اور ان کو سارے سارہ سامان کے ساتھ بڑی عزت و تکریم سے قلعہ جیلنے کی اجازت دیدی۔ یہی وہ حال ظن ہے جس نے آپ کو ان ملاحظہ علیہ اورنا مصیبہ بغیر پر

بہت بڑا حلیہ! اس کی جہانی فیرشتہ خوشے گا۔ پس ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ پر نیچے جیسا کہ ہم تجھے نیکو کاروں سے

دیکھتے ہیں آپ نے! اہم مذاکرے چاہا کرتے ہیں اس سے کہ کچھ دیر تک مگر اس کو جس کے پاس ہم نے اپنا سامان چھپایا ہے۔

ہم ظالم ہیں گے۔ یہ جیسا کہ یوسف سے تو انہیں عاقل سرگرمی کو دے گا۔ یہ جیسا کہ یوسف سے کہا

کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے لیا تھا تم سے وعدہ جو بچہ کی لگیا تھا اور کہنا ہے اور اس سے

یہ ہے جو دنیا والوں کو مسلمان بنانے کے لیے ہر طرح کی تدبیریں کرتا ہے۔

علاز کیا اختلاف کی انیس غنیمتیں کی طرف ہمیں راغب کرنے کے لیے یہ واقعہ سنایا بھی جارا ہے۔

سلطنت انھوں نے اپنے باپ کی پیروی سے کیا اور اس پر مبنی کہ وہ اپنی کائنات میں اپنے مستور کردی، غریب جمہوریت کی پیروی کرتے ہوئے اس کو
 کی جگہ جس کے مابین سے ہمارا پیلاہ بلوچہ ہوا اس کی جگہ کسی اور کو رکھ لینا مراد نہیں ہے۔

میں یکے پیش (مورالین) ہے بقیت نصب الحال من الغصن و هو احدی قوتی عن جبر قوتی

بدبخت نے ان کی درخواست مسترد کر دی تو بڑے بے چارے اور انکے بچے رشور کرنے لگے کہ اب حضرت یعقوب کو جا کر کیا منہ دکھائیے۔

یہ ایک سنگ صفت ہے جو کہ اس کی ہر طرف سے ایک ہی طرح کے سنگ ہیں۔ یہ ایک سنگ صفت ہے جو کہ اس کی ہر طرف سے ایک ہی طرح کے سنگ ہیں۔

[illegible]

5131

جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا سَفَى

جیسے سب کو جانتا ہے اور انا سب سے اعلیٰ اور سب پر غالب آتی ہے ان کی طرف سے منحور کہا اسے یوسف علیہ السلام

عَلَى يُوسُفَ ۝ وَأَيُّصِتْ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝

یوسف کی بددلی پر اور سفید ہو گئیں ان کی دونوں آنکھیں غم کے غم سے درد اپنے غم کو بھید کیسے جوسے سحر شام

کو جیسے نہ سہی چٹائیوں کی آمد کے بعد تو اپنے درد بزرگ کے حزن کی طاری کا پتہ چل گیا اور وہ منہ سے کہہ کر ان سے انھوں نے وہی بھیج کر کہہ دیوں بددلیا۔
یا ہم زکریا کا حق ہی کیوں بھیجی کہ آپ ہم زکریا میں غم کیوں نہ ہو بلکہ یوں غماوش رہنا بظاہر تو دانستہ اور تیر سانی کے مترادف تھا اس کا جواب
عارف ابتر حضرت غار اللہ پانی تیرے دل پہ کہ یہ غماوشی ہمارا تھی۔ فان قيل قال البغوي كيف استبحر يوسف ان دهن مثل هذا
بابية ولم يجرى بمكانه وحسب اخلاص مع علمه بشدة وجدانية فقيه معنى العوق وقطعة السهم وقد انشقت قلبا اكثر
الذنن فيه والصحيح انه عن ذلك باضر الله تعالى۔ (مظہری)

سئلہ اسے کچھ سبب حال کا ہے اس کا کہنی ہر کچھ کے خالی نہیں میں اس کے غم کے سحر سے غم نہ تھا اور اس کے غم کی اس کے غم سے بچا ہوں۔
شام جب یہ سہری چٹ گئی تو دل اچھا ہو گیا اور غم گھوٹا ہوا سے اور وہ حق و نیوی سے منہ موڑ لیا اور اپنے کچے زکریا کی شمول پہننے لگے۔
شام سے شام تک کو کہتے ہیں بل میں عبارت یوں ہے یا سَفَى اَصْلُ الْعَيْنِ فَهُوَ الْاَوَانُ اسے میرے درد غم آمیز تیرے لئے کہ لا وقت
ہے غم نہ غم و اندوہ کے وقت یہ غم بھید جاتا ہے۔ کثرت گریہ سے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور مینا کی جاتی رہی۔

علاء وی کفریم: منہ غم من الغزن سلف علیہ علیہ یعنی جو شخص غم و اندوہ سے پریر ہو چکا ہو اور اس سے ہوں پر ہر غماوشی نگاہ کی ہر اور
کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کرتا ہو۔

بظاہر حضرت یعقوب علیہ السلام پیسے جلیل الرتبہ پھر کا اپنے وقت کی محبت میں شاد و رند ہو جانا اور اس کے بھوہ و فراق میں روبرو کر
آنکھیں سفید کر دینا آپ کے شایان شان معلوم نہیں ہوتا۔ علامہ ابوی فرید نے جس کا اہلی معرفت نے اس غم کو یہ کہہ کر دیا ہے کہ میں یوسف کو آپ کے
بیتے والی لڑکی کا آئینہ بنا دیا تھا اور اس آئینہ میں آپ کے آئینہ میں تبدیلیاں لایا تھا اور فرما کر کرتے تھے جب حضرت یوسف آپ کی نگاہوں سے
اجمل ہو گئے تو انوار غلامندی کی لذت و وہ سے محروم ہو جانے کے باعث آپ میں درد سے قرار ہو گئے و اختار بعض افعال من ان ذلك لا
والکاد لیب الا لیلوت و کنت لہ حلیۃ لکام من تعالیٰ اللہ تعالیٰ قرآن و یوسف علیہ السلام و من اللہ انی استعبدہ علامہ کوثر فرشتہ ہے۔

و لغوی عن فلکان شاهد تجلیۃ کثافی و فی التلخیصات عین احباب امیر محمد علیہ السلام و سلو فی ماری و شاعرہ ماعزل۔ (شرح المعانی)

میں مجھے اپنی زندگی کی قسم: اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس تجلی کا شہادہ کرے جو فرخ و جواہر محمد رسول اللہ علیہ السلام کے حسن و جمال
میں و خجاش ہے تو انھیں جس یوسف یا وہی مرد بہادران کے بھوہ و فراق میں آپ کا یہ حال نہ ہوتا۔

حضرت مولانا شاہ زکریا دہلوی نے یہ شبکوہ اس کا جواب بڑی شری و بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ بڑے عارفانہ انداز میں اس حقیقت کو

قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتُوْا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرْصًا اَوْ

بہتوں نے غصے کی بجائے! آپ ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں دوست کو کہیں مجھ پر نہ جاتے آپ کی صحت شک یا

بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف کا حسن و جمال اللہ کی مہر کا تھا اس کے بعد حضرت محمد و ابراہیم علیہ السلام کا ایک مثال افتیاس نقل کیا ہے جس میں حضرت محمدؐ فرماتے ہیں کہ تمام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کی برتری اور مہر انبیینؑ اللہ تعالیٰ کی صفت علم ہے جو تمام صفات قریبیہ اور محبوبہ ہے اور علم کا حسن و جمال انما لطیف اور مجید و ربوبیت ہے کہ اسے نگاہیں پائیں سکتیں ایسی ہی حضرت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمال حسن و جمال کی نظیریں محسوس طور پر نہیں کیہ سکتیں جنہو علی الصلوٰۃ والسلام کا حسن و جمال قیامت کو رہے نقاب کا۔ اس دنیا کو پتہ چلے گا کہ حسن حسین مجسم ہی ہے اور جمال جمال الہی ہی ہے اور حسن و جمال کا کمال کمال نقاب و حلوہ و حجاب و نقاب فی ربیعہ ما بعد صلوٰۃ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو حسن و جمال مالا قدر کہ انہما صدر و سیطرہ حسنہ و جمالہ فی الآخرۃ فیوسف علیہ السلام ان سلسلہ فی الہ دنیا تلتلی الحسن یکن فی الآخرۃ الحسن حسن محمدی و جمال جمالہ۔

اس کے بعد حضرت محمدؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے حسن پر تو صرف حضرت یعقوبؑ اور دوسرے لوگ فرشتہ تھے لیکن حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال سے خالق کائنات محبت فرماتا تھا۔ کان حسن یوسف علیہ السلام وہیث حبیب یعقوب و الخلق و الخلق و کان حسن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہیث حبیب یعقوب و الخلق و الخلق و جمالہ۔

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت کی شخصیت پر ان میں اس قدر کمال رکھا کہ جو عام لوگوں کے علم فہم سے بالاتر ہے میں تمام فہم انداز میں آپؐ کی مدح و ثناء کر رہا ہوں کہ عوام بھی اعلیٰ انداز پر سکتے ہیں۔ اہل علم سے میری استدعا ہے کہ وہ خود تفسیر منہری کا اس مقام پر ملاحظہ کریں اور حلفوں پر انہیں اقرار کرنا پڑے گا کہ یوسفؑ اسلام شام شرق نے حبیب یہ فرمایا تھا تو کیا فرمایا تھا۔

اور حبیب بھی کرؤ سے طلب

مثلاً بہتوں نے جب یہ کہا کہ حضرت یعقوبؑ ہر لمحہ یوسف کے فراق میں مابقی بے تاب کی طرح تڑپتے رہتے ہیں اور انہیں یاد کر کے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہتے ہیں تو انہیں اس سے باز رکھنے کے لیے یہ کہا کہ اگر یہی دلیل زندہ رہے تو آپ کی صحت پر کڑ جالے گی اور موت کے آئندہ بچنے کا کوئی اندیشہ ہے۔

تھمتاً غلیل اور صوبہ کے نام ہے کہ قسم میں یہاں لا کو حذرت کہ یہاں ہے کہ یہ واس وقت کوئی التباس نہیں ہوتا اور یوسفؑ کوئی کے نزدیک صاف فخر و رفعت اور فخر و عزت ہی ایک ہی ہے۔

وہو الخلیل و صوبہ الدنیا لا تنصرف فی القسطنطنیہ لیس فیہ اشکال و قیل ما فخر و رفعت ما فخر و رفعت و لا یستقلان الا مع الجہد (ترجمہ)

حاضرنا حوض سے ہے اور اس کا اصلی سنی ہے غور غم غلبہ خوش اور بڑھاپے کی وجہ سے سہانی اور عقل و قوتوں کا نقصان ہو جائے۔
نحاس سے کہہ چکے کسی کو رنج و اندوہ ہوا کرے تو کہتے ہیں احسنہ الہقہ۔

تَكُونُ مِنَ الْهَالِكِينَ ۖ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي

آپ جو کہ نہ رہ جائیں آپ نے فرمایا میں تو شکوہ کر رہا ہوں اپنی محبت سے اور اپنے دکھوں کا

إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۖ يَبْنِي أَذْهَبُوا فَتَحَسُّوْا

مذکر با نگاہ میں اللہ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عزت جو تم نہیں جانتے۔ مثلاً اسے میرے بیٹا! جاؤ اور سرخ لگاؤ

مَنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَأْيِسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْسُ

یوسف کا اور اس کے بھائی کا اور مایوس نہ ہو جاؤ رحمت الہی سے لے لے بلاشبہ ایس نہیں ہو سکتے

مَنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ۖ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا

رحمت الہی سے مگر کافر لوگ۔ پھر جب گئے (یوسف علیہ السلام) کے پاس تو فرما دیے

فَلَمَّا آتَيْنَاهُ اس کے جواب میں فرمایا کہ مجھے تم کچھ نہ کہو میں تو اپنی حکایت درود غم صرفہ اپنے خداوند و اجلال کی بارگاہ و بے کس پناہ میں پائی کر رہا ہوں۔ مجھے اس سے صحت و روک۔

مثلاً اس واقعہ میں جو کہ میں نے بتوئی اور جو روایتیں ہیں جیسا کہ میں تم کو بتاؤں تم ان کی اطلاع نہ رکھتے رہو کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یسٹ، انتہائی حزن طاری و غم جس کو انسان بڑا دکھائے کہ باوجود چھپانے کے حقیقتاً اللہ فی القلۃ مایس علی الانسان من الاشیاء المملکۃ الہی لا یفعل الا ان یغیبہا و قیل اللہ الخیر۔

مثلاً ایک واقعہ کہ اپنے بیٹوں کو یاد فرمایا اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کے بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت ایس نہ ہو کہ اس آیت میں فرمائی حضرت یوسف علیہ السلام کو تلاش کرنے کا حکم دیا تھا بتا رہا ہے کہ آپ کو یقین ہے کہ یوسف علیہ السلام ہے پھر یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی کا ذکر کرنا اصل امر کی طرف اشارہ ہے کہ یوسف علیہ السلام جس کے پاس تم بھائی چھوڑ گئے ہو وہیں جا کر تلاش کرو اور آخر میں مزید تاکید فرمائی کہ ایس نہیں کہ اہل ایمان اپنے رب کی رحمت سے پاویں سے پاویں نہیں ہر گز تھکے معلوم ہوتا ہے کہ خاموشی رکھنے کی حکمت چوری چوچی اب یہ اٹھنے والا ہے اور ان لوگوں کو کٹائی دے گا۔

مثلاً اپنے بزرگوار کی ہدایت کے مطابق تلاش یوسف علیہ السلام میں ہر روز چھوٹے چھوٹے غم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ان مشکلات کا ذکر کیا میں سے قہر سال کی وجہ سے اس کا سال و خاندان و دوچار تھا یہاں تک کہ فائدہ کسی کی نعمت بھی آجاتی ہے ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دی کہ اس سے پیشتر تو ہم جب غم لینے کے لیے حاضر ہوتے تھے تو ہم اس کی قیمت ساتھ لاتے تھے لیکن اس دفعہ تو شکستہ کا یہ عالم ہے کہ پوری قیمت بھی دیتے نہیں ہو سکتے تو اس سے روٹی سے جو درم مل سکے ہیں وہ تو ملتے ہیں۔ آخر یہ آپ کی رزق انبند ہے چہاں ساتھ بڑا کر یا نہ رہے جس لیے دیکھ کر کسی کی

يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجُنَّتْ بِضَاعَةُ قُرْبَانِي

مونس کی لئے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو مصیبت اور غم نے آس پاس سے گھیر لیا ہے۔ ہمارے سامان کی قیمتیں گر گئی ہیں۔

فَاؤْفَ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ

پس پرانا پیمانہ ہمیں پورا کر۔ اور اس کے علاوہ ہم پر خیرات بھی کر۔ بیشک اللہ تعالیٰ نیک بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ يُّوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ

آپ نے پوچھا کیا تمہیں علم ہے جو سلوک تم نے کیا یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جب تم جاہل تھے

و جب سے ہمارے ملک کی مقدار میں کمی پڑ گئی تھی۔ یہی زیادہ ہمارے ساتھ مرگے ہوئے بھائی کی طرف سے سب سے پہلے کی بات تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یوسف کو کہا تھا کہ غم نہ کھا تیرا مال بھی بیکار نہیں ہو گا۔ ایک روز وہ آگیا جب قحط کی اس کڑی رستاں پر کام کرنے کے کائنات اس لمحہ کے پورا ہونے کا وقت آ پہنچا لیکن کس آن بان میں سے اس وقت نہ یوسف کو پتہ تھا اور نہ بھائیوں کو۔ بھائیوں نے اپنی طاقت بھائی پر بڑھ گھڑ دی تھی اس لئے کہ اس وقت میں غمناک تھے۔ یہی معاملہ میں یہ سارا بے احترامی کی کہ اپنے غم و فاقہ کی کہانی بیان کر رہے ہیں۔ بڑے خوشامد نہ ہو جس میں اس سے مزید غم نہ ہو۔ اس وقت اس کے سامنے کچھ کرنے کی حالت میں یوسف اور اس کے بھائی

مقابل سے سن رہی تھیں۔ پر جو سنا سن کر غصہ ہوا۔ یوسف سے کہا کہ آپ نے اپنے ان سے بڑھ کر کیا کیا ہے؟ وہ غلطی کی حالت میں یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ مل کر کیا تھا وہ بھی یہ ہے۔ ان کی آنکھوں میں کی گئی تھیں۔ یہ شہادت اور حیرت پر چھنے گئے کہیں آپ یوسف کو نہیں فرمایا؟ ان میں یوسف برادر پر میرا بھائی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ یہ شان و شوکت جو تم کو دیکھ رہے ہو اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ یہ سب میرے بھائی کا احسان ہے جو اس نے اپنے مسکین بندوں پر فرمایا ہے۔ اس فعل کی تائید جو پہلی وجہ تھی وہ بھی بتا دی لیکن اس کا بیان ان میں کو حقیقت بھی بیان ہو گئی تھی۔ یہ بھی خود بتائی بھی نہیں پائی تھی۔ فرمایا جو حق کی کہانی تم بتا رہے تھے اور جو شکوک و مصائب میں میرا کلام میں ضرور ملے سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شکایوں کو تو جوں کو صاف نہیں کرتا اور ان کی تباہی سے شاد کام کرتا ہے۔ اس نے فرما کر کہ میں حضرت یوسف کی شان کی کسی آپ کے ہمارے شلو سے نمایاں ہو رہی ہے۔ بھائیوں سے جب پوچھا کہ تم نے یوسف کے ساتھ جو کلام سلوک کیا وہ یاد ہے۔ یہ سب کچھ ہی انھیں اپنی ساری گارتانیاں ایک ایک گنگے یاد آ گئی۔ وہ ان کے ہاں گنگے کے نیچے ٹوبے چنے ماسے ہوئے لیکن پیش آ رہے کہ وہ حضرت خواجہ کریں۔ حضرت یوسف خود ہی ان کی طرف سے

قَالُوا إِنَّكَ لَآتَىٰ يَوْسُفُ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ

ہمارا بھائی ہے کہ کہنے لگے کیا اس کی آپ ہی یوسف ہیں فرمایا ہاں میں یوسف ہیں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بڑا کرم فرمایا ہے

مَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِي وَيَصْبِرُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

اللہ تعالیٰ نے ہم پر۔ یقیناً جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے (وہ آخر کار کامیاب ہے) جیسے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا

الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ أَثَرُكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا

بہرمانی نہیں کرتے۔ بھائیوں کے خدا کا اثر تم پر بدلتا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر اور بیشک ہم پر ہی

لَخَطِئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِبَنَّ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يُعْقِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ

نہایت گناہگار ہے تمہارے آپ نے فرمایا نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن ۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو

مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔ اپنا رنج و غم انہیں بھول جانا ہے اور اس کے عین میں ہمت کی گئی کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔ اپنا بیان کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔ اپنا بیان کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔ اپنا بیان کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰ سالہ عمارت فرما کر اللہ تعالیٰ تمہارے (گناہوں) کو مٹا دے گا جس کی غلطی تم نے جسے جی کر جسے جی کر تمہیں پہنچا تھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیتے کہ تمہیں پریشان نہیں ہو سکتے۔

اَرْحَمُ الرَّحِمِيْنَ ۝ اِذْ هَبُوا بَقِيْعِيْهِ هٰذَا فَالْقُوْهُ عَلٰى وُجْهِ

اور وہ سب مردوں کے ساتھ ہر ان کے لئے جلائے جاؤ میرا یہ چیرا میں نے پس ڈال دیا ہے پس سر پاپ کے چروہ پر

اِنِّىْ يٰٓاَبَتِ بَصِيْرًا ۝ وَاَتُوْنِىْ بِاَهْلِكَ مُجْمَعِيْنَ ۝ وَلَمَّا فَصَلَت

وہ بیٹا پر جا نہیں گئے۔ اور (بکر) نے آؤ سیر میں اپنے سب اہل و عیال کو لے لے لے اور جب قافلہ (مصر) میں روانہ

الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاجِدُ رِيْحِ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تَفْعِدُوْنِ ۝

ہمارا تو کوئی نشان میں ان کے پاس ہے فرمایا کہ میں تو یوسف کی خوشبو سن لے رہا ہوں لے لے لے اگر تم مجھے یہ قوت خیالی نہ کرو۔

قال اما قول كما قال ابي يوسف لان قلوب طيور السوء حسرة فرما میں نے آج تمھارے حق میں یہی فیصلہ صادر کرتا ہوں جو میری عیالی کو یوسف نے اپنے بھائیوں کے لیے صادر کیا تھا۔ اتم پر آج کوئی گرفت نہیں۔ بلکہ تم سب کو اور ہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و نسلہ و نسلہ اپنے حقوق و عاف کر دے گا۔ بعد ازاں باؤ کا اٹھنے میں ان کے قہقروں کی منفرد کے لیے خود ہی التبا کرتے ہیں۔ یہی وہ شان لکھتی ہے یہی وہ بختی مٹتی ہے۔ یہی وہ عالی ظرفی ہے جس کا نام یوسف ہے۔ انہی خصائص حمید کے باعث بازار عیش و پکھنے کے لئے کھالی نوجوان قندروں میں جس طرح عظیم مملکت کا تخت بچھ لیا جاتا ہے۔ اس قدر کہ اس شہر میں سب کے ساتھ سائیں کرنے کا صرف یہی مقصد ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے والی قوم اپنی آنکھوں سے اس چیز کا مشاہدہ کر لے کہ صبر و تحمل و حلم و بردباری و محنت کا پکا نمونہ۔ محمود و برگزیدہ و زینت اللہ کی مطلق امید ہے کہ صفت بے نظیر و آخر کار کریم و آخر کار حقیقی مسرتوں سے بہرہ ور کیا جائے گا۔ اور باطل کی نام و نعرہ اور غلط طریقوں سے حاصل کی ہوئی کامیابی کتنی عارضی اور سرسخت سے فنا پذیر ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ نازل رضاء کے راستہ پر پھول پیکھے ہوئے نہیں کہ آپ خدا میں خواہاں ہیں۔ ہاں گئے۔ بلکہ اس راستہ میں گناہی کے کنوئیں، بازار دھوکے، دھواں کی مقلاتی زندگی کی راسخانی اور طویل قیام کی انھیاں ہیں۔ اگر ان رسلوں سے ثابت قدمی سے گھر لے کر جنت ہے تو آؤ ہم مل کر۔

۱۳۵۵ جیسے اس وقت آپ نے زیب تن فرمائی تھی وہ یاد کر لی اور فرمایا کہ یہ نے جاؤ اور حضرت یعقوب کی آنکھوں پر جا کر رکھو۔ ان کی بیانی ٹوٹ گئی۔ بعض اہل نے کہا ہے کہ آپ نے دیکھیں بھی تھی جسے زینتائے بیچھے سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا تھا۔ لیکن یہ بلا قول ہی زبان حسین ہے۔ ہوا القیمس الذی کان حلیہ جسدہ کا ہوا الظاہر (شرح و معانی)

۱۳۵۶ واپس جا کر اپنے مائے خاندانی کو یہاں سے سر پاپ لے آؤ تاکہ وہ آرام و آسائش سے زندگی بسر کریں۔

۱۳۵۷ اس دفعہ جب یہ قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو حضرت یعقوب نے بھی باذن الہی ہر قسم کی خوشی توڑی اور فرمائے گئے کہ اگر تم مجھے ملاو، اور مجھ پر ان کے ذکر میں تمہیں بتاؤں کہ آپ مجھے اپنے بیٹے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ تفہید کہتے ہیں کسی کو تالوانی اور برقی کی طرف منسوب کہ ایسی خوشبو جو مالی الغنہ و نقصان حقیر عید من المصنوع و نظری حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابھی قافلہ آٹھ دن کی

قَالُوا تالله إنك لفي ضلالك القديم ۝ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ

کھراؤوں نے کہا بخدا (اے باپا!) آپ اپنی اس پرانی بھت میں مبتلا ہیں۔ اگلے برس جب آپ اپنی خوشخبری سنانے والا (اور)

الْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي

اس نے ظلال اور پرانے آپ کے چہرے پر تو وہ فوراً برپا ہو گئے تھے آپ نے (فریاد سن کر) کہا (دیکھو) کیا میں نہیں کہا کرتا تھا میں

أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قَالُوا يَا هَذَا نَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا

کہ میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سامنے سے جو ہم نہیں جانتے تھے۔ یہ لوگ (میں نے) کہا کہ تم پر (میں نے) استغفرت مانگیے تھے کیا یہ بڑا بڑا گناہ

سافٹ پر تھا آج حضرت یوسف کی خوشخبری آئے گی۔

۱۱۸۰ آپ کے سرگرمیوں کو دیکھ کر میں نے تجھے گھر میں جو ہوشیاں یا پتے پتیاں تھیں انہوں نے کہا باپا! بیٹے بھی دو آپ کو تو ہر وقت یوسف کے خواب ہی آتے رہتے ہیں جس خوشبو کا آپ ذکر کرتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ تو اس بھت اور دلچسپی کی فصول کا ہی ہے۔

۱۱۸۱ اگلے جب قافلہ قریب پہنچا تو ایک صند بچے کی تجویز ہوئی تاکہ آپ کو جلد از حد خوشخبری سنائی جائے چنانچہ یہ وہاں کے کاکاس اور یوسف کی قیصر تھیں سے انت منت کر کے میں ہی نے کیا انقلاب قیصر بھی مجھے وہ کہ میں پھٹکا کہ آپ کو پھر وہ جاننا سناؤں، شاید میری پہلی غلطی

کی کچھ تلافی ہو جائے بعض کی رائے یہ ہے کہ قیصر لیوانے والا تھیں قافلہ الغرض ان میں سے ایک بھائی قیصر لیکر پہلے پہنچ گیا اور حضرت یوسف کے مل جانے کی خوشخبری سنائی اور اس قدر حضرت یوسف کے ارشاد کے مطابق ان کی قیصر آپ کی آنکھوں پر رکھی قیصر کے کہنے کی دیر

تھی کہ اس کی برکت سے آپ کی کھدائی ہوئی میتاں داییں لگتی تھیں بعد ازاں اچھی (سٹری) بعض ظاہر کیستوں کو یہاں بڑی پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کہ کچھ سے قیصر کو آخر دنیا کی کے ساتھ کیا تعلق۔ اگر یہ بات کسی روایت یا حدیث میں ہوتی تو بیک جنبش قلم

اس حدیث کو غلط سمجھنا صحیح و خیر و کہہ کر جان چھڑکتے۔ لیکن یہ بات تو قرآن نے خود بیان کی ہے اس کو غلط کہیں تو کہہ کر اس لیے یہاں تاویلوں کا سہارا لیا جاتا ہے قرآن میں کہ آپ کا دنیا نہیں ہو گئے تھے بلکہ محض غصہ و بصر کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا جب تک نہ وہ بند

کی بازیابی کی خوشخبری تھی تو فریاد سن کر تھکان میں چش پید ہو اور دنیا کی قوی ہو گئی لیکن وہ حضرت فاروق بصیراً (آپ پر چڑھا رہے تھے) کے قرآنی کلمات کا تغیر کیا کریں گے۔ سیدھی بات کہ قیصر اگرچہ دوسری قیصر کی طرح کچھ سے کی بنی ہوئی تھی لیکن اسے اللہ تعالیٰ کے ایک

مقبول بندے یوسف کے جسم کے ساتھ چمکنے کا شرف حاصل ہو گیا تھا جس خدائے عظیمہ میں حیرت انگیز اثرات رکھ دی تھیں اس قدر بڑی قیصر کے کیا بعد یہ کہ اس نے اپنے بندے کی حرمت افزائی کے لیے اس کی قیصر کو حضرت یعقوب کے مینا ہونے کا سبب بنا دیا ہو۔ فالظاہرین غرور علیہ السلام بصیراً بلقاء القیصر من وجہہ لیس الامن، باب نزع العادة و لیس الخارق بدعا فی ہذا القصہ۔

(شرح الدعائی) یعنی ہر قرآن سے ہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت یعقوب کا مینا ہونا بطور غریب حادث تھا۔

إِنَّا لَنَاخِطِينَ ۝ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ

کی رہے تھے ہمیں آپ تصور دار سے کھانا فرمایا غفر سے مغفرت طلب کر دیں کہ تمہارے لیے پڑے رب سے۔ بیشک وہی غفور

الرَّحِيمُ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَاهُ وَقَالَ

رحیم ہے ۱۳۳؎ پھر جب وہ سب یوسف کے دوہرہ ہوئے ۱۳۴؎ آئے بلکہ وہی اپنے پاس اپنے والدین کو ساتھ لے کر انہیں لے گیا

ادْخُلُوا مِصْرَ ۚ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ۝ وَرَفَعَ أَبَوَاهُ عَلَى

داخل ہو جاؤ مصر میں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم کو خیر و راحت سے بھر دے گا۔ اور جب شاہی صوبہ میں پہنچے تو آپ کو

۱۳۳؎ جب سب آئے تو آپ نے فرمایا دیکھا میرے دینے پر کتنا کم فرمایا میں تم سے کہا نہیں کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بچھڑا اور یوسف ضرور ملائے گا۔ بچھڑا اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ یوسف نہ بچا اور ہم بچھڑ گئے بڑے سے بڑے میں تھا یوسف علیہ السلام اللہ جمع بینا (ظہری) یوسف علیہ السلام کی بازیابی کی خبر سن کر آپ نے بیٹہ ہی لفظ کے جوہر و قرآن کے امتثال میں ہنگاموں میں کہ تھے و اعلو من اقلہ مالا تعلمون یہاں فرمایا انا اعلو من اقلہ مالا تعلمون یہ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ حضرت یعقوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم دیا گیا تھا صرف قبل از وقت انشاء راز کی اجازت دہن۔

۱۳۴؎ سب فرزندان نے خود باز التجا کی اسے چار پرہیزگار ہم سے قصور ہو گیا۔ ہم نے بڑی غلطی کی اب ہم اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور سخت نادم بھی ہیں آپ نے ارادہ کر لیا کہ وہاں کی عورتوں میں ہائے گناہوں کی گشتش کے لیے بھاگتا رہے۔ ۱۳۵؎ آئیے وہاں فرمایا کہ میں تمہارے لیے اپنے دو بیٹے حضرت یوسف اور یعقوب کی التجا کروں گا بعض روایات میں ہے کہ آئیے میری کے وقت اور بعض میں ہے کہ شب جمعہ کو دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کی اس دعا کو شریف قبولیت بخشا اور ان کے قصوروں کو معاف فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے اللہ کا حسن نوا اور پھر ان کی برکت سے دعا کا مستجاب ہو جانا اور بڑے بڑے گناہوں کا بخش دیا جانا قرآن کی ان آیات سے ثابت ہے۔

۱۳۶؎ حضرت یوسف کی خواہش کے مطابق حضرت یعقوب اپنے سائے کتبہ کو لے کر مصر روانہ ہوئے حضرت یوسف کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو ایک لشکر پیادہ کے ساتھ استقبال کے لیے آگے بڑھے۔ بادشاہ مصر وزیر اور اراکین آپ کے ساتھ تھے حضرت یعقوب نے جب یہ جادو شہت دیکھی تو ہچکا کیا یہ شاہ مصر کی ساری آدھی چھ تیار کیا نہیں بلکہ آپ کی قدر نظر یوسف ہے جو آپ کی تعلیم و تکریم کے لیے استقبال کر کے کھانا رہا ہے۔

۱۳۷؎ جب قریب پہنچے تو حضرت یوسف اپنے بچھڑے ہوئے ماں باپ سے انگلیک ہو کر ملے اس ملاقات کی لذت کو ان کے دل ہی جانتے ہونگے یا کوئی رفقت کا مارا ہے عرصہ دراز کے بعد اپنے محبوب کا وصال نصیب ہوا اور بعض تفسیر نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی ملاقات انتقالِ حیات میں ہر

تعلما اپنے والد کو سخت کر دیا اور دیکر شے اپنے لیے سجود کرتے ہوئے اور اپنے منظر کو دیکھ کر کہ اسے سب سے کیا اسے مجھ پر بدکردار اور اپنے لیے سب سے سب سے کرنا سب سے

کی جو پہلے دعوہ ہوا ہیں، تم دیکھنا تمہارے نزدیک اسے تو گناہ کیا ہے اور اس نے بڑا کرم فرمایا مجھے جب اس نے شکلا مجھے

[illegible]

شک ہے چو اے یوں نے اور سب بھائیوں نے آپ کو سہو کیا یہاں خود سے کیا مراد ہے اور جو کس کو کیا گیا تھا اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں بعض کی رائے ہے کہ سہو سے مراد صرف جھگڑنا ہے یعنی لہذا تعظیم کے لیے لہجہ آپ کا ہے جھگڑا اور بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ سہو سے مراد زمین پر چٹائی رکھنا ہے کیونکہ خبر کا لفظ اسی حسی کی تائید کرتا ہے خور کا معنی ہے سقوط من مائل اسفل اور سے بچھ کرنا اور یہی اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ سہو سے مراد زمین پر چٹائی رکھنا ہے۔ اب اس صورت میں علماء کا پھر اختلاف ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ سہو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے لیے قہار و یوسف بھیغیت قبلہ کے تھے۔ یہاں "لہ" بمعنی اللہ ہے یعنی آپ سہو الیہ تھے۔ سہو لہ اللہ تعالیٰ تھا اور بعض نے کہا تھا کہ یہ "ل" بمعنی خذوالہ جہا۔ خذوالہ جہا بمعنی انھوں نے سہو تو اللہ تعالیٰ کو کیا تھا لیکن اس کی وجہ حضرت یوسف تھے یعنی اسی طویل مدتی کے بعد ان سے وصال کا موقع دیا گیا تھا اس لحاظ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ کو سہو کیا لیکن اگر عقل کا یہ خیال ہے کہ یہ سہو یوسف کو ہی کیا گیا اور اس سے مراد بھی وہی زمین پر چٹائی رکھنا ہے لیکن یہ سہو عباد اللہ کا نہیں تھا بلکہ سہو تعظمیٰ تھا جو پہلی تمام شہینہ میں چاہو تھا اور حضور کی تشریف آوری سے اللہ تعالیٰ کے موا کسی اور کے لیے سہو کوہ کی ممانعت کر دی گئی تھا یہاں اکثر کہتے ہیں محمد ابراہیم و انجیلہ با قیہ۔ وقد کن هذا معانی في شرايعهم و اقاموا على الكبر۔ یہ معنیوں کے لیے عیسیٰ جانشین لندن آدھلی شریعت عیسیٰ ختم هذا في حنة الملة و جعل الخبيث صابعا بين الرب و خلق السما۔ اسی وقت حضرت یوسف نے عرض کی کہ پھر بڑا گوارہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا حضرت سلمان

قیید خانہ سے آئے اور رے آیا تجھیں محسوس ہے اس کے بعد کہ 'ما چاتی ڈالی وی تم شیطان نے

میر و بیکانہ و دہلی کے درمیان ہمیشہ عداوت و لطف و کرم فرماتے والا ہے جس کیلئے واجباً ہے حقیقتاً و سب کچھ جاننے

واللہ ہر ادا ہے ﴿۱۳۳﴾ اے میرے رب! عطا فرما کہ مجھے یہ حکم نیز تو نے سکھایا مجھے باتوں کے انجام کا علم

نقلہ اس کے بعد آپ کے سامنے حضرت یوسفؑ ائمہ تعالیٰ کے اسماءات کا اعتراف کر کے اس کا شکر ادا کیا کرتے ہیں جو اس جدِ اولیٰ کے عہد میں ان پر فرائض گئے۔ ان اسماءات کی ابتداء قیہ قائمہ سے دہائی پڑتی ہے۔ لیکن کئی قومیں سے نکلنے کا ذکر کیا گیا کہ ان کے جہانی شہر سامہ ہوں اور شہر آخر صریحاً لکایا ہے کہ وہ ایک ایسا نامور شہر تھا جہاں کہ صلیح و صالح کے قتل گزشتہ جو بیست و تین سو کا تذکرہ عظیم ہے۔

مفسر یہاں بھی صحابہؓ کے فعل کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ اس کا ذمہ دار شیطان کو ٹھہرایا۔ یہ بھی آپ کی کریم نفسی تھی: حال ذنبہر علی الشیطان تکذمالہ۔ (تذکرہ)

۱۲۔ ان احسانات کا ذکر کرنے کے بعد پھر اپنے سب گریہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ لطیف ہے اور رطیف اس کو کہتے ہیں جو اپنے احسانات کو بڑی نرمی سے دے دے اور ہر ایک پہنچا دے۔ حقیقۃً اللطیف الہی بوصول الاحسان الی خیر برقی، یعنی علامہ قرطبی نے رطیف کا یہ معنی کیا ہے جو اپنے بندوں کے ساتھ اس طرح رطیف و کریم کرے اور ان کی ضروریات کو اس طرح فراہم کرے کہ انہیں خبر نہ ہو کہ اللطیف ہر اللہ ہے یا اللہ الذی بطلیف و بصر من حدیث الامام ابو عبد اللہ رحمہ اللہ من حیث لا یحسبون۔

مسئلہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم و حکمت کی جو خصوصی جلوہ گاہی اس قصہ سے جو رہی ہے وہ کسی غور و فکر کر کے والے پر مخفی نہیں، اس کی قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ جو پہلے ان وادہ میں غلام و پندیر ہو چکے تھے وہ دوبارہ تیار ہو کر حضرت یوسف کو ان آفات و فتنوں میں مبتلا کیے بغیر ان ملازمین و غلاموں پر فائدہ کوٹیا اس کی قدرت کے سامنے یہ کچھ بعید نہ تھا لیکن اس کی حکمت و حکمت کے نقصانے کچھ اور ہیں، ان فائدہ مند تیار کسک اپنے آپ کے لیے ان تمام اہل سے گزرا کر اپنے جن سے حضرت یوسف کو ملے انسان کی صلاحیتیں میدان رہی نسب ہوتی ہیں جب انھیں بے رحم غلاموں سے سوچا دیا جاتا ہے مسیح توبہ کے لیے زندگی کے لئے شعیب فرزند سے گزرا نہ ہو رہی ہے حضرت یوسف کی ذات کو ایک مثالی کردار کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور مٹانے لکھی کی منزل کے مسافر کو جس قسم کے لوگوں میں جس قسم کے حالات اور جس قسم کی رکاوٹوں سے اسی طرح پڑنا

وَالْآخِرَةُ تُوَفَّقْنِي مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي بِالْطَّالِحِينَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ

اور آخرت میں۔ مجھے وفات دے دیا مسلمان بننے اور کلام مجھے نیک بندوں کے ساتھ رکھا (یوسف) یہ اللہ تعالیٰ کی

اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذَا جُمِعُوا

خبروں میں سے جو ہر قسم کی کرتے ہیں آپ کی طرف۔ اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب جمع ہو گئے تھے

اَمْرُهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

اس بات پر رہا نما کہ وہ مکر کر رہے تھے۔ اور میں میں اکثر ملک، لہذا آپ کتنا ہی چاہیں،

يَمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَشَأْهُمْ عَلَيْهٗ مِنْ اٰجِرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

ایمان لانے والے اور میں طلب کرتے آپ ان سے اس (دوسری بات) پر کچھ معاوضہ نہیں ہے یہ مگر نصیحت

لِلْعَالِيْنَ ۝ وَكَآتِبُنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ

سب جہانوں کے لیے۔ اور کتنی ہی (شمار) نشانیاں ہیں۔ جو آسمانوں اور زمین کے ہر گوشہ میں لکھی ہوئی ہیں جن پر نیک و شام

بندوں کے ساتھ مجھے دے۔ مجھے ان کی سنگت اور وفات نصیب فرما۔

یہ سب مروجہ اندیش کی منزل میں اس کے لیے وہ ماری ضرورت مل رہا ہے اس کا سوز و ساز اس کی وجہ سے اس کے لیے جتنا

انہی کی دھن میں وہ دن کو بے قرار و رات کو بے چین رہتا ہے اسی کی نگہ میں وہ سب وہ شمار ہوتا ہے اسی منزل کا پتہ بتانے کے لیے

فرماتا ہے۔ اسی منزل کی طرف میں یہ کہنا کہ ہر شخص کو جس میں وہ اسی منزل کی طرف سے جانے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری

ہوئی۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

اللہم خذ بيد عبدك الضعيف المسكين الذي لا حول له ولا قوة الا بك وتوكل عليك والحقه بسبب انصالحه من وقائد الشدة

قدرة الصدقین امام النبیین المرسلین سیدی رحیمی وشفیع محمد المبعوث رحمة للعالمین اللهم وصلی علیہ

من الصلوات الطیبہ والتسلیمات الطمہ و التعلیمات الذکاء علی الہ واصحابہ واولیاءہ اعداہ الفی جہ الدین۔

۵۱۳۳ ہجری میں مکہ مکرمہ پر مشرکین کو نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت نہ ملنے کی درخواست کی جب ان کی یہ خواہش

پوری ہوئی تو انہوں نے کہا تمہاری نجات ہم پر ایمان ہے آگے نہیں ہے اپنے گھر پر ایسا ہے حضور کریم کے قلب پاک کو کھینچ بیٹھی تو

عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ

گزرتے ہیں اور وہ ان سے دور روانہ کیے جاتے ہیں ۱۳۱ اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ

إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

انہوں میں کہ وہ مشرک کر لیا جاتے ہیں ۱۳۲ کیا وہ اس بات کے آگے آگے پر ہوجاتے ہیں کہ

عَذَابِ اللَّهِ أَتَأْتِيهِمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا جائے ان پر ۱۳۳ قیامت آجائے اور انہیں اس کی آمد کا شعور نہ ہو سکے

۱۳۱ کا تعلق من آیۃ یعنی ان کفار کا اپنے کفر پر اڑے رہنا اس لیے نہیں کہ ان کے سامنے توحید کی کوئی راہ نہ تھی اور نہ ہی کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور کبریا کی حد شن ربیعین تو زمین و آسمانوں میں کجبری پڑی نہیں اور یہ ان دلیلوں کو کہتے ہیں لیکن اللہ ان سے اعراض کرتے ہیں۔ اس لیے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ کاف و اصف میں اصف تھا کاف تشبیہ کا لفظ جو تو توحید کو ظاہر کیا گیا تو کاف بھی ہو گیا۔ یہ وہی کہ سن میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۳۲ کا تعلق ان کفار و مشرکین کی عجیب حالت سے تھا ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا تو کہتے ہیں اللہ نے۔ تمہارا عالمی قول ہے کہ میں اللہ بادشہ کون ہر سال بچاؤ دیکھ کر ان کا گناہ سے تو کہتے ہیں اللہ لیکن اس کے باوجود جن کو بھی اللہ مانتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں جنہوں کے متعلق مشرکین کا جو عقیدہ تھا وہ متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے بعد کہتے ہیں وہ ان کا تار کو الٹا ہوتا ہے۔ ۳۶: ۴۰ دیکھتے ہیں کیا ایک شاہ اور دوسرے دیکھتے ہیں کہ کتنے سے ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں نیز ہم کے مرتعد پر جو قہر وہ کھاتے تھے اس سے بھی ان کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے۔ دیکھا کرتے ہیں اللہ علیہ السلام لا شریک لہ لا شریک لہ لا شریک لہ لا شریک لہ لا شریک لہ ہم حاضر ہیں اللہ ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں میرا کوئی شریک نہیں مجھے تیرا شریک ہے اس کو تو نے اپنا شریک بنایا ہے تو اس کا مالک اور تیرا کا اور مالک ہے اس کا کوئی تو مالک ہے۔

یا اس آیت میں مشرکین کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ صاحب میں گھر جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلاتے تھے اور سب سے پہلے بل جاتی تھیں تو پھر اس کا انکار کرتے تھے یا اس سے رولور یا گار میں جو عبادت تو اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں لیکن دل میں خیال ہوتا ہے کہ فلاں بچہ چھابھے یہ بھی ایمان اور شرک کو بھی کرتے ہیں ایک صورت کا اور بل جاتی تھے تو یہ بل کس فرما کر اگر اس باب غلبر کی طرف مائل ہوا اور سب سے پہلے بل جاتی تھیں تو یہ بھی شرک ہر لہذا ان شاء اللہ پانی ہی بل اللہ تعالیٰ اسباب مع العفۃ عن السبب یا فی اللہ یہ ظلمتوں میں غم و غم و غم یعنی سب سے پہلے صرف اللہ کے نام میں کیا کی نظر اس حالت میں بھی ایسا ہیں میں شخصیت کے ہر وقت سبب سبب پر ہی رہتی ہے۔ ۱۳۳ یعنی ان کا خیال انہی سے یوں ہے خوف ہو کر کفر و شرک اور فسق و فجور میں مشغول رہنا جس سے تعجب و افسوس کی بات ہے اگر اس سے خبری

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ

آپ فرما دیجیے یہ سیدہ راستہ ہے میں تو بلاتا ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف واضح اولین پر ہوں میں اور (وہ عین)

اَتَّبَعْنِيْ ۖ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَا

جو میری پیروی کرتے ہیں اور میرے پاکی ہے اللہ تعالیٰ اور نہیں ہوں میں مشرکوں سے۔ اور ہم نے

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى

رسل بنا کر نہیں بھیجے آپ سے پہلے مگر مرد شاہ جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی بستی والوں سے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الَّذِيْنَ

کیا یہ (مفکر) لوگ سیر و سیاحت نہیں کرتے زمین میں تاکہ وہ دیکھیں کہ کیا ہوا تھا (مختص نام انہی مشرکین) کا جو

کے عالم میں یا پھر خدا کی آگیا یا قیامت قائم ہو گئی تو پھر ان کا کیا بنے گا یہ کہاں سر جھائیں گے

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو بتا دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور قیامت پر ایمان

لانے کی دعوت دیتے تو مناسب میرے مقصد چیات ہے۔ میں انھیں یہ دعوت ملی وجہ البصیرت دے رہا ہوں۔ میرے پاس اس کی صداقت

کے دلائل ہیں اور مجھے اس کی حقیقت پر حکم بھی ہے۔ سو وہی حال ان لوگوں کے ایمان والوں کا ہے جنہوں نے پہلے ہی میری پیروی اور

اطاعت اختیار کر لی ہے۔ ہذا کا اشارہ الیہ توحید اور قیامت پر ایمان لانے کی دعوت سبیلی سے تھراؤ سنتی و غلطی اور جبریت

مراور واضح دلائل اور قوی براہین ہیں جن کے بعد کوئی اندھیرا نہیں رہتا۔ یعنی میں قیامت تک اس علمت فرمانبرواری کرنے

والے لوگوں اور صحابہ کرام کا مقام ان سب میں اعلیٰ و برتر ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ میں اتبعنی سے مراد صحابہ کرام ہیں

یعنی صحابہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو لوگوں نے ایمان لیا اس سے مراد حضور کرم کے صحابہ کرام ہیں۔ انہی کا

درجہ سب سے بہتر اور انہی کی ہدایت سب سے عمدہ تھی۔ وہ علم کی گمان ایمان کا نظائر اور حقائق کا شکر تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو ہدایت فرمائی کہ اگر انسان اس قابل نہیں کہ وہ ہر تہمت پر قادر ہو سکے اس کے لیے تو کوئی فرشتہ نہ ہوتا

چاہے جو شری کر و زور ہو اس کے پاس سو سہ لاکھ فرشتے نہ ہوں کہ ہر ایک کی طرف انسان ہی بنی بنا

سکے۔ یہی تم کو نفع دے گا اور استفادہ صحیح طور پر ہو سکے۔

اس آیت میں انھیں ان پر باد و شعلہ و کھشوں پر نگاہ و بصیرت دینے کی تلقین کی جا رہی ہے جن کے پاس سے ان کا گزر اکثر و بیشتر ہوتا رہتا

مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَكَ اِلَّا الْاُخْرٰۤى خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰتَقُوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

اس سے پہلے (جو گزشتہ تھے) اور دارِ آخرت یقیناً بہتر ہے ان کے لیے جو آخرت کی اختیار کرتے ہیں (جو اپنے دلوں پر کیا تم نہیں سمجھتے)۔

حَتّٰی اِذَا اسْتٰیْسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا

جب (اصیبت کرتے کرتے) یا کس پر سمجھتے رسول (افسوس) اور وہ منکرین گمان کرتے تھے کہ ان سے نبوت ہوا گیا ہے

جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیْ مِنْ تَشَاوُرٍۭ وَلَا یُرَدُّ بِاَسْنَاعِیْنَ الْقَوْمِ

اس وقت ہم نے ان کے پاس ہماری مدد۔ پس ہمارا کیا عذاب ہے جس کو ہم نے چاہا اور ان میں سے جو چاہا اس کا عذاب اس قوم سے جو

۱۵۴ آیت کا یہ مقدمہ بڑا خوبصورت ہے۔ رسول کے پاس جو پہلے کا صلب کیا ہے وہ ظنوں کا قائل مکمل نہیں ہے، اللہ ہر کارِ صحیح کو ن ہے وہ کذب و کذبوں کا ناخوش قائل کو ن ہے، پہلی بات کا جواب ہے یہ ہے کہ جب انبیاء کو اہل ایمان نے اپنی تہذیب و توحید کی دعوت دی اس کی صداقت پر دلائل و براہین پیش کیے اور طرح طرح کے معجزات بھی دکھائے اور دعوت اور شلوک کا یہ سلسلہ سال در سال تک نہیں بلکہ عرصہ دراز تک جاری رہا تب بھی ان کے اہل ایمان کی تشیع فروزاں نہ ہوئی تو انبیاء کو اہل ایمان کے ایمان بلا سہ سے طویل ہو گئے۔ ظنوں کا قائل بعض لوگوں نے انبیاء کو نہ پایا ہے اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ انبیاء نے یہ ظن کیا گمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت اور کفایت عذاب نازل کرتے کا جو وعدہ کیا تھا وہ ایسا نہیں کیا گیا لیکن اس طرح کا ظن انبیاء کی طرف منسوب کرنا درست تھا اس لیے انہوں نے ظن کے معنی میں تادیل کی اور کہا کہ اس سے مراد محض ہم نہیں بلکہ جس پر کوئی منافقہ شیعہ ہوتا۔ دیکھی یہ کہا کہ اس ظن کی وجہ ان کا اجتہاد تھا لیکن صاف بات یہ ہے کہ ظنوں کا قائل کفار ہیں۔ کفار نے یہ گمان کیا کہ یہ رسول جو ہمیں ہر روز عذاب کے نزول سے فراتے تھے وہ عذاب کہاں سے ہم نے تو ان کی دعوت کو ٹھکرانے میں اور انہیں توحید پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ اگر وہ عذاب آنا چاہتا تو اب ہم کو آگیا ہوتا عذاب کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ہم سے غلط بیانی سے کام لیا ہے یا جس نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ان پر عذاب اتار دوں گا اس نے وعدہ و خلافی کی ہے (مظہری) علامہ آوسی نے طویل بحث کے بعد آخر کار اسی قول کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں: وَاَفْتِ قَعْلَهُ اِنَّ الْاَوْفَقَ بَعَثَ مُحَمَّدًا عَلَیْهِمُ السَّلَامَ بَنٰی اِبْرٰہِیْمَ الْحَمُوْرَ حَوْلَ حَضْرٰتِیْ مَا لَا یَلِیْقُ بِمُحَمَّدٍ الْعَقُوْلُ بِمَقْبَلَةِ الظُّلَمِ اِلٰی غَیْرِ هُوَ کَرَامِیْرِیْ الْفَتْمِیْمِ اور امتیاز کا تعنا یہ ہے کہ عن کی نسبت انبیاء کی طرف نہ کی جائے بلکہ غیروں کی طرف کی جائے اب اگر معنی یہ کیا جائے کہ کفار نے یہ خیال کیا کہ ان سے غلط بیانی کی گئی ہے تو اس صورت میں ہر کار صحیح اور کذب و کاذب کا قائل کفار ہی ہوں گے اور اگر یہ معنی کیا جائے کہ کفار نے یہ گمان کیا کہ انبیاء سے نزول عذاب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے یعنی وہ پورا نہیں کیا گیا تو اس وقت ہر کار صحیح اور کذب و کاذب کا قائل انبیاء ہوں گے۔

التَّجْرِمِينَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةً لِأُولِي الْأَلْبَابِ

جور پریش ہے۔ بلاشبہ یہی قوموں کے لئے درس و نصاب کی داستانوں میں درس و سیر ہے کہ وہ اس کے لئے

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

نہیں ہے یہ قرآن ایسی بات جو (موسیٰ) محمد علی بھی ہو بلکہ یہ تصدیق کرلے ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں

وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

انہیہ (قرآن) ہر چیز کی تفصیل ہے اور سرا پاہدیت و رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ ۱۵۳

۱۵۳ یعنی حضرت یوسفؑ ان کے بھائیوں ان کے والدین اہل مہر اور دیگر لوگ جن کا ذکر اس سورت میں آیا ہے ان کے واقعات میں ارباب عقل و دانش کے لیے بڑی نصیحتیں ہیں۔

۱۵۴ اس قصہ کے بیان کے بعد کفار کے اس قول کی تردید کر دی کہ یہ کلام حضور خود ذکر پیش گوئی میں فرمایا کہ تم خود سوچو ایک انبی جو کہتا نہیں بڑھتا نہیں کسی صاحب علم کے پاس اس کی نصیحت پر فہمست نہیں ہے۔ اس قصہ کو اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کوئی کہہ نہیں سکتا ہے۔ یقیناً یہ ناممکن ہے۔ اس لیے اس قرآن کے مقرر من اللہ ہوئے ہیں کوئی کتاب نہیں ہے اس کتاب سے قرآن آسمانی صحیفوں کی تصدیق ہوتی ہے جو پہلے انبیاء پر نازل کیے گئے تھے نیز ان کتب میں طرح طرح کے تغیر و تبدل اور تحریف کے پائے جانے سے ان واقعات میں جو انہیں اور جو غفاریہ پر گئے تھے ان کو یہ کھول کر بیان کرتی ہے۔ نیز یہ سراسر بات اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہانے۔

کی سعادت نصیب ہو کہ عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ سچی ہے تو ان پر نقاب کیوں نہیں آجاتا لیکن رحمت خداوندی اللہ کی اس طفلانہ مضبوطی و
مواقتہ نہیں کرتی بلکہ انھیں مزید سوچنے سمجھنے اور حق قبول کرنے کی مہلت دیتی جاتی ہے۔ وہ ایک اللہ مضبوط عقلی طلسم ہے جسے
محبوب تیرا رب لوگوں کی غلط فہمیوں کے باوجود ان سے درگزر میں فرماتا رہتا ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں میں جو ذہنی اور روحانی اور عقلی انقلاب برپا کرتا ہے۔ اس کا ذکر بھی آیات انیس تا پچیس میں فرمایا اور اسلام
سے پہلے ہر جوتے جو ستم انسان کا وہ امن و خلد و سلام جن آدمیوں سے طوطا ہوتا ہے انھیں بھی آیت ۲۵ میں جامع طور پر بیان کر دیا تاکہ اسلام
کے انتخاب آفرین اثرات کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے۔

اگرچہ دوسری صورتوں کی طرح اس صورت کی ہر آیت بھی رشد و ہدایت کا مینار ہے لیکن میں قارئین کی خصوصی توجہ آیات ۲۵، ۲۶، ۲۷
۲۸ کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ آیت ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمودہ اللہم سکھ عروج ذوال کمال کا ایک عملی قانون بیان فرمایا ہے۔ ہر وہ
شخص یا قوم جو اپنی موجودہ پستی اور ذلت پر نالاں ہے اور عروج و بلندی کی خواہاں ہے وہ اس آیت کو بار بار پڑھے۔

قرآن سے ملنے والے لوگ عام طور پر یہ سمجھتے جاتے ہیں کہ تنازع البقاء و STRUGGLE FOR EXISTENCE اور بقا SURVIVAL OF THE FITTEST کا نظریہ سب سے پہلے ڈارون نے پیش کیا لیکن اگر آپ آیت ۲۸ کا بشور
مطالعہ فرمائیں گے تو آپ تسلیم کریں گے کہ حکمت کی انوکھی کایقینی گنجینہ بھی قرآن کے بحر حکمت کا ہی ایک چمکتا ہوا موتی ہے۔

انسان اپنی مادی اور مادیاتی ترقی کے باوجود آج بے چین اور مضطرب رہا اس کے فکر کے اگلی پر غور و فکر اندیشوں اور کرداروں کے تصورات
کے بال بچے جیسے ہیں۔ یہ بزرگوار سمجھوں پر عمل کر بھی اسے اطمینان نصیب نہیں شکیبہ و تیرن کی سکین پر جن غراں کی عشوہ طرازیوں اور قیوں کی
پھول و پھول اس کی پیاس کو بجھا نہیں سکتی ذلت کے انبار بھی اس کو تسکین نہیں دے سکتے۔ اطمینان قلب ہی وہ جس بنا پہنچ جس کی افسان
کراچی سب زیادہ ضرور ہے۔ قرآن کریم نے اپنے سادہ و لائق اور دینی پرورانہ انداز میں یہ بتا کر "الابذل کہ اقلہ تطمئن القلوب
وآیت ۲۵ انسان کو اس تنازع عروج و خراج کا مشرف بنادیا۔

آپ میں یہ فرمان بات ختم کوئی کہ اے محبوب میں نے تجھے رسالت کا منصب بخشا ہے اور محضہ رشد و ہدایت عطا فرمایا ہے تاکہ تو اندھیر
میں چلتی ہوئی انسانیت کو شاہراہ ہدایت پر گامزن کر دے۔ زبان تیری یہ ہے لیکن بات تیری ہے۔ قدم تو اٹھاتا ہے تو فوج میں نشانہ ہوں گا۔ لوں
و شواہد کو نظر انداز کرتے ہوئے جنگیں کے شور و خفا کو خاطر میں نہ لاتے جسے آپ اپنے فرض رسالت کی ادائیگی میں سرگرم ہیں۔ اگر
یہ کہ باطنی تیری بہت کا انکار بھی کریں تو یہ دوا نہیں۔ تیری رسالت تیری صداقت کا میں خود گواہ ہوں۔ اور وہ لوگ بھی گواہ ہیں جن کے
دلی فیرومی سے متاثر ہیں۔

مؤرخہ مدد ملی ہے اس کی ایک انڈیکس نام سے شائع کرتا ہوں جو بہت سی ہرمانی میں شرم فرماتے والا ہے ، اور رکوع چھ ہے ۔

الحمد لله رب العالمین! اے اللہ! تو ہی کتاب (القرآن) کی آیت اور جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آج کے رب کی جانب سے، وہ حق ہے

میکن ہاکٹر لوگ (ایسی ہی کہی جا سکتی ہیں) ایمان نہیں لاتے۔ (مذہب و قدرت کی بات میں نے بلند کیا: مسلمانوں کو

میں شکاف پرٹنے شروع ہو جاتے ہیں اس پر بھی تھیس پڑنے لگتا اور ذرا فست پر تاننا ہے۔ فوراً اس کا قدرت کو دیکھو جس نے آسمانوں کو ستونوں اور سادھن کے بغیر کھڑا کر دیا ہے۔ پھر اس کی پختل کاری عالم ہے کہ اسے جسے لاکھوں کرڈوں سال گزار گئے اور اس میں کچھک شمس پیدا

5112

عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ

ان کے ظلم و زیادتی کے باوجود اللہ اور پیغمبر آپ کا رب سخت عذاب دینے والا اور یہی اسے شے اور کافر کہتے ہیں۔

كَفَرُوا وَلَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ

کہ انہوں نے کفر کیا اور اگر ان کو آیت نہ آتی تو ان کی طرف توئی نشانائی ان کے رب کی طرف سے کہ آپ توڑ کوڑی کے انجام پر سے (نہ) نذرانہ اسے ہیں

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ

اور ہر قوم کے لیے آپ ہادی ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو رکھ میں (آٹھ) سے چلتی ہے کوئی آدم اور رہتا ہے جو تم کرتے ہیں

المثلثات۔ العقوبات اس کا واحد مثقل ہے یعنی عذاب۔ علامہ راجب کہتے ہیں الثلثة: بقية تنزيل بالانسان فيجعل مثالا من تدبر به غيره وذلك لان السالك جملة مثلكات ومثلاثات۔ (مخبرات)

شے کے محبوب علی اللہ علیہ وسلم تیرا بڑا دکھ اور تیرا بڑا بڑا عذاب نازل کرنے میں عجلت سے کام نہیں لیتا اس کی مغفرت کا دامن بڑا وسیع ہے بندے نے غفرت کی طرف سے نہیں قصور کرتے ہیں۔ کفر و شرک پر اٹھتے ہیں۔ شوق و غور کی انتہا کرتے ہیں۔ لیکن وہ حضور و مژدہ کی کثرت ہوتا ہے اس کا مشہور ہی کرم کرنا اور وہ کرم کرنا ہے۔ کفار و کافرات بھی عقاب کو کچھ نہ دھاتیں انہیں تھیں اللہ ان کا کان ہذا حوالہ لیں من عندك فاعط على ما حبا من السماء اے اللہ اگر یہ کتاب بھی ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے تو پھر یا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اصرار کے باوجود ان پر عذاب آنا۔ ایک دین فرمایا، ماکان اللہ بعد ہم وانت فہم، اے محبوب تم ان کے درمیان فشریف فرما ہر ان پر عذاب نہیں لگتا تاؤا چاہتے۔

شے لیکن جیب اشک و غم کی حد ہو جاتی ہے اور ملت کا حد ختم ہو جاتا ہے تو پھر ان پر نہ تو شدید عذاب آتا ہے کہ نہ نسبت ناپاورد کر کے رکھ دیتے جاتے ہیں۔

ان سے سبکدوشی مجزات دیکھنے کے باوجود پھر وہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی اور چیز دیکھا یا مانا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو فرماتے ہیں کہ ان کو بتا دیجیے کہ میرا کام تمہیں اس کے عذاب سے ڈرانا تھا وہ میں نے پوری طرح کر دیا۔ میرے دینے مجھے اس لیے نہیں بھیجا کہ تم مجزات کے لیے فرمائیں کرتے رہو اور میں ان کو پورا کرنا کہہ رہا ہوں۔

شے علامہ راجب ابو نعیم کہتے ہیں کہ ہاں سے روئے خود کی ذات ہے کہ حضور شریف مذہبی ہیں اور قیامت تک انہی کی سب اقوام عالم کے لیے راہ نمائی ہیں جن حکمہ و احی الغفالت و السکل تمام ہاں تا لا ھے بعد علی اللہ علیہ وسلم۔ (ابن کثیر) اور اس کا یہ معلوم بھی بنایا گیا ہے کہ دنیا میں جتنی قومیں گزری ہیں یا اب موجود ہیں سب کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور ان کے نائبین کو مقرر کیا کہ انہیں پیغام حق پہنچائیں اور نشانہ ہر پیر و پستہ چلیں کی ورت دیں۔

الْأَحَامُ وَمَا تَزِدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِقَدَرٍ ۝ عَلِيمٌ

ہم اور جو زیادہ کرتے ہیں اے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازہ سے ہے۔ اور جاننے والا ہے

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَنْ أَسْرَأَ

ہر شے چھپنے والی اور ظاہر چیز کو سب بڑا مال پر ترجیح دے گا (اس کے علم میں) سب کیساں ہیں تم میں سے وہ بھی جو آہستہ بات

الْقَوْلِ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخَفٌّ بِالْبَيْلِ وَسَارِبٌ

گڑبہ اور جو ہلستہ آواز سے بات کرتا ہے اے اور جو بھیجی ہو چھپا کر بات ہے رات کے وقت اور جو چھپ کر پھرتا ہے

بِالنَّهَارِ ۝ لَهُ مَعْقِبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ

دن کے وقت۔ افسانہ کیلئے پچھلے دنوں سے آئندہ کے فرشتے ہیں ان کے آگے بھی اور ان کے پیچھے بھی نگہبان رکھتے ہیں اس کی

اللہ اللہ تعالیٰ کی سنت علم کو بیان کیا جا رہا ہے کہ کمال درجہ پر پہنچنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اور مدت تک میں جو پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی ہر چیز میں وہ ان کی سبک جانتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس نے ایک نیا اور مقررہ رکھ رکھا ہے۔ ہر چیز کی اس کے علم میں مطابق ہر شے وجود میں آتی ہے جو ذات تعالیٰ کی قدرت کی جانتی ہے جبکہ تم ایک خطرہ آگے دیا وہ کچھ نہ تو کیا اب تمہارا کوئی قول اور تمہارا کوئی ارادہ اس سے چھپا رہا نہ ہو یا اگر تم قبول میں جسے پرستے خالق جہاں اور تمہارے ذہن کو جو آواز دے جانتے تو وہ بھی اس کے علم میں ہے اور دنیا کے دن و رات کی سب شے تمہارے علم کے اندر ہے گا اور تم سب کا پروردگار ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے علم میں ہر شے کا ذکر فرمایا الکیس الذی کل شیء، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کل شیء بقدرتہ و قہرہ اور قہر، یعنی کبر و سب سے جو سب سے بڑا اور سب سے بڑا اس کے نیچے ہوا اور متعال کا یہ جو ہم ہے کہ جو اپنی قدرت اور طاقت کے باعث ہر چیز پر غالب ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے علم میں ہر شے کی قدرت کی سب باتوں کو جانتا ہے خواہ تم قریب یا زواری سے سرگوشیاں کرو یا لینا و لڑنے سے ظہار خیال کرو بخلاف رات کی تاریکی کے پڑنے میں آگے چھپتے ہو یا دن کے لمبے میں ظہار کھاتی ہو سب سے ہوا اور تمہاری ہر بات متعال ہے اور تمہیں ہر حال میں لگتا ہے سب سے ظاہر اس کے علاوہ اس کا معنی التوازی: یعنی سرگوشیاں میں چھپنے والا السارب المتوازی ای داخل سرمد (قرطبی)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے علم میں ہر شے کی قدرت کی سب باتوں کو جانتا ہے خواہ تم قریب یا زواری سے سرگوشیاں کرو یا لینا و لڑنے سے ظہار خیال کرو بخلاف رات کی تاریکی کے پڑنے میں آگے چھپتے ہو یا دن کے لمبے میں ظہار کھاتی ہو سب سے ہوا اور تمہاری ہر بات متعال ہے اور تمہیں ہر حال میں لگتا ہے سب سے ظاہر اس کے علاوہ اس کا معنی التوازی: یعنی سرگوشیاں میں چھپنے والا السارب المتوازی ای داخل سرمد (قرطبی)

مَنْ أَمَرَ اللَّهُ أَنْ لَا يُغَيِّرُ مَا يَقُومُ حَتَّى يُغَيِّرُ مَا

اگر تعالیٰ نے حکم سے ۔ بیشک خدا تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی باتیں یا جوئی امانت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی

بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءٌ فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ

خود انہیں کرتے ہیں اور جب ارادہ کرتا ہے خدا تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا تو کوئی مال نہیں سکتا اسے شک اور نہ ہی اس کے لیے

اور اس کا ہر قول قائل بن کر کر دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن انہوں نے اپنے جرائم کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے سوا کسی اور کو شکایت ہے اس کے سامنے نہ دیا جائے گا اور پھر اس کو محال انکار نہیں رہے گی۔

اس کا یہ مقصود بھی بتایا گیا ہے کہ اگر تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت کی ہے فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو اس کے آگے پیچھے رہتے ہیں اور اس کے مصائب سے بچاتے ہیں۔ ایک روز ایک کشتی حضرت نوح علیہ السلام پر تھام رہی تھی اس کا یہ قیام مراد ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں اس لیے اپنی حفاظت کا اہتمام فرمائیے۔ اعلیٰ تعالیٰ نے اس کے فرمان کو اپنے فرماؤں میں فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں جب تک وہ مقرر ہو کر رہے اور جب وہ ماضی آجاتی ہے تو وہ فرشتے تقدیر الہی کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں اور وقت کا مقرر وقت تک ایسا مضبوط قلعہ ہے جس میں وقت سے پہلے کوئی داخل نہیں ہو سکتا اور ان اللہ معصوم حصینہ اور بعض علماء کا ارشاد ہے کہ کہ کلمہ حق حضور فرمایا کائنات علیہ السلام کی کائنات کا کہہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کی حفاظت کی ہے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو کائنات کی دست اندازیں اور ان کے کلمہ فریب حضور کی حفاظت کرتے ہیں حقیقات لوٹ کر زمینے العقاب العود بعد البدأ میں امر اللہ میں من مبین یا مبین یا بعد اللہ ان کی وہ حفاظت خدا تعالیٰ کے ازلی اور حکم سے ہوتی ہے۔

شک غریب و نر کی قدرت و خوشحالی اور اس کی عظمت کی بڑی نعمتوں سے کوئی قوم بہرہ ور نہ ہوتی ہے۔ ان سے اسے بلا و محرومی نہیں کرایا جاتا بلکہ سب خود اپنے اپنے جیسے اعمال کو جسے اعمال سے پسند یہ خصال کو اپنا پسند یا طور سے فرض شناسی محنت اور دنیا کشی کی صفات کو فرض نامشعنا سی سہل انگاری اور دل سہی سے ہل دی جاتی ہے اس وقت قدرت کا اہل قانون سے عزت کی تعبیر سے وقت نامہ لاری کی پستیوں میں دھکیل دیتا ہے۔

ان اللہ لا یغیر ما یقوم (من العافیہ و النعمۃ حتی یغیرہا) (اسی اللہ) ما بانفسہم (من الاحوال الخبیۃ بالاحوال القبیحۃ) (نظر نہ) اسی طرح کسی خستہ حالی قوم یا قوم کو بلا و محرومی نہیں بنا دیا جاتا بلکہ پہلے اسے اپنی مذہم خصلتیں چھوڑنی پڑتی ہیں اور بعد ازاں عید سے اپنے آپ کو متعسف کرنا پڑتا ہے تب اس کی حالت بدلی جاتی ہے۔

۱۲ جب کوئی قوم بار بار کی نصیحتوں اور سنو سنو کے باوجود اپنی اصلاح نہیں کرتی اور اپنی اصلاح کے لیے جو عملت اسے دی جاتی ہے وہ بھی غفلت میں گزار دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنے اعمال سے بدلے میں کوئی سزا دیتے کہ فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر کوئی طاقت اس کو اپنے اعمال کے نتائج سے بچا نہیں سکتی۔ یہ وہ قانون قدرت ہے جس میں کوئی استثناء نہیں ہے حقیقت جو ناقابل تردید

ضمیمہ القرآن

مَنْ يَشَاقُ وَهُمْ مُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْحِسَالِ لَهُ

جس پر ہوا جرات ہے۔ اس حال میں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور اس کی کھڑ بہت سخت ہے۔ اسی کو

دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْمَعُونَ لَهُمْ

پکارنا حق ہے نیک اور درگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اللہ وہ نہیں جواب دے سکتے انہیں کبھی

علی کریم اللہ دینے سے شدید الحال کا معنی یہ ہے۔ بڑی سخت گرفت کر کے نہ والا شدید الاعتقاد ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس آیت کی شان میں فرمایا میں علماء کرام نے متعدد اقوال لکھے ہیں میں حضرت عبداللہ باطل مراد آبادی رحمت اللہ علیہ کے عاشق و خزانہ العرفان سے اس کی شان میں نقل کیا ہوں۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھیجی انھوں نے اس کو دعوت دی کہتے تھے کہ تم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون ہے جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ یہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا لہجہ کا یا تم کہ لہجہ کا مسلمانوں کو یہ بات بہت گھڑی اور انھوں نے واپس جا کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایسا کفر سیارہ دلی سرکش دیکھنے میں نہیں آیا حضور نے فرمایا اس کے پاس پھر جاؤ اس نے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا اور کہا کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت قبول کر کے ایسے رب کو پالوں جسے نہ میں نے دیکھا نہ سچا نام یہ حضرات پھر واپس آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ حضور اس کا خبیث توادر ترقی پر ہے۔ خرابیاں پھر جاؤ تمہیں ارشاد پھر گئے جس وقت اس سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ ایسی ہی سیارہ دلی کی باتیں کرتا تھا ایک بے ایمان کے بھائی کا کہ وہ درگ پلہ پلہ اور بجلی گری اور اس کا ذکر بولا دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس بیٹھے جب ہاں سے اٹھیں تو وہاں سے انھیں اصحاب کرام کی ایک اور جماعت ملی وہ کہنے لگے کہ تمہیں کون گویا یاں حضرت نے کہا کہ آپ صاحبوں کو کیسے معلوم ہو گیا انھوں نے فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہی آئی ہے وہ رسول الصالحین الایۃ۔

خداوندانہ صوفیانہ۔
اس آیت کا یہ قدر غور طلب علامہ بخاری نے تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ الحق کا کلمہ یا تو سچ جو باطن کی نقیض ہے جس کے معنی میں ہو گا یا اللہ تعالیٰ کا اسم ہو گا اگر حق سچ کے معنی میں ہو تو پھر حق کی یہ صفت بھی لیکن مرکب کو صفت کی جگہ مرکب انسانی نہ کر جاوے اور صفت عرب میں معروف کو صفت کی طرف متعارف کر دیا جاتا ہے جیسے کلمۃ الحق یا سجد الجناح میں ہے معنی وہ دعا جو حق اور درست ہے جس پر توجہ تریز کیا جاتے اور جو قبول ہوتی ہے تو وہی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے کی جائے۔ والحق ان قلنا ہمانہ یدعی فیہ تعجب الدعوتہ والذی سئلہ اور اگر حق اس الہامی میں سے ہو تو اس وقت معنی ہو گا دعوت اللہ تعالیٰ الذی یسمع فیہ تعجب۔ علامہ ابو حنیفہ ان سے بحر محیط میں پہلی ترکیب کو صحیح قرار دیا ہے اور دوسری واضح بھی ہے۔

اس لیے جو یہ جان توں کے بیماری میں اور ان کی کچھ کرتے ہیں اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں ان کی محرومی اور نازاری کو ایک بڑی دشمن

شیخ الاسلام

اور زمین میں ۲۳۹۹ سے بعض خوشی سے اور بعض مہجوراً۔ اور ان کے سامنے بھی (سجدہ دینے میں) اس کے وقت بھی اور اس کے وقت بھی۔ (اسپ) (ان سے)

وہ مجھے کون ہے بڑا گھبراہٹا سا ناول اور زمین کا چار (خود ہی) فرما دیتے اللہ کا راز انھیں! کہیے کیا تم نے بنا لیے ہیں اللہ کے

سوا ایسے حمایتی جو اعتماد نہیں رکھتے اپنے لیے بھی کسی نفع کا اور نہ کسی نقصان کا۔ (زال سے) ہر گز

کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور بینا یا کیا نیکیاں جوتے ہیں اندھیرے اور نور؟ 59

۱۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اپنے مالک کے علم کے آگے سرافرازدار ہے کہ تو خود غرض نصیب میں جس کا ظاہر اور باطن کی کمال اور نواقص ہیں

وہ بھی مال کے سامنے دم نہیں لاسکتے۔ اسی کے ملک سے اور اسی کے تقرب کیلئے بہتے وقت پر یہ پیدا ہوئے۔ جب اس کا حکم دے گا، انہیں اس

میں نے اس کے لیے ایک نیا ہیرو بنا دیا۔ اس کے لیے ایک نیا ہیرو بنا دیا۔ اس کے لیے ایک نیا ہیرو بنا دیا۔

آسمانی زمین کا حلقہ درپردہ کارکن ہے گھوڑا اس کا جواب دینے میں پس پشت نہیں کریں تو آپ خود ہی فرما لیں کہ "اللہ" امام نبوی نے لکھا

فلذلك ان سے پوچھو کہ جب ہم یہاں سے ہرگز زمین انسانوں کی ہر چیز کا خالق اور مالک نہ تھے تو پھر ہم ان سے کیسے ہیں اور کونسا اختیار

[illegible]

سید القرآن ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ جلد دوم

أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهُ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ

کیا انھوں نے بنائے ہیں اللہ کے لیے ایسے شریک جنھوں نے کچھ بنایا جیسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا انھیں تو ان کے بے شکبہ ہو۔

قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ اُنْزِلَ مِنْ

فرمائیے اللہ تعالیٰ ہیہ کہ ہر چیز کو خلق ہے ہر چیز کو غلبہ ہے۔ اور وہ ایک ہے۔ اس نے آتا

السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةً يُقَدِّرُهَا فَاَحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

آسمان سے پانی نکلے گا پس بہنے لگیں دریاں اپنے اپنے انداز کے مطابق اور توڑ جائیگا سیلاب کی تودے۔ ابھرا ہوا

زَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حُلِيٍّ اَوْ مَتَاعٍ

جھاگ۔ اور جن چیزوں کو آگ کے اندر تپاتے ہیں زبرد بناتے کے لیے یا دیگر سامان بنانے کے لیے

لکہ ان کائنات کی پہلی بڑی مخلوق ہے جو ہر چیز میں سے پیدا ہوئی ہے ان کے بننے سے پہلے کی آپس تو بھراؤ کی کھٹا پھٹا اور ان کا جہاز کھانے کے مشق کے لئے تھا لیکن ہر چیز کا جو بننے میں بھی بلکہ مخلوق حقیقت کا گد سے کیا جائے تو ہر چیز جس کی بھی ایک سے بڑی چیز ہے وہی

اس کے بعد کے ظلال میں اسی التوحید بالربوبیۃ واستحقاق العبادۃ بل التوحید بالوجود التام لا معبود غیرہ الا بوجہ حد فاعلم وجہہ بطریق القیاس سبب غائب جو کئی چیزیں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں کہتی ان کا مقابلہ کل کائنات کا لایق و معنی ہے (مذہب)

یہ حق باطل کا فرق ایک مثال سے کر کے بیان کیا جا رہا ہے اس کے ساتھ حق کے واسطے و بقا اور باطل کے زوال و فنا کی وجہ بھی بیان کی جا رہی ہے فرمایا تم نے بار بار شارب کیا ہے کہ جب سلاخ حادہ زبرد سے تو دو دیاں پائی سے پر زبرد جاتی ہیں۔ بڑی اور دھنچ وادوں میں پانی کی مقدار زیادہ اور پھٹی دلوں میں پانی کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے جب پانی تیزی سے بہتا ہے تو تم نے کیا ہوا گا کہ سلاخ آپر جھاگ خود اور ہوا گیا ہے۔ اسی طرح جب زبرد بنائے کے لیے تم سونا چاندی پگھلاتے ہو یا دیگر چیزیں بنانے کے لیے تو دوسری

دھاتوں کو لگاتے ہو تو اسی قسم کا جھاگ ان پر بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس انھیں بے گتہ جھاگ کے نیچے تو نظر آتا پانی یا پھر لگتی ہوئی دھاتیں ہیں۔ لیکن جھوکو کہ وہ حق ہے اور ان پر انھیں ہوا جھاگ ہوا جھوکو کہ وہ باطل ہے۔ ظاہر تو وہ جھاگ تو پر ہے اور پانی اس کے نیچے چھپا ہوا ہے لیکن

تھوڑی دیر بعد پانی کی کوئی لہر اسے اٹھا کر کنارہ پر پھینک دے گی اور کوئی کارگر اس میل کھل کر نکال باہر کرے گا اور اس جھاگ و میل کھل کا نام منظران

زَيْدٌ مِّثْلُهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزُّبُرُ

اس میں یہی دہرائی جاتی ہے کہ حق اور باطل کی۔ پس زبیر جہاں تو

فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ

رائیگاں چلا جاتا ہے اور جو چیز نفع بخش ہے لوگوں کے لیے تو وہ باقی ہے کی زمین میں

كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ الْحُسْنَىٰ

روشنی اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنے رب کا حکم مان لیا بھلائی (حسنى)

وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

ہے اور جنہوں نے نہیں مانا اس کا حکم تو اگر ان کے ملک میں جو جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اور

باقی زمینیں بھی اس طرح باطل ظاہری کو فرستے گا جو حق باطنی کے عاقبات کی کوئی ایک ٹکری اس کی منہ لوگوں کو مروڑ کر رکھتی ہے اور حق

نہترے جیسے پانی کی طرح رال دال دال آگے بڑھتا ہے۔ باطن اور کھیتوں کو سیراب کر کے کھیتی باڑیوں کو بخشا ہے اور لاکھوں پیاسوں کی پیاس بجھاتا ہے۔

۱۱۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ حق کو بقائے دائم کیوں بخشا گیا اور باطل کے مفاد میں فنا و زوال کیوں رقم ہوا۔ بتایا ہوا یہ اصل ہے کہ جو چیز نفع رسانی میں ہے اس سے جاری مخلوق کو فائدہ پہنچے گا جو زمین کی سطح پر اس کی فلاح کا باعث ہوگی وہ باقی رہے گی اور جو چیز افادیت اور نفع رسانی کی صفت سے محروم ہوگی وہ فنا ہو جائے گی۔ قرآن حکیم نے پورے صدیاں پہلے تاریخ للبقا (SURVIVAL FOR

EXISTENCE) میں بقا اور اصل کا قانون (SURVIVAL OF THE Fittest) وضع طور پر بتا دیا تھا کہ جس دنیا میں وہی چیز باقی رہے گی جو مفید اور نفع بخش ہوگی اور جب بھی کوئی چیز اپنی افادیت کھو بیٹھے وہ کسی وقت کٹنی ضرور اور گواہی دے گی کہ اس کو اٹھا کر باہر چھینک دیا

مانا ہے آپ صبح سویرے اپنے باغیچے سے خوبصورت و خوشبودار پھول پھلے پھلے پھول لے کر ان کی کاشت کرتے ہیں اور کس شوق سے اسے کسی گلدان میں سمیٹتے ہیں۔ یوں ہمارے دیکھ کر کتنی تازگی اور فرحت محسوس کرتے ہیں لیکن جب وہ دوسرے دن نکلا جاتے ہیں ان کی جھک

ختم اور ان کی رنگت چمکی پڑ جاتی ہے تو اس گلدان کو اپنے نہیں بلکہ انہوں سے ٹھکانا باہر چھینک دیتے ہیں۔ یہی حال نظائرت کا بھی ہے۔ زندگی کے کوئی کسی شعبے سے متعلق ہیں جب تک کہ وہ مفید نتائج پیدا کرتے رہتے ہیں وہ فائدہ و سلامت دیتے ہیں اور جب وہ افادیت محروم ہو جاتے ہیں تو انہیں بھلا دیا جاتا ہے تو ان اور افراد کے لیے بھی عروج و زوال کا یہی میعاد ہے جب تک کہ کوئی فرد یا کوئی قوم اپنی تعمیری صلاحیتوں کو اپنی

اخلاق اور صنعت بخش اعمال سے صنعت بنتی ہے اس کی عظمت کا پرچم بلند فضاؤں میں اُڑاتا رہتا ہے اور جو اس کو کسی طاقت بخشا ہے ہر آنکھ اس کی قوتوں کو محبت بخشتی ہے لیکن جس وقت اس کی دشمنی قوتیں بوجھ جاتی ہیں ان کے نفاق گر جاتے ہیں اور ان کا طریقہ کار راہ برست

سے جسکے مال ہے وہ فتنہ کو امت کا ہونے سے ان کے سر پر لگے رہا تھا وہ چپکے سے اُتار لیا جانتے تھے کہ زور و زحمت سے یہ وہ بیٹھا
 کہ تھا اس کے نیچے سے خود کھسک جاتا ہے۔ آپ قسطل کی ترقی داد بار کا سلطان کریں آپ افراد کے مزاج و زوال کا جاننے والے ہیں ایک ہی
 اصول پر آپ کو جاری و ساری نظر آئیگا۔ ہر قوم کو زندہ رہنے کے لیے قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ ہر قوم کو عزت ناموری کے حصول کے لیے
 قربانی دینا پڑتی ہے۔ اور پھر اس حاصل کردہ عزت ناموری کو برقرار رکھنے کے لیے شدید محنت سے کام لے کرنا پڑتا ہے اور یہی حال افراد کا ہے۔
 ہم مزاج حاصل کرنے کے لیے بیٹھے منصوبے بناتے ہیں۔ ہم بلند مناصب تک پہنچنے کے لیے بڑے خواب دیکھا کرتے ہیں لیکن مدد حریف وہ
 راستہ اختیار نہیں کرتے جو قدرے اس منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے۔ اور اس طرح عربیہ فتنوں کی حالت سے چلے جاتے ہیں۔ تھاکہ پھر وہ
 جلتے ہیں اور منزل سے کہ دور تر مرقی علی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ غراب نیچے لوں باہر چڑھ کر بیٹھنے کی ٹیپ کھینچنے والوں کو پاب ہے کہ وہ اپنے وجود کو فتنہ
 بنائیں۔ قومی لوگوں کا سکون نہیں بلکہ شک و گھبرائیں انھیں انھیں جو کہہ کر سکھائے گئیں۔ اپنے آپ کی شعلت کو حتیٰ الامکان کشادہ کریں تاکہ صعوبت انہوں کو اس
 کے سایہ میں پناہ مل سکے۔ منزل علی کو وہ ان کے قدموں میں آئیگی۔ اور اقلہ کی کسی بعد وقت ان کی قدرت میں پیش کی جائیگی۔ جب تک کہ بی اثر
 دشمن ہریت کا پیرایہ روشن کیے ہے۔ ان غفلتوں کے مصلیٰ اعدائے کا شرف انھیں نصیب ہا جب حق اسلام نے اس فتنہ کو سنبھالا تو ہر اسلام
 کا تہیہ ان کے سر پر کھڑا کیا۔ اپنے حکم پر مزاج میں جہاں جہاں بھی مسلمان تھے ہمارے سکے۔ ہر شہر میں علم و عرفان کے پیرایہ روشن کرتے تھے۔ حق و باطل کو
 مغز اڑا اور لالہ اڑا دیں۔ بدل گئے۔ انھیں اٹھا دیا۔ ساتھ ہی مشرق و مغرب کے مظلوموں کو ترمزدوں کی امداد کے لیے بھیجے اور انھیں ظلم و استبداد کی پھر
 سے آزاد کرانے کے علم و تحقیق پر متوجہ ہوئے۔ علم و حرکت گستاخی میں تازہ پھول کھلا ہے۔ فتنہ ان کا ایک کھنکھارہ اور ایک عہد ان ہی اپنے صدق و تجدید کی
 تسکین کے لیے پھولیں پھولیں درختوں میں چمکتے ہوئے ہیں۔ سید اگر اہل اسلام کا طبعی لگن و جہل کی تشنیں میں رہتے تھے۔ یہ سب کچھ کیا تھا ان کا صوفی و
 اعراس کی چادر میں اپنا جانچنا نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ اس قوم کا وجود خیریت کا سرچشمہ بنا۔ اس کی پیشانی کو روشنی کی ہر شمش کا ثابت ہوئی اور
 جب تک کہ اس کے جلا جلائیں سول نکلیں۔ انھیں کا شکار ہو گئیں۔ جب ان کا شمشیر تھک گیا اور رجز بابت اٹھانے لگا۔ جب اس کے جو حلیت اور روشنی سرور
 ہو گئے۔ جب اس کے نور جانی کو شمشیر سنان سے نفرت اور طلسم کی سبک بیاہ ہو گیا تو پھر حاکم انتہی حلیہ جفا کے حصول کے مطابق
 انھیں سخت فتنے سے مستعد اور ہنسا چلا۔ انھوں کی دیواروں کے سایوں میں ان کے جو حلیہ اور پختہ کردہ سلیس سلیس کر دیا گیا۔ انہی فتنوں میں شہزادوں
 کی جھنڈیں لگی گئیں۔ انھیں اس کی سرزمین سے جہاں انھوں نے خود سوال تک حکومت کی تھی۔ نکال دیا۔ یہی حال ہندوستان اور دوسری جہاں پر ہوا۔
 عزت و کثرت کی دعا تھی جو انھیں باوجود ان کے بڑی عزت و شرف سے مل کی تھی۔ انھیں اپنے ہاتھوں کے اندر و سرور کو دینی پڑی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا
 قانون ہے۔ اس میں کسی قوم یا فرد کا غلط نہیں کیا جاتا۔ اگر تم اپنی جو حالت پر خوش نہیں ہو تو نہ سہنے یا ستر میں بھگتے تھے۔ کچھ نہیں بٹتے۔ لاپتے ہو
 پر ایسے فدا خود کو تبدیل کیا گیا۔ یہی حق اعلیٰ ہی قرآن نے آپ کو چاہا ہے۔ ان لفظوں میں مابقہ ہا قیام اور یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا
 کہ وہ ہر فرد و جماعت اس کیسے ہے۔ عزت کی بنیادیں اسکے لیے ہیں جس سے خلق خدا کو فائدہ ہو۔ آپ اپنے آپ اس کی مخلوق کے لیے فتنے میں آجائیں۔ آپ
 اپنی صلاحیتوں کی برتری اپنی ہیبت کی بیکاری اپنے عزم کی پختگی اور حق کے لیے جینے والی حق کے لیے کٹنے والی شہادت بہم پہنچائیں۔ دنیا خود ہی آپ کو
 اپنی تکمیل پر چھوڑے گی۔ اس آیت میں چند شکل الفاظ ہیں۔ انکو بھی سمجھ لیجئے۔ اودعیہ جمع ہے اس کو ادا دی ہے۔ زندہ ہو جاگ رہا ہے۔ وہاں
 سے ہے۔ زندہ ہونا یعنی وہ جاگ رہا ہے۔ اس پر تیرا ہوتا ہے۔ جفا ہی مایہ جفا اولیٰ ای دھماکا ہے۔ یعنی جس کو دای نے باہر ہیبت کیا۔ یہاں

مِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَا بِهِۦٓ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُورَةُ الْحِسَابِ ۝ وَكَانَ وِجْهَهُمْ
 اَتَانَا جی دور اسکے ساتھ قرعہ (فلانی بچنے کے لیے) سے بطور قدرتی دیکھیں۔ یہی وہ اور نصیب ہیں جسکے یہ سخت پرہیز ہوگی اور انکا ٹھکانا

جَهَنَّمَ وِبِئْسَ الْيِهَادُ ۝۱۸۱۹۰ اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
 جہنم ہے۔ اور بہت بڑی قزاقی ہے۔ تو کیا بڑا شخص جانتا ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے

رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۱۸۱۹۱۰ الَّذِيْنَ
 جسکی جانب بڑھتی ہے اور اس میں اسکا جو اندھا ہے جسکی نصیب موت دہری قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

يُؤْفَوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْوَيْثَاقَ ۝۱۸۱۹۱۱۰ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
 پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو اور جس میں توڑتے پختہ وعدہ کو اس کے

وَذٰلِكَ مِثْلُ آبٰی سَكَنَ اَرْضَ حِمٰكٍ كُوْبَا بِرَبِّكَ يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۱۸۱۹۱۲۰ اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
 وہی مگر وہ جس سے یہاں مفعول ملا جہنم کی جہنم سے ذبح مثلاً جہنم کو توڑنے اور علیحدہ کر دیم۔
 نیکہ یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب بننے والا اور اس کا اظہار کرنے والا کیسا نہیں ہو سکتے۔

۱۸۱۹۱۳۰ اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۱۸۱۹۱۴۰
 جن کو نیچے لگا اسلام قبول کرتے وقت اس نے وہ کیا تھا خواہ ان کا تعلق عقاید سے ہو یا اعمال سے انفرادی حیثیت کی حامل ہیں یا جمعی
 حیثیت کی ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے حیثیات بچتے وہ خواہ وہ خدا سے ہو یا خلق خدا سے۔

۱۸۱۹۱۵۰ اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۱۸۱۹۱۶۰
 کتاب اور تمام اخبار کو بیان لانا اس کے ساتھ جہنم کی اور اس کے لیے ایسا اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ مشن ملوک سب
 اس میں منہدی ہیں لیکن اکثر غلطی کی یہ ہے کہ یہ آیت تو سب رشتہ داروں کے ساتھ صلہ بھی جس میں صلہ داران کی نافرمانی کے باوجود
 ان سے محبت پیدا ہو خصوصاً اولاد کرتی ہے اور اس کی ہمیشہ کوئی چشمہ انکار نہیں کر سکتا اگر کسی خاندان کے افراد میں باہمی محبت ہوگی
 ایک دوسرے کے ساتھ جہنم کی اور خاندان کے خیرات پائے جائیں گے تو اس کے افراد میں وحم کی تحریروں میں ایک دوسرے کے مونس و محاور بنیں گے
 اور فرشتہ کے لوگوں میں شریک مگر خاندان کی خوشیوں کو دوبا لاکر نہ کا سبب ہونگے لیکن جس خاندان میں محبت کی جگہ عداوت پھیلے
 جب تک کہ یہ اپنے عزیز کا ایک ایسی ہوائی اپنے بھائی کا بدخواہ بن جائے تو وہ اس شریک ہو جائے جس کی فدا نت کوئی مفید کام کرنے کی بجائے
 تو یہی منسوب بناتی ہے جس خاندان کے وہ سال اس کا سربراہ اور اس کی قوتیں اسی خاندان کی بنیادوں کو کھینچنے میں صرف ہوجاتی ہیں۔

مستقل حکم دیا ہے کہ قصائی نہ کر دیا جائے اور ڈرتے بہتے ہیں اپنے رب سے اور خائف ہستے ہیں سخت

مرتب ہے۔ اور جو ان اعداد و ارقام میں اہم کرتے ہیں، پینے، بکے کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں، نماز کو۔

اور فرما کرتے ہیں اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے مشیدہ غور پر اور اعلیٰ تہذیب و پروردارِ حق سے رہتے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والا دنیا میں ہے جو صلہ رحمی کے بغیر دنیا میں ایسا کرے بلکہ صلہ رحمی کرے والا تو وہ ہے کہ اگر اس سے قبل تعلقی کی بات ہے تو پھر بھی وہ اس کو چڑھتا ہے۔

۲۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رجل یاربنا ما لنا من الحق بطحسب حجابا لی قال اقلک قال قلت قال تنفخون قال انقلک قال ثم تعال ملک قال نعم قال بوجھ احد حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے بہترین سلوک کا کون نیا مستحق ہے فرمایا تیری مال غرض کی اس کے بعد فرمایا تیری مال پھر لڑتوں اس کے بعد فرمایا تیری مال پھر سوال کیا اس کے بعد (جو حق تر ہو) مگر نہ شکر و خراج دینا اور نہ مال ۔

۳۔ دَعَا ابْنِ عَسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَمْرِ الْمَرْجُوعَةِ الرَّجُلُ أَهْلٌ وَدَايِهِ يَمُدُّ
 نَفْسَ غَيْبٍ (مرد و اہل اس لیے یعنی غم نہ فرمائیگا کسی آدمی کا بچا لے کر واپس آئے تو جس سے اس کی بہن یا بہن کی بہن سے ہے۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ نفعہ وامرنا انما نکر ما نعلو بہ وناکفر۔ فی وجعۃ الرحم من حیۃ فی اللہل شترۃ فی المال
منافۃ غلبہ۔ (ترمذی) حضرت رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا شجر و نسب سیکھا کرو تاکہ تم اپنے شتر و اولاد کے ساتھ حسن سلوک کر سکو۔
صلہ رحمی کی وجہ سے خدا تعالیٰ اس شخص سے مال میں زیادتی اور عرش میں علوالت اور جہنم میں نفع حاصل ہے۔

تھیں۔ مگر ان کے بعد بھی کرتے ہیں یا گناہ کے بعد توبہ کرتے ہیں یا اگر ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کے بارے میں زیادتی نہیں کرتے بلکہ خود کو گنہگار سمجھتے ہیں۔ ان کا اصول ہے کہ اگر کوئی انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے تو اس کا سامنا ہے خود کو گناہ کرنے

ایکسپریس (نوروز) کے مجھے وار آخرت کی راسخین میں ملنے لگی تھی (سید ہارباغات جن ہیں وہ فاضل ہیں مجھے

اور جو صالح بنواں گے ان کے باپ دادوں ، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد سے یہ بھی ان کے انگوٹھے فرستے

اس کے لئے جسے داخل ہوں گے ان پر ہر فرماؤ سے اسلامی برہمن پر وہ اس کے جوئے میں لیا

میرا دوسرا چہل قدمی یہ تھا کہ میں نے اپنے دوستوں کو بتا دیا کہ میں نے ایک نیا کام شروع کیا ہے۔

کسی فعل پر جو جزاوی جاتی ہے اس کو عقوبی کہتے ہیں اس کا معنی یعنی پیچھے آنا ہے اور کہہ کر فعل کی جزا اس کے پیچھے آتی ہے اس لیے اسے عقوبی کہتے ہیں العقوبۃ کا معنی ہے جواز لا۔ اگر جزا بھی ہو تو اس کے لیے العقوبۃ العقوبۃ العاقبۃ : کہ لفظ متعلق ہوتے ہیں اور اگر جزا برکی ہو تو اس کے لیے العقوبۃ العاقبۃ اور العقوبۃ کے لفظ استعمال ہوتے ہیں عقوبۃ کا لفظ اگر مضاف ہو تو پھر یہ عذاب کا معنی نہیں ہوتا ہے۔

[illegible]

۱۰۔ وہ کہہ کر غصہ سے اس جہن کی خدمت میں فرشتے حاضر ہو کر تسلیات و تحیات عرض کر رہے تھے کہ وہ لوگ ہوسا دی عرقس کو گناہوں سے بچانے

شعبان المظفر

مسعود حقیقت پر کمال غصہ ہے، زمینی زندگی آخرت کے مقابلہ میں مگر سارا حقیر اور کھلدا لگتے ہیں، دکاندار یہ سچے نبی ہیں، تو

تعمیر نہ آئندہ کسی ان پر کوئی تشریحی اس کے بعد کہ جس قدر کہ آپ فرمائیے (تشریحاتیں) جو بہت ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو لکھتا ہے

اور دنیا کی فرمائشیں ایسی اربابِ غلبہ کی طرف جبر سے تھیں، دل سے وہ چھوڑ کر تھپتھپاتے ہوئے (یعنی) جھوٹے ایمان لائے اور مطمئن ہو گئے۔

ہر، چون کہے دلی، نکر الہی سے کھسکوں کے گشتو؛ ارشد تعالیٰ کی یاد سے یہی دل مٹھان بڑھتے ہیں وہ لوگ جو

۱۹۹۹ء اس سے پیشتر تھیں کئی مجازات کی گئیں تھیں لیکن ہدایت ٹھکانے سے مختلف دھڑیں رہتی تھیں۔ کچھ کہہ کر یہ کہنا ایسی جھوٹ اور مذاں چیز تو ہے جس میں کہہ تم منہ اٹھانے اور چلو دھر رہا گئے رہا ورتھاری تھیں لیکن جانیں کو اندھا دغاؤں میں ہدایت سے جھوٹی دھڑیں ڈال کر ایک ہی زور دے کر ہر ایک کا بے کراں فائدہ کر کے کھانا کھاتے رہے وہاں اس کا کچھ مطلب نہ تھا۔ اس کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ ہر دن ٹھکانوں اور سارے کراچی میں نہایت منایا جاتا ہے۔

مذہب حبیب دل میں شک کا کاشا چھتا رہتا ہے انسان کو کسی جہلو تو نہیں آتا اور جب یقین کا اہل ہوتا ہے تو سب کے طریق ختم اور ساری چیزیں بیان کر دیتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر قسم میں کمال رکھتی ہے جوئی میں اطمینان اور کوئی پیدا کرتا ہے یہ وہ فہم ہے جس سے جتنا کچھ اندر تصویر آگ جلتے ہیں یہی وہ خدا ہے جس کے کونے کونے میں کئی کئی نعمتیں پوشیدہ ہیں اور جہاں جلتے ہیں اسی سے انسان میں یہ عمل اور قدرت قرار کرتی ہے جس سے جتنا طمان پرانہ دکھائی دے گا سچا اور اس کے منہ سے نکالنے میں مل جاتے ہیں۔ دنیا کی ساری نعمتوں میں سے اطمینان قلب سب سے بڑی نعمت ہے۔ دولت و عزت، صحت اور کثرتِ مال و دولت کے باوجود بھی انسان کو سکون و دل کو تسکین نصیب نہیں ہوتا صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی وہ آماجگاہ ہے کہ جس سے کام لینے والا پھر بھی تسکینی کوئی نہیں اور کوئی کھوٹا شے محسوس نہیں کرتا اور محنت دار بھی وہ آتش کدہ غم و میں بھی مسکراتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ (مظہری، اس کے بعد انشاء اللہ والہم لن ذکر اللہ فہم من قلبہم افسانہ تعالیٰ کا اطمینان بالسیک فافسانہ۔ مظہری، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ کرامت صرف یہ کلام کے نزدیک ہے جہاں بات میں سب سے پہلے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مراد وہی لازم ہے جس میں -

وهذه الحالة بدنية من الرجاء آيات الخلد من الصوفية الأولية والمراد بقوله الذين استراهم الصوفيا ١

التقريب

لِلّٰهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا أَفَلَمْ يَأْتِشِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَّوِ شَاءَ اللَّهُ

(یہ تو کتنا عظیم مقام ہے جس پر تمام امور کا اختیار ہے) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو

لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ

سب لوگوں کو ہدایت دیدیتا۔ ۵۹ اور کفار اس حالت میں ہیں کہ کبھی آپ کو ٹھیک لگے تو

بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةً أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ

کرتوفوں کی وجہ سے کوئی زکوئی صدمہ یا اثری پہنچے کوئی زکوئی نصیب ان کے گھروں کے گھر و خارج میں جہاں تک کہ آجائے

وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلِفُ الْوَعْدَ ۖ وَلَقَدْ أَسْتَهْزِئُ بِرُسُلِ

اللہ کے وعدے کا (وہ) ٹھیک اللہ تعالیٰ وعدہ نکال نہیں کرتا۔ اور آپ کو ہنسوا رہا تھا رسول کا

مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمَلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا تَمَّ أَخْذُ تَهُمَّتْ وَكَيْفَ

جو آپ سے پہلے گزرا پس میں نے کھیل دی کافروں کو (کچھ عرصہ تک) پھر میں نے پکڑ لیا انھیں۔ تو وہ کہیں کیا (بھلائی) تھا

كَانَ عِقَابٌ ۖ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

میرا عذاب۔ کیا وہ خدا جو تمہاری فرما رہا ہے ہر نفس کی اس کے اعمال و نیک و بد کے ساتھ

۵۹ یعنی پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کوئی بعد نہیں ہوگا چاہے تو ان واحد میں یہ سب کچھ خود پزیر ہو جائے لیکن جب یہ یقین لانا ان کے عقیدے میں ہی نہیں

تو پھر ان کے عقاب کی ضرورت کیسے؟

۶۰ اقلہ تیس فیصد، ان بعض مسلمانوں کے دل میں خیال کر رہا تھا کہ اگر ان کے یہ عقابیت بھی پورے کر دیے جاتے تو وہ اسلام قبول کر لیتے۔

۶۱ غیر اس خیال سے باز رہنے کی ہدایت کی جا رہی ہے کہ قرآن آگے یہ توقع نہ رکھو علم غائب نہ تو یا قیاس کا ترجمہ پورے ہونا کی بجائے یہی کیا مسلمان ان

مسائل پر کے بیان لائفے سے یوں نہیں کہنے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ اظہار عیلاں کیا انھوں نے نہیں جانا مسموم ہے۔

۶۲ حور قریب سے اس پر کئی اشارہ کرتے تھا کیا جس کو اس سے پہلے بن ہدی کا یہ شعر ہے:-

المرییس بالافہام اغف لنا ذنبہ ۝ وان کنت عن ارض العشر یرقا ناسیا

یعنی کیا زمین معلوم نہیں کہ میں اس کا بلیا ہوں اگرچہ میں قلیہ کی سرزمین سے دور ہوں مگر تو نے کبھی سے میٹھ سے معام نقل کیا ہے اور جو پہنچے

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي

دلتوں میں جیسا کہ ہرگز نہیں اور وہی شریکین بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے شریک۔ قرآن مجید ذرا نام قرآن کا کہ زبانا تو اس کا کیا تم اس کا کہتے ہو اللہ تعالیٰ

الْأَرْضِ أَمْ يُظَاهِرُونَ الْقَوْلَ بَلْ زَيْنَ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا

کو اس بات سے جسے وہ (مشرکین) سامی زمین میں نہیں جانتے اور وہی یاد کوئی کرے جسے وہ۔ جگہ آراستہ کروا گیا ہے کافروں کے لیے ان کا

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ الشَّيْءِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

کونو پیچیدہ اور رکھ دیتے تھے وہی راہ راستہ اور زمین کو اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے سے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا

مِنْ هَادٍ ۝ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

نہیں۔ ان (مشرکوں) کے لیے عذاب ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو بڑا

أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ۝ مَثَلُ الْبُكَاءِ الَّذِي وَعَدَ

سنت بڑا اور نہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچائے والا۔ اس جنت کی کیفیت جس کا وعدہ پرہیزگاروں

معارف میں یہ لکھا ہے قال الفرغ قال الکلبی بیس یعنی یصلہ۔۔۔۔۔ وقال الجوهری فی الصحاح۔ (قرطبی)

دلتے ہیں نہیں حق تو قیامت میں کے مصائب کا فلاح دہا کر گیا یا نہ کیا اگر پھر بھی وہ باز آئے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

شعبہ بیان قائم کا سننے کھڑا ہونے والا نہیں بلکہ اس کا سننے نگہان اور نگہبان ہے۔ رقیب علیہ (ظہری) اصل دو اسنی عالم ہی کیا گیا

میں اسے اس میں قائم، یعنی عالم ہے۔ سے ظہور و بیاں میں قرآن و احادیث سے فقہائے اہل بیت علیہم السلام قائم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر قرآن کے

سزاؤں کا تحفیہ غرض ہوتا تو ہم بہت اندر شریعت کا خلاف ہی ہوتا دیتے اس کا جواب خود وقت کو دینا کا نہیں ہے (صحنہ حقائق لا یغفل عنہ) بظن

یعنی کیا وہ جو چیز کا نگہبان ہے اسے آپ اس جیسا کہتے ہیں جو باطل، بھیرے ظہور میں القول، غفلت و بیالی من القصد قرطبی (ظہری) یعنی ہر بات

آیت کا مستند ہے کہ وہ بات ہر کائنات کی ہر چیز کی نگہبان ہے کیا تمہارے بت جو شخص بے خبر اور بے ہوش میں اس کی اطلاع ہو سکے ہیں ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کا نام تو بتاؤ جس کو تم نے میرا شریک بنایا ہوا ہے۔ یہی لائے کائنات کا نام نہیں کرو گے تو یہ دے کہ جسے تم نے میرا شریک

ہیں۔ کہہ تو مقل ہے کام کو اگر اللہ کا کوئی شریک ہے تو اسے بھی تو اس کی خبر ہوگی اس پر ان اور ہمیں کو تو معلوم ہی نہیں کہ اس کا کوئی شریک ہے

تم نے یہ شریک کہاں سے ڈھونڈ لیے۔

۱۲ شعبہ اختلاف ابھی سا خوش اور شیعہ کو کھانے کے لیے ان کی کوششوں کو شیطان نے آراستہ و برزق کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔

الْمُتَّقُونَ تَجَرُّوْنَ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ أَكْهَادٌ أَيْمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ

سے کیا گیا ہے ایسی ہے کہ رواں ہیں اس کے نیچے ندیاں۔ اس کا بھل ہریشہ رہتا ہے اور اس کا سایہ بھی نہیں اٹھتا

عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۝ وَالَّذِينَ

پہنچا ہے ان کا جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور کفار کا عذاب آگ ہے۔ اور جنہیں ہم نے

اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ

کتاب عطا فرمائی وہ خوش ہو رہے ہیں اس کتاب پر جو نازل کی گئی آپ کی طرف اور ان گروہوں میں سے ایسے بھی ہیں جو بعض

مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أَشْرِكُ

فرمان کا انکار کرتے ہیں۔ مگر فرما دیجئے کہ مجھے تمہاری مخالفت کی پروا نہیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں

بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَآبٌ ۝ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا

اور اس کے ساتھ کسی کو شریعت بھی تو اس کی طرف موت تیار ہو اور اسی کی طرف ہر ایک اپنا چارہ لے کر آئے گا اور اسے فیصلہ عربی زبان

عَرَبِيًّا وَلَكِنَّ أَتَّبَعْتُ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

ہیں۔ اور اگر تمہاری گردان کی خواہشات کی اس کے بعد کہ آچکا تھا اسے پاس تمہیں علم تو

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ قَوْلٍ وَلَا وَاقٍ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا

نہیں جو تمہارا خلیفہ اللہ تعالیٰ کے مقابل میں کوئی نہ کار اور نہ کوئی محافظ۔ اور جب تک ہم نے بھیجے کئی رسول

وہی کہہ رہے ہیں کہ تم توحید کو گل کیلے کی جو کوشش کر رہے ہو اس سے مانتی اپنے مخالف تو تم تمام نبیوں کی ٹری خدمت انجام دے رہے ہو اور تمہارے لئے یہاں سے بھی بلا دہشتیں رہی تھیں اور نہ ہو سکتی تھیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح وہ اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی تمہاری اور گروہوں کا سامان بننا کر رہے ہیں اور ان کی دشمنی اعمال کی وجہ سے ہرگز نہ ہو سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اگر ہر سے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نہیں۔

مگر میں قرآن کریم کے جو احکام ان کی دشمنی کے مطابق نہیں ہوتے انہی احکامات کو کرتے ہیں یا ان پر عمل کرتے ہیں انہیں سب سے بڑی شہادت اور مال نقصان

البرق

حضرت علامہ سید ابوالحسن علی Nadwiؒ کہتے ہیں کہ قضا کے ترجم سے یہاں وہ قضا مراد ہے جو لوہے کے ٹکڑے میں کسی امر سے متعلق دینی یا جگہ کے شکل پر مقرر قاضی کے
ہیں وہ قضا کے اصل معنی رحمت اللہ علیہ و عفو و انصاف علی الناس پر مبنی ہے۔

بَعْضُ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتُوفِّيكَ ۖ وَانْشَأْ عَلَيْكَ الْبَلْعُ

جس کی کہانے کفہ کو بھی دیکھئے (تو ہماری مرضی) یا ہم (پہنچے ہی) آٹھا لیں آپ کو (وہ ہماری مرضی) سو آپ پر صرف تبلیغ فرض

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۚ أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَا نَاقِي الْأَرْضِ نَقْصُهَا

ہمارے پر ہی حساب ہے کہ (اگر) حساب لیں۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم (اُن کے بقول) ہر طرف سے زمین کو نقص دہ

مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ

کم کر رہے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ کوئی نہیں نقیضہ دے کر اس کے حکم میں۔ اور وہ بہت جلد حساب

الْحِسَابُ ۚ وَقَدْ نَكَّرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۚ

پہنچے ہوا ہے۔ اور نگاریاں کرتے رہے۔ وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ کے مقادیر میں سچاں سب کو مگر

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۚ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقْبَىٰ

مزدنیانہ لکھتا ہے جو کتنا ہے ہر شخص اور قریب کفار بھی جان لیں گے اور آخرت (کا وہی ستریں) اس

اللہ اس کتاب پر ایمان لایا ہے جس میں کوئی تغیر ممکن نہیں۔ کوئی تبد بدل نہیں ہو سکتا۔

ہم نے جو عرب بنی اسرائیل علیہم السلام کو شکست فاش ہو گئی کفار کی ساری کوششیں رائیگاں جاتیں گی۔ حق کا ہل بالا ہو گا۔ ہر طرف توحید کا

نور پھیلائے گا۔ کہہ دو کہ یہ جو راہیں آج کے کفار اور کفر کا پرچم ہوتے ہیں۔ یہاں وہاں ہے جو ضرور پورا ہو گا۔ ان میں سے کچھ آپ کی اس حجت

ظاہری میں اقرار پذیر ہو گا اور کچھ دوسری میں رد نام ہو گا۔ آپ ان کفار و مشرکین کی غلط فہمیوں اور بد مذہبیوں سے پریشانی نہ ہوا کریں۔ یہی کام ہے اللہ کا

پہنچا دینا آپ کے ذمہ ہے جان سے باز کرنا ہمارا کام ہے۔

اے نبی کریم! جو بعض زمین میں آج کے کفار و مشرک کا اندھیرا چھایا ہو اس پر یہاں اسلام کا آفتاب ضیافتی کرے گا اور کفر کا اندھیرا مسکرتا اور

سکستہ ہو جائیگا۔ مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گا تو باطل کی طاغوتی قوتوں کے قبضہ سے ان کے ملکات کل جاتیں گے۔ اُن کے غلط فہمیوں

مطلوبہ منہ فتنہ دینا اور ان کے (ظہری) قال سجادہ ارضاً و قنارہ و لعلن ہر ما یطلب علیہ المسون ما فتہ ایدی اللشکین (قرطبی)

شکستہ اس کی بجائے کفر باطل کو فروغ دینے کے لئے جو کچھ کھانے کے لئے کوشش رہا اور ہم نے اپنی قدرت کا حصہ اس کی ہر ساری کوشش کو کام

بنایا اور ان کے غصوں کو کھانے کے لئے۔ اے اللہ! لکھ دیا ہے کہ ان کی جانوں کو کام بنانا اور اسلام دشمنی پر ان کو مڑا دینا اے اللہ! اللہ

جناہ مکرمہ (ظہری) اے یا ہمارے رب! (قرطبی)

الدَّارِ ۱۵ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ

شہید ابی بنی و بینکم و من عندہ علم الکتاب ۱۵

کڑا کوئی ہے میرے اور تمہارے درمیان شاکہ اور وہ (ظہور گواہی میں) میں کہ اس کتاب کا علم ہے۔

۱۵۔ دشمنوں نے اسے انکار کیا جو کہ ہے اگر وہ آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ ان کی یہ جہنمی ہے آپ کو ان کی گواہی کی ممانعت نہیں آپ فرمائیے میری رسالت اور صداقت کی گواہی سے خدا تعالیٰ ہے بعد وہ گواہی میری سچائی اور یہ جسکے کسی برحق ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔ جن کو اس کتاب مقدس کا علم حاصل ہو گیا ہے بعض نے کہا ہے کہ میں مصدق سے براہ جہل ہے لیکن یہ سچ ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں۔ ہر وہی کو کہ جسے دعائی و کسبہ پرستی کا گواہی ہوگی اس کی گواہی اتنی زیادہ قابل اقبال ہوگی ان زمین میں ہر فرست حضرت ابو بکر صدیق حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی اور ابوبکر صدیق اعظم سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

تعارف سورۃ ابراہیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام : اس سورۃ کے چھ دفعہ شروع میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مبارک ہے اس لیے اس نام کو اس سورۃ مبارک کا عنوان مقرر کیا گیا۔ اس سورۃ میں سات رکعت، ہاون آیتیں، آٹھ سو آٹھ طے کلمات، تین ہزار چار سو چھتیس حروف ہیں۔
 زمانہ نزول : یہ سورۃ مبارکہ کذب میں نازل ہوئی۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مکی دور کے اس سال میں نازل ہوئی جب کفار نے ہر قسم کے تعلقات کو نظر انداز کر دیا تھا اور بڑی شدت و دہ سے کھل کر اسلام کی مخالفت شروع کر دی تھی انھوں نے حضور علیہ السلام کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ اس دعوت کو برگزہ قبول نہیں کریں گے اور بڑے حکمایاں دینے لگے تھے کہ اگر تم باز نہ آئے تو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ سے جبراً نکال دیا جائے گا۔ اپنے اس مرکزی شہر میں ہم آپ کو گول کی بوجہ دگی زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ صرف کھوکھلی دھمکیاں ہی نہ تھیں بلکہ عمل میں آئے بغیر غصہ بے بنائے شروع کر دیے تھے تاکہ ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ ان حالات کو پیش نظر رکھنا تو یہ نتیجہ اندکنا مشکل نہیں کہ مکی زندگی کے آخری دنوں کی یہ بات ہے اور انہی حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مناہین : اس سورۃ کا آغاز اس حقیقت کے بیان سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ صحیفہ رشود ہدایت دے کر اس لیے بعثت کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو گھمبیر اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لے آئیں تاکہ لوگ عزیز و حمید پروردگار کی راہ پر چلنے کے ساتھ گامزن ہو سکیں۔
 اس کے مناجات پر بتا دیا کہ انگریزوں کی زبانوں کی پیاریوں کا شکار ہیں۔ انھوں نے آخرت کی ابدی زندگی اور اس کی دائمی نعمتوں کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اس فانی زندگی کی آسائشوں اور آسائشوں پر ہمارے دھوکے ہیں نیز خود بھی بادشاہت میں سرگراں ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی حق کو قبول کرنے سے روکتے ہیں نیز یہ لوگ اس دین حق کو اس لحاظ تک میں پیش کرتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی دھجیت ہی ختم ہو جائے۔
 موعی علیہ السلام کا اختصار سے ذکر کر دیا کہ وہ تو امت کو سکھاتے تاکہ لوگوں کو شاہراہ ہدایت پر گامزن کریں۔ اپنے

اپنی احسان فراموش قوم کو اپنے رب کریم کے بے پایاں انعامات کی یاد دلانی اور شکر یہ ادا کرنے کی ترغیب دی۔

کفار یہ کہ تو تنبیہ کی کہ جو روپیہ تم نے اختیار کر رکھا ہے جو رسولک تم سے رسول کے ساتھ کر رہے ہو اسی قسم کا رسولک تم سے اپنے کفار نے بھی اپنے اپنے انبیاء کے ساتھ کیا تھا انہوں نے بڑی بے باکی اور دشمنی سے اپنے رسولوں کو کافرا کے بے شکم قدموں کے انبار لگا دو جس قسم کے عورات چاہو وہیں دکھاؤ ہم کسی قیمت پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ ہم تمہیں یہاں سے جلا وطن کر دیں گے۔ انھوں نے بڑے گستاخانہ لہجے میں یہ بھی کہا کہ تم ہماری طرح بشری تو ہو مگر پر کون سے مغرب کے پتے لگے ہیں کہ ہم تمہاری اطاعت و فرمانبرداری کا چرچہ اپنے گھر میں ڈال لیں، اپنے آباؤ اجداد کے نظریات و عقائد کو چھوڑ کر تعلقے بنائے ہوئے عقائد کو مان لیں، انبیاء کو امہ نے انہیں بتایا کہ ہمیں اپنے انبیاء کو ماننے کا اعتراف ہے لیکن جن خصوصی نعمتوں سے خداوند کریم نے ہمیں سرفراز فرمایا ہے، تمہاری انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ کفار نے اپنے نبیوں کی دہشت کو ناکام بنانے اور اپنے نبیوں کو زبردستی ظالم بنانے کے منصوبوں پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کے غضب نے انہیں مزید سرعت نہ دی۔ وہ تمام کے تمام ظالم و بر باد کر دیتے تھے۔ ان کے شاندار مکانات، حویلیاں۔ ان اللہ تعالیٰ کے بندوں سے آباد ہو گئیں جنہیں وہ اختیار و مکر و دھوکا کرتے تھے۔

جس طرح کفار کے اندر بے شکری میں بے باکی کا عنصر غالب ہے اسی طرح ان کی سرزنش میں آں کا عجب بھی بہت سخت ہے۔ بخیر کو پیش آنے والے بعد اوقات کا نقشہ اس تفصیل اور اثر انگیز انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی میں حق پذیر کی کوئی سی سلاہیت بھی ہو تو وہ غور کرنے پر مجبور ہو جائے کہ جو شر منکر کی جو حالت ہوگی وہ جو اس باختر پریشاں حال سرافراستے جو ستر در و در بھاگ رہے ہوں گے۔ پیپ کا پانی انہیں پینے کے لیے ملے گا ہر طرف سے موت انہیں اپنے نرگس میں پیتے ہوئے غمگین ہوئی لیکن وہ مرنے لگے نہیں۔ اس روز قوم کے روز سلا واران کے فرمانبرداروں میں جو کوڑا و گسیلا مکانہ ہوگا اس کو بھی بیان کر دیا تاکہ لوگ ابھی سے اپنے محاسبہ کر لیں اور کسی ایسے شخص کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری شروع نہ کریں جو در قیامت ان کے لیے حسرت و رامت کا باعث ہو۔

اس کے ساتھ ہی شیطان جس کی ساری غرور فرمانبرداری کرتے رہے اور وہ انہیں طرح طرح کے لالچ و تیار لالچ روز موجب تمام اسرار و سحر ہوں گے تو شیطان ان لوگوں کو جو مگر ہر اس کے اشارے ابرو پر اپنی مناع جوش و خروش کو نشانہ کرتے رہے جو جو حد ممکن جواب دے گا وہ بھی اپنے اندر ہزاروں جبریلوں کے سامان رکھتا ہے وہ صاف صاف انہیں گدی چڑھا کر جو وعدے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ کیے وہ اس نے پورے کر دیے لیکن جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کیا میں اس کو پورا نہیں کر سکتا۔ مجھے علامت کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ میں نے تو تمہیں گمراہ کرنا چاہا تھا مگر اے یہ تمہارا کام تھا کہ اپنی عقل و خرد سے کام لیتے، اللہ تعالیٰ کے نبی کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن رہتے۔ سب اپنی نادانی کی سزا بھگتو اور اپنے آپ کو کوسو۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات کا ذکر ہے۔ ان کی پیاری پیاری دعائیں ہیں جو انھوں نے

بڑے خلوص اور نیاز سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عظمت میں پیش کریں۔ گھر کے شہر کے لیے اس گھر کے مکینوں کے لیے اپنی اولاد کی ہدایت اور رزقِ حلال کے لیے التجائیں کریں۔ ساتھ ہی عرض کیا کہ الہی اس حق و دقِ صحر اور اس سب سے آب و گیاہ بیابان میں تیرے گھر کے پڑوس میں نہیں ہے اپنی اولاد کو اس لیے بسایا ہے کہ وہ تیری عبادت کرتے رہیں۔ مائی! توں کے دیوں میں ان کی محبت اور لگن پیدا کرو سہ تار کہ وہ ان کے پاس کچھ کچھ آئیں۔ یہ دلی جہاں سرسبز و شادابی کا دورِ درخشاں نشان نہیں۔ اس وادی میں رہنے والوں کو کھانسنے کے لیے تازہ پھل عطا فرما۔

حضرت خلیل کی ساری دعائیں قبول ہوئیں اور اگر کسی کو اس کا یہی مشاہدہ کرنا ہو تو وہ آج بھی مکہ مکرمہ میں جا کر مشاہدہ کر سکتا ہے۔

آخر میں قیامت کے روز کفار کی حالتِ زلزلہ کا نقشہ کچھ کچھ لوگوں کو تیسرہ کردی گئی اگر تم اس روز اس مذاب سے بچنا چاہتے ہو تو میرے نبی کریم کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ تمناوارا ہو کہ جسے آنا بہر دست ہو کہ پہاڑوں کو بھی لہنی جگہ سے جھوٹ لے لیکن تم اپنے گمے معاہد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میں تم کا محافظ ہوں تمہارے سارے منصوبے اور سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ رحم سب کو اپنا عرفان اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی سے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عليه السلام

اور دوسری کو بھی روکتے ہیں۔ راجہ خدا سے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس اور راست کو شہر چاہاؤں گے۔

ہر کسی نے گڑھی میں ہیں ۔ اور ہر قسم نے نہیں پہنچا کسی رسول کو مگر اس قوم کی زبان کے ساتھ ملے

ناگہ وہ کھول کر بیان کرے ان کے لیے (حکام الہی کر) میں گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جیسے پاستا ہے اور یہ گناہ ہے جیسے پاستا ہے

[illegible]

بعض جنسوں نے اس بدعت میں خود جنس کر لیا اور اس کے دلائل و حقائق کو عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی راہ کشادہ کر دی لیکن جن بدعتوں کے لئے نقشب اور حبش و عہری کے باعث اس بدعت میں خود فکر کرنا ہی مناسب نہ سمجھا انہوں نے ان کی تابانیوں کو دیکھنے سے ہی اپنی آنکھیں بند کیں ان سے ہدایت پذیری کی صلاحیتیں جھین لی گئیں اور جنس گزار ہی کے اصولوں میں جھینگنے کے لئے چھوڑ دیا۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ① وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ

اور وہی سب پر غالب اہمیت والا ہے۔ اور جبکہ ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں کے ساتھ

أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ② وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِنَا

(اور انھیں حکم دیا کہ نکال اپنی قوم کو گمراہی کے اندھیروں سے نور ہدایت کی طرف) اور یاد دلاؤ انھیں اللہ تعالیٰ کے

الَّذِينَ أَنْزَلَ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ③ وَإِذْ قَالَ

وہ ان لوگوں میں نشانیاں ہیں میری قدرت میرے واسطے شکر گزار کے لیے اور جب فرمایا

مُوسَى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ

موسیٰ (علیہ السلام) اپنے قوم کو یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت (وہ اسان) کو جو ہم پر ہوا جب اس نے نجات دی تھیں

أِلَ فِرْعَوْنَ يَسُومُ مَوْمَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ④ وَيَذَرُونَ أَبْنَاءَكُمْ

فرعونوں سے جو پہنچاتے تھے تمہیں سخت عذاب اور فرعون کرتے تھے تمہارے فرزندوں کو

وَيَسْلُبُونَ نِسَاءَكُمْ ⑤ وَفِي ذَلِكَ بَلَاءٌ لِّقَوْمٍ زَكِيٍّ ⑥

اور نہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں (دینیوں) کو اور اس میں بڑی ہماری آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے۔

۱۔ اے حبیب میں طرح آپ کو قوموں کی راہنمائی کے لیے دعوت فرمایا گیا ہے اسی طرح ہم نے موسیٰ کو بھی رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کو گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی طرف لے جائیں۔

۲۔ عربی میں انھوں کو بھی آیاتم کہا جاتا ہے اور گزشتہ واقعات کو بھی۔ یہاں دونوں معنی ملا لیے جا سکتے ہیں یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو نور نیتیں یاد دلائیں جو حق تعالیٰ پر فرمائیں۔ کس طرح انھیں فرعون کے ظلم و ستم سے رنجائی دی کس طرح سمندر سے انھیں سہارا دیا کس طرح ان کی آنکھوں کے سامنے فرعون کو فرق کیا یا انھیں گواہی دہی قوموں کے واقعات معلوم سنائیں تاکہ نصیحت قبول کریں۔ ان واقعات میں ہر اس شخص کو جو صبر اور شکر کی صفات سے متصف ہے۔ ہماری قدرت کی نشانیاں نظر آئیں گی۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ

اور یاد کرو جب کہ تم میں سے اس حدیث سے اس حدیث سے کہ اگر تم پہلے شکر کا اور اگر تم میں مزید اضافہ کرو گے اور اگر تم نے ناشکری کی

إِنِّي عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ

(قرآن مجید میں عذاب شدید ہے اللہ نیر زبانی فرمایا موسیٰ نے اگر تم ناشکری کرنے لگو (تو تم ہی نہیں بلکہ جو بھی

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا لَا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا

سور زمین پر ہے (ناشکری کرے) تو بیشک اللہ تعالیٰ غنی اور ستائش کے لائق ہے کیا تم میں سے کسی نے اس سے اطلاع ان

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثمودَ وَالَّذِينَ مِنْ

انہوں میں سے پہلے گزرنے والے تھے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد

بَعْدَهُمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۖ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

میں سے۔ اللہ نہیں جانتا انہیں سوا اللہ تعالیٰ۔ لے آئے تھے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں

شہادتیں و اذان و دعوای کا معنی اعلان ہے یعنی خبردار کیا آگاہ کیا ناشکری کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے منعم کے انعام کا اقرار کرے کہ اور پھر اس انعام کو اپنے منعم کی مافوقانی میں صرفہ ذکر سے خارج کرے کہ شکر ساقیہ انعامت کی زنجیر ہے اور مزید انعامات کا سبب ہے الشکر قیام اللہ و عبید المفقود حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ سبب کیف الشکر و شکر عا لک نعم لعدۃ منک عنی یا اللہ میں تیرا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں کہ تو کہ توفیق شکر بھی تیری ایک نئی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں مسدداً یا ایاہذا لئن شکرت لکن لفسد ما فی یدہ و داؤد علیہ السلام جب تو نے اس میں حقیقت کو پایا تو جب تو نے میرا شکر ادا کیا۔

ملاحظہ فرمائیے شکر میں انعام و اکرام کا باعث ہے اسی طرح ناشکری اور کفر ان نعمت محرومی کا سبب ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو برباد نہ کرنا و غیرہ اسی کی مافوقانی میں غرر کرنا سب سے بڑی ناشکری ہے۔

اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم کے طور پر بھیجا تھا اور اسی غلام نے چاہا کہ کفر ان نعمت کو برباد نہ کرے تو خود ہی نقصان اٹھا دے اور اللہ تعالیٰ کو نہ تمنا ہی اس میں ضرورت ہے اور نہ تمنا ہی ناشکریوں کا خوف۔

اللہ اگر مستحق قبول کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی تمہیں کی بارہی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حلاقہ اس خبر کو کہانی میں ہمیں چھپری دکھائی گئی، راولپنڈی اور جمہور معبر گریگے شکاری اور تیت رسانین پر ۱۹۸۵

پس اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے توکل کرنے والوں کو۔ اللہ کہا کفار نے اپنے

دُنویں کو کہ ہم حضور باہر نکالی دیں گے، قطعی اپنے ملک سے یا تھیں وٹ آنا چکا ہماری مت میں۔

پس وہی جیسی، ان کی طرف آگے بڑھ کر دیکھا کہ (مست گشتی) ہم تیار کر بیٹھے ان خالوں کو رنگ نیز عینہ آواز کر بیٹھے تھیں (ان کے)

مکمل میں انھیں (ہر بار ذکر کرنے) کے بعد۔ یہ (روحِ نقیصہ) ہے اس شخص کے لیے ہے جو قرآن سے سیرِ مذکورہ کو سمجھنے سے اور منافق ہے

میری مدد کی تھی اور رسولوں نے حق کی فتح کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت قبول ہوئی اور ہمارا جو دنیا پر سرکشی، منکر حق، اس فساد کی بعد

[illegible]

جَهَنَّمَ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ ۙ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ

جہنم سے پئے گا اور بلایا جائے گا اسے غول اور پیپ کا پانی۔ دو غسل ایک ایک گھونٹ بھر کر اور سلی سے پیئے گا اور نہ کھائے گا۔

وَيَاْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ عَمِيَّتٌ وَمِنْ وَّرَآئِهِ

اور آئے گی اس کے پاس موت ہر سمت سے اٹلے اور وہ اپنا نہ سمجھے کہ وہ کون ہے۔ (علاقہ نیک) اس سے پیچھے

عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۙ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ

ایک اور سخت عذاب ہوگا۔ ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ایسی ہے کہ ان کے اعمال راکھ کا ڈھیر ہیں۔

اللہ کریم چنانچہ عذاب آج جس نے ہر پرکاش کو مارا اور کہہ دیا۔

۳۱۰۔ وہ نیکو انسان اگر فوت ہو جائے تو اس کے بعد انہیں فرشتے نہیں کر دیا جاتا بلکہ جہنم سے لایا جاتا ہے اور انہیں سلی سے جو آج کی قیامت میں لایا جائے گا۔

یہ جہنم کا عذاب ہے کہ عذاب پر دلائی کہ اس کی شدت کے باعث وہ پیچھے پر مجبور ہو کر آج کی قیامت میں لایا جاتا ہے۔

۳۱۱۔ جہنم کی موت ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی موت ہو جائے تو اس کے بعد انہیں فرشتے نہیں کر دیا جاتا بلکہ جہنم سے لایا جاتا ہے اور انہیں سلی سے جو آج کی قیامت میں لایا جائے گا۔

۳۱۲۔ جہنم کی موت ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی موت ہو جائے تو اس کے بعد انہیں فرشتے نہیں کر دیا جاتا بلکہ جہنم سے لایا جاتا ہے اور انہیں سلی سے جو آج کی قیامت میں لایا جائے گا۔

۳۱۳۔ جہنم کی موت ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی موت ہو جائے تو اس کے بعد انہیں فرشتے نہیں کر دیا جاتا بلکہ جہنم سے لایا جاتا ہے اور انہیں سلی سے جو آج کی قیامت میں لایا جائے گا۔

۳۱۴۔ جہنم کی موت ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی موت ہو جائے تو اس کے بعد انہیں فرشتے نہیں کر دیا جاتا بلکہ جہنم سے لایا جاتا ہے اور انہیں سلی سے جو آج کی قیامت میں لایا جائے گا۔

۳۱۵۔ جہنم کی موت ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی موت ہو جائے تو اس کے بعد انہیں فرشتے نہیں کر دیا جاتا بلکہ جہنم سے لایا جاتا ہے اور انہیں سلی سے جو آج کی قیامت میں لایا جائے گا۔

۳۱۶۔ جہنم کی موت ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی موت ہو جائے تو اس کے بعد انہیں فرشتے نہیں کر دیا جاتا بلکہ جہنم سے لایا جاتا ہے اور انہیں سلی سے جو آج کی قیامت میں لایا جائے گا۔

اور یہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے کوئی مشکل عینیں۔ اور (وہ میرا) اللہ تعالیٰ کے سامنے دیکھ کر کہے کہ تم نے جو کچھ

سید الفرائد

بسم القرآن

اَنْفُسَكُمْ مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِي اِنِّي كَفَرْتُ

کرد شک میں آئی، تمہاری فریادوں کی کڑواہٹوں اور نہ تم میری فریادوں کی کڑواہٹوں میں انگڑائی دے سکتے ہو۔

بِمَا اَشْرَكْتُمْ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ

اس امر سے کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے، بیشک ظالموں کے لیے عذاب ہے۔

کی شفاعت کرو گی؟ اور اللہ تعالیٰ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور جسے گیسوئے منبر عین سے لے کر جسے تھامیں گے انہیں تک نوری نور ہوگا۔ یہ مخلوق کی کافر کو جس کے کہہ سونوں کو تو شیخ الاسلام نے غیبتاً ہی بیان کیا ہے کہ شفاعت نہ کرے گا۔ یہ کہیں گے کہ شیطان کے پاس چلو ایسی ہے ہم کو گوارا کیا تھا جس ہمارے شفاعت کرے گا سب اس کے پاس آئیے گا اور ہمیں شک ہے اہل ایمان کو تو ان کا شیوع مل گیا اب تو ہمارے شفاعت کر کے نہ تو نے ہی میں اگر دیکھا تھا اس کی مجلس سے سابقہ بھی بدداشت بدوائے ہی۔ دور سے جھپٹتے تھیں گے تو شیطان انہیں یہ جواب دے گا۔ اے اللہ وعدہ کر و وعدہ الحق وعدہ نہ کہ خلاف حق کہ میں اہل وقت شیطان کے گداؤں سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا تھا کہ قیامت آئے گی، تمہیں قیامت سے بچا دیا جائے گا تم سے بچا دیا جائے گا کی باز پرس ہوگی۔ شیخوں کو جنت میں اور بدکاروں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ قیامت سے بچ کر آئے گی کی بات محض غلط ہے۔ کوئی حساب نہیں ہوگا میں جو گداؤں میں تھا اور اساتھی اور بدکار۔ ہوں۔ بیشک انہیں دوزخ کی بے ادبیاں کرتے رہوں گی دوزخ کو قتل کرتے رہو عدل و ظلم کا فرق بالکل بن گھٹت ہے جس طرح دولت کما سکتے ہو کماؤ اور ایشیاء و سوانہ تعالیٰ نے جو سچے وعدے تم سے کیے تھے وہ سب تم سے کئے گئے اور میں نے تم سے سب وعدے کئے تھے خدا میں نے سب کی خلاف ورزی کی۔

شکستہ بیانات میں کہ شیطان کے برائے آگ بھڑکاوے میں گے اور کہیں گے کہ تیرا استیلا اس پر تو نے اس وقت نہیں شیخ الاسلام نے وعدہ کیا میں کھو گیا میں پناہ لینے سے روکا اور آج ہمیں تو وہیں مساند جواب کے اور اپنے شیطان کہیں کچھ پر ناسخ نازل نہیں ہوا ہے جو میں نے تمہیں کب بھروسہ کیا تھا کہ میرے جیسے حضور پر اور میرے گناہوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبوں کو اس سے رشتہ توڑ کر مجھے سے تعلق جوڑ دے میں نے صرف تمہیں گواہی کی عزت دیا اور تم نے میری عزت اور امتیاز کے لئے کہ تمہیں کی طرح بھٹکتے چلتے تھے۔ اپنے گناہوں اور جرموں کو چھوڑ دیا اپنے رشتہ جرم رسول کو چھوڑا اور میں نے تمہارا زلی بڑھانے اور بدخواہی تھا اس کی عزت کو قبول کیا اب مجھے کیوں کہتے ہو ابھی بدعتی اور طاقت پر قائم کرو اور خوب تم کو سب تھا اور اپنا تصور رہے میں تھا اور قطعاً و تردید نہیں ہوتا۔

اسے تم میں تھا ہی کچھ دیکھ سکتا ہوں اور تم میری مدد کر سکتے ہو تمہیں اپنے گناہوں کی سزا ملنی ہو گی مجھے اپنی گناہوں کا عذاب بھیجنا ہوگا۔ لغت لغت المستصحیح ہوا لہذا یطلب النصرة والمعلوۃ والمصلح والحق۔ صاراخ اور مستصحیح اس کو کہتے ہیں جو مدد اور معاونت کا مطلب ہے اور جو مدد مستصحیح مددگار اور فریادیں کو کہتے ہیں۔

اسے تم مجھے نہیں خدا کا شریک کہتے تھے میں اس کا انکار کرتا ہوں اور تمہیں صرف معاونت کہنے لیا ہوں کہ میں خدا کا شریک نہیں ہوں تم

الْيَوْمَ ۖ وَادْخُلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي

اور داخل کیا جائیگا انی مومنوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیجئے۔ انجائت میں وہاں ہونگی

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا

جن کے نیچے ندیاں ہوں گی ہمیشہ رہیں گے اپنے رب کے علم سے انکی دعاہاں ایک سترگو یہ قول کہ

سَلَامٌ ۚ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ

تم سلامت رہو کیا آئیے، ملاحظہ نہیں کیا کہ یہی مثل مثال بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے تو جو طیبہ کلمہ ایک پاکیزہ و نیک کی مانند ہے

محض اپنی طاقت کی وجہ سے ایسا کہتے رہے جو یہ کہ کلمہ ہے جو حق اس کے ذریعہ کا شیطان کے نیچے کا اس میں جس امت اور سرمدنی سے وہ چار ہونگے وہ کہتی دیکھ فرما ہوگی ہر شخص کو چاہیے کہ اس شرمندگی اور سوالی سے بچنے کے لیے آج ہی رات کو اصلاح ہو۔

میں اگر نظر غائر دیکھا جائے تو شیطان کا دور اپنے پرستانوں کے ساتھ آج بھی وہی ہے جب کسی کو نعت ذی پرکاستہ اپنے سنے ہوائی تو قتل کرنے کے لیے برا بھلا کرتا ہے جب کسی کی ناموس کو طوط کر کے کی تحریک میں پیدا کرتا ہے تو اس وقت دولت اور عزت لگات اور عیش کی زندگی کا جو نقشہ وہ پیش کرتا ہے کہنا اور فریب ہوتا ہے لیکن جب انسان اس کے ہونے میں غفلت میں جاتا ہے تو شیطان اس کے آنکھیں پھیلاتا ہے جب چور پر ڈنڈے ہوتے ہیں تو اس کی پٹائی پر بچھلیں جاتا ہے جب اسے تختہ دار پر کھڑا کر کے سرت کا بھندا اس کے گلے میں ڈالا جاتا ہے تو شیطان کی خوشی کی حد نہیں ہوتی جب ہدایت کی وجہ سے وہ ہادی یا یوں (سوزاں) وغیرہ چنگل میں گرفتار ہو کر جیل ہے تو اس کے بڑھ کر اس کے ٹھکانے پر ہم دیکھنے کے لیے نکل چھوڑتا ہے جب جعفر اور صادق نے اپنی ملت اور اپنے دین سے غداری کرنے کا ارادہ کیا تھا انھیں اپنا مستقبل کتنا روشن نظر آیا تھا کہ انھیں اس غداری کے بعد بھر بھرتا دولت کے آنے کا کچھ نہ آیا بعد کے میدان میں کھنڈا کر کے ساتھ میں ہی بد وقت پیش آیا تھا شیطان نے چپے انھیں اکسایا اور یقین ایلا انقلاب لکھ اب اس انسان آج تم پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا! وہ بچھوٹا کیا ذاتی جواز لکھ میں قتل و قشت پناہ ہوں اور جب حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ کی خداوندگار شہریتیں یہ تمام سوزاں کی صفوں میں تباہی مچانے لگیں تو شیطان نے فرار لکھ ذاتی بڑی جنگ کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ انھیں نظر نہیں آ رہا۔ خلعت ہونے لگا اور اولی الامر۔

۳۳ اب ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کا صاحب مقام محمود و رحمة اللہ علیہم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

یہی ہے طہر قلب سے ملوانا جو دعا دیکھ ہمیشہ سے راکھ ہے ایمان اور کفر کی حقیقت کو ایک نہایت طبعی مثال سے واضح کیا کہ ایمان ایک کھڑی رحمت کی مانند ہے اور پاکیزہ اور محمود و رحمت کی یہ صفات ہوتی ہیں کہ خبریں کافی گہری ہوتی ہیں۔ کہ ان کے تیز آنے ہی سے ان کے نہیں سکتی۔ اس کی شانیں خوب چلی ہوتی اور انچی ہوتی ہیں اس طرح اس کا سایہ بھی خوب گھٹا ہو گا ہے اور اس پر چل بھی بہت لگتا ہے وہ چھوڑا بھی

طِبَّةِ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُوْتِي أَكْلَهَا كُلَّ

جس کی جڑیں بڑی مضبوط ہیں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ وہ دے رہا ہے اپنا پھل

حِينَ يَأْذُنُ رَبُّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

بروقت اپنے رب کے حکم سے۔ اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ (انہیں)

يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ۝ اجْتُثَّتْ

خوبیوں میں یقین کریں۔ اور مثال ناپاک کلمہ کی ایسی ہے جیسے ناپاک درخت ہر شے چھوٹے اکھارا لیا جائے

مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

زمین کے اوپر سے (اور) اسے کچھ بھی مستحضر نہ ہو۔ ثابت کلام رکھتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں ایمان کو

جوتا ہے اور اس کا پہلہ مقدار میں زیادہ اور ذائقہ میں لذیذ ہوتا ہے۔ فرمایا ایمان بھی ان تمام صفات اور خوبیوں سے مختلف ہے جو ایک پاکیزہ درخت سے خواص ہیں اس کی جڑیں ان کی ہڈیوں میں پرست ہوئی ہیں جیسا کہ آلام کا کوئی طوفان اس کو ہونے نہیں سکتا اسلام سے چلنے حضرت عمرؓ نے اپنی حبشیہ غلام کو کہہ دیا کہ اگر تو ایمان کی اس کلمہ کو کھڑکھڑاتا ہے تو اس کی شاخیں اسی جہنم میں گر آسمان کی بندیوں کو کھینچ دیتی ہیں اور اس میں کیا خشکیت ہوگی کہ اس کا واسطہ اس کے شوقِ عظیم اور اس کے جذباتِ حقیت کی رفعتوں کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے اور اس لذت کا جو میل ہے اس کی شان ہی غلطی ہے نہ دوسرے مختلف پر سال میں ایک بار میل لگتا ہے اور وہ بھی اسی زیادہ کبھی کہ کبھی بچتا ہے اور کبھی کبھی گر دیتا ہے لیکن شجر ایمان کا کیا کتنا ہر میل بار دہیٹے اس کی خشکاب بوس شاخیں ٹھیکے اور لذتِ جہنم سے لڑی ہوئی جھوٹی رہتی ہیں۔ ایک قوم بھی تو یہ یاس نہیں تاکہ اس کی شاخیں شمس سے نکلی ہوں۔

یہ نصیبِ اعلیٰ دلائلِ ناسیہں پائیدہ بہادر کہ خزاں لا الہ الا اللہ

دلتِ صمیمی ہے تو اللہ تعالیٰ کے منصبِ اشکِ سحر کا کسی سے دھوکہ کر کے دستِ بستہ کھڑے ہو جیتے ہیں۔ سبج ہوتی ہے تو مسجدیں مسجد کے لئے الوں سے بھر جاتی ہیں۔ ہر انسان کے ساتھ اللہ کھنڈ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں کسی ڈر نہ لانا خدا ہے اور کبھی حکمِ خدائے شمس کیوں ہے اور کبھی حکمِ نبی کریمؐ کیوں ہے قرآن کا رہی ہے تو کبھی صاحبِ قرآن پر صلاۃ و سلام اور جب ایسی بابرکت اور با منفعت زندگی گزار کر دوزخِ قہر کی ستمگاہ وادی میں عمیر زون جوتا ہے تو وہاں رحمت کا سلسلہ یہاں بھی ٹوٹنے نہیں پاتا اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے بیستہ تہذیبِ قرآن صدقات و خیرات اس کی نیک نیتوں کو ایصالِ ثواب کر رہے ہوتے ہیں تو توئی اکھلا کل حسین کا منظر دیکھنا میرا مقصد نہیں یا نگاہِ خداوندی کے مزارات پر انوار پر حاضر ہرگز اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو۔

فکرتِ انور یہ خبیثہ رحمت کی مانند ہے جس کی جڑیں ہی نہیں ہوتیں۔ ہر اکا ایک جہنم کا آیا اور اسے نکال کر زمین پر چھپا دیا اسے رحمت کی شاخیں

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ

اس پختہ قول کی برکت سے دینی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی لٹے اور ہٹکا دیتا ہے اللہ تعالیٰ

الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝۱۵۱ كَمْ تَرَى الَّذِينَ يَدْعُوا نِعْمَتَ

زیادتی کو نیکوئی اور نیک ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کیا کچھ نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے مان لیا اللہ تعالیٰ کی

گناہیں یعنی وہ اس کا پھل کھاں لگے گا۔

لکھ یعنی جو لوگ انعام و نعمتیں سے کمر شہادت پڑھتے ہیں اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں بہر مقام پر شہادت ستقامت بخشا ہے لہذا میں انکو دلت بیان سے محروم کرنے کیلئے بڑی دقتیں پیدا کیے جاتے ہیں۔ جیسی فری آوازیں انہیں ملنے نہیں تو زیادہ آواز ہے نہیں اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق سے انکے پاس استعداد میں کمزوری نہیں آتی کسی طرح قبر و شہادت میں جو شکل رکھتے ہیں آپس کے توفیق و توفیق ہوا اس وقت میں انکی دشمنی کی کرکھی اور وہ ہر میدان میں کامیاب سرخوردہ ہونگے۔ سوالیہ قبر کے متعلق صحیح جواب اس میں مذکور ہے کہ خداوند تعالیٰ حضرت زکریاؑ پر اس کا جواب ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **السلوة افضل** لا اله الا الله والى محمد رسول الله فان قلت قول الله تعالى يثبت الله الذين امنوا الاية یعنی قبر میں جب ایک مسلمان سے ایک کلمہ اور اس کے رسول اور اس کے لئے متعلق سوال کیا جائے گا تو جواب میں کہے گا: **اشهد ان لا اله الا الله و ان محمد رسول الله** اور یہی ہے جواب اللہ تعالیٰ کے اس آیت میں فرمایا: **يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْهُدَىٰ وَالْجَنَّةِ الْمَوْفُورَةِ** یعنی اللہ عز و جل ہر حق قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف علیه فقال استغفروا لہ فیکفہ ثم سلوا لہ التبت فانہ الاذن یدل علی ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معمول تھا کہ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تھے اس کے قریب کھڑے ہو جاتے اور سب کو فرماتے: **اے نبی جانے کے لیے مستغفار کر دو اور اس کے لیے آیت قبری کی دعا مانگو کیونکہ کلمہ اس سے پوچھا جاوے گا ہے حضرت سہیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہی دین ہاموں کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا جس نے پوچھا: **سائے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سو کر کیا ہے انہوں نے کہا: قبر میں میرے پاس دو بڑے خرگاہ اور سخت فرشتے آئے اور مجھ سے دریافت کیا: **ما فیک؟** میں بکثرت کہتا: **فیروزانہ کیلئے ہے تیرا سب کون ہے اور تیرا کی کون ہے؟** فاعذت بیدعوتی بالبیضاء فقلت: **الصلی** فقال: **هذا وقتک** الناس جزا لکھا تھیں۔ میں نے اپنی سفید وادھی کو کپڑا کر لیا میرے پیچھے شخص سے تم وہی قسم کے کلمات پوچھتے ہیں جن میں اتنی سال تک لوگوں کو تم نے انہیں سوالات انہیں جوابات پر عائد ہوں یہ بات قسم جوئی تو انہوں نے اپنے ایک سوالیہ پوچھا: **تم نے حرمین عثمانیہ سے کوئی حدیث لکھی ہے جس میں لکھا ہوا تھا: **لا کان یغض علی فایغضہ اللہ** ان دونوں فرشتوں نے کہا: **وہ علی کرم ہمتہ** چونکہ سے پہلے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میری بنا دیا۔ (ترمذی)******

علاوہ اسی کثیر و دیگر فضائل کے کہ اس مقام پر ترجمہ صحیح اہل حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے لیے قبرا کیسے آرام گاہ ہے اور بگاڑوں کے لیے عس میں شہید خدایہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم کے فضل و کرم کے لیے قبرا کیسے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

لکھ یعنی ظالموں کو قبر میں ان سوالات کا جواب بھول جاتے گا۔

اللَّهُ كُفَرًا وَأَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۖ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ

نعتوں کو ناشکری سے اور قاتل اپنی قوم کو ملاکت کے طرح میں یعنی اُن میں سے جو جہنم کے واسطے اس میں اور وہ بہت بُرا

الْقَرَارُ ۖ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعُوا

لُحَاا ہے۔ اور بنائے یہ عورتوں کے لیے یہ مقابلے لگا کر جتنا دیر (دکھوں کو) اس کی راہ سے آپ انھیں فرمائیے کہ وقت

فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ۚ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا

بعض اشخاص پر یہ بتائیے تمہارا انجام آگ کی عورت ہے۔ آپ فرمائیے کہ بندوں کو جسے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ میرے پیغمبر کو دیکھا کریں

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ أَنْ

فساد اور غریب کیا کریں اس سے جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے پوشیدہ طور پر اور علانیہ اس سے پیشتر کہ

يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ۚ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

آجائے وہ دن جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی۔ اللہ (خدا تعالیٰ) جس نے پہلے فرمایا آسمانوں کو

وَالْأَرْضِ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ

اور زمین کو اور آندا بارش پانی سے پھل اُتارے اس پانی سے پھل اُتارے کہ جس سے پھل اُتارے

۱۳۹۔ میں نے اس پر اللہ تعالیٰ نے گناہوں اور گناہوں کے خلاف تھے اپنے ملک کی خدمت اور جہان کی کائنات میں ان کی عزت اور
مکرم کا جذبہ پیدا کر دیا اور پھر انھیں اس سے تمام نعمتیں فرمائی۔ ان کا تو یہ فرض تھا کہ وہ ہم سے اللہ تعالیٰ سے ان کے ملک سے
مکرم و عفو کے لئے انھیں نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی جو بھی پروردگار نے اس قوم کو بھی بلاکت و برادری کی نعمتوں میں فرمایا البتہ انھیں
یعنی بلاکت و تباہی جہنم و دار البوار کا عطف بیان ہے۔

۱۴۰۔ اپنے بندوں کو اعمالِ حسنہ کی عبادت اور ان کی تعریف ہی جاری ہے۔
۱۴۱۔ یعنی اس میں سے پہلے ایک اعمال کا ذخیرہ جمع کر رہے تھے تو اس کے بعد ان کا کام نہ رہا کہ وہ اپنے بندوں سے فرمودت نہیں
ہوئی تاکہ آپ وہ لوگ ان میں سے کسی کو آپ کو خدمت پر کسی دکان سے خرید لائیں۔ اس میں کیا ہے بھائی چاند اور وہ وہاں میں کام نہیں لے سکتے۔
۱۴۲۔ ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ذکر کرنا شروع کیا ہے۔ ان کے لئے یہ کہ ساتھ ساتھ مناسب اور

ضياء القرآن

فَجَعَلَ أَفِيدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقَهُمْ مِّنَ

پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے

الْثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٥﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ

پس اس سے تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔ ۵۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو جانتا ہے جو ہم (دل میں) چھپاتے ہیں اور جو ہم

وَمَا يُخْفِي عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٦﴾

کچھ کرتے ہیں اور کوئی چیز مخفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر زمین میں اور نہ آسمان میں۔

لِحَمْدِ اللَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي الْكِبْرَ الْمُعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ

میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے بڑھاپے میں اس کے بڑے فرزند ۶۔

۵۔ حضرت ابراہیم کی دعا کا سلسلہ جاری ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو شکر ادا نہیں کیا ہے۔ ان کے رزق کا بھی خود انتظام کرنے میں میں نے کبھی کوتاہی نہیں کی ہے۔

۶۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کو ایک صاحب کبریا کا عطا کیا جو اس کے لیے کافی ہے۔

۷۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کو ایک صاحب کبریا کا عطا کیا جو اس کے لیے کافی ہے۔

۸۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کو ایک صاحب کبریا کا عطا کیا جو اس کے لیے کافی ہے۔

۹۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کو ایک صاحب کبریا کا عطا کیا جو اس کے لیے کافی ہے۔

۱۰۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کو ایک صاحب کبریا کا عطا کیا جو اس کے لیے کافی ہے۔

۱۱۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کو ایک صاحب کبریا کا عطا کیا جو اس کے لیے کافی ہے۔

5. 结论

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۚ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي

تو ان کو دیر جاس دن کیلئے جب کہ (ماتے خوف کے) کھلی کی عمل وہ جائیں گی انھیں۔ ہمارے ایک جانتے بڑے اپنے سر

رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۚ وَأَنْذِرْ

اٹھائے ہوتے ان کی چکلیں نہیں ہٹکتی ہوں گی اور انھیں دل (رجعت) دینے واجب ہوئے کہ آخر نبی انڈائیے

النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا آخِرْنَا

لوگوں کو اس دن سے جب آئے گا ان پر عذاب تو کہیں گے ظالم کہ اچھا کرب! ہمیں ملتے

إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّحِبُّ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعُ الرَّسُولَ ۖ أَوْ كَمْ تَكُونُوا

متوڑی دیر سے یہے تھے ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ (گمان فرما) یا تم تمہیں

أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ۚ وَسَكَتُمْ فِي مَلِكِنَ

نہیں اٹھایا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تمہیں یہاں سے کہیں جانا نہیں ہے۔ اور تم آباد تھے ان لوگوں کے (شوکرانہ) مگر ان

الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمُ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا

یہ لوگوں نے ظلم کیے تھے اپنے آپ پر انہی اور یہ باتم پر عذاب پہنچ رہی تھی کہ کیسا بڑا دکھ کیا تھا ہم نے ان کے ساتھ انہی نے ہی

۱۵۰ قیامت کے دن کفار کو جس شہنائی کو سامنا پہنچا دیں گی یاد اور اس کا احساس دلا کر ان ہی انھیں تائب ہونے کی ترغیب دی جا رہی ہے

تو یہ کہ دروازہ بھی کھلا ہوتا ہے۔ تو یہ کہ وہ گئے تو قبول ہوگی جب تو یہ کہ دروازہ بند ہو گیا اس وقت سب پھاڑے لیکن بے سود۔

یہ کہ کفاروں کی سزا کا اہتمام ہو کر چلے گا۔ میں متوڑی ہی ملت بخشی جاوے گا۔ ہر گز نہ غلطیوں کی کالی تو لیں لیکن ان کی ایجاہت و کرد

دی جائیگی اور انھیں ان کی عجاہلانہ اور بھگتیزائی میں یاد دلا کر مزید سزا اور شرمندہ کیا جائیگا کہ تم تو یہی تھیں اٹھا اٹھا کر کہتے تھے کہ قیامت کا دن بھی

نہیں آیا تھا ہم سے کوئی باز پرس نہیں کی جائیگی لب تابو کہیں نہیں ہتھارتی تھیں اور کہہ رہے تھے کہ تمہاری سزا نہیں۔

شعہ تمہاری تہیوں میں مگھوت پذیر ہے جن کے پیچھے جانتے گئے گنہگاروں کی پاداش میں تباہ کر دیئے گئے تھے ان تہیوں میں دروازہ کھلا ہوا تھا کہ جس کی

دستار میں میں سنا کر کہتے تھے کہ ہم نے بھی تمہیں سنا لیں کہ وہ کس کی طرف دیا یا اور تم فیصد گوش ہی ہے۔ آج چہینے چتہ کے کوئی نامہ نہیں

آج سعادت خواہی اور از وقت ہے اب تو تمہیں لا محالہ اپنے کتوتوں کی سزا بھگتنی ہوگی۔

لَكُمْ الْأَمْثَالُ ۝ وَقَدْ نَكَّرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ

بیان کی جیسے تم کو یہ (کئی طرح کی) مثالیں۔ اور انہوں نے اپنی مکر کی فریبکاریاں کیں ۵ اور اللہ تعالیٰ کے پاس انہیں مکر کا اندر تھا۔ اگرچہ

كَانَ مَكْرُهُمْ لِيَرْزُلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهُ مُخْلِفًا وَعْدًا

ان کی جہاں اپنی زبردست تمہیں کہ ان سے پہاڑ اکھڑ جاتے تھے۔ تم یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرنے والا ہے

لِيُسَلِّطَنَّ اللَّهُ عَزِيزُ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

اپنے مروجوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے (اور) بدل دینے والا ہے۔ یا اگر وہ زمین کو جیسے جلیبی جیسا بنی یہ زمین ساری زمین کی اور زمین

وَالسَّمَوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْبُحْرَيْنِ

اور آسمان کی دو بادل بنائے گئے اور سب ملک منور بنائے گئے اللہ کے حضور میں (وہاں) جدا کیا گیا (اور) سب پر غالب ہو گیا (وہاں) دیکھو گے بحرین کو

تھے ان کی مڑا تھیں کہ باوجود اسلام وں پر ان ترقی کر رہا تھا جو کئی روشن تھے یوں ان میں سے کسی کے دل میں شک تھا اور وہ ان سے کٹ کر اسلام کے پرچم کے نیچے پہلے یہ صورت حال تھی کہ مکر کے مکر خوں کے لیے انقلابی جدوجہد تھی انہوں نے اسلام کو ماننے کے لیے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چاروں طرف نصرت لگ کر کرنے کے لیے اپنی تمام قوتیں اور پر نکادیں۔ شب و روز وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور منصوبے بنانے میں مصروف رہتے۔ ان کی وہ تدبیریں اور سازشیں حقیقت میں بڑی خطرناک تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر نے ان کی تمام چالیں اور کجیوں کو ناکام بنادیا۔

۵۔ یعنی ان کی سازشوں کا توڑ اللہ تعالیٰ کے پاس تھا یا ان کی کس اسلام دشمنی کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے دیا مستندہ جزا دیکھو صمدی رابطہ (۱)۔ (منظر ۱) وعدہ اللہ جزا دیکھو صمدی رابطہ (۲) (روح المعانی)۔

۶۔ حضور علیہ السلام کی مروت، سکین و عظمت کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔

۷۔ اس روز زمین و آسمان توڑیں گے لیکن وہ زمین ایسی نہیں ہوگی جس سے ہم واقف ہیں۔ وہ آسمان ایسا نہ ہوگا جس سے ہم روشناس ہیں۔ نہ وہاں ستارے ہلکے ہوں گے نہ چاند اپنی روپوشی اور خاک کربل سے دلوں کو تانگی اور رُوح کو نشاط بخش رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور اس کے حبیب محمدؐ کو بھی معلوم ہے کہ وہ زمین کیسے ہوگی اور وہ آسمان کیا ہوگا۔ یہ تبدیلی صرف اوصاف میں ہوگی یا ذات ہی بدل جائے گی۔

۸۔ سب غیبی لوگوں پر اس خدا کے حضور میں جمع ہونگے جو پہلے ہی اس کی بختانی کا انکار کرنے کی اس روز کسی کو جرأت نہ ہوگی۔ وہ جو تہمتیں کہہ مانتے رہے ستور و کرش سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

تعارف سورہ الحجہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام : اس سورہ پاک کا نام الحجہ ہے۔ یہ لفظ آیت نمبر ۱۰ میں مذکور ہے۔ یہ مکرر ہوں اور تکرار سے آتیں پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد ۶۵ اور حروف کی تعداد دو ہزار سات سو ساٹھ ہے۔

ترجمہ و تفسیر : یہ سورہ مکرر کرنا نفل ہوئی۔ اس کے مضامین میں مکرر کرنے سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ اس کا تعلق انسان سے ہے جبکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر و اہل بیت کا یہ واقعہ سے اسلام کی حقانیت کو ثابت کر دیا کہ ان کے شکوک و شبہات کا سبب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروں میں ان کے قیل و قال کی مجال تک مذہبی اور بدعت دھرمی اور توحید کے مساوی عثمانی اسلام کے پاس لینے باطل سے چھٹے رہنے کا کوئی جائزہ نہ ہوا اور انہوں نے یہاں تک کہ یا مکرر کر آپ ہیں آسان پر بھی چڑھا کر عبادتیں تو یہ بھی آپ کی ہی عبادت چاہی جانے کے لیے تیار نہیں۔

مضامین : اس سورہ میں ان لوگوں کو اس طرح طور پر بتایا کہ تمہارا انجام دہی ہو گا جو تم سے پہلے تمہاری طرح بدعت دھرمی اور متشبہ کرنے والوں کا ہوتا رہا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھڑیاں اب ختم ہونے والی ہیں، اس لیے تیار ہو جاؤ کہ قوم کو اودھم مہاب الحجہ کی طرح تمہارا نام و نشان مشاد دیا جائے۔

اس میں حق کے ساتھ ساتھ ظہیر خرد و فکر کا بھی دعوت دی گئی اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید و خصوصیت کی رسالت اور قرآن کے کلام الہی سمجھنے پر نفل پیش کر دینے کی بھی دعوت دی گئی۔ ان کے دل و فہم کی پختگی کے متعلق اسلامی نظریہ رسالت کی بیان فرمادیا گیا سورہ کی ابتدائی آیتوں میں ان کے طریقہ کار و طریق عمل کا نفسیاتی تجزیہ بھی کر دیا گیا۔ بتایا کہ اسلام کی صداقت پر دشمنی والوں کے باوجود وہ مکرر ہوں کو قبول نہیں کرتے اور سمجھ بیٹھے کہ بعد کہ ان کے عقائد باطل و لغو بات باطل اور سہوہ ہیں۔ وہ ان سے کیوں دست کش نہیں ہوتے۔ فرمایا اس کی وجہ یہ کہ وہ عیش و طرب و لذت و فرح کے اس قدر دلدادہ ہیں کہ وہ کسی حقیقت پر ان سے باز نہیں آ سکتے۔ یہ شیطان ان کے سامنے خیمیں اور رکشیاں تو قیامت کا ایک ایسا خوبصورت عمل تعمیر کر دیا ہے جس کے بعد وہ کسی اور طرف توجہ کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے اور حقیقت ہے کہ جب انسان ان گناہوں کو ماضی کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر کوئی نصیحت اس پر کارگر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ وہ ان کو دہشت و خوف و ہلاکت و فساد و فطمون۔ (آیت نمبر ۱۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ تَشَاوَرُوا فِي شَيْءٍ ۝

مُتَشَاوِرِينَ ۝ (اِس کے نام سے شراکت پہل جو بہت ہی دربان جویش دم کرنے والا ہے) آیات اور ۶ مکہ میں

الرَّحْمَنُ ۝ تِلْكَ الْكِتَابُ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۝

الف لام را۔ یہ آیتیں ہیں کتاب والہی کی لے اور روشن مسدات کی۔ لے

رَبِّمَا يُوذُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ذَرَهُمْ يَأْكُلُوا

اُدھار میں گرفتار رہنے کے بعد بہت آرزو کرتے تھے کہ اگر کاش یہ مسلمان ہوتے۔ انھیں ہتھ پکڑے وہ کھائیں انہیں

لے یعنی اس کتاب کی آیات میں جو ایسا غلویش جاسکے اعتبار سے جس میں کتاب کھلنے کی حق ہے جس میں کسی نوع کے ذکاوت کا ذکر
کرنا ہو تو اس کا نام لینے کی بجائے اس نوع کو ہی ذکر کرتے ہیں جس سے اس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ جس کو اس نوع کا صحیح ذوق اس
کی تمام مسدات اور مسامحت سے متصف ہے یہی ایک غلو ہے باقی افراد تو دنیا اور دوزخ میں مشغول کیے جاتے ہیں۔

لے جو حق و باطل میں تفریق نہ کرے جو مسائل اسلام کو واضح کرنا چاہے اور جس کی روشنی انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا نور دے ہے۔

لے آئی و کھلا اسلام کا نام نہ لیں مگر انہیں کہتے ہیں کہ اس کی طرف جانا ہے تو پھر مغرت قدرت کا اظہار ہے جس میں قدرت نے اے

ہے جب یہ صحت دل سے اس بات کو کہہ دے کہ کاش! وہ اس دین کے بیکر دکھ رہے کاش! انھوں نے اس دعوت کو قبول کیا ہوتا۔

یہ ظاہر ہے کہ کب کریں گے ہرگز ان کے حضور جبار سے ایک شیش نعل کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا

امت کے کسی کشتکار دوزخ میں جائے گا کہ جو خدا پرست اور فاضل مخلصین کے کہ تم تو اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر رہے تھے۔ تمہارا انجام

یہی ہو کہ تمہارے نہیں۔ تمہارے ایمان نے تمہیں کوئی نفع دیا نہ دینے سے اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے انہیں کو اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے انہیں کو اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے انہیں کو

ربیع الثانی ۱۲۰۰ھ یعنی اس وقت کہ اللہ تعالیٰ پروردگار سے کمال کیلئے اپنے حضور نے یہ آیت پڑھی تھی یا بعد الذین لا تو اس سے

معلوم ہوا کہ وہ کافر اس وقت تھا جس وقت کہ اس کے لیکن علامہ ابو حیان اندلسی نے لکھا ہے کہ یہ ظاہر ہے اس وقت بھی

ہوگا لیکن یہ صرف اسی وقت نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی تو اس وقت کہ کفار کو ذلیل و خوار کیا جائے گا اور اس کا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا

دشمن اسلام کی فتح اور کفار کی شکست کا وقت ہو گا وہ موت کا وقت ہو گا وہاں حشر میں تمام ایسے مواقع پر کفار ظاہر ہوتے کریں گے

قبیلہ مکہ مکرمہ کے بعد جب فیما الکافر و المسلمین۔ ذکرہ ابن الانباری۔ (دیکھ)

ذبت حرف جار ہے اور کلام پڑا اعلیٰ جہاں سے جب اسے فصل پڑا اعلیٰ کرنا ہو تو اس کے ساتھ ما کا فہ لکھتے ہیں۔ دوسرا ہرگز اس

کے بعد یہ فصل پڑا اعلیٰ جہاں سے جب اسے فصل پڑا اعلیٰ کرنا ہے۔ کثرت پر دلالت کرتے کیلئے

علامہ نوکرا اس مسئلہ کی کافی اطمینان ہے لیکن میں یہ کہہ کر اس کی اصل وضع اس وقت کے لیے ہے کہ ان کو بھی یہ کثرت کے معنی پڑیں

روشنی میں لکھی جائے والی آراء و اسلامی کتب کا سب

۱۲۰۰ھ

فرمانِ حق: بیشک تو مجنون ہے۔ تو کیوں نہیں بے آنا جہان سے پاس فرشتوں کو اور تو

کے کفار اور مشرک اور ذلیل کہتے کہ یہ کتاب جس کے حقوق آپ کا یہ دھنی ہے کہ یہ آسمان سے اتری ہے اس میں ایسی باتیں

روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے

لَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِعْرِ الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَنْتَهُمُ

ایک اسم نے بھی دوسرا آپ کے پہلے اسی اسم میں ملے اور نہیں آتا تھا کہ اس

مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي

کئی رسول مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم داخل کرتے ہیں کراہی کو

قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝

جسموں کے دلوں میں۔ مگر وہ نہیں ایمان لائیں تھے اس پر اور گزر چکی ہے پہلوں کی یہی روش۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرَجُونَ ۝

اگر ہم کھول دیں گے اس پر دروازہ آسمانی سے لے کر وہ سارا دن اس میں سے اتر چڑھتے رہتے۔

کتاب ثابت کرنے کے لیے ضرور کیا گیا وہ بھی انکار ماننے پر مجبور ہو گئے کہ کتاب قریم کی تشریف اور تفسیر کے پاک ہے میرا (موجود ہے)
زیادہ دشمن اسلام کو پہچان سکا اور بالی اسلام کے عقائد اس کی تشریف نمایاں ہو گئے عالم میں اسے بھی یہ لگتا ہے (There is

PROBABLY IN THE WORLD NO OTHER BOOK WHICH HAS REMAINED THOUSANT CENTURIES WITH SO PURETEXT

میں بلکہ دنیا میں قرآن کے علاوہ کوئی ایسی اور کتاب نہیں جس کا متن بارہ صدیوں تک قریم کی تشریف سے بدلے ہو یا پاک رہا ہو۔

اللہ میں سرچ پڑھتے تھے انہیں اس کے اندر کچھ نہ تھا کہ وہ کتبیں یہی دستور ان کے پیشروں کا بھی تھا ان

کے پاس بھی جب اللہ تعالیٰ کا کوئی نیا تشریف آتا تو وہ بھی اس پر آمادہ نہ کئے اور چھپتیاں آڑتے۔ نتیجہ شیعہ اس کا دعویٰ

ایک فرقہ ایک گروہ جو کسی بات پر متفق ہو اس کا اصل شیعہ ہے وہو الحطیہ الصخر تو حدیث اللہ کا بارہ چھپتیاں کرنا ان

کے اندر بڑی کڑھیں کو آگ لگائی جاتی ہے اشباح ما تقدم به البشر (انجیل)

عالمی سائنس، دوا، دھاروں کی آواز دے کر کہتے ہیں مہکتی، الخبیث فی الابریہ یعنی جس طرح انھوں نے لکھا اور ہتھوڑا پاشا ہر بنا ہم

نے بھی بطور ہزاروں کو ہم پر ایک محرم کر دیا اور لفظی طور پر نہایت نیک نیت اور نہ خرب بات یعنی بڑوں اور بزرگوں کے ساتھ سہیلی

کرنا ان کا جو یہ شیطانی کیا نہ لکھ کر ان کے ساتھ لایا تھا کہ وہ جو ہر تہذیب کا معنی ہے اور اولاد و نسل باقی کی ہر کامیابی کیلئے نہیں

ہر کس اس لیے اس کا کلمہ لانا کر ہے۔ (کبیر)

میں یہاں ان کی ہر شے کو لکھ کر رہا ہے کہ ان کے عقائد میں ان کو کچھ نہ تھا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں

اور یہ نہیں لگا کر دنیا ان کے دھرم پر چڑھ جائیں اور ہر تہذیب قدرت کے روشن لاکھ اپنی کھولیں کھولیں ہر کامیابی کیلئے نہیں

مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيئٍ ۝ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ

انسان کو ہر شیطان سے بچنا چاہیے مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

شَهَابٌ مُبِينٌ ۝ وَالْأَرْضُ مَدَدُنْهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا سَرَاوِسَی

ایک روشن شہادت اللہ تعالیٰ کے لئے اور کائنات میں اس کی حکمت پر

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان کو اپنی قدرت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر جو کسی شخص کے سنا کر اس کے پیچھے چلا جائے۔

روشنی میں لکھی جائے والی ارادہ اسلامی کتاب کا سب

تھنے کا جزیرہ جسے پہلی فصاح میں پہنچنے سے پہلے یا اگر وہی جاتا ہے یا محلات میں تبدیل ہو کر رہا کرتا ہے اور اُن کی تعلیم پہلی فصاح میں پانچ سو سال پہلے کے کسی کھیت سے زمین پر کسی گرتے میں شباب کا قبہ کے گرد مختلف جانب خانوں میں موجود ہیں۔ سب سے بڑے کھیت کا وزن چالیس ٹن تھا۔ یہاں سچا اور دیر کا جنوب مغربی، فزیتہ میں ہے۔ اس سے کم وزن کا ایک کھیتا جو گرین میں ہیں۔ کرا فصاح کا وزن ۱۰۰ ٹن ہے۔ اسے کامڈیری وہاں سے خوراک کر نیو ایک لے آئے (انسائیکلو پیڈیا گرومیر (Ency. Groimier) اٹھارہویں صدی میں پیرس کی سائنس اکیڈمی نے شباب کا قبہ کا کھیتا کر دیا تھا اور وہ اس کیجے پر پہنچے کر سائے نور سے جو مختلف جانب گھروں میں ہیں سب فرنیچر میں اور چھ لوگوں نے ان کے کھیتے کی چشم دید شہادتیں دی ہیں انھوں نے تصدیق کر دیا ہے۔

لیکن خداداد موتیوں میں پیرس کے قریب ہی تین ہزار شباب اقب کا مہرہ برسا اس میں خدمت نے لی سائنس دانوں کے غور کو توڑا اور ان کی کم علمی کا پردہ ہٹا کر دیا۔ انسائیکلو پیڈیا گرومیر کا جلد ۱۵ ص ۱۱۱۔

اس شخص میں ایک سو سو سال کے علمی ترقی کے نتیجے میں کہ وہ زمین پر چڑھیں سے جگہ کوئی آسمان سے قریبی ہو جاتی چیز ہے انھوں نے اپنی کم علمی کے باعث اسے بھی ایک شباب کا قبہ تصور کیا ہے لیکن یہ ان کی کم علمی ہے۔ یہاں اس بات کا تو انھیں انصاف کرنا چاہا کہ یہ بیان کا پتھر نہیں ہے۔

THE BLACK STONE OF THE KABA, THE HOLIEST OF HOLIES OF THE MUHAMMADANS, IS NO DOUBT A STONE METEORITE WITH ITS STRANGE BLACK CRUST SURFACES.

جب تک یونانی علم بہت کم تھا تو ہم کہتے ہو کہ وہ زمین سے خشک و نکلاتا آتے ہیں اور جب کہ ناری کے قریب پہنچتے ہیں تو جل جلتے ہیں۔ انھی جلتے ہوئے نکلات کو شباب کا قبہ کہا جاتا ہے تو زمین پر گر کر کریم کی ان آیات کا انصاف بیان کرنے کے لیے بڑی وقت کا سامنا کرنا پڑا تھا انھیں یہ حدیثیات سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ شباب کا قبہ لفظ ہم کسی کسی کوٹنے والے ناسے کا تبادلا کر دیا ہے تو اب معاملہ بہت مشکل و واضح ہو گیا ہے۔

مذاہب کے ان شاہوں کے شیطانوں کے روکنے کا کام کرنا چاہا ہے۔ اگر آپ کو جو حدیثیات کی مدنی میں اس کی کوئی علمی توضیح پیش کرنے سے قاصر ہیں تو ملاحظہ فرمائیے اس کا انکار نہ کیجیے۔ اس پر بعض دیکھے کریم یہ ہے کہ یہ کیا شرف تھا ان کا فرائض ہے اور اس کے نبی کو برحق اور علیہ السلام کو خاتم الانبیاء اور شاہد ہے اسے بھی مسرت انھیں مسائل میں سے شمار کیجئے جس پر بعض انسان ابھی تک نہیں کہہ سکتے اور انتظار کیجئے کہ کئی مستقبل میں دوسری سید و کرموں کی طرح اس عقیدہ کی بھی کہ کشائی کرنے کے اور اگر آپ فرانس کے طالب علم ہیں۔ اور مسلمان ہیں تو آپ ان مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں کہیں آپ کے ذہنی رسا کو نظر نہ آجائے کسی کالی میں نکچر نہ جائے پھر بھی مزید مطالعہ یا تحقیق کا طرف و جانب ہو کر اپنی آسامیہ زندگی کو بے آرام نہ بنائیے۔ اور اگر کچھ کرنے کے لیے بولیں پھر یہی کہتے تو کہوں کہ فوٹ اور خط سے لکھ کر اتھر دیکھئے تاکہ آپ کے شاگردوں کو بھی اس علم میں صرفہ آتی ہی دوسری ماحول ہو جس سے وہ متحان میں پاس ہو جائیں۔ سب ادب کی کاوش و کوشش سے کوئی قرآنی مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

بھی عشق آل اہل اندھیر ہے مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ادھم نے لگا دی اس میں ہر چیز
انہما سے کے مطابق . تلو اور مجھ نے نہاد تھا کہ میں اس میں

اللہ! جبکہ جاناؤں کا منتہی ملائقیوں کو میسر فرمادے ان کے دلوں کو حقیقت سے آشنا کر دے۔ انھیں اپنی درستی اور قوی ذمہ داریوں کو چارہ کار
 لگنے پر غور دے۔ لیکن قوی انسانوں کو سوسائٹیوں سے تڑپا دے۔

کالگن بخش ہے لیکن قحی آسمانوں کو سوزاؤں دیتے تڑپاؤں سے۔

خود کمنٹری سے آزاد کر
جسکو سے ہی تیر پھر پاد کر
خونچنے پھر گئے کی ترقی سے
جو ان کو بیویوں کا استحقاق
نہا کا سینہ دلاری بیدار
دل و رعنائی سوز صلا تے

آمین بجاوردن حسین علیہ السلام

فلے عالمِ ایمانی کی قدرت کے کماہت کا ذکر کرنے کے بعد اب حضرت انسی کو ان ارض میں خود کو فکر کی دعوت دی جا رہی ہے۔
 جہاں دلائلِ زندگی کی مدت چوری کا ہے۔ غریب اس زمین کو کچھ دیکھئے جسے اسے کتنا کشادہ کرو یا کہیں اس کی تقدیر کو صرف انسان یا
 جتنے ہیں۔ پھر اس کی پائوں کے پہننے کے مکان ہیں۔ یہیں ان کی دیکھیں یہ کہیں ہیں۔ اس کے مزاد وہ دیکھنا شادی کوئی تاساں تاساں
 انسان کے بعد، ان کی محنت قسم کے پہنچنے کے لئے تقدیر افزا کا بھی یہ کہیں ہے اس کی کشادگی کا اندازہ کرنا ہر قدر ان کے لئے کو کچھ دیکھو
 ہزاروں سال کے قد میں پہلے ہوتے ہیں۔ پھر بعد والا چار چار سو سال کی عمر کو پہنچنے کے لئے دیکھتے ہیں۔ یہ سب چیزیں
 کی کی پر پائی ہوئی زمین میں سامنے ہوتی ہیں اور پھر زمین کا شہر سے غریب کو پہنچنے کے لئے زمین کو سامنے لے کر آتی ہے اور اس
 میں تمام انسان کے لیے ہر ضروری سامان دیکھنا کہ اس کی اہمیت اور حریت کا اندازہ کرنا کہ اس کی تقدیر ہے۔

سنہ ۱۸۱۳ء میں غازی پور کے محکمہ دار نے ایک حکم جاری کیا کہ جو کھیت کے زمیندار جو اپنا حصہ کوٹ کر اپنی ہی مقدار کو بکھینے لگے وہ اس کے لیے سزا ہے۔ اس میں درج کیا کہ جو زمیندار اپنی کھیت کو بکھینے لگے اس کے لیے سزا ہے۔ زمینداروں کو کھیت کے حصہ کو بکھینے سے روکنا تھا۔

اب اگر آپ کسی چیز پر سرسری نظر فرمائیے تو آپ کو اس میں بڑی محنت کا احساس ہو جائے گا۔ ہر چیز کے لیے خواہ وہ ہلکا سا یا بے جان۔ نباتات، ہوا، اجسام، متعین مقدار اور گھڑوں میں مضامین رکھ دی ہیں۔ جی میں کہیں رد و بدل آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔ گندم کے پودے پر فائدہ کے دانے نہیں لگ سکتے۔ چٹائی کا جو شکل اور حجم مقرر ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ شیر بھی قوی جانور کے لیے کچھ قدر طاقت کا ایک خاص پیمانہ مقرر ہے۔ جس سے وہ لگے تجاوز نہیں کر سکتا۔ شیر ٹھوکر کا حجم اختیار نہیں کر سکتا اور آفتی اپنے حجم کو گھٹا کر فی انشکل اختیار نہیں کر سکتا۔ ہر چیز کے پیدائش کے مضبوط قوانین اور ایسے متعین پیمانے ہر میں ہیں جن میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

مِنْ صَلَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۖ وَالْهَٰئِثُ خَلْقُهُ مِّنْ قَبْلِ

کنکھائی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ اور دھواں کھانا تھی۔ اور جن کو جسم نے پیدا فرمایا اس سے پہلے

مِنْ تَارِ السَّمُومِ ۖ وَإِذَا قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا

اسی آگ سے جس میں دھواں نہیں آتا اور (کے محبوب) پروردگار فرمادے گا کہ میں نے تم کو انسانوں کو جس سے پیدا کرنے والا ہوں بشر کو

مِنْ صَلَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۖ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ

کنکھائی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ اور دھواں کھانا تھی۔ اور جب میں اسے درست فرما دوں اور ہلکے ہلکے دوں

مِنْ رُّوْحِي فَقَعَّالًا يُسْجِدُ ۖ فَسَبِّحْ لِلْمَلٰٓئِكَةِ كُلِّمًا مَّجْمُوعًا ۝

اس میں جس میں روح اپنی طرف سے ڈھونڈا، اسے سامنے ہونے پر سجدہ کرے گا۔ پھر ان کے سامنے جمع ہونے کے واسطے۔

فہم کہ انسان (اور ہر شے) کو جس کی تخلیق میں جسے والی مٹی سے ہوتی جو پہلے دھواں اور سیاہی مائل کھانہ تھا۔ اس سے اس کا لہر تیار ہوا پھر جس میں
انہی مٹی نے خاص میں پھونکی۔ اس کی روح سے جس کے سر پر غلاف تھا (روح کا تاج رکھا گیا) اسی وجہ سے انسان سرور ملک بنا۔
انسانی تخلیق کے بارے میں قرآن کا یہی نظریہ ہے۔ اسی پر چارواکیاں ہے اور یہی حق ہے۔ اگر کوئی نہیں قرآن تنبیہ انسانی حقیقتات اسی
مذہب پر پہنچ جائے گی۔ یہاں چند الفاظ فقہین کے مطلب ہیں۔

صلالہ : اس ایک شے کو کہہ دیتے ہیں جسے اگر اعلیٰ سے ٹکرایا جائے تو وہ بکھینے لگے۔

حماء : اس مٹی کو کہتے ہیں جو کافی دیر پانی میں بہنے کی وجہ سے سیاہ ہو گئی ہو۔

مسنونہ : اس کا معنی دہلایا جاتا ہے اور غالب میں ڈھلا ہوا بھی ہے۔ یہاں دونوں معنی ملا لیے جاسکتے ہیں۔

علافت نے لکھا ہے کہ لغت حاترہ میں مٹی کے کلمات نام ہیں۔ پانی میں بھگونے سے پہلے اسے تیار کرتے ہیں۔ پانی میں
بیکہ جاتے تو اسے طبعی رکھتے دیکھتے ہیں اور جب کافی مودہ پانی میں بھگول رہے یہاں تک کہ اس کی حرکت سیاہ ہو جائے تو اسے
حماء کہتے ہیں اور جب اس میں ہر پیدا ہو جائے یا اسے کوئی صورت دی جائے تو اسے مسنونہ کہتے ہیں اور جب وہ خشک ہو جائے
تو اسے صلال کہتے ہیں۔ اور جب اسے آگ میں پھینکا جائے تو اسے حَمَإٍ کہتے ہیں۔

۱۱۱۱ : انہی سے پہلے ایک طرح تو یہ لکھا گیا تھا جس کا نام جان ہے جس کی تخلیق نارا السموم سے ہوئی۔ مگر اس آگ کو کہتے ہیں جو
سخت تیز گرم ہو اور جس سے معادن نہ اُٹھیں۔ قال ابن عباس السموم الرج الخارقة التي تفتل وعنه انما نزل لادخان فيها۔

۱۱۱۱ : اس آیت کے متعلق حضرت علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ اس کا غلط درج ذیل ہے۔

إِلَّا إِبْلِيسُ ابْنُ مَنْ يَكُونُ مَعَ الشَّعِيدِينَ ۝ قَالَ يَا بَلِيسُ

سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے اٹھیں!

مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ الشَّعِيدِينَ ۝ قَالَ لَمَّا آكُنْ لِأَسْجُدَ بَشَرًا

کیا وہ ہے کہ تو نہ سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ وہ بتاؤ کہ کہنے لگا کہ میں گرواؤں میں کرتا کہ ہر لاؤں بس بشر کو

خَلَقْتَهُ مِنْ صَلَاحٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ قَالَ فَأَخْرِجْهُ مِنَّا

جسے تو نے پیدا کیا ہے۔ نیکے والی مٹی سے۔ جو پھلے سیوا درود اور حق لکھ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جلا وطن کر دیا

فَأَنكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ

یہاں سے تو مڑو۔ اور بلاشبہ لعنہ ہر وقت ہے۔ روزِ حشر تک۔ کہنے لگا

اور فرشتے میں روح کی دو قسمیں ہیں۔ مٹی اور انیس۔ روح مٹی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لیکن مٹی نہیں بلکہ پتھر ہے اور پتھر کشف ستار کا
مقام ہوتا ہے کہ پتھر پر چاند ہے۔ انہی نرانی کا بھی یہی ملکیت کہ وہ میں جو ہے لیکن پتھر میں کیڑے ہیں۔ یہ ہے کہ یہ پتھر لطیف ہے پانی بہت
اور صفت کے خلاف ہے۔ اگرچہ تمام سے مختلف ہے۔ اگرچہ میں اس طرح مٹیوں کیے ہوئے ہے۔ یہ ہے۔ زمین کے دانے میں پانی کا قطر ہے۔
(۱) اور روح بھی اس کا لطیف کا نام ہے جو نامیاد بعد سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا بھی کوئی نہیں ہے۔ مٹی اور پانی اور روح مٹی
روح کا کثیف ہے جس میں وہ ظاہر ہوتا ہے۔ روح انسانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف متضاف فرمایا ہے۔ لطف خیرہ میں روحی۔ یہ
اضافہ بعینیت کی نہیں بلکہ بطریق اشارت افزائی کے ہے۔ یہ میں طرح بیت اللہ۔ تاتار۔ اردار۔ شہار۔ کما جاتا ہے۔ اس کی اضافت
کی وجہ یہ ہے کہ حجابات کے خاتمے کے قبول کرنے کی معصیت صرف اس میں پائی جاتی ہے۔ تشویشاً لکھو کہ غلو قبا بعدہ میں غیر ممانہ
از لستہ ماہ قبلہ الخلیفۃ المعانیۃ مالا یستعمل لروح غیبیہ الانسان کیونکہ یہ روح عالم حق اور عالم امور دونوں کی خصوصیت
کی جامع ہے۔ اسی لیے اسے خلافت کا حق قرار دیا گیا اور فرمودہ معرفت اور آتش عشق کا اہل توحید یا۔ نیز ذاتی معانی اور عقلی تعلیمات کا
مہذب۔ دسار و متعلق الخلافۃ المعانیۃ و العرفۃ و مذاک العشق۔ و معجلاً الخلیفۃ المعانیۃ و المعانیۃ
مالم یصل الیہ۔ (عقلم)

لکھ انہی صفات کی وجہ سے شرف اور حکم کا اس کے آگے ہر وہی کر پڑا۔ اور آدم علیہ السلام مسجد وادہ ہوں مٹی مسجد انہی کو کیا
میاں ہر وہی مسجد مٹی مسجد آدم علیہ السلام مسجد۔ ایہ مٹی تو پتھر اور حیرت کما کہ کب کی کہ نہ ہو لکھ اور ہر اللہ تعالیٰ کو چمکا۔
لکھ اس نصیب کی نظر صرف حاضرات کو دیکھ کی لیکن و لطف خیرہ میں روحی کے دانے کو دیکھ کی اور مٹی لکھ کہانی کو لکھ

رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝

اگر میرے رب! پھر اہمیت کو مجھے اس میں کسی سب سے پہلے (میں نے) مانگا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جیسا کہ تو چاہے تو میں سے ہے۔

إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ رَبِّ بِأَأَغْوَيْتَنِي لَأَأْتِيَنَّكَ

(میں نے) اوقاتِ مقربہ کے دن تک صحت دی گئی ہے۔ وہ تو اسے کہتا ہے! اسی وجہ سے کہ تو نے مجھے جتنا زیادہ (میں نے) مانگا ہے!

لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَا أَغْوِيَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ

خود بخود بنا دوں گا ان کے لیے زمین میں (میں نے) ان سے خود گمراہ کر دیں گا۔ ان سب کو۔ سوائے ان کے جن کو میں نے اپنے بندوں کے جنتوں میں سے

الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ

مجھے دیا گیا ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے (میں نے) سیدھا راستہ جو میری طرف آتا ہے۔ حق ہے۔

ہر کی نگاہ میں ستر کر دی گئی اور ہمیشہ کے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے
میرا پیشہ کی جہالت کہہ رہی ہے! نہیں شیطان کے ساتھ ہے جو میرے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

میں شیطان کا گستاخانہ اور لہجہ ملاحظہ ہوا ہے جو میرے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

کے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

میں شیطان کا گستاخانہ اور لہجہ ملاحظہ ہوا ہے جو میرے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

کے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

میں شیطان کا گستاخانہ اور لہجہ ملاحظہ ہوا ہے جو میرے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

کے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

میں شیطان کا گستاخانہ اور لہجہ ملاحظہ ہوا ہے جو میرے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

کے لیے صراطِ مستقیم دکھانے لگا۔ آج ہی کسی رنگ و حالِ مصطفیٰ کی مثال میں کو نہیں دیکھتے اور اپنے

محبہ بندوں پر تمسید ادا کرتے ہیں بس نہیں چھوٹا لڑکا جو تیری پیچھے آئی کرتے ہیں

لاہور میں ہے۔ اور بیٹیاں جنتِ عداد کی جہنم ہے اور سب کے بیٹے۔ اس کے سات

دوستوں! میں تم کو ارادہ دیتے کہ ایسے ان میں سے ایک جتنے ممکن ہے

محمّدی میں آداب و سبک (انصاف و تدبیر) اور اہل ہرج و مرج و انجمنوں کے ساتھ بغض و نفرت اور اگر اللہ ہم کو نکال دینے کے جو کچھ اُن کے

سینکڑوں کیسے روک تھام کی جائیں گے اور جہاں جہاں ایسے کیسے ہونے چاہیے۔

مسلک دور کے ماتھے پر، جڑ جڑ کاٹا گیا۔ دو روز پہلے ہی رات میں اس کے جسم پر، جھنڈا لٹکا دیا گیا۔ اس کے
 الجھجھکے، الٹا دیا۔ ہر طرف سے تڑپا دیا۔ اور سب کو دیکھ کر، وہ گفت گوارا دے پڑا۔ اپنے گناہوں کی نشانی کے
 مطابق، ان کا ایک ایک شخصوں میں ڈال دیا گیا۔

[illegible]

فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرِجِينَ ﴿٥٤٣﴾ نَبِيُّ عِبَادِي أَنِّي

اِس میں کوئی تعلیت اور نہ انہیں اس سے نکال دیا جائے گا۔ بتا دو میرے بندوں کو کہ میں ہر قسم

أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٤٤﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَكِيمُ ﴿٥٤٥﴾

بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔ اور یہ بھی بتا دو کہ میرا عذاب بھی بہت دردناک عذاب ہے۔

وَنَبِّئُهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥٤٦﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا

اور بتائیے انہیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ بھی جب آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا آپ پر سلام ہو

قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَبِجِلُونِ ﴿٥٤٧﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ

آپ کا (ابراہیم) ہم تم سے غلط نہیں ہیں۔ مہمانوں نے کہا مت ڈریے ہم آپ کو خوشخبری دیتے ہیں ابراہیم

عَلَيْهِمُ ﴿٥٤٨﴾ قَالَ ابْسِرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فِيمِ

میں کی بد حالی کا۔ آپ نے ان کی بات سنی تو غصہ کر دیا کہ میری عمر بڑھ چکی ہے

تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤٩﴾ قَالُوا ابْشِرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَاتُكُنْ مِنَ الْقَاظِنِينَ ﴿٥٥٠﴾

کیسی خوشخبری ہے۔ ہم نے بسم اللہ تو آپ کو بھی خوشخبری دی ہے نہ ہر جیسے آپ ایسا کس بہنے والوں سے۔

قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٥١﴾ قَالَ فَمَا

آپ نے فرمایا کون ایسا ہوتا ہے اپنے رب کی رحمت سے مجھڑ گزروں کے۔ لگے آپ نے کہا

تھے سو وہ بڑی آیت ۵۵۱ء کے حواشی میں اس کی تفصیل دے چکی ہے۔

اس پر مشتمل پستلہ کا مضمون ہے اس پر یہ مضمون ہے۔

دجلیاں ہیں۔ اس کا رد یہ ہے کہ اسی کا معنی غفلت ہے کیونکہ وہ بغیر اذن ایسے وقت میں آئے تھے جو عام ملاقات کا وقت نہ تھا۔

تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی رحمت کا یہ نہیں نہیں ہوں۔ میں تو ہر گز اس کے فضل و کرم پر شک نہیں کرتا کہ میرے پاس

اس کی رحمت ایسی تو مدتوں سے پہنچ چکی ہے جو میری راہ سے ہٹ گئے ہوں۔

۱۴۱۹ھ

خَطَبَكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَى قَوْمِ ثَجْرِ مِنْ

اے فرستادہ! کس اوجہ کام کے لیے تم آئے ہو۔ انھوں نے کہا ہم بھیجے گئے ہیں ایک مجرم قوم کی طرف۔

إِلَّا أَلْ لَّوْطُ إِنَّا لَنَجُّهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ إِلَّا أُمَّرَأَتَهُ قَدْ رَأَىٰ

تکڑوں کے ٹکڑے ہمارے ہیں۔ ان سب کو بچا لیں گے۔

إِنَّمَا لِيِنَّ الْغَيْرِيْنَ ۖ فَلَمَّا جَاءَ اِلْ لُوْطُ الْمُرْسَلُوْنَ ۖ قَالَ

مکا ہے کہ نو بجے دو جانیوالوں میں سے ہرگی۔ پس جب آپ کے خاندان کو واپس آئے۔ یہ فرستادہ ہے۔ آپ نے انہیں لے لیا کہ

إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّشْكِرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ وَإِنَّا كَافِرُونَ ﴿١١﴾

تم براہی لوگ سلام کہتے ہو۔ (مردوں نے کہا: ہم جہنمی نہیں) بلکہ تم نے کہتے ہی تھا کہ اس "بھچر" جس میں "دشمن" کیا کرتے ہیں۔ (تو انھوں نے کہا: ہاں، یہ سچ ہے۔)

وَأَتَيْنَكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٠﴾ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ

اور ہم نے گتے ہیں آپ کے پاس حق و مطالبہ اور ہم جوش ملیح گوشتی کہہ رہے ہیں تو چھہ ہائیے اپنے اہل خانہ کے ساتھ ذات کے کسی

الْبَلِّ وَاتَّبِعْ أَذْيَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ

مستحق اور خود ان کے پیچھے پیچھے اور باقیوں سے مل کر نہ دیکھے قسم میں سے کوئی ، اور چلے جائے جہاں (جائے گھر)

تُؤْمَرُونَ ۖ وَقَضَيْنَا إِلَيْكَ الْأُمُورَ ۖ دَائِرَهُ هَؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ

تیسرا بیان یہ ہے۔ اودھیم نے (نہ بیڑھی) کو لڑکھڑکھ کر آکھ کر افس عمرے کے نظییاں ان کی جڑ کاٹ دی جاہنے کی جب وہ

میتے میں تو ہمیں دیکھ کر پہچان بھی نہیں سکا کہ تم کون ہو تم یہاں کیا بنے والے بھی نہیں ہو نہ تم میرے واقعات ہو نہ 'دو آدم مسافر' بھی نظر نہیں آتے لیکن تم پر یہ سفر کا کوئی نشان نہیں ہے۔

میں نے یہی ہم وہ چہرہ نکال دیا تھا جسے پاس آئے ہیں میں کے متعلق ہم اپنی قوم کو مہم دیتے تھے تو وہ اسے کسی نہیں کرتے تھے ہم اپنی قوم کو اس سے ڈرتے تھے تو وہ مخالف کیا کرتے تھے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے جب ان کی پرغضب الہی قوتوں کی مدد اور انھیں تیار اور مراد کر دیا جائے گا۔

عِصِينَ ۱۱ فَوَرَّكَ لِنَسْلِكَهُمْ أَجْمَعِينَ ۱۲ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۱۳

پارہ نکلے پس آپ کے رب کی قسم اجماع میں گئے ان سب سے ان اعمال کے منقہ پر جو یہ کیا کرتے تھے

فَاَصْدَرِمَا تَوْمَرُوْا عَرَضٌ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۴ اِنَّا كُنَّا نَمُوتُ

سو آپ بھی کر دیجئے اس کا پس آپ کو کھول دیا اور مشرک پر پہنچے مشرکوں سے۔ قلہ ہم کمال ہیں کہ کائنات نکلتے

الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ۱۵ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ

دل کے شریک بنائے گئے۔ قلہ جو بنا کر اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کی طرح بناتے ہیں

يَكْفُرُوْنَ بِاللَّهِ عَمَلُ الْفٰسِقِيْنَ ۱۶

انہی نے کفر کیا اللہ سے جو فاسقوں کا کام ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولٰٓئِكَ يَجْعَلُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۱۷

اور جو فتنہ پھیلاتے ہیں ان کے لئے عذاب بڑا ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولٰٓئِكَ يَجْعَلُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۱۸

اور جو فتنہ پھیلاتے ہیں ان کے لئے عذاب بڑا ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولٰٓئِكَ يَجْعَلُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۱۹

اور جو فتنہ پھیلاتے ہیں ان کے لئے عذاب بڑا ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولٰٓئِكَ يَجْعَلُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۲۰

اور جو فتنہ پھیلاتے ہیں ان کے لئے عذاب بڑا ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولٰٓئِكَ يَجْعَلُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۲۱

اور جو فتنہ پھیلاتے ہیں ان کے لئے عذاب بڑا ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولٰٓئِكَ يَجْعَلُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۲۲

اور جو فتنہ پھیلاتے ہیں ان کے لئے عذاب بڑا ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولٰٓئِكَ يَجْعَلُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۲۳

اور جو فتنہ پھیلاتے ہیں ان کے لئے عذاب بڑا ہے

روشنی میں لکھن جانی والی اردو اسلامی کتب کا سب سے

تعارف سورۃ النحل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام : اس سورۃ کی آیت نمبر (واحد) ایک ہی النحل (الایۃ) میں النحل کا لفظ متعلق ہوا ہے اس لیے اس سورۃ کا نام بھی النحل رکھا گیا۔ اس کی آیات کے تحت ایک سو اسی کلمات کی تعداد و نیز آٹھ سو چالیس اور حدوت کی تعداد سات ہزار سات سو سات ہے۔

زمانہ نزول : یہ بھی ان سورتوں میں سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئیں۔

مضامین : جبل ابی قیس کے وادی میں کھلا شہر ہے۔ یہاں کے باغداران و راستہ حاکم سے بھرے پٹے ہیں۔ اکی سدیوں میں مختلف اجناس کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ جزیرہ عرب کا ہر آدمی یہاں کے بیسے والوں کا احترام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قبائل جن کا پیشہ سی رانہری اور قزاقی ہے وہ بھی ان کی دل سے محبت نگہ کر رہے ہیں اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے کی جرات نہیں کرتے۔

یہ شہر اتنا بارونی نہیں ہے کہ اس کے باشندوں کا اتنا احترام کیوں کیا جاتا ہے؟ اس لیے کہ اس کی پشت اول حضرت نخل کے پاکہ باغوں نے رکھی اور یہاں کے مصلحتیوں کی اکثریت آپ ہی کی نسل سے ہے۔ لیکن وہ دین جس کی شاعت کا یہ شہر مرکز بنایا گیا تھا وہ عقیدہ جو حضرت نخل نے اپنی اولاد کو سکھایا تھا وہ ناپید ہو چکا ہے۔ کب جسے خداوند وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا وہاں اب بین موسما شدہ جرنی کی پوجا یا شہرٹی و صومدھام سے ہو رہی ہے۔ نخل براہیم باقی ہے لیکن دین براہیم کا نام و نشان تک نہیں رہا۔

اڑھائی تین ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرائض کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا ہے۔

قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعْلَمُوا

لے لو! لا الہ الا اللہ کو کلمات پامانگے

کہہ کے غموش ہوجاؤں میں ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ نزدیک کا نعرہ بلند ہونے پر ابھی کہہ کار و عمل حیثیت نفرت اور عداوت کے جلوں کو طے کرنا چاہو اب نگہ لائے تشدد کی شکل اختیار کرتا ہے۔ وہ اپنے آباؤی عقاید و نظریات اور رسوم کے تحفظ میں ہی اپنی جفا کا راز

ان تمام چیزوں کے پیچھے انھیں یہ بھی صاف صاف بتا دیا کہ گلاب بھی تم نے خود رچیدہ کر لی اور عقل و فہم کی حسد واد
مصلحتوں کی ترقیوں سے باز نہ آئے خود رنگ و عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ۔
آخر میں ان مسات کو بیان کیا جس کا کسی مقلد یا منظم میں موجود ہونا از میں ضروری ہے۔

سنگہ انفل کی جاس کی ۱۶۸ (۱) اسو کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت سی جہاں جیشہ محمد بن ماریو (۱۶۸) دگر جہیں

اَتَىٰ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱

قریب انگلیہ علم الہی ہے اس کے لیے غلبت نہ کرو۔ ملے پاک ہے اللہ تعالیٰ اور برتر ہے اسی شریک بخود کر کے ہیں ملے

[illegible]

تہ تبدیلہ و تبدیلی نفوس و جریب پاک ہے وہاں کمال ہی کمال ہے کسی کسی یا کمزوری کا کوئی احتمال ہی نہیں باقی ہر چیز نفاذ کثی بڑی کثیفی معیار و کثیفی یا تبدیلہ و تبدیلی عینہ و عینہ خالی نہیں لگتا اس کا کوئی دوسرا عیب کسی کو نظر نہ آئے تو یہ عیب تو کسی سے مخفی نہیں کہ وہ اپنے موجد و ہر نے ہیں اپنے بدلنے والے اور تبدیلہ و تبدیلی کرنے والے کی محکمہ ہے اور حمال افتخار اور احتیاج ہر و خدا کا شکر کہ عیب

يُنْزِلُ الْمَلَكُ بِالزُّوجِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

آتا ہے فرشتہ کو زوج (یعنی زوجی) کے ساتھ کچھ حکم سے جس پر چاہتا ہے کہ اپنے بندوں میں سے کہ

اَنْ اَنْذِرُوْا اَنْتُمْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتُمْ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

خبردار کرو اگر تم کہہ کہ نہیں کوئی سوا تم میرے ہیں مجھ سے ہی ڈرا کہ۔ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو شے

جو تم کا ہے۔

لکھ دے ملو دے ہے جس طرح دے ہر چیز کی زندگی ہے اسی طرح ملک اس سے کہیں زیادہ وحی الہی حیات بخش ہے نہ دے ہر نہ کو تو لوگ نازل قرآن سے پہلے ہی نازل تھے لیکن اس طرح پاک کے نازل کے بعد پھر ان کے صحراؤں میں جس میں دجیل زندگی کے پھٹکان آباد ہوئے اس سے تو دنیا کی نگاہیں تشنگانہ تھیں۔

شے کفار کا ایک قراض یہ بھی تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنا کر بھیجا ہی تھا تو حیدر المظہر کے قیام پوتے کے علاوہ اور کئی نظر آیا؟ کسی نہیں غلام کو نبی بنایا جانا تو لوگ اس کی باتیں دھیان سے سنتے اور اس کا کہنا سنتے ان کے اصرار کو مسترد کرنے کے لیے فرمایا کہ نبی کے انتخاب کے لیے تمہارا معیار غلط ہے نبی تو وہ بنتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود ہی بنانا چاہتا ہے جسے وہ ان لوگوں اور استعدادوں سے ملال الی کہ پیدا کرنا ہے جو ان قدرت کو اٹھانے کے لیے ضروری ہیں۔

لے نبی اگر اپنے لیے جہتیں نہیں بناتا جیسے مجھوٹے عمیل کا شیوہ ہے۔ وہ اپنے لیے نافرمانی برتری کے دھوئے نہیں کرتا اس کی بخت کی ایک ہی غرض ہوا کرتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس حقیقت سے خبردار کرے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور کوئی خدا نہیں۔ وہی ایک خدا ہے جو دلائل کو اسی کی نافرمانی اور حکم بدلتی سے ڈرنا چاہیے۔

شے یہاں سے اللہ تعالیٰ کی اہمیت اور اس کی وحدانیت اور اس کی ربوبیت کے بنی دلائل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو اتنے واضح اور یقین آفرین ہیں کہ اگر کوئی معمولی عقل فہم رکھنے والا بھی سمجھ سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اس سے انکشاف کتنا ہی پڑیگا۔ خدا خود کو کیسے زمین آسمان کا یہ کھانا کتنا وسیع ہے اور کتنے لیے شمار پندوں سے ترکتب۔ ہر چیز پھوٹا ہوا پڑا اپنی اپنی جگہ پر اس خوبی سے ڈھکا ہے کہ نہ کوئی بچ بچا سمجھتا ہے نہ کوئی گمراہی گمراہی ہے اور نہ انجن کی رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ ہر چیز اپنا اپنا فرض انجام دے رہی ہے۔ جس کے منہ سے چرنا ہے وہ چل رہی ہے نہایت کمت بدلتی ہے نہ اپنے مقصد راستے میں بلکہ اور ہر چیز ہر کئی سے ہر کئی چل رہی ہے جس کے فوٹے دوڑنا ہے وہ دوڑتی ہی چل جا رہی ہے جنہیں ٹھیکے کا حکم ملا ہے وہ دم بخود چپ چاپ کھڑی ہیں۔ انسان اس عجز و تقویٰ کا رشتہ کی پیچیدگیوں میں غرق کر کے تو سر جھکا جاتا ہے اور اگر حقیقت شناس گناہ سے وہ یہ منظر دیکھے کہ ہر چیز ایک حلقہ عجیب غلام کی طرح تعمیل حکم میں مصروف ہے تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہ نکلتا ہے۔ تبارک و تعالیٰ احسن الخالقین۔

شركة الخواصر

تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ

جب تم آرام کو چاہو، انھیں گھر لائے ہو اور جب تم صبح انھیں لئے لیجاتے ہو۔ اور یہ جانور اٹھائے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ان شہر میں تک پہنچا

تَكُونُوا بِأَعْيُنِهِ إِلَّا بُشِقَ الْأَنْفُسُ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَوُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

تم نہیں پہنچ سکتے مگر سخت شفقت والا ہے۔ بیشک تمہارا رب بہت مہربان اور ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْجُمُوحِ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ

اور اس نے پیدا کیے گھوڑے اور چمچر اور اس کے لئے زینت اور پہیادیا اور پیدا فرمائے گا

لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَاللَّهُ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِرٌ وَلَوْلَا

سواری جو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ راستہ کو لائل سے منع کرنا اور انھیں غلط راہیں بھی نہیں آتے اور اگر اللہ تعالیٰ

نہ ہوتا تو وہ ہر ایک کے لئے راستہ پیدا کر دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔

وَاللَّهُ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِرٌ وَلَوْلَا فَكَانَ الْأَرْضُ فَسَادًا وَلَٰكِنَّا فَتَقَرُّو

اور اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔

وَاللَّهُ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِرٌ وَلَوْلَا فَكَانَ الْأَرْضُ فَسَادًا وَلَٰكِنَّا فَتَقَرُّو

اور اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔

وَاللَّهُ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِرٌ وَلَوْلَا فَكَانَ الْأَرْضُ فَسَادًا وَلَٰكِنَّا فَتَقَرُّو

اور اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔

وَاللَّهُ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِرٌ وَلَوْلَا فَكَانَ الْأَرْضُ فَسَادًا وَلَٰكِنَّا فَتَقَرُّو

اور اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تم اس راستہ پر چلو اور اس راستہ پر چلنا ہی تمہارا مقصد ہے۔

لَهْدَكُمْ أَجْمَعِينَ ۙ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ

پانی تا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آقا اسماں سے پانی تمہارے لیے اس میں سے

شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ

پکھننے کے لاء آتا ہے اور اس سے سبز و گنا ہے جس میں تم (موشی) چراتے ہو لہذا اگانا ہے تمہارے لیے اس کے ذریعہ (طرح طرح کے) کھیت

وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي

اللہ زیتون اور سمجھو زراعت اور (لادہ) چر کے پھل۔ یقیناً ان تمام

ذَلِكَ آيَةٌ لِّلْقَوْمِ السَّادِقِينَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُم مِّنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

چیزوں میں (قدرت الہی کی) نشانی ہے اس قوم کے لیے جو سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سحر و جادو کے لیے رات و دن

اللہ آیت کا مطلب ہے کہ رات و رات کو بدل کر اور رات میں سے رات کو نکال دیتا ہے۔ اس نے اپنے دست و پاؤں سے ہر شے کی مہربانی ہے اور رات کو دو قسم کے ہیں۔ ایک سیدھا رات جو انسان کو غلط سمت کی طرف لیجاتی ہے اس لیے ہرگز بخیر نہیں آتی اس پر نہیں چل پڑتا پھر یہ ایک طرح کی طرح یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کونسا ایسا راستہ ہے جو آپ کو اپنی منزل تک پہنچانے والا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کو بھی کسی راستہ پر گمراہ کر دیا جائے پھر آپ برسوں اس پر چلتے رہیں لیکن آپ کی منزل قریب آنے کی بجائے دور ہی ہو جاتی ہو جائے۔

لہذا اس سے پہلے انسان اور اس کی قبیلہ کے لیے جن اشیاء کی ضرورت تھی ان کی تخلیق کا ذکر فرمایا۔ ان آیات میں شان ربوبیت کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ جس قادر مطلق نے ان کو پیدا کیا ہے وہی قادر مطلق ہے جو ان کو برباد کرے گا۔ اس کے بعد اسے خواہش نہیں کر دیا بلکہ اس کی نشوونما کے تمام تقاضوں کو بحسن و جہ پورا فرمایا۔ سب سے پہلے پانی کا ذکر کیا کیونکہ انسانی حیوانی اور نباتاتی زندگی کا دار و مدار اسی پر ہے۔ انسان اسے پیتا ہے اور اپنی چراگاہوں کھیتوں اور باغات کو سیراب بھی کرتا ہے۔ اسی سے چرگاہوں میں سبز گھاس اور کھیتوں میں شاداب چارو لکھانے لگتا ہے جو جانوروں کی خوراک بنتا ہے۔ اگر پانی ہی نایاب ہو جائے تو زندگی کی مہاری گنجائش خفاک میں مل جاتی ہیں یہاں شجر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو زمین سے اگتی ہے الشجر ہمنان تنبت فلارض قالہ النرجاج اور ان قصبہ نے کہا ہے کہ شجر سے مراد یہاں گھاس ہے۔

لہذا ان چیزوں کے پیدا کرنے سے صرف تمہاری غذائی ضرورتوں کی تکمیل ہی مطلوب نہیں اور نہ کوئی ایک جنس ہی پیدا کر دی جاتی اور اس سے انسانی تکمیل چرپی ہوتی رہتی۔ طرح طرح کے اناج اور گونا گوں پھل پیدا فرما کر جہاں اپنی قدرت کی نیرنگیوں کی نقاب کشائی کی ہے ہاں تمہارا

سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا كُلْوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حُلْيَةً

کر دیا ہے سمندر کو تاکہ تم کھاؤ اس سے مازہ کر سکتے ہو اور نکالو اس سے زیور جسے تم

تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ

پہنتے ہو اسے اور تو دیکھنا ہے کشتیوں کو موجیں کو چکر عیاں ہی ہوتی ہیں سمندر میں تاکہ ان کے ذریعہ تم تلاش کرو اشیائے

کھارخ و نگینا امدان سے خرب مستال۔ لیکن طے طے قرآن تیری سہل انگلی نے تجھے مہلت نہ دی کہ تو اپنی اس کتاب مطالعہ کر سنے جس نے سب پہلے ان قوتوں کی تیر کی قدرت ہی تیرے اختیار حال مستعد تیرے امیر والی سنت و پستیر سے بلند بہت اسلاف نے علم و حکمت کی جوچیں بندھی کی تھی اس میں برآمدہ نکاح وقت کیا تو اس سے قافلہ جو گھنیا اور اس پر اظہار نے تسلط چاہا اہل بہت سارا مل پر کشیدیں نوال بدہ ہیں اور تجھے تنگ باز ہی سے خست نہیں۔ کمزورت بلذت مشعل ہر راجی سے عنایت و جفا کشی کو اپنا شمار بناد آگے بڑھ کر علم و دانش اور فن و حکمت کے کاڈافوں کی قیادت سنبھال موجودہ ہے دین قیادت انسانیت کو اپنے رتبہ و درجہ ہی ہے اور اسے جلالت کی طرف لمبار ہی ہے تیری مومنانہ قیادت جہاں انسانیت کے لیے امن و عافیت کی ضمانت ہوگی حواں بند سے کار شہ اپنے پستے استوار کرنے کا بھی باعث بنتے گی۔

سنہ اس ناکدان ارضی میں پائی عنایات کا جو بڑا دیکھا تھا اس سے متعارف کہ غصے کے بعد اپنی نوازشات کی ایک سو دوسری جلوہ گاہ کی طرف انسان کو تصور کیا جا رہا ہے۔ ان سنگین سمنڈروں کو دیکھو جن کا کوئی کنا نہ نہیں ان میں بخشی ہوئی لہروں کی بلندی کا اندازہ کرو اس میں اٹھنے والے طوفانی کتے تند تیز ہیں لیکن سب کو پائیدہ نگہ کیا ہے اور اسی میں تمہاری خود رک کے لیے ناز و گشت کا اہتمام کر دیا گیا ہے اور ہماری قصوت کے اس عجائب میں بھی تو خود کو دیکھیں جس پالی میں خیم لہتی ہے جس میں پردہ کش پاتی ہے اور جو اس کی نوا رک ہے وہ تو اتنا گھبراہٹ اور ڈر ہے کہ ہونٹوں پر بھی نہیں چٹکایا جاسکتا لیکن کیا پھل کے گشت میں اس کا نواز اور اس کی بدلتی تم محسوس کرتے ہو گزرتی ہیں۔ سنہ اس کے علاوہ ہم نے تمہاری تربیت کے لیے اس میں خواجہ جوت موتی پیدا کر دیے ہیں کہ ان کی کست سے چاند بھی شرابا ہے۔ وہ دیکھو سمنڈر کی تریں تا غرضی صدف میں ایک بچکا اور اور تریں موتی تھلے حوصلوں کو دعوت دیتا ہے بہت ہے تو آگے بڑھ کر آٹھاو۔

لکن سمنڈر بچکراں سہی ان کی گہرائی بے پایاں سہی ان میں اٹھنے والے طوفان تندہ سہی اور اس کے بخوردہ موجیں ناگ سہی لیکن ان تمام تر تیلوں کے باوجود ہم نے ان کو حکم دیدیا ہے کہ تمہاری کشتیوں اور تمہارے پہاڑوں کو اپنے دوش پر اٹھائے اور تمہیں تمہاری منزل انصاف و کس پہنچائے اب ہم دیکھتے ہو کس طرح تمہاری کشتیاں اور جہاز تمہیں اٹھائے جو تھے موجیں کر چہ تیرے غراں غراں چلے جا رہے ہیں اگر سمنڈر کو سخرہ کیا جاتا تو تم اور تمہاری تجارت اور تمہاری مصروفیات اور ایمانات ملک میں ہی مضحکہ پرورہ جوتیں۔ ہم نے سمنڈروں کو تمہاری کشتیوں کے اٹھانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ تمہارے کاروبار میں ترقی ہو تمہاری مصروفیات اور ایمانات سے دوسرے لوگ بھی مستفید کرسکیں۔ سمنڈروں نے اپنے قصد و عروج میں بحر و تانی میں جو کمال حاصل کیا ان کے تہائی بہا ز طویل سمنڈری سفر طے کر کے ایک ملک کا سامان جس طرح دوسرے

شماره ۱۳۱۳

وَأَنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۸

اور اگر تم شاکر بنایا سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو تم انہیں گن نہیں سکو تمہارے فیض اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تَعْلَنُونَ ۝۱۹ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جو لوگ بدہمت ہیں

دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝۲۰ أَمْ وَاتَّخَذُوا

اللہ کے سوا (مخدول) کو وہ نہیں پیدا کر سکتے کوئی چیز نہ ہو بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ مردہ ہیں

أَحْيَاءٌ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝۲۱ إِنْ يَبْعَثُون ۝۲۲ إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ

زنده نہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے کہ کب انہیں اٹھایا جائے گا۔ تمہارا خدا ایک ہی ہے اللہ

اللہ یہ سب نوادرت جن کا ذکر پہلے کیا اور ان کے علاوہ مشابہات جن کو معاملہ بیان میں لانا بھی مشغلی ہے ان سب کو تو میرے کتاب اور میرے رب نے پیدا کیا ہے اے کافر! اب تم بتاؤ کہ تمہارے ان بتوں نے بھی تو کوئی چیز تخلیق کی ہے کہ تمہارے ان کو ایسا قیاد بنا دے اور ان کی جہالت میں ان کے رہتے ہر جہاں انہوں نے آج تک ایک کجی بھی نہیں بنائی اور نہ یہ بنا سکتے ہیں تو پھر خود فیصلہ کرو کہ مجھ کو جسے لائن کوں ہے میرا قادیان قیاد بنا دے یا جسے بے اور بے نوادرت۔ آخر کچھ تو سوچو انہیں قوائی حق تعالیٰ پر برا ٹھہرنا ہے۔

اللہ اللہ تعالیٰ کے نعمات ہیں جو چاہے جس کو بخشے جس کو توبہ بھی ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ تمہارا فرض تو یہ ہے کہ تم اپنے منہم حق کو پہچانو اس کی بندہ نوازیوں کا شکریہ ادا کرتے رہو لیکن شکرا داک نا تو کیا تم نے اس کی وحدانیت کا انکار کیا اور ان پر ایمان نہ کیا تو اس کا شریک بنا دیا۔

اللہ ان امتام کی یہ عیب کو مزید بے نقاب کرتے ہیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی پرستش میں یہ گئے تھے ان میں وہ بتوں کے کوئی چیز پیدا کیا کر سکیں وہ تو خود کوئی خالق اور مصلح کے محتاج ہیں سو تو یہ جان لیتے ہیں کہ ان کا نشانہ کتاب نہیں مذکور ہے کہ جسے اور نہ دیکھتے ہیں انہیں تو اپنے ہی نام کی بھی خبر نہیں یعنی ان کے علاوہ اور اس کے علاوہ صریح ہی جہادات تکلیف تعبد و فہما و انہم افضل منہا بالحق (قرطبی)

اللہ ان کاموں کے کوئی نہ کرنے کے بعد اہل تصدک اعلان فرمادیا کہ اللہ و ملائکہ کی ہی تمہارا خدا ہے جو جس کی قدرت میں کی بدست ظالمین کی ہرانی اور ہمہ بینی کے متعدد شواہد تم دیکھ چکے ہو اس کے علاوہ زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہاری سمجھ میں آسکے۔ آسمان و زمین اسے خود ہمہ جہاں! تمہیں کیا ہو گیا کہ تو اپنے منہم حق کو لا بد و بے گنے کے بھانے اپنے ادنیٰ مادیات کی جاگزی بلکہ بندگی پر نماز

فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ وَهُمْ

ہیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر ان کے دل منکر ہیں اور وہ

مُسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۶﴾ لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَيَا عَلَنُونَ

مفسد ہیں اللہ یقیناً جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿۱۷﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أُنْزِلَ

جنگ نہ پسند نہیں کرتا غرور و تکبر کرنے والوں کو۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا نازل فرمایا ہے

رَبُّكُمْ قَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۸﴾ لِيَسْأَلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ

تہا کہ کیا کہتے ہیں (کہ) یہ تو پہلے لوگوں کے من مکرر تھے ہیں بلکہ اس پر اس کی کتابیں بھی نازل ہوئی ہیں اور ان سے پوچھا جائے گا

الْقِيَامَةِ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلِيسَاءَ مَا

قیامت کے دن اور ان لوگوں کے جو بھی گمراہ کر رہے ہیں بے علم ہیں۔ کیا برا اور ادا کرنا اور بھولنا ہے وہ اپنے آپ کو

کرسد لگا، اسے خود فراموش یا غفلت کے آئینہ میں اپنے حال جہل افروز نہ کر تو دیکھ

نتیجہ وہ حق کو کیسے توہین کر رہا ہے اور ان کا غرور ان کو اجازت نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے مقلد گرش ہی جائیں۔ فرمایا اگر وہ مغرور و تکبر ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور دلدہر تکبروں کی پر دامیں بکھاتا انھیں اس غرور کے نشہ میں ہی بدست پھونسا دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر گز وقت آئے درود و ناشاد و نارا و ایدی و غلابوں میں دھکیل دیئے جاتیں۔

اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کا صحیح جواب وقتاً ہی میں ہر گز نہ لگتا۔ اس امر کا تصدیق کے لیے ایم جی میں اپنے قلم و نواد کیا کہنے جب تک کہ آئے اور کسی کاغذ سے ان کی ملاقات ہوئی اور وہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کرتے تو وہ کہتا تھا ماشاء اللہ قلنا وہ خذ کا کام نہیں ہے بلکہ گزشتہ توہین کی کہانیاں ہیں جو اس نے خود گھڑی ہیں اور اب لوگوں کو سنا کہ اپنے دامنِ نزہت میں نہیں سنا سنا ہے اس طرح لوگوں کو بہت بدست تک پہنچنے سے پہلے دھن کر کے واپس کر دیتا۔ اساطیر جمع ہے اساطیر اور سطوہ کی جس کا واحد سطوہ ہے اس کا معنی ہے ایک صنف یا فتنہ کتاب کی ہر بدخوشی کی ہوا لوگوں کی۔

اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناشاد و فدا کا جو شخص لوگوں کو کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر جتنے لوگ ہریت قبول کرتے ہیں ان سب کا ایک ایسا کتاب ہے اور ایسے کتابیں کوئی کسی نہیں کی جاتی اور جو شخص لوگوں کی طرف بلاتا ہے اور جو لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں ان سب کا گناہ بھی اس پر لیا جاتا

يَزُرُونَ ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ

اور رہے ہیں اور غمناک بن گئے تھے۔ وہ لوگ جو ان سے پہلے سے مکر کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے (غریب) کی

الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ

عوارض جڑوں سے، گھبر کر رکھ دی پس گریڑی ان پر ہیبت ان کے اوپر سے اور آگیا ان پر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ

جہاں سے انہیں خیال و گمان بھی نہ تھا۔ اس کے بعد روز قیامت اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔

إِنَّ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا

اور ان سے ہر چھوٹا کہاں ہیں وہ میرے شریک ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے۔ کہیں گے وہ لوگ جنہیں

الْعِلْمُ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ الَّذِينَ تَوَدَّاهُمْ

علم ہا گیا ہے کہ بلاشبہ آج ہر قسم کی رسوائی اور بربادی کافروں کے لیے ہے۔ وہ کافر قتلے جن کی باتیں فرشتے

جہاں ان کے گناہ ہیں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

۱۳۔ ان سے پہلے جو کافر تھے انہوں نے بھی بہت بغیر ذل کو نہ کام کرنے کے لیے مکر و فریب کی انتہا کر دی تھیں وہ غمناک ہی اپنے مکر و فریب کا شکار ہو گئے۔ یہی انجام ان کا بھی ہونے والا ہے۔

۱۴۔ اس دنیاوی بربادی کے علاوہ قیامت کے دن بھی ان کو ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا۔ سارے عالمی اہل ان کی اتنی جمع ہو گئی یہ غریب نادار مسلمان جن کو آج یہ بڑی شہادت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ عزت و کرامت کی سطحیں پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے ان کے شوالہ کر فرما دیا جائے گا۔

۱۵۔ یہ لوگ جو آج فخر و غرور کے پہاڑ بنے بیٹھے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے پوری طرح کوشاں ہیں۔ ان کی بساط و تاشی ہی ہے کہ سب کا ملت اپنی جہاد کے ساتھ جان کاٹنے کیلئے آجیگا تو سارا نہ ہوں جو جہاد میں لڑنے کو جھکا دینگے اور کھینکے خدا را ہم لے آئیں حتیٰ کہ خود اور مقتدر سے اس طرح خود گھور کر ہماری طرف نہ دیکھیں۔ ہم ان شرکان کا ہماری تاب نہیں لاسکتے ہم تو ساری عمر خدا کے قرب و نزدیک رہنے کے لیے ہماری کیا مجال تھی کہ ہم ناخواندگی سے فرشتے جواب میں کیجئے اب کون سے کیا جانتا ہے۔ تمہاری نافرمانیاں محتاج بیان نہیں بلکہ تعالیٰ تعذبات نام کرتوں خوب آفت القوا السعویٰ فالسواد اقتصادا سسر نرم زدینگے خود عزت آگئی ہو گی لوگوں کو جھک جائے گی۔

الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ فَأَلْقُوا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ

قبض کرتے ہیں۔ در اعمال کو دیکھنے پر غم کر رہے ہیں۔ تب وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم تو کوئی بڑا کام نہیں کیا

سُوْرَةُ بَكَا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ

کہتے تھے (اے علمِ واجب دیکھئے ہمیں نہیں) تم بڑے بیکار تھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کام کر رہے تھے۔ در اختیار دینے والے عباد

جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فليشْ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَقِيلَ

ہنم بعد از ان سے ہمیں پیشہ رہنا ہو گا۔ ان ایک بار غصہ سے غور ہو کر کہنے والوں کے لیے

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَا ذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرٌ ۝ الَّذِينَ أَحْسَنُوا

کیا ان سے جو قسمتی تھے کہ وہ کہہ رہے تھے؟ انھوں نے کہا دراصل خیر! جنہوں نے اچھے کام کیے تھے

فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ

اس دنیا میں بھی ان کے لیے بھلائی ہے۔ اور آخرت کا گھر بھی ان کے لیے بہتر ہے۔ اور بہت ہی عمدہ ہے

کہ وہاں ٹھہرتے وقت ہی انھیں دعا کر دیا جائے گا کہ تمہاری قبر میں کلامِ مبارک ہو اور اس میں عمل ہو جائے۔
 شک کہ گرد و نواح سے مختلف نامند سے جو کہ میں تحقیق احوال کے لیے آیا کرتے ان کی ملاقات اگر کسی کافر سے ہوتی تو وہ جو جواب دیتا اس کا ذکر
 سابقہ آیات میں گزر چکا ہے اور اگر خوش قسمت سے ان کی ملاقات کسی مومن سے ہو جاتی اور وہ اس سے اس کتاب کے متعلق دریافت
 کرتے تو وہ فوراً جواب دیتا خیر! یعنی جو کلام پہلے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ تو سرایہ خیر و برکت ہے اس میں
 دنیا و آخرت میں کی بھلائی ہے۔

شک یا تو خیر! اس میں اس کا جو خوب تم ہو گیا اور للذین احسنوا سے نیا کلام شروع ہوا یہ بھی جواب کا حصہ ہے یعنی یہ
 کتاب جو اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اس نے ہمیں یہ بھی دیا ہے کہ جو لوگ اپنے عقائد اور اعمال کی اصلاح
 کر لیں گے ان کے لیے اس دنیوی زندگی میں بھی بہتری ہے فتح و نصرت ان کے قہم جوئے گی۔ سب نیک فطرت لوگ دل
 سے ان کی عزت و تکریم کریں گے اور جب وہ احادیثِ الہی کو اپنا شعار بنالیں گے تو ان پر کسا شفا و شہادت و انصاف کے
 دروازے کھول دیئے جائیں گے فتح اللہ علیہم ایاد اب العکاشات والہ شہادات والانصاف و کبر اور قیامت کے دن
 ان کی جو عزت افزائی کی جائے گی اس کا تو کج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

سید القوان

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۵۶﴾

اور نہیں زیادتی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ نے جبکہ وہ خود اپنی جانوں پر زیادتی کیا کرتے تھے۔

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ

پس علی انہیں سزاؤں کے برے اعمال کی اور ٹھیکہ انہیں اس عذاب نے جس کا وہ

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۵۷﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَلِمْنَا

ذاتی آزمایا کرتے تھے اور کہتے تھے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا کہ اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو ہم عبادت نہ کرتے

مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَزَمَتْنَا مِنْ دُونِهِ

اس کے سوا کسی اور چیز کی ننگے نہ ہسم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام کرتے اس کے حکم کے بغیر

مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى

کسی چیز کو ایسی ہی ایسے طریقہ باتیں کیا کرتے تھے ان کے پیشرو (مذہب سے ملنے والے) کیا

تھے جب کہ ان تو جیسے دوشمن و اٹل کے سامنے لاجواب ہو گئے اور ان ہتوں کو خدا ماننے کی کوئی توجیہ پیش نہ کر سکے تو آخر کار انہوں نے اس شرک

کا سہارا لیا کہ تم کہتے ہو کہ میرا خدا اور مطلق ہے وہ جو چاہتا ہے وہ جیسا کہ میں چاہتا ہوں اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ شرک کرنے سے نہ مانع ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال چیزوں کو حرام بنانا یہ ہے تو وہ اس کو نابشر کہتے ہیں تو چہرہ میں شرک سے ان کیوں نہیں رکھتے آج کلک ہم بھی اور جیسے آباؤ اجداد بھی شرک

کرتے دیکھتے تو اس سے تم شرک کہہ کر کی مخالفت سے محروم کیوں نہ رہو اور ان کو تو نہیں مجبور کر دینا کہ ہم اس کی توجیہ کا اختلاف کریں۔ اس کو جواب دیا کہ یہ

بیرون بات تمہاری آباؤ اجداد کو وہ نہیں بلکہ تمہارا خدا ہے میری جب توجیہ کے وفاق کے سامنے تو جواب تو جانتے تھے وہ بھی اسی شرک کی کوڑا کرتے انہوں نے

بھی رضا اور مشیت کو لازم فرمادیں جو کہ غلو کی گئی تھی اور تم بھی اسی غلو کا نذر کاہ کر رہے ہو وہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیب کیا وہ اللہ تعالیٰ کے

کے اللہ تعالیٰ کے ظہور پر شک اگر وہ چاہتا تو جنہیں مجبور کر دیتا کہ تم اس کی توجیہ کو قبول کرو لیکن اس طرح ایک گسے میں اور ایک انسان میں کوئی

ایمان باقی نہ رہتا انسان کو وہ سرور مخلوق پر جو شرف بخشا گیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنی راہ منتخب کرنے میں آزاد ہے اسے حق و

بطل سمجھا دیا جاتا ہے۔ اسے ہدایت و گمراہی کی راہیں بتا دی جاتی ہیں اور پھر اسے کہ دیا جاتا ہے کہ ان دو راہوں میں سے جس راہ کو چاہے

اختیار کرے۔ ایمان کو ایمان کی ہشت کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ حق و باطل کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دینا کسی کو راہ ہدایت پر پہنچانے کے لیے مجبور

کرنا یا ان کی زبردستی نہیں ہے۔

الحمد لله

عبدالله بن محمد بن عبد الوهاب

اَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ﴿۱۵﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا ارَدْنَاهُ اَنْ نَّقُولَ

کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے۔ ہمارا فرمان کسی چیز کے لیے جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس کے نزدیک ہے (اور) ہمارا قول

لَهُ اَنْ يَكُنْ فَيَكُونُ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا

ہم نے حکم دیا ہے کہ وہ ہجرت کریں اور جو اللہ کے لیے ہجرت کی

ظَلَمُوا النَّبِيَّ ثَمَّ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ الْكَبِيرِ

ظلم تو کئے گئے تو ہم ظہور ان کو دنیا میں بھی بہتر ٹھکانا دین گئے اور آخرت کا اجزاء تو بہت بڑا

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۱۸﴾

ہو گا کہ اس پر ایمان لیتے۔ جنہوں نے مصائب میں صبر کیا اللہ مشکلات میں اس کی ہر بات پر غور کر سکتے ہیں۔

حیات کو وہ اپنا لئے رہے وہ سزا سزا ملے گا۔

شعاع کا قدر وقوع قیامت کے اس لیے منکر تھے کہ ان کے نزدیک ایسا ہونا ناممکن ہے۔ انہیں بتا دیا گیا کہ قیامت بپا کرنے

والہ ان جیسا کہ انہیں نہیں ہے جس کا ظلم بھی اور جہاد اور قدرت بھی ناقص ہو بلکہ قیامت کا وقوع اس خداوند و الجلال کے

حکم سے ہوگا جو ہر چیز پر قادر ہے اس کے کچھ کہنے کی ویرہتی ہے کہ ہر چیز موجود ہر جاتی ہے اسیت میں شہی سے کردہ چیز ہے

جو کہ موجود ہر عالم الہی میں مقدر ہو چکا ہے اور وہی کائنات پروردگار میں قال یولایا نبی اذ تعلقہ الشیء علی المعلوم عند اللہ قبل الخلق (قرآن)

۱۵ منکرین قیامت کے ذکر کے بعد رب عز و جل ان اسلام کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو ہم پر ایمان لے کر

جہاد کی پاداش میں قوم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے یہاں تک کہ انہیں مال کے گھر مال سے بھی نکال دیا گیا۔ ہم ان کی اس قربانی اور

ایشاد کر ان کیلئے نہیں جانے دینگے بلکہ اس دنیا میں بھی انہیں بہترین رہائش عطا کی گئی۔ سیر طلیعہ حبشیہ پاک بستی ان کا سکون

ہوگا فتح و نصرت ان پر سایہ ظہن ہوگی۔ یہی ظالم ظلوب و متور ہو کر ان کے سامنے پیش ہونگے۔ دہشتی دنیا ملک انکی لادیت و

ایثار اور جہاد و شہادت کے لئے جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ حصول دیکھو یہ روزی انہیں عطا فرمایا جائے گا۔ اس کے علاوہ و آخرت میں ان کی جو عزت

افزائیاں اور یہ دنیا میں ان کی توفیق یہاں تھوڑی بھی نہیں کیا یا سکتا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہ جہاد کو ان کا سالانہ

وظیفہ دیتے تو فرماتے خذ بدارک الایہ فیہ ہذا ما رعدہ اللہ فی الدنیا وما ذخرہ فی الآخرة افضل

تو تلا ہذا الآیہ یعنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے باریک کرے۔ یہ تو وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تجھ سے نیاں لینے

کا وعدہ کیا ہے اور جو چیز تھیں آخرت میں دی جائے گی وہ تو اس سے بہت افضل ہے پھر آپ یہ آیت پڑھتے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ فَمَشَوْا اَهْلَ

الہدہ نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے رسول بنا کر مگر مردوں کو جسے ہم وہی بھیجتے ہیں انہی طرفت میں دریافت کرو اہل

الذِّکْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۚ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۚ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ

علم سے اگر تم خود نہیں جانتے (پہلے رسولوں کو بھی ہم نے مردوں کو نشانیاں اور کتابیں کریمہ (اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ پر

الذِّکْرِ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱

یاد کرو ان کتاب کو بیان کریں لوگوں کے لیے وہی کہ جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف تاکہ وہ غور و فکر کریں ۱۱

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ يَّخْشِيَ اللّٰهُ بِرَمِّ الْاَرْضِ

کیا بخیر (اور انداز) ہر گھٹے وہ لوگ جنہوں نے برے کر کے کو بار بار گناہ دہے اللہ تعالیٰ انہیں نشان میں

نہجے کفار جنہوں نے اللہ علیہ السلام کو بتائیں کہ تم تمہارے رسول پر بیش کیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بڑی ہے کہ وہ کسی بشر کو اپنا

رسول بنا کر بھیجے اگر اسے کوئی رسول بھیجا ہی تھا تو اس کے پاس فرشتوں کی کیا کمی تھی کسی فرشتہ کو ہی رسول بنا کر بھیج دیتا۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔ ہمارا تو یہی دستور ہے کہ جب ہم انسانوں کی طرف کوئی نئی بھیجتے ہیں تو انہیں میں سے کسی مرد کو اس خدمت پر مامور فرماتے

ہیں۔ آپ کوئی پہلے ہی تو نہیں آپ پہلے میں ہمارے انبیاء و مرسلین آتے اور وہ سب سب نوری انسان کے فروغ تھے۔ اسے کفار اگر تم

اس مسئلہ کی مزید تحقیق کرنا چاہو تو کسی صاحب علم سے پوچھ لو وہ تمہیں بتائے گا کہ نبی کی بعثت کا مقصد اقامتِ انبیاء ہے اور یہ مقصد تب

ہی پورا ہو سکتا ہے جب تک نبی ہی انسان جو ایک فرشتہ پرناہم غلبہ کے کر سکتا ہے لیکن نبی کے فرائض کو انجام دینا اسکے بس

میں نہیں۔ اس آیت پر بھی معلوم ہو گا کہ انسان کو اگر کسی چیز کا علم نہ ہو تو وہ الہی علم کی طرف رجوع کرے۔

۱۱۔ یہ ارسلنا کے ساتھ متعلق ہے کہ جو اُمیاء بھیجتے تھے انہیں دلائل سے بھی متوہد کیا گیا اور انہیں کتاب بھی دی گئی۔ وُفِّیْ

کلاماً و ذللاً ہے اس کا معنی کتاب ہے۔

۱۲۔ اس آیت ظنیہ سے واضح ہوا کہ ہمارے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی و مظاہر اس کے بیان اس کے اجمال کی تفصیل اور

ادامہ و تفسیر کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض کیا اس لیے قرآن کریم کی جو تفسیر و تشریح

مفسر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی وہی قابلِ اعتماد ہے کسی دوسرے کریم حق نہیں پہنچا کہ وہ اپنے فہم و خود پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی

ایسی دلیل کو سے جار شاد رسا کتاب کے خلاف ہر عذر و فریبی لکھتے ہیں۔ فالس رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوہین عن

أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٤﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ

یا آجائے ان پر عذاب اس طرح کہ (ان کو اس کی آمد کا) شعور ہی نہ ہو سکے یا پکڑے انھیں جب وہ

فِي تَقْلِيلِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٢٥﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ

(اپنے کاربائیں) دوزخ و عذاب کرے بے ہوش نہیں (اللہ تعالیٰ) عاجز کرے انھیں یا پکڑے انھیں جبکہ وہ خوف زدہ ہو چکے ہوں

اللَّهُ خَرَّوَجَلٌ مُرَادٌ وَهَذَا لِجَلِّهِ فِي كِتَابِهِ مِنْ أَحْكَامِهِ وَمِنْهُ وَنَزَلَ كَلَامُهُ وَنَحْنُ نَعْلَمُ مَا لَمْ يَعْلَمْ الْعَالَمُونَ

مکلف یہ کفار جو اسلام اور دینی اسلام کے خلاف سازشیں کھینچتے ہیں مسکوت ہیں کہ انھیں اپنے تئیں ہون کا ہوش نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم غافل ہیں کیا انھیں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ اگر ان کی سرکشیاں اس دنیا میں ان کے ہاتھ غصب انہی جوش میں آئیں تو انھیں یہاں دوزخ و عذاب ملے گا۔ ہر گز اسے کہ نہیں شمس ہر انداز میں ہر فرقہ گروہیت جاری ہے۔ باجب ذہن کے ایمان سے دوزخ میں سے ہے عذاب اور دوزخ میں سے ہے تو انھیں ہنس نہیں کر دیا جائے کیا وہ اس غفلت فہمی میں مبتلا ہیں کہ اگر عذاب الہی آتا تو وہ کوئی ایسا شے غایت غافل کہیں گے جہاں وہ حضور ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ سکتے ہیں کامیاب ہو جائیں گے یہ سراسر ان کی نادانی ہے انھیں خدا کے عذاب سے اتنے بے پروا وہ غافل نہیں ہونا چاہیے۔

ہم نے تحقیق کا ایک نسخہ تویہ ہے کہ پہلے مذہب کی نشانیاں اُترادیں اور پھر ان پر عذاب آئے جو ان کو دنیا و دوزخ کے درمیان کے ملاوٹ کا دوزخ عذاب یہ بیان کیا گیا ہے کہ خوف کا معنی تقش ہے یعنی پہلے انھیں کا دوزخ میں اُتھان ہوتا ہے یہ طبیعتی باڑی سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔ پیداوار تقش شریع ہو جاتی ہے صحت بگڑنے لگتی ہے تندرست توانا ہم کھل کر دوزخ میں ہر مارتا ہے۔ اس طرح جیسا ان کی حیثیت اور زندگی کا شکار کھلا ہوا ہے تو اچانک عذاب الہی کا طوفان آتا ہے اور اسے جڑ سے اکیر کر پھینک دیتا ہے جسوقت معین سیرت ہوئی ہے کہ ایک روز حضرت خذلق اعظم منیر برتشریف فرما تھے اپنے پوچھا اسے دوزخ اور یاخذہم علی تخوف کا کیا مطلب ہے۔ سب خاموش ہو گئے بنی ذیل کا ایک جوڑا اُٹھار اس سے عرض کی اسے امیر المؤمنین ہمارا لغت ہے یہاں الغشون کا معنی الغش ہے معنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا۔ اپنے چھ کیا یہ لفظ اس معنی میں عرب کے شعرا نے بھی استعمال کیا ہے۔ وہ بڑا عجیب ہاں ہمارا شمار اویکیہ فیہ فی اپنی باؤشنی کے متعلق آہستہ ہے جس کی داغی کر ان کو سفر کی عداوت نے لاخر کر دیا تھا

تخوف الرجل ناعكاً قسماً یز کما تخوف عود النجاة السفن

کہ کپلو سے نہ میری اونٹنی کی سلا تازہ اونٹنی کو ان کو گھسا گھسا کر دیا ہے جس طرح نبرد وخت کی لکڑی کو گھسانے والا آکر گھسا کر پھینکا کرتا ہے یہ شعر شمس بر حضرت عروث نے فرمایا۔ لوگو جاہلیت کے شمار یاد کیا کرو۔ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی ہیں۔ (قریشی)

ضمیمہ المآثر

مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةِ وَهُمْ لَا يُسْتَكْبِرُونَ ﴿١٩﴾ يَخَافُونَ

یعنی ہر قسم کے جاندار اور فرشتے اور وہ غرور و تکبر نہیں کرتے۔ ڈرتے ہیں اپنے

رَبِّهِمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالَ

رب کی قدرت سے اور کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ

اللَّهُ لَا تَتَّخِذْ لِلْهِينِ اثْنَيْنِ إِنَّهُ هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ فَإِلَآئِي

نے فرمایا نہ بناؤ دو خدا تھے جو تو صرف ایک ہی خدا ہے (اس نے فرمایا)

فَارْهَبُونِ ﴿٢١﴾ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ

پس فقط مجھ سے ہی ڈرا کرو اور اسی کے چمک میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اُنہے اور اسی کی تابعداری اور اطاعت

وَاصْبِرْ أَفْعَدِ اللَّهُ تَتَّقُونَ ﴿٢٢﴾ وَمَا يَكُم مِّنْ نِّعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ

لازمی ہے اُنہے تو کیا اللہ کے عواظ میں سے ڈرتے ہو اور تمہارے پاس عجب نعمتیں ہیں تو اللہ تم کی دینی ہمتی میں

یعنی اللہ فرمیں اس آیت کا منہم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں یخافون قدرة و جلاله و عظمته فوق قدر و جلاله و عظمته فحق الكلام هذا یعنی دو پہلے رب کی قدرت سے فائف ہیں جو ان کی قوت سے ۱۵۱ اور نہ ہے۔ اس حکم میں یہ الفاظ مخصوص ہیں اس کا دوسرا مطلب انہوں نے یہ لکھا ہے کہ یخافون عقاب و جلالہ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب و عقاب سے ڈرتے ہیں جو اوپر سے نازل ہوتا ہے۔

نشلے دو خداؤں کی نفی سے تعدد کی نفی مطلوب ہے یعنی وہ ایک ہی ہے دونوں اور جب دو نہیں جو کثرت اور تعدد کا اولیٰ درجہ ہے تو اس سے زیادہ کیسے ہو سکتے ہیں توحید الہی کے روشن دلائل میں یہ لے کے بعد کسی دوسرے کو خدا سمجھنا انتہائی حماقت ہے چہ جائیکہ مخلوق معبود و معبودیہ جو اس کی پرہیزگاری سے اللہ تعالیٰ سے ڈر و تعظیم اس کی بڑھت سخت ہے۔

۱۳۳۴
۱۳۳۵
۱۳۳۶
۱۳۳۷
۱۳۳۸
۱۳۳۹
۱۳۴۰
۱۳۴۱
۱۳۴۲
۱۳۴۳
۱۳۴۴
۱۳۴۵
۱۳۴۶
۱۳۴۷
۱۳۴۸
۱۳۴۹
۱۳۵۰
۱۳۵۱
۱۳۵۲
۱۳۵۳
۱۳۵۴
۱۳۵۵
۱۳۵۶
۱۳۵۷
۱۳۵۸
۱۳۵۹
۱۳۶۰
۱۳۶۱
۱۳۶۲
۱۳۶۳
۱۳۶۴
۱۳۶۵
۱۳۶۶
۱۳۶۷
۱۳۶۸
۱۳۶۹
۱۳۷۰
۱۳۷۱
۱۳۷۲
۱۳۷۳
۱۳۷۴
۱۳۷۵
۱۳۷۶
۱۳۷۷
۱۳۷۸
۱۳۷۹
۱۳۸۰
۱۳۸۱
۱۳۸۲
۱۳۸۳
۱۳۸۴
۱۳۸۵
۱۳۸۶
۱۳۸۷
۱۳۸۸
۱۳۸۹
۱۳۹۰
۱۳۹۱
۱۳۹۲
۱۳۹۳
۱۳۹۴
۱۳۹۵
۱۳۹۶
۱۳۹۷
۱۳۹۸
۱۳۹۹
۱۴۰۰
۱۴۰۱
۱۴۰۲
۱۴۰۳
۱۴۰۴
۱۴۰۵
۱۴۰۶
۱۴۰۷
۱۴۰۸
۱۴۰۹
۱۴۱۰
۱۴۱۱
۱۴۱۲
۱۴۱۳
۱۴۱۴
۱۴۱۵
۱۴۱۶
۱۴۱۷
۱۴۱۸
۱۴۱۹
۱۴۲۰
۱۴۲۱
۱۴۲۲
۱۴۲۳
۱۴۲۴
۱۴۲۵
۱۴۲۶
۱۴۲۷
۱۴۲۸
۱۴۲۹
۱۴۳۰
۱۴۳۱
۱۴۳۲
۱۴۳۳
۱۴۳۴
۱۴۳۵
۱۴۳۶
۱۴۳۷
۱۴۳۸
۱۴۳۹
۱۴۴۰
۱۴۴۱
۱۴۴۲
۱۴۴۳
۱۴۴۴
۱۴۴۵
۱۴۴۶
۱۴۴۷
۱۴۴۸
۱۴۴۹
۱۴۵۰
۱۴۵۱
۱۴۵۲
۱۴۵۳
۱۴۵۴
۱۴۵۵
۱۴۵۶
۱۴۵۷
۱۴۵۸
۱۴۵۹
۱۴۶۰
۱۴۶۱
۱۴۶۲
۱۴۶۳
۱۴۶۴
۱۴۶۵
۱۴۶۶
۱۴۶۷
۱۴۶۸
۱۴۶۹
۱۴۷۰
۱۴۷۱
۱۴۷۲
۱۴۷۳
۱۴۷۴
۱۴۷۵
۱۴۷۶
۱۴۷۷
۱۴۷۸
۱۴۷۹
۱۴۸۰
۱۴۸۱
۱۴۸۲
۱۴۸۳
۱۴۸۴
۱۴۸۵
۱۴۸۶
۱۴۸۷
۱۴۸۸
۱۴۸۹
۱۴۹۰
۱۴۹۱
۱۴۹۲
۱۴۹۳
۱۴۹۴
۱۴۹۵
۱۴۹۶
۱۴۹۷
۱۴۹۸
۱۴۹۹
۱۵۰۰
۱۵۰۱
۱۵۰۲
۱۵۰۳
۱۵۰۴
۱۵۰۵
۱۵۰۶
۱۵۰۷
۱۵۰۸
۱۵۰۹
۱۵۱۰
۱۵۱۱
۱۵۱۲
۱۵۱۳
۱۵۱۴
۱۵۱۵
۱۵۱۶
۱۵۱۷
۱۵۱۸
۱۵۱۹
۱۵۲۰
۱۵۲۱
۱۵۲۲
۱۵۲۳
۱۵۲۴
۱۵۲۵
۱۵۲۶
۱۵۲۷
۱۵۲۸
۱۵۲۹
۱۵۳۰
۱۵۳۱
۱۵۳۲
۱۵۳۳
۱۵۳۴
۱۵۳۵
۱۵۳۶
۱۵۳۷
۱۵۳۸
۱۵۳۹
۱۵۴۰
۱۵۴۱
۱۵۴۲
۱۵۴۳
۱۵۴۴
۱۵۴۵
۱۵۴۶
۱۵۴۷
۱۵۴۸
۱۵۴۹
۱۵۵۰
۱۵۵۱
۱۵۵۲
۱۵۵۳
۱۵۵۴
۱۵۵۵
۱۵۵۶
۱۵۵۷
۱۵۵۸
۱۵۵۹
۱۵۶۰
۱۵۶۱
۱۵۶۲
۱۵۶۳
۱۵۶۴
۱۵۶۵
۱۵۶۶
۱۵۶۷
۱۵۶۸
۱۵۶۹
۱۵۷۰
۱۵۷۱
۱۵۷۲
۱۵۷۳
۱۵۷۴
۱۵۷۵
۱۵۷۶
۱۵۷۷
۱۵۷۸
۱۵۷۹
۱۵۸۰
۱۵۸۱
۱۵۸۲
۱۵۸۳
۱۵۸۴
۱۵۸۵
۱۵۸۶
۱۵۸۷
۱۵۸۸
۱۵۸۹
۱۵۹۰
۱۵۹۱
۱۵۹۲
۱۵۹۳
۱۵۹۴
۱۵۹۵
۱۵۹۶
۱۵۹۷
۱۵۹۸
۱۵۹۹
۱۶۰۰
۱۶۰۱
۱۶۰۲
۱۶۰۳
۱۶۰۴
۱۶۰۵
۱۶۰۶
۱۶۰۷
۱۶۰۸
۱۶۰۹
۱۶۱۰
۱۶۱۱
۱۶۱۲
۱۶۱۳
۱۶۱۴
۱۶۱۵
۱۶۱۶
۱۶۱۷
۱۶۱۸
۱۶۱۹
۱۶۲۰
۱۶۲۱
۱۶۲۲
۱۶۲۳
۱۶۲۴
۱۶۲۵
۱۶۲۶
۱۶۲۷
۱۶۲۸
۱۶۲۹
۱۶۳۰
۱۶۳۱
۱۶۳۲
۱۶۳۳
۱۶۳۴
۱۶۳۵
۱۶۳۶
۱۶۳۷
۱۶۳۸
۱۶۳۹
۱۶۴۰
۱۶۴۱
۱۶۴۲
۱۶۴۳
۱۶۴۴
۱۶۴۵
۱۶۴۶
۱۶۴۷
۱۶۴۸
۱۶۴۹
۱۶۵۰
۱۶۵۱
۱۶۵۲
۱۶۵۳
۱۶۵۴
۱۶۵۵
۱۶۵۶
۱۶۵۷
۱۶۵۸
۱۶۵۹
۱۶۶۰
۱۶۶۱
۱۶۶۲
۱۶۶۳
۱۶۶۴
۱۶۶۵
۱۶۶۶
۱۶۶۷
۱۶۶۸
۱۶۶۹
۱۶۷۰
۱۶۷۱
۱۶۷۲
۱۶۷۳
۱۶۷۴
۱۶۷۵
۱۶۷۶
۱۶۷۷
۱۶۷۸
۱۶۷۹
۱۶۸۰
۱۶۸۱
۱۶۸۲
۱۶۸۳
۱۶۸۴
۱۶۸۵
۱۶۸۶
۱۶۸۷
۱۶۸۸
۱۶۸۹
۱۶۹۰
۱۶۹۱
۱۶۹۲
۱۶۹۳
۱۶۹۴
۱۶۹۵
۱۶۹۶
۱۶۹۷
۱۶۹۸
۱۶۹۹
۱۷۰۰
۱۷۰۱
۱۷۰۲
۱۷۰۳
۱۷۰۴
۱۷۰۵
۱۷۰۶
۱۷۰۷
۱۷۰۸
۱۷۰۹
۱۷۱۰
۱۷۱۱
۱۷۱۲
۱۷۱۳
۱۷۱۴
۱۷۱۵
۱۷۱۶
۱۷۱۷
۱۷۱۸
۱۷۱۹
۱۷۲۰
۱۷۲۱
۱۷۲۲
۱۷۲۳
۱۷۲۴
۱۷۲۵
۱۷۲۶
۱۷۲۷
۱۷۲۸
۱۷۲۹
۱۷۳۰
۱۷۳۱
۱۷۳۲
۱۷۳۳
۱۷۳۴
۱۷۳۵
۱۷۳۶
۱۷۳۷
۱۷۳۸
۱۷۳۹
۱۷۴۰
۱۷۴۱
۱۷۴۲
۱۷۴۳
۱۷۴۴
۱۷۴۵
۱۷۴۶
۱۷۴۷
۱۷۴۸
۱۷۴۹
۱۷۵۰
۱۷۵۱
۱۷۵۲
۱۷۵۳
۱۷۵۴
۱۷۵۵
۱۷۵۶
۱۷۵۷
۱۷۵۸
۱۷۵۹
۱۷۶۰
۱۷۶۱
۱۷۶۲
۱۷۶۳
۱۷۶۴
۱۷۶۵
۱۷۶۶
۱۷۶۷
۱۷۶۸
۱۷۶۹
۱۷۷۰
۱۷۷۱
۱۷۷۲
۱۷۷۳
۱۷۷۴
۱۷۷۵
۱۷۷۶
۱۷۷۷
۱۷۷۸
۱۷۷۹
۱۷۸۰
۱۷۸۱
۱۷۸۲
۱۷۸۳
۱۷۸۴
۱۷۸۵
۱۷۸۶
۱۷۸۷
۱۷۸۸
۱۷۸۹
۱۷۹۰
۱۷۹۱
۱۷۹۲
۱۷۹۳
۱۷۹۴
۱۷۹۵
۱۷۹۶
۱۷۹۷
۱۷۹۸
۱۷۹۹
۱۸۰۰
۱۸۰۱
۱۸۰۲
۱۸۰۳
۱۸۰۴
۱۸۰۵
۱۸۰۶
۱۸۰۷
۱۸۰۸
۱۸۰۹
۱۸۱۰
۱۸۱۱
۱۸۱۲
۱۸۱۳
۱۸۱۴
۱۸۱۵
۱۸۱۶
۱۸۱۷
۱۸۱۸
۱۸۱۹
۱۸۲۰
۱۸۲۱
۱۸۲۲
۱۸۲۳
۱۸۲۴
۱۸۲۵
۱۸۲۶
۱۸۲۷
۱۸۲۸
۱۸۲۹
۱۸۳۰
۱۸۳۱
۱۸۳۲
۱۸۳۳
۱۸۳۴
۱۸۳۵
۱۸۳۶
۱۸۳۷
۱۸۳۸
۱۸۳۹
۱۸۴۰
۱۸۴۱
۱۸۴۲
۱۸۴۳
۱۸۴۴
۱۸۴۵
۱۸۴۶
۱۸۴۷
۱۸۴۸
۱۸۴۹
۱۸۵۰
۱۸۵۱
۱۸۵۲
۱۸۵۳
۱۸۵۴
۱۸۵۵
۱۸۵۶
۱۸۵۷
۱۸۵۸
۱۸۵۹
۱۸۶۰
۱۸۶۱
۱۸۶۲
۱۸۶۳
۱۸۶۴
۱۸۶۵
۱۸۶۶
۱۸۶۷
۱۸۶۸
۱۸۶۹
۱۸۷۰
۱۸۷۱
۱۸۷۲
۱۸۷۳
۱۸۷۴
۱۸۷۵
۱۸۷۶
۱۸۷۷
۱۸۷۸
۱۸۷۹
۱۸۸۰
۱۸۸۱
۱۸۸۲
۱۸۸۳
۱۸۸۴
۱۸۸۵
۱۸۸۶
۱۸۸۷
۱۸۸۸
۱۸۸۹
۱۸۹۰
۱۸۹۱
۱۸۹۲
۱۸۹۳
۱۸۹۴
۱۸۹۵
۱۸۹۶
۱۸۹۷
۱۸۹۸
۱۸۹۹
۱۹۰۰
۱۹۰۱
۱۹۰۲
۱۹۰۳
۱۹۰۴
۱۹۰۵
۱۹۰۶
۱۹۰۷
۱۹۰۸
۱۹۰۹
۱۹۱۰
۱۹۱۱
۱۹۱۲
۱۹۱۳
۱۹۱۴
۱۹۱۵
۱۹۱۶
۱۹۱۷
۱۹۱۸
۱۹۱۹
۱۹۲۰
۱۹۲۱
۱۹۲۲
۱۹۲۳
۱۹۲۴
۱۹۲۵
۱۹۲۶
۱۹۲۷
۱۹۲۸
۱۹۲۹
۱۹۳۰
۱۹۳۱
۱۹۳۲
۱۹۳۳
۱۹۳۴
۱۹۳۵
۱۹۳۶
۱۹۳۷
۱۹۳۸
۱۹۳۹
۱۹۴۰
۱۹۴۱
۱۹۴۲
۱۹۴۳
۱۹۴۴
۱۹۴۵
۱۹۴۶
۱۹۴۷
۱۹۴۸
۱۹۴۹
۱۹۵۰
۱۹۵۱
۱۹۵۲
۱۹۵۳
۱۹۵۴
۱۹۵۵
۱۹۵۶
۱۹۵۷
۱۹۵۸
۱۹۵۹
۱۹۶۰
۱۹۶۱
۱۹۶۲
۱۹۶۳
۱۹۶۴
۱۹۶۵
۱۹۶۶
۱۹۶۷
۱۹۶۸
۱۹۶۹
۱۹۷۰
۱۹۷۱
۱۹۷۲
۱۹۷۳
۱۹۷۴
۱۹۷۵
۱۹۷۶
۱۹۷۷
۱۹۷۸
۱۹۷۹
۱۹۸۰
۱۹۸۱
۱۹۸۲
۱۹۸۳
۱۹۸۴
۱۹۸۵
۱۹۸۶
۱۹۸۷
۱۹۸۸
۱۹۸۹
۱۹۹۰
۱۹۹۱
۱۹۹۲
۱۹۹۳
۱۹۹۴
۱۹۹۵
۱۹۹۶
۱۹۹۷
۱۹۹۸
۱۹۹۹
۲۰۰۰
۲۰۰۱
۲۰۰۲
۲۰۰۳
۲۰۰۴
۲۰۰۵
۲۰۰۶
۲۰۰۷
۲۰۰۸
۲۰۰۹
۲۰۱۰
۲۰۱۱
۲۰۱۲
۲۰۱۳
۲۰۱۴
۲۰۱۵
۲۰۱۶
۲۰۱۷
۲۰۱۸
۲۰۱۹
۲۰۲۰
۲۰۲۱
۲۰۲۲
۲۰۲۳
۲۰۲۴
۲۰۲۵
۲۰۲۶
۲۰۲۷
۲۰۲۸
۲۰۲۹
۲۰۳۰
۲۰۳۱
۲۰۳۲
۲۰۳۳
۲۰۳۴
۲۰۳۵
۲۰۳۶
۲۰۳۷
۲۰۳۸
۲۰۳۹
۲۰۴۰
۲۰۴۱
۲۰۴۲
۲۰۴۳
۲۰۴۴
۲۰۴۵
۲۰۴۶
۲۰۴۷
۲۰۴۸
۲۰۴۹
۲۰۵۰
۲۰۵۱
۲۰۵۲
۲۰۵۳
۲۰۵۴
۲۰۵۵
۲۰۵۶
۲۰۵۷
۲۰۵۸
۲۰۵۹
۲۰۶۰
۲۰۶۱
۲۰۶۲
۲۰۶۳
۲۰۶۴
۲۰۶۵
۲۰۶۶
۲۰۶۷
۲۰۶۸
۲۰۶۹
۲۰۷۰
۲۰۷۱
۲۰۷۲
۲۰۷۳
۲۰۷۴
۲۰۷۵
۲۰۷۶
۲۰۷۷
۲۰۷۸
۲۰۷۹
۲۰۸۰
۲۰۸۱
۲۰۸۲
۲۰۸۳
۲۰۸۴
۲۰۸۵
۲۰۸۶
۲۰۸۷
۲۰۸۸
۲۰۸۹
۲۰۹۰
۲۰۹۱
۲۰۹۲
۲۰۹۳
۲۰۹۴
۲۰۹۵
۲۰۹۶
۲۰۹۷
۲۰۹۸
۲۰۹۹
۲۱۰۰
۲۱۰۱
۲۱۰۲
۲۱۰۳
۲۱۰۴
۲۱۰۵
۲۱۰۶
۲۱۰۷
۲۱۰۸
۲۱۰۹
۲۱۱۰
۲۱۱۱
۲۱۱۲
۲۱۱۳
۲۱۱۴
۲۱۱۵
۲۱۱۶
۲۱۱۷
۲۱۱۸
۲۱۱۹
۲۱۲۰
۲۱۲۱
۲۱۲۲
۲۱۲۳
۲۱۲۴
۲۱۲۵
۲۱۲۶
۲۱۲۷
۲۱۲۸
۲۱۲۹
۲۱۳۰
۲۱۳۱
۲۱۳۲
۲۱۳۳
۲۱۳۴
۲۱۳۵
۲۱۳۶
۲۱۳۷
۲۱۳۸
۲۱۳۹
۲۱۴۰
۲۱۴۱
۲۱۴۲
۲۱۴۳
۲۱۴۴
۲۱۴۵
۲۱۴۶
۲۱۴۷
۲۱۴۸
۲۱۴۹
۲۱۵۰
۲۱۵۱
۲۱۵۲
۲۱۵۳
۲۱۵۴
۲۱۵۵
۲۱۵۶
۲۱۵۷
۲۱۵۸
۲۱۵۹
۲۱۶۰
۲۱۶۱
۲۱۶۲
۲۱۶۳
۲۱۶۴
۲۱۶۵
۲۱۶۶
۲۱۶۷
۲۱۶۸
۲۱۶۹
۲۱۷۰
۲۱۷۱
۲۱۷۲
۲۱۷۳
۲۱۷۴
۲۱۷۵
۲۱۷۶
۲۱۷۷
۲۱۷۸
۲۱۷۹
۲۱۸۰
۲۱۸۱
۲۱۸۲
۲۱۸۳
۲۱۸۴
۲۱۸۵
۲۱۸۶
۲۱۸۷
۲۱۸۸
۲۱۸۹
۲۱۹۰
۲۱۹۱
۲۱۹۲
۲۱۹۳
۲۱۹۴
۲۱۹۵
۲۱۹۶
۲۱۹۷
۲۱۹۸
۲۱۹۹
۲۲۰۰
۲۲۰۱
۲۲۰۲
۲۲۰۳
۲۲۰۴
۲۲۰۵
۲۲۰۶
۲۲۰۷
۲۲۰۸
۲۲۰۹
۲۲۱۰
۲۲۱۱
۲۲۱۲
۲۲۱۳
۲۲۱۴
۲۲۱۵
۲۲۱۶
۲۲۱۷
۲۲۱۸
۲۲۱۹
۲۲۲۰
۲۲۲۱
۲۲۲۲
۲۲۲۳
۲۲۲۴
۲۲۲۵
۲۲۲۶
۲۲۲۷
۲۲۲۸
۲۲۲۹
۲۲۳۰
۲۲۳۱
۲۲۳۲
۲۲۳۳
۲۲۳۴
۲۲۳۵
۲۲۳۶
۲۲۳۷
۲۲۳۸
۲۲۳۹
۲۲۴۰
۲۲۴۱
۲۲۴۲
۲۲۴۳
۲۲۴۴
۲۲۴۵
۲۲۴۶
۲۲۴۷
۲۲۴۸
۲۲۴۹
۲۲۵۰
۲۲۵۱
۲۲۵۲
۲۲۵۳
۲۲۵۴
۲۲۵۵
۲۲۵۶
۲۲۵۷
۲۲۵۸
۲۲۵۹
۲۲۶۰
۲۲۶۱
۲۲۶۲
۲۲۶۳
۲۲۶۴
۲۲۶۵
۲۲۶۶
۲۲۶۷
۲۲۶۸
۲۲۶۹
۲۲۷۰
۲۲۷۱
۲۲۷۲
۲۲۷۳
۲۲۷۴
۲۲۷۵
۲۲۷۶
۲۲۷۷
۲۲۷۸
۲۲۷۹
۲۲۸۰
۲۲۸۱
۲۲۸۲
۲۲۸۳
۲۲۸۴
۲۲۸۵
۲۲۸۶
۲۲۸۷
۲۲۸۸
۲۲۸۹
۲۲۹۰
۲۲۹۱
۲۲۹۲
۲۲۹۳
۲۲۹۴
۲۲۹۵
۲۲۹۶
۲۲۹۷
۲۲۹۸
۲۲۹۹
۲۳۰۰
۲۳۰۱
۲۳۰۲
۲۳۰۳
۲۳۰۴
۲۳۰۵
۲۳۰۶
۲۳۰۷
۲۳۰۸
۲۳۰۹
۲۳۱۰
۲۳۱۱
۲۳۱۲
۲۳۱۳
۲۳۱۴
۲۳۱۵
۲۳۱۶
۲۳۱۷
۲۳۱۸
۲۳۱۹
۲۳۲۰
۲۳۲۱
۲۳۲۲
۲۳۲۳
۲۳۲۴
۲۳۲۵
۲۳۲۶
۲۳۲۷
۲۳۲۸
۲۳۲۹
۲۳۳۰
۲۳۳۱
۲۳۳۲
۲۳۳۳
۲۳۳۴
۲۳۳۵
۲۳۳۶
۲۳۳۷
۲۳۳۸
۲۳۳۹
۲۳۴۰
۲۳۴۱
۲۳۴۲
۲۳۴۳
۲۳۴۴
۲۳۴۵
۲۳۴۶
۲۳۴۷
۲۳۴۸
۲۳۴۹
۲۳۵۰
۲۳۵۱
۲۳۵۲
۲۳۵۳
۲۳۵۴
۲۳۵۵
۲۳۵۶
۲۳۵۷
۲۳۵۸
۲۳۵۹
۲۳۶۰
۲۳۶۱
۲۳۶۲
۲۳۶۳
۲۳۶۴
۲۳۶۵
۲۳۶۶
۲۳۶۷
۲۳۶۸
۲۳۶۹
۲۳۷۰
۲۳۷۱
۲۳۷۲
۲۳۷۳
۲۳۷۴
۲۳۷۵
۲۳۷۶
۲۳۷۷
۲۳۷۸
۲۳۷۹
۲۳۸۰
۲۳۸۱
۲۳۸۲
۲۳۸۳
۲۳۸۴
۲۳۸۵
۲۳۸۶
۲۳۸۷
۲۳۸۸
۲۳۸۹
۲۳۹۰
۲۳۹۱
۲۳۹۲
۲۳۹۳
۲۳۹۴
۲۳۹۵
۲۳۹۶
۲۳۹۷
۲۳۹۸
۲۳۹۹
۲۴۰۰
۲۴۰۱
۲۴۰۲
۲۴۰۳
۲۴۰۴
۲۴۰۵
۲۴۰۶
۲۴۰۷
۲۴۰۸
۲۴۰۹
۲۴۱۰
۲۴۱۱
۲۴۱۲
۲۴۱۳
۲۴۱۴
۲۴۱۵
۲۴۱۶
۲۴۱۷
۲۴۱۸
۲۴۱۹
۲۴۲۰
۲۴۲۱
۲۴۲۲
۲۴۲۳
۲۴۲۴
۲۴۲۵
۲۴۲۶
۲۴۲۷
۲۴۲۸
۲۴۲۹
۲۴۳۰
۲۴۳۱
۲۴۳۲
۲۴۳۳
۲۴۳۴
۲۴۳۵
۲۴۳۶
۲۴۳۷
۲۴۳۸
۲۴۳۹
۲۴۴۰
۲۴۴۱
۲۴۴۲
۲۴۴۳
۲۴۴۴
۲۴۴۵
۲۴۴۶
۲۴۴۷
۲۴۴۸

ضمیمہ اول

ضمائم التقرير

بچی کو اپنے پاس رکھ دلتی کے ساتھ یا گاڑی سے اسے مٹی میں آہ: کتنا بڑا لہجہ وہ فیصلہ دو کرتے ہیں۔

ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کبھی صفحہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ صفات کا

واللہ ہے اللہ اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔ اور اگر (قرآن) پڑھ لیا کرتا اللہ تعالیٰ و رحمن کو شک ہے نہ جنت

توڑ چھوڑنا زمین پر کسی جاندار کو آئے لیکن وہ ملت دیتا ہے اچھیں ایک مقررہ میعاد تک۔

پس جب آجائی ہے انکی (مقربہ) میعاد تو وہ آپکے لئے ہے جو کہتے ہیں اور نہ آتے ہو کہتے ہیں۔

[illegible]

شده اس کا معنی صفت السود یعنی تری صفت متعصبہ ہے کہ ان کا من غریب اندیشہ ہے ایسی صفت جو ہر کس کو اس بد روی خوی میں پھینکا دے

شیخ الاسلام کی تمام مصنفات اکی اور کچھ نہیں سترہ ہندوستانی کی طرح اولاد کا محتاج ہے اور وہ ہندوستانی طرح بے رحم اور مشکور ہے۔

مکتبہ جدید دہلی فرماتا ہے کہ ہم غلطیاں کرتے رہے اور وہ صحاف فرماتا ہے اور اس کا جھوٹا دہلی کا مسلمان اس وقت تک جادو کار نہیں ہے۔

اور تصور کرتے ہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے (بیٹیاں) حقیقتاً وہ (اپنے) لیے) نامیہ کرتے ہیں اور یہاں کہیں ہیں انکی فائیں مجھوت (رجلہ)

کوئی نہیں کہ فقہاء نہیں کہیے بھلائی سچہ کہینا اسی کے لیے تو آتش (جہنم) ہے اور انھیں کو اردو نسخ میں اپنے بھیجا جائیگا۔ محمد: ۱۱

نے یہ سچا ہے (موسلوں کو) مختلف قوموں کی طرف آپ سے چلتے ہیں (آدمی کو) یہاں تک کہ یہ تیسویں نے ان کے (جنت) اعمال کو

پس وہی دن کا درستہ اور بھی تھے انداز کے لیے خطاب ایم ہے۔ اور میں اللہ کی قسم ہے آپ پر

کتاب

جب تک وہ مقرر وقت آجاتے اس کے بعد ہر کسی قدم و تاخیر کی گنجائش نہیں رہتی۔

جسے یعنی ان مشرکین کے بڑھنکس بھی نہ ملے ہیں جب یہ درجہ نحو یثانی کرتے ہیں تو خود زنی اور خسیس چیز ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہر طبقے اور جماعت اور عمر و چیز جو اسے وہ اپنے لیے جن جیتے ہیں یثانیان اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے ان کے لیے کمزور اور لاغر بنانا اور اللہ تعالیٰ کے نام کا اورد مرقا نازہ ان کا اپنا غریب اس قسم کی سیسوں عافیتیں ہیں جو ان سے لستے دن سرزد ہوتی نہ ہتی ہیں۔

۱۰۰۰۰۰ وہ کہتے ہیں اگر بغیر غرض محال اس نہی کی بات پہنچی بھی ہوئی اور قیامت کبھی کوئی قریبت پہلے ہی حصہ میں آئے کی اور اس دن جو آدمی اپنے
کے شیعہ اور محرومیاں انھیں بے نواؤں کے لیے مخصوص کی جائیگی جو ان چاہنے آپ کو جنت کی نعمتوں کا واسطہ بنیادیاں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ جنت جہشت بول رہے ہیں ان کے لیے قریبتم کی و حلقی ہوئی آگ ہے اس میں تباہ کئے دن انھیں جہنم دیا جائیگا ان بد بختوں کو جنت
اور جہنم جنت سے کیا واسطہ صرف غلوں کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں لیکن مجھے قنات وہ کا قول زیادہ پسند ہے (ای) مبعولون الی القاد
اور اسی کے مطابق میں نے ترجیح کیا ہے۔

۱۰؎ دنیا میں وہ کشیدہ طعن کے چیلے بنے، شے نہ انھوں نے اپنے خدا کو پہچانا اور نہ اس کے رسول کریم سے تعلق جوڑا۔ آج قیامت کے دن وہ جاہلیں اور اُن کا پیشوا ابلیس ایسے ہی جاگزیں رہیں گے، وہ انھیں ضدِ الٰہی ست چھیڑائے۔

لَقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْيَاهُ

رحمت سے اس قوم کے لیے جو ایماندار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نچر دیا اور اس سے

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝

زمین کو اس کے پھریں جانے کے بعد۔ بیشک اس میں نہ کہلی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو اس کی آواہ سننے میں۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ

اور بیشک تمہارے لیے مویشیوں میں ایک عبرت ہے۔ دیکھو! ہم انہیں پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں،

بَيْنِ فَرْثٍ وَدُمِّ لَبَنًا خَالِصًا سَلِيمًا لِلشَّرِبِ ۚ ۝ وَمِنْ

گوشت اور خون ہے ان کے دوسرا حصہ سے نکال کر خاص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لیے اور ہم پلاتے ہیں

اللَّهُ تَعَالَىٰ اِنِّیْ اَبْرَیْ اَیْکُمْ وَرَحْمَتِ عَلَیْہِ اَدْوَلَا کَر اَسْ مِیْن خُور کَر سَہ کَا اَر شَا د فَر دَیْ تَیْ ہِی۔ ایک شخص جو خدا کا کھاتی ہے وہ سب اس کے

حق سے اتر کر اس کے معبود میں مل جاتی ہے۔ بعد ایکھتہ اللہ وہ حوال بھی بخیر اس کو جو خدا کا کو جسم کے مختلف حصوں سے نرانتے ہیں لیکن اس کا

کہ جسے گوبین جاتا ہے اور جو حیدر سطون بن کر جسم کے تمام اعضاء میں پہنچ جاتا ہے اور اس تقسیم میں بھی ہر حکمت ملحوظ ہے کہ ہر عضو کو خون کی

آہنی مقدار ہی بہم پہنچاتی جاتی ہے یعنی اس کو ضرورت ہوتی ہے لیکن خون اور گوشت کے علاوہ وہیں ایک لکڑی جیسی اس خوراک سے بنتی ہے؛ بلکہ بڑے

اور ذائقہ میں وہ ان دونوں چیزوں سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ ہے سفید دودھ اس کو شیش سے سونگھ کر اس میں گوبین کی بو کا شرب بھی ہے

غور سے دیکھو کیا اس میں خون کی ہلکی سی شہابی دھماکی دیتی ہے۔ وہ کوئل ہے جو اس طرح کی چیزوں میں سے کسی ایک کا نہ صرف تیز کشید کہ ہے

اور وہ آہنی لذیذ اور خوش ذائقہ ہے کہ خود بخود حق سے نیچے اترتی بھی جاتی ہے۔ چیزیں اپنے خالق کی محاشا میں مطہر ہے لیکن اسے انسان تو ہی پکڑا کر کھا

ہے کہ اپنے گوشت پر در و گار نہ ہو۔ ہوا اور شہابی پر ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔ آیت میں الانعام سے مراد دودھ دینے والے مویشی ہیں بطوریکہ ان کی غیر کھرج

الانعام میں۔ قالہ سے کہنا ہے تو یہ چاہیے تھا کہ فی بطونہما تاکیر نکال انعام جمع ہے لیکن علامت سے کہنے کے لیے لفظ الانعام ضرور ہے جو ہر نے

اسے ان مخلوقات میں شمار کیا ہے جو افعال کے ذریعہ اپنے کار جو قوم و رعایا کی طرح اس کا مال بھی جمع ہے اس لیے کسی لفظ کا لیا تو ایک ہی غیر

واحد کی اس کے لیے استعمال ہوتی ہے جیسے یہاں کسی کوئی کالنا کر دیتے ہوئے منہ کی غیر استعمال ہوتی ہے جیسی سورہ یوسف میں ہے۔ فاجعلنا

قالہ (ان لفظ الانعام لفظ مفرد وضع لا فادۃ الجمع کالہ صلوۃ ادم فہو جب لفظ لفظ مفرد و یکون ضمیر الانعام و حسب

المعنی جمع فیکون ضمیر الجمع و ہوا التانیث ظاہر التیب قالہ فی سورۃ المؤمنین فی بطونہما۔ (راز)

زبان سے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ الانعام اسم نہیں ہے اس کی حرف مرث و مذکر دونوں ضمیر لڑتے سکتی ہیں۔ (قرطبی)

ثَمَرَاتِ الْخَيْلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا

حصیوں (حصیوں کے پھولوں سے ملے تم بنا سکتے ہو اس سے میٹھا اور سس شہ اور پاک دھن

حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ

بوشبہ اس میں بھی (مہدی قدرت کی) منشا ہے ان لوگوں کے لیے جو سمجھدار ہیں اور والہی آپ کے رب کے شہ کی

إِلَى الثَّغْلِ أَنْ آتِخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَ

مختفی کے دل میں یہ بات کہ بنایا کر اچھے پہاڑوں میں (اپنے) چھتے اور درختوں کی شاخوں میں اور

میں جس پختہ میں حیات کے ماسن قی قی میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کرنے کے بعد اب بعض ان فوائد کا بیان فرمایا جا رہا ہے جو ہم نباتات سے حاصل کرتے ہیں۔ فرمایا ہم اپنی حکمت سے قصص و دود بھی دلاتے ہیں اور بھولوں کا دوس بھی۔ اس صورت میں یہ خلیق کو سے متعلق ہوگا بعض نے نقد و نا سے بھی کتے متعلق کہا ہے۔ اس وقت منہ کا کھلنا تاکید کے لیے ہوگا۔

شہ "سکد" لغت میں شراب کو کہتے ہیں الکحولی المخلوط (مخلوط) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت شرب کی ہر صفت پہلے نازل ہوئی تھی جبکہ مسلمان بھی اس سے استعمال کیا کرتے تھے اس لیے اس کو یہاں ذکر کیا گیا بعد میں حرمیت خمر کا حکم نازل ہوا تو یہ آیت منسوخ ہو گئی لیکن دوسرے علمائے کرام کہ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا ذکر فرما رہا ہے۔ ایسے مقام پر کسی پر یہ اور جس چیز کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہوتا ان کی رائے میں سکد سے مراد کھجور اور انگور کا میٹھا رس ہے جو حلال و حلال ہے قبل الکحولی المخلوط لہذا زکیر و قریبی اس طرح سمجھنے کی بھی ضرورت نہ ہے گی اور وہ شبہی دود ہو جائیگا۔ ترجمہ اسی قول مطابق کیا گیا ہے۔

لیکن کائنات کی بڑی بڑی چیزیں اپنے جمال و جلال اور اپنی نفع رسائی کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں لیکن عام طور پر چھوٹی چیزوں کو حیرت سمجھ کر ان کی عظمت و خصال خیال نہیں کیا جاتا اور پھر کئی جہی چھوٹی سی چیز کے لیے کس کو فرصت ہے کہ اس میں سورج بیکار کرنے بیٹھے لہذا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری حکمت اور رنگ جو سے صرف پہاڑوں سمندر اور زمین بالادشتوں میں ہی نظر نہیں آتے بلکہ ایک چھوٹی سی شے کی حکمت بھی سیری حکمتوں کی جتنی گاہ ہے اسے مختصر سے چھتے میں بھی بیکار دشمن کا دنیا باز اور لگا ہوا ہے لہذا اس حقیقت کو دیکھیں ہمارے سکود سے خالص میں تعمیر کیا گیا ہے جن کے تمام فطرت اور ماسے ملائیے ساری میں تھا لگوئی ماہر و خلیق ساری مسطر اور یہ کہ ان کے اندر سے منہ سے نکلنے نہ بنا سکے پھر اس کے مختلف حصوں پر نظر ڈالو کہیں تو نورانیہ کیوں کی قیام گاہ ہے کہیں شہ کا ذخیرہ کیا جا رہا ہے کہیں موسم تیار ہو رہا ہے کہیں خوراک کا گودام ہے پھر اس جہان کی نظم و نسق کو دیکھیں جسے ماتحت کیشت لہذا کھجور کی میاں آجلیوں کی مندر لکھ کی بہترین تربیت یافتہ فرج بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی ان میں ایک کئی سب کی مشابہت دوسری چھیاں اس کی فرمانبرداریں اور اس کے علم

وَمَا يَعْزُّشُونَ ۖ ثُمَّ كُنِيَ مِنْ كُلِّ الشَّارِبِ فَأَسْلَكَ سُبُلَ

ان چھڑوں میں جو ٹوٹ جاتے ہیں۔ پھر ریس چوسا کر ہر قسم کے پھولوں سے پس چسپی رہا کر کے اپنے ہب کی انسان

بجائے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں بعض نوجوان لڑکے کھیلے متعین ہیں بعض پر بار میں دیکھا جاتا کہ کوئی اجنبی آندہ قدم بھی رکھ سکے جو نوراک لے کر برقرار رہیں۔ اپنے چہرے سے خود از مقامات پر آکر جاتی ہیں ان سے مختلف پھولوں کیلیدی اور پھولوں کا رنگ ان پر چسپی دیتی ہیں اور پھر پھول مسافت طے کر کے اپنے چہرے میں اہل آجائی میں اندر دھرتی میں زلیش ہوتی ہیں اور اپنے فضل کو انجام دینے میں کسی کالی کی روکار میں پھر جس حرکت غولی سے پھولوں کے چہرے میں اس کو شہد بنانے کا عمل تکمیل پاتا ہے۔ یہ تو اس حدیث انگیزہ ہے کہ غرض دلگدج ہے انسان اپنے علی کمال اور صنعتی ترقی کے باوجود کوئی ایسی شے نہیں تیار نہیں کر سکا جسکے ذریعہ پھولوں وغیرہ کے زس سے شہد جیسا جوہر کشید کر سکے غرض طلب یہ امر ہے کہ اس پھر کی شے بھی کو یہ مہلت اور یہ کمال کس نے نکھایا۔ یہ بات اعداد کی نظم و نسق کی پابندی اپنے فرائض کی اور نیکی پہنچنے لیر کی اطاعت یہ فتنی نراکتیں اور اس پیچیدہ کام کو انجام دینے میں اتنی زناستیں یہ سب چیزیں اس جہان کو کس نے تعلیم کیں۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ اسے محبوب کا نامت علی اللہ علیہ وسلم تیرے رب کی تعلیم ہے اسی نے یہ سارے کٹر یہ سارے قاعدے اور طریق کار اس تکھی کو سکھایا ہے اور اس کی دی ہوئی سمجھ سے وہ شہد یعنی نعمت بنا کر انسان کی خدمت میں پیش کرتی ہے اس آیت میں وحی سے مراد انام ہے یعنی وہ کججہ خرافہ تعالیٰ حیوانات و ذریعہ و حشرات کے لیے جس سے وہ اپنے نفس و انفسان کو سمجھ سکتے ہیں اور اپنے طبی فرائض کو پیش اسلوبی سے ادا کر سکتے ہیں اللہ ہما بعضی الاظہار و من ذلک البہائم و ما یخلق اللہ سبحانہ فیہا من درہ متافہم و لو لیتحاب مضارھا و تہجر معاشہا (قرطبی) وحی کے مضمون کی ترجمانی کے لیے ہر خد جو سورۃ الفنا کی آیت ۱۶۳ کا مانشیہ۔

شہد ان راستوں کے ادا تو وہ راستے ہیں جہاں سے آکر یہ مختلف باغات اور کھیتوں میں تلاش غذا کے لیے جاتی ہے اور پھر واپس آتی ہے یہاں راستوں سے مراد شہد تیار کرنے کے وہ تمام اصول و درجے ہیں جن پر عمل کرنے سے تکھی شہد تیار کرتی ہے۔ ذللا حال ہے اس کے غذا اعمال کے متعلق دو قول ہیں یا اس کا غذا اعمال سبل ہے یا غفل۔ پہلی صورت میں منی یہ ہوگا کہ وہ راستے اللہ تعالیٰ نے اس تکھی کی پڑاؤ کے لیے ہمارا و آسان بنا دیئے ہیں اور آسانی سے جاتی ہے اور آسانی سے واپس آتی ہے۔ دوسری صورت میں طلب یہ ہوگا کہ تکھی سارا اطاعت و انقیاد میں کران تمام کاموں کو سر انجام دیتی ہے۔ پہلے خالق کے بتائے ہوئے طریقوں سے سرگراں ہو کر ہر اور نہیں ہوتی (انسبل) ما تکھا فی الطیلان و قیل الطریق الی الہما و اذہم جہا فی عمل العسل۔ (الجمہر)

فہ کی ضمیر کا مرجع شہد ہے یعنی اس شہد میں تمہارے لیے شفا ہے کسی حادثہ بلیب یا اکثر سے پوچھیے وہ تمہیں بتائے گا کہ یہ ڈاؤس تکھی جو معاش تیار کرتی ہے وہ مختلف پھولوں سے جوہر کشید کرتی ہے وہ کتنی لاطلاج سبایوں کے لیے خود اثر تریاق ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں میں مختلف نعمت بخش افراط رکھ دی ہیں اور اللہ کے طور پر کسی چیز کو استعمال نہ کرنا جائز ہے اور اس کے استعمال سے ہائی انہی شفا بھی جاتی ہے حضرت جابر سے منی ہے کہ حضرت نے فرمایا اللہ کا دعا و خادما یصیب مداء اللہ و بڑھاد اللہ روز بروز عمل کا قول یہی ہے کہ علاج کرنا اور کم کرنا سب سے عمل ابلعۃ اللہ و الامتدادا جہود العلماء۔ (قرطبی)

رَبِّكَ ذَلِكُمْ لَا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ

کی ہوتی نہ ہر بل پر دروں نہ نکلتا ہے ان کے شکموں سے ایک شربت مختلف رنگوں والا اس میں

شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ وَاللَّهُ

شفا دینے والوں کے لیے۔ بیشک اس میں (وقت انہی کی) نشانی ہے ان کو انکے لیے جو غور و فکر کرنے میں لگتے اور اللہ

خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُصْرِ ﴿۵۹﴾

ساختہ فرمایا ہے تمہیں پھر جان تمہاری لگے اور تم میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں خدا دیا جاتا ہے ناکارہ عمر کی طرف تاکہ

لَكِنَّ لَا يَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿۶۰﴾ وَاللَّهُ

و کچھ نہ جانتے جان لینے کے بعد بیشک اللہ تعالیٰ سب کو جاننے والا و برحق ہے۔ اور اللہ

فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا

بہتر کی بخشش سے تم میں سے بعض کو بعض پر کثرت دولت کے لحاظ سے پس اب بتاؤ کیا وہ لوگ جنہیں بہتری بخشی

لَكُمْ مِنْ نَحْسِكُمْ كَالَّذِينَ أُوتُوا الرِّزْقَ فَانظُرُوا كَيْفَ جَعَلَ اللَّهُ

لکھ میں تمہیں کے اس طریقہ کار میں اور اللہ کی اس صحت بخشش میں تمہیں پر تمہارے ہی اللہ کی قدرت کے نشانات تمہیں نظر آئیے

بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا

کچھ میں سے تمہیں پر کثرت دولت کے لحاظ سے پس اب بتاؤ کیا وہ لوگ جنہیں بہتری بخشی

لَكُمْ مِنْ نَحْسِكُمْ كَالَّذِينَ أُوتُوا الرِّزْقَ فَانظُرُوا كَيْفَ جَعَلَ اللَّهُ

لکھ میں تمہیں کے اس طریقہ کار میں اور اللہ کی اس صحت بخشش میں تمہیں پر تمہارے ہی اللہ کی قدرت کے نشانات تمہیں نظر آئیے

بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا

کچھ میں سے تمہیں پر کثرت دولت کے لحاظ سے پس اب بتاؤ کیا وہ لوگ جنہیں بہتری بخشی

512

رَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ اَفَبَا بَاطِلٌ يُؤْمِنُونَ وَيَنْعُمَتِ اللّٰهُ

رزق معافزایا تمہیں پاکیزہ ترکیا رہی کہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہر باتیں

هُمْ يَكْفُرُونَ ۚ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

کی ہشکری کرتے ہیں اور پر رک عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور مہدوں کی جو

لَهُمْ رِزْقًا مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۚ

انہیں آسمانوں اور زمین سے ملنے دینے کا کچھ اختیار نہیں دیتے اور وہ کچھ کر سکتے ہیں ایش

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

پس دیکھ جاؤ! نہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں ملے ہیکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم

نعمۃ اللہ سے سوا حضرت خضر و دوحہ عالم معنی اللہ علیہ السلام کی ذات مستندہ صفات ہے کبھی نہ کہا ہے کہ باطل سے اور وقت اور صحت کے احکام میں شیطان کی اطاعت کرنے ہے اور جس نے کہا ہے کہ ان کا اپنے تئیں سے شفاعت کی توقع رکھنا اور ان کی برکت پر یقین رکھنا باطل ہے وکیل مایرج من شفاعۃ الاہل منہ و برکتہا اور نہ اللہ سے ملو ماحل اللہ نہ سحر جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کی تھیں۔

۱۔ کفار اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن مہدوں کی چھائیوں کے تھوڑے تھوڑے تعلق بنایا ہوا ہے کہ اس پر چاک آ کر کوئی دہ بھی تو ہو۔ نہ توان مہدوں نے انہیں پہنچا دیا ہے کہ وہ یہ توان کے اپنے گھر سے نہیں اور نہ وہ ان کو رزق دینے پر قادر ہیں کیونکہ زمین آسمان میں کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں جس کے وہ مالک ہیں جب ان کا جہری کچھ نہیں تو وہ بیچارے کس کو دیں گئے کیا۔

۲۔ ضرب المثل کا معنی ہے ایک مثال کو دوسرے مثال سے تشبیہ و تمثیل تشبیہ حال بجا ہی یہاں منع کیا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے کیونکہ اس کی کوئی مثل ہے نہ کوئی تشبیہ ساری مخلوقات اس کی جہد میں اس لیے خالق کو مخلوق سے تشبیہ نہ کیا کہ اس کی عقلندی ہے۔ نیز نہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کا اپنے سے خود اس کی صفات کا تحصیل علم ہے اور نہ انہیں یہ خبر ہے کہ وہ کن کائنات سے موصوف ہے اور نہ ان پر یہ علم تھا کہ جو جن سے وہ پاک ہے جیسا کہ ان کی ذات صفات کے بارے میں تصدیقی لاطمی کا عالم ہے تو انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے لیے مثالیں دیتے رہو۔

لَا تَعْلَمُونَ ۝ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ

نہیں جانتے۔ بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال (کہ یکم) ایک بندہ جو مملوک ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا

شَيْءٍ ۖ وَمَنْ لَّنْزِقْنَهُ مِمَّا رَزَقْنَاهُ حَسَنًا فَهُوَ يَنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا

اور (اسکے مقابلہ میں) ایک بندہ جسے ہم نے رزق دیا اپنی جناب پاؤں سے رزق حسن پس (و غریب کہتا ہے اس سے

وَجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوِي الْاِحْمَدُ لِلَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

روشنی پڑاؤ اور غلامی پر۔ (اس بات کی تائید کیا ہے اور یہیں اسکا ٹھکانہ (حقیقت حال واضح ہو گئی) بلکہ انہیں سے اکثر لوگ (حقیقت کو نہیں جانتے۔

شعہ ان کا فہم کو ان کی نادانی پر لاؤ کہنے کے لیے ایک مثال (کہ یکم) یہ بتاؤ کہ ایک شخص کسی کا زبردستی غلام ہے اسکو کسی چیز پر قدرت نہیں۔ وہ کسی عبقو کو کپاس ڈال کر ایک ٹکڑا بھی نہیں سے سکتا۔ مٹری میں شمشیر سے چھنے کسی شنگے کو ایک پشما پڑانا اور بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ نہ کسی کو خریدنے کی اجازت ہے نہ بیچنے کی اس کے علاوہ ایک اور شخص ہے جس کا قدرت نے اپنے خزانہ رحمت سے کثیر رزق عطا کیا ہے وہ اسے اپنی مرضی سے چیر کر کھنے پر بھی قادر ہے۔ وہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر غریبوں اور محتاجوں کی ضرورتیں بھی پوری کرتا ہے اور جمیع غلام میں بھی اسکی جود و سخاوت ہر سال اپنا دامن طلب ہر گرجہ کے لیے جاری ہے سب بٹاؤ دینا و دوزن شخص اگر چہ انسان ہیں لیکن کیا تم ان کو ایک جیسا کہنے کی اجازت کر سکتے ہو انہیں زمین۔ تو پھر فرقہ و فرقہ اپنے مقبوضوں کو غلامت سے ہوا اور انکی عبادت کے مہوار اور انھیں انسانی کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو کیا یہ کھن نادانی نہیں۔ جب دو آدمی انسان ہوتے ہیں ایک جیسے نہیں ہو سکتے تو پھر یہ جملہ سے بے بس اور بیجا ان بت جو اس مذہب غریب و غریب و غلام سے بھی ہزاروں اور کروڑوں ہے۔ وہ سب اللہ عزوجل کے ہم پناہ اور ہم پناہ کیسے ہو سکتے ہیں کہ تم ان کا اللہ بھی مانو اور ان کی عبادت بھی نہ کرو۔

حضرت ابی عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہاں جنوں کی لذت اللہ تعالیٰ کی مثال بیان نہیں کی جا رہی بلکہ کافر اور موسیٰ کی مثال دی جا رہی ہے کہ کافر اس سے بیٹے کسی کا کوئی غلطہ گوش غلام ہوا اور اس کے انکسے اس کے ہر قسم کے اغیبات طلب کیے ہیں اور موسیٰ وہ ہے جس پر اس کے خالق ہدایت کے بلڈر انعامات و سعادت میں اور اس نے اسے ان کو استعمال کرنے اور غریب کو ملے کی اجازت بھی ملے ہی ہے یہاں غلاموں و فاضل ادا اسٹ کا شوق بھی اسے سدا یا گیا ہے۔ وہ جسے جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے جب بھی کوئی سائل وہ میں طلب چھینا جو اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ اسے خالی دے پس نہیں کرتا۔ انصاف سے بتاؤ کیا یہ دو نواں ایک جیسے ہیں یا ہرگز نہیں۔

فقہ سے آیت سے حقیقت بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے سب بندے ایک ہی حیثیت کے نہیں۔ بعض وہ ہیں جو زبردستی غلام کی طرح بے بس اپنے اختیار و مقدر سے نادار اور بے فیض ہیں نہ ان کے پاس کچھ ہے نہ وہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں لیکن بعض ہر مقدر

و محبوب بندے ہیں جو من رزقنا و عمارتنا کی رعایت بہرہ ور ہیں اور ظہور مہلک منہ سے تو وجہوں کی شاہین فیض کے حامل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت کے خزانوں سے انھیں لامالی فریاد یا ہے۔ ظاہری اور باطنی نعمتوں سے ان کا دل اس بحرِ بیاض سے علمی اور روحانی نعمتوں کی بان پر مسلسل عمارتِ بارش کی ہے۔ "ہمنا" (اپنی) جنابِ خاص سے اور "وزقنا" حسنات کے الفاظ میں آپ جتنا خوش رکھیں گی اور اس پر مناسب رہائی اور عطیاتِ خداوندی کی نفاست ہم کی اور کثرتِ خزانہ کی حقیقت کھلتی جائیگی۔ جن محبوبوں کو ان لا محدود عنایات سے فرادہ فرمایا گیا ہے انھیں انکو فریاد کرنے کی بھی اجازت رحمتِ خدا ہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے خزانوں اور نعمتوں کو بڑی فیاض اور زیادتی سے محتاجوں فقیروں اور سالکوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ وہ خزانہ ختم ہوتے ہیں اور درگیروں کے ہاتھ ٹھکتے ہیں۔ ان کے زور پٹنے والوں کی بھیڑ مٹتی ہے۔ ہر کوئی اپنی بہت چھوٹا اور کچھ کے مطابق مانگتا ہے اور اپنے حقوق کے مطابق ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کرم حبیبِ کرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا دیا۔ اس کی حقیقت کسی غیر سے پوچھیے کوئی کیا جانے خود اس وبکریم سے پوچھیے کہ کس شئی میں اس کے قبضہ اختیار میں آج بھی آسمان کے سارے خطے ہیں بلکہ کرم میں کی جود و سخا کی ایک جھلک بیرون سے پیشامد بغیر حساب میں نظر آتی ہے جس کی صفت کمال صرف "رب" (خدا) نے والا نہیں بلکہ اللہ انت الوفا ہے (بے نیاز و عطا کرنے والا ہے) اسے کرم انگریزوں اور خود بنا کر تو نے اپنے پائے بندے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا دیا اور کتنا دیا تو جواب حق ہے نا اعطینا انکو کفر لے کر حبیبِ کرم نے جو کیا ہے انکو دیا۔ ہمیز آتی ہے علمائے مالک و مسکن تعالہ و کون فضل اللہ علیہ عظیمایا یعنی اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

یہ اس سے پوچھو جس کو دیا ہے کہ جسے اللہ آسیر پر بند گارنے جو شئی میں ہے اور شئی بھی۔ تجھے کیا عطا فرمایا تو اس کی زبان حق تو جان سے کہی یہ صد فرد و کوشش بنے گی اعطیت حقایق خدائن الارض مجھے میرے رب نے زمین کے سارے خزانوں کی کنیاں عطا فرمادی ہیں اور کبھی وہ ان الفاظ میں اپنے کرم خدائی کرم ستروں کو بیان فرمائے گا فوضع بیداء بین کتفی فوجدت سرور بین قدی فصلت ما فی السموات والارض یعنی مجھے رب کریم نے اپنا دستِ فیض رسال میرے دو قول کندھوں کے درمیان دکھادیئے اس کی شہادت اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر کیا تھا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کرم میں نے جان لیا اور اپنے محبوب کے غلیل جزا و شہادت اپنے محبوب کے غلاموں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کا کرم صبح اندازہ لگایا بھی جائے ظلم ناقص اور فکرا رسا کے لیے شکل ہے قرآن ہی سے سنیں کہ تاج الان اطلیاد اللہ لا خوف علیہ ولا یرغب فیہ فذون بیجی ان کھول کر سنیں تو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نہ کسی کو ویرانہ دیتے ہو گا اور کسی محبوب پر کفر نہ لگائے گا فریقِ طالع ہو گا دوسری جگہ ارشاد ہے ولا یرغب فیہ امانت بھی انفس کو دل کو خیر ما ندعون فذلک من فضلہ و رحیمہ من انھم اور دعا ہم بلکہ وہ ان کے قبول بندے ہیں انکی انور نعمتوں اور نواز رحمتوں کا وسیع و سرخاں بچا ہوا ہے جس سے ہر لطف اندوز ہے جس کو ہے جو اس عنوان کرم کی شیرینی اور شہابی کا انکار کر سکے۔

شاید کسی قسم کے شہادہ ربانی کو کچھ شہادہ حاصل تھا وہی جیسے آدمی کو جنس و تقویۃ الاہل ان میں یہاں تک کہ اس کا نام محمد اور علی ہے انکی قسم کا عقیدہ نہیں اپنی ساری دنیا کے لیے تقسیم ہے اپنے ہی اقدار سے سزا و نجات ملے گی ان کی طلبِ اللہ کے لیے ہر لمحہ کرم سے مستحق کہتا رہا۔

قلبیتِ نبوت وادبیت و عزیز و جبار و مدبر است ہر حضرت و فضل و تامل و قرآن و دنیا ہمہ بواسطہ ایشان است یہ صفتِ علیہ السلام است اسرار

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى

اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بتا رہا آدمی میں ان میں سے ایک تو بکلا ہے کسی چیز کی قدرت نہیں

شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ

رکتا اور وہ بوجھ ہے اپنے آقا پر جہاں کہیں وہ اس رخ کرتے کو بھیجتا ہے تروہ واپس نہیں آتا کسی بھلائی

هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ

کے ساتھ کیا برابر ہو سکتا ہے یہ (نیک) اللہ شخص جو حکم دیتا ہے عدل کے ساتھ اور وہ راہ راستہ پر

ہر جہت ایشیاں راہ راست کو برتا سہی عالم ملکوت حق نیت۔ (صراط مستقیم صفحہ ۵۵) (فراغ الطالع)
توجہ: کہ حضرت رفعتی کے بیان کا دل سے لیکر نیکو کے ختم ہو تک تعلیمت غرضت ادا لیت اور دیگر طاری ولایت سب آپ کے واسطہ
سے عطا ہوتے ہیں۔ نیز ادا شہل کی سلطنت اور امر اسکا امانت میں بھی آپ کی ہمت کو بڑا دخل ہے اور حقیقت عالم ملکوت کے یہاں
پر نفی نہیں۔

دوسری جگہ اولیائے کاملین کے متعلق لکھتے ہیں: وہم ضیاء اصحاب میں مراتب عالیہ اور باریں مناصب رفیعہ ناز و نوری مطلق و انوار
عالم مثال و شہادت می باشند۔ (صراط مستقیم صفحہ ۵۵) (فراغ الطالع) یعنی اسی طرح ان عالمی تربیت و لیاہ کرام کو عالم مثال و شہادت
میں تھوڑے کوئے کاملین کی رحمت پہنچا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوات والسلام علی حبیبہ شفیع اللہ نبین
و اولیاء رسلہ انکاملہ لہ فی دعوہ الہیہ ربنا العفتا معہما نلک انکرا لاکرمین۔ آمین۔

مثلاً مشرکین جو خدا کی بار عبادت میں اپنے تئیں کو بھی اللہ جل مجدہ کا شیل سمجھتے تھے ان کی حماقت کو واضح کرنے کے لیے ایک اور مثال فرما
فرمائی۔ فرمایا ایک شخص ہے جو پیرا آتش کی طور پر گرگاہا بھی ہے اور بہر بھی۔ اس کے پیچھے کوئی اختیار بھی حاصل نہیں۔ وہ اپنے رفقا پر صرف
بوجھ ہے اور قدم بھی ایسے سہڑی کر جس کام کے لیے بھیجا جاتا ہے وہ نہ لگاؤ نہ لٹا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص ہے جو
دل بردار صاف قائم کرتے کے لیے مگر م عمل رہتا ہے۔ اس کا کوئی قدم رلوہا ریت سے اور حر و حر نہیں اٹھتا اسے شکر اقرمی
بتاؤ کیا یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ مگر یہ دونوں انسان ہوتے ہوئے ایک جیسے نہیں تو تمہارے اعصاب امتثال جو اس نوعی نظام
سے بھی گئے گزرے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہم قدم کیسے ہو سکتے ہیں تاکہ تم انہیں الہ بھی مانو اور ان کی عبادت بھی کرؤ جو صرف اللہ کا
حق ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں بھی کافر اور موسیٰ کی مثال بیان کی گئی ہے۔ حقیر خدا تعالیٰ
للمومن والكافرون والاب کفر هو الکافرون۔ یا مریبالعدل هو المؤمن۔ ردیہ ذلک
عن ابن عباس۔

مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ

گامزن ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں اللہ اور نہیں قیامت پر

السَّاعَةِ ۝ اِلَّا كَلِمَةٍ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی

ہرے کا معاملہ مگر جیسے اکھ تیزی سے جھپکتی ہے یا اس سے بھی جلدی ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَمٍ كُمْ

ہوری قدرت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نکالا ہے تمہاری ماؤں کے شکموں سے لے

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۚ لَا

اس حال میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم ان میں سے کچھ

اللہ سابقہ آیت میں تمہاری پرہیز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کمال کو چھپنے والی چیزیں پر بارے میں شالیں کو کھجایا گیا تھا اب اللہ تعالیٰ کے کلام قدر

کی دلیل میں کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کہ اس وقت کے تمام قبیلوں کو باخدا اسی کے ساتھ مخلص ہے۔ کوئی انسان اپنے

حواس کے ذریعہ اپنی عقل کے نورستان کو نہیں جان سکتا غیب اسے کہتے ہیں جس کا اور کچھ اس سے ہر کے اور عقل سے مالا

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عقل اور غیب پر مطلع ہونے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی کو غیب پر مطلع کرے یعنی اللہ تعالیٰ غیب

احد صیغہ تعالیٰ الایمان علیہ وسلم یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جان سکتا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وانتصابہ بطول الغیب علیہ السلام لانہ لا یطلعہ تعالیٰ علی من شاء۔ مگر غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہے۔ کوئی بھی

اس پر کادہ نہیں ہر کچھ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود آگاہ فرماتے۔

لے اللہ اور اس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ وہ قیامت برپا کرنا چاہے گا تو اس زمین و آسمان، شمس و قمر پہاڑوں اور سمندر اور درہم

برہم کرنے کے لیے صدیاں یا سال یا مہینے اور گھنٹے نہیں چھوٹے بلکہ تمہیں کہہ دیتے جس کا تم تصور کر سکتے ہو یہی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے

وکیفام اتنا وقت بلکہ اس سے بھی کم وقت میں یہ سب کچھ زیر و برز برپا کرے گا جس کے علم کا یہ حال ہے کہ وہ جس کی قدرت کا یہ عالم ہے

وہی خدا ہے برحق اور مبدی و حق ہے۔

لے اسی عظیم و قدیر کی تعریف ہے کہ اس نے تم کو انسان کی شکل میں پیدا فرمایا اور جب تم پیدا ہوئے تھے تو تمہاری ماؤں کا یہ حال تھا

کہ تم اپنی ماں کو بھی نہیں پہچان سکتے تھے جس کے شکم میں تم ایک صدی گزار کر آئے۔ تمہاری خالق نے تمہیں ظاہری حواس کان آنکھیں و غیرہ

بھی بخشیں اور اسی نے تمہیں سوچنے اور سمجھنے کی استعداد بھی مرحمت فرمائی تاکہ تم اپنے خالق و ملک کی عنایات سے اپنا جان کا تحفظ کرو اور اسی کا

بھی تحفظ کرو۔

۱۲۶۱

جلد دوم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۸﴾ أَلَمْ يَكِرُوا إِلَى الظَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْ

شکر ادا کرو۔ کیا انھوں نے کہیں نہیں دیکھا پرندوں کی گھنٹہ لگے گرد و طبع اور فرمانبردار ہیں کہ ان پر ہے ہیں

السَّمَاءِ مَا يُمَسَّكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

فہلہ آسمانی ہیں۔ کوئی چیز انھیں تھامے ہوئے نہیں بجز اللہ کے۔ بیشک اس میں (مکمل) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے

يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ

جو ایمان لائے ہیں ۵۹ اور اللہ تم نے اپنی ہی گھرانے (مکمل) کر کے بنا دیئے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ اور بنائے ہیں

لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ

تمہارے جانوروں کے چمڑوں سے گھر (یعنی چھپرے) جنہیں تم ہلکا ہلکا پاتے ہو اُن کے سفر کے دن

۵۸۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کی طرف سے شکر ادا کرو۔ ۵۹۔ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنا دی ہے۔ ۶۰۔ تَسْتَخِفُّونَهَا۔ تم ہلکا ہلکا پاتے ہو۔ ۶۱۔ يَوْمَ ظَعْنِكُمْ۔ تم سفر کے دن۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنا دی ہے۔ ۵۸۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کی طرف سے شکر ادا کرو۔ ۵۹۔ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنا دی ہے۔ ۶۰۔ تَسْتَخِفُّونَهَا۔ تم ہلکا ہلکا پاتے ہو۔ ۶۱۔ يَوْمَ ظَعْنِكُمْ۔ تم سفر کے دن۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنا دی ہے۔ ۵۸۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کی طرف سے شکر ادا کرو۔ ۵۹۔ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنا دی ہے۔ ۶۰۔ تَسْتَخِفُّونَهَا۔ تم ہلکا ہلکا پاتے ہو۔ ۶۱۔ يَوْمَ ظَعْنِكُمْ۔ تم سفر کے دن۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنا دی ہے۔ ۵۸۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کی طرف سے شکر ادا کرو۔ ۵۹۔ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنا دی ہے۔ ۶۰۔ تَسْتَخِفُّونَهَا۔ تم ہلکا ہلکا پاتے ہو۔ ۶۱۔ يَوْمَ ظَعْنِكُمْ۔ تم سفر کے دن۔

سابقہ

الْمُيِّنُ ۝ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ

یہ تو صرف خدا کی نعمت پر ایمان لائے ہوئے ہیں اللہ کی نعمت کو انکسار کا جو وہ انکار کرتے ہیں اس کا اور انہیں سے اکثر ہوں

الْكُفْرُونَ ۝ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا

کافر ہیں اللہ اور قیامت کے دن ہم اٹھائیں گے ہر امت سے ایک گواہ اللہ نہیں ان لوگوں

يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

کو اجازت نہیں ہوگی یمنوں نے کفر کیا اور نہ ان سے کوہکا مطالبہ کیا جائے گا نہ ان کو جواب دیکر یمن کے وہ لوگ یمنوں نے

ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝

ظلم کیا عذاب (آخرت) کو تو اس عذاب الی سے ہلکا نہیں کیا جائیگا اور نہ انہیں (مزید) ہلکت دی جائے گی۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَشْرَكَاهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا

اور جب دیکھیں گے مشرک اپنے (مشرک تھے) مشرکین کو کہوں گا تو کہیں گے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک

اللہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی ان کے اسنادات اور پیغمبروں کی بات کے باوجود وہ دین حق کو قبول نہیں

کرتے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لائے تو آپ پریشان کریں ہوتے ہیں کیچے جو فرض تھا تو آپ نے جان دیا اور ان کو دیا۔

اللہ ان کے اس انکار کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نے انہیں صحیح طور پر سمجھایا یا نہیں یا وہ اپنے دیکھے اسنادات سے بے خبر ہیں۔ آپ نے خوب سمجھایا

اور انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا لیکن وہ اللہ سے کفر و شرک سے جھٹکتے ہیں۔

لہذا آج کو اللہ تعالیٰ کی قسم کا وقت انکار کر رہے ہیں، قیامت روز ان کا کیا حال ہوگا جب ان کے ایمان پر گواہی دیں گے کہ آپ

الانصاف ہیں، ہم نے ان کو تیرے پیغام پہنچایا تیری توحید کو قبول کرنے کی دعوت دی تیرے رسالت کی یاد دہانی کرائی لیکن انہوں نے ہماری ایک بھی نہ سنی پس ان وہ سعادت خواہی کی اجازت چاہیں گے یا دنیا میں واپس لوٹنے کی خواہش کریں گے تو ان کی کوئی اور جگہ

قبول نہیں کی جائے گی۔

لہذا اس روز وہ بڑی کوشش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں لیکن اس کوشش کو ٹھکرا دیا جائے گا یہ لوگ استعجاب اس کا اصل

عقب ہے جس کا معنی (دو جگہ) ناراضگی ہے اور جب کوئی شخص کسی پر ناراض ہو تو کہتے ہیں عجب عجب اذاجہ طبعہ۔

اور جب کوئی شخص اپنی ناراضگی کا اظہار کرے تو کہتے ہیں عجب عجب اور جب کوئی شخص اس امر سے باز آجائے جو باعث ناراضگی ہے

الَّذِينَ كَانُوا مِنْ دُونِكَ فَأَلْقُوا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ

جنہیں ہم پر مار رہے تھے جیسے پھوڑ کر پھینک دینا تو وہ سب ایک اٹھیں جواب دیجئے ایتنا تم

لَكِن بُولُونَ ﴿۷۷﴾ وَأَلْقُوا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّكْمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ

بھونٹ بولی رہے ہو وہ پیش کر دیں گے بارگاہِ اقدس میں اس دن اپنی عاجزی اور فرسوش پر ہائیں جھ

مَا كَانُوا يَفْقَرُونَ ﴿۷۸﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ

انہیں وہ ہمتانِ جہد بانٹھا کرتے تھے یہی لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو روکا اللہ تعالیٰ کی راہ

اللَّهُ زِدْهُمْ عَذَابًا أَوْفَوْكَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿۷۹﴾

سے ہم نے بڑھادیا اور عذاب ان کے پہلے عذاب پر کھنکھاتا ہے کہ وہ فساد برپا کیا کرتے تھے

تو کہتے ہیں اے عقبہ۔ عتبہ! اسم ہے اس کا سنی ہے رضا (قرطبی) اگر کوئی کسی کی رضا مندی کا طالب ہو تو کہتے ہیں استعقبہ، طالب منہ العقبۃ ای استغنیٰ اور جب کوئی کسی کی خوشنودی کو طلب کرے اور وہ اس سے خوش ہو جائے تو کہتے ہیں استعقبہ فاعقبیٰ ای استغنیٰ فارضانی (المنہجد)

۱۲۷۔ دوزخ میں مشرکین اپنے آپ کو بری الذمہ کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی سارا الزام اپنے معبودوں پر نہیں لگایا کہ ان کے لئے اللہ عظیم یہ وہ ہیں جن کو ہم تیرا شریک بناتے تھے۔ تجھے معبود قرار دیا کہ جبکہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو قوت گویا بی عطا کرے گا اور وہ ان کی توبہ کریں گے کہ انھوں نے خود ہی ہمیں تیرا شریک بنایا خود ہی ہماری عبادت میں لگ گئے۔ یہ نہ تھے انھیں کب کما تھا کہ دوزخ میں عبادت چھوڑ کر ہماری پوجا شروع کر دیں فیخلق اللہ ملائکتہ من تحتی تنظر عندہ فی قسطنطنیۃ الکفار (قرطبی)

یعنی اللہ تعالیٰ ان سے زبان اور بے جان بتوں کو قوت گویا دے گا ان کا کفار کی دوسا کی ظاہر ہے اس آیت میں غور کرنے سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کفار کا اپنے بتوں کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ یہ کائنات کا مالک ہیں وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرا شریک ٹھہرا کرتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے تو کفار اپنے بتوں کو خدا بھی کہتے تھے اور معبود سمجھ کر ان کی عبادت بھی کیا کرتے تھے وانشاء اللہ کنا نذرہم لربہ من دونک قال اللہ تعالیٰ ذلکوا فالقوا یعنی شکارِ محالہ بین کافر لیبۃ نعو من دون اللہ عسپانی ہی فرماتے ہیں ابواہانسیہم علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ ای احصا معبودا وانشاء اللہ عبد رہا۔

۱۲۸۔ انھیں دوزخ افذاب سے لگا اپنی گمراہی کا بھی اور جن کو انھوں نے ہدایت قبول کرنے سے انکار کیا کہ ان کے گناہوں کا وبال ہی انھیں پر ہو گا۔

فیما افترق

62

وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

اور منع فرماتا ہے بے حیائی سے ، رُسے کاموں سے اور سرکشی سے ۔ اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم

دوسرے ساتھی کے ساتھ برتاؤ کرنے میں احسان کو بھی پیش نظر رکھے یعنی اس کو حق سے زیادہ بھی دے اور اگر اس سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے تو اس کے لیے ہر وقت سزا دینے پر ہی مصر نہ ہو بلکہ عفو و درگزر سے بھی کام لے اسی طرح ہر معاشرہ میں صرف یہ نہیں کہ حد و حصر کے شیعے بھر کئے نہ پائیں گے بلکہ انہیں صحبت کی تسبیح بھی انکے خیرات کے دل کو ختم آسما کرتی رہیگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عسان کی تہذیب منقول ہے ان تعبدوا اللہ کانث فلا وفان لعدوکم تسرا فانہ صراٹہ یعنی خواہے سب کی اس طرح عبادت کرو گویا حق سے دیکھ رہا ہے اور اگر سرائقہ کی یکھینت نہ پائیے تو کم از کم یہ تو یقین کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے ۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ارباب قلوب میں سے اعلیٰ درجے کے لوگ عبادت کرتے وقت کانٹا تلوار کے تمام پر فائز ہوتے ہیں اور جن کی رسائی میں تمام یک نہیں ہوتی لیکن خانہ سیرالکائناتوں سے وہ بھی محفوظ رہتے ہیں ۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آؤ اور ایسا نہ ہو کہ تم عیش و عشرت کرتے رہو اور تمہارا کوئی رشتہ دار ناہی شنیہ کا محتاج ہو اور اسلام نے خانہ خاندانی کفالت کا جو قاعدہ مقرر کیا ہے اس پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو ہمارے معاشرے کی کئی مشکلات دور ہو سکتی ہیں ۔ شریعت کی طرف سے ہر ایک اپنے بل خانہ کی ذمہ داری عاید ہے اسی طرح بعد از اپنے الدین کی کفالت بھی فرض ہے جسے صرف یہی نہیں بلکہ قرابت کا یہ سلسلہ جوں تک پھیلتا چلا جائیگا وہ مداریاں ساتھ ساتھ پرستی جائیں گی ۔ سلسلہ کے ہر خانہ کی کفالت اسی خانہ کی کفالت کی ایک علی صورت ہے ۔ نہ سرنے کے علاوہ صرف اس کی اولاد میں بٹ کر نہیں رہنا بلکہ متعدد دیگر رشتہ داروں کو بھی اس میں سے سنا سب حصہ ملتا ہے اگر کوئی انسان نادار و چلاؤس کا کوئی رشتہ دار بھی زندہ نہیں ہے تو اس کے دوہرے رشتہ دار پر اس کی کفالت کی ذمہ داری عاید کی جائے گی ۔ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد اناکار مشواہد کر کے رشتہ داروں کے ساتھ عینی سلوک کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے وہ بین چیز کیا جس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے پہلی چیز الفحشاء ہے اس کا معنی ہے کلا بچہ منہ ۔ خوں و قتل ہر وہ بات اور ہر وہ کام جو قبیح ہو اسے فحشاء کہتے ہیں ۔ اس وضاحت معلوم ہوا کہ اس کا منہ کتنا وسیع ہے ہر وہ چیز جس سے افراد یا قوم کے اخلاق بگڑنے کا اندیشہ ہو وہ الفحشاء کی تعریف میں داخل ہوگی ۔ ”حتسکو“ کا معنی ہے مالا کسرتہ الشرح باللفظ منہ جس پر کو شریعت نے ناپسند بھی کیا ہوا اور اس سے رکنا بھی ہو ”یعنی“ سے علاوہ سے تجھ کو رکنا اس میں شکر و عظم حمد و ثناء و اتی سب آگئیں بعض علما نے عدل کا یہ فہم لکھا ہے کہ عدل کا معنی ہر معاملہ میں درمیانہ دینی ہے جماعہ ہر جنابوات ہوں اخلاق ہوں بلکہ معاملات ہر چیز میں انرا و تفریط سے اس پر چلتے جسے میانہ روی اور اعتدال کے راستے پر گامزن رہنا عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ پر زیادتی کرے تو تیرے دل سے بڑھ کر دیکھنے پر مصر نہ ہو بلکہ عفو و درگزر سے کام لے ۔ علامہ شبیناوی لکھتے ہیں کہ قوت شہوانیہ کی تسلیت میں افراد کو فحشاء کہتے ہیں ۔ اور قوت غضبیہ کے مشتعل ہونے کے وقت جو کام کیا جائے ہے منکر کہتے ہیں ۔ یعنی کا منہ لوگوں پر بڑھ کر نہ کرنا اور ان پر بلا تندی قائم کرنا ہے اور یہ قوت و عیہ کا قیوہ ہے ۔

تَذَكُّرُونَ ۝ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا

تصیت قبول کرو۔ اور پورا کرو اللہ تعالیٰ کے عہد کو جب تم نے اس سے عہد کیا ۹۴۱ اور نہ توڑو (اپنی)

الْإِيمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا

قسموں کو انہیں پختہ کرنے کے بعد مالا کہ تم نے کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے (اور) گواہ۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي نَقَضَتْ غَزَاهَا

بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کر رہے ہو۔ اور نہ ہو جاؤ اس عورت کی مانند جس نے توڑ ڈالا اپنے شوہلے کے مضبوط

شہ اس آیت میں دو چیزیں پر پابندی سے عمل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اسلام لائے وقت جو عہد پہلے بنائے ہوئے تھے کہ جسے اس گنہگار اور اس معاہدہ میں جو قسمیں کھائی جاتی ہیں انکو بھی پورا کرے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ تم نے اس وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے عہد گزار یا قسموں کا گواہ بنایا تھا تو یہ کتنی روزا ہے کہ ایک چیز پر تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناؤ اور پھر اس کو پراہے نکیل کر کہتے ہیں یا تو کفیل کا معنی گواہ ہے کفیل اسی شاہد (مختبر) کہ کفیل اسی شہید اذیالہ تعالیٰ بیعت ال خصاصہ (قرطبی) یعنی بعض کا معنی گواہ ہے اور بعض نے اس کا معنی نگہبان اور بعض نے نبیا میں بھی کیا ہے۔

۹۴۱ اسلام سے پہلے کے مشرک قبائل کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک قبیلہ سے دوستی کا معاہدہ کرتے تھے بعد ازاں ان میں مرقع مٹا تو کسی دوسرے قبیلہ سے جو قوت اور دولت میں پہلے قبیلہ سے خیر تر نہ تھا اس کے ساتھ معاہدہ کرتے خواہ یہ ان کا نیا دوست قبیلہ ان کے پہلے معاہدہ قبیلہ کا دشمن ہی کیوں نہ ہو ۹۴۲ اللہ تعالیٰ فرمنا میں اسلام کو اس اخلاقی کردار اور عہد شکنی سے مجتنب بننے کی ہدایت فرما رہے ہیں کہ تم یہ روش ہرگز اختیار نہ کرو تم نے جو معاہدہ کیا ہے اس کو نبھاؤ اور جو پہلے بنا دیا ہے اس کو پورا کرو اس خیال سے کہ یہ نیا قبیلہ توت اور دولت میں پہلے دوست قبیلہ سے زیادہ ہے اس لیے صلحت کا اتفاق ہے کہ سابقہ معاہدہ کو بطلان نہ دیا جائے اور نیا معاہدہ اس قبیلہ سے کیا جائے ایسا کرنا تمہارے مقام سے بہت نزدیک ہے تم تو کلامِ خلق کے داعی بنا کر ابھی گئے مگر تمہارے ایسی اخلاقی پستی کا ثبوت یا تو کلامِ اسلامی اخلاقی کلام میں سے ہوا کر لیں گے۔ سیرت کی پختگی اور اطوار کی پاکیزگی کا ثبوت انہیں کہاں دستیاب ہے گا اور اس میں جسکی کو اپنی سیاسی فرسٹ وغیرہ کے اتفاق سے تکیہ کر کے اپنے آپ کو دھوکہ زد نہ کرے ایسا کیا تو تعدادی مثال اُس جس عورت کی سی ہوگی جو دن بھر موت کا تہی رہتی ہے اور شام ہوتی ہے تو اس کو پارہ پارہ کر دیتی ہے۔ عہد شکنی کا ارتکاب کر کے جس حماقت کا تم ثبوت دے گے وہ اس عورت کی سی ہے وہ قہری سے کم ہرگز شیخ ہرگز نہ دخل : شاید نخل فی الشیخ ولم یکن حنف کسی چیز میں ایسی چیز ملنا جو اس سے نہ ہو۔ اس کا معنی بظاہر بانی اور قریب کاری ہے۔ اولیٰ دبا سے ہے اسی کا معنی ہے زیادہ ہر یا یعنی اکثر عدد او اور اولیٰ۔

ہو کے۔ اور جنھیں اس کی منزل جتنی ہری۔ قرآن مجید کی تعلیمات نفسی و اخلاقی ہیں۔ اپنے لئے نہ دالوں کو متا ہد کی سہولیت پر پابندی کا گناہ

اَيُّهَاكُمْ دَخَلَا بَيْنَكُمْ فَتْرًا قَدْ مَرَّ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذَوُّقِهَا

فربہ دینے کا ذریعہ۔ روز (جنگ عقیقہ سے) پہلے جانتے سمجھنے کا قدم (اس پر) چڑھنے کے بعد اور محض چھٹا پڑھنا اس کا نام

السُّوءِ بِمَا صَدَّقْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۵۹﴾

بڑا سبوتا کرنا تم نے (اپنی حد تک) اور فریب کاری کے باعث لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑا تھا اور تمہاری جگہ پر (وفا کا) مطالبہ تھا۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ

اور نہ ہی تم اللہ کے عہد کو خریدو کسی سی قیمت کے عوض کچھ بیشک جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی بہتر ہے

خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۶۰﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا

تمہارے پاس اگر تم (حقیقت کو) جانتے ہو۔ جو مال (دور) تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائیگا اور جو

صاف تمہارے لیے ہے کتنی غریبی سے ان کیجے تاکہ ان کی نشاندہی فرمائی جاوے کہ مسلمان کی عہد شکنی پر توبہ ہوتی ہے۔

محلہ اگرچہ حقیقت پسند بننا گوارا کریں اور حالات کو صحیح جان کر ایضاً محبت میں رکھتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ تبلیغ اسلام کی راہ میں سب

بڑی کٹاوت جاری اپنی بد اعمالیوں میں۔ سو دناس دور میں جبکہ آمدورفت کے ذرائع آسان ہو گئے ہیں اور تبلیغ و اشاعت کے وسائل

سہل بھی ہیں اور دوازاں ہیں۔ تو اسلام سے وسیع علاقوں کے محروم رہنے کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی عقل مند وہی سے رشتہ منقطع کر کے

منزلہ مفقود کر کے پیچھے نہ رہیں بلکہ اس کی ہر ایسی کوشش کا نتیجہ بڑا اعلیٰ کا سکھائے انسان ہر قسم کے خود ساختہ اذموں

کو آزمائے آزمائے دل پر رشتہ ہو گیا ہے اب وہ محسوس کر لے گا ہے کہ عقل کی آنکھ وحی الہی کے بغیر مٹا نہیں ہو سکتی نہ رشتہ نہ نورانی

کو اسلام کے خیر شیریں سے اپنی پیاس بجھانے کی رحمت پیشے کا اب بہترین وقت تھا لیکن سب نے اپنی بدکاریوں کے نفسی ناشاکت سے

اس خیر کو آنا گوارا کر کے رکھ دیا ہے کہ کوئی اس طرف رخ کرنے کی خواہش ہی نہیں کرتا۔ قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضح طور پر بتا دیا

کہ اگر تم نے فریب دہی عہد شکنی اور دیگر ذرائع سے اپنی سیرت کا دامن آلودہ کر لیا تو یاد رکھو اشاعت دین کی راہ میں درویشی اٹھانے

والے تمہارے لیے بدواں سنگین مجرم کے نتائج سے تمہیں روکا جائے گا پڑھنا پڑھنا و قرا السوء کے حکمت کیسے سمجھنی نہیں ہیں بلکہ ہم اس کو اسی

کا خیال نہ بھگت رہے ہیں ہذا السوء غلب الدنيا وھا بخل بھو صوف المسکودہ۔ (فرطی)

اللہ جن فوائد و منافع سے پیش نظر ہم عہد شکنی کر رہے ہیں، تمہاری نظر میں بڑے اہم محسوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ فوائد و منافع

تمہارے قریں و ذرا کی قیمت ہی گھٹیا قیمت ہیں اور انہی مستحق قیمت پر مومن کو اپنا قول و نظر بیچتے ہوئے خرم آتی یا ہے۔ اس آیت میں

ان جہات و امور و صفت کی کمری پر بیٹھنے والوں کو تنبیہ کی کہ تم نے یہ غصب نہیں لےتے جو ہے عدل و انصاف کے تقاضوں کو لوہا کر کے لا عہد

عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ وَلِنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا

در حدیث بخوان: اِنَّ الله تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بانی رہیں گے اور ہم ضرور عطا کریں گے انھیں جن کی صبر کیا ان کا اجر ان کے اچھے (اور بیشمار)

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۰﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

کام کر کے جو وہ کیا کرتے تھے جو بھی نیک کام کرے ۶۰۰ اے جو ہو یا عورت یا شہید وہ مومن ہو

کیا تھا اور اللہ کی قسم تم انسانی حق پر قائم ہو اس کو سب سے بہتر ال کر سن لیں یہ ہے جو کیا تم پر یہ سزا منظور ہے۔
 اللہ عزوجل نے جو لوگوں کو ایمان دیا اور ان کو ایمان دیا کہ ان کے ایمان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا جو وہ ایمان دیا ہے لیکن
 اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے سے پاباں ہیں وہ تم نہیں جانتے تم باقی کے بدلے عطا فرمائے گا جو وہ ایمان دیا ہے لیکن
 کریم کو نافرمان کر کے کسی غلطی نہ کرو۔ وہ تمہیں اپنے خزانہ غیب سے ایسی برکتیں عطا فرمائے گا جو تمہاری ساری ضروریات کی تکمیل میں
 جاتیں گی۔

مذہب کی بلندی تہذیب کے بلند ترین کے مذہب میں عقیدے کی زندگی عطا دے گا اور ان کو ان کی ساری کوششیں ملتی رہیں
 زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار آرام دہ اور پر جلال بنانے پر کوشش کریں۔ وہ جو کام کرتے ہیں ان کے پیش نظر فقط مادی نفع ہوتا ہے
 حتیٰ کہ جو مادی تعلقات انہوں نے اپنا رکھا ہے جسے دیکھ کر ظاہر میں لوگ ان کی اخلاقی برتری کی تعریف عطا کرتے ہیں ماس کی شریں
 بھی کا دباؤ کی ترقی معاشی خوشحالی یا سیاسی وقار اور اقتدار کی ہمیں ہی پسند ہوتی ہے لیکن صدائے حق وہ تو جس کا بنیادی عقیدہ
 ہی دار آخرت پر ایمان تھا وہ بھی مادی تہذیب کی ظاہری ترقی سے متوجہ ہو رہی ہے۔ بدن بدن انکا ذہن میں بھی عقیدہ آخرت کی
 اہمیت گھٹتی جا رہی ہے۔ وہ بھی تیزی سے اس نقطہ فہمی کا شکار ہو رہے ہیں کہ ان کی تعلیم کا مقصد فقط آخرت کی زندگی کو خوشگوار بنانا
 ہے۔ ہماری اس نوی زندگی کو خوشیوں سے بھرا کر ان کے عقائد میں داخل ہے اور ان کی دسترس میں ہے بلکہ حضرات
 احکام شریعت کو اپنی دنیاوی زندگی میں ایک مکالمہ تصور کرنے لگے ہیں اگرچہ ہم بظاہر اس کا اعتراف کرنے سے چکھچھاتے
 ہیں لیکن اپنے معاملات میں جب بھی کوئی شرعی حکم ہمارے مفاد سے ٹکراتا ہے تو ہم بڑی آسانی سے اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتے
 ہیں۔ ایسا اقدام پرہیزگار نہیں سمجھتے جو زور و زور سے احتجاج پسند ہرگز کرتی تھی اس کا جوش و خروش بھی ہم پر دبا ہے اس کا اس
 کے سوا اور کوئی سبب نہیں کہ ہم یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام کی بنیاد سے پہلے سے کاروبار کی ترقی رک جائے گی ہمارے ہمارے دنیاوی زندگی
 نہیں جو کہ قرآن کریم کی اس آیت طیبہ میں اس غلط فہمی کو رد کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت میں مشرک ہو کر
 اسلام کے پیش کیے ہیں وہ مادیات کو اپناتے ہیں۔ بخلا وہ وہ ہیں یا عورت یا خرتی ہوں یا غریب یا بیکے دونوں جہاں سفر جاتے
 ہیں ایمان اور اعمال ماحول کا جو جو اثر اس دنیا میں ملے گا اس کو قرآن پاک نے حیا طیبہ کے جامع الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے حیا طیبہ
 کا معنی معنی پاکیزہ زندگی ہے لیکن اس کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ ساری پائیدار متوں میں اور حقیقی کامیابیوں میں سٹی ہوئی ہیں دولت

الرَّحِيمِ ۝ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ

سے جو مرد و دہے - یقیناً اس کا زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو رکتے ہیں (ایمان لائے ہیں اور

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطَانُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ

پائے رب کا مال بھروسہ رکھتے ہیں ۱۹۹ اس کا زور تو صرف ان پر چلتا ہے جو ایمان لائے ہیں اس سے اور جو

هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہیں - ۲۰۰ اور جب ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ لگائے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے

قرآن میں شیطان کی تقلید انگیزوں سے تم محفوظ رہو گے۔

۱۹۹ شیطان مان غوس قدس پر غالب نہیں آسکتا جو صدق دل سے ایمان لائے ہیں اور عمل دنیا میں اللہ تعالیٰ پر توکل کیسے مصائب و آفات کے
ظہور کو لگا دے گا تو یہ اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھے چلے جاتے ہیں۔

۲۰۰ شیطان تو صرف ان پر غلبہ نہیں کر سکتا جو اپنے شک و شبہ میں کسی کو ایمان کا کھمبہ لگا دے۔ انہی کو اپنے ام و غم میں غیب کا ذوق نہیں دے سکتا ہے
جو اس کی موت کا دم بھرتے ہیں اور اس کا شائبہ پر قہر کرتے ہیں اور گمراہی میں اللہ تعالیٰ و اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کا ارادہ
کرتا ہے تو بے چارے جو اس کے اس گمراہی کی اطاعت کرتے ہیں۔

اللہ پر درست اور شریعت کے بیشتر احکام کا نزول ہے یہ طریقہ میں ہر ایک میں اس سے یہ سمجھنا کہ کون کون سے چیزیں پہلے کوئی شرعی حکم کی مثال
نہیں ہوا تو خالی غم نہیں سنا فریہ کیسے یاد رکھ لیا جیسے کہ کتب اسلام میں ہے اب تیس سال کا یہ طویل عرصہ کسی نظام کے بغیر گزارا ہو یقیناً یہاں
بھی احکام کا نزول ہوا حالانکہ مطابق ان میں تبدل کیا گیا جس پر کفار و کفریہ الزام لگانے کا موقع ملا۔ یہ کونسا کفار ہے؟ کس امر پر
اعتراض کیا کہ ایک آیت کو متعدد بار مختلف اصولوں سے کبھی تفصیل بھی لکھا تو کیوں بیان کیا گیا ہے۔ ایک چیز کو ثابت کرنے کے لیے
مختلف مقامات پر آیتوں کی مثالیں قابل اعتراض نہیں۔ جن اوقات کو مختلف مقامات پر مختلف انداز میں کبھی تفصیل اور کبھی
اجازت دے کر کیا گیا ہے وہ کلام کے سیاق و سباق میں اس حوزہ نیت سے سمجھے جوتے ہیں کہ اگر مقام تفصیل کی جگہ اجہال یا محنت اہم جاہل
کی جگہ تفصیل کی جاتی تو قطعاً مومنوں نہ ہوتا۔

ایک صاحب نے اس آیت کا حصر یہ بتایا ہے کہ کفار کو یہ اعتراض تھا کہ یہ آیت کتب کی جگہ ہی کتاب کیوں نازل کی جا رہی
ہے یہ کیوں جہاں آیت سے آیت کو بدلنے کا ہے۔ دو کتاب کو کتاب سے بدلنے کا۔ اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ محتاج بیان
نہیں۔

بِمَا يُنْزَلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹۱﴾

جو وہ نازل کرتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں تم صرف افراہم و افراہم جو۔ بلکہ ان میں سے اکثر آیت و ہدایت کی حکمت کو نہیں جانتے۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ

فرمائیے نازل کیا ہے اسے روح القدس نے آپ کے رب کی طرف حق کے ساتھ ۱۲۳ تاکہ ثابت قدم رہتے انہیں جو

آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكُمْ

ایمان لیتے ہیں اور یہ ہدایت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لیے ۱۲۴ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ

يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ

کہتے ہیں کو انہیں تو یہ قوال کہ ایک انسان سکھاتا ہے ۱۲۵ مگر کلامی شخص کی زبان جس کی طرف یہ تعلیم قرآنی کی نسبت کرتے ہیں

۱۲۱ یعنی احکام کی تبدیلی میں جو حکمتیں ہیں ان میں تو یہ لوگ غور کرتے نہیں اور غرض کرنا شروع کر دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کفار کا مقصد تحقیق حق تو رہا ہی نہیں تاکہ وہ اپنے قول کی مستحکمیت اور عدم حقیقت کے متعلق سوچنے کی زحمت گوارا کرنے بلکہ ان کے پیش نظر غرض رہے اپنے غرض تھا۔

۱۲۲ جس لیے باکی سے موصول نے ذہن درازی کی دہائی توڑتے، سلطان کا رویا یاد رہا ہے فرمایا اسے لیکر روح القدس کا نزول ہے اور آپ کے پروردگار کے پاس سے لیکر آیا ہے جو کلام سر لاتی ہے جو کلام سر لاتی ہے جس میں باطل کی ذرا آمیزش نہ ہو اور اس کو جیسے ملا خدا پر کتاب پروردگار نے الہ ایک مقدس فرشتہ جو جو قسم کی انسانی نذر وریں سے کمیر پاک ہو نہ نسیان کا مریض ہو کہ بھولنے کا امکان ہو نہ اس کی کوئی ذاتی غرض ہو جس کی وجہ سے وہ اس میں رد و بدل کا غلطی نہ ہو نہ وہ بددیانت اور عاقل ہو تو کچھ راستے ہوتے ہوتے کلام کو ماننے میں تامل کرنا اور اسے افراہم کہنا ایک نادان کا کام ہی ہو سکتا ہے۔

۱۲۳ برمل اور بر مرقع احکام کی تبدیلی میں جو حکمتیں اور حقائق ہیں جن میں شک کی گراہل ایمان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کلام حق ہے جو ہر قسم کی ضرورتوں اور مصالحتوں سے آگاہ ہے یہ کتاب سر لاتی ہدایت ہے اور جو اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے لیے تو یہ نظر داریں اور خود بہ خود حاکم و حاکم ہے۔

۱۲۴ جب انسان کو کلام جاتا ہے تو مستحکمت کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے جب قرآن کریم کے متعلق ایسے عام شبہات کا جواب دیا گیا اور ان کو اس جیسی کتاب نہیں تو اس کی چھوٹی سی مستحکمت کی مانند مسودہ بنانے کے چیلنج نے جب ان کے لبوں پر غیر خاموشی ثابت کوئی تو کہنے لگے ناگو کوئی سکھاتا ہے اور یہ کیا کر رہا کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ سیکھتے ہیں تو کس سے۔ ان کے لیے کوئی

اَتَجْعَلُ وَهَذَا السَّانُ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جیسی ہے۔ اور یہ قرآن عظیم و بیخ عربی زبان میں ہے۔ بیشک جو لوگ ایمان نہیں لاتے

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا

اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا اے اور ان کے لیے وہ ناک عذاب ہے۔ وہی لوگ

يُفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ يَا أَيُّهَا اللّٰهُ وَاوَّلٰىكَ

تراشا کرتے ہیں جھوٹ اے اللہ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیات پر اور یہی لوگ

جواب ہوتا اور دیتے۔ جتنے منہ ہستی باتیں کہتی کہنا معلوم کرنا اسے کوئی نئی سنیر کے ایک غلام عیش کا نام لیتا۔ کئی عیش اور جبر کو استاد
خاکر کرتا۔ صحت اتفاق ملاحظہ ہو کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کی مادری زبان عربی ہو بلکہ یہ بھی تھے اہل ہمارے غلام تھے اور ان میں
سے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ گوش ہو چکے تھے انکے کارخانہ ان پر سخت ظلم کرتے لیکن ان کے ہاؤں نہ دیکھتے کہ کچھ کہتے
اگر یہ قرآن سکھانے والے ہوتے تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان پھر اپنے آپ کو سنگدل و ناقص کے ظلم و ستم کا ہدف بننے کی کیا
ضرورت تھی نیز اگر کسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہتے تھے تو وہ کوئی ایک ہی جگہ کفار کا طائفہ لوگوں کے نام لیتا انکے جھوٹے
ہونے کی صریح نشانی تھی اور سب سے بڑی دلیل انکے جھوٹ ہونے کی یہ تھی جسے قرآن عظیم نے ذکر فرمایا ہے کہ تم جو کتب عربی کے نام
ہو اور فصاحت بلاغت کے عہد پر قائم ہو کر آج تک اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی سو اب بھی بنا نہ گئے۔ یہی غلام تم میں سے ہے بلکہ شاہک
اپنے دھندے سے فرصت نہیں ملتی وہ دھندے باہر نکال دیا گئے کیا انہیں و بیخ غلام سکھائیں جس کے ہر حرف میں ظلم و جبر تھے
سمندر موجزن ہیں۔ جب میں کا معنی عقور قرطبی نے کیا ہے۔ ای واضح ہدایت کون من العربیۃ یعنی قصائد بلاغت انہی عربی نوٹ۔
۱۲۱۱ یہاں چہرہ شخصیت کو واضح کرنا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا فرمایا ان لوگوں کو ہدایت نہیں ملتی جو قرآن پر وائستہ ایمان نہیں
لاتے تاہم قابل تیرہ اہل کمال کے باوجود اپنی خدمت سے بلا نہیں لاتے۔ یہی وہ بدخشب ہیں جن کے نقد میں گہری کھلی جاتی ہے۔
۱۲۱۲ کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فتنی ہونے کا الزام لگائے کی ستاشی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا افرایا زنی کہ تو تھا راضی ہو
جھوٹ بولنا تو تمہاری عداوت ہے جس کے محبوب کا تمام تو بڑا بلند ہے۔ اس کے غلام بھی جھوٹ اور غلط بیانی سے اپنی زبان آلودہ نہیں
کرتے چنانچہ نام ہستی نے شعب الایمان میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

قیل لمرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یكون المؤمن جهائاً قال نعم فقیل لہ ایكون المؤمن بخلاً قال نعم فقیل لہ
ایكون المؤمن کذاباً قال لا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کیا میں بخند ہوتا ہے فرمایا ہاں کیا میں
بخیل ہوتا ہے فرمایا ہاں کیا میں جھوٹا ہوتا ہے فرمایا نہیں۔

هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۱۳﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ

جھوٹے ہیں جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد لیکن جس شخص کے جسے مجبور

اَوْ كُذِّبَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ

کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ اور اس سے پہلے ایمان لائے ہوئے ہو (وہ نصیب) کھل جانے کفر کے ساتھ

۱۳۔ یہ آیت حضرت عمار کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک خدا گوارے نہ کیا کہ آپ کے والد یا سکو اور آپ کی والدہ سمیت کو پڑوایا انہیں جس طرح کی اور تین چھپائی کہ تاکہ وہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں لیکن بے شعور خدا انہیں نے حضرت عمار کی ایک ہانگ ایک آؤٹ سے اور دوسری ہانگ دوسرے آؤٹ سے باندھ دی اور ابو جہل نے اس کے گھر میں نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اور ان کو مختلف کتوں میں ڈھرا دیا یہاں تک کہ چپکے چپکے بدن کے دو حصے ہو گئے یہ پہلی شہیدہ جس جنوں نے اپنی جان راؤ خدا میں دی۔ پھر حضرت یاسر کو پکڑا اور ان کو بھی بڑی سیدھی سے قتل کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہیدہ جس جن کے خون پاک سے زمین لالہ گوں ہوئی۔ اس کے بعد ان ظالموں نے حضرت عمار کو پکڑا اور انہیں مجبور کیا کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ آپ کی والدہ اور والدہ کے ساتھ ساتھ سے تربیت رہے تھے انھوں نے بادل غواستہ ایمان سے گھٹات کفر کو شہیتہ باطنیہ و شہادت میں عرض کی کہ تم لوگو فریاد ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا ان عمار اعلیٰ ایسا نامہ فتنہ الی قدیم ما خلا لایمان لہ و دعوہ ہرگز نہیں عمار دوسرے بیکر قد ن تکمیل سے لبریز ہے ایمان اس کے گوشت اور خون میں سرسبز کیے جھٹے ہے حضرت عمار وہاں سے چھٹکارا پا کر بٹھے ہوئے ہار گاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضرت نے پوچھا کیف وجہات غلیظ اسے عمار اس وقت تیرہ سال کی کیا کیفیت تھی عرض کی مصلحتاً لایمان دور نما ایمان سے مطمئن تھا اس بندہ پر وہاں فتنے نے غلام کی آنکھ بند کھول کو اپنے دست و کمر سے پونچھا اور فرمایا ان ما عا لک بعد لہم ما عا لک من ظہری اس سے معلوم ہوا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اگر کوئی شخص کفر یا کفریہ زبان پر لاتے بشرطیکہ اس کے دل میں ایمان اور ایمان موجود ہو تو اس کی ایمانیت ہے لیکن افضل از غریبت یہ ہے کہ جان دے دے دے دے دے دے دے دے اپنی زبان کا کلمہ ذکر سے والا فضل والا ایمان یثبت علی دینہ و لا یخفی بالی قدرہ (ابن کثیر)

جس طرح مشیر صحابہ کرام نے اپنی جان شہید کی لیکن تختہ دار پر بھی اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت عمارؓ پر حنفیہ شکار ایک ایمان فرزند واقع لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیں در غلامان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جان بازی اور مسرفی کی یاد رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو یہ میل نے قید کر لیا اور اپنے شراب کے پاس لے آئے اس نے آپ کو کہا کہ عیسائی نبی اور میں تمہیں اپنی حکومت میں بھی حصہ دے گا اور اپنی عسکری کار شہ بھی دے گا۔ آپ نے فرمایا یا عیسیٰ بنی جمیع مذہبات و جمیع ممالک العرب حل ان اجمع من دین مملکت طرہ عین ما جلت یعنی ترجمہ اپنی ساری دولت اور مملکت اور سامنے اہل عرب کی دولت اس شراب پر دے کہ میں ایک لمحہ

صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۶

وہیں کا سینہ اٹھنے والے قرآن کو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو گا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اسْتَعْبَوْا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلٰى الْاٰخِرَةِ ۗ وَاَنَّ اللّٰهَ

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پسند کر لیا دنیا کی (رفائی) زندگی کو آخرت کی (راہروی) زندگی پر اور جلیک اللہ تعالیٰ

کے لیے بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جسے سنت کش ہو جاؤں تو پھر بھی میں قبول نہیں کر لیتا۔ اس نے دھکی دی کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ آپ نے ذیابادہ، خوشی، پس لے لیا کہ سولی پر لٹکا دے گا۔ حکم کیا کہ تیرے غلاموں کو کہا کہ ان کے متعلق اور باتیں پڑھنا۔ آہستہ آہستہ جو میں نکلا اور انہوں نے ایسا کرنا شروع کیا۔ اور اس نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیشکش کی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے سولی سے اتارنے کا حکم دیا۔ پھر ایک تانبے کی دیگ آگ پر تپایا گیا اور ایک سلطان قیدی کو حضرت عبد اللہ کے سامنے اس میں پھینک دیا گیا اور اس نے وہیں تڑپ کر جان دے دی۔ اس دھکی کے بعد پھر اس نے کوشش کی کہ یہ عیسائیت کو قبول کریں۔ آپ انکار کرتے رہے۔ آخر انہیں دیگ میں پھینک دیا۔ حکم دیا کہ جب جلاوا انہیں انکار اس جتنی ہوئی دیگ کی طرف لیا جائے تھے تو شہادت استقامت کے اس پڑاؤ میں اضطراب کی بجائی اس جھلک نہ تھی جب دیگ کے کٹنے تک پہنچے تو آپ نے انہوں سے آندھ لپک پڑے۔ بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید اب اسلام کو چھوڑ کر میرا مذہب قبول کر لیں گے۔ اس لیے وہ اس نے لٹکا دیا۔ رونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے رو رہا تھا کہ میری ایک جگہ ہے جسے رخصتے الٹی کے لیے اس دیگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ کاش میرے پاس اتنی باتیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر پال ہیں اور میں سب کو اپنے رب کی خوشنودی حاصل کر سکتے۔ یہ اس مذہب میں ڈال دیا۔ بادشاہ نے آپ کو قید کر دیا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ کالی دیں بھوکا اور پیاسا رکھنے کے بعد کچھ شراب اور کچھ خنزیر کا گوشت ان کی طرف بھیجا۔ انہیں آپ نے ہاتھ نہ لگایا۔ بادشاہ نے پھر اپنے دربار میں طلب کیا اور نہ کھانے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس خطا میں لگ رہا ہے اس کا استعمال حرام نہیں۔ لیکن میں تجھے یہ موقع نہیں دیتا۔ چاہتا تھا کہ تو میرے ایمان کی کوڑی کے باعث اظہار خوشی کرے۔ بادشاہ نے کہا اس طرح کہ وہ کہہ سکتا ہے کہ وہ بددعا دے رہا ہے۔ میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کیا میرے ساتھ ملنے کے سلطان اسیروں کو آزاد کر دیتے۔ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے اس کے سر کو چھو لیا۔ اس نے آپ کو اور تمام سلطان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب یہ سب خدمت گزاروں کی اعظم کے پاس پہنچا اور آپ کو یہ ماجرا سنا تو آپ نے فرمایا حق حلال یقیناً اس حب اللہ میں حذیفہ وانا ابداً اقدار قبل الیاسہ رضی اللہ عنہما۔ کہ یہ سلطان پر فرض ہے کہ عبد اللہ کا سر جو گھرے اور اتار دے میں کرنا ہوں۔ چنانچہ آپ نے گھر سے ہو کر ان کے سر کو بوسہ دیا۔

۱۳۱۵ لیکن اگر کوئی شخص اسلام قبول کر لے کہ بعد ازاں کی طرف پھر لوٹ آئے اور اس سے خوشی محسوس کرے ایسے شخص کے لیے عذاب الیم کے ساتھ غضب خداوندی بھی ہے۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ

ہدایت نہیں دیتا اسس قوم کو جو کافر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے جن کے

قُلُوبِهِمْ وَسَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٨﴾

دلوں، جن کے کانوں اور بین کی آنکھوں پر لٹکا اور یہی لوگ دلچسپی اعمال کے نتائج سے غافل ہیں۔

لَا جَزْمَ الْهَمِّ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَيْرُونَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ

مضروب یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ پھر یہ ایک کچھ بڑا کار کا معاملہ ان کے ساتھ

هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا قَاتَلُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ

جس طرح ہجرت کی بڑی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد پھر جہاد بھی کیا اور مصائب میں صبر کیا اور

مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٠﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ بِجَادِلٍ

ان آزمائشوں کے بعد (ان کے لیے) بڑا بخشنے والا بہت رحم فرما کر اپنے جس دن کو یاد کو جب آئے گا ہر نفس کو جھگڑا کر رہا ہو گا

سے جن لوگوں نے ایمان اسلام سے رشتہ جوڑ کر توڑ دیا تب تو نے دینی زندگی کی آسائش اور آرام پر مدارِ رحمت کو قربان کر دیا ایسے لوگوں کو ہر قسم کی عیب و نیایاں اور عیوب و کمزوریوں سے نوازا انہیں بتایا کہ ان کے لئے تو نعم و خیر کی قوت سب کی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں بلکہ خود ہی بتا رہے ہیں اور کان آواز دہی سننے سے ہر سے ہر جہت میں۔

۱۲۰۰ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور اس قسم کے دوسرے اہل باطن کے متعلق فرمایا جانا ہے کہ جنہوں نے فتنہ میں مبتلا ہونے کے بعد رجوع و رجعت سے علی اللہ غیبیہ و علم کی محبت میں اپنے وطن کو چھوڑا۔ حق و باطل کی ہر جنگ میں حق کا پرچم بلند کرنے کے لیے شہر کی بازی لگا دی اور اس نے جس جمعیت اور تنظیم سے انھیں واسطہ پڑا۔ بڑے صبر کے ساتھ اس کو برداشت کیا۔ تو اسے محبوب انھیں بتاؤ کہ آپ کا وہ حضور رحیم ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ربوبیت کی نسبت بار بار اپنے محبوب کی طرف کی ہے۔ اس کی شہادت اور اس کی لطافتوں سے وہی لطف اللہ ہر جہت میں انھیں مستحسب عشق میں نافذ ہے اور آپ نے ان کی سلطنت نصیب فرمائی۔

عَنْ نَفْسِهَا وَتُوقِي كُلَّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يَخْلَمُونَ ﴿١٥﴾

اور صرف اپنے متعلق ملے گا اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کیا ہوگا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائیگا۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا

اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال یہ کہ ایک سیاقی جو امن (اور) چین سے (آباد) تھی آہستہ آہستہ پاس

رِسْقُهَا رَغَدًا أَمِنٌ كُلٌّ مَّكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا

اس کا رزق بکثرت ہر طرف سے ملے پس اس (کے باشندوں) نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پس پھلایا

۱۵۔ اُس مضر شہر شخص کو اپنی فکر و فکر سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بچنے کا سامان کرنے کے لیے وہ مسالمت جتن کر کے لگا کر انکار و جرم میں اپنی مسالمتی محسوس کر چکا تو بلا جھجکے بھگوان کا لگا اور کسے گا میں نے تو قطعاً کوئی جرم کیا ہی نہیں۔ میری ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بسر ہوئی۔ لیکن جب فرشتے اس کی زندگی کا مکمل ریکارڈ پیش کر دیں گے تو اس کے اپنے ہاتھ پاؤں اور دھڑا دھڑا اس کی غلط کاریوں پر گواہی دینگے تو پھر وہ اقبال پر جرم کے قدامت خواہی کو نہ سمجھے گا اور طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کرے گا لیکن اُس روز کسی قسم کی حیلہ سازی کا کام نہیں آئے گی ہر شخص کو اس کے نیکے بد اعمال کا بدلہ دیا جائیگا۔ نیکیوں کی نیکیاں فراوانی نہیں کی جائیں گی۔ بلکہ ان کا نیک بدلہ ملے گا اور بدوں کی جرائم یا اپنا رنگ دکھائی دیں گے اور انھیں سزا جگہ تہی پر لے جائیگا۔

۱۶۔ اُسے ظلم یہ ہے کہ نیکیوں کی نیکیاں فراوانی ہوئی جائیں اور بدوں کو ان کی برائیوں سے زیادہ سزا دی جائے۔ ایسا نہیں ہوگا اگر نیکیوں کو ان کی نیکیوں کا اجر ان کے حق سے زیادہ دیا جائے۔ یا بدوں کی سزائیں تخفیف کر دی جائے تو یہ ظلم نہیں بلکہ ایسا عدل و انصاف ہے جو فضل و کرم کا آئینہ دار ہے اور اس کی شہائی کر لی کہ یہی فرمایا ہے۔

۱۷۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ آیت میں قیدیہ سے مراد کتبہ ہے کہ بظاہر کی وجہ سے مگر جو قدرت و شرف حاصل تھا وہ مزاجی زبان نہیں پہلے پہلے کا امن تھا کوئی خطرات اور اس پر چڑھائی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اس کے باشندے جہاں جاتے لوگ ان کی راہ میں آتے بھگتے نہ تھے کوئی بگاڑ یا مزین ان پر دست درازی نہ کرتا۔ کھانے پینے کی تمام چیزیں غلہ و سبزیوں، پھل و کثرت و تنوع پر تھیں۔ یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے بعد ازاں اس کے کہ اہل کفر ایمان سے مشورت ہو کر مزید غنائیاں اللہ کے متعلق جھٹتے انھوں نے منافقانی کی اور انعامات و ثباتی کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفر اور نفرت کو اپنا شعار بنا لیا چنانچہ اسلام کے ساتھ ان کی ہمتوں کا طویل سلسلہ شروع ہوا جس کے باعث اسی ایمان و دھرم پر ہم جرم ہو گیا۔ ہر گھر میں آئے ہی مصیبت قائم رکھنے لگی تجارت کی وہ گرم بازاری باقی نہ رہی خط و خشک سالی نے ان کا علاقہ بند کر دیا اس آیت میں اسی امر کا ذکر کیا گیا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آیت میں قیدیہ سے مراد کوئی خاص جگہ نہیں بلکہ کوئی گاؤں کوئی بستی جس کے باشندوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے اپنے ناپ کو طرح طرح کے حسابات و چار کردار

31/12/2019

المسلمین ان المصاہبہ الذی یحبونہ اذا اهل نیر اللہ عند الذبح۔ میں مناسب سلمان اس بحث پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ وہی ہے جس پر ذبح کی گئی تھی نیز ذبح کا نام یا جلتے۔ بیضاوی، قرطبی، زائری، اللہ علیہ وسلم اس بات کی بھی تفسیر بیان کی ہے۔

لیکن علماء ستائین میں سے بعض لوگوں نے اسلاف اور قدماہم متبرین کی تحفظ رائے سے اختلاف کیا اور اس آیت سے ایک نیا مضمون اخذ کیا جس سے تکفیر کا رد و کھل گیا۔ خیروں کو اپنا بنانے کی توفیق سے جو لوگ محرم تھے انہوں نے انہوں کو بیکار بنانے کا شغل اختیار فرمایا اور اس میں وہ چھٹا طرائف اور شوگلیاں کہیں کہ عقل و دماغ رو گئی اور دل نہ اٹھا تھے۔ پہلے ان کے لالہ کو سنیے بھگوان کی اس غلط فہمی کا اخذ آپ کو معلوم ہو جائے۔ پھر ان میں غور فرمائیے۔ ان دلائل کی بجائے سرور پانی آپ پر واضح ہو جائیگی۔ وہ اس آیت کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام لے یا جلتے اور وہ اس غیر کے نام سے شہر ہو جائے تو ایسے جانور کو اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بھی ذبح کیا جائے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ جس طرح کتے اور خنزیر کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ ناپاک ہے۔ وہ اپنے اس مضمون کی تائید کے لیے کہتے ہیں کہ لغت عرب اور عرف میں اہل کا معنی ذبح کیا نہیں ہے۔ کوئی شہر کوئی عبادت الہی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کسی یحییٰ و یحییٰ نے اہل کو ذبح کرنے کے معنی میں استعمال کیا ہو بلکہ اہل لغت کے نزدیک اہل کا معنی آواز بلند کرنا ہے۔ لہذا کسی چیز کو شہر و دیہات ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر مان بھی رہا جائے کہ اہل کا معنی ذبح کرنا ہے تو بھی آیت کا یہ معنی ہوگا کہ وہ جانور جسے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے اور اس کا جو معنی تم نے کیا ہے کہ وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے یہ تو کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آیت کا جو معنی تم نے کیا ہے وہ تو صراحتاً تکریم آیت ہے۔ یہ ان کا استدلال ہے جو آپ نے چھوڑ دیا۔

اب ہم بعد اوابہ ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اہل کا معنی اگر وہ لیا جائے تو تم نے یہ لکھا کہ آواز بلند کرنا یا شہر بننا تو چاہیے یہ کہ تمام ایسے جانور جن پر غیر اللہ کا نام لے یا جلتے یا انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کر دیا جائے تو وہ ابھی حرام ہو جائیں اور اگر کسی شہر کے ان کے گھر پر چھڑی پھیری جائے تب بھی وہ حلال نہ ہوں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ کیونکہ کثیر، ساریہ وغیرہ جانور وہ اپنے بول کے لیے نذر دیتے تھے۔ اور ان کے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا اپنے اوپر حرام کر دیتے تھے حالانکہ اگر کوئی مسلمان ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو وہ حلال ہیں۔ ان جانوروں کو ذبح کرنے کا نام پر نامزد بھی کیا گیا انھیں کے نام سے وہ مشہور ہوتے۔ حالانکہ انھیں اگر کبیر شہر کر ذبح کیا جائے تو وہ اس کے باوجود حلال ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں صراحتاً مرقوم ہے کہ اگر کسی جو کسی نے اپنے اسٹیکو کے لیے یا کسی شہر کے لیے اپنے باطل خداؤں کے لیے کسی جانور کو نامزد کیا اور کسی مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو اسے کھایا جائیگا۔ کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہے۔ مسند صحیح شافعی، البری، حدیث، زاد معاد، المکمل، غرر الاثر، مسند قسطلانی، اللہ ویکو، اللہ مسند، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الذبائح، تو اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کسی چیز پر محض غیر اللہ کا نام لے دینے سے وہ حرام نہیں ہو جاتی۔

نیازی کا یہ دعویٰ کرنا اہل کا لفظ ذبح کے معنی میں لٹکا اور عرقا مستعمل نہیں ہوتا یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ فصاحت و بلاغت کے امام حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ لکھ کر یہ ہے اہل کو ذبح کرنے کے معنی میں استعمال کیا ہے اور آپ کا قول بلا اختلاف محبت اور سند ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں: **رَحِمَ اللَّهُ سَعْدَ بْنَ الْوَيْهَدِ وَالنَّصَلَةَ يَهْلُونَ لَعْنَةَ اللَّهِ فَلَا تَكَلَّمُوا وَلَا تَسْمَعُوا**۔
تَكَلَّمُوا فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَهَلَ نَبَا شَهْرًا وَهُوَ يَطْلُو طُلُوتَ (فتح البیان جلد اول ص ۲۲۲)

یعنی جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبح نہ کھاؤ اور اگر سنو تو کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

آپ کے اس قول میں یہ لفظ بمعنی بذبحون مستعمل ہے۔ اس لیے ان کا یہ کہنا کہ اہل کا لفظ ذبح کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا صحیح نہ رہا۔ قدما بعضوں نے بھی اہل کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اہل کا لغوی معنی نوا اور آواز بلند کرنا ہے لیکن باب عرب میں یہ ذبح کرنے کے معنی ہیں یا ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی گفت کے امام حمص سے لفظ اہل کی تحقیق نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

قال الاصمعي الاصل من الالال رفع الصوت فكل رافع صوته فهو مهمل.... وهذا معنى الالال في اللغة ثم قيل للمهمل مهمل لرفع الصوت بالتلحيز عند الاحرام.... والذبح مهمل لان العرب كانوا يسمون الذوات الذبح ويرون اهلهم يذكوا. اصمعي نے کہا کہ الالال اصل میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ تو ہر آواز بلند کرنے والا اہل کہلائے گا۔ لہذا الالال کا لغوی معنی یہ ہے پھر محرم کو بھی چیل کہتے ہیں کیونکہ احرام باندھتے وقت وہ بلند آواز سے تلبیس اللہ علیہم وعلیٰ اہلہم وعلیٰ اہلہم کہتا ہے اور ذبح کرنے والے کو بھی چیل کہتے ہیں کیونکہ مشرکین عرب جانوروں کو ذبح کرتے وقت بلند آواز سے اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن محمد ابن منظور راجی لغت کی شہرہ آفاق کتاب لسان العرب میں اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: **والاصل الالال رفع الصوت وكل رافع صوته فهو مهمل وكذا لا قولہ عز وجل وما اهل لعنہ اللہ یہ هو ما ذبح للالهة فذلت لان الذبح كان يسميها عند الذبح فذلت هو الالال۔**

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:-

اصل الالال رفع الصوت.... حتى قيل لكل ذابح مهمل وانسب له يحمر ما التسمية: الالال كالغوي معني آواز بلند کرنا ہے..... یہاں آگے ہر ذبح کرنے والے کو مهمل کہا جائے گا۔ اگرچہ وہ بلند آواز سے تکبیر نہ بھی کہے بلکہ تلوٹی نے حضرت ابن عباس سے اہل کا معنی ذبح نقل کیا ہے اور امام فخر الدین نے اہل کا معنی ما ذبح لعلہم کہل ہے علامہ خازن اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ظہری میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:- **قال الجرجاني انس يعني ما ذبح عند ذبحه اسم غير الله والالال.... حتى قيل لكل ذابح مهمل وانس له يحمر۔**

اور امام مختصر ابن چند دارون پر اکتفا کیا جا رہا ہے اور ذبیحہ شکار حلالہ پیش کیے جاسکتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل بمعنی ذبح مستعمل ہوتا رہتا ہے۔ ان کی چند اہم موضوعات کے بارے میں کہنا کہ اہل ذبح کے معنی میں نہ لیتا

استعمال کرتا ہے اور عرفاً یہ حق و انصاف سے محروم کرنا ہے۔

نیز ان صاحبان کا یہ کہنا کہ ماہل لغیر اللہ بہ کا یہ معنی میان کرنا کہ غیر اللہ کے نام سے کسی جافرو کو ذبح کرنا ظریف ہے یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ علامہ نووی شارح مسلم نے حدیث شریف کے ان الفاظ کو لغت اللہ صنف ثانی میں لکھا ہے
ماہل لغیر اللہ یعنی جس کو اللہ کے نام سے کسی نام سے ذبح کیا جائے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فہرست قرآن میں اس آیت کا یہی معنی لکھا ہے۔ واضح ذکر کروند نام پر خدا بزرگ سے یعنی ذبح کے وقت جس پر یہ خدا کا نام ذکر کیا جائے گیا اس تحریف کا التزام یہ حضرات آپ پر بھی عاید کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں۔
اس تفصیل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آیت کا معنی وہی ہے جو علامہ ابو بکر جصاص نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جو ابتداء بحث میں نقل ہو چکا ہے۔

نیز بخاری اللہ سلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنی والدہ کے لیے جو گھٹاں کھدوایا تھا اس کا نام میں بڑا تم سعد رکھا گیا تھا یعنی سعد کی ماں کا گھٹاں۔ اگر کسی غیر کا صرف نام لے دینے سے کوئی چیز ناپاک ہر جاتی تو اس کو نہیں کا پانی بھی ناپاک ہو جاتا۔ اس سے دیکھنا مشکل کہ انور اس سے کچھ نہ حرمنا سب سے بڑا بہادر حضرت علیان صلی اللہ علیہ وسلم پر سال ایک تہ اپنی طرف سے قرآنی دیا کرتے اور دوسری تہ انت کی طرف سے۔
کوئی لوگ کسی دل کے نام کی نذر مانتے ہیں یہ کیا اس طرح وہ چھروں میں ہر جاتی ہے یا نہیں۔ تو اس کے معنی مختصر و مفید ہے کہ نذر کے دو معنی ہیں۔ شرعی اور عرفی نذر شرعی عبادت ہے جلد و عبادت کسی غیر اللہ کے لیے جانتے نہیں۔ اس لیے شرعی معنی میں تو نذر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی نذر ماننا شرک ہے۔ لیکن عرف عام میں نذر عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی۔ بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار کو حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے خاوی میں یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہی عبارت آپ کی خدمت میں بعینہ پیش کرنے کی عبادت کرتا ہوں۔ امید ہے یہ نگین بھی منظر جائے گی۔

لیکن حقیقت اس نذر آنت کہ اہل ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح سیت کا امر سیت مسنون و از روئے لحاظ و سیر ثابت است مثل ماوروی فی مصححین میں حال ام سعد و خیر و اس نذر مستلزم سے شوق میں حال اس نذر آنت کہ اہل ثواب غذا القدر الی مدح فلاں۔ ذکر ولی برکتے تعین عمل مند و راست نہ برکتے مصرف و صرف بایں نذر نذر انیشاں مند مسلمان آں دل سے باشند از اقارب و غم و بظریقان اقبال و لذت۔ وہیں است مقصود نذر گفتہ گان بلاشبہ و کہ اللہ صلی علیہ وسلم واجب الخافہ لانه قدیم مقبرۃ فہ الشیخ (فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ دیوبند)

قرجہ ہاں نذر کی حقیقت ہے کہ اس طعام وغیرہ کا نام میت کی طرح کہ منجایا جاتا ہے اور یہ مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ صحیحہ حضرت سعد کی والدہ کے گزیر کا ذکر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے اس نذر کا پورا کن حاضر دیوبند ہے پس اس نذر کا ماحصل یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب فلاں ولی کو پہنچے نذر میں ولی کا ذکر اس سے یہ نہیں کیا جاتا کہ وہ اس نذر کا

مصرف ہے۔ اس کا مصرف تو اس دلی کے قریبی رشتہ دار خدام و گاہ اور ہم پر شرب لوگ ہوتے ہیں۔ ولی کا نام مصرف اس عمل کو متعین کرنے کے لیے لیا جاتا ہے۔ مذکور نے والوں کا بلاشبہ اس میں مقصد ہوا کہ اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذرین ہے اور اس کو ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ایسی طاعت ہے جو شرعاً مستحب ہے۔

حضرت حکیم الامت کی اس ایمان افروز وضاحت کے بعد کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ اگرچہ مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں لیکن محض مزید اطمینان کے لیے ایک ردحوالے اور پیش خدمت ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ میں فرماتے ہیں:-

اگر مالیدہ و شیر برائے فاختہ بزرگے بقصد ایصالی ثواب بوجہ انیاشی بختہ محمد زید جائز است مضائقہ نیست۔
یعنی اگر مالیدہ اور کدو کسی بزرگ کی فاختہ کے لیے ان کی بوجہ کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۵ مطبوعہ دیوبند)

اسی فقیر پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

اگر فاختہ بنام بزرگ عطا ہو تو نہیں اغیار و انیم خوردن جائز است و اللہ اعلم۔

یعنی اگر کسی بزرگ کے نام فاختہ کی کوئی مالیدہ کھائی اس میں گناہ جائز ہے۔

حضرت شاہ صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

طعامیکہ ثواب کال نیاز حضرت امامین نمایندہ برائے فاختہ قتل و خوردن خوانند تبرک سے شود و خوردن بسیار خوب است۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۵ مطبوعہ دیوبند)

یعنی وہ کھانا جس کا ثواب جنسین کر میں کو پہنچایا جائے اور اس پر فاختہ قتل شریف اور خورد شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

شاہ اسماعیل دہلوی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے:-

پس در غلبہ ای تقدیر انامہ در مورد فاختہ و اغیار اس چند و نیاز امرات شک و شبہ نیست۔ (مطرح مستقیم ص ۵۵)

اب فاختہ خوالی کا طریقہ بھی شاہ اسماعیل دہلوی کے الفاظ میں لکھیے:-

اول طالب را باید کہ با حضور و زانو بطور نماز نشیند و فاختہ تمام اکابر اس طریق یعنی حضرت خواجہ حسین الدین بخاری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیاری کا کثیر خواند و التجا بجناب حضرت ایتد پاک جو سوا اس بزرگن نمایندہ نیاز تمام و زاری بسیار دعا کے کشود کار خود کہ ذکر و دھنری شروع نماید۔ (مطرح مستقیم ص ۵۵ فقرہ مطابقت)

یعنی پہلے طالب کو چاہیے کہ وضو کرے اور نماز کے طریقہ پر دو زانو ہو کر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ حسین الدین بخاری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیاری کا کثیر چاکے نام کی فاختہ پڑھے اور پھر دعا گوارا الہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی بجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کر کے دھنری ذکر شروع کرے۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم

میرزا علی

新刊

104

من القرآن

تعارف سورۃ بنی اسرائیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام : یہ سورۃ بنی اسرائیل کے علاوہ سری اور زبان کے ناموں سے بھی موسوم ہے اس میں بارہ رکوع ۱۲ آیات ۵۳۳ کلمات اور ۲۴۲۸ حروف ہیں۔
نزول : اس سورۃ کی پہلی آیت ہی بتا رہی ہے کہ اس کا نزول سفر مروج کے بعد ہوا۔ اور مروج ہجرت سے ایک سال پہلے نبوت کے دسویں سال پہنچی۔

مضامین : وہی کسبہ وہی اہل مکہ کا تشدد، مقتصد اور کج بخشی کی عادت ہے۔ عام مضامین کے علاوہ اس سورۃ کو ان صورتوں سے گہری شامیت ہے جو کئی زندگی کے آخری قدر میں نازل ہوئیں۔

لیکن دو چیزیں یہاں ایسی موجود ہیں جو دیگر صورتوں میں نظر نہیں آتیں۔ ذکرِ اسرائیل کے قرائد بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا گیا ہے۔ ان کو ان کی گزشتہ زندگی سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کی تادمِ تاریخ کے شیب و فزان ان کے مروج و زوال کی داستان کے اہم ابواب ان کے سامنے کھول کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ انھیں بتایا جا رہا ہے کہ نبی بھی انھیں سیاسی برتری معاشی خوشحالی بخشی گئی تو انھوں نے ہر بار سرکشی اور نافرمانی کی بدوش اختیار کی اور جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا رسول انھیں ان کی غلط رویہ متنبہ کرنے کے لیے تشریف لایا تو وہ پھوٹے اور اسے اپنی حقارت میں کاسوائی بنکر اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔

اسے بنی اسرائیل، جب بھی تمھاری سرکشی انتہا کو پہنچی تو ہر بار عذاب بھی کبھی بخت نصر کی شکل میں نمودار ہوا اور کبھی داخلی اور کس اور بیرونی دشمنیوں کے روپ میں ظاہر ہوا۔ اور انھوں نے تمھاری مائیت سے اینٹ بچا دی یہی سیکلِ سلیمانی کو یاد کر دیا اور جنھیں غلامی کی ذلت کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ سب یہی تمھیں یہاں اسلام کی بعثت سے اصلاح احوال کا ذریعہ مقرر دیا جا رہا ہے۔ اگر تم اپنے ماضی کی خوشحالی و داستان کا اعادہ کرنا نہیں چاہتے تو اس نبی برحق پر ایمان لاؤ اور اس کا دین قبول کر لو۔ اگر تم اپنی نافرمانی کی عادت سے توبہ بھی باز نہ آئے تو ہر بار قانونِ مکافات پھر حرکت میں آجائے گا۔

یہ آیات جو مکہ میں نازل ہوئیں جہاں بنی اسرائیل کا کوئی فرد اقامت پذیر نہ تھا ان میں بنی اسرائیل کو خطاب اور ان کو اصلاح احوال کی دعوت بستا رہی ہے کہ مستقبلِ قریب میں انھیں دعوتِ قرآن کا مخاطب بنایا جائے گا۔

نیز اس کے دفعہ نمبر ۳۳ میں اس نظامِ حیات کی تفصیلات بیان کر دی گئی ہیں جو اسلام اقامہ عالم کے سامنے پیش

کرنا چاہتا ہے اور دنیا کے انسانیت میں رائج کرنا چاہتا ہے اس سے بھی صاف معلوم ہو رہا ہے کہ غلطیت کا دور ختم ہونے کے قریب ہے۔ شاندار مستقبل کا آغاز ہوا چاہتا ہے جبکہ اسلام ایک قوتِ حاکم کی حیثیت سے نمودار ہو گا اپنا نچھایا ایک سال بعد جب محبوب رب العالمین عیسیٰ اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی اور سرزمینِ شریب کو دیندار رسول ہونے کا مشرف ارفاق فرمایا تو وہاں صرف اہل مکہ کے ہم عقیدہ مشرکین سے ہی واسطہ پڑا۔ بلکہ یہودی بھی قرآن کے خلاف جتنے اور انھیں کھیلنے کے بعد ان آیات نے بڑا امر کر دیا اور انھیں بدایا نیز وہاں اسلام کی پہلی حکومت قائم ہوئی جس میں قرآن کے لائے ہوئے لائحہ عمل اور نظامِ حیات پر عمل کیا گیا۔ دیکھتے تو قرآن کی ہر آیت کی طرح اس سورۃ کی ہر آیت بھی ایک شمع روشن ہے اور اس لیے ہر آیت خصوصی توجہ کی مستحق ہے اور اپنے اپنے مقام پر ہیں۔ نہ محدود و نہ غیر ضیاء القرآن کے قاری کی توجہ مبذول کرانے کی سعی کی ہے۔ لیکن سورۃ کے اس مختصر تعارف میں میں قرآن کا اساطیر اصرار کرنے والے کی ترجیحات ۶۱ تا ۷۵ کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔

ان آیات میں انسان کو مسجد و ملائکہ بنانے کے شرف سے مشرف، قرآن کے بعد شیطان کے بعد ایک مبلغ کا ذکر ہے۔ اللہ کی کتاب کے یہ آدم خاکی جس کے سرسری پڑھنے سے تاجِ کرامت دکھائی دے۔ اگر تو نے مجھے صحت دی تو لا احتیاج کی دیت ہے میں اس کی اطاعت سے یہ تاجِ کرامت چھین لوں گا بلکہ اس کو ایسی ٹیڑھی چاؤں کا گدہ و مشرف انسانیت کی خلعت فاخرہ کو خود ڈھار چھینے کا۔ جہل کی بربائی اس لعین کے اس جلیج کو قبل کرتا ہے اور اسے صاف صاف بتا دیا کہ امتغز من استطعت الایہ تجھے کھلی چھٹی ہے۔ ان کو گرا کر لے گا جو ذریعہ تو اختیار کر سکتا ہے اختیار کر تجھے مابازت ہے۔ اپنے سارے وطن کو ڈال۔ اپنے سارے دام تو زیرِ کھیا دے۔ تعزیر و ترمیم کی کوئی صورت ایسی نہ دیتے دے جسے تو کام میں نہ لائے لیکن سن اور کان کھولی تو کس سے ان عبادی ایس اللہ علیہ وسلم سلطان میرے بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکتا۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم کس زمرہ میں داخل ہیں۔ کیا ہم وہ محدود فطرت میں جو انیس کی ادنیٰ اسی انگشت پر ڈھکے گئے ہیں اور اس کی تعزیری ہی و موسساتہ ہی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یا ان عبادی کے زمرہ میں شامل ہیں اور اس کی شورش و طغیان کے طوفانوں میں غلامی چٹان کی طرح سینہاں کر کھڑے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہیں راہ حق پر ثابت کسی سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اس سورہ مبارکہ کا طرہ استیلا اس کی پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول کے معراج کا ذکر فرمایا ہے۔ اس واقعہ کے ذکر کے باعث اس سورہ کو دوسری سورتوں کے مقابلہ میں ایک خصوصی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اس کی تفصیل آپ آیت کی تشریح کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے گے۔

سُبْحَنَ الَّذِي اسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

سُبْحَنَ الَّذِي اسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَكَذٰلِكَ يَمُرُّ

سُبْحَنَ الَّذِي اسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وہ جسے ایک بچہ وراثت میں لے گیا اور اسے گورنات کے قتل سے بچا دیا

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْأَيْمَانِ

سُبْحَنَ الَّذِي اسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

لہذا اس آیت کریمہ میں حضور خرمجوروات میں کیا حالت میں تھا کہ اس کے متعلق متعلق
کوہ اندیش اور فہم حقیقت ناشناس نہ ہو چکے تھے اور اس کی اور آج بھی اور کیا اور کیا ہے اس لیے اس تمام کا افسانہ یہ ہے کہ
تعلویں لاطائل سے واسطہ ہو جاتے ہیں جو ضروری امور کا ذکر کر دیا ہے تاکہ اس کی جستجو کرنے والوں کے لیے حق کی پہچان سامان
ہو جائے اور شکوک و شبہات کا جو قبضہ حق حقیقت کو مستحضر کرے کہ یہ ایسا افسانہ بار بار ہے اس کا مستجاب ہو جائے۔

جس روز صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کا درگاہ وصول کرنے پر تشریف لے کر توجہ توحید ہی تھی اسی روز
سے عداوت و حسد کے شعلے بھڑکنے لگے تھے۔ چہرے سے حساب و آلام کا سیلاب آمد کر گیا تھا۔ رنج و غم کا اندھیرا دن بدن گہرا
ہو رہا تھا۔ لیکن اس تاریکی میں حضرت ابراہیمؑ کو نورانیت حضرت خدیجہؑ کی نورانی ہمت کا اور جو وسوسہ ہر نازک مرحلہ پر تسکین
طاہریت کا سبب بنا کر آتا تھا۔ انہی کے ذہن میں سال ہر سال توفیق چھپانے والی بات تھی۔ اس جگہ صمد کا زخم ابھی مندلی نہ
ہو گیا تھا کہ مونس و مہمدا انش و زوالی جو صمد رفیقہ حیات حضرت خدیجہؑ کی داغ بھاد وقت کے گئیں۔ گھارے کو اب ان کی
انسانیت سوز کارستانیوں سے روکنے والا اور ان کی صفا کا نہ تو شہ پہلاست نہ گناہ اور بھی کوئی نہ رہا جس کے باعث ان کی نذر رستیاں
نا قابل ہر وقت حد تک بڑھ گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے۔ شاید وہاں کے لوگ اس رحمت توحید کو قبول کرنے
کے لیے تیار نہ ہو سکیں۔ لیکن وہاں جو ظالم اور زور جیسا نہ بتاؤ کیا گیا۔ اس نے سابقہ زعموں پر کس پاشی کا کام کیا۔ ان حالات میں صیب
ظاہر ہر طرف مایوسی کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور ظاہری سہارے ٹوٹ چکے تھے۔ رحمت انہی نے اپنی عظمت و کبریا کی آیات و باریات
کا مشاہدہ کرنے کے لیے اپنے محبوب کو عالم بالاکسی سیاحت کے لیے بلایا تاکہ حضورؐ کو اپنے رب کریم کی اُمید و نصرت پر حق یقین
ہو جائے اور حالات کی ظاہری ناسازگاری خاطر عاقل کو کسی طرح پریشان نہ کر سکے۔ حضورؐ کیا جاتے تو سفر اسری کے لیے اس سے عرض
تیں اور کوئی رقت نہیں ہو سکتا تھا۔

اس مقدس سفر کا مقصد یہ تھا کہ کتب حدیث و سیرت میں لکھا۔ یہاں اہل اہل پرانے اور کاذب روایات کے جو مختلف اعداد و شمار صحیح میں مذکور ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ذات خداداد کے پاس حلیہ میں آرام فرما رہے تھے کہ جب نبیل امین حاضر خدمت ہوئے اور خطاب کیا گیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہی بخشی جسٹھراٹھ چھ ماہ و نریم کے قریب تھے کہ سیدنا ابراہیم کو پاک کیا گیا۔ قلب بطریق ایمان و محنت سے بھر ابراہیم ملت اندیل دیا گیا اور پھر چند مبارک دست کر دیا گیا جو ہم سے باہر تشریف لائے تو سوار کے لیے ایک جانور پیش کیا گیا جو بکری کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا جسٹھراٹھ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور کسی حلقہ سے انبیاء کی سواریاں باندھیں جاتی تھیں، برتن کو بھی باندھ دیا گیا جسٹھراٹھ مسجد میں تشریف لے گئے جہاں جلالہ نیلہ برساتیں جسٹھراٹھ کے لیے چشمہ براہ تھے جسٹھراٹھ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں سب نے غار ادا کی۔ اس طرح لشکر منہ کا جو عدد روز ازل اور ارج انبیاء سے لیا گیا تھا کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا کی تعمیل ہوئی۔ نال یہ وہ مکتبہ جہاں ہندوؤں کی طرف پرکشش ہوا مختلف طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ساتویں آسمان پر اپنے مقبرہ کریم اور انبیاء حضرت نعل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نعل نے مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند بلند درجہ کے محبت بھرے کلمات سے استقبالی کیا حضرت ابراہیم بیت المقدس سے پشت لگائے بیٹھے تھے جسٹھراٹھ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور مدینہ المنتمی ایک پہنچے جہاں نورانی کی تجلی دکھائی جس کی کیفیت الفاظ کے بیانیوں میں سمجھنا نہیں سکتی۔ عقاب بہت یہاں بھی آشیاں بندھیں جہاں اور آگے بڑھے کہاں تک گئے آگے آگے آگے گئے۔ زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ تعدد فاختہ لکھنا عقاب تو ہیں آدائی وہاں کیا ہوا یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے قرآن نے بتایا ہے کہ قادحی ائی عبدہ ما و حط لا مریدہ سلیمان ندوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

پھر شہر تہذیب و تمدن نے چھوے پردہ اٹھایا اور عظمت گاہ و از میں ہزاروں زبانوں کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت و ناکت بار الفاظ کی تحمل نہیں ہو سکتی خادحی ائی عبدہ ما و حط (سیرت النبی جلد ۳)

اسی مقام قرب اور گوشہ حضرت میں دیگر انعامات تقدیم کے علاوہ کچھ نایاب اور گہنے کا حکم ملا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار بار کھاروب العزت میں تحیف کے لیے التجلیک چنانچہ نماز کی تعداد پانچ کر دی گئی اور نواب کچھاس کا بھی راجہ فرما کر عرش سے محبوب رب العالمین مراجعت فرمائے خدا کا دان ارضی ہوئے ابھی یہاں رات کا سماں تھا۔ ہر سورت کی ناریکی پھیلی ہوئی تھی بیچیدہ سمجھ کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

واقعہ معراج کو آسمانی اجتماع کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ یہ ساق و نیک بڑی طویل ہے۔ اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب و غریب ہے اسی لیے وہ دل جو نور ایمان سے خالی تھا انھوں نے اسے اسلام اور حق اسلام کے خلاف سب بڑا اعتراض قرار دیا کہی ضعیف ایمان لوگوں کے پاؤں ڈگمگائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں یقین کا چراغ صوفیاں تھا انھیں قطعاً کوئی پریشانی اور تذبذب نہیں ہوا لہذا دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائی اور غوغا آرائی سے

وہ متاثر ہوئے بلکہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے بلا جھجک جواب دیا کہ اگر میرے آقاؤں مولائے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے! اہل ایمان کے نزدیک کسی واقعہ کی صحت و عدم صحت کا انحصار اس پر نہیں تھا کہ ان کی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پائیاں کے سامنے کسی چیز کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ ہمارے وضع کیے ہوئے قواعد و ضوابط اس کی قدرت کی بیکراہیوں کو محیط نہیں کر سکتے اور جو اس واقعہ کی خبر دینے والا ہے وہ اتنا سچا ہے کہ اس کی صداقت کے متعلق شک و شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا جب اس نے بتا دیا جس کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس قدرت والے نے ایسا کیا ہے جو عقلی کلی شیئ قدیس ہے تو پھر وہ امکان و عدم امکان کے چکر میں کیوں پڑیں۔ اس لیے جب شب یا اسرائیل کی صبح کو حرم کعبہ میں نبی برحقؐ نے کفار سے یہودیہ کے مجمع میں اس غایت ربانی کا ذکر فرمایا تو لوگ وہ مصطفیٰ میں بٹ گئے بعض نے صاف انکار کر دیا اور بعض نے بلا حشمت و بڑا تسلیم کر لیا یہ اس زمانہ کا لوگ ہے جب یہ واقعہ پیش آیا۔

لیکن آج صورت حال قدرے مختلف ہے۔ ایک گروہ قودی شکیں کا ہے دوسرا گروہ وہی ملحدانوں کا ہے لیکن اب تیسرا گروہ بھی نمودار ہو گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ایمان اس منکر گروہ کی علمی اور مادی برتری کے حلقہٴ جوش میں باور اور حیرت سے بھی ان کا رشتہ ہے۔ بعد اسلام سے رختہ توڑنے پر مضامند ہیں اور نہ اپنے ذہنی مرتبوں کے سرگرمات و نظریات رد کرنے کی جہت رکھتے ہیں۔

ناچار وہ اس واقعہ کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ واقعہ کا نام تو وہ جانتے ہیں لیکن اس کے سارے حسن و جمال پر پانی پھر مانتا ہے اور اس کی معنویت کا عدم ہوجاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس طریقہ کار پر بڑے مطمئن نظر آتے ہیں۔ وہ دل میں یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسلام پر وارد ہونے والا ایک بہت بڑا استرخاض دور کر دیا۔ اس لیے جس مختصر آئینہ نگاہ میں کر ایسے لاکھ خوارم کرت ہیں کہ اگر وہ تعجب کو بالائے طاق رکھ کر ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو اٹھا سکیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور اس کی شانِ کبریاٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور حضورؐ پر موجدات باعثِ تخلیق کائنات سیدنا مولاؑ کو صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول مانتے ہیں ان کے لیے تو واقعہ معراج کی صداقت پر اس آیت کریمہ کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اسی وقت ہر اس آیت جلیلہ کی جملہ تفسیر کی جاتی ہے۔ آیت کا آغاز ”سبحان“ کے کلمہ سے کیا گیا یہ صریح شیعہ تفسیر ہے۔ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے بڑا اور منزہ ہے۔ علامہ تفسیری لکھتے ہیں: ”صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صفت و انتصابہ بفعل مضمر و دل علی التخیل و ما یبلغ من جمیع القباخ الخ الخ یضیع الیہ اعداؤ اللہ۔“

یہی تفسیر معصود کا علم ہے جس طرح عثمانؓ اس کا جملہ کبھی شخص کا علم ہوتا ہے اور یہاں فعل مضمر ہے جو اس کو نصب کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ان کمزوریوں و عیوبوں اور کمزوریوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جن سے کفار اللہ تعالیٰ کو مستہکم کرنے تھے۔ علامہ آدوسی نے حضرت علامہ جیسے حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا تو نقل کیا ہے وہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے

میں نے اس کا حال سنا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے کل سو سو سال پہلے اس کے لیے زمین کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی دھواں نہیں
کے بغیر قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ بطور دلیل ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے محبوب بندے کو
رات کے تھوڑے سے حصہ میں آنا غویل سفر طے کرایا اور اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بتائیں جو ذات
استے غویل سفر کرتے تھے وہ وقت میں طے کر سکتی تھے۔ واقعی اس کی قدرت سب سے پایاں اس کی عظمت بیکراں ہے اور اس کی
کبریائی کے واسطے پر کسی کمزوری اور سبیل کسی کا کوئی درخ نہیں تو جس اھک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سبحانیت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا
ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بڑا اور عظیم نشان اور حیران معقول واقعہ ہوگا۔ اس لیے معراج کا انکار کرنا گویا اللہ تعالیٰ
کی قدرت اور بزرگوئی کی ایک قرآنی دلیل کو منہدم کرنا ہے۔

اسی دن رات کو نیکو کرانے کو کہتے ہیں۔ دنیا پر نیکی تعمیل کرنے کے لیے سفر رات کے وقت ہوا لیکن اس سفر میں ساری رات
ختم نہیں ہوتی بلکہ رات کے ایک تہل حصہ میں برے الطینان اور عافیت سے طے پایا۔ اس کی کافالہ اللہ تعالیٰ ہے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر یہ ہے کہ غلط فہم کی متعدد محبتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بے مثل رفعت شان اور غوریت کو دیکھ کر اتنی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے جس میں عیسائی کی لائے عیسوی کو دیکھ کر مبتلا
ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ غفرتین نے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم باؤ گاؤں و صمدیت میں مقام قیام تو میں ادا دتی ہو
لاؤ ہرے تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا بولنا غفرتین یا محمد۔ اسے سراج احمد دستاں آج میں آجھے کس لقب سے سراج
کروں تو حضور نے جواباً عرض کی بنسبتی ایلاد بالعبودیت۔ بلکہ اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے شرف فرمایا اس لیے اللہ تعالیٰ
نے کس معراج کے وقت اسی لقب کو ذکر فرمایا جو اس کے حبیب کے لیے عودیت فرمایا تھا۔

لے ان کلمات سے اس سفر کی غرض عافیت بیان فرمائی کہ میرے سفر میں نہیں کہ مجھ کو جگہ کرتے ہوئے حضور گئے ہیں اور اسی
محبت سے واپس آ گئے ہیں۔ نہ کچھ دیکھا نہ سنا بلکہ محبت کا سنت کے ہر سفر پر گلشن ہستی کی ہر روشنی پر اللہ تعالیٰ کی قدرت عظمت
علم اور محبت کے جتنے کرشمے تھے۔ سب بے نقاب کر کے اپنے محبوب کو دکھا دیئے۔

اب آپ خود فرمائیے کہ جو معراج کو عالم خواب کا ایک واقعہ کہتے ہیں اس کے نزدیک یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی سلوکیت اور پاکی
کی دلیل کیونکر بن سکتا ہے۔ قرآن کا یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں بلکہ عالم بیداری کا ہے۔ اس پر یہ شبہ
کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ یہ روایا تھا یعنی خواب تھا ارشاد باری ہے تہا جعلننا
الرجل اللہی آیتان لا فتنہ لکنا لکنا یہاں روایا کا لفظ ہے اس کا معنی خواب ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہ خواب آپ کو صرف
اس لیے دکھایا تاکہ لوگوں کی آفات کشی کی جائے۔ جب خود قرآن پاک نے تصریح کر دی کہ یہ خواب تھا تو پھر اس کا انکار کیسے کیا
جاسکتا ہے۔

جو اب عرض ہے کہ اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ اس آیت کا تعلق واقعہ معراج سے ہے ہی نہیں بلکہ کسی دوسرے خواب سے ہے

ہمد اگر اس پر ہی اصرار ہو کہ اس آیت میں معراج کا ہی ذکر ہے تو پھر حضرت ابن عباس کی تصریح کے بعد کمال التباس نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا یہاں ردیلا سے مراد عالم بیداری میں، انھوں سے دیکھنا ہے خلیل ابن عباس جو دوا عین الودھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا سہ ای عربی اندس نے لکھم القرآن میں حضرت ابن عباس کا یہ قول بھی نقل کیا ہے ولو كانت رؤيا ضامها اتعن بها الحق ولا تكل حافله لا يستعمل احد في معنى نفسه فيحقق السنوت ويخلص عن الكيس ويكلمه الرب (احکام القرآن)

یعنی اگر معراج عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے گفتہ میں مبتلا نہ ہوتا۔ اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو دیکھے کہ وہ آسمان کو چرتا ہوا اوپر جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کسی پرہیزگار شخص اور اللہ تعالیٰ نے اس سے گفتگو فرمائی تو ایسے خواب کو کسی ہتھیار و شکار کے قتل و قتل کے واسطے اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔

یہ لوگ حضرت انس کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ واقعہ معراج بیان کرنے کے بعد حضور نے فرمایا تحاربت قطعت دانا فانسجدا المحرام پھر میں منید سے بیدار ہوا اور اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا۔ اس روایت کے متعلق ابن حدیث کے ماہرین کی تصریح ملاحظہ فرمائیے خود کو شہرہ دور پر جاتے گا۔

علامہ آری فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ حضرت انس سے مشرکیت نقل کیے ہیں اور شریک لیس بالمحافظ عنطل المحدث (تذکرہ الحسانی جلد نمبر ۱۵) کہ اہل حدیث کے نزدیک مشرکیت حافظہ حدیث نہیں ہے۔

دوسری روایت تھی: ان هذا اللطاعا شحيث عن انس وكان قد تفسر بالمدح فيقول طرديات الجميع۔ (احکام القرآن لابن عربی)

کہ یہ الفاظ حضرت انس سے صرف مشرکیت کی روایت کیے ہیں لہٰذا حافظہ آخر میں کہہ رہا تھا۔ اس لیے ان کی حدیث کی بجائے ان روایات پر بھروسہ کیا جائے گا جو باقی تمام راویوں نے بیان کی ہیں عجیب بات یہ ہے کہ حضرت انس سے یہ حدیث مشرکیت کے خلاف و مگر ائمہ حدیث ابن شہاب ثابت البنانی اور قتادہ نے بھی روایت کی ہے لیکن ان کی روایات میں یہ الفاظ نہیں و تفسیر حدیث الاسراء من ان جماعۃ من المفاط المعتقدین واللائق بالمدح و دین کا بن شواب و ثابت البنانی وقتلوا فلو مات واحد منهم جعالت به شریک (روح المعانی جلد نمبر ۱۵)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: وقوله في حديث شريك عن انس شحيث فالت فانافي المجمع ممدود في غلطات شريك يعني ان الفاظ شريك کی غلطیوں میں ہوتا ہے۔ اس حدیث کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی استنباط کیا جاتا ہے کہ ان حضرات کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ لیکن محدثین پہلے تو اس قول کی نسبت ان حضرات کی طرف کرنے کو ہی شکوک سمجھتے ہیں۔ اور اگر روایت ثابت ہو بھی جائے تو ان کے قول پر بھروسہ کیا کے ارشادات کو ہی ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت حضرت صدیق توباکل کس بھی نہیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک شہد اسلام ہی نہ ہوئے تھے۔ نیز دین صاحبان کی ایسی ذاتی رائے ہے حضور کا ارشاد نہیں۔ علامہ ابن حبان اس کے متعلق لکھتے ہیں:-

وہمادی عن عائشة وعلیہ السلام انہما لما اظہرا لایحیح وایحیح لایحیح فی ذلک حتی لایہما لعلی شہد اذکذا لصفیر عائشة وکفر عداوتہ ولا ینہما لعلی شہد اذکذا لای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا احد شبابہ عنہ (بکر المیطہ) اسی سلسلہ میں اختلافات سرسید کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا انہوں نے بھی بڑی شد و بد سے معراج کو خواب ثابت کیا ہے اور اس ضمن میں طویل طویل بحث کی ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ مسند قوس اور عیسا کی تفریق کے اقرار ضات سے گھبراتے ہوئے ہیں بلکہ ان کے ذہن میں کچھ ہوئے عین توحید کے تیروں سے اسلام کو ہر قیمت پر بچانا چاہتے ہیں خواہ اس کو خشش میں اسلام کا علیہ ہی کیوں نہ ہو مگر جانتے اور غفلت سے محضوں کا عقیدہ ہی کیوں نہ تزلزل ہر جگہ اور اذکذا لعلی کے تکرار مطلق ہونے کے دلائل و براہین کو ہی کیوں نہ مدم رنگ نہ پڑے۔ آپ اس منہب کے اخلاص کی تعریف کر سکتے ہیں لیکن عواقب و نتائج کے کاغذ سے آپ اس کی تجسین نہیں کر سکتے کیا معراج کا انکار کر کے آپ نفسی کو مصلحت جوئی اسلام بنا لیا ہے۔ کیا آپ کی مہذبت خواہی کہ انہوں نے قبول کیا کہ آپ کے پیش کردہ مائتات اسلام پر اظہار ہر قسم کی چھوڑ دیا ہے ہرگز نہیں تو پھر اس محنت کا کیا حاصل بجز اس کے کہ ان صحیح واقعات کا انکار کر کے اپنے تمام علمی و درشکو شکوک اور شبہات کو دیا جائے۔ ان میں اس طویل مقالہ کا ذکر رہا تھا اس میں حضرت سید نے لکھا ہے کہ با قدر معراج کے متعلق جو احادیث مروی ہیں ایک دوسرے سے ان قدر متضاد اور متناقض ہیں کہ کہ ملاحظہ ایک دوسرے کی تردید لگتی ہیں اور اپنی صحت و اعتبار کو کھو دیتی ہیں۔ منکھات سرسید ص ۴۲۔

لیکن تناقض و تضاد کے جوہر نے انھوں نے ذکر کیے ہیں وہ چرہ انگیز ہیں۔ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ حضور اس وقت طہیم میں تھے دوسری میں ہے کہ بجز میں تھے تیسری میں ہے کہ مسجد حرام میں تھے خدا خود فرماتے کیا ان روایات میں تضاد نام کی کوئی چیز ہے۔ طہیم اور بجز تو ایک جگہ کے مقام ہیں یعنی وہ جگہ جہاں میں کعبہ شریف کا صدر یعنی لیکن جب نیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ گر گیا اور قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنا چاہا تو سوائے کی قلت کی وجہ سے اسے باہر چھوڑ دیا۔ یہ حصہ اعلیٰ ہجرا مسجد حرام میں ہے لیکن روایات میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔

تضاد کی ایک دوسری مثال مختلف آسمانوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چھٹے آسمان کے تعلق ایک حدیث میں ہے۔ ثم صعد علی السماء السابعة فاذا هو سرف۔ پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں بڑی علیہ السلام کو پایا۔ دوسری حدیث میں تو فرماتے ہیں انی السماء السابعة فاذا انا بمحرفا عند بابی وددعالی پھر میں چھٹے آسمان کی طرف اڑا لایا گیا۔ وہاں میں نے روشنی کو پایا انھوں نے مجھے ہر جگہ اندیرے لے کر ایک تیسری حدیث میں القلب جاؤ ذت فیک جب میں آگے بڑھا تو کوئی علیہ السلام پڑھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ احادیث کے ان کلمات میں کوئی تضاد ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ بعض روایات ایسی ہیں جن میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس کے متعلق خود علما نے تصریح کی ہے اور جو حدیث زیادہ صحیح اور قوی تھی اس کو خود توحید و وحدی ہے۔ جو تضاد و متضاد ہے وہ تو یہ ہے کہ دونوں روایتیں ایک جہاں ہیں کی ہوں کسی کو کسی پر ترجیح ہی نہ دی جاسکتی ہوا وہ ان کو کچھ بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔ یہ حال بیان ان کے کہ لوگوں کو شبہات کا مائل مذکر ہے جو کسی نہ کسی طرح دلائل تقلید کا سہارا لے کر جہاں جہاں معراج کا انکار کرتے ہیں۔

اب خدا ان حضرات کے ارشادات کی طرف توجہ فرمائیے جو مروج اور دیگر معجزات کا اس لیے انکار کرتے ہیں کہ یہ خلاف عقل ہیں۔ ان لوگوں کا دعوہ ہے کہ کائنات کا یہ نظام اس میں ہے کہ عدل اور انصاف اور وفایت کے بل بوتے پر ترتیب اور یکسانیت اس میں برپا ہے۔ عادل ہے کہ یہ نظام خدقائین اور ضوابط کے مطابق عمل پیرا ہے۔ جنہیں قوانین فطرت (Laws of Nature) کہا جاتا ہے اور فطرت کے قانون (Law) میں ہیں۔ ان میں رد و بدل ممکن نہیں۔ ورنہ کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس لیے عقل سمجھتی نہیں کہ کسی کی فکر و عروج بھی ایک معجزہ ہے۔ اس لیے یہ بھی عقلاً محال ہے۔ اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ علماء اسلام نے معجزہ کی جو تعریف کی ہے وہ یہ نہیں کہ معجزہ وہ ہوتا ہے جو قوانین فطرت کے خلاف ہو اور فطرت کی قدرت سے برسرِ کار ہو بلکہ معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ "الایمان بما عدا خلق طاعة بقصدہم بیان صدق من ادعی انہ رسول اللہ والمسامرة وفق یہا من کتاب العقائد" یعنی وہی رسالت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے کسی ایسے امر کا ظہور ہے جو عادت کے خلاف ہو۔ معجزہ کہتے ہیں۔ یہ تعریف نہیں کی گئی کہ معجزہ وہ ہے جو قوانین فطرت اور فرائض قدرت کے خلاف ہو۔ ان لوگوں کا اعتراض تو یہ تھا کہ قابلِ التفات ہوتا ہے جب معجزہ کو فرائض قدرت کے خلاف مانا جائے ہو سکتا ہے کہ یہ معجزات قوانین فطرت کے مطابق ہی مدینہ ہوئے ہوں لیکن باجماع تک وہ قوانین فطرت ہمارے اور ان کی سرحد سے ماوراء ہونے کوئی کڑا فطرت کے تمام قوانین کے بغیر ہونے کے لیے اور فطرت انسانی نے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔ انتہائی مستحکم خیر اور غیر معقول ہے۔ آج تک کسی فلسفی یا سائنسدان نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا۔

یہ قوانین فطرت کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ ال اور غیر متغیر ہیں یہ بھی ناقابلِ تسلیم ہے۔ یہ خیال تب قابلِ تسلیم ہوتا جب ان قوانین کو ہر قسم کے نقص اور عیب سے مبرا سمجھا جائے اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ اختیار کیا جائے کہ اس کائنات کی آرائش و زیبائش کے لیے یہی قوانین کفایت کرتے ہیں لیکن باجماع فطرت کے نزدیک یہ خیال محض نظر ہے۔ چنانچہ انسانی فکر پر یا برائیاں یا اچائیاں کے متعلق فکر نے معجزہ (Miracle) پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

IT IS AN UNWARRANTED IDEALISM AND OPTIMISM WHICH FINDS THE COURSE OF NATURE SO WISE AND SO GOOD THAT ANY CHANGE IN IT MUST BE REGARDED AS INCREDIBLE EVIL. BR. V. 15 P. 586

یعنی یہ ایک غیر معقول تصور اور خوش فہمی ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ فطرت کا طریق کار اس قدر مستحکم اور بہترین ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں۔ اس کے علاوہ یہ دعویٰ بھی کر دیتا ہے کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ منکر ہیں تو آپ سے معجزات کے متعلق بحث بحث اور قبل از وقت ہے۔ پہلے آپ کو وجود خداوندی کا قائل کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد معجزہ کے اثبات کا مناسب وقت آئے گا اور اگر آپ وجود خداوندی کے قائل نہیں ہیں لیکن آپ کا تصور یہ ہے کہ خدا اور فطرت (Nature) ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا آپ خدا کو ذاتی کائنات تو مانتے ہیں لیکن یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس کا اب اپنی پیدا کردہ دنیا میں کوئی عقل و عمل نہیں اور وہ اس میں کسی طرح کا تصرف نہیں کر سکتا بلکہ الگ الگ تھوڑے جگہ پر ایک ایسے ہیسٹامائی

کی طرح کائنات کے ہر جگہ اس نے غیر مشترک خاصہ فی سے دیکھ رہا ہے اور کچھ کر نہیں سکتا تو پھر مجبوز کے اس جگہ کی وجہ سے ہو سکتی ہے لیکن اگر آپ ذاتِ خداوندی کے قائل ہیں اور اسے خالقِ مانتے کے ساتھ ساتھ خداوندِ مطلق اور مدبرِ با اختیار بھی تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ کوئی چیز اس کے اذن کے بغیر حشر تک نہیں کر سکتا تو پھر آپ کا فو امیں فطرت کو غیر متغیر یقین کرنا اور اس بنیاد پر معجزات کا انکار کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عام معمول یہ ہے کہ وہ علت و معلول اور سبب و مسبب کے تسلسل کو قائم رکھتا ہے اور مجبوز مجبوز کے وقت اس نے اپنی قدرت اور حکمت کے پیش نظر خلافتِ معمولی اس تسلسل کو نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ وہ ایک با اختیار مدبّر ہے جو جب چاہے اپنے معمول کو بدل دے۔ ایک شخص کی سالہا سال کی عادت یہ ہے کہ وہ رات کو دس بجے روڑا نہ توڑتا ہے اور صبح چار بجے بیدار ہوتا ہے۔ اگر کسی روز آپ ایکس ساری رات جگمگتے رہتے دیکھیں تو آپ اس شاذ و نادر کا انکار نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہہ سکتے ہیں کہ آج خلافتِ معمولی عقلِ صاحبِ رات بھر چلے گئے۔ یہ ہے اسی طرح ان قوانینِ فطرت کو عادتِ خداوندی اور معمولِ ربانی سمجھنا چاہیے اور کسی چیز کا خلاف معمول وقوع پذیر ہونا قطعاً اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

THE LAWS OF NATURE MAY BE REGARDED AS HABITS OF THE DIVINE ACTIVITY AND MIRACLES AS UNUSUAL ACTS WHICH WHILE CONSISTENT WITH DIVINE CHARACTER, MARK A NEW STAGE IN THE FULFILLMENT OF THE PURPOSE

(OF GOD. ENCY. BRIT. 1956) یعنی تو ان فطرت کو ہم عادتِ خداوندی کہہ سکتے ہیں۔ معجزات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے پیش نظر خلافتِ عادت ایسا کیا ہے اور یہ قطعاً ناروا نہیں مگر بنی فلاسفہ میں سے مورم (DAVID HUME) نے معجزات پر بحث کی ہے اور بڑی شدت سے اس کا انکار کیا ہے۔ اپنے وقت کو ثابت کرنے کے لیے جو طریقہ اس نے اختیار کیا ہے وہ قریباً طلب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ عالم ایک مخصوص نتیجہ اور تین انداز کے مطابق چل رہا ہے اور معجزات جلد سے تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف دو پذیر ہو کر ہیں۔ اس لیے اگر مجبوز کو ثابت کرنے کے لیے ہم اسے پاس جو دلائل ہیں وہ تجربہ اور مشاہدہ کے دلائل و براہین سے جب تک نہیاں قوی اور مضبوط نہ ہوں۔ اس وقت تک ہم مجبوز کو تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ قہرِ مجبوز کے لیے اسے دلائل و براہین موجود نہیں اس لیے مغلطہ مجبوز کا اسکا تسلیم کرنے کے باوجود ہم ان کے وقوع کو تسلیم نہیں کر سکتے لہذا انکی کو پہلیا کا ستارہ نگار سریم کی اس نظر پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم تعالیٰ کا خدا مانتے کے لیے تیار نہیں کہ معجزات تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ کیونکہ تجربات سے تعالیٰ مراد کیا ہے۔ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مجبوز تمام تجربات کے خلاف ہوتا ہے تو آپ کا یہ قاعدہ کلیہ محتاجِ دلیل ہے۔ پہلا یہ تو ثابت کریں کہ آپ نے تمام تجربات کا احاطہ کر لیا ہے۔ پھر آپ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ مجبوز ان تمام تجربات کے خلاف ہے جب تک آپ اپنی دلیل کی حکمت ثابت نہیں کر سکتے۔ اس وقت تک آپ کی دلیل قابلِ قبول نہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ تجربہ سے مراد تجربات عام ہیں یعنی مجبوز تجربات عام کے خلاف ہے تو پھر اس سے تو قطعاً اتنا ہی ثابت ہوا کہ مجبوز عام تجربات اور

مسموالت کے خلاف ہے تمام تجربات مشاہدات کے مخالف ہونا تو لازم نہ آیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تجربہ کسی تجربہ کے مطابق ہو لیکن تجربہ آپ کے فہم کی رسائی سے ابھی بند ہو۔ (انسائیکلو پیڈیا جلد نمبر ۱۵ ص ۱۵۸)

THIS PHRASE ITSELF (THAT MIRACLE IS CONTRARY TO EXPERIENCE) IS A PLEA POINTED OUT. AMBIGUOUS IF IT MEANS ALL EXPERIENCE IT ASSUMES THE POINT TO BE PROVED, IF IT MEANS ONLY COMMON EXPERIENCE THEN IT SIMPLY ASSERTS THAT THE MIRACLE IS UNUSUAL. ATRUISM (ENCY BRIVIS P. 586)

اسناد احمد امین صہری ہومیوم کے فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہومیوم نے اپنے ایک مقالہ (OF MIRACLE) میں معجزات پر بحث کی ہے اور بڑی کوشش سے ان کا بطلان ثابت کیا ہے اس میں اس نے لکھا ہے کہ گیارہ معجزات ہمارے تجربہ کے خلاف ہیں اس لیے ناقابل تسلیم ہیں دراصل وہ صرف لکھتے ہیں کہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم ہومیوم سے دو چیزیں کو ایک طرف تو تھارایہ وحی کی علت و معلول اور سبب و مسبب کی حقیقت الامر سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہم بار بار مشاہدہ کرتے آتے ہیں کہ ایسا ہر توہین ہو جاتا ہے اس لیے ہم نے ایک چیز کو دوسری چیز کی علت فرض کر دیا مالا مال حقیقت میں اس کا علت ہونا ضروری نہیں اور دوسری طرف ہم معجزہ کا انکار اس اساس پر کرتے ہو کہ یہ مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے جب تھا کہ نزدیکی علت اور معلولیت کا کوئی قانون ہی نہیں ہے چیز غیر تحقیق علت وقوع پذیر ہو رہی ہے اور کسی چیز کے ساتھ ربط نہیں تو پھر اگر معجزہ کا وقوع ہوا جس کی ہم تعلیل کرنے سے قاصر ہیں تو کوئی قیامت ہو گئی۔ پہلے بھی عقبنی چیزیں سرخسہ و جہد میں آئیں وہ علت حقیقیہ کے بغیر وجود نہیں اور یہ امر بھی بغیر علت کے ظاہر ہوا پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک کو تو ہم تسلیم کرتے ہوا دوسرے کے انکار میں ہم اتنا اقلو کرتے ہو کہ تعلیم اپنے فلسفہ کی بنیاد بھی سرے سے واضح ہو گئی ہے۔ (فلسفہ احمدیہ ج ۱ ص ۱۲۵)

اور بعض صاحبان نے اپنے جذبہ بحث کو یہ چھلک دے کر سلا دیا کہ ان واقعات کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ معجزات جنس حقیقت مندول کے جوش حقیقت کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ انھوں نے محمل اور عادی واقعات کو مبالغہ آمیزی سے اس طرح بیان کیا کہ انھیں غرق عادت بنا کر رکھ دیا۔ جو لوگ حقیقت کو بھڑکی خوار زور وادویں ہیں آبلہ بانی کی زحمت برداشت نہ کرنا چاہتے ہوں ان کے لیے غمخوار اور آسان ترین اس طریقہ کا ہے۔ لیکن کیا یہ کسی شکل کا مل ہے کیا اس سے کوئی عقدہ یا لعل نکل سکتا ہے یہ غرض طلب ہے۔

آخر میں ہم ایک اہم مقالہ کی طرف اشارہ کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں جناب محترم مرتبہ احمدیہ نے ایک مستقل مقالہ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ اس وقت تک معجزہ نہیں ہو سکتا جب تک وہ قوانین قدرت کے خلاف نہ ہو کیونکہ اگر کوئی قانون قدرت کے مطابق ہو گا تو اس کا انحراف کسی یا دوسرے سے بھی ہو سکتا ہے اس لیے معجزہ کا خلاف قانون ہونا ضروری ہے۔ قوانین قدرت اعلیٰ میں ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا ورتہ بدل کا رد ہونا قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ انھیں قرآن میں بار بار تصریح کی گئی ہے کہ قوانین قدرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ معجزہ کا

هُوَ الشَّيْءُ الْبَصِيرُ ۝۱۰۱ وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى

بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا اور وہی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا ہم نے اس کتاب کو وقوع باطل ہے۔

آپ نے سید محترم کا استدلال ملاحظہ فرمایا، انھوں نے مجھ کو کئی من گھڑت تعریف کر کے مجھ کا بطلان کیا ہے۔ حالانکہ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ علیؑ نے اسلام نے مجھ کو یہ تعریف نہیں کی کہ وہ قوانین فطرت کے خلاف ہو بلکہ مجھ وہ ہے جو خدا کی عادت پر نیز معجزات کو قوانین فطرت کے خلاف دیکھنے کا دعویٰ تو تب درست ہو سکتا جب کہ پہلے تمام قوانین فطرت اور زمین الہیہ کا احاطہ کرنے کے بعد نہ کو کوئی ثابت کرے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اور جو یقیناً ثابت نہیں تو پھر معجزات کو سننے الہیہ کے خلاف قرار دینا سراسر لغو ہے۔

بہر حال جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اس کے قادر مطلق ہونے کو تسلیم کرنا ہے اور یہ ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیس تاشائی کی طرح اس ہنگامہ نشین و مشرک و کافر سے بڑھا ہوا دیکھ نہیں رہا بلکہ اس کے حکم اس کی حکیمانہ تدبیر اور اس کے اذن سے نبض سستی و غور غرام سے اسے قطعاً ایسے معجزات کے بعد سے میں شک نہیں ہونا چاہیے جو صحیح اور قابلِ ذوق و ذلیلہ سے ثابت ہو چکے ہوں۔

قرآن کریم میں حضور رسوہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم ترین معجزہ معراج کو جس مخصوص اسلوب سے بیان کیا گیا ہے اس میں خود کرنے کے بعد عقل سلیم کو بلا جو بد چرما بنا چکا ہے کہ یہ واقعہ جس طرح آیات قرآنی اور احادیث میں مذکور ہے وہ سچ ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

نکات واقعہ معراج کی اہمیت صرف اسی قدر نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین و آسمان بلکہ ان سے بھی ماورائی قدرت و کبریائی کی آیات و نجات کا شہادہ کرایا بلکہ اس میں تمہیداً اہل اسلام کے لیے بھی ایک مزید ہے کہ شیعہ غم جو کہ شہداء پر نہ والی ہے، تمہارا آفتاب اقبال ابھی طلوع ہوا چاہتا ہے مشرق و غرب میں تمہاری سلطنت کا لڑکا کھینچے گا۔ لیکن سند اقتدار پر چٹان ہونے کے بعد اپنے پروردگار کو فراموش نہ کرنا۔ اس کی یاد اور اس کے ذکر میں غفلت سے کام نہ لینا اور اگر تم نے ذیہ حکومت سے بدست ہو کر نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کی تو پھر ان کے ہر ناک تلاج سے تمہیں دو چار ہونا پڑے گا۔ دیکھو تم سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے فرعون کی غلامی اور ظلم و ستم سے نجات دی پھر اعرام کو ان کے لیے پایاب کیا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے جابر دشمن کو سمندر کی موجیں خس و خاشاک کی طرح ہلے گئیں۔ لیکن جب انھیں عزت و وقار بخشا گیا تو وہ اپنے مالک حقیقی کے احکام سے سرسالی کرنے لگے اور اس کے انعامات کا شکر یاد کر نہ سکے۔ جیسے انھوں نے نافرمانی اور ناسمجہ گزاری کو اپنا شعار بنالیا تو ہم نے ان پر ایسے سنگدل دشمن مسلط کر دیے جنھوں نے ان کو تباہ و برباد کر کے دکھ دیا اور ان کے مقدس شہر کی اینٹ سے اینٹ بکادی۔ اسی

لَبَنِي إِسْرَءِيلَ أَلا تَتَّقُونَ دُونِي وَكَيْلًا ذُرِّيَّتِي مَنْ

امشہدایت بنی اسرائیل کے لئے (اس میں) میں نے تم کو (اپنا) کارساز - اسے ان لوگوں کی اولاد

حَمَلْنَا مَعَهُ نُوحًا إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي

جن میں ہم نے (کشتی میں) سوار کر دیا نوحؑ کیساتھ - ایک شکور بندہ تھا اسے اور ہم نے اس کو دیا تھا

إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لِنَقُصِدَنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَنَعْلُنَ

اسرائیل کو مجھے کتاب میں کہ تم سرحد بنادو - بڑا کرو گے زمین میں دو مرتبہ (اور تم) (حکام الہی سے)

عبرت آموزی کے لیے واقعہ حراج کے بعد بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا۔

اس کے کتاب مراد تو قرآن ہے اس کے نقل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل اس کے حکام کی پابندی کریں اور اپنی زندگی کو اس شریعت کے سانچہ میں ڈھال دیں جس کا تفصیلی بیان اس کتاب مقدس میں کیا گیا ہے۔ ان تمام احکام سے اہم ترین حکم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھیں اور ہر معاملہ میں بھی کوئی پناہ کارساز نہیں سمجھیں۔ وکیل اس کارساز یعنی کوستے ہیں جس کے سپرد پورے تمام امور کر دیئے جائیں۔ مجاہد قاس کا معنی خیرکس کیا ہے مثال جاعدا لکھنے معنای فی هذا الموضع المشہدیت (طبری ص ۱۱۱) اس آیت میں خبر کوستے سے معلوم ہوتا ہے کہ توراہ سار جہاں پہنچے صحیفہ بنائیں ان کی مٹی بکھری صرف بنی اسرائیل کے لیے ایک محدود وقت تک اس میں سامانِ ہدایت تھا لہذا ان کے لیے ہر چیز کا ذکر فرمایا۔

یہاں جوت نہاد مذکور ہے۔ چل میں ہے یا ذریعہ منجبت یعنی اسے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے سفید لوح میں پناہ دی اور طوفان کی تباہ کاریوں سے بچایا تھا اس احسانِ عظیم کو فراموش نہ کرو تم اس مروجہ اندیش کی اولاد سے ہر جہر وقت اپنے ملک و خالی کا شکر یاواں کر رہنا تھا اور جس کا ایک سانس بھی اپنے رب کی ناشکری میں نہیں گزرا۔ اس شکر گزار بندہ کے فرزند ہو کر اگر تم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرو تو بڑی شرم کی بات ہے۔

تہ حضرت نوحؑ کو اس عظیم لقب سرورِ کونے کی وجہ سے کہ آپ پانی کا ایک گوند نہایت بڑا ایک لقمہ بھی سند میں ڈالتے یا کوئی نیا کپڑا پہنتے تو دل اور زبان سے اپنے ختمِ حقیقی کا شکر بیان کرتا تھا انا العاقب سے لاکر تہ الحمد للہ الذی اطلع منی و لوشام لا تباہنا الحمد للہ الذی استغانی و لوشام لا ظفائی الحمد للہ الذی کسان و لوشام لا عذاب یعنی سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور اگر وہ چاہتا تو وہ مجھے بھوکا رکھتا سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے پانی پلایا اور اگر وہ چاہتا تو وہ مجھے پیاسا رکھتا سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے کپڑا پہنایا۔ اور اگر وہ چاہتا تو مجھے نکال رکھتا۔

شعبہ خلا سربراہی نے قضینا کا معنی اعلیٰ علما و اخیانہ کا کھیل ہے یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ان عبادت
بے پایاں کے باوجود تم آوازِ فتنہ و فساد ہو گے۔ دنیا تمہارے نظام سے بچنے لگے گی اور تم عقیدہ توحید سے بھی برگشتہ ہو جاؤ گے
اس کی پاداش میں تمہیں درخشاں عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا و لعل علیہ اکبر۔ ایدہا میں فسادات کی
طرح لام قسم کے لیے ہے۔ یکسر فتنہ و فساد و سرکشی اور انجالت تمام معانی اس جملہ میں آگئے اور انا لشکب و البغی والظفیان
والاستطالہ والعدوان (قرطبی)

آئین میں اس قرآنی دعویٰ کے متبادر و شواہد و جواہر میں جن میں سے چند ایک پیشِ خدمت ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شہادت
کی تبلیغ اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم نے سرکشی کی تو تم پر سخت
عذاب آئے گا۔

اور میں تمہاری پرستش کے بلند مقاموں کو احادیث و احادیث کی سحر کی سرکشی کو کاٹ ڈالوں گا لعل تعالیٰ لاشیں
تھاڑے شکستہ تمہیں ہر حال بد نگاہ و بدینہ و بدی کو تم سے نفرت ہو جائے گی اور میں تمہارے شہروں کو ویرانی کر ڈالوں گا اور
تمہارے مندر سے تمہارا آواز نہ بنے گا۔ اور میں تمہیں غیر قوموں میں پراگندہ کر دے گا (اسلام آباد ۲۶،
آیات ۳۱، ۳۲، ۳۳)

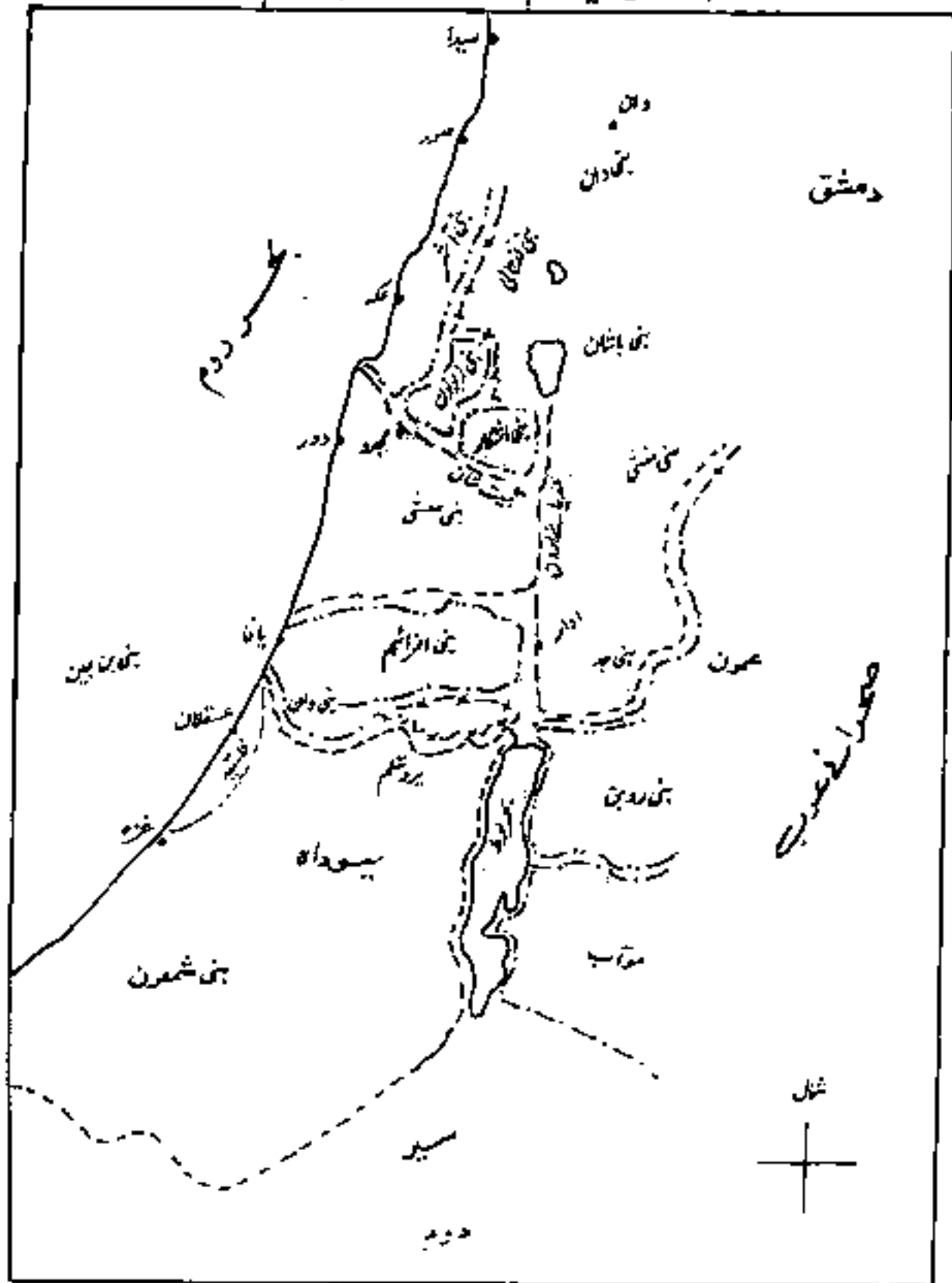
اسی کتاب اجداد کی چھتیسویں آیت میں ہے۔

”اور جو تم سے بچ جائیں گے اور اپنے دشمنوں کے گلوں میں ہوں گے۔ ان کے دل کے اندر میں بے ہوشی پیدا کر دوں گا
اور اڑاؤں چلنے پھرنے کی آواز ان کو نہ کر دے گی۔“ کتاب استغفار کے باب ۲۸ کی آیات ۲۴، ۲۵، ۲۶ ملاحظہ ہوں۔

”خداوند دور سے جگہ زمین کے کلوے سے ایک قوم کو تجھ پر چڑھا لائے گا جیسے عذاب ٹوٹ کر آئے۔ اس قوم کی
زبان بکھڑ نہیں سمجھے گا اس قوم کے لوگ ترش و دہرے۔ جوڑ بھولوں کا لحاظ کرینگے۔ جو انوں پر ترس کھائیں گے۔“ اسی کتاب
کے باب ۳۱۔ آیت ۲۸ میں ان کے نافرمان بننے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

”اس لیے کہ جب میں اُن کو اس ملک میں رہنے کی قسم تیں نے ان کے باپ واد سے کہا کہ اُنہاں دو دروازے بند ہوتا
ہے پہنچاؤں گا اور وہ غریب کھانا کھائیں گے۔ جب وہ اُنہاں کے دروازوں کی طرف پھر جائیں گے اور ان کی عبادت کریں گے
اور مجھے حقیر جانیں گے اور میرے عہد کو توڑ ڈالیں گے۔“ کتاب استغفار باب ۳۱۔ آیت ۲۰

موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء تشریف لائے انہوں نے بڑے اثر انگیز پیرایہ میں انہیں آئے وائے عذاب
سے ڈرایا حضرت یسایہ کا صحیفہ اسی قسم کی تردید بات سے لبریز ہے حضرت یرمیاہ نبی کے لہجہ میں جو درد و سوز ہے
اپنی قوم پر آنے والی تباہی سے جس طرح وہ بے بسی اور اضطراب میں اور اسفندلی کا سیل و دواں جس طرح اُن کی آنکھوں سے
باری ہے۔ وہ اس بات کی ضمانتی کر رہا ہے کہ اس خوفناک ہلاکت و بربادی کا وقت قریب آچکا ہے۔ ان کی اباؤں کی نذر
کے باوجود یہ قوم اسرائیل گمراہی سے باز نہ آئی تو بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔



”خداوند فرماتا ہے: پہاڑوں کی طرف اپنی آنکھیں اٹھاؤ اور دیکھ کر کسی جگہ ہے جہاں تو نے بدکاری نہیں کی۔۔۔۔۔ تو نے اپنی بدکاری اور شرارت سے زمین کو ناپاک کیا۔۔۔۔۔ خداوند نے مجھ سے فرمایا کیا تو نے دیکھا برگشتہ اسرائیل نے کیا کیا ہے۔ وہ ہر ایک کو اپنے پہاڑ پر اور ہر ایک ہرے وزعت کے نیچے گئی اور وہاں بدکاری کی اور اس کی بیٹے ناہس ہو کر اپنے حال دیکھا۔۔۔۔۔ وہ بھی بڑی جگہ اُس نے بھی جا کر بدکاری کی اور ایسا ہوا کہ اس نے اپنی بدکاری کی برائی سے زمین کو ناپاک کیا اور پتھر اور رکڑی کے ساتھ نہ ناکاری کی۔“ (کتاب یرمیاہ باب ۲۲ آیت ۷-۱۰) (۹۰۸)

اسی کتاب لا باب ۴۴ آیت ۱۲ ملاحظہ ہو۔

”دیکھو گمشدگی کی طرح چڑھ آئے گا۔ اس کے رتھ گرد باؤ کی مانند اور اس کے گھوڑے عتایل سے تیز تر ہیں۔ ہم پر افسوس کہ ہاتھ ہم غارت ہو گئے۔“

باب ۵ کی مندرجہ ذیل آیات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

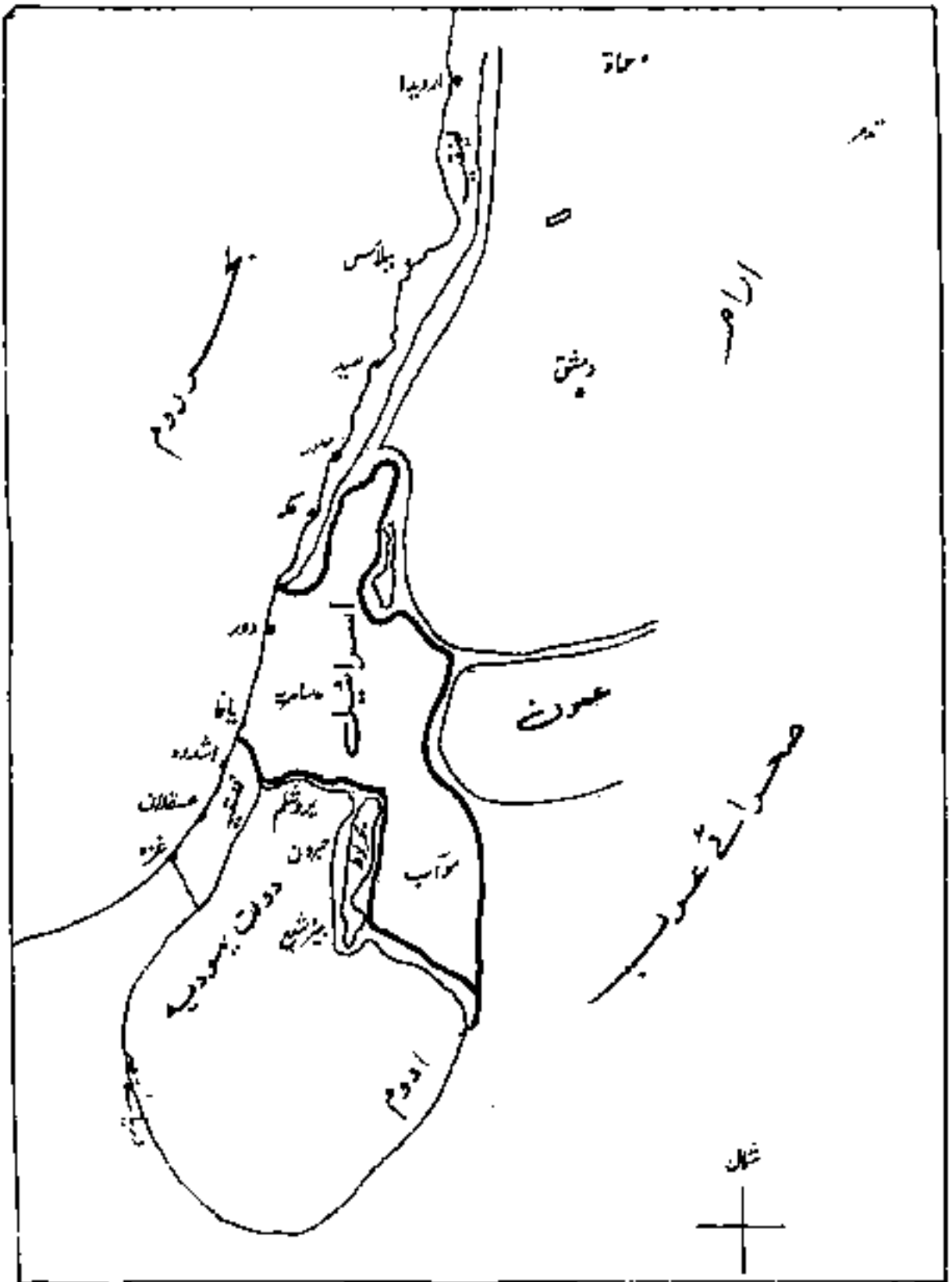
”میں تجھے کیونکر صاف کر دوں، تیرے قرضہوں نے تجھے کو پیوڑا اور ان کی قسم کھائی جو خدا نہیں ہیں، جب میں نے اُبی کو سیر کیا تو انھوں نے بدکاری کی اور پرے سے باندھ کر قید خانوں میں اکٹھے ہوئے۔ حد بیٹ بھرے گھوڑوں کی مانند ہو گئے۔ ہر ایک جیسے وقت اپنے چڑوسی کی سوری پر بٹھنا لگا خداوند فرماتا ہے کہ کیا میں ان باتوں کے لیے سزا نہ دوں گا اور کیا میری درج ایسی قوم سے انتقام نہ لے گی؟“ (آیات ۷-۱۰) (۹۱۸)

”اے اسرائیل کے گھرانے دیکھ میں ایک قوم کو دیکھو جو چڑچڑاہٹ کا خداوند فرماتا ہے اور زبردست قوم ہے۔ وہ قدیم قوم ہے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا۔ ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں۔ وہ سب ہمارے مرد ہیں۔“ (آیات ۱۵-۱۶) (۱۰۱۸)

”کیونکہ رب الافواج میں فرمان ہے کہ درخت کاٹ ڈالو اور یروشلم کے مقابل دھمباندھو۔ یہ شہر مزار کا سزاوار ہے اس میں ظلم ہی ظلم ہے جس طرح بانی چشم سے پھوٹ نکلتا ہے اسی طرح شرارت اس سے جاری ہے ظلم اور ظلم کی صدا اس میں سنی جاتی ہے۔ ہر دم میرے سامنے ٹوٹا ہوا اور زخم ہیں۔ اے یروشلم تیرے پیروں پر تانہ ہو کر میرا دل تجھ سے ہٹ جائے نہ ہو کہ میں تجھے دیران اور شیرازہ زمین بنادوں۔“ (باب ۶-۷ آیات ۱۶-۱۷) (۸۱۷)

”خداوند میں فرماتا ہے کہ دیکھ شمال ملک سے ایک گروہ آتا ہے اور اترنے زمین سے ایک بڑی قوم پرانجھوتہ کی جاسکتی ہے۔ وہ تیرا خداوند نیزہ باز ہیں۔ وہ سنگدل اور بے رحم ہیں۔ ان کے نعروں کی صدا سمندر کی سی ہے۔“ (آیات ۲۱-۲۲) (۱۳۱۷)

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ وقت کے ساتھ بنی اسرائیل نے شریعت موسوی سے اپنا رشتہ بالکل منقطع کر لیا تھا۔ احکام الہی کی پابندی، اخلاقی کی بلندی، معاملات میں دیانت و صداقت جس کی تعلیم حضرت عیسیٰ نے انھیں دی تھی اور جبکہ اہم عقیدہ توحید جو حضرت موسیٰ کی پشت کا مقصد اولین تھا۔ ان تمام امور کا انھوں نے تحیر فراموش کر دیا تھا اور ایک توحید پرست قوم کا ایک صاحب کتاب رسول کی امت کا اتنی بلندی سے اتنی پستی میں گرنے کا سبب معلوم



عُلُوًّا كَبِيرًا ① فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا

بڑی سرکشی کر دے۔ پس جب آگیا پہلا وعدہ ان دونوں وعدوں سے تو ہم نے تمہاری سرکوشی کے لیے بھیجے اپنے پیغمبر

أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ②

جو بڑے کرخت (اور سخت) تھے۔ پس وہ گھس گئے (تمہاری) آبادیوں میں اور جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا وہ پورا ہو کر رہنا تھا

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَ

پھر ہم نے تمہاری فوجوں سے حق میں زمانہ کی گردش کو جو تمہیں پہلے ہار دیا تھا اور تمہیں لڑنے کی توفیق دی تھی مال سے، بیٹوں سے اور

جَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ③ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ

بنادیا تمہیں کثیر تعداد کے۔ اگر تم اچھے کام کر گے تو تمہیں لافائدہ نہیں ہی پہنچے گا۔

نمایا میں ان کو غلاموں کی حیثیت سے جس طرح تسلیم کر دیا گیا کہ کبھی یہ تمہیں ہونے کا خواب بھی نہ دیکھ سکیں۔ اس طرح پہلے فساد اور اس کی
پاداش میں ان کی کھل برابری کی پیشگوئیاں جو ان کے اہل بیت کے لیے تھیں پوری ہوئیں۔ اس آیت شکر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ
کیا گیا ہے۔

شعہ چاروں مجبوراً طلبا تھا۔ باستفسار جاسوا خلال الدیاراتی تصطوفا و تشدد و ابدینھا (معنات) یعنی وہ ان کے شہروں
میں گھس گئے اور وہاں خوب لوٹے ماہو کن۔

۱۔ بخت نصر کی موت کے بعد حالات نے چٹا کھایا اور بابل کی سلطنت زوال پذیر ہوئی، سیرس دوم شاہ فارس (Cyrus II)
جسے بائبل میں خورس کہا گیا ہے نے یوڈیا اور بابل پر ۵۳۹ ق م قبل مسیح حکم کیا اور اس کو فتح کر لیا۔ سیرس پہلے اس نے یہود کی
سلطنت کو بحال کرنے اور یروشلم کے سیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے کا فریضہ صادر کیا۔ بے شک یہودی جو بابل میں جلا وطنی کی ذیل زندگی
بسر کر رہے تھے انھیں فلسطین واپس جانے کی اجازت دی۔ چنانچہ کتاب عزرا میں مرقوم ہے۔

”اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے سال میں اس لیے کنڈاؤ کا حکم جو یہودی زبان کی زبان اور تورات اور خداوند نے
شاہ فارس خورس کا دل ابھارا۔ سراس نے اپنی تمام حکومت میں شادی کرانی اور اس منہوں کا زبان بھی کھا کر شاہ فارس خورس کو
فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی سب ملکیتیں مجھے بخشی ہیں اور مجھے تاکید کی ہے کہ میں جو یہود و میں جسے اس
کے لیے ایک سکھ بناؤں۔ پس تمہارے درمیان جو کوئی اس کی ساری قوم میں سے ہو اس کا خدا اس کے ساتھ ہو اور وہ یروشلم کو
جو یہود میں ہے جانے اور خداوند اس کو قبل کے خدا کا گھر جو یروشلم میں ہے بنائے۔“ (باب ۱: آیت ۳۰-۲۱)

وَلَا اَسْأَلُكُمْ فَلَها فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْءَ اَوْجُوْهُكُمْ

اور اگر تم ہرانی کر رہے ہو تو اس کی سزا بھی تمہارے نفسوں کو ملے گی۔ پس جب آگیا وہ سزا وہ تو اور ظالم بن کر پہنچا لیتے تھے تاکہ تمہارا منہ بنا دیں

وَلَيْدُ خُلُوْا الْمَسِيْحَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا

تمہارے چہروں کو اور تاکہ وہ لوگوں کو دیکھیں جو پہلے جیسے داخل ہوئے تھے اس میں پہلی مرتبہ تاکہ تمہارا منہ برباد کر کے رکھ دیں تاکہ جس پر

بنی اسرائیل کے مخالفین طویل جلا وطنی کے بعد فلسطین واپس پہنچے اور انہوں نے یسوع کی تعمیری شریعت کی تو وہاں کی عیسائی آبادی نے مزاحمت کی لیکن جب دارا اولیٰ (د ۵۰۰ ق م) فارس کا بادشاہ بنا تو اس نے عیسیٰ بنی اور ذریابنی کے اسماء پر فرمان صادر کیا کہ مذہب شدہ یسوعی فلسطینی کے مقام پر فوراً و سربراہ یسوعی تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ شاہ قبل مسیح میں اس یسوعی کی تعمیر کا کام ختم ہوا۔

اس کے باوجود مسیح قبل مسیح تک وہاں کے حالات بنی اسرائیل کے لیے تشویشناک ہی بنے رہے۔ یہاں تک کہ کئی کئی کوششوں کے بعد قبل مسیح میں شاہ فارس کے حکم سے ایک وفد یسوعی بھیجا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دین کی محسوس کی ترمیم اور تفسیر کا کام سپرد کیا گیا۔ آپ نے یسوعی کو اپنی مساعی جمیلہ سے سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ اصلاحی فضا اور تربیت اخلاق کی نعمت سے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو بہرہ مند کیا۔ اس طرح عہد الم کے ایک طویل دور کا خاتمہ ہوا اور بنی اسرائیل کو دین کا سائنس لینا نصیب ہوا۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا صفحات ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، جلد ۱۴)

بائبل میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ شاہ فارس اذرتشت شاس نے حضرت عیسیٰ کو یسوعی کو روانہ کرنے وقت ان الفاظ سے اذرتشت لکھی۔

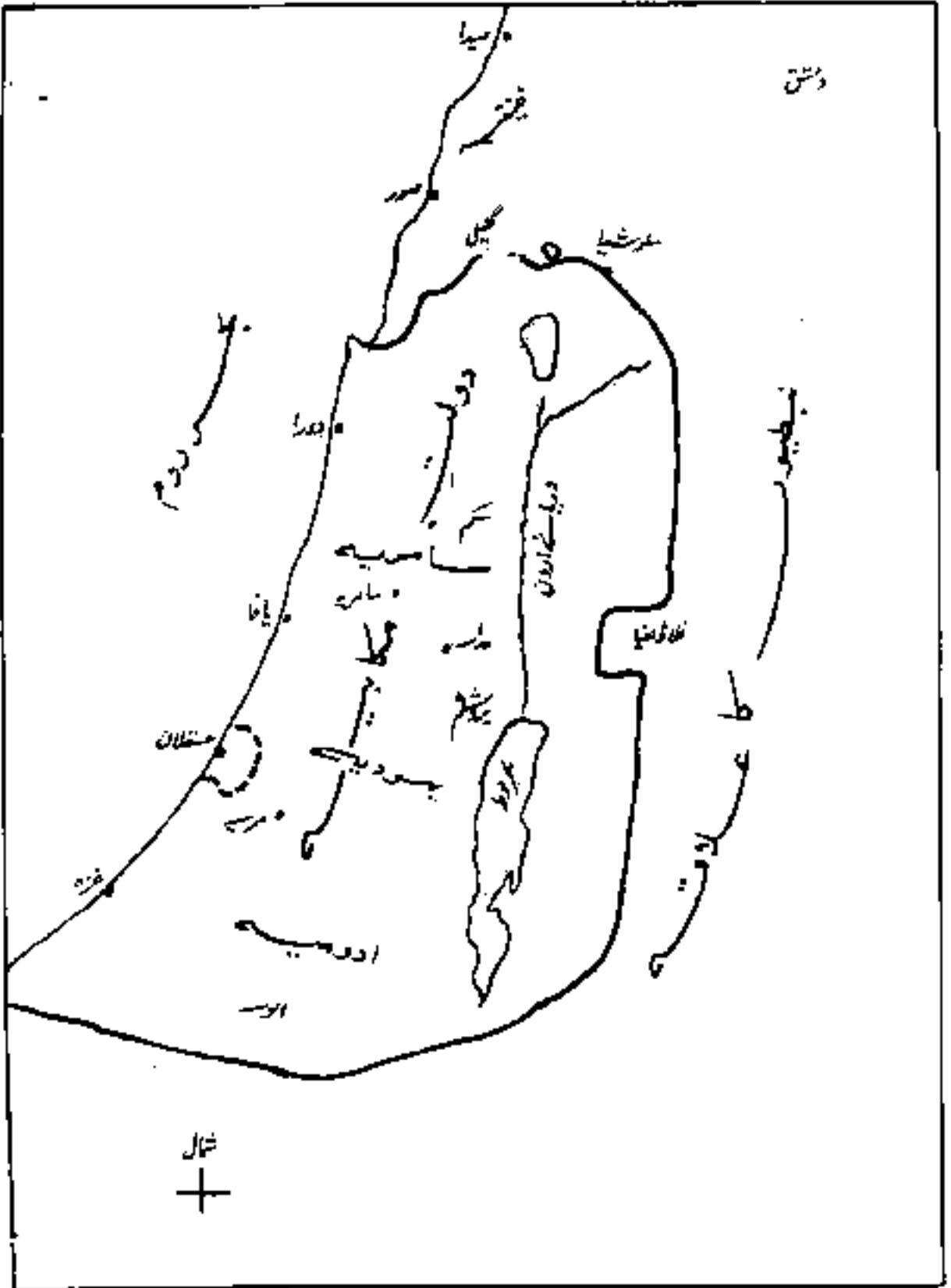
اے عربا تو اپنے خط کی اس دانش کے مطابق جو تم کو خوابیت ہوئی، حاکموں کو تقاضیوں کو مقرر کر دیا یا دوسرے سب لوگوں کا جو تیسے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں اور تم اس کو جو نہ جانتا ہو سکھاتے اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر امداد شاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے اس کو بلا لڑکت قانونی سزا دی جائے خواہ موت یا جلا وطنی یا مال کی ضبطی یا قید کی۔

عزرا باب ۷، آیت ۲۵، ۲۶

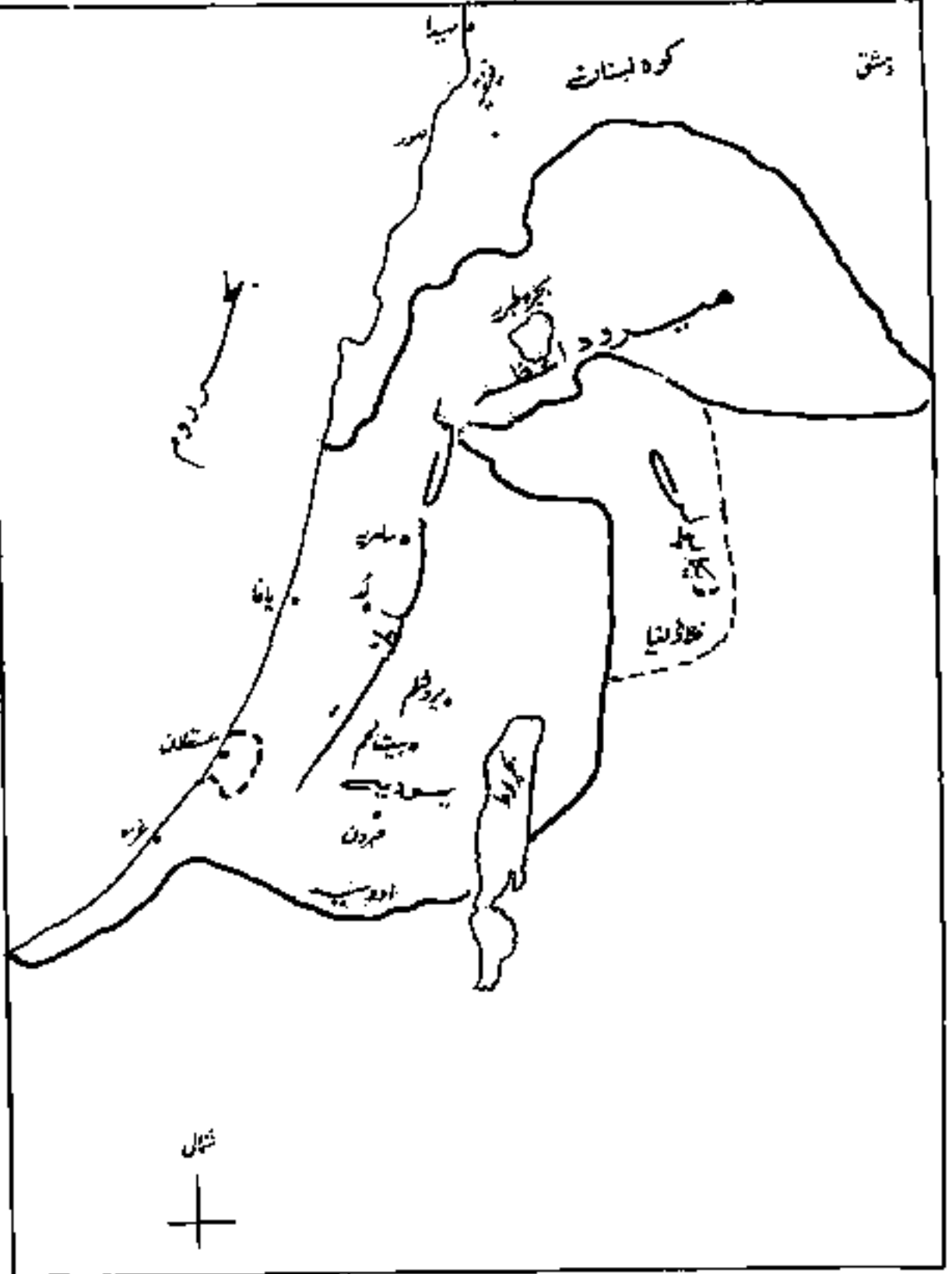
اس آیت کریمہ میں بنی اسرائیل پر اسی عتابیت و تباہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

شاہ حضرت عزرا علیہ السلام کی کوششوں سے اصلاح عقائد و اخلاق کی جو نئی روح ان میں پھونکی گئی تھی وہ بھی زیادہ دیر پا ثابت نہ ہوئی۔ آپ کے بعد بہت جلد پھر دنیا پرستی، الٰہیت کوشی اور جادو جہلی کی نعمت میں گرفتار ہو گئے۔ ایرانی سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی انہوں نے کاعروج شروع کیا۔ چنانچہ مکندیا حکم نے مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک کے ساتھ فلسطین پر اپنا قبضہ جمایا۔ یونانی عقیدہ کے لحاظ سے بدترین قسم کے شرک میں مبتلا تھے اور اخلاقی لحاظ سے وہ اباحت پسند تھے۔ انہوں نے اپنے زمانہ اقتدار

فلسطین ، بزناہ دولت مکابہ



ہیرو دا عظم کی سلطنت (بنی اسرائیل)



میں بڑی مادر پدر آزاد تہذیب اور تمدن کو یہاں فروغ دینے کی انتہائی کوشش شروع کی۔ فلسطین ایک ایک یاست تھی۔ جس کا سردار یونانیوں کا معزز کیا ہوا کوئی یہودی ہوا کرتا نہیں انتہائی محاذ سے اس کا انجان شام کے ساتھ کر دیا گیا تھا جہاں کا گورنر کوئی یونانی ہوتا۔ یونانی تہذیب کو مقبول بنانے کی کوششیں تنگ لاقیں اور خود یہودیوں کا یا اثر اور متحمل طبقہ اس کا دلداد بن گیا۔ مشرق قبل مسیح میں مملکت کو ساد گار محسوس کرتے ہوئے شام کے رومی فرمانروا ایفٹی لکس ٹایم (Aurelius Augustus) نے یونانی رسم و رواج کو جبراً مسلط کرنے کا حکم کیا اور ریکل میں سابقہ قربان گاہ کے اوپر جہاں حضرت موسیٰ کی شریعت کے مطابق مسیحی قربانیاں دی جاتی تھیں ایک اور قربان گاہ تیار کرانی اور اس پر زئیس (Zeus) کے لیے قربانی دی۔ زئیس یونانی دیوتا لائیں کہ وہ اولیس کے دیوتا اول کے مشرک کا نام ہے اور شاہی فرمان جاری کیا کہ فلسطین کے ہر شہر اور ہر قبیلہ میں ایسی قربان گاہیں تعمیر کی جائیں جہاں مشرکانہ دستور کے مطابق یونانی دیوتاؤں کے نام کی قربانیاں دی جائیں اور ہر شخص ایسا کرنے سے انکار کرے اس سے بچنے کے لیے ہر مقام پر ایک خلیفہ مقرر کیے۔ اس نظام کو حکم نامہ ایک انقلابی تحریک کو جنم دیا جو تاریخ میں مکابہ تحریک (Maccabees) کے نام سے مشہور ہوئی۔ یروشلیم (Jerusalem) کے قصبہ میں جو یروشلیم سے زیادہ دور نہیں۔ جب ایک بوڑھے یہودی مذہبی راہنما (Mattathias) کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کے ایک رفیق کے لیے قربانی دے تو اسے یاد کرتے صبر نہ ہوا۔ اس نے صرف اس یہودہ حکم کو کھانا لے کر ہی انکار کر دیا۔ اس مزید یہودی کو بھی ترجیح کر دیا جو ایسی قربانی دیتے کہ اسے بڑھاپا تھا اور دیرانہ سکھ پڑھا (Goliath Enemy) نے تو یہاں تک کھانا کھا کہ اس نے شاہی کشتی بھی قتل کر دیا۔ اسی نے پانی لگا لگا کر جلانے کی بجائے یروشلیم کے دروازے سے نکل کر ایک پہاڑ میں پناہ لے لی۔ یہودیوں کی ایک کثیر تعداد اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی اور ان کی کوششوں سے ایک آزاد یہودی مملکت معرض وجود میں آئی۔ (اساتیکو پیڈیا یوڈیکا جلد ۱۳ صفحہ ۵۲۹)

لیکن مکابہ کی یہ انقلابی تحریک بھی رفتہ رفتہ سرد چھٹی۔ ذاتی اقتل کے لیے قومی مفاد کو نظر انداز کرنا ان کے لیے ایک معمول کا بن گیا۔ چنانچہ انہی کے ایک شخص انٹی پٹر (Antipater) کی تحریک پر رومی بادشاہ پوسپی (Pompey) کے ماتحت و سکارس (M. A. Scarcus) نے یروشلیم پر حملہ کر کے یہودیوں کو پھر اپنا غلام بنا لیا۔ اس قومی غداری کے صلہ میں انٹی پٹر کو رومی دربار میں بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ لیکن قوم نے اس کی غداری کو معاف نہ کیا اور کسی یادری نے نہروے کر آئے ہلک کر دیا۔ اس کا راکا ہیرڈ (Herod) جان بچا کر روم چلا گیا۔ ایفٹرنی (Antony) شاہ روم نے شکستہ قبل مسیح میں اس کو یہوداہ کی سلطنت کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا راکا ہیرڈ فری پاس (Herod Antipater) فرما کر آیا۔ اس کا جدید حکومت کے قبل مسیح تاسع عیسوی ہے۔ اسی کے زمانہ حکومت میں حضرت مسیح علیہ السلام

مبعوث ہوئے اور اپنے والد اور شاہ کا آغاز فرمایا۔ آپ کے فطرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اسرئیل ایک بار پھر اخلاقی و فطرت کی انتہائی پستیوں میں گر گئے تھے۔ کتاب بتی باب ۱ میں آپ کو دیکھا کہ آپ نے نبی اسرائیل کے مذہبی مشرکوں کو بار بار ان تحقیر آمیز الفاظ سے زبردستی فرمایا۔ اسے دیکھا کہ فریسیوں اور فاریسیوں، تم پر افسوس، اسے اندھے راہ بتانے والے اسے

احتموا و از دھوا، اسے ساپڑا سے افنی کے بچو، اس بگڑے ہوئے سحول میں حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت تھی کو کیسے برداشت کیا جاسکتا چنانچہ انھوں نے حضرت مسیح کے خلاف ردی گورنر پیلاطس کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا اور ان پر کفر و الحاد کا الزام لگا کر اسے پھیر کر کیا کہ وہ انھیں شعلی چڑھاتے ورنہ وہ ظلم و بغاوت بننے کو پس گئے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد اول، سورۃ الشذآیت نمبر ۱۸۵)

اس بادشاہ کی اغلائی پسٹی کا اندازہ لگانے کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ پڑھیے۔۔

ایک دفعہ جب یہ روم گیا ہوا تھا تو اس کی افغانیاں اپنے بھائی قلب کی میری بیٹی ویاس (HERODIAS) سے ہوئی۔ وہ اس پر فریضہ ہو گیا اور اسے اپنے گھر والے لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس پر شدید احتجاج کیا اور اس کو اس فعل قبیح سے باز آنے کی تلقین کی۔ لیکن شاہی غرور و خودی نے اجازت نہ دی کہ وہ اس بی بی برحق کی نصیحت کو قبول کرتا۔ وہ آٹا آتش زیر پا ہو گیا اور اپنی داشتہ کے اکسانے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر بیچ عام میں گھم کر دیا۔

(انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا صفحہ ۵۱۱، جلد ۱۱)

اس کے بعد ہیروداگر بادشاہ (HEROD ARABIA II) جو اس کا اور کا قتل تحت نشین ہوا۔ اس کا حال یہ تھا کہ اپنی بیوی (BERENICE) کے ساتھ اس کے نامہائے تعلقات تھے۔ یاد رہے کہ یہ خاندان صرف سیاسی حکمران ہی نہ تھا بلکہ یہودیوں کا روحانی سربراہ بھی تھا اور بڑے بڑے مذہبی پیشوا مقرر کرنے کا اختیار رکھتا تھا۔

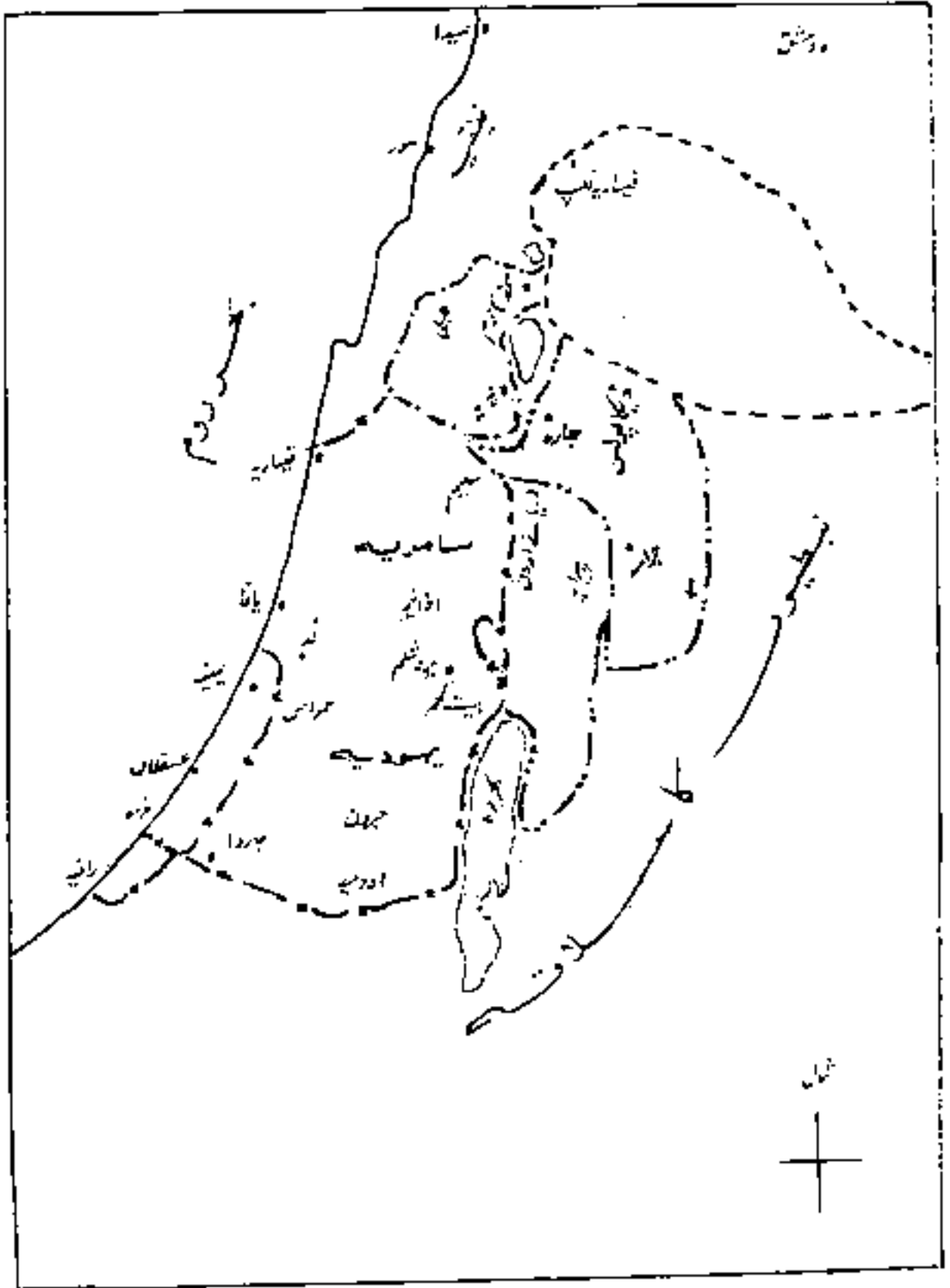
(انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا صفحہ ۵۱۲، جلد ۱۱)

جس قوم کے فرمانرواؤں اور روحانی پیشواؤں کی اغلائی زبوں حالی کا یہ حال ہوا اس کے حرام کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں انہی حالات میں حضرت مسیح نے ان کو وہ افغانیاں لگائیں، انکے ہر رنگہ انجام سے آگاہ فرمایا۔

”اے یروشلم، اے یروشلم، اے یروشلم، تو جو نبیوں کو قتل کرتی اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسار کرتی ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح میں اپنے بچوں کو تیرے لیے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لوگوں کو جمع کر لوں مگر تم نے نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے لیے ویران چھوڑا جاتا ہے۔“ (متی باب ۲۳-آیت ۳۷-۳۸)

اگر بادشاہ روم سنگت میں مرا اور اس کے بعد فلسطین کا علاقہ براہ راست رومیوں کے قبضہ میں آ گیا جس سے بے اطمینانی کی لہر دوڑ گئی اور یہودیوں نے رومی حکومت کے خلاف ظلم و بغاوت بند کر دیا۔ ابتدا میں انھیں کچھ کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔ شام کا رومی گورنر بھی ان کے شکست کھا کر جہاں نکلا آخرتہ میں دلی محمد حکومت ٹیٹس (TITUS) کی قیادت میں تھوڑا سا رومی لشکر فلسطین پر حملہ آور ہوا اسی سال عیسیٰ مسیح ہوا۔ اوشدہ میں اس نے یروشلم پر قبضہ کیا اور مکمل کے بعد کو تباہ و برباد کر دیا۔ لاکھوں سے زیادہ یہودی مارے گئے اور ایک لاکھ کو غلاموں اور نوذلوں کی حیثیت سے فروخت کر دیا گیا۔ اس فتح عظیم کی یاد نگار کے طور پر روم میں قوس ٹیٹس تعمیر کی گئی۔ (گورنر انسائیکلو پیڈیا، جلد ۱۹-صفحہ ۱۵۰)

یہاں کی دوسری فساد انگیزی اورانی کی سزا تھی جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہودیوں کی



تَنْبِيْرًا ۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عَدُّتُمْ عِدًّا وَجَعَلْنَا

قاریا میں قرآن کے تھارے دم پر جسم فرمائے گا لہ اور اگر تم حق و غلط کی طرف دوبارہ لوٹے تو ہم میں سے کسی

جَهَنَّمَ لِّلْكَافِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ اِنَّ هَٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلْبَٰتِنِ

اور ہم نے بنامیہ کفاروں کے لیے قید خانہ لکھا ہے قرآن یہ راہ دکھاتا ہے جو سب راہوں کے

بربادی کا وہ طویل دور شروع ہوا جو ابھی تک ختم نہیں ہوا۔
 اللہ کی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے بنی اسرائیل کو ان کی فساد انگیز روی کی وجہ سے جن و بہرہ تاک
 تباہیوں سے دوچار کیا گیا تھا انہوں نے بنی اسرائیل کو باطل سے جان کر دیا تھا۔ ان کی جہنیت منتشر ہو چکی تھی۔ ان کا ذوق
 ٹوٹ چکا تھا وہ مالوسی کے گھپ اندھیرے میں خانہاں برباد افراد کی طرح اپنی زندگی کے دن گزار رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی بعثت سے ان کے مطلع حیات پر امید کی ایک روشنی کرن ظاہر ہوئی۔ اور نبیان قدرت نے انہیں صلائے عام دی کہ
 اسے اجر سے ہر بنی اسرائیلی قبیلہ اپنے نظر و حمت سے گریے ہوئے کو جانو؛ وہ دیکھو رحمت الہی کا نقیب تشریف لارہا ہے
 اس کے بھیجنے والے نے اسے دنیا بھر کی بیدار شدہ قوموں کو آباؤ کرنے کے لیے نئی دلیلیں پروریم لگانے کے لیے بھیجا ہے۔
 وہ رحمتِ عالم کی غلبت پر با پس کر رہا ہے۔ اٹھو آؤ گے بھونو اور اس کا دایہیں کرم تمام لو آتھیں رحمت الہی کا مستحق قرار
 دے دیا جائے گا۔

لکھا لیکن اگر تم میرے مجرب رسول کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو تم نے سابقہ انبیاء کے ساتھ روا رکھا تھا تو جان لو کہ
 اللہ تعالیٰ کی تشریف خیز غلبہ نہ نہیں چوٹی۔ پھر تھاری سہر کوئی کر دی جائے گی اور تمہیں اپنے کتہوں کی مرزا پیلے کی طرح جھکتا
 ہوگی۔

آفتاب اسلام کے طلوع سے لے کر آج تک کی یہودی قوم کی تاریخ کا مطالعہ علم خوب جانتا ہے کہ یہ ساری تہ
 ان کی فساد انگیز روی اور ان پر غلبہ ہونے والی تفریح فرسا سزاؤں سے عبارت ہے۔ یہ ساری دنیا میں منتشر ہو کر ایک
 بے اثر اقلیت کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ جہاں بھی ان کے سبز قدم پہنچے اور بار و زوال ان کے ہر کتاب رہا۔ جب بھی
 عیسائیوں نے ان پر غلبہ پایا تو ان کو سخت آزمائشیں دیں۔ اپنی خوار و خوار کی وجہ سے سارے یورپ میں یہ بڑی حقارت کی
 نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ شرق وسطیٰ اسلام میں یہ سب اپنے مرکز (خلافت عثمانیہ) سے لڑائی کی اور پہل جنگ
 عظیم کے بعد انگریزی اٹھارہ نے ان کے جتنے بڑے کر کے انہیں کوئی چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم کر دیا تو فلسطین میں انگریزی
 تسلط انتداب کی شکل میں قائم ہو گیا۔ جب انگریزی جنرل ایٹن بی (ALLEN BY) یہود میں خاندان حیثیت سے
 داخل ہوا تو اس نے کہا کہ آج عیسوی جنگ ختم ہوئی ہے۔ اس کے بعد فلسطین کو یہودی وطن بنانے کی تحریک شروع ہوئی

ہی اقوم ویکبر المؤمنین الذین یعملون الصلح ان

سیدھی راہ ہے اور مشرودہ سناتا ہے ان ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ بلاشبہ

دوسری جنگ عظیم کے بعد اس تحریک کو برطانیہ اور امریکہ کی پرزور تائید حاصل ہو گئی۔ اور انھیں کی سنگینوں کے سایہ میں عالم اسلامی کے عین وسط میں ایک اسرائیلی ریاست قائم ہوئی اس طرح فرنگی سیاست نے زمہ میں بچھا ہوا ایک تیر مسلمانوں کے سینہ میں ترازو کر دیا۔ جو نہ معلوم کب تک سوہان روح بنا رہے گا۔

بیشک اسرائیل کا قیام مغربی استعمار کا کرشمہ ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی خلاف ان کی گہری سازش کا نتیجہ ہے لیکن اپنی عرب مملکتوں کو بھی نظر انداز کر دینا حقیقت شناسی نہیں جو وقت یہودیوں اور ان کے حواریوں نے اسرائیل کی نوزائیدہ مملکت کو مستحکم کرنے میں صرف کیا اس وقت ہمارے حکمران باہمی رقابتوں اور ایک دوسرے کو بچاؤ کھانے کی سازشوں میں اس طرح منہمک رہے کہ وہ اس مشترکہ خطرہ کے سدباب کے لیے زبانی جمع و خرچ کے سوا کچھ نہ کر پائے۔ ان کی تیز اور تلخ دھمکیاں دشمن کو ہوشیار اور چوکتا کرتی رہیں۔ اور انھیں اپنی صفوں میں اتحاد اور یکجہاگت پیدا کرنے کی ضرورت کا احساس تک نہ ہوا۔ شاید انھوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ کھوکھلی دھمکیوں، اور بلند بانگ یہودہ دعویوں سے وہ دشمن کو مرعوب کر لیں گے۔

اسرائیل کے کارپرداز اپنی فوج اور رعایا میں مذہبی جوش و خروش پیدا کرتے رہے اور ہماری عرب سلطنتیں اسلام سے دور ہستی چلی گئیں انھیں اسلام سے زیادہ اب اپنی قومیت عزیز ہو گئی۔ انھیں صدیق و فاروق کے جانشین ہونے پر اب ناز نہ تھا بلکہ اب وہ اس پر فخر کرنے لگے تھے کہ انکی رگوں میں فرعونوں کا خون ہے۔ قدرتی قانون اہل ہنر ان مسلمان مستثنیٰ نہیں جو قوم ایسے بدترین انتشار کا شکار ہو جسے دوست اور دشمن کی پہچان نہ ہو جسکے امار عیش و عشرت ہوں اور جسکے سیاسی جذبہ جہاد سے محروم ہوں ان کو شکست نہ ہوگی تو کیا فتح ہوگی؟ وہ ہولناک جنگ جسے پانچ جون ۱۹۶۷ء عرب اسرائیل کے درمیان ہوئی جس میں عرب بھی اسرائیل کا مقابلہ نہ کر سکے اس وقت حالات یہ تھے کہ عرب حکمران ایک دوسرے کو ذلیل و رسوا کرنے میں اپنا زور صرف کر رہے تھے عربوں کی موجودہ ہزیمت قطعاً قابل حیرت نہیں اسکے ایسے روشن اسباب ہیں جن کو کتب سیاست کا ایک بلند ہی بھی خوب جانتا ہے۔

لیکن عرب کی اس شکست کی طرح اسرائیل کی یہ فتحیابی بھی عارضی ہے۔ ان عہد تم عہدنا کا فرمان آج بھی ضرور پورا ہوگا۔ جس طرح آج تک پورا ہوتا رہا ہے اور اسکے لیے صرف ایک چیز کا ہی انتظار ہے کہ ہمارے عرب بھائی اپنے حشرہ حیات اسلام کی طرف رجوع کریں یہیں سے انھیں مستحکم اتحاد کی دولت ملیگی۔ یہیں سے انھیں جوش جہاد نصیب ہوگا۔ یہیں سے انھیں وہ قوت مرحمت ہوگی جو انھیں فتح و نصرت کی بلند یوں کی طرف لے جائیگی۔ قوموں کی زندگیوں میں دس بیس سال کا عرصہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لیے اسرائیل کی عارضی کامیابی کو دیکھ کر کسی کو شک و شبہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا۔

عارضی کامیابی کو دیکھ کر کسی کو شک و شبہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا۔ علامہ بنی اسرائیل کے عبرت آموز احوال بیان کرنے کے بعد اب غلامانِ مصطفیٰ علیہ الطیبہ والتحیۃ والتہنۃ کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ کتاب ہدایت جو ہم نے تم کو ارزانی فرمائی ہے یہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں انہی اصول و قوانین کی تعلیم دیتی ہے جو ہر لحاظ سے دیگر قواعد و ضوابط

لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۙ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا

ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ اور بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے تیار کر دیا

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۙ وَيَذَرُ الْإِنْسَانَ بِالْشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۙ

ہے ان کے لیے دردناک عذاب۔ اور دعائیں لگا کرتا ہے انسان برائی کے لیے جیسے دعائیں لگا کرتا ہے بھلائی کے لیے اچھے

وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ

اور حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا جلد باز (واقع ہوا) ہے۔ اور ہم نے بنایا ہے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں اے

سے بہتر زیادہ مفید اور نفع بخش ہیں۔ اس لیے بے حجب اپنی انفرادی اور اجتماعی، سیاسی اور معاشی، تمدنی اور اخلاقی راہنمائی کے لیے اس سے روشنی حاصل کرو۔ کسی کی دوسو سالہ اندازی سے تمہارا یقین مضل نہ ہو جلتی ہی قوم، ای الطریقة الٹی ہی استدوا عدل و اصوب (قرطبی) (قرطبی) اور جو لوگ قرآن کی اس دعوت کو صد قفل سے قبول کرتے ہیں اور اس پر رہنمائی سے عمل کرتے ہیں تو قرآن اُن کو پروردگار سے کہ تمہارا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائے گا۔ تمہاری کوئی محنت بے ثمر نہیں ہوگی بلکہ تم کو اس جدوجہد کا عظیم صلہ دیا جائیگا جس کی لذتوں سے تم دونوں جہانوں میں شاد کام ہو گے۔

۱۱ انسان اپنے حقیقی نفع اور نقصان کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ وقتی خواہش کی تکمیل کے لیے بے چین ہو جاتا ہے۔ یہ اپنی کم نگاہی سے یہ سمجھتا ہے کہ اگر یوں ہو جائے تو میں زندگی کی ساری سعادتیں اپنے دامن میں سمیٹ لوں گا اور اگر ایسا نہ ہو تو میں ذلیل و خوار ہو جاؤں گا اسی عجلت پسندی کے باعث اس سے ایسی ایسی ناشائستہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو اسکی سیرت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ اس آیت میں انسان کو اس کی اس کمزوری پر آگاہ کر کے تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو وقتی خواہشات کی تکمیل کی شکار گاہ نہ بنائے۔ ہو سکتا ہے کہ جس چیز کے حصول کو تم اپنے لیے باعث فخر و عزت سمجھ رہے ہو وہی تمہاری تباہی اور نامرادی کا پیش خیمہ ثابت ہو اس لیے اپنی عقل و ذکر پر یکم بھروسہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب کی روشنی میں جاوہ حیات پر گامزن رہو تاکہ حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہو سکو۔

۱۲ رات کی تاریکی اور خاموشی میں دن کے اُجالے اور پہنگاموں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی جو روشن نشانیاں ہیں۔ کون ہی فہم ایسا جس نے ان کی زبان سے دُب السموات والارض کی حمد و ثناء نہ سنی ہو۔ نیلگوں آسمان پر ستاروں کے جھرمٹ میں ماہ تاباں کی سواری جب گزرتی ہے تو اس کی روپلی اور خنک کرنیں کس کی رحمت بے پایاں کی قصیدہ خوانی کرتی ہیں۔ آفتابِ عالم تاب جب طلوع ہوتا ہے تو اس کی جبین پر کس کی عظمت و کبریا کی نشان ثبت ہوتا ہے۔ دن رات کے تسلسل میں جو فوائد میں انکو کون نہیں جانتا اور ان سے کون مستفیض نہیں ہوتا۔ اُن ان گنت فوائد میں سے بعض کا ذکر اس آیت میں کر دیا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَمُخْرِجٌ لَّهٗ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝ اِقْرَأْ كِتَابَكَ

اور ہم نکالیں گے اس کے لیے روز قیامت ایک کتاب جسے وہ اپنے سامنے کھلا ہوا پڑھتا دیکھ کر حیران رہ جائے گا۔

كُفِيَ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝ مِّنْ اهْتَدَىٰ فَاَنشَأْنَا

تم خود ہی کافی ہو آج اپنی باز پرس کرنے کے لیے تمہارے حوالہ دہانیت پر چلنا ہے خود وہاں ہدایت

يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ ۚ وَلَا تَزِرُ

پر چلنا ہے اپنے نامہ کے لیے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور میں اٹھا دیتا ہوں

وَاِزْرَةً ۚ وَزُرْ اٰخِرٰی ۚ وَمَا لَكُم مَّعَدِّیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

بوجہ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجہ نہ کرے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو

ہی سے وہاں ہوتے آتے۔ صبح سویرے کسی پرندے کی آواز کانوں میں پڑتی تو سارا دن طرح طرح کے اندیشوں کی نذر ہو جاتا تھا فرماتے ہیں کہ انسان کی فلاح و خسران کا انحصار غوطے کو تھنے اور جی چھپے پر نہیں بلکہ اس کے ان اعمال پر ہے جن کو وہ اپنے اختیار سے کیا کرتا ہے وہی اسے سرفراز کرتے ہیں اور وہی اس کی ذلت کا سبب بنتے ہیں وہ اپنے اعمال کے نتائج سے دستگیری حاصل نہیں کر سکتا وہ مکافات عمل کے قانون کو نہیں بدل سکتا اس کا اور اس کے اعمال کا رشتہ آما گہ اور مضبوط ہے جیسے کوئی چیز چٹے میں حکمت ہی چھپا کر رکھ دے اور وہ اس سے چھلنے نہ پڑتی ہو بلکہ حقیقت کے مطابق ہے یہاں ان قرآن مجید سورہ اعراف آیت ۱۸۱ کا ماحیہ غلط ہے آج خود اپنی چھبہ زبانی سے اپنے اعمال کی گندگی پر پردہ ڈال سکتا ہے لیکن کل روز حشر اس کے اعمال کا صحیفہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اس لیے اگر تم نلکھوادی کی ذلت کو ادا کرنے کے لیے آمادہ نہیں تو آج خدمت کے آئینہ ہمارے ان کی سبیا ہی کو دھو ڈالو۔

نتیجہ اس کے اعمال کا صحیفہ خود ہی اس پر حقیقت حال کو آشکارا کر دے گا اپنے متعلق کسی سے پوچھنے اور کسی کے بتانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

سورۃ اعراف میں دو گروہوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے ایک گروہ تو وہ تھا جس کی ترجمانی ولید بن مغیرہ کے اس قول سے ملتی ہے کہ اس نے اہل مکہ کو کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیٰ اوزارکم : تم میری پاس رہو وہی گروہ اور محمد کا انکار کرتا تھا وہ سارے بوجہ میں اپنے سر پر اٹھائے گا۔ دوسرا گروہ جیسائیوں کا ہے جو عقیدہ کفار کے تابع ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے گناہوں کے عوض اللہ تعالیٰ نے اپنے فرزند (نوروز اللہ) مسیح کو رسول دے دیا اب ان سے ان کے گناہوں کے

الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا

دیتے ہیں اور کتنی قریب ہیں جنہیں تم نے جاکر دیا ہے نوح کے بعد اس کا پورا کرنا اپنے بندوں کے گناہوں سے کبھی ملج بھر سہارا نہیں

بَصِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا شَاءَ

غریب دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ طلبہ کار ہیں صرف دنیا کے لئے ہم جلدی دیدیتے ہیں اس دنیا میں جتنا چاہتے ہیں (انہیں ہے) جسے چاہتے ہیں لکھ

لِمَنْ يُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا

پھر ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لئے جہنم اسے اس حال میں کہ مذمت کیا جا

اس آیت سے سابقہ آیت کے ضمن میں فرمائی جا رہی ہے کہ جسے جہنم جہنم کی سستی گناہوں اور بدکاریوں کا اکٹلا بن جاتی ہے
 تقاسمی وقت اس کی اینٹ سے اینٹ بنائی جاتی بلکہ پہلے انہیں سمجھانے اور راست پر لانے کے لیے انکے پاس رسول
 بھیجے جاتے ہیں جو انہیں احکام الہی پر بند کرنے کی تلقین کرتے ہیں خصوصاً وہاں کے با اختیار طبقہ کو سمجھانے کی پوری کوشش
 کرتے ہیں تاکہ ان کی اصلاح سے دنیا کا فائدہ ہو۔ مگر وہ اس پندہا سیت سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اپنی
 کج فہمی کے باعث اسے ذاتی فکار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس وقت عذاب کی
 بجلی کو دیتی ہے۔ امدان کے غریبوں کی حالت کو دیکھ کر ہر آدمی کے دل پر غم کی لہر چڑھتی ہے اور وہ یقیناً اسی ماسخنا
 حابا الہلاک۔ (قرطبی)

۱۲۔ اگر تم ہمارے اس قانون کی غور سے سمجھو تو اس کے احکامات پر کچھ حیرت والا جو حضرت نوح علیہ السلام
 کے بعد آئیں انہیں کس طرح ان کے لیے اعمال کی پاداش میں جہنم کو دیا جائے گا
 ۱۳۔ العاجلۃ صفت ہے اس کی توجہ دنیا کی طرف ہے۔ اس سے ملاو دار دنیا ہے یعنی جس کے دل میں آخری
 زندگی سنوارنے کا کبھی خیال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی ساری توجہ وہو اسی زندگی کو باعزت اور آرام وہ بنانے پر مرکوز رہتی
 ہے۔ اسے ہم اسی دنیا میں اپنی مرضی کے مطابق اس کی جدوجہد کا معاوضہ دیدیں گے۔ لیکن قیامت کے دن انکی جو ساری
 دیدنی ہوگی۔ مذموم جس کی مذمت کی جائے اور وہ جو جسے ٹھکرادیا جائے اور بارگاہ خداوندی سے دھکے دے کر نکال دیا جائے۔

۱۴۔ آیت کی ترکیب سے اس کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہوگا۔ من نسیجہ بدل بعض ہے۔ اس کا مبدل منہ لہ ہے جس کا مرجع
 حق ہے جو ابتداء آیت میں ہے۔ من اور لہ صحتاً اگرچہ واحد میں لیکن معنی جمع ہیں۔ چنانچہ علامہ اوسمی لکھتے ہیں :-
 فتقدیر لمن نوید تعجیلا منهم والضمیر لاج الی من فی موصولة او شرطیة وحل التقدیرین ہی منبذۃ عن لکثرة فہم بدل
 بعض من کل۔

THE

لَبَّ اَرْحَمَ مَا كَبَّرَ لِيُنِي صَغِيرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي نَفُوسِكُمْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو فرما جس طرح انھوں نے نبی کی محبت کی ہے، آپ کو تعجب میں نہ آئے کہ انھوں نے آپ پر کچھ تعجب کیا ہے کہ ان میں سے

۲۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بان من اکابر الکباشران یلعن الرجل والدیہ قبل ینزل رسول اللہ، وکیف یلعن الرجل والدیہ قال: یلعن اباه الرجل فویستبایاہ وامامہ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب بزرگانہ و بزرگواران اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے، عرض کی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو حضور نے فرمایا کہ ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ شخص اس کے جواب میں گالی دینے والے کے باپ اور ماں کو گالیاں دیتا ہے (تو گویا اس نے خود اپنے والدین کو گالی دی)

۳۔ عن ابی ہریرۃ جابر رجل انی بالنسب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقال من احق الناس بلعن صبی ابی ابی قال امیث۔ قال نعم من؟ قال ثعلبہ قال نعم من؟ قال ثعلبہ ابوہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ ایک شخص باورگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے بھائی سلوک کا سبب کیا ہے؟ تو حضور نے فرمایا تیری ماں۔ پھر اس نے یہی عرض کی اور جواب ملا تیری ماں۔ پھر اس نے یہی سوال دہرایا تو ارشاد فرمایا تیری ماں۔ چوتھی بار اس نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کے بعد تو حضور نے ارشاد فرمایا تیرا باپ۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ الساعدی قال بیضا النجاشی عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازجاء رجل من الانصار فقال یا رسول اللہ! جل بقی علی من ہذا یوشی بعد من تہما امر ہما بہ۔ قال نعم نصل الیہ الصلاۃ علیہما ولا یشغلاہما۔

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ ساعدی فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا اسی اثناء میں ایک انصاری حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد بھی کیا بھوپران سے حق سلوک کرنا ضروری ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں چاہے باقی کچھ پر مشرور ہی ہوں۔ ان کی نافرمانی نہ ادا کرنا، ان کے لیے عظمت کی دعا کرتے رہنا، جو وعدہ انھوں نے کیا تھا اس کو پورا کرنا اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا اور ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جس سے ان کی بھلائی سے رشتہ داری ہو۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو ان کی وفات کے بعد بھی تم پر لازمی ہے۔

ابن و اصغر تعلیمات اور روشن ارشادات کے بعد آپ یورپ و امریکہ وغیرہ مسکن ممالک کے حالات کا جائزہ لیجئے وہاں آپ کو ایسی اولاد و نواسہ دیکھیں گے جو یورپ و والدین کی خدمت کو اپنے لیے سربراہ سداوتہ بن گئے ہوں۔ شادی کے بعد لڑکا اپنے والدین سے الگ ہو جاتا ہے اور اپنے والدین کی خدمت کے لیے اخلاقی یا قانونی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ایسی ہی تو ان ممالک کی حکومتوں کو ایسی بناہ گامیں بنانی پڑتی ہیں جہاں بوجھ سے اور بیمار والدین کو دکھا جائے تاکہ وہ زندگی کے آخری دیا م وہاں بسر کر سکیں۔

إِنَّ الْمُبْدِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ

بشک مقبول خرمی کر نیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں ۱۷ اور شیطان اپنے

لِرَبِّهِ كَفُورًا ۱۸ وَإِنَّمَا تَعْرِضُ عَنْهُمْ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ

رب کا بڑا ناشکر گزار ہے۔ اور اگر (جو چنگدستی) تجھ ان سے منہ پھرنے پر ہے اور تم اپنے رب کی رحمت (یعنی خوشحالی)

تَرْجُوها فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۱۹ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً

یکے قسطنطینیوں کی تمہیں توقع ہے تو اس آیت سے کہ تو بڑی نرمی سے کہہ دے اور نہ بناوا اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محنت جبکہ ہر اکابر کا بار بار ذکر عطا فرمایا اس قول کے بطلان کے لیے آیت کہ دنیا ہی کافی ہے

کھیر آیت کہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس کے بعد ہجرت کے کئی سال بعد فتح ہوئے اللہ عزوجل انہی علیہ فی سورة بقیہ

اسما میں بکرتے۔ (اصول کافی)

۱۷ یعنی والدین اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ تمام اہل ملت کے دوسرے ضرورتمند افراد جیسے نادار

اور مسافر بھی تمہارے لطف و احسان سے مستحق ہیں

دور دستار ابا حسان یاد کرو ان محبت امت

دور دستار خشنیہ بیانیہ خود شریعت کے

۳۸ ان تاکید کی احکام کے بعد ہر فرد کی علوم پروردگار کو اسراف اور فضول خرچی سے روکا جائے تاکہ وہ حادثہ اعتدال سے

مخوف ہو کر اپنے آپ کو طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا نہ کر دے بلکہ دیارِ حلال میں ہر قسم کی خدمتِ امت پر توجہ دے اور دیگر

ضرورتمندوں سے لطف و احسان کرے تاکہ وہ اپنی زندگی میں اللہ کی رضا و رغبت کی تعلیمات کا چیکنا نڈا نڈا

ہے جو اس کا طرہ امتیاز ہے۔ افراد و تفریق دونوں سے دامن بچانے کی ترغیب میں بھی تساہل روا نہیں رکھا۔

۳۹ فضول خرچی پر موزن ہونے والے برے نتائج سے امت مسلمہ کو بچانے کے لیے فضول خرچی کی مذمت ان الفاظ سے فرمادی۔

۴۰ اگر انسان استطاعت کے باوجود اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کی خدمت گزاری میں کوتاہی کرے تو یہ ہرگز قابلِ برداشت نہیں

لیکن ایسا بھی تو ممکن ہے کہ اولاد خود افلاس و تنگدستی میں گرفتار ہو وہ خود ذاتی شہینہ کی محتاج ہو۔ اس مجبوری کے عالم میں وہ اپنے

والدین کی خدمت کو ٹوک کر کہے گی۔ ایسے آدمی کو فرمایا کہ محبت مجھے نرم نرم اجیر میں باتیں کرنے پر تو کوئی لاگت نہیں آتی تو اگر آدمی کہ

نہیں کر سکتا تو اپنی بیٹی یا بیٹی باقوں سے تو ان کا دل ٹھکانا اور دل میں یہ غم نہ کہ جب مولاکیم نے مجھ پر رزق کا دروازہ کشا دہ کیا تو

میں اپنے والدین کی خدمت بجالانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کروں گا۔

إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝

اپنی گردن کے ارد گرد اور نہ ہی اسے بالکل کشادہ کر دو ورنہ تم بیٹھے جاؤ گے ملامت کیے ہوئے دراندہ۔

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ

بیشک آپ کا رب کشادہ کرتا ہے روزی جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے یقیناً اپنے

خَيْرًا أَبْصِيرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمَّا يَكُونُ

بہتر (وے مکان) سے خوب آگاہ و بصیر (اور انہیں مارنا نہ چاہیے)۔ اور نہ قتل کرو اولاد کو خشیت سے کہ ہو

نَرْزُقُهُمْ وَإِنَّا لَكُم كَانِ خَيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا

رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمہیں بھی۔ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اور بھکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔

اللہ یعنی اگر تم پہل کھادی ہو جاؤ گے اور ملامت کے لیے ہاتھ لگائے نہیں بڑھاؤ گے تو لوگ تم سے نفرت کرنے لگیں گے تمہیں عقادت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ اگر تم فعل غری کر گے تو تمہیں ہر گاہ کہ تم مغفل و لنگلا چھو جاؤ گے۔ اور اولاد کو قتل نہ کرو کہ وہ تمہاری ہی سرپرستی میں رہیں گے۔

اللہ تم دیکھتے ہو کہیں دولت کی فراوانی ہے اور کہیں تنگی و فقر ہے۔ اگر تم غریبوں کو قتل کرو گے تو فیض رب بے بسط اللہ تعالیٰ کی حکمت کی جلوہ گر ہوگی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے نفیر و فساد میں تمہیں قتل کرنے سے روکتا ہے۔ اگر تم قتل کرو گے تو تمہیں مذکور۔

مبادا یہ فحوت تمہیں دین و دنیا میں رسوا کر دے۔ رزق کمانے کے حلال اور جائز ذرائع کو بیشک انتہائی عقلمندی اور سلیقہ شماری سے استعمال کرو اور اگر غصہ کی شیعہ ہو کر تمہاری اولاد کو قتل کرو گے تو تمہاری ہی غلطی سے تمام اولاد تمہاری غلامی میں رہ کر قتل ہو کر وہ اپنے بندوں کے حق و عظمت کو برباد کرنا ہے اس کا کوئی کام حکمت سے ملایا نہیں جاتا۔

اللہ سابقہ آیات میں اولاد کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کا حکم دیات ان آیات میں والدین کو اپنی اولاد پر رحمت و شفقت کرنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے۔ خیرہ عرب ایسا ملک تھا جہاں چار سو گرو گیارہ رگیزار بھیلے ہوئے تھے جہاں کہیں کوئی پشہ جہاد ہی جہاد و ان مجبوروں کے چند ذرات آگے آتے اور مولیٰ سی کھیتی باڑی ہو جاتی بارش ہی بہت کم رہتی جہاں کہیں خشیمی علاقوں میں بارش پانی کی باریک جانا آقا تو فلاحی کے قافلے اور کارخانے کرتے اور جب تک پانی کا آخری قطرہ تک خشک نہ ہو جاتا وہیں رہتے رہتے خیرہ و زوالی کا وہاں تصور نہ کیا جاسکتا تھا۔ ایسے میں جبکہ اپنا پیٹ بھرا شکل ہو وہاں اولاد کی خوراک کا بندوبست کرنا بڑا ہی دشوار ہوتا ہے اس لیے معاشی خستہ حالی کے باعث ان کے ہاں اولاد کو قتل کرنے کا عام رواج تھا لاکھوں

۱۰۱

الَّذِي إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

جس کا یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بڑا راستہ ہے گنہگار اور نہ قتل کرو اس نفس کو

کے متعلق تو ان کا وہ بہت سنگدہ تھا۔ ایک آدمی انھیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ وہ بڑی اور فزاتی جوان کے سب سے بڑے وسائل معاش تھے، اس میں شک نہ تھا۔ لیکن یہ لوگ بڑی ہو کر بھی اس میں ان کا ہاتھ نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے وہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت لہجہ تھیں نیز خطہ قسم کی خوشی ان کے دل میں یہ بات اُل دی تھی کہ اگر کسی کو اپنی بڑائی کا رشتہ دیکھنے تو ان کی ناک کھ جائے گی اور ان کا محرکات کے باعث ان میں ان کیوں کا قتل ایک عام معمول ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ صرف جیسے باد تیشوں کی ہی نہ تھی۔ بلکہ کئی دوسری چیزیں بھی اپنی اولاد کو اپنے لیے ناقابلِ برداشت بنا کر ان تھوڑی سی باتوں سے ان کی حاصل کرنے کیلئے ہر ممکن تدبیر عمل میں لاتی تھیں۔ کچھ بھی جب انسانی حقیقت کی وضوح ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں کو کرنے کی کوششیں عزیز تر ہوتی جا رہی ہیں اور اس کام نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جس کی پشت پناہی کے لیے حکومتوں نے اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیے ہیں اور اس تحریک کا مرکزی نقطہ ہی ہے کہ وسائل معاش پر ان کو بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے جس کو مکمل نہ ہوں۔ فلی کشی کی اس تحریک کو ختم کرنے کے لیے فرما کر فقر و افلاس کے گدھے سے اولاد کو قتل نہ کرو اس کے بعد اس نذرینہ کا قلع قمع ان الفاظ سے فرما دیا کہ بھائی ہم ہیں۔ انھیں بھی اور تمہیں بھی ملحق بنایا فرمایا ہم نے اپنے نوکر کو پرہیزگار بنایا ہے۔ تمہارا جو آدمی اپنے آپ کو پریشان اور بے گناہ کیوں کر رہے ہو۔

املاقی کا معنی ہے فقر و افلاس، الفقن معدم المسك، لفظ "خطا" کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ غزالی نے لکھا ہے۔ قال ابن خلدون: يقال: خطي خطا، خطا اذا فعلنا الخطاء، وخطا اذا علمنا عدمه، یعنی اگر ہم نے اسے لکھا ہے کہ جس غلطی کا ارتکاب مان جو کر کیا جائے اسے "خطا" کہا جاتا ہے اور جب ناواستہ طور پر کوئی لغزش ہو جائے تو وہاں خطا و ریب (افعال) استعمال ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے نسل کشی کو خطا کہا ہے۔ اگر اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو فرانس وغیرہ ملک پر نظر ڈالیں۔ جنہوں نے مصنوعی ذرائع سے ضبط تو لید کر کے اپنی اولاد کو گھٹا دیا اور جب جس قوم میں ان پر حملہ آور ہوئیں تو ان کے پاس ایسے جوانوں کی شدید قلت تھی جو مادر وطن کی حفاظت کے لیے میدانِ جنگ میں سینہ سپر ہو سکیں۔ ایسا اقدام جس سے قوم اور وطن کی آزادی خطر میں پڑ جائے۔ اس کو اگر بڑی غلطی نہ کہا جائے تو کیا اسے دانشمندی کہا جائے۔ آج کل ایک انداز ہے جس میں مادی ترقی کی ہر طرح جتن تھیں۔ اور اب بھی ہیں وہ بیکاری تھی اس کی قباحت و قاحت کو صرف وہ "خطا" فقر و غریب میں بیان فرما دیا کہ ان کا فاحشہ یعنی بڑی بے حیائی کا فعل ہے۔ سدا سبیل لا بہت ہی بڑا راستہ ہے۔ اس فعل کا فاش ہونا کسی صاحبِ عقلِ سلیم پر غلط نہیں یہ حدیث پاک پر بھی گہرا بھی کسی کو خاش ہو گی تو فوراً جرجائے گی ایک نوجوان بدنام و رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اشدن لی ہاں سدا جیسے ناک ایجازت ورجیجے۔ حاضرین اس کی اس بیانی پر براغور نہ ہو گئے۔ اور اسے مجبوراً شروع کیا لیکن مرشد کامل صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے

محبت سے اپنے قریب بلایا جبکہ قریب ہو گیا تو اسے فرمایا کہ مجھے جاؤ۔ یہ ٹیڈ لگا تو فرمایا ائحبہ لامک۔ جس امر کی تم نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کیا تم اسے اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا بخدا ہرگز نہیں۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔
خضرؑ کو نے فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے یہ پسند نہیں کرتے پھر دریافت کیا کیا تم اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو؟
بولامیں قربان جاؤں ہرگز نہیں۔ بخدا ہرگز نہیں۔ فرمایا ایسے ہی دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر وہ چاکیا
اپنی بیٹی کے لیے تم پسند کرتے ہو؟ عرض کی بخدا ہرگز نہیں۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔ فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے
پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح پھر بھی نکاح کے متعلق اس سے استفادہ فرمایا اور اس نے وہی جواب دیا۔ اس حکیمانہ اور حقیقت بھر سنندہ از
اس کے سامنے اس فعل کی نفاست کو بے نقاب کر کے رکھ دیا اور شاید ان مطہر کو جو بھی پڑے گا اس پر اس کی نفاست باطل ہوگا
برجائے کی اس کے بعد پناہ دست و ارمیت پیش اس کے سر پہ رکھا اور دعا فرمائی، اللہم اغفر ذنبہ واطهر قلبہ وادھمن
فرجہ۔ اے میرے خدا اس کا گناہ بخش دے۔ اس کا دل پاک کر دے۔ اور اس کو بیکاری سے بچا اور اس کے بعد اس نفس
نے پھر بھی اس فعل کے از نکاح کا تصور نہ کیا بھی نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے
مقاصد میں یہ بھی فرمایا دین کی قسم کہ وہاں کے لوگوں کو پاک کرتا ہے۔ اس کی کتنی عمدہ مثال اس حدیث میں موجود ہے۔
یہ حدیث سند امام احمد میں حضرت ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ذاتی کے بعد اس کے لیے نیا چہرہ اگر آپ نظر ڈالیں گے تو سادہ و سبیلہ کا تصور بھی واضح ہو جائے گا اس سے انساب
میں اختلاف ہوتا ہے بلکہ کسی کا ہوتا ہے اور دوسرے کوئی خیال ہے۔ سو فیما بینا میں قریب کثرت سے جھلکتی ہیں، عورت کی خلعت کا چاند
گہنا جاتا ہے عورت ماں کے تقدس اور عین کی عظمت سے محروم ہو کر ایک بازواری بن جاتی ہے۔ پھر اس فعل شنیع
کے ارتکاب سے اس کی سیرت اور اس کی صحت بڑی طرح متاثر ہوتی ہے اور حرامی اور لاد شغفیت پوری سے محروم ہوتی ہے۔ سارے
معاشرہ میں بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی اس کی وجہ سے فتنہ و فساد کی پینکھیاں اٹھتی ہیں اور خاندانوں کے
خاندان اس میں مجسم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو سادہ و سبیلہ کی حقیقت کھل کر سامنے آ
جاتی ہے۔ چند لوگوں کی لذت طلبی کے لیے اتنی کڑاں قیمت ادا کرنا کون پسند کرتا ہے سادہ و سبیلہ کے متعلق اگر اب بھی کسی کو
شک ہو تو وہ امر کی چیزوں کے ان انکسول حرامی تجویز کی جانستہ انداز کو دیکھے جو کر یا اور دین نام وغیرہ مملکت کی گلیوں میں دھکے
کھا رہے ہیں۔ اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ انھیں قباحتوں اور روح فرسا قباچ کی وجہ سے ہی قرآن کریم نے فرمایا کہ
اس فعل شنیع کا ارتکاب تو بجائے خود اس کے قریب تک مت جاؤ یعنی تمام وہ امور جو اس فعل کے ارتکاب پر اکساتے ہیں
ان سے باز رہنے کا نگہید یہ حکم فرمایا۔ پھر کئے سنگ اور حسرت لباس، بے پردگی، مرد و زن کا اختلاط، جس میں خطوط تعلیم پیش
دیش ہے سب سے منع کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں جذبات کو اتنا شعل کر دیتی ہیں کہ کوئی لاکھ بھڑا چاہے بچ نہیں سکتا۔
اس لیے فرمایا لا تعدوا الذلک۔ اس فعل شلیع کے قریب جانے کی کوشش مت کرو۔ کیا حکیمانہ انداز ہے اور حقیقت
کی کتنی موثر تصویر کشی ہے! اللہ تعالیٰ ہمیں غور کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا

جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور جو قتل کیا جائے ناحق تو ہم نے مقتول کے وارث

لَوْلَيْهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿۳۵﴾

کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دیدیا ہے پس اسے چاہیے کہ قتل میں اسراف نہ کرے۔ ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ

اور نہ قریب جاؤ۔ یتیم کے مال کے لئے مگر ایسے طریقہ سے جو (اس یتیم کے لیے) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو

أَشَدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿۳۶﴾ وَأَوْفُوا

پہنچ جائے اور پورا کیا کرو اپنے عہد کو بیشک ان وعدوں کے بارے میں (تم سے) پوچھا جائیگا ۳۶ اور پورا پورا

۳۵ جزیرہ عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی سب قبیلے اپنی اپنی جگہ آزاد تھے اور صرف اپنے قبیلہ کے رئیس کے احکام کی تعمیل ضروری سمجھتے تھے اس لیے جو قبیلہ قوت و طاقت میں کسی قبیلہ سے زیادہ ہو کر تاتا تو وہ جو چاہتا کرتا ان حالات میں خون انسانی کی ارزانی کی حد ہو چکی تھی جب چاہا کسی قبیلہ پر حملہ کر دیا اور اس کے جتنے افراد پر بس چلا ان کو تہ تیغ کر دیا اگر کسی کمزور قبیلہ کے فرد کے ہاتھوں کسی طاقتور قبیلہ کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو اس کے معاوضہ کی کوئی حد مقرر نہ تھی اور اگر کوئی طاقتور کسی کمزور کو قتل کر دیتا تو کوئی دادرسی کر نیوالا نہ تھا۔ اسلام معاشرہ کی تعبیر جن عمدہ اور صالح بنیادوں پر کرنا چاہتا تھا اس میں اس قسم کی زیادتیوں اور بے انصافیوں کی گنجائش ہرگز نہ تھی اس لیے اس حکم سے باہمی قتل و غارتگری کے دروازے کو بند کر دیا گیا اگر کوئی شخص قتل کرتا تو قاتل کی طاقت اور اس کے قبیلے کی قوت اس کو قتل کی سزا سے بچا نہیں سکتی تھی بلکہ مقتول کے وارث کو اختیار تھا کہ چاہے وہ قصاص (خون کے بدلہ خون) لے چاہے دیہ (خون بہا) لے کر صلح کرے مقتول کے وارثوں کو یہ اختیار دینے کے بعد انھیں اس سے بھی روک دیا کہ وہ قصاص لینے میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیں اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قاتل کو چھوڑ کر غیر قاتل کو قتل کر دینا یا ایک مقتول کے عوض کئی لوگوں کو تہ تیغ کرنا یا قاتل کو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو بگاڑنا یا خون بہا لینے کے بعد پھر قاتل کو قتل کر دینا ان تمام امور سے منع فرمایا یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جہاں ابھی اسلامی اقتدار قائم نہیں ہوا تھا اس لیے یہاں صرف اسی پر اکتفا کیا گیا کہ مقتول کا وارث قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ مدینہ طیبہ میں جب اسلامی حکومت قائم ہوئی تب یہ حکم فرمایا کہ مقتول کا قصاص لینا یا خون بہا لے کر وارثوں کو دینا یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

۳۶ یہ آیت پہلے گزر چکی ہے۔

۳۷ وعدہ کر کے اس کو توڑنا اسلام کی نظر میں بڑا معیوب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ شکنی کو منافقت کی تین علامتوں میں سے

الْكَيْلَ إِذَا كَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ

ماپو جب تم کسی چیز کو ماپنے لگو اور تولو تو ایسے ترازو سے تولو جو بالکل درست ہو۔ یہی طریقہ بہتر ہے

وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ

اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے ۝ اور نہ پیروی کرو اس چیز کی جس کا تمہیں علم نہیں لگے بیشک کان

وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ وَلَا تَمْشِ

اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق (تم سے) پوچھا جائے گا نہ چلو

ایک علامت قرار دیا ہے اس لیے یہاں ایثار عہد کی تاکید کی جا رہی ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ یہ معمولی بات نہیں بلکہ اگر تم نے اس میں سستی کی تو تم سے باقاعدہ باز پرس ہوگی۔

۲۸ صحیح ناپنے اور صحیح تولنے کا حکم دینے کے بعد اس کی حکمت بیان فرمادی ذلک خیر و احسن تاویلا یہی طریقہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے کیونکہ اس طرح تمہاری ساکھ بٹھ جاتے گی گا ہک تم پر اعتماد کرے گا تمہارا کاروبار چمکے گا۔ اور تم مالا مال ہو جاؤ گے یورپ والوں نے قرآن کے بتاتے ہوئے اس اصول پر سختی سے عمل کیا اور اپنی تجارت کو چار چاند لگا دیئے۔ اب دنیا بھر کے بازار ان کی مصنوعات سے بھرے پڑے ہیں اور دنیا بھر کی دولت ان کے قدموں میں کھچی چلی جا رہی ہے اور جب سے ہم نے کم تول کر اور کم ناپ کر دو لہند بننے کا طریقہ اپنایا ہے ہمارے کاروبار کا بیڑہ غرق ہو گیا ہے۔ بیگانے تو بیگانے ہوتے اپنوں کا اعتماد بھی ہم نے کھو دیا ہے۔ وہ بھی ہماری مصنوعات پر دوسرے ممالک کی مصنوعات کو ترجیح دیتے ہیں۔ قسطاس : میزان۔ ترازو۔ مجاہد کا خیال یہ ہے کہ یہ لفظ رومی لغت سے منقول ہو کر عربی زبان میں آیا ہے اور اب اسے اہل عرب کیونکہ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں اس کا اعراب اور اس کی تکمیل و تعریف عربی الفاظ کے عین مطابق ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں اس کا استعمال جاتر ہے لیکن اکثر علماء لغت کی رائے ہے کہ عربی لفظ ہے اور قسط (بمعنی عدل) سے ماخوذ ہے وقال الاکثر هو عربی ماخوذ من القسط بمعنی العدل (منظہری)

۲۹ دیگر گراں بہا پند و نصائح کے ساتھ ساتھ غلامانِ مصطفیٰ علیہ و علی آلہ اطیب التہیتہ و اجل الثنار کو یہ تعلیم بھی دی جا رہی ہے کہ وہ دم گمان اور ظن و تخمین کے پیروکار نہ بنیں بلکہ علم و یقین کا روشن چراغ ہاتھ میں لے کر زندگی کے نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے منزل کی طرف بڑھتے چلیں۔ عقائد کی دنیا ہو یا عمل کا میدان اخلاق کا گلستان ہو یا معاملات کی پُر خار وادی جہاں بھی زمام کار یقین کے ہاتھ سے نکل کر ظن و تخمین کے ہاتھ میں آئی۔ سمجھو کہ اب گردابِ ہلاکت میں ڈوبا کر ڈوبا قفا یقفو : اذا تبع اشرہ کسی کے نقش قدم کی پیروی کرنا کسی کے پیچھے پیچھے چلنا۔

۳۰ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ ملت کا ہر فرد اپنے تمام افعال کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جوابدہ ہے۔ اس کے دیکھنے کی قوتیں اس کی عقل و فہم کی صلاحیتیں ہر ایک کے بائے میں اس سے پوچھا جائے گا کہ اس نے انہیں کیسے اور کہاں استعمال کیا ہے۔ وہ قوم جس کو

فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ

زمین میں کھرتے ہوئے (اس طرح) نہ تم پھیر سکتے ہو زمین کو اور نہ پہنچ سکتے ہو پہاڑوں کے برابر

طَوَّلًا ۝ كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُومًا ۝ ذَلِكَ جَاءَ

بلندی میں اٹھ پر سب (جن کا ذکر گزرا) ان میں سے ہر بری بات اللہ تعالیٰ کو (سنت) نامناسب ہے۔ یہ باتیں جنہیں

أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا

بدیہی آپ کی طرف آپ کے رب سے بھیجا ہے دانائی کی باتوں میں سے ہیں۔ اور ان کے ساتھ نہ بنا اللہ کے ساتھ

آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ۝ أَفَأَصْفُكُمْ رَبُّكُمُ

کوئی اور معبود ورنہ جتنے چھیک و بوجھا جاتا ہے اس حال میں کہ تمہیں علامت کی جائیگی اور دیکھ دیتے جائیں گے۔

اس کے خالق نے اختلاف الفاظ میں احساس ذمہ داری کا درس دیا۔ وہی قوم آج اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ہے۔ کاش! ہم اپنی ذمہ داریوں سے جہدہ برپا کرنے کے لیے سچے دل سے کوشش کریں تو جن کیف پر ہم شکوہ منج رہتے ہیں اور جن مصائب میں گھرے ہوئے ہیں وہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ یہ بات بھی زمین نشین رہے کہ دشمن کی بد راہ روی اور بے اعتدالی کی بد راہ روی اور بے اعتدالی کے لیے درجہ جزا نہیں بن سکتی۔ اگر آپ اپنے موجودہ معاشرے کو نہیں چاہیں تو آپ اصلاح احوال کے تہ دل سے غولیاں ہی تو اس آفتخیز میں وقت ضائع نہ کیجیے کہ دوسرے لوگ ٹھیک ہو جائیں تو میں بھی ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اصلاح کا آغاز اپنی دولت سے فرمائیے۔ آپ کو دیکھ کر کتنی جگہ سے جوئے اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔ زندگی کے کسی لمحہ پر کل افلاک کا جنت و جہنم کے الفاظ کو فراموش نہ کیجیے۔

اللہ انسان کے غرور و تکبر کی پیروی اور نفرت کو گھس گھس پر یہ میں بیان فرمایا گیا۔ ایک غریب شاعر نے بھی خوب کہا ہے۔

ولا تمش حقوق الاوضاع فكلت لها قود ودموعناك ادفع

وان كنت في غدر حزن ومنعة فكمات من قود ودموعناك امع

یعنی زمین پر پستے ہوئے تواضع اور انکسار اختیار کر کے لوگ جو تم سے بھی زیادہ جلد مرتے تھے اب شکم زمیں میں مدفون ہیں۔

مگر تو آج معزز و متمتع اور جاہ و سلطنت کا مالک ہے تو کیا ہوا۔

تم سے پہلے کثیر القادروں میں بڑی برکت تھی لیکن اب موت کی نیند سون رہی ہیں۔

يَا بَنِيَّ وَاتَّخِذْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاقًا ۖ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا

پس کیا چن لینا ہے مجھ میں سے (جسے فرشتوں کیسے اور (اپنے بیٹے) بنالیا ہے فرشتوں کو بنایا ہے (اور انہوں نے تم تواریکی بات کہی ہے

عَظِيمًا ۚ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ

بوجہ بہت عظیم ہے۔ اور (جسے ہم نے مختلف انداز سے بار بار بیان کیا ہے (اور ان کو توجہ دے کہ اس قرآن میں تاکہ وہ طبیعت برائی کریں۔

إِلَّا نَفُورًا ۚ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَاسْتَعُوزُوا

(یا بنو اسرائیل) سوئے نفرت کے ان میں کسی چیز کا اعتراف نہ تھا۔ آپ فرمائیے اگر چہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا اس طرح یہ کافر کہتے ہیں

إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۚ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا

قرآن خدا اس نے (مگر آتش کر لی جوئی عرش کے مالک اور غالب آئے گی) کوئی راہ تو وہ ایک سچا و درست برتر و بالا ہے ان باتوں

كَبِيرًا ۚ تَسْبِيحٌ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ

سے بڑے لوگ کیا کرتے ہیں پاکی بیان کرتے ہیں اسی کی ساتوں آسمان اور زمین اور جو چیز ان میں موجود ہے۔

۵۲۔ عجب کئی مشرک قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی مثالیں بنا کر کہتے تھے ان کی حماقت کا پردہ چاک کیا جا رہا ہے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم خود اپنے لیے تو ان کے پسند کرتے ہو اور اگر کسی کے گھر کی پیدائش ہو تو اس کے اہل صنف یا قوم بچے جاتی ہے یہیں شرم نہیں آتی کہ جس چیز کو تم پسند نہیں کرتے ہو اسے اللہ جل مجدہ کے پسند کر رہے ہو۔

۵۳۔ یعنی ہم نے قرآن کریم میں ان کی توحید کو مختلف اسلوبوں اور متعدد پیرایوں میں بیان کیا ہے تاکہ بطلانیت اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق اس سے استفادہ کر سکیں کہیں رحمت کا دروازہ اور کہیں قہر و عذاب کی وحید کہیں بشارتیں اور کہیں وعظائم کی گویا کیا ہے۔ زندگیوں کی تذکرہ اور کہیں نافرمانی اور سسرکش اقوام کے ہونے کا انجام کا بیان لیکن اس کے باوجود جنہوں نے اپنی آنکھوں پر نقشب کی پٹی باندھ رکھی ہے وہ قریب آئے گی بجا سے اور زیادہ دور جھلگے چلے جا رہے ہیں۔

۵۴۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور خدا بھی جوتے تو کبھی کبھی ان کی ولایت اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے مخلوق اور وہ انتہائی کوشش کرتے کہ اپنی خدائی کی لائے رکھنے کے لیے آپس میں مل کر وہ ایک متحدہ معزز بنا کر عرش کے مالک پر چڑھائی کروں اور اسے مغلوب کر دیں تاکہ وہ ان کی مخالفت نہ کر سکے لیکن ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ تو یہ وہ خصلت خدا کی اس لیے پیش ہے۔ ان کی قوت و شرکت کا کوئی ایک مظاہرہ ہی آپس دکھا دو۔ اور اگر انہیں دکھا سکتے تو چہ ایسے بے ہوش کو اپنا خدا تسلیم کرنا کتنی نادانی اور لغویت ہے۔ کتنا عام فہم اور حقیقت افروز بیان ہے۔

المالكون

عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةٌ أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِذَا

ان کے دلوں پر پردہ ہے تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں گرائی (چدا کر دیتے ہیں) اور جب آپ

ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدًا وَلَوَّا عَلَى آذَانِهِمْ نُفُورًا ۝

ذکر کرتے ہیں صرف اپنے رب کا حمد آں میں تو وہ پیچھے پھیر کر جھاگ جاتے ہیں نفرت کرتے ہوئے شے

یہیں کی پہلی آیتیں خافضینا ہم فہم لایبصر ونا ہمک پڑھتے ہوئے تشریف لائے اور انھیں خفیک نہ ہوں۔
بعض علماء کرام نے جواب میں یہ فرمایا کہ ان کے دل کی طرح ان کی سمجھ نہ تھی کہ ان کی آذان میں علم و کلمہ کے چمکتے ہوئے
نوریں کو نہا تھیں۔

اے ان کے بہیم انکار کی پاداش میں ان سے فہم و ادراک کی نعمت سلب کر لی گئی ہے۔ ان کے دل کی آنکھ اندھی اور کان بہرے
ہو چکے ہیں۔ نہ انھیں فوری حق نظر آتا ہے اور نہ انھیں حدیث حق سنائی دیتی ہے۔

شے اے مجرب! ان حقیقت ناہننا سموں کی طرف دیکھو! جب آپ قرآن کریم پڑھتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو بار بار
بڑے دلکش اور زار و زادل تر وید وائل سے پیش کیا گیا ہے۔ جہاں اسماء الہی اہل کی سب سے بڑی اور بڑے کسی کا پردہ چاک کیا گیا ہے تو وہ
اس کا دم جو نظام کو مزید خوب سے سننے کے بجائے انھیں نفرت کرتے ہوئے لڑنے پاتوں پیچھے بھاگتے ہیں۔

اگر محبت جب یہاں توحید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے مقرب رسول اور اس کے مقبول بندوں کے فضائل و کمالات کا ذکر
کئے ہیں تو ان کو ان کے لب کریم نے رحمت فرمائی ہے بعض لوگوں پر یہ تمام لگاتے ہیں کہ ان کا رویہ تو مشرکین کا جیسا ہے وہ بھی خدا
کی توحید کے پسو پر پلور و شریک کا نہ کوہ کیا کرتے تھے اور یہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور اگر ان انشورس سے دریافت کیا جاتا ہے کہ حضور!
مقبول ہر بار گاہ حق کی توسیع سے آپ کی زبان کیوں گونگی ہو گئی ہے تو فرماتے ہیں کہ تم نے ہم پر وہی غرور کیا ہے جو کہ مشرکوں کا
رسول خدا پر کیا کرتے تھے کہ وہ ایسا قرآن کیوں پڑھتے ہیں جس میں صرف خدا کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ ان بزرگ مردوں کی ایسی باتیں سنی کر سر
پکڑنے لگتا ہے۔ کیا قرآن کریم بیان توحید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و القدر رسولوں کے ذکر و غیرہ سے محروم ہے۔ کیا اسی قرآن نے یہ نہیں
بتایا کہ ہمارا حضرت سلیمان کا نام قرآن بنا دیا گیا تھا اور وہ آپ کے شاہد کے مطابق تیرا یا آہستہ چلا کر لئی تھی۔ کیا اسی قرآن میں نبیوں کی نفرت
و حسد کا پیرا ہے جس نے حضرت یعقوب کی زبان اٹھوں پر جب ڈالا گیا تو وہ بٹیا ہو گئیں۔ کیا اسی صحف کے صفحات میں یہ موجود نہیں کہ
حضرت عیسیٰ اپنے مسیحوں سے ماور زادا نہ ہوں تو دنیا کر دیتے کہ وہوں کو سمست بچھتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے۔ کیا اسی کتاب
الہی میں سلیمان اور ہار کے ایک عالم زبور کے متعلق یہ مذکور نہیں کہ انھوں نے چشم زدن میں طعنے کا تخت سب سے اٹھا کر حضرت سلیمان کی
خدمت میں پیش کر دیا تھا اور ان کے عقدہ متعدد دیگر واقعات جن سے اپنے خاص بندوں پر اللہ تعالیٰ کی جود و سخا و فضل و عطا
کی شہادتیں ملتی ہیں موجود نہیں ہیں اور یقیناً میں تو ان دانشوروں کو دوسروں پر زبانی طعن و زکر کرنے سے پہلے اپنے طریقہ کار پر

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿حیاء القرآن﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فصل القرآن

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۝

اور نہیں بڑھاکر اس امر سے کہ ہم بھیجیں آیتوں کی تکرار کو، انشانیاں مگر اس بات سے کہ پہلے ان نشانوں کو پہلوں نے ٹھکرادیا تھا اور آیتاں نہیں

وَاتَيْنَا ثُبُودَ النَّاقَةِ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۝ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ

تھکے تھے اور ہم نے دی تھی قوم ثمود کو نیک اونٹنی جو روشن نشانہ تھی۔ پس انھوں نے زیادتی کی اس پر خدا ہم نہیں بھیجتے دوسری نشانیاں

إِلَّا تَخَوِّفًا ۝ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۝ وَمَا جَعَلْنَا

مگر لوگوں کو ایذا سے خوفزدہ کرنے کے لیے۔ اور یاد کرو ہم نے کہا تھا آپ کو کہ جب تک آپ کے پروردگار کے کلمے میں سے پرہیز نہ کریں

الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ الْآفِتْنَةَ لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي

کو۔ اور نہیں بنایا ہم نے اس نفاذ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو اٹھ کر آؤ امتحان لوگوں کے لیے نیز آؤ کشن بنایا اس نخت کر اٹھ محمد پر سنت

۶۸ شے کفار و کفر بادگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور کہا کہ اگر ہمارے یہ مطالبات پورے کر دیتے جاتیں تو ہم آپ پر ایمان لے آتیں گے پہلا مطالبہ

یہ ہے کہ صفا کا پھل دو سونا بن جائے دو سو سو سو کو یہ ہے آپ کی گناہ چھوڑ دیں گے بنادیتے جاتیں تاکہ میرا ان کشادہ ہو جائے اور ہم اس میں

کا مستحکامی کہ کہ اپنی زندگی کی ضرورت فراموش کر سکیں جو بڑا نیکو کام اس وقت حاضر ہوتے اور اگر پیغام الہی پہنچا دیا کہ اگر آپ چاہیں

تو ان کے مطالبات فوراً پورے کر دیتے جاتیں لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ ایمان نہ لاتے تو ان کو نیست و نابود کر دیا جائے گا اور اگر آپ

چاہیں تو انھیں غروبِ سورج کی ضربِ ہلاکت دی جائے حضور نے عرض کی کہ یہی مستحقِ ہجو نہیں جیسے کہ ہم و انھیں ہلاکت مرحمت فرما

۶۹ شے قوم ثمود کو ان کے مطالبہ کے پیش نظر جب اونٹنی کا مجوزہ دکھایا گیا اور وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے تو انھیں صخرہ ہستی سے حربِ غلط کی

طرح شاد کیا گیا۔ اسی طرح ان لوگوں کا انجام بھی پڑا ہے جن کا مطالبہ پورا کیا جاتا تھا اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

۷۰ شے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنے حکم سے تمام لوگوں کو اپنے ترغیب میں لے رکھا ہے آپ نے دھڑک اسلام کی تبلیغ کا فریضہ

ادا کرتے نہیں کسی کی مجال نہیں کہ آپ کو گناہ پہنچا سکے۔

۷۱ شے اس آیت کی وضاحت اسی سورہ کی پہلی آیت کے ضمن میں گفدی چکی ہے وہاں بتایا گیا ہے کہ اس آیت میں دو دنیا کا لفظ خواہیے

معنی میں متعلق نہیں بلکہ عالم بیادوی میں دیکھنے کے لیے متعلق ہے حضرت ابن عباس کا قول ہے اللہ بہت باہنہ اندو یا عین ایمان دو دنیا

سے مردو عالم بیادوی میں دیکھتا ہے۔ مسجد بن جبرہ حسن مسروق، قتادہ بن جبرہ، عکرمہ بن جبرہ اور ان کے علاوہ کثیر التعداد علماء تفسیر کی

یہی رائے ہے اور اہل عرب کہتے ہیں راایت یعنی دو دنیا و دنیا (مفسرہ ص ۱)۔

۷۲ شے اس سے مراد قوم ہے، اس کو بھی لوگوں کے فرقہ کا باعث بنایا کیونکہ جب ایک آیت میں بتایا گیا کہ جنہم میں قوم کا نصیب بھی

الْقُرْآنُ وَتُخَوِّفُهُمْ فَلَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝ وَلَإِذَا قُلْنَا

بجی تھی ہے قرآن کی۔ اور ہم انہیں (بازغیران کے انجان سے) ڈراتے دیتے ہیں۔ پس نہ بڑھایا اس ڈر نے نہ انہیں بڑھایا نہ زیادہ سرکشی کرنے

لِلْمَلَائِكَةِ السُّجُودَ وَالْإِدْمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ قَالَ سَجْدُوا لِمَنْ خَلَقْتُ طِينًا ۝

ظے اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدو کہ آدم کو تو سب نے سجد کیا سوائے ابلیس کے لگے اس نے کہا کیا میں سجد کروں اس

خَلَقْتُ طِينًا ۝ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتُ عَلَيْكَ زَكَرِيَّا

(آدم) کو جس کو تو نے کچھ سے پیدا کیا۔ اس کا مجھے تیرا (آدم) جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ (اس کی وجہ کیا ہے؟) اگر تو

أَخْرَجْتَنِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَخْتَنِكَ ذُرِّيَّتَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قَالَ

مجھے ہدایت دے روز قیامت تک تو مجھ سے ایکڑ بھیکوں گا اس کی اولاد کو موائے چند امیران کے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہر گاہ تو ابراہیل کو اسلام پر طعن کرنے کا ایک ذریعہ مرفوع ہوتا تھا کہنے لگا کہ آدم تو آپ ہیں ایسی آگ سے ڈراتے ہیں جو پتھروں کو جلا کر خاک سیاہ بنا دے گی۔ دوسری طرف آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم میں نہ قوم کے درخت بھی ہیں نہ گدیہ بات ہماری، یہ کہیں تو نہیں آسکتی، ابراہیل کے اس اعتراض سے بھی کوئی لوگ تذبذب کا شکار ہو گئے۔

سچ ہے اس سے پہلے یہ بتایا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس دشمنی کی ابتدا کتبِ برائی اب اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔
آیت اس آیت میں حذف ہے تعذیر کا کام نہیں ہے البتہ جن جن مخالفی فضائل فعل لم فضائل (مستطبی) یعنی آدم کو تو نے مجھ پر فضیلت دی حالانکہ مجھے آگ سے اور اسے خاک سے پیدا کیا اس کی وجہ ہے چنانچہ علامہ ذکری نے قصہ شکر کی وجہ کو کتبِ رأیت پر میرزا مفتاح کا داخل ہو جائے تو میرزا یہ فائدہ دیکھنے کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی انہیں فی مجھے بتا ہوتا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلَتِ الْهَمَزَةُ عَلَى رَأْيِهَا فَامْتَنَعَ أَنْ يَتَكَلَّمَ مِنْ رُؤْيَا بَعْضِهَا فَانْقَلَبَ بَعْضُهَا بَعْضًا أَخْبَرَنِي أَبُو بَرَانٍ فِي مَعْلُومِ الْقُرْآنِ جُلْد ۱۱۰۱
اگر تو مجھے ہدایت دے تو میں اس آدم غالی کی کڑوڑوں کو آٹھ گڑا کر کے چھوڑ دوں گا لاجتنب کن کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبی اور دیگر علماء لکھتے ہیں کہ جب کڑی کسی حکمت کو کہا کر چٹ کر جائے تو عرب کہتے ہیں احتش الجواز طنج اخافہ بے کلمہ: یہاں بھی یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ شیطان کہہ رہا ہے کہ اگر مجھے تو نے ہدایت دی تو میں ان سب کو راد راست سے لکھا کر چھینک دوں گا اور ان کے ایمان کا صفایا کر دوں گا اور ان میں سے چند افراد کے بغیر کوئی ثابت قدم نہ رہے گا۔

فيها القرآن

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا عُرُوزًا ۚ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ

وعدہ کیا وہ اور وعدہ نہیں کرتا ان سے شیطان مگر کھوکھلا کھوکھلا جو میرے بندوں سے ہیں ان پر میرا غلبہ نہیں ہو سکتا

سُلْطٰنٌ وَكَفٰی بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۚ رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ

اور (میرے محبوب) کا کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کی کارساز کیلئے۔ تمہارا رب وہ ہے جو چاہے اسے چاہے اسے کشتیوں کو

فِي الْبَحْرِ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۚ وَإِذَا

سمندر میں تاکہ تم غلام کرو (جو کبھی سفر کی ضرورت ہو) اس کا فضل چیکو گے تمہارے ساتھ ہوتا رہے اور تمہارا رب وہ ہے جو چاہے اسے چاہے اسے

بے شک یہاں تنبیہ فرمادی کہ شیطان کے وعدے ہرگز قابلِ اعتماد نہیں وہ محض دھوکہ دینے کے لیے اور تمہیں ہدایت کی راہ سے
بھٹکانے کے لیے ایسی چٹکی چڑھائی تاہم اس قسم کے کھوکھلے وعدوں کے فریب میں آجنا کسی عقل مند کو زیبا نہیں۔

الغرض تشریف میں طلبِ احاطہ معایناتِ اسے حقیقتاً یہ باطل کو اس طرح آراستہ دیکر مسترد کر کے پیش کرنا کہ وہ سچ معلوم
ہونے لگے اسے غرور کہتے ہیں۔

بے شک اے شیطان میرے بندوں پر تیرا کوئی اثر نہ ہو گا اگر تمہیں جو میرے گاہد تیرے دامِ فریب میں ہرگز نہیں پھنس سگے۔
تو جتنے تہمتیں کر سکتا ہے کہ دیکھ ان عبادِ حق میں جو کھلف ہے اس کی حقیقت کا ادراک وہی خوش نصیب کر سکتے ہیں جو ان

عبادی کے ذمہ میں داخل ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت و درویشیت کا ایک اور کوشش یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ سیکڑیں مسند کے گہرے پانیوں اور اس
میں اٹھنے والی طوفانی موجوں کو تمہاری کشتیوں اور جہازوں کے لیے مستحضر فرما دیا ہے۔ ہزاروں جگہ لاکھوں ٹن وزن اٹھانے والے

تمہارے جہاز اس طرح آبِ پراٹھلاتے پھرتے ہیں اور تمہاری حالی تجارت کے لیے ایسی شاہراہیں ہموار کر دی ہیں جن کے ذریعہ تمام آسانی
سے اپنے تجارتی مسلمان کو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف لے جاتے ہو اور نفع کماتے ہو گویا یہ اس کا احسانِ عظیم نہیں

رزقِ حلال کمانے کے لیے اسلام نے ہمیشہ اپنے ماننے والوں کو براہِ گنجستہ کیا ہے یہاں بھی رزق کو فضیلہ (اپنا فضل) دینا کہ
مسلمانوں کو بحری تجارت کا شوق دلا دیا ہے الا جال الملوک، اذ جال الملوک سوتلہ بالموج اللعینہ۔

موانع اور تہمتیں غلام ہواستے کشتی چلانے کو اذ جال جہاں کہتے ہیں ۛ

مَسْكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ

ہے تمہیں تکلیف سمندر میں تڑپ رہے تھے تو تم کو تم پر پکارا کرتے ہو سو اللہ تعالیٰ تمہیں جس جہاں سے چاہے وہاں سے نجات دے گا

إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝۱۵۰ أَفَأَمِنْتُمْ أَن يَخْشِفَ

مناہیت تمہیں ساحل پر پہنچا دیتا ہے تو تم کو گرداں کوٹنے لگتے تھے اور انسان (دھڑی) بڑا ناشکر ہے۔ کیا تم یقین کرتے ہو اس سے کہ وہ تم

بِكُم جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ

دھنساؤں سے تمہارے ساتھ دشمنی کے ناؤ کو یا بھیجے غم پر۔ اولے میرا سامنے والا بادلی پھیرا اس وقت تم نہیں پاؤ گے اپنے لیے

میں چاہیہ تو یہ کہ انسان اپنے حرم و گریہاں کے مساوات کا ہر وقت اعتراف کرتا رہے اور شکر ادا کرتا رہے۔ لیکن انسان کی کم فہمی کا کیا کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود کو بھی خدائی کے تحت پرستار رکھا ہے اور ان کو بھی اللہ تعالیٰ کا مشرک سمجھتا ہے۔ انسان کی اس حماقت کو رانج کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہ جب تمام تجارقی سامان سے بھری جہلی کشتیاں اور جہاز لے جا رہے ہوتے ہو یا ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لیے بحری سفر کر رہے ہوتے ہو یا اس وقت جب خوفناک طوفان اٹھ کر آتے ہیں اور گرداب ابلا کت قدم قدم پر نہ کھولے تمہیں ہر پہلو پر کنا چاہتے ہیں اس وقت تو تمہیں اپنے سارے دیوی دیوتا بھول جاتے ہیں اور صرف تیر جیسی کے حضور میں گڑ گڑا کر اپنی نجات و سلامتی کے لیے دعا مانگنے لگتے ہو۔ اگر تمہارے گھر سے جو کچھ توں میں خدائی قدرت کا کچھ اتاری ہو تو ان عنصر کے گھیر لیں تو تمہارے دل ان کی طرف ہی مائل رہتے۔ ان شکل محرم میں ان کی طرف سے تمہارا منہ موڑ دینا اور ایک سببیت اختیار کر کے حضور میں فریاد کرنا کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ انسانی فطرت میں عقیدہ توحید کی تخم ریزی کی گئی ہے اور حجب خارجی اور باطنی آمیزش ختم ہوتی ہے تو عقیدہ توحید خود بخود دیکھنے لگتا ہے۔

۱۵۰ لیکن جب وہ اپنے فضل و کرم سے تمہاری ساری فرائض کو نظر انداز کرتے ہوئے تم پر کرم فرماتا ہے اور تمہیں سلامتی سے ساحل پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس وقت پھر اس قدر گرداں کوٹنے لگتے ہو کہ ان کے ساتھ اور ان کو مشرک ٹھہراتے ہو انسان کی ناشکری کی بھی آخر کوئی حد ہے۔

۱۵۱ یعنی اے مشرکین تمہاری حماقت کی اسی حد نہیں سمندر میں تو تم غلاب انہی سے ڈر کر مشرک سے تائب ہو جاتے ہو لیکن خشکی پر قدم رکھتے ہی پھر وہی تمہارے نہیں سمجھتے یہ گویا تم یہ سمجھتے ہو کہ خشکی پر مشرک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں کوئی غلاب نہیں آئیگا۔ بے وقور! اللہ تعالیٰ چاہے تو جس سطح زمین پر تم کھڑے ہو اس کو تمہارے بہت دھنساؤں سے یاد دے کر سارے تمہیں اور تمہارے کینوں کو شمس کر دے۔ الحاصب یتال الحجابۃ الذی تدری بطل جود حاصب اس بادل کو کہتے ہیں جس سے اگلے برستے ہیں۔ حاصب اس تیز براؤ بھی کہتے ہیں جو شکر یزدوں کو آٹھ طپٹ دیتی ہے۔

تحت إشراف

سب دوست ہی روسی میں بھی جائے وہی اردو اسلامی سب سے بڑا مسئلہ

إِلَيْكَ لَتَعْتَرِي عَيْنَا غَيْرُهُ وَإِذَا الَّتِي أَخَذُوكَ خَلِيلًا ۖ وَلَوْلَا

حرف وحی کی ہے تاکہ آپ ہمتان باندھ کر (مٹو گئے ہیں) ہماری طرف اس کے علاوہ تو اس صہرت میں دیکھ کر اپنا کر دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے

أَنْ تُبَيِّنَكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۖ إِذَا أَدْفَكَ

آپ کو ثابت قدم نہ رکھا کرتا تو آپ ضرور مائل ہوجاتے ان کی طرف کچھ نہ کچھ مٹھو بغیر محال تو آپ کیا کرتے تو اس

اس لیے میں نے اس کے مطابق ترتیب کیا ہے۔ (البرہان جلد ۴ صفحہ ۱۲)

ان آیات کی جو تفسیر علامہ ابن کثیر نے کی ہے اس کا ترجمہ علامہ فرماتے ہیں:-

”ان آیات میں اللہ تعالیٰ اس امر کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ خود اپنے محبوب رسول کا تہید و تعلق ہے یہی راہِ راست پر آپ کو ثابت بخشتا ہے۔ وہی ہر قسم کی غلطی سے آپ کو محفوظ رکھتا ہے شریعوں کی شرانگیزیوں اور بدکاروں کی بدکاریوں سے وہی حضور کو سلاست رکھتا ہے جنھوں کے مابین کام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ وہی اپنے محبوب کا مدد دلا دے نگاہوں اور ناصر ہے وہی آپ کو اپنے دشمنوں پرست و ظفر بخشتے والا اور آپ کے دین کو مخالفین کی مخالفت کے باوجود غلبہ بخشتے والا ہے مشرق و مغرب میں اسلام کا پرچم تائید الٰہی سے ابرار ہے مثلاً اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسلیم کیا تھا اہل بیت علیہم السلام (تفسیر ابن کثیر)

ان آیات میں مزید مذکور کرنے سے نبوت کی ذمہ داریوں کی نزاکت کا احساس ہوتا ہے یعنی کلام الٰہی میں کسی وجہ سے ذوق براہِ رکمی جتنی ناقابلِ اعتراض ہے کفار و کائنات نے بار بار کوشش کی۔ خود میں میں دروسیم کا دھیر بگاڑنے، آج و تخت پیش کرنے اور حسین و جمیل عورت کا رشتہ دینے کی بار بار پیش کشیں کیں لیکن حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ان کی پیشکشوں کو پستے حقارت سے ٹھکرا دیا کہ اگر تم کو میرے عافیت کا حق ہو تو میرے باپ کا حق ہو اور چاند میرے باپ کا حق ہے تب بھی میں اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہالی برابر رد و بدل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مجھے جس مقصد کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے اس کی تبلیغ میں سرگرم عمل ہونا۔ جہاں تک کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤں یا میری زندگی ختم ہوجائے۔

۱۱۔ علامہ ذکر کرتے ہیں کہ وضاحت کرتے ہوئے سمجھتے ہیں فالہ معنی جلی النقی وانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہدیکون الیہو لاقبلا ولا کتبہ من جہتہ انی لولا الامتناعیہ تقضی ذلک وان امتنع مقایہ الکرہون لقلیل لاجل وجود التثبیت بنتی الکثیر من حلین الا انی یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے پاؤں کو مضبوطی سے راہِ راست پر محکم کر دیا ہے۔ اس لیے کفار کی طرف اتنی سامیلاں بھی نہیں ہوسکتی۔ چرچا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ لولا امتناعیہ کا تعنا یہی ہے کہ اس کا یہ خدوم بیان کیا جاتے۔ (البرہان، جلد ۴ صفحہ ۱۳)

کل ذلک تعظیہ النشان التبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وما جلیلت علیہ نفسہ الزکیۃ من کوثر الایادیرکن الیوم شیئا قلیلا للتثبیت مع ما جلیلت علیہ نفس کی جہاز کے ساتھ تہنیت و تهنیت کی سعادت حضور کو اس تمام عالمی اور شانِ رفیع پر فرمایا (البرہان)

ضَعُفَ الْحَيَوةُ وَضَعُفَ الْمَيَاتُ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْكَ نَصِيرًا ۝

وقتِ تم کو پہلے سے دیکھا گیا ہے اور وہ تم کو اب تک بے مدد رہے پھر تم کو پتہ نہ چلتے کہ اپنے لیے ہمارے مقابلہ میں کئی مددگار۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفْرِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لَيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا

اور انھوں نے کادوا کہ وہ تم سے فرار ہو جائیں اور تم کو اس علاقے سے نکل کال دیں آپ کہ یہاں سے کھ نکال دیں اگر انھوں نے

لَا يَلْبُثُونَ خَلْفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ سُنَّةٌ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

پہلے کی ہمت وہ نہیں کر سکتے یہاں آپ کے بعد کچھ عرصہ نہیں رہا اور پھر آپ کے پاس میں نہیں رہے جیسا آپ سے پہلے

نشانہ اس سے ضرور کی حکمتِ شان کا یہ چلتا ہے کیونکہ مہربان کوئی زیادہ عزیز نہ ہے انسانی میں کی معمولی سے غرضِ نامکمل پر شہادت ہوتی ہے

ع کوئی در دیدہ بود کو عظیم

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور تو حضور تھے یہ تنبیہ حضور کی اُمت کو کی جا رہی ہے کہ وہ کسی صورت میں دینِ حق

اور احکامِ شریعت کو چھوڑ کر کفار کی خوشنودی حاصل کرنے کی طرف مائل نہ ہوں۔ فقال ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم معصوماً ولكن هذا بعد الامانة فلا يوكن احد منهم ان لا يمشي في شيء من احكام الله تعالى وشراعه وقرطبي

قائد سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے بازگاہِ الہی میں عرض کی اللہم لا تشکک فی الی نفسی

طرفة عین اے اللہ! مجھے چشمِ زدن کے لیے بھی اپنے نفس کے سپرد نہ کرنا ہر شخص جو دعوتِ حق کا رخصتہ کر رہا ہے ہر لمحہ

ان آیات کو اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہیے جیسا کہ اس سے کوئی ایسی فروگزاشت ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الہی کا باعثِ عیب و

جلازم نامقام ہے۔ ہماری عقل خام ہے، ہر شیطان کی دوسو اندازیوں کا محسوس طور پر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے لیے

پچھنے کا راستہ صرف یہی ہے کہ جہدِ دلی سے اور عجز و نیاز سے اپنی بے بسی کا پورا اعتراف کرتے ہوئے ہر قدم پر بارگاہِ الہی

میں ہی رہنا تاکہ اس میں یا قیوم پر حجتِ استیثنا لا تشکک فی الی نفسی طرفة عین واصلی شانی کا لاء۔

اللہ کے قہار ہونے سے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرِ عرب سے نکال دیں مگر اللہ تعالیٰ نے

فرماتے ہیں یہ بھی کر کے دیکھو تمہیں اس کا انجام بھی معلوم ہو جائے گا۔ ہم تمہیں نصیحت دینا چاہتے ہیں کہ وہ دیکھیں گے۔ یہ تو اسی عرب

کا معاملہ ہے کہ تمہاری غلط کاریوں کے باوجود تم کو خدا کے نجات دہی ہوئی ہے۔ جب سرزمینِ عرب پر سرپا کھنکھ دے تو کتنی ہستی

تشریف لے جائے گی تو تمہیں جلد ہی کفر کو وارادہ پہنچا دیا جائے گا۔

مَنْ رُسُلَنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۖ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوکِ

رسول بنا کر اور آپ نہیں پائیں گے ہمارے سنّت میں کوئی رد و بدل تاکہ نماز ادا کیا کریں سورج ڈھلنے

الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ الْيَلِّ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۚ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ

کے بعد اٹھ رات کے تاریک ہونے تک (نیز ادا کیے) نماز سب جو شب نماز صبح کا مشاہدہ

مَشْهُودًا ۚ وَمَنِ الْيَلِّ فَتَجِدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ

کیا جاتا ہے ۱۲ گھنٹہ اور رات کے بعض حصّے میں پچیس اور نماز عشاء اور فجر کے درمیان نماز ہے آپ کے لیے عیناً نماز خواہ کیا

۹۹ ہمارا ہی دستور ہے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی کو اذیت پہنچاتی ہے اور اس کو اپنے وطن سے چھوٹے یا پھر پھینک دیتی ہے اور وہ نبی ان کے مظلوم سے تنگ آکر ہجرت کر جاتا ہے تو پھر عذاب الہی کے نزول میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ یہ ہمارا ایسا دستور اور ایسی سنت ہے جس میں رد و بدل کی گنجائش نہیں۔

۱۰۰ حضور کریم کو راجح سے غرق کرنے کے لیے مشرکین جو قین کیا کرتے تھے اور حضور کو تکلیف پہنچانے کے لیے جس طرح سرگرم و باکوتے تھے اسی کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نماز کی ادائیگی کی طرف توجہ فرما رہا ہے۔ تاکہ ان جاں نسل محوں میں تائید خداوندی کی طرف توجہ ہو جائے نماز پنجگانہ سفر میں بھی فرض ہوتی تھی یہاں نمازوں کے اوقات بتائے جا رہے ہیں جن کی تفصیل حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور حاضر ہو کر اوجہ امت کو سکے کر دی ماحول کا معنی اگرچہ غروب آفتاب بھی کیا گیا ہے لیکن یہاں اسی کا معنی زوال ہے تاکہ صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے فی القاموس دلت الشمس دلت کا غروب یا افسردہ ذلت عن کبد الساء والحق علی اللہ تعالیٰ اولیٰ بصدق پہل رات کے اندھیرے کو کہتے ہیں الفسق ظلمة اول اللیل۔ زوال آفتاب سے غروب یعنی شفق تک چار نمازوں کے اوقات ہو گئے فجر کی نماز کا وقت آگے خدا آفتاب الفجر سے پہلے کیا۔

۱۰۱ عینی دلی اور رات کے فترتے اس وقت یکجا ہوتے ہیں۔

۱۰۲ وجود افسردہ سے ہے سورہ اور بڑا ہونے دونوں معنوں میں متصل ہوتا ہے لغت کے امام الامام ہی نے اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے خود جہد تک وجود یعنی نیک کو ترک کرنا کہ معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے تھوڑے اور تاشدہ ح اور اشدہ کے لڑکے کو کہتے ہیں۔ (درازی)

۱۰۳ چھ نماز پنجگانہ کے اوقات بیان ہوئے ہیں ہر کس زمانہ کس پر فرض تھیں اب اس مخصوص نماز کی ادائیگی کا ذکر ہوا ہے جو عیسویہ کمر بستہ اندر علیہ السلام پر بطور فرض یا ازاد عبادت لازم ہے۔ یہ نماز تہجد ہے یعنی جب لوگ سو رہے ہوں ہر طرف سنا چھا یا ہو۔ آخر شب میں ہر چیز کو خواب ہو۔ اسے صبیح اس وقت تہجد اور خلوت کا زمانہ شرف باریابی حاصل کر کے جہنم نیاز کو

لڑتے ہوئے آتش کو تیری یہ بے جا سیلیں تیرے دل سے گزریں گی یہ آتش کا سیل روان یہ شاہی بند کی کاغذ مسبوہ شریف قبول بخشا جائے۔
اور آپ کو مقامِ محمود پر فائز کیا جائیگا جس کی مہارتِ خزان کو دیکھ کر دنیا بھر کی زبانیں تیری شانِ ستاری اور وحدہ و تسانس میں مصروف
ہو جائیں گی۔ عسی کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوا اس وقت اس کا معنی یقین ہوتا ہے عسی ولعل من اللہ تعالیٰ
واجبت ان (والی علی)

مقامِ محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ہذا مقام الذی الشفع فیہ لامتی یہ
وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کرواں گا، اہم علم ہے حضرت ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غلگشا رنھا صیاد
اور چار و سانہ بکریاں مکتی اللہ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کے پاس قول کو پڑھا۔ رب انھن الضلئل کثیرا من الناس فلیعفی
عنه عنی ومن عصائی فانک عفودیم دے سب ان کیوں نے جنت سے لوگوں کو گرا دیا ہے تجھوں نے میری پڑی کی وہ جو سکر
لوہ سے ہونگے اور تجھوں نے میری نافرمانی کی تو تو خود رحمیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ کے اس جملہ کو دہرایا ان تعد بھم خانہم عبادہ
وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحكیم۔ (اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بند سے ہیں اور اگر انھیں بخش دے تو وہی عزیز و
حکیم ہے)

پھر حضور نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی امتی احق شہد بکی۔ اے میرے رب میری امت کو بخش دے۔ میری
امت کو بخش دے۔ پھر حضور زار و قطار روئے گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا جبرائیل اذهب الی محمد فقل له اننا سنردیک
فانک ولا تنوت۔ اے جبرائیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر میرا پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری امت کے ہاتھ میں
راضی کر دیں گے اور آپ کو یحییٰ نہیں پہنچائیں گے

روزِ حشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا جلالِ خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ بڑے بڑے
شہباز اور زور آور سرکش مابے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہونگے ساری خلقِ خدا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ تک
کا دروازہ کھٹکھٹائے گی لیکن ان کیلئے شہدائی نہ ہوگی۔ آخر کار حضرت عیسیٰ کے پاس پہنچے گی اور ان سے شفاعت کی تلقین ہوگی آپ جو اس
دین کے کسی خود تواجب کشتائی کی جہارت نہیں کر سکتا۔ انھیں ایک کریم کا آستانا بناتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کسی افراد
و امیں نہیں ملے۔ جاؤ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بادریاں جا کر عرض مال کرو۔ چنانچہ سب
بارگاہِ محبوب کبریا پر پہنچے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے اور اپنی داستانِ غم پیش کرینگے جسکو فرشتے فرمائیں گے انا لھا۔ انا لھا۔
ہاں میں تمھاری دستگیری کے لیے تیار ہوں۔ حضور عرضِ تمہیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور طہر زبان نور سے
سبح و قدوس رب کی حمد و ثناء کریں گے اور حیرت آواز سے کہے یا محمد ارفع راسک قل تسمع اعلیٰ تعط الشفع تسمع
اے سرایا خوبی و زیبا کی! اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ۔ کو تمھاری بات کسی بدلے کی تم مانگتے جاؤ ہم دیتے ہائیں گے تم شفاعت
کہتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرمائے جائیں گے۔ اس طرح شفاعتِ حبیب اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔
علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور پر نور سرور عالم ایاں پنج شفاعتیں فرمائیں گے۔

- ۱۔ شفاعتِ حامر جس سے عوس ووس کا فریضہ بیکار نہ رہتا تھا۔
- ۲۔ بعض غرض خیزوں کے لیے فیروز گاہ کے حین میں داخل کوئی شفاعت فرمائیں گے۔
- ۳۔ وہ موجد اپنے گناہوں کے باعث غلابہ دوزخ کے سخت قرار پر جا رہے تھے جس کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

۴۔ وہ گناہگار جنہیں دوزخ میں بھجوا دیا جائیگا حضور شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے۔

۵۔ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لیے سفارش فرمائیں گے۔

خود سچے جس کا دامنِ کرم سب کو ڈھانپنے لگا جس کی محبوبیت کا ڈنکہ ہر گونہ نجات دہنگا جس کی جلالت شان اپنے بھی وکھیں گے اور بیکار نہ رہیں گے۔ ایسے میں کفر و فساد کی ہنگاموں کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا اور کسی زبان نہ ہوگی جو اس کی تعریف و توصیف میں زور نہ دے سکے۔

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اسے کب تک ہمت نہ تھی کہ اس کی راہ میں کائنات بھیلنا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہوئے جس طرح سے اذیت لے کر اپنی آخرت کا سامان کرتے ہوئے جس طرح کے تشکوک و شبہات میں گرفتار ہو کر میرے برگزیدہ بندے کی جلالت شان کا انکار کرتے ہوئے۔ اس کی حقیقت سے پردہ تباہی کے لیے لاکھوں سالوں کا عرصہ اور عیش و عشرت و جلال کے عرش پر تنگن ہو کر ہر چیز کو اپنے دہلیز میں گاہری سے لیے طلب فرماتے تھے چنانچہ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ حضور پرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لَا تَسْأَلُ** آدم وحم الیامہ ولا فقر ولا غدر ولا عیلة ولا فقر ولا عیلة لا تقدر ما من نہیں یہ شوق آدم وحم وادھ لا تقدر لوالف۔ (ترمذی شریف) یعنی قیامت کے دن ساری اطاوار آدم کا مشاوریں ہو گئیں۔ احمد کا پیر میرے ہاتھ میں ہو گا۔ سارے نبی میرے پیر کے نیچے جمع ہوں گے۔ یہ ساری باتیں انہما حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ فخر و مہمات مقصود نہیں۔

علامہ شامیؒ نے اپنی تفسیر میں صحابہ سے حدیث شفاعت بروی ہونے کی تصریح کی ہے۔ لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: **سیدہ حدیث متواتر ہے۔ پس بڑا بخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔ قال الصیوطی: ہذا حدیث متواترہ عنہ عن انہ کفر الشفاعۃ۔** امام بخاریؒ نے علامہ حضرت فاضل بن علیؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک روز خطبہ میں فرمایا: **انہ سبکوں فی ہذا الامۃ قوم یکذبون بعدذاب النیب ویکذبون بدوت۔ بالشفاعۃ کہ اس امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا جو عذابِ قبر کی بھی تکذیب کریں گے اور شفاعت کا بھی انکار کریں گے۔** آج سے پچھلے بھی اس کا انکار معتزلہ اور خوارجوں نے کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شد و مد سے اس کا منکر ہے اور جبہ دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا منہ زور بیان کرتے ہیں جس میں شامیؒ نے مسطلفہ کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انھیں یہ حیرت کہہ کر کہ اس بات کا خیال نہ رکھنا چاہیے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل اس سے محروم کر دیا جائے گا۔

رَبُّكَ مَقَامًا لِّلْعَمُودِ ۝ وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝

آپ کو آپ کا وہ مقام عسکری دیں۔ اور دنیا مانٹا بھیجیے کہ آپ کے رب: جہاں کہیں تو بھیجے چھانے چکانے کے ساتھ سب سے بڑا اور

اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝

جہاں کہیں سے بھیجے گئے ہوتے سچائی کے ساتھ لے آئے اور عطا فرما لیجئے اپنی جناب سے وہ قوت جو دے دینے والی ہو جائے

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

اور آپ (اعلان) فرمادیں گے آئی ہے سچی اور مٹ گیا ہے باطل حق بیشک باطل غما ہی بٹھنے والا۔

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا يَزِيْدُ

اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں وہ چیزیں جو باعثِ شفا ہیں اور سزا یا رحمت ہیں اہل ایمان کے لیے اور قرآن نہیں بڑھاتا

۱؎ حضور کو تیب ہجرت کا حکم ملا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں ایک دعا کی تلقین کی گئی کہ اے رب کریم میرا مکہ سے ہجرت کرنا بھی سچائی کے ساتھ ہوا و مدینہ میں وہ دعویٰ سچائی کے ساتھ ہے یعنی دونوں کا انجام ایک ہو گا کہیں سے کونج کروں یا کہیں اقامت کروں تیری آئندہ نصرت میرے شاملِ حال ہو چنانچہ جو دعا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو سکھائی تھی۔ دنیا نے دیکھا کہ اس کا ایک ایک حرف پورا ہوا۔ مدینہ پہنچا تو اذانِ نبوی بنا تو چشمِ عرض کا نور بھی آیا اور چند سال بعد جب مکہ کا یہ مسافر دس ہزار جانثاروں کے ہجوم میں تکبیریں داخل ہوا تو کفر و مشرک کی تارکیں کھڑی ہو گئیں اور مکہ کا قبضہ توڑ دیا گیا۔

۲؎ یہ اعلان جو دنیا پر استقامت کا سزا گوارا دیتا ہے ہجرت سے پہلے کہ تم میں کیا گیا تھا آخر پورا ہوا۔ مکہ فتح ہوا حضور فوجِ حسین کا پرچم اترتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ جو ایک عرصہ دراز سے ایک جگہ رہی چکا تھا۔ جس میں سیکنڈوں بتوں کی پرستش ہوتی تھی حضور اس جگہ تشریف لے گئے حضور کے دستِ مبارک میں ایک چٹری تھی۔ اس سے بتوں کی طرف اشارہ فرماتے اور زبانِ پاک سے یہ آیت پڑھتے اور بہت منہ کے بل زمین پر آ کر کہتے۔ اس طرح پھر حق کا بول بالا ہوا اور باطل مٹا اور سچا ہوا۔

۳؎ یعنی انسان دشمنی ظہری و دھانی جیسائی اور اعلانیٰ جن جن ریاریوں سے دوچار ہوتا ہے اس سے کھینچ لیا گیا میں ان تمام دلوں کے لیے شفا ہے غفلت کی کثرت و شک و تردید کی تاریکی و کفر و شرک کی نجاست اس کے فیض سے سب حل ہوتی ہیں بشرطِ صرف اتنی ہے کہ اس کو یاد آئے کہ میں نے اپنے خدا کو بتایا ہے پھر اس کی رحمت کے چشمہ علم و عمل کے عطیوں کو سیراب کرتے ہیں اور رشک و سدا رم نہایت ہیں۔

۴؎ لیکن جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور جو اس کو پہچانتے ہی نہیں اور اس کے پہچاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ ان کی بدقسمتی میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کا طریقِ حیات تیر و تار ہوتا ہے۔

الظَّالِمِينَ الْاِخْسَارًا ۝ وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلٰى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ

ظالموں کے لیے مگر خسار و کوئی انعام فرماتے ہیں انسان پر تو رو دیکھتے تھے مگر کئے منہ پھیر دیتا ہے اور

تَاِيْجَانِيْہٗ ۝ وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ كَانَ یُؤْسًا ۝ قُلْ كُلُّ یَعْمَلْ عَلٰی

پہلوئی کرتے گناہ ہے اور جب پہنچتی ہے اسے کوئی تکلیف تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص عمل پر چل رہا ہے اپنی

شَاکِلَتِہٖ ۝ فَرِیْکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اٰھْدٰی سَبِيْلًا ۝ وَاَسْأَلُوْا ذٰلِکَ عَنِ

فطرت کے مطابق آپس تمہارا سب ہی بہتر مانتا ہے کہ کہن زیادہ سیدھی راہ پر لگانا ہے یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے اگلے

نسل کے پیداوار میں ہے انسان کو اپنی زندگی میں مختلف قسم کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے کبھی عزت و فخر کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہوتا ہے۔ راحت و سرت کی چاندنی ہر طرف نور برسا رہی ہوتی ہے امیدوں کے چمنے کھل کھل کر پھول بن رہے ہوتے ہیں جو درمختصات کامیابی کی طرف اٹھتا ہے۔ ہر تیرے ہر لمحہ ایک تقدیر معلوم ہوتی ہے اور کبھی رنج و غم کا اندھیرا چھا جاتا ہے غم غل غل کی آواز ماسی ہر طرف دامن پھیلنے لگتی ہے جب ہر طرف غم کی آواز ہے محرومی و ناموادی کا سامنا ہوتا ہے۔ ساری آرزوئیں حسرتیں بن کر رہ جاتی ہیں۔ ہر خطبہ لےنے والے اسے اس حالت میں ہر انسان کا وہ عمل دیکھتا ہے جس میں اس آیت میں الانسان سے مراد وہ انسان ہے جس نے قرآن کے نور سے اپنی شاہد و حیات کو نور نہیں کیا ہوتا۔ بتایا جاتا ہے کہ ایسا انسان دولت و افتاد کے زمانہ میں سرکش اور غافران بن جاتا ہے اور اپنے پروردگار حقیقی سے یکسر منور و غافل ہوتا ہے۔ اس کی ہدی ہوتی عزت و دولت جمعیت کو اس کی نافرمانی میں صرف کرتا ہے لیکن جب غم و اندوہ کے باؤل گھر گرتے ہیں تو سارا نشانہ ہر جہاں ہے اور اس کی ساری خوشی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ سطح زمین پر گرا کر ڈر چلنے والا مایوسی و ناامیدی کے ایک ہی جھوکے سے خزاں زندہ زندہ پیتے کی طرح اڑنے لگتا ہے اور حالات کی ناسازگاری کے سلسلے پڑتی ہے سب سے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ آپ خود خود فرماتے ہیں جو شخص قوت و اقتدار کے زمانہ میں تادمہ فتنہ و فساد ہو جائے اور حالات کی ذرہ سی تبدیلی پر دل ہلکا کر بیٹھ جائے تو کس طرح اپنی قوم اپنے وطن اور اپنی ذات کے لیے مفید نہیں ہو سکتا لیکن وہ خوش نصیب اور جو قرآن کے چتر و منظر سے غافل ہو جاتا ہے وہ تو اپنی حالات میں اپنے محنت کی کاؤل جان سے شکرا و کرتے ہیں اور ناسوائف حالات میں باپس ہر حرکت نہیں کرتے بلکہ اپنے بزرگم کی تائید و نصرت پر یقین ہو کر کھٹے ہوتے اپنی جگہ جگہ پھرتے سے بھی تیز تر کر دیتے ہیں یہ ہے وہ کہ اور جو آیت قرآن سے محروم رہنے والے لوگوں کا زندگی کے مختلف مراحل میں ہوتا ہے اور یہ ہے وہ کہ انہیں کی تشکیل قرآن کریم ہے۔

انہی لفظ شاکلہ کی تشکیل کرتے ہیں طائر قرطبی و قحطان جن کے مجاہد نے اس لفظنی طبیعت کیا ہے اور مقاتل نے اس کا معنی حقیقت کیا ہے یعنی ہر شخص وہ کام کرتا ہے جو اس کی سرشت اور فطرت کے مطابق ہے۔ اس آیت میں کافروں کی مذمت ہے کہ ان کی

سرشت کیونکہ غیبت ہے اس لیے ان کے اعمال بھی خباثت سے تھوڑے ہونگے اور اس میں ہوس کی توصیف ہے۔ کیونکہ ہوس کی سرشت پاکیزہ ہے اس لیے ان کے اعمال بھی پاکیزہ ہونگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے قرآن کریم کو اول سے آخر تک پڑھا ہے اور مجھے اس آیت سے زیادہ امید افزا کوئی آیت نظر نہیں آئی۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر کوئی اپنی طبیعت کے مطابق کام کرتا ہے۔ بندے کا کام گناہ کرتا ہے اور رحمتِ خداوندی کا کام گناہوں کا بخشا ہے۔ حالانکہ ایک اعتقاد تھا انہوں نے اولیٰ آخرہ فلم ارفیہ ایہی واحسن من قوله تعالیٰ قل کل یصل علی شاکلہ خانہ لا یشاکل بالعدا الا عصیان ولا یشاکل بالرب الا الفقران۔

اس آیت کی شان نزول کیا ہے۔ اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ یہودی کی تکفیر پر مشرکین نے اس کی حقیقت کے بارے میں حضور رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا تو دوسری یہ کہ یہودی کے بعد حبیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو وہاں کے اہل ایمان و یحییٰ نے اس حجتِ کاملہ اور ثناء و پرافت کثرت کو سنا چاہا۔ پھر مال یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کی غلطی ہر فرد و فکر کو نہ دلا اپنے دل و فہم میں محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ ہر زمانہ کے فلسفیان نے اس پر متوجہ عمل کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ہر کوشش نے اسے پیچیدہ سے پیچیدہ تر بنا دیا۔ یہی سوال حبیبِ بازگاہ و رسالت میں پیش کیا گیا تو زبانِ قدرت نے اس کا یہ تحریر کیا جس کا جواب دے کر تمام ادیان و مذہبوں کا دروازہ بند کر دیا۔ اللہ جل جلالہ نے اس پر میرے رب کا ارشاد امام فخر الدین رازیؒ اور ان کا قیام کرتے ہوئے علامہ زبیدیؒ لکھی صاحبِ روح المعانیؒ نے اپنی اپنی تفاسیر میں علماء عقل و نقل کی آراء کو یکجا بیان کر دیا ہے۔ ان تفسیرات کا تذکرہ تطویل کا باعث ہوگا۔ اس لیے میں اس کے بیان سے صرف نظر کرتا ہوں لیکن ایک چیز کی طرف قاری کی توجہ دینا ضروری سمجھتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرمؐ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا تھا یا نہیں۔ اس کے متعلق امام رازیؒ نے جو لکھا ہے وہی پیشِ خدمت ہے۔ لہٰذا تعالیٰ قال فی حقہ الرحمن عدم الفقران و علمہ ما لکن تعالیم کان فضل اللہ علیہ عظیمًا و قال وہی ذوقی علمًا و قال فی حقہ الفقران و لا یطیب ولا یابس الا فی کتاب حبیبہ ان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما لا یشید کما ہی فمن کان هذا حالہ مصفحة کیف یلین بہ ان یقول انما اعرف هذه المسئلة مع انہ یلعن المسائل المشہورة المذکورہ چون جہوں والخلق بل اللہ یفکار عند ما انعم سائرہ من الروح و انما صلی اللہ علیہ وسلم اجاب عنہ علی حسب الرجوہ۔

تسویح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان میں فرمایا ہے الرحمن علم القرآن و من لے قرآن سکھایا اور وہ علم الایہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ نے افضل عظیم ہے۔ پھر حکم دیا کہ دعا تو رجب زہد علمًا اسے اللہ میرے علم کو زیادہ فرمایا اور قرآن کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا و لا یطیب الا یہ کوئی تکرار خشک چیز میں نہیں جو کتابِ یحییٰ میں مذکور اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کرتے تھے۔ لہٰذا مجھے تمام چیزیں اس طرح دکھائیں جو حقیقت میں ہیں۔ قرآن و ذات کی پر شان اور صفت جو اس کے لیے کب مناسب کہ وہ یہ کہے کہ میں اس مسئلہ کو نہیں جانتا۔ حالانکہ مسئلہ مشہور مذکور سکھائی میں ہے۔ ہمارے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ انھوں نے روح کے متعلق دریافت کیا اور حضور نے اس کا کلام حق

جواب دیا۔

علامہ سنا راہ اللہ بانی مبنی رحمۃ اللہ اس آیت کے ضمن میں بڑی تفصیل پر مشتمل بحث لکھتے ہیں وہذا الایۃ لانتفی فی العلم بالوہاب
لنہی لاصحاب البعاز من اتباعہ کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو ان خصوصیات کے ابواب بصیرت اعلاحت کی مشعل کو روح کا علم
زکوا کیونکہ ان انفس قدسیہ کا علم صرف ہوا اس اور کسب و اکتساب سے ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ حواس اور کسب و اکتساب کے بغیر
اشیائے حقائق کا علم انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہام کیا جاتا ہے۔ ان کے دلوں کے کان میں جن سے وہ ایسی باتیں سنتے
ہیں جو ظاہری کان نہیں سُن سکتے۔ اُن کے دلوں کی آنکھیں دیکھتی ہیں جن سے وہ ایسی چیزوں کو دیکھتے ہیں جنھیں یہ ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ
سکتیں۔ اِس کے بعد علامہ کو صرف سنے یہ حدیث مشہور نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ لا یبطل اللعاب یتعرب الی بالذواخل حتی یحببنا فاذا احببتہ
لکن سعة القلب یجمع بہ وہیم الذہب۔ یجسر بہ وہیم الخشب۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ عقلی عبادتوں کے ذریعہ میرے نزدیک ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ
میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں ہی اس کی قوت سے جمع بن جاتا ہوں جس سے وہ
مناسبت اور قوت مینائی بن جاتا ہوں جس سے دور دیکھتا ہے۔ (تفسیر مظہری) تفصیل کے لیے خطہ ہر تفسیر مظہری

بعد الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے روح کے معنی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اعلیٰ کے نزدیک روح کی تعریف یہ
ہے جسم لطیف، منبعہ تجوید، القلب الجسدانی، فیہ نشو و نما، واسطۃ العروق، الضواری الی سائر اجزاء البدن۔
کہ روح ایک ناعم لطیف ہے جس کا منبع تجوید قلب ہے جو بدن میں پھیلی ہوئی رگ و ریشہ کے ذریعہ جسم کی ہر جڑ میں سرایت کر جاتا
ہے اور علامہ حقیقت کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے ہوا اللطیفۃ العالمۃ المددکۃ من الانسان ہوالذی ارادہ اللہ تعالیٰ
بقولہ قل الروح من امر ربی وہو من جمیع دوائی تعین اکثر ان تقول بالانہام عنہ۔ درک حقیقتہ۔

یعنی یہ ایک لطیف ہے جو علم اور ادراک کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی کے مستحق اس آیت میں اشارہ ہے قل الروح من امر ربی۔
اور یہ اللہ تعالیٰ کے ارادوں میں سے ایک عجیب راز ہے جس کی حقیقت کو سمجھنے سے جلیل عظمیٰ و قاصر ہیں۔ علامہ سنا راہ اللہ بانی مبنی
صیح بخاری ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم نہیں دیا گیا۔ لکھتے ہیں قلت و جعل غصب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ورجب اللہ وسیلہ خلقنا ان یکن غیر عالم بالروح وکیف وقد من اللہ علیہ بقولہ وعلما ما لم
یکن تعلم وکن فضل اللہ علیہ عظیما (مدۃ القاری) شرح البخاری جلد دوم ص ۱۸۱

ترجمہ :- میں کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عجب اور اس کی ساری خلق کے سرواں میں آپ کا غصب اس
سے بہت بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کرتے ہوئے فرمایا وعلما ما لم یکن تعلم
لآیہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر وہ بات سکھادی جو آپ نہیں جانتے تھے۔ اور اے محبوب! آپ نے نب کا آپ پر فضل
عظیم ہے۔

لا لقول

ظہیراً ۱۰ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

مرد و عورت۔ اور ہر شے ہم نے اسی طرح سے بار بار بیان کی ہیں لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں ڈال کر وہ چاہتے

فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۱۱ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تَنْجِرَ

پائیس! ہمیں تمہارا کون یا اکثر لوگوں میں سے آجائے کہ وہ ناشکری کریں۔ اور کفار نے کہا ہم پر ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ دامن خود کو

لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۱۲ أَوْ تَكُونَ لَكِ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ ۚ وَ

ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ۔ یا اگر تمہارے پاس ایک باغ ہے جس سے ایک باغ کھجوروں اور

عِنَبٍ ۚ فَتَطْفَرُ الْأَنْهَارُ خِلَالَهَا تَفْخِيرًا ۱۳ أَوْ تُسْقِطُ السَّمَاءَ كَمَا

انگوروں کا پھل پانی جاری کروں نمایاں جو اس باغ میں (خمر) پوری ہوں یا آپ گرا دیں آسمان کو جیسے آپ کا

زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بَالِلًا ۱۴ وَالْمَلِكُ قَبِيلًا ۱۵ أَوْ يَكُونَ

غیاث ہے، ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے یا آپ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو دیکھنا کہ ہم کتنا بڑے ہیں یا اگر میرا ہر جانتے

لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ بِرُفُوقِكَ

آپ کے لیے ایک گھر سے بھرنا یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں گے۔ بلکہ ہم تو اس پر ایمان نہ لائیں گے کہ آپ

۱۰ ایک چوک بار بار لاتلف اسلوب سے بیان کرنے کو تصریف العربیہ کہتے ہیں، ایسی بقیات بجز وہ مغلطہ فی التقریر والبیان

(مغلطہ)

یعنی اس میں پند و نصیحت بھی ہے اور احکام و حکم بھی جو سن کر عمل کرنا اور اس کے ورثہ کا بھی ذکر ہے۔

اور تفسیر میں بارگاہ مصحفیت کی سر فرازیوں کا بیان بھی، جس کی ہدایت پذیر کی کے لیے جس قسم کے سامانی کی ضرورت ہے سب

میاں اور علیا ہے اب بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس سے بڑھ کر بے نصیب اور کون ہو گا۔

۱۱۔ ان آیات میں کفار کے مخصوص بات اور لایق نہیں نہ تفسیر کا حکم ہے۔

حَتَّىٰ تَنْزَلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُوهُ ۚ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا

آسمانی پرچہ میں یہاں تک کہ آپ (ﷺ) کو ایک کتاب جسے ہم پڑھیں آپ (ﷺ) ان سب ملاقات کے جواب میں انشاء فرمایوں برابر (عربیت پاک سچو

بَشَرًا رَّسُولًا ۚ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ

میں کوئی ہیں ہدایتی (اللہ کا) پیغام ہوا اور نہیں لگا کر گمراہ کیا اور نہ ہی اسے جب آتی ان کے پاس ہدایت

إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۚ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ

حرف اس چیز نے کہ انھیں نہ تھا کہ کیا بھیجا جائے تو انھیں نہ ایک انسان کو کہہ کر ان کو اور ایسا نہیں ہوتا نہ فرشتے نہ کہ جسے زمین میں (اللہ تعالیٰ

مَلِكًا يُمْسُونَ مُظْمِرِينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا

بجائے فرشتے جو اس پر چلتے (اور اس میں) سکھاتا تھا کہ تو ہمراہی ہدایت کے لیے) ان پر اتار دے آسمان سے کوئی فرشتہ

رَّسُولًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّكَ كَانَ بِعِبَادِهِ

رسول بنا کر کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان۔ بیشک وہ اپنے بندوں کے اعمال

خَيْرٌ أَبْصِيرًا ۚ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُضِلْ فَلَنْ

کو خوب جاننے والا اور ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے اور جسے اللہ ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو آپ نہیں

شک ہے ان سب غرائز کا کہ ایک ہی جواب دینے کا حکم فرمایا کہ آپ (ﷺ) انھیں کہنے کہ میری یہ مجال نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس کام پر مجبور

کہاں جس کی حکمت کے خلاف ہو اور انہی میں سے کوئی نہ کہہ دے۔ وہ فاسق و فاجر ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

شک ہے وہ آپ کے دین سیرت میں بھی کوئی داغ نہیں دکھا سکتے، وہ آپ کی دعوت کی حقانیت پر کوئی شبہ نہیں کر سکتے اس قرآن حکیم

کا مثل پیش کرنے کی انھیں بار بار دعوت دی گئی لیکن وہ اس دعوت کو قبول نہ کر سکے۔ ان کے پاس آپ کی رسالت کو تسلیم نہ کرنے کی

اور کوئی دلیل ہے تو صرف یہ کہ آپ بشر ہیں اور ان کے نزدیک بشر تمام رسالت پر خاتم نہیں ہو سکتا، لیکن ان کا یہ اعتراض بھی الٰہی

تعاویذ و تدبیر کی آگاہی و تعلیم و ہدایت ہے جب زمین پر بسنے والے انسان میں تو ان کی رہنمائی کا فریضہ ان کا ایک کم ہنس ہی نہیں

تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ وَيَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَى

یائیں تھے ان کے گمراہوں کے لیے کوئی بڑا کار اس کے سوا اللہ اور ہم انہیں گمراہ نہیں قیامت کے روز

وَجُوهُهُمْ عُمِيَاءٌ وَكُفًا وَصَمًا وَأَوْتَمَّ جَهَنَّمَ كُلُّهَا خَبَتْ زُنُومُهُمْ

منہ کے بل اس حال میں کہ وہ اندھے کوٹھے اور بہرے ہوئے تھے ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب بھی سر ہونے لگے گی جہنم کی آگ

سَعِيرًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِالْبَيْتِ الْوَحِيدِ إِذْ كُنَّا

تو ہم ان کے لیے سزا چاہتے تھے یہ سزا جان کی کیونکہ انھوں نے اللہ کی جگہ پر بتوں کا اور انھوں نے کہا کہ کیا جب ہم

عِظَامًا وَرُفَاتًا ۖ إِنَّا الْمُبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ

ہڈیاں اور ہڈیہ و ہڈیاں تھے کہ کیا ہم انھیں جانتے تھے کہ ان سے نیا پیدا کر کے اللہ کیا انھوں نے نہیں دیکھا

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ

کونسا تعالیٰ جس نے پیدا فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پیدا فرما دے ان کی مثل

وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ ۖ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ۝ قُلْ

اور اس نے مقرر فرمادی ہے ان کے لیے ایک مہلک مدت میں نہ ہو کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کو کفر سے روک دے

اللہ ہدایت دینے والا وہی ہے۔ فتنے و شیطانی کی دوسو سالہ آزمائشوں سے انسان کی نہیں سکھا جب تک اس کی توفیق و دستگیری نہ کرے جس سے اس نے اپنی فطرت پرست پھر لاپس کا دروازا ہوتا ناممکن ہو جاتا ہے عقل و فہم کے چراغ بجھ جاتے ہیں اور علم کی گہرائی جاتا ہے۔

اللہ کیونکہ انھوں نے خدا و ملاحقوں کو معرفت حق کے لیے استعمال نہ کیا اس لیے قیامت کے دن جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو انھوں سے اندھے کافروں سے ہرے اور زبان سے گونجتے ہونگے۔

اللہ روزِ حشر ان کی ذلت و رسوائی کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

انہر قہ مانگ جوتے میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو اس وقت تم حضورؐ بخند و گلچیتے اس خوف سے کہ

کیوں (مسکند خزانہ) جس میں نہ ہر جانیں نہ انسانی شرافت مکمل ہے۔ اور ہم نے عطا فرمائی قیسی موسیٰ علیہ السلام کو جو روشن

فتنا نیاں ملک آپ نمود پہنچیں۔ نبی اسرارِ ملک سے جب ملکا آئے تھے انکے پاس۔ پس فرعون نے

الزائد عشر

ترجمہ :- صفوان بھی حال نے کہا کہ ایک یہودی نے اپنے ایک دوست کو کہا: چلو اس ہی کے پاس چلیں۔ پس کیا وصت
نے کہا کہ تم اپنی زبان سے اسے نہ کہو۔ اگر اس نے یہ بات سن لی تو بڑا خوش ہو گا۔ پس وہ دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے نبویؐ کی خدایت جیانت کے شعلے سوال کیا تو حضورؐ نے جواب میں فرمایا: وہ تو آیتیں یہ ہیں :-
۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) چھوٹی نہ کرو۔ (۳) زنا نہ کرو۔ (۴) کسی کو بے گناہ نہ کرو۔ (۵) کسی بے گناہ کو
حاکم کے پاس نہ لے جاؤ تاکہ وہ اسے قتل کرے (۶) جادو نہ کرو۔ (۷) سونہ نہ کھاؤ۔ (۸) کسی پاکدامن پر چھت نہ لگائو۔ (۹) میدان
جنگ کے دیں بچاؤ نہیں اور نہ یہ یہودی! تمہارے لیے خاص حکم یہ ہے کہ تم ہفتہ کے دن نافراوانی سے باز رہو۔ صفوان کہتے ہیں کہ
حضورؐ کا یہ جامع جواب سن کر انھوں نے حضورؐ کے دونوں مبارک ہاتھوں کو چوما اور دونوں مقدس پاؤں کو بوسہ دیا! اور کہا کہ ہم
کو ایسی دیتے ہیں کہ آپ نہی ہیں۔

”یہ لوگ کھانا کھاتے ہیں، تمہارا منہ کھل جائے گا۔“

ان نشانوں کے منظر آسمانوں اور زمین کے درمیان یہ بصیرت افروز میں آؤں اور افریقہ میں اسی طرح کے منظر کے خیال کرتا ہوں کہ ان

مذاکرہ یا جامعہ چھوٹے پیمانے پر ہونے لگا۔ اگرچہ یہ نئی آواز تھی مگر حکومت نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ سوہم نے غرقِ کربلا سے اسے اور اس کے

ماہرے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ ہر لمحہ دیا فرمائی کہ غرق کرنے کے بعد نبی اسدائیل کو تم اہل ہر جاؤ

اس سرفز میں پس جب آئے گا آخرت کا وعدہ تو ہم سے آجیئے عیسیٰ سیٹ کر۔ اور حق کے ساتھ ہی

ہم خائفے نہ تھے اور حق کے ساتھ ہی وہ آئنا سب سے ملے و نہیں بھیجا ہم نے آپ کو گھر (محبت الہی کا) شریعت سے ملا اور (عزیز الہی) دریا کو

حالیہ زمانہ کے لوگ ان کا جلیب پلٹنے سے اس طرح دیا جس کا معنی ہوا کہ مرد اور فرقہ کے کہا کہ شعور اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو معمولی کی توفیق سے محمود سراور شرفیہ اور کی نظارت سے برقی انعام حاصل کرنا منوطاً علیہ ان شخصوں سے حاصل کرنا منوطاً علیہ ان شخصوں سے۔

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝

اور قرآن کو ہم نے تین حصوں میں فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے تدریجاً پڑھیں ۱۴۹ اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا

آپ کو اندازہ کیجئے تو ان پر ایمان لاؤ اس پر ایمان لان والوں کے لیے وہ لوگ جنہیں وہ دیا گیا ہے علم اس سے پہلے جب

يَتْلٰى عَلَيْهِمْ يُخْرُوْنَ لِلاَّذْقَانِ سٰجِدًا ۝ وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا

اسے پڑھا جائے گا، ان کے سامنے تو وہ گر پڑتے ہیں خود کو بے حال سمجھ کر کہتے ہیں سب سے بڑے اور کچھ میں پڑھیں اور ان کے لیے سب سے بڑے

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخْرُوْنَ لِلاَّذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ

جو خدایا ہے وہ بے شک پورا ہو گا جو کہ رہتا ہے اللہ اور گر پڑتے ہیں خود کو بے حال سمجھ کر کہتے ہیں اگر

۱۵۰ اللہ میری بیکار سزا دے گا ہے۔ اس میں کسی طرح کا میراث نہیں ہوتا۔

اللہ یعنی اچھا کام پیش کرتی سزا دینا اگر کوئی ایسا دھتکے ہوئے شخص کی اپنی سعادہ اور اگر کوئی خیر پوش خدا سے نہیں سزا تو اس کی قسمت

اللہ انبیاء سابقین پر جو صفاقت اور کتب مانی ہوئی تھیں ان کا نزول سبب ارگی ہر کرتا تھا لیکن قرآن کریم کے نزول کے لیے یہ اسلوب

پہل دیا گیا۔ آیت میں اس کی وجہ اس کی حکمت بیان کی جا رہی ہے۔

۱۵۱ اللہ اگر تم قرآن پر ایمان لاؤ گے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے جو آتی پر تمہارا کوئی احسان نہیں اور اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو تم

قرآن کا کچھ بگاڑ سکو گے اپنا ہی زبان کو گھسے اگر تمہارے جیسے ہر دم قرآن کی عظمت کو تسلیم نہ بھی کریں تو اس سے

کیا فرق پڑتا ہے۔ جب کہ وہ لوگ جو تم سے علم و فضل اور فہم و ذکا میں فوقیت رکھتے ہیں۔ وہ اس کے شوق منوی پر سو جان سے

غریب ہیں اور جب کلام ربانی کی حد اتنے دلتا تو نہ جانتے ہیں تو بے ساختہ مسجد و ریز ہو جاتے ہیں۔

۱۵۲ لکن اودان کی زبانوں سے افسانہ قمار کے کی تسبیح اور تحمید کے کلمات بے ساختہ نکلنے لگتے ہیں اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے جس کتاب کے نزول کا وعدہ سابقہ آسمانی کتابوں میں کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔

يَزِيدُ هُمْ خُسُوفًا ۝ قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوا الرِّحْمٰنَ أَيًّا مَّا كُنَّا

یہ بڑا ہی اچھا شروع ہے شروع کو بڑھا دیتا ہے لہذا آپ فرمائیے یا اللہ کہہ کر پکارو یا یا رحمن کہہ کر پکارو جس نام سے

تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۝ وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا

اسے پکارو اس کے سارے نام دہی اچھے ہیں لہذا اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ

تُخَافُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

باکل آہستہ پڑھو اسے اور تلاش کرو ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ۔ اور آپ فرمائیے سب سے بڑھیں اللہ کے لیے

لَمْ يَكُنْ لَكَ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ

میں جس نے نہیں بنایا کسی کو اپنا بھائی اور نہیں ہے جس کا کوئی شریک حکومت و فرمانروائی میں ہے اور نہیں ہے اس کا

لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيَا وَكَثِيرٌ مِّنْكَ يُكْفِرُونَ ۝

کوئی مددگار دنیا کی میں اور اس کی بڑائی میان کرو کمال و درجہ کی بڑائی۔

لکھ جائیں گے خوب اربع پر رکات قرآنی کا نزول ہوتا ہے جب صمت کے اوقات برتتے ہیں تو ان پر بڑھ گینے کا عالم ظہری ہوتا ہے
ولیں عجیب قسم کی حرارت اور رخس میں گنگنا پڑ جاتا ہے میرا گلہ ہے لغت میں یہاں تک جگ ملتا ہے اور کھنکھانے آئندوں کا سیل داس
جاری ہوتا ہے اور جوں جوں یہ قرآن سنتے ہیں ان کے جذبات نیاد میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

لکھ کر بات حضور خیر عالم حقاقتاً تمہارے طریقہ اللہ علیہ السلام باری اللہ ہی میں مصروف تھے اور یا اللہ یا رحمن کا وہ جاری تھا اور جہل نے سنا تو
ٹھٹھک رہ گیا اور کہنے لگا تو ادھر دیکھو! ہمیں تو پکارا خداؤں کے نام لینے سے روکتا ہے اور آج خود وہ لوگوں کو پکار رہا ہے۔ اس کے
اسی شیعہ کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اللہ اور رحمن وہ الگ الگ ذاتوں کے نام ہیں بلکہ جس جہتی کاظم ذاتی اللہ ہے اسی کا اسم خالق الرحمن ہے
اور اللہ تعالیٰ کے کوئی نام نہیں۔ ہر نام اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کمال پر دلالت کرتا ہے۔ تو جب صفات دلگی ہیں اور جس ذات کی
صفات میں وہ حمید مجید ہے تو جو اسرار ان صفات کمال پر دلالت کریں گے ان کے چہ چہ ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ
کے ان اسما جہتی میں سے جس اسم سے ہمیں اس کو پکارا جاتا ہے درست ہے۔

لکھ یہ شبہ و دہشت پاک جو تمام صفات کمال سے مصروف ہے اور تمام عجیب نقائص سے منزہ ہے۔ اسی کے لیے ہر طرح کی
تعریف زریا ہے۔ اس آیت میں ہر قسم کے مشرکانہ عقائد کی پر زور تردید کر دی۔

سُرِ فیکیت

میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً نہایت غوراً اور احسانِ نظر سے پڑھا ہے اور
میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی اور کتابت کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

ابوالفضل محمد حبیب اللکیم
خطیب جامع مسجد افتاء ڈوگرہ
ضلع شیخوپورہ

ابوالفضل محمد حبیب اللکیم
خطیب جامع مسجد افتاء ڈوگرہ
ضلع شیخوپورہ

تحقیقات لغویہ

کلمات	نمبر سورۃ	نمبر آیت	کلمات	نمبر سورۃ	نمبر آیت	کلمات	نمبر سورۃ	نمبر آیت
الف			بوار	۱۴	۲۹	(ح)		
الْأَزْوَاجُ	۷	۹۱	بروج	۱۵	۱۵	خرج	۷	۱
اهل بیت	۱۱	۱۱۰	لِيُثْلِقَ	۸	۲۲	اجار	۹	۳۷
اواء	۱۲	۱۶۱	(ت)			حليم	۱۱	۱۱۱
اولوبقیہ	۱۱	۱۶۳	قَسْبَرُ	۷	۱۷۱	حرضا	۱۲	۱۱۸
پنہنی	۱۲	۱۱۶	فث	۸	۷۱	جأ	۱۵	۲۸
الاصال	۱۳	۳۳	تَتَطَلَّقُ	۸	۷۱	لاحتکن	۱۷	۷۳
تاذن	۱۴	۱۰	يُخَيِّنُ	۸	۸۷	حاصبا	۱۷	۸۲
ایکے	۱۵	۵۰	يُخَنِّونَ	۱۱	۱۰	(خ)		
امہ	۱۶	۱۳۹	عشورا	۱۷	۱۱۵	طلف	۷	۲۲۵
(ب)			(ج)			خالفين	۹	۱۲۵
میں سدی	۱۰	۱۲۶	اجعرا	۱۰	۱۰۱	عجروں	۱۰	۹۷
یادی الرای	۱۱	۳۱	يَجْتَبِيكَ	۱۲	۱۰	خلصوا نجيا	۱۲	۱۱۰
بَعْدَا	۱۱	۸۸	جفاء	۱۳	۲۹	تخوف	۱۷	۵۳
مبین	۱۲	۲	يَجْعَرُهُ	۱۴	۲۳	تستخولها	۱۷	۹۹
پیشری	۱۷	۳۵	جبار	۱۳	۲۳	(د)		
بَشَى	۱۲	۱۳۰	تَجْعَدُونَ	۱۲	۶۳	فذلها	۷	۲۹
بضاعة مزجاة	۱۲	۱۳۲	جاسرا	۱۷	۸	مدحورا	۷	۲۲

کلمات	سورۃ	جبر	کلمات	سورۃ	جبر	کلمات	سورۃ	جبر
ادعورہ	۷	۴۱	زاهدین	۱۲	۳۷	شخص	۱۲	۵۵
نستدرجہم	۷	۲۴۲	زبد	۱۳	۳۹	شیخ	۱۵	۱۱
دعا	۷	۲۵۱	منجی	۱۷	۷۹	شہاب	۱۵	۱۸
دنیا	۸	۵۳	(س)			(ر)		
دابۃ	۱۱	۱۳	المنج	۷	۲۳۲	رایتہم	۱۲	۶
مذراوا	۱۱	۷۸	استر	۱۰	۷۸	یرقع	۱۲	۲۲
ادل ولہ	۱۲	۴۵	سینٹیہم	۱۱	۱۱۳	رأیا	۱۳	۳۹
دلوث	۱۷	۹۳	سجیل	۱۱	۱۲۱	ربما	۱۵	۳
(د)			صومۃ	۱۱	۱۲۱	رواحی	۱۶	۲۳
ذکرہ	۷	۲	سرت	۱۲	۳۲	رفات	۱۷	۶۱
مذموم	۷	۲۲		۱۲	۴۶	أزایتث	۱۷	۷۴
ذریۃ	۱۰	۱۱۳	سیارۃ	۱۲	۳۵	الروح	۱۷	۱۰۲
(ر)			مضر	۱۳	۳	راودت	۱۲	۴۶
ارنی	۷	۱۷۸	سارہ	۱۳	۲۳	شاکتہ	۱۷	۱۰۱
دھان	۹	۴۷	مسنون	۱۵	۲۸	(ص)		
رزق	۱۱	۱۳	حوم	۱۵	۲۹	تصدیۃ	۸	۴۳
اراقل	۱۱	۴۰	سبع الثانی	۱۵	۵۷	سنون	۱۳	۱۳
عریب	۱۱	۹۳	(ش)			صدید	۱۳	۱۳
رہط	۱۱	۴۴۲	شر	۸	۴۷	فصرخی	۱۳	۳۰
الرفد المرفود	۱۱	۱۴۴	شرہ	۸	۷۱	صلصال	۱۵	۲۸
لا ترکوا	۱۱	۱۶۰	شان	۱۰	۸۷	فاصدع	۱۵	۶۵
(ر)			شہیق	۱۱	۱۵۱	(ض)		
زحفا	۸	۱۸	شفق	۱۲	۵۵	ضاق بہم ذرعا	۱۱	۱۱۳
زوجین الثین	۱۱	۶۱	شدید الحال	۱۳	۲۹	ضلال	۱۲	۱۶
زفیر	۱۱	۱۵۱	شکوۃ	۱۴	۱۰	اضغاث احلام	۱۲	۷۸

کلمات	نمبر شورۃ	نمبر ماشیہ	کلمات	نمبر شورۃ	نمبر ماشیہ	کلمات	نمبر شورۃ	نمبر ماشیہ
یطیروا	۷	۱۶۴	قفنا	۱۲	۱۱۸	المواخر	۱۶	۲۲
طعنوا	۹	۱۷	تفندون	۱۳	۱۲۹	تمیید	۱۶	۲۳
طعون	۱۳	۵۱	(رق)			ملة	۱۶	۱۳۲
(ظ)			قسط	۷	۳۰	(ن)		
ظالمین	۷	۲۴	اقیموا	۷	۳۰	اقرنا	۷	۳۲
ظن	۱۰		قصصنا	۸	۵۲	نصحا	۹	۱۳۱
ظہریا	۱۱	۱۳۷	قدم صدق	۱۰	۵	الندامہ	۱۰	۷۸
(ع)			مستقر	۱۱	۱۳	ناصیۃ	۱۱	
الاعراف	۷	۹۰	فاتنم	۱۱	۱۵۹	صیب	۱۱	۱۱۱
المعتدین	۱۰	۱۰۴	قصص	۱۲	۳	منصورہ	۱۱	۱۲۱
عفید	۱۱	۸۷	مقنی	۱۳	۵۵	(و)		
استعمر	۱۱	۹۰	قسطاس	۱۷	۳۸	وسوس	۷	۲۵
عصیۃ	۱۲	۱۵	مقاما عہدا	۱۷	۵۵	وجہ حکم	۷	۳۱
عقبی	۱۳	۴۳	(ک)			مرعظۃ	۱۰	۸۱
معایش	۱۵	۲۱	کافہ	۹	۵۹	مستودع	۱۱	۱۳
عضین	۱۵	۶۳	کظیم	۱۲	۱۱۷	ولی	۱۱	۹۰
یتعربون	۱۶	۱۰۳	کفود	۱۱	۲۰	تفریق	۱۱	۱۳۲
(خ)			اکبیل المتان	۱۳	۲۲	المورد المردود	۱۱	۱۳۳
اعریسی	۷	۶۰	اکشان	۱۶	۹۷	واردہم	۱۲	۳۵
یختوا	۷	۱۱۹	(ل)			مردون	۱۵	۲۰
غیبات الجب	۱۲	۲۰	یلحدون	۷	۲۳	متوسمین	۱۵	۳۸
غیب	۱۶	۹۱	لطیف	۱۲	۱۳۱	(ح)		
غسق	۱۷	۹۳	(م)			إنا هدنا	۷	۲۰۳
(ف)			مکاء	۸	۳۳	اولم یہد	۷	۱۲۸
فرح فخور	۱۱	۲۱	مشلات	۱۳	۱۶	ہذا الادی	۷	۲۲۵

۴۴۴

التَّحْقِيقَاتُ النَّحْوِيَّةُ

ترتیب	آیت	ترتیب	آیت
۱۱	۹۳	۴	۱۰
۱۱	۱۲۱	۵	۲۵
۱۱	۱۲۳	۶	۲۱۲
۱۱	۱۳۳	۷	۲۳۵
۱۱	۱۵۳	۸	۲۳۹
۱۲	۳	۹	۵
۱۲	۳۸	۹	۲۷
۸	۴	۱۰	۸۳
۱۶	۵۲	۱۰	۸۷
۱۶	۵۶	۱۲	۱۰۱
۱۶	۷۶	۱۰	۱۱۳
۱۷	۲۶		

بِسْمِ اللَّهِ نَجْعُهَا وَنُحَسِّنُهَا كِتَابًا -
 يَبْعِدُ عَنْهَا كِتَابًا يَبْعِدُ عَنْهَا كِتَابًا -
 الْوَرْدُ الْمَرْفُوعُ كِتَابًا يَبْعِدُ عَنْهَا كِتَابًا -
 الْمَرْفُوعُ الْمَرْفُوعُ كِتَابًا يَبْعِدُ عَنْهَا كِتَابًا -
 الْأَمَّا شَاءَ رَبِّي فِي الْأَمَّا شَاءَ رَبِّي -
 أَنَا أَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ نَا عَرَبِيًّا كِتَابًا -
 هُمُ بِهِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ أَنَا وَهُمْ يَعْلَمُونَ -
 بَرَاهِمْ وَأَبْنَاءُ كِتَابًا -
 عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ أَيْدِي وَاحِدَةٍ -
 وَكُتِبَ فِي كِتَابٍ كِتَابًا -
 يَتَفَقَّهُوا ظِلَالَهُ الْآيَةِ كِتَابًا -
 نَسْتَقِيمُ مَعَانِي بِطَرَفَةِ كِتَابًا -
 كِتَابًا -
 لَعَنَ نُوَيْدُ كِتَابًا -

وَالْوَرْدُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ -
 إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِمَّنْ -
 الْمُحْسِنِينَ -
 اسْتَمْتَعَتْ عَشْرَةُ أَسْبَاطًا مِمَّا -
 يَسْكُنُ أَيْمَانًا -
 وَلَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يَعْلَمُونَ -
 أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ -
 وَرَسُولُهُ -
 أَجْعَلْتُمْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ -
 فَبِذَلِكَ يُكْتَفَى الْكُفَّارُ بِالْمُحْسِنِينَ -
 مَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ كِتَابًا -
 إِنَّ كَانَ كِبَارُكُمْ هَاقًا -
 الْآيَةُ كِتَابًا -
 مِنْ قَوْلِهِ كِتَابًا -

فہرست مطالب

اللہ جل مجدہ

نمبر سورۃ	نمبر آیت	توضیح	نمبر سورۃ	نمبر آیت
		توحید		
		خلق و امر کا مالک وہی ہے۔	۴	۵۴
		خلق و تدبیر امر کا مالک وہی ہے۔	۱۰	۳
		" " " " " "		۴
		اللہ ہی حق ہے۔		۳۱
		اللہ کی بات سچی ہے۔		۳۲
		وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے۔	۷	۱۵۸
		اسکے اسماء حسنی ہیں اسے اچھے ناموں سے پکاریں	۷	۱۸۰
		وہی ایک خدا ہے	۱۰	۳
		" " " "	۱۴	۱۸
		" " " "		۲
		" " " "		۵۱
		" " " "		۵۲
		وہی عبادت کے لائق ہے	۱۰	۱۸
		وہی ایک خدا ہے	۱۱	۱۲
		اسی نے شمس و قمر کو نور بخشا ہے۔	۱۰	۵
		(قمر کی مندر لوں اور برجوں کے نام)		۵
		اسی نے زمین و آسمانوں کو چھ دنوں میں	۱۱	۷
		پیدا کیا۔		۷
		ہر چیز کا وہی رازق ہے		۵۴
		وہی اکیلا حلق اور قہار ہے		۳
		ہر چیز طوعاً و کرہاً اسی کو سجدہ کرتی ہے،		۴
		اسی نے تمہیں پیدا کیا اور پیر فرقت بنایا۔		۳۱
		وہ حمد کا مستحق ہے۔		۳۲
		ہر چیز اس کی حمد کرتی ہے۔		۱۵۸
		دلائل توحید		
		لباس برائے ستر و آرام و آرائش	۷	۲۶
		آفرینش زمین و آسمان گردش پل و نہار	۷	۵۴
		بادل، ہوائیں، بارش	۷	۵۴
		آسمان، زمین، کائنات میں غور و فکر	۷	۱۸۵
		کی دعوت۔		۱۸
		نفس واحد سے سب انسانوں کو پیدا کیا	۷	۱۸۹
		اور سکون قلب کے لیے جوڑے بنائے		۵
		تمکین فی الارض اور اسباب زیست کی تخلیق۔	۷	۱۰
		بحر و بریں وہی سیر کرات ہے۔	۱۰	۲۲
		توحید پر حضرت جعفر صادق کی دلیل	۱۰	۲۲

جلد دوم

تفسیر قرآن	آیت	تفسیر قرآن	آیت
۲۱	۱۵	وہ تمہاری کسی بات سے غافل نہیں۔	۱۲۳
۲۱	۱۵	ظہر اللہ۔	۱۱۶
		وہ ظالموں کے کفر و کفر سے غافل نہیں۔	۳۲
		وہ ظالموں کو مانتا ہے۔	۳۸
		" " "	۱۹
۵۴	۷	وہ ہر چیز پر قادر ہے	۲۴
۳۱	۸	" " "	۳۶
۲۳	۸	وہوں میں الفت و محبت پیدا کر سکتا ہے	۸۶
۵۶	۱۰	وہی زندہ ہو کر تم سے اور ہی مارتا ہے۔	۵۴
۱۰۷	۱۰	وہی نفع و نقصان پہنچاتا ہے تو کوئی اس سے نہیں بچتا	۵۵
۳۳	۱۱	" " "	۹۶
۵۶	۱۱	ہر چیز کا باگ ٹوڑا ہی کے ہاتھ میں ہے۔	
۲۱	۱۲	واللہ غیث صلی اللہ علیہ وسلم	
		جس کو چاہے مگر کرے اور ضعیف کو چاہے	
۲۷	۱۳	دیتا ہے۔	۱۱
		جسے گمراہ کرے کوئی ہدایت نہیں دے	۵۴
۴	۱۴	سکتا۔	۱۱۶
۹۷	۱۷	" " "	۵۵
۲۷	۱۴	برپا کرتا ہے کرتا ہے۔	
		تمہاری ظاہری و باطنی قوتیں اسی سے پیدا	۶۶
۷۸	۱۶	کی ہیں۔	۶۸
		جس کو ہم چاہتے ہیں کشادہ رزق دیتے	۲
		ہیں اور جس کو چاہتے ہیں تنگ دست کر	
۳۰	۱۷	دیتے ہیں۔	۱۹
۳۰	۱۶	کن فی کنت۔	۸۶
۷۷	۱۶	وہ ہر چیز پر قادر ہے۔	۲۳
		وہ تمہاری کسی بات سے غافل نہیں۔	
		ظہر اللہ۔	
		وہ ظالموں کے کفر و کفر سے غافل نہیں۔	
		وہ ظالموں کو مانتا ہے۔	
		" " "	
		وہ انگوٹیاں پہنچا کر مانتا ہے۔	
		وہ خلق پر رحم ہے۔	
		تمہارا رب تعالیٰ نوحیہ مانتا ہے۔	
		" " "	
		" " "	
		(ب) خالق و مالک	
		ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔	
		خلق و امر کا وہ مالک ہے۔	
		زمین و آسمان میں اس کی حکومت ہے	
		زمین و آسمان کی ہر چیز کا وہی	
		مالک ہے۔	
		" " "	
		" " "	
		" " "	
		اس نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ	
		پیدا کیا ہے۔	
		وہ مطلق عظیم ہے۔	
		وہی زندہ کرتا ہے اور ہی مانتا ہے۔	

نمبر آیت	نمبر سورۃ	مجتبٰ الہی	نمبر آیت	نمبر سورۃ	رحمت الہی
		(۵) مجتبیٰ الہی			(۵) رحمت الہی
		ہدایت و ہدائی	۸۶	۷	اس کی رحمت مہینوں کے قریب ہے۔
۴	۹	اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔	۱۵۶	۷	انہیں رست پر ہرگز گاموں کے لیے ہے
۷	۹	۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۵۷	۷	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۱۰۸	۹	اللہ تعالیٰ سچوں سے محبت کرتا ہے۔	۱۹۶	۷	وہ صالحین کا ولی ہے۔
۱۱۵	۱۱	وہ مہینوں کے ساتھ جو کھانا نہیں کرتا۔	۱۱۷	۹	وہ مہینوں کے ساتھ جو کھانا نہیں کرتا۔
۱۱۷	۱۱	وہ مہینوں کو بچا نہیں کرتا۔	۱۱۸	۹	وہ تو رب رحیم ہے۔
۱۲۸	۱۶	اللہ تعالیٰ متقیوں اور مہینوں کے ساتھ ہے	۲۵	۱۰	اللہ اور اسلام کی طرف جاتا ہے۔
۲۷	۱۳	وہ مہینوں کو ہدایت دیتا ہے۔	۳۵	۱۰	وہ حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔
۳۶	۱۶	وہ کس کو ہدایت دیتا ہے۔ رحمت الہی	۶۰	۱۰	وہ لوگوں پر پورا فضل فرماتا ہے۔
۷	-	۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۱	۱۱	میرا رب رحیم وودود ہے۔
۹۷	۱۷	جس کو وہ ہدایت دے، وہی ہدایت یافتہ ہے۔	۹۶	۱۲	جس کو ہم چاہتے ہیں اپنی رحمت سے
		اللہ تعالیٰ ان سے محبت نہیں کرتا	۹۸	۱۲	سرفراز کرتے ہیں۔
		اور ہدایت نہیں دیتا۔	۱۱۹	۱۶	وہ غفور رحیم ہے۔
۳۱	۷	وہ مسکینوں سے محبت نہیں کرتا۔	۶	۱۳	آپ کا رب مغفرت فرماتے والا ہے۔
۵۵	۷	وہ مسکینوں سے محبت نہیں کرتا۔	۳۲	۱۴	تم ان کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔
۵۸	۸	وہ مہینوں سے محبت نہیں کرتا۔	۲۹	۱۵	میرے بندوں کو تباہ کر میں غفور رحیم
۱۰۹	۹	اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔	۵۰	۱۵	ہوں اور میرا عذاب شدید ہے۔
۲۴	۹	خاستوں کو ہدایت نہیں دیتا۔	۷	۱۶	وہ دوق رحیم ہے۔
۹۶	۹	وہ خاستوں سے مدافعت نہیں کرتا۔	۶۱	۱۶	وہ انہیں پر فرماؤ وقت نہیں کرتا
			۱۵	۱۷	ہم یونہی عذاب نازل نہیں کرتے۔

نمبر آیت	تفسیر	نمبر آیت	تفسیر
۱۸۰	۷	۲۷	۱۴
۲۳	۸	۳۷	۱۶
۳۷	۸	۳۹	۱۶
۵۳	۸	۲۰۵	۷
۶۴	۸	۲۰۵	۷
۴۶	۸	۴۰۵	۷
۴۲	۹	۵۵	۷
۶۵	۱۰	۵۹	۷
۶۸	۱۰	۵۹	۷
۳	۱۱	۱۸۰	۷
۷۷	۱۷	۳۵	۸
۱۱۰	۱۷	۲۸	۱۳
۲۸	۷		
۳۳	۷		
		۸۷	۷

وہ مخالفوں کو گروہ کرتا ہے۔

گمراہ ہونے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وہ کس کو گروہ کرتا ہے۔ (سنت الہی)

ذکر الہی کے آداب

ذکر الہی کے آداب۔

ذکر الہی کا حکم۔

ذکر الہی

ذکر الہی

کثرت ذکر باعث خلاصہ ہے۔

ذکر الہی سے دل مطمئن ہوتا ہے۔

(خ) متفرق

وہ بہترین حاکم ہے۔

یٰۤاَیُّهَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ اٰلِہٖ وَسَلَّم

۱۵۸	۷	۱۵۷	۷
۶۴	۸	۱۵۸	۷
۱۵	۱۰		
۱۵	۱۰		

اول نبوت رسالت

نبی اہم کی آمد سے پہلے آتے تھے۔ رہنمائی

حضرت مساری فیج انسانی کے صل

ہیں۔

نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ
۳۳۳	۸	۱۰	۱۰
مع ما شیخ			
۳۹	۱۰	۱۰	۱۰
۹۱	۱۲	۳۵	۱۰
مع ما شیخ			
۸۵	۱۵	۱۰۸	۱۶
۸۵	۱۵	۱۱۰	۱۲
مع ما شیخ		۷	۱۳
		۱	۱۳
۳۲	۷		
مع ما شیخ			
۱۵۷	۷	۱	۱۳
مع ما شیخ			
۱۹۶	۷		
۱۵	۸	۴	۱۳
۲۲	۸	۳۳	۱۶
مع ما شیخ			
		۵۵	۱۷
۵۹	۹		
۲۳	۹	۱۹۹	۷
مع ما شیخ		مع ما شیخ	
۶۲	۹	۲۰۰	۷
۷۴	۹	۳۳	۸
مع ما شیخ		مع ما شیخ	
۳۰	۹	۷۲۷	۹
		مع ما شیخ	

میری گزشتہ زندگی میری سچائی کی
دکھن دلیل ہے۔

ہر آفت کے لیے رسول جہنم کیا داتا
ہے۔

میلے راستہ ہے۔ میں ملی وجہ سیرت
لوگوں کو رحمت حق دیتا ہوں۔

اذا استیسا کی تحقیق۔

ہر قوم کے لیے ہادی ہے۔

حضرت کی رسالت کا عہد عطا گواہ ہے۔

کتاب کے احکام سے کچھ نہیں ہیں۔ پر کتاب

آپ پر نازل کی گئی تاکہ آپ لوگوں کو نصیحت

سے نکل کر اپنے آئیں۔

دول کو اس کی قوم کی زبان میں بجا

جاتا ہے۔

مذول کو رسول بنایا گیا۔

ہم نے جسے جسے آپ سید کہیں فضیلت

دی۔

اب رحمت و خلی عظیم

مکرم اخلاق

شیطان سے پناہ مانگنے کی تحقیر۔

کھانا کھانا اگر یہ ہے تو ہم پر تیار

جو کس کا جواب۔

ہی ہزاروں کے لیے اس کی اس میں پر عظیم

طه، القرآن

فہرست	فہرست	فہرست	فہرست
۲۲	۱۵	(۱) ایک شب کا اذان	(د) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
۸۹	۱۶	ہم آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔	کا علم
۸۹	۱۶	جو کتاب ہم نے آپ پر نازل کی وہ وہی ہے۔	سیدنا علی کے قاتل کے بارے میں ارشاد
۱۲	۱۶	نکل شیعہ ہے۔	قیامت کا علم
۸۵	۱۶	ہم ہر چیز کی تفصیل بیان کر دی ہے۔	غیب کا علم
۸۵	۱۶	روح کا علم	حضرت نے حضرت عباس کو فرمایا: وہ
معاشیہ			ہاں کیا ہوا جو تم نے ذرا کیا تھا۔
		(۲) حضور کی اطاعت	مناقصی کا علم
۱۵۸	۷	نبی امی پر ایمان لانا اور ان کا اتباع کرو۔	عبداللہ ابن ابی کریم کے دینے کی حکمت۔
		حضور کو صرف وہی کا اتباع کرتے ہیں اور	
		اپنی طرف سے گھر کر نئی چیزیں نہیں	مناقصی کا علم
۲۰۳	۷	کہتے۔	
۱	۸	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔	
۲۰	۸	" " " "	
۲۱	۸	" " " "	
		اطاعت رسول نہ کرنے والے بدترین چیز ہیں	
۲۲	۸	اللہ۔	
۲۳	۸	ایسے لوگ کو حق منانے کا کوئی فائدہ نہیں	
۳۶	۸	اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اور	
ح	۸	بھگدو نہیں، ورنہ تمہاری ہڈیاں ٹکڑے	
معاشیہ	۸	ہو جائیں گی۔	
		جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا	
		ہے۔ اس کے لیے عذاب شدید	
۱۳	۸	ہے۔	

نمبر آیت	نمبر سورۃ	مترادف	نمبر آیت	نمبر سورۃ	مترادف
۱۹۹	۷	میرا بدو کا رالہ تعالیٰ ہے۔	۷۳	۸	اشرا اور اس کا رسول جب تمہیں ایسی
۶۷	۸	جنگی اسپروں سے لہیر لینے پر حساب	۷۴	۹	بات کی طرف جلتے ہو تمہیں زندہ کرنے
		اگر لوگو! آپ کی مدد نہ کریں تو اشرار فرار ہونے	۷۵	۱۰	والی ہے تو فوراً لہیر لکھو۔
۶۸	۹	واللہ ہے۔ (واقف ہجرت)	۳۶	۱۱	مکینہ سنت کا خیر باد صبراً حاضر اور
			۱۳	۱۲	اس کا جواب
۸۴	۹	منا تعین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت۔	۱۳	۱۳	مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بنی اور لڑ کر
مع حاشیہ			۳۴	۱۴	نکدوں۔
۱۲	۱۱	کیا کفار کی تکذیب سے آپ بعض آیات	مع حاشیہ	۱۵	بیان قرآنی کا منصب صرف حضور کو
		کی تبلیغ ترک کر دیں گے یا آپ کا سینہ			تکفیر ہے۔
		تنگ ہو گا۔			
۳۶	۱۲	جسے حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں سے ہوں	۶۳	۱۶	آپ پر یہ کتاب نازل کرنے کا مقصد یہ
		اور مشرک نہ کروں۔			ہے کہ آپ اسے کھول کر بیان کریں۔
۳۶	۱۳	خیر حشر کی عبارت مذکور۔			(۱) حضور کی تعظیم و تکریم
۳۷	۱۳	کفار کی خواہشات کی پیروی سے سخت	۱۵۷	۷	عز و کرامت و ضرورت
		مانعت۔	۶۱	۹	یہود کی بذیت رسائی اور اس کی سزا۔
۳۸	۱۳	آپ سے پہلے رسولوں کی بیویاں بچے	۱۳	۸	جو اشرار اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا
		رہتے۔			ہے اس کے لیے عذاب شدید ہے۔
۳۸	۱۳	اللہ کے اعلان کے بغیر کوئی نشانی نہیں			
		دکھائی جاسکتی۔			
۹۸	۱۵	اپنے رب کی تسبیح و حمد کیے۔	۲	۷	تبلیغ کے بارے میں آپ تکملی مسوس
۹۹	۱۵	تادم واپس اس کی عبارت کرتے ہوئے۔			نہ کریں۔
۸۶	۱۷	اگر ہم چاہتے تو یہ وحی آپ سے واپس			اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر اپنے نفع و نقصان
		لے لیتے۔	۱۸۸	۷	کھا لے نہیں۔
			۱۸۸	۷	میں خود بخود غیب نہیں جاسکتا۔

شبه القرآن

نمبر سورت	نمبر آیت	ترجمہ	نمبر سورت	نمبر آیت	ترجمہ
۷۸	۷	ان پر خدا سب الہی کا نزول، ان کی بربادی پر			ہم شعیب علیہ السلام
۷۹	۷	حضرت صالح کا اظہارِ حسرت و انکسوس	۹۵ تا ۹۷	۷	آپ کی رحمت اور درجہ
۷۵	۷	مغس ایل ایمان کے ساتھ ان کا مکالمہ۔	میں خوشی		
۷۶	۷	آپ کی رحمت، قوم کا نیک عمل۔	۸۵	۷	اہل مدینہ کا علاقہ
۷۹ تا ۸۱	۱۱	آپ کی استقامت، آپ کا مجرہ۔	میں کٹا		
۹۷	۱۱	ظلم قوموں پر ذاب الہی کا نزول۔	۸۶	۱۱	آپ کی رحمت کہ شرک سے بڑا نیک اور حیات
۹۷	۱۱	نور سب کا عجیب و غریب تاویل۔	۹۵		پھر دو خطاتی مذاکی سے کہ نہ کہش ہر
میں شعیب					جاؤ۔ قوم کا تو عمل اور اس کا انجام۔
۸۶ تا ۸۸	۱۵	نیک ترافی میں ان کی حالت	۸۷	۱۱	دولت سے تعلق ان کا تصور۔
		۴۔ لوط علیہ السلام	۹۱	۱۱	قوم کی دشمنی۔
		آپ کی رحمت اور قوم کا نیک عمل۔	۹۲	۱۱	آپ کا جواب۔
۸۶ تا ۸۸	۷	آپ کے حالات اور علاقہ	۹۳	۱۱	ان کا انجام۔
۸۰	۷	آپ پر لہجہ کا بھونکا الزام اور اس کا رد۔	۹۵	۷	۔ ۔ ۔
میں شعیب			۷۸	۱۵	اصحاب الکعبہ۔
۸۰	۷	اسلام میں طاعت کی سزا۔			۵۔ صالح علیہ السلام
۸۳	۷	بوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی	۹۵ تا ۹۷	۷	آپ کی رحمت اور اس کا نیک عمل۔
میں شعیب			۹۳	۷	نسب نامہ اور علاقہ
۹۷ تا ۹۹	۱۵	آپ اور آپ کا اضطراب۔	میں کٹا		
		آپ کا صولہ بنانی کہنے کا	۷۳	۷	اوتنی بطور نشانی۔
۷۸	۱۱	نتیجہ۔	۷۴	۷	نیک ترافی اور فی اسمہ میں ان کی
		آپ کی قوم کا اخلاقی انحطاط اور آپ کا	۷۷	۷	مہارت۔
۷۷ تا ۷۹	۱۵	اضطراب اور قوم کا انجام۔			انہوں نے سنا کہ بارگاہِ اولاد اپنے پیغمبر کو
					جلیج سے دیا۔

نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ
۱۳۰	۷	۱۰۳	۷
۱۳۵	۷	۱۰۴	۷
۱۳۱	۷	۱۰۵	۷
۱۳۶	۷	۱۰۶	۷
۱۳۷	۷	۱۰۷	۷
۱۳۸	۷	۱۰۸	۷
۱۳۹	۷	۱۰۹	۷
۱۴۰	۷	۱۱۰	۷
۱۴۱	۷	۱۱۱	۷
۱۴۲	۷	۱۱۲	۷
۱۴۳	۷	۱۱۳	۷
۱۴۴	۷	۱۱۴	۷
۱۴۵	۷	۱۱۵	۷
۱۴۶	۷	۱۱۶	۷
۱۴۷	۷	۱۱۷	۷
۱۴۸	۷	۱۱۸	۷
۱۴۹	۷	۱۱۹	۷
۱۵۰	۷	۱۲۰	۷
۱۵۱	۷	۱۲۱	۷
۱۵۲	۷	۱۲۲	۷
۱۵۳	۷	۱۲۳	۷
۱۵۴	۷	۱۲۴	۷
۱۵۵	۷	۱۲۵	۷
۱۵۶	۷	۱۲۶	۷
۱۵۷	۷	۱۲۷	۷
۱۵۸	۷	۱۲۸	۷
۱۵۹	۷	۱۲۹	۷
۱۶۰	۷	۱۳۰	۷

۷۔ موسیٰ علیہ السلام

۸۔ ہارون علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم ہوا۔

یہ کہی سافر حرم تھا۔

فرعون کو آپ کی بددلت اور بی سیرا کیل

کی آزادی کا مطالبہ۔

فرعون کا جبر و طلب کرنا اور آپ کا حصا

ادب و بیضا دکھانا۔

آپ پر ساحر ہونے کا الزام۔

حکب پر کھنڈ کرنے کا الزام۔

جادو گروں کی آمد۔ ان کا آپ سے مقابلہ

اور شکست۔

حقیقتِ حسد

کیم کے ادب سے ساحروں کو

ایمان نصیب ہوا۔

ساحروں کی جبریت گیزا شہر میں

فرعون کا ظلم و تشدد پر آمادہ ہر جانا۔

آپ کا اپنی قوم کو اللہ سے مدد مانگنے

اور مدبر کرنے کی عقلیں فرمانا اور آزادی کا

دعا۔

قوم فرعون کا طمع طمع کے مذاہل میں مبتلا
کیا جانے لگے ہیں ہر آیت پر پیر نہ ہوتا۔
بدغالی پر نہ ہوتا۔

آہستہ آہستہ فرعون کو یہ بت گئے۔
کہ وہ اپنی اسلٹوں کو ان کا وارث بنا دیا
گیا۔

مصر سے پھر بیت المقدس کے بعد بنی اسرائیل کا
موسیٰ علیہ السلام سے بت بنانے کا
مطالبہ۔

آپ کی سرزنش

آپ کا طور پر جانا اور پالیس رات ٹھہرنا۔

صوفیاء کی جلد کشی۔

شوقِ دیدہ کا اظہار۔

پچیس رات کے بعد قذرات کا عطا

جس میں فصاحت اور قسم کی تفصیل تھی۔

آپ کی غیر ماضی میں بنی اسرائیل کا کھلا

بنانا اور کس کو پر جانا۔

عورتوں سے آپ کی خدمت وادبی سے

تعلق کا نامی۔

آپ کی امت میں اچھے لوگ بھی تھے۔

قیام کے صحرا میں بارہ چشموں کا باری کرنا۔

نمبر سورتہ	نمبر آیت	موضوع	نمبر سورتہ	نمبر آیت	موضوع
۵۹ تا ۶۴	۷	۹۔ نوح علیہ السلام	۷	۱۶۰	بنی اسرائیل پر مزید احسانات۔
۶۴	۷	آپ کی دعوت اور قوم کا جواب۔	۷	۱۶۲	بیت المقدس میں داخل ہونے کا حکم۔
۵۹	۷	آپ کی فرمائش اور قوم کا غرق ہونا۔	۱۰	۷۵	ان کا انکار اور اس کی سزا۔
معاشیہ	۷	آپ کی ولادت، شجرہ نسب۔ آپ پر	۱۰	۷۵	فرعون کی طرف آپ کی بعثت اور اس
۶۴ تا ۶۰	۷	تورات کا الزام اور اس کا رد۔	۱۰	۷۶	کا تکبر۔
	۷	دوسارے قوم کی بہتان تراشیاں کہ آپ	۱۰	۷۸	جادوگر ہونے کا الزام۔
	۷	مگراہ ہو گئے اور پھر بھی آپ کی مشفقانہ	۱۰	۷۹	اقتدار حاصل کرنے کا الزام۔
	۷	نصیحتیں۔	۱۰	۸۰	مقابلہ کے لیے ساحروں کو دعوت
	۷	اگر تمہیں میرا رہنا اور وعظ کرنا گراں ہو	۱۰	۸۱	ساحروں کی شکست۔
۷۱	۱۰	تو تم سے جو بن آئے میرے خلاف کر گزرو۔	۱۰	۸۲	" " " "
۷۲	۱۰	میرا توکل اپنے رب پر ہے۔	۱۰	۸۴	اپنی قوم کو صبر و استقامت کی تلقین۔
۷۳	۱۰	انھوں نے آپ کو جھٹلایا اور غرق ہو گئے۔	۱۰	۸۵	" " " "
۷۴	۱۰	" " " "	۱۰	۸۶	" " " "
۳۵ تا ۳۵	۱۱	آپ کی دعوت اور قوم کا رد عمل۔	۱۰	۸۸	اپنے رب سے کلیم کا شکوہ کہ تو نے
۲۷	۱۱	کفار کا اہل ایمان کو حقیر جاننا۔	۱۰	۸۸	فرعون کو یہ کہو و فرعون فرمایا ہے۔
	۱۱	آپ کے نزدیک مفلس اہل ایمان کی قدر	۱۰	۸۸	فرعون کے لیے بددعا۔
۲۹	۱۱	منزلت۔	۱۰	۹۰	فرعون کی غرقابی اور اس کا ایمان
۳۱	۱۱	علم غیب ذاتی کی نفی۔	۱۰	۹۱	" " " "
۳۷	۱۱	کشتی بنانے کا حکم۔ آپ کاشتی	۱۰	۹۲	اس کے بدن کو نجات ملنا۔
۳۸	۱۱	بنانا۔ کفار کا مذاق کرنا۔	۱۰	۹۳	بنی اسرائیل پر عنایات اور ان کی ناشکری۔
۴۱	۱۱	طوفان نوح کی تحقیق	۱۱	۹۶ تا ۱۰۰	موسیٰ علیہ السلام اور سلطان ہابیل۔
معاشیہ	۱۱	" " " "	۱۲	۹۵ تا ۹۹	آپ کو بھیجا گیا تاکہ آپ اپنی قوم کو کفر کے اندھیروں
۴۲	۱۱	پس نوح کے غرق ہونے کی وجہ حضرت نوح کی	۱۷	۹۵ تا ۹۹	سے نکالیں اور یا م اللہ کی یاد تازہ کریں۔
۴۳	۱۱	بے بسی نہ تھی بلکہ اس کی اپنی بد بختی تھی۔	۱۷	۱۰۲	فرعون نے جب آپ کو مسحور کیا تو آپ نے دندان شکن جواب دیا

نمبر سورتہ	نمبر آیت	نمبر سورتہ	نمبر آیت
۱۲	۹	۱۱	۴۶
مع حاشیہ		۱۱	۴۹
۱۲	۱۵	۱۱	۴۵
۱۲	۱۶	مع حاشیہ	۴۵
۱۲	۱۷	۴۱	مع حاشیہ
۱۲	۱۸	مع حاشیہ	۴۶
مع حاشیہ	۲۱	۱۱	۵۴ تا ۵۰
مع حاشیہ	۲۱	۱۱	۴۰ تا ۳
مع حاشیہ	۲۱	۱۱	۵۵
مع حاشیہ	۲۳	۱۱	۵۶
۱۲	۲۴	تعارف سورہ	
۱۲	۲۴	یوسف	
۱۲	۲۴	۱۲	۴
۱۲	۲۵ تا ۲۸	۱۲	۵
۱۲	۲۹	۱۲	۷
۱۲	۳۲	۱۲	۷
۱۲	۳۵	۱۲	۸ تا ۱۴
مع حاشیہ	۳۰	۱۲	۷
۱۲	۳۲	مع حاشیہ	
۱۲			

انہ من اہلی کہنے کی وجہ۔

قصہ نوح بیان کرنے کی حکمت۔

۱۰۔ ہُوَ عَلَی السَّکَام

آپ کی دعوت اور اس کا رد عمل۔

آپ کا نسب نامہ اور علاقہ۔

آپ کی قوم کے بتوں کے نام۔

آپ کو سفید اور کاذب کہا گیا۔

آپ کی دعوت، قوم کا رد عمل، آپ کی

استقامت۔

آپ نے اپنی قوم کو کھلا چیلنج دے دیا۔

آپ کی قوت کا راز توکل علی اللہ۔

۱۱۔ یوسف عَلَی السَّکَام

آپ کی سیرت طیبہ انسانی تکمیل کا مظہر تم

ہے۔

آپ کا خواب۔

حضرت یعقوب کی تعبیر۔

” ” ” ”

قصہ یوسف بیان کرنے کی وجہ۔

برادران یوسف کی سازش۔

حضرت یعقوب کے بٹوں کے نام۔

نمبر ذوق	نمبر ترتیب	نمبر ذوق	نمبر ترتیب
		۷۲	۷
		۷۳	۸
۹۳	۱۹	۹۶	۷
۱۲۵	۱۶	۹۷	۸
۱۲۸	۱۷	۱۰۸	۹
۱۲	۱۸	۱۱	۹
۸۱	۱۹	۱۰۸	۹
		۲۸	۱۱
		۱۱	۱۳
		۱۷	۱۳
		۱۸	۱۳
		۲۱	۱۳
		۲۱	۱۳
		۲۲	۱۴
		۲۵	۱۴
		۹۰	۱۶
		۹۱	۱۶
		۹۴	۱۶

تعماری یا غفلت لوگوں کو اسلام سے متفرق کر دے گی۔

تبلیغ اسلام کے آداب۔

جس شخص کو دعوت اسلام نہیں پہنچی اس کا حساب۔

حق آجملہ، باطل جگمگ کیا۔

انسان اور اس کی عظمت کا قرآنی تصور

تحقیر انسان

مخلوق انسان کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

داروئی کے نظریے کا تقاضا

انسان کو زمین پر تسلط بخشنا اور اس کے لیے مسکن حیات پیدا کیا۔

انسان کے لیے لباس پیدا فرمایا۔

بہترین لباس تقدی ہے۔

روز بروز انسان صحابہ کی پرستش کا

اقتدار۔

اس کی حیثیت کی وجہ۔

آخر میں انسان کی غرض

موتوں دار اس قدر پرستش کا ارشاد

نفاست بدن اور نفاست لباس۔

ایمان اور تعزیری کے باعث زمینی اور آسمانی برکات کا نزول۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سعادت کی توفیق دیتا ہے۔

خدا کا نور بھیجے نہیں بھیجے گا۔ ہر شخص کو

دینی بھائی کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ پاک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

دین میں جبر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود نہ بدلیں۔

حق و باطل کی مثال۔

کشمکش حیات اور بقائے مصلح

مصلحتی کا حکم۔

اس کی حکمت، ارشادات نبوی۔

اسلام کی مثال شجرہ طیبہ کی ہے۔

اشعل بر اوصاف کا حکم دیتا ہے۔

اللہ جل و ارحم کا حکم دیتا ہے۔

اسلامی تمدن کے مصلحت

انہی تینوں مصلحتوں کو جو کندہ دوزخ

تعماد سے عدم حاصل ہائیں گے۔

مذہبیت	مذہبیت	مذہبیت	مذہبیت		
۳۶	۱۱	موجودہ تورات میں ہے کہ خداوند انسان کو پیدا کر کے ملول ہوا۔	۳۲	۷	زینت اور آرائش کی چیزیں حرام نہیں ہیں۔
مع حاشیہ		غور و فکر کی صلاحیتوں کو ضائع کرنا اور انہی			ابلیس، آدم کی حقیقت کو نہ پہچان سکا اور
۹۸	۱۱	تقلید عذاب کا باعث ہے۔	۱۲	۷	اس کے پیکرِ خاکی سے دھوکہ کھا گیا۔
۱۰۵	۱۱	انسان کی سعادت و شقاوت کی کسوٹی	۱۹	۷	جنت سے خروج آدم کے طریقہ کار کی
		آیاتِ تموینی کے ذکر کے بعد فرمایا	مع حاشیہ		حکمت۔
۴	۱۳	ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون۔	۱۰	۸	تقویٰ اختیار کرو اور باہمی اصلاح کرو۔
۳۲	۱۲	انسان پر انعامات خداوندی	۲۸	۸	اولاد اور مال فتنہ ہے۔
۳۲	۱۲	(لکھ کا لفظ غور طلب)			اگر انسان کی طرح اللہ تعالیٰ بھی سزا دینے
۳۲	۱۲	انسان ظلم و کفر ہے۔	۱۱	۱۰	میں جلدی کرتا تو نتیجہ بڑا اندوہناک ہوتا۔
۲۶	۱۵	انسان کی تخلیق			حد سے بڑھنے والا انسان تکلیف کے وقت
۲۹	۱۵	اس میں روح ربانی کا پھونکا جانا۔			بے صبری اور آرام کے وقت ناشکری
۳۰	۱۵	سجدہ کا حکم، ابلیس کا انکار اور اس کا	۱۲	۱۰	کرتا ہے۔
۳۵ تا		راند جانا۔			تمہیں پہلی قوموں کا جانشین بنایا گیا تاکہ
۴	۱۶	انسان لطفہ سے پیدا کیا گیا ہے۔	۱۲	۱۰	تمہیں آزمایا جائے۔
۸ تا ۵	۱۶	تمہارے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔	۱۲	۱۰	قوموں کے عروج و زوال کا راز، کیا ملت
۱۱	۱۶	فکر، عقل، سماع کے انعامات۔	مع حاشیہ		پاکستان نے اس کو پالیا۔
۱۲			۱۹	۱۰	افتراقِ امم کی وجہ۔
۱۳					حیاتِ دنیوی کی مثال اور قوموں کی بڑی
۶۵			۲۲	۱۰	کے اسباب۔
۶۷					خوشی اور غم کے وقت انسان کا طریقہ
۶۹			۱۱ تا ۹	۱۱	عمل۔
		تمہیں بے علم پیدا کیا گیا اور حصولِ علم	۷	۱۱	انسان کو عقل اور عمل کی جو قوتیں بخشی گئی
۷۸	۱۶	کی قوتیں بخشی گئیں۔			ہیں ان کا مقصد کیا ہے ؟
۷۹	۱۶	پرندوں کی پرواز میں اہل ایمان کے لیے قدرت کی	۹ مع حاشیہ	۱۱	رنج و راحت میں مومن اور کافر کے رویے کا فرق۔
		نشانیوں ہیں۔	۸۲	۱۷	

نمبر سورتہ	نمبر آیت	نمبر سورتہ	نمبر آیت
۱۱۹	۹	۱۱	۱۷
۱۲۲	۹	۱۳	۱۷
۱۲۲	۹	۱۵	۱۷
مع حاشیہ		۲۱	۱۷
۱۱۲	۱۱	۳۹	۱۷
۱۱۳	۱۱	۷۰	۱۷
۱۱۵	۱۱	۸۴	۱۷
۱۲۳	۱۱	۱۰۰	۱۷
۳۱	۱۳		
۳۶	۱۶		
۹۰	۱۶		
۱۲۳	۱۶	۱۰۵	۷
۱۲۵	۱۶	۱۶۴	۷
۱۲۸ تا		۱۶۶ تا	
۲۳	۱۷	۱۶۴	۷
مع حاشیہ		۱	۸
۲۶	۱۷	۲۹	۸
۲۶	۱۷	۲۵	۸
مع حاشیہ		مع حاشیہ	
۵۳	۱۷	۲۵	۸
		مع حاشیہ	
۱۱۰	۱۷		

ادامر

انسان بڑا جلد باز ہے۔
 ہر انسان کی فال اس کی گردن میں
 لٹکی ہے۔
 انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔
 ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی،
 اور درجات کو بلند کیا۔
 انسان کو جو قوتیں بخشی گئی ہیں ان سے ان
 کے متعلق باز پرس ہوگی (احساسِ فہم داری)
 ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔
 ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا
 ہے۔
 انسان نجیل ہے۔

سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔
 چند طلبہ علم دین کے حصول اور تبلیغ کے لیے
 اپنے آپ کو وقف کر دیں۔
 حصولِ علم کی فضیلت۔
 اس طرح ثابت قدم رہو جس طرح تمہیں حکم
 دیا گیا ہے۔
 نماز قائم کرو۔
 صبر کا حکم۔
 عبادت اور توکل کا حکم۔
 نماز قائم کرو۔
 اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ بتوں سے بچو۔
 اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔
 (ایک عظیم آیت)
 ملتِ ابراہیمی کا اتباع کرو۔
 تبلیغِ اسلام کا طریقہ۔
 شرک سے بچنے اور والدین کی خدمت کا
 حکم۔
 رشتہ داروں غریبوں مسافروں کے ساتھ مہربانی۔
 صلہ رحمی کے متعلق احادیث
 اچھی باتیں کیا کرو۔
 عبادت میں نہ بلند آواز کرو نہ بالکل
 پست۔

نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت
بنی اسرائیل	دوم انعامات خداوندی	بنی اسرائیل	دوم انعامات خداوندی
۱۰	۹۳	۱۴	۶
۱۲	۵	۱۶	۸
۱۴	۶	۱۶	۱۰
۱۶	۸	۱۶	۱۱
۱۶	۱۲	۱۶	۱۳
۱۶	۲	۱۶	۱۴
۱۶	۳	۱۶	۱۵
۱۶	۴	۱۶	۱۶
۱۶	۵	۱۶	۱۷
۱۶	۶	۱۶	۱۸
۱۶	۷	۱۶	۱۹
۱۶	۸	۱۶	۲۰
۱۶	۹	۱۶	۲۱
۱۶	۱۰	۱۶	۲۲
۱۶	۱۱	۱۶	۲۳
۱۶	۱۲	۱۶	۲۴
۱۶	۱۳	۱۶	۲۵
۱۶	۱۴	۱۶	۲۶
۱۶	۱۵	۱۶	۲۷
۱۶	۱۶	۱۶	۲۸
۱۶	۱۷	۱۶	۲۹
۱۶	۱۸	۱۶	۳۰
۱۶	۱۹	۱۶	۳۱
۱۶	۲۰	۱۶	۳۲
۱۶	۲۱	۱۶	۳۳
۱۶	۲۲	۱۶	۳۴
۱۶	۲۳	۱۶	۳۵
۱۶	۲۴	۱۶	۳۶
۱۶	۲۵	۱۶	۳۷
۱۶	۲۶	۱۶	۳۸
۱۶	۲۷	۱۶	۳۹
۱۶	۲۸	۱۶	۴۰
۱۶	۲۹	۱۶	۴۱
۱۶	۳۰	۱۶	۴۲
۱۶	۳۱	۱۶	۴۳
۱۶	۳۲	۱۶	۴۴
۱۶	۳۳	۱۶	۴۵
۱۶	۳۴	۱۶	۴۶
۱۶	۳۵	۱۶	۴۷
۱۶	۳۶	۱۶	۴۸
۱۶	۳۷	۱۶	۴۹
۱۶	۳۸	۱۶	۵۰
۱۶	۳۹	۱۶	۵۱
۱۶	۴۰	۱۶	۵۲
۱۶	۴۱	۱۶	۵۳
۱۶	۴۲	۱۶	۵۴
۱۶	۴۳	۱۶	۵۵
۱۶	۴۴	۱۶	۵۶
۱۶	۴۵	۱۶	۵۷
۱۶	۴۶	۱۶	۵۸
۱۶	۴۷	۱۶	۵۹
۱۶	۴۸	۱۶	۶۰
۱۶	۴۹	۱۶	۶۱
۱۶	۵۰	۱۶	۶۲
۱۶	۵۱	۱۶	۶۳
۱۶	۵۲	۱۶	۶۴
۱۶	۵۳	۱۶	۶۵
۱۶	۵۴	۱۶	۶۶
۱۶	۵۵	۱۶	۶۷
۱۶	۵۶	۱۶	۶۸
۱۶	۵۷	۱۶	۶۹
۱۶	۵۸	۱۶	۷۰
۱۶	۵۹	۱۶	۷۱
۱۶	۶۰	۱۶	۷۲
۱۶	۶۱	۱۶	۷۳
۱۶	۶۲	۱۶	۷۴
۱۶	۶۳	۱۶	۷۵
۱۶	۶۴	۱۶	۷۶
۱۶	۶۵	۱۶	۷۷
۱۶	۶۶	۱۶	۷۸
۱۶	۶۷	۱۶	۷۹
۱۶	۶۸	۱۶	۸۰
۱۶	۶۹	۱۶	۸۱
۱۶	۷۰	۱۶	۸۲
۱۶	۷۱	۱۶	۸۳
۱۶	۷۲	۱۶	۸۴
۱۶	۷۳	۱۶	۸۵
۱۶	۷۴	۱۶	۸۶
۱۶	۷۵	۱۶	۸۷
۱۶	۷۶	۱۶	۸۸
۱۶	۷۷	۱۶	۸۹
۱۶	۷۸	۱۶	۹۰
۱۶	۷۹	۱۶	۹۱
۱۶	۸۰	۱۶	۹۲
۱۶	۸۱	۱۶	۹۳
۱۶	۸۲	۱۶	۹۴
۱۶	۸۳	۱۶	۹۵
۱۶	۸۴	۱۶	۹۶
۱۶	۸۵	۱۶	۹۷
۱۶	۸۶	۱۶	۹۸
۱۶	۸۷	۱۶	۹۹
۱۶	۸۸	۱۶	۱۰۰

نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ
۳۹	۱۰	۲۲	۹
۱۰۰	۱۰	۳۵	۹
۱۰۸	۲۰	۱۶۲	۴
۱۵	۱۴	۱۶۸	۴
۱۱۸	۱۰	۱۶۹	۴
۳۹	۱۳	۱۶۹	۴
۹۳	۱۶	۳۰	۹
۲۵	۱۶	۳۰	۹
۱۰۶	۱۶	۳۰	۹
۱۰۸	۱۶	۳۰	۹
۱۵	۱۴	۳۰	۹
۱۵	۸	۱۳۶	۴
۱۶	۸	۱۴۶	۴
۱۵	۸	۱۲۴	۴
۱۴	۸		
۳۹	۸		

اکثر اجمار و زبان باطل طریقوں سے مالی
پرپ کرتے ہیں۔
ان کی سسترا۔

ج، ان کا دفتر عمل

سبت کے احکام کی خلاف ورزی اور سبت
مکڑے جڑے کر کھدیا میں منکر کر دیئے گئے۔
ان کی مخالفت اور لاد۔

دولت جمع کرنے کی حرص۔
ان کی لفظ فصیح۔

یسو نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد
نفس لہو کا علم بدستور۔

جبر و قدر

بعض لوگوں پر گہری لازم گردی گئی ہے

جنہوں نے کتب کیا یہ ہادی آیات کی
تکذیب کی۔ ان کو آیات کے فہم سے
محروم کر دیا گیا۔

اگر ہم چاہتے تھے اسے ایمان کی پرکھ سے
بلند کر دیتے۔

انصاف نے منہ نہ ڈالا جس نے ان کا منہ مڑ دیا۔

کیا انسان صاحب اختیار ہے۔
اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب مومن پرستے نہ کیا
آپ لوگوں کو جبراً مومن بنانا چاہتے ہیں۔
جو بدایت اختیار کرتے ہیں وہ اپنا بھلا کرتا
ہے۔
اگر اللہ چاہتا تو سب لوگ ایک امت
جہتے۔

نوسختہ قدیر میں اللہ تعالیٰ رد و بدل کر
سکتا ہے۔ ایمان کتاب ماس کے پاس ہے
اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا
دیتا۔

اگر اللہ چاہتا تو ہم کسی غیر کی عبادت نہ
کرتے۔

نہان پر کلمہ کفر و بدل میں ایمان۔
خداوند عالم نے ان کے دل پر ہر گاہ
دی۔

کوئی کس کا بھی نہیں آٹھائے گا۔

جہاد

جہاد سے فرار کی ممانعت۔

طابق خارج دہلوس کے ہشمار۔

جہاد کا حکم احسان ہے

فتنہ کے خاتمہ اور دین کے غلبہ تک جہاد جاری رکھیں

نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ
		۸	۴۰
		۸	۴۵
۹۳	۹	۸	۴۵
۸۷	۹	۸	۴۷
		۸	۴۷
۱۱۱	۹	۸	۴۷
		۸	مع حاشیہ
۱۲۰	۹	۸	۴۹
۱۲۱	۹	۸	مع حاشیہ
		۸	۶۰
		۸	مع حاشیہ
۱۲۳	۹	۸	۶۰
		۸	مع حاشیہ
		۸	۶۰
		۸	۶۵
		۸	۶۷
		۸	مع حاشیہ
		۸	۱
		۸	۲۱
		۹	۱۲ تا
		۹	۱۵
		۹	۲۹
		۹	۹۱
		۹	۹۲

اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے۔ ڈوومٹ
جہاد میں ثابت قدمی کی تاکید
جہاد میں کثرت سے ذکر کرو۔
اسلامی جہاد کے آداب
موجودہ ترقی یافتہ ممالک کی فوجیں۔ اور
طوفان بدتمیزی۔
کفار مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہیں
دین نے دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے۔
جہاد کے لیے مکمل تیاری کا حکم۔

القوة الرحي

اللہ کی راہ میں جان، مال، وقت سب
خرچ کرو۔ اس کا بہتر اجر ملے گا۔
مسلمانوں کو جہاد پر براہِ نیکی جتنے کرنے کا حکم۔
اسیرانِ جنگ۔

بال غنیمت اور انفال

کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو۔

کن لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا
گیا ہے۔

مغزوروں پر جہاد معاف ہے۔

" " "

بدر

بدر میں تجارتی قافلہ کی بجائے لشکرِ کفار
سے ٹکرا دینے کی وجہ۔ یحق الحق

تمہاری فریاد، ہماری امداد۔

فرشتوں کا نزول۔
فرشتوں کی امداد محض بشارت تھی۔

مدد صرف اللہ تعالیٰ کی تھی۔

میدانِ بدر میں تمہید کا آنا۔ مینہ کا برسنا،
تمہاری دل جمعی کے لیے ہوا۔

فرشتوں کو حکم کہ مسلمانوں کو ثابت قدم
رکھو۔

کفار کو یہ ہزیمت رسول کی نافرمانی کی وجہ سے ہوئی۔

نمبر آیت	نمبر سورۃ	مختصر	نمبر آیت	نمبر سورۃ	مختصر
۹۱	۹	معذوروں پر جہاد معاف ہے۔	۱۷	۸	وَمَارِ مِيت اذ رَمِيت۔
۹۲	۹	" " " "	۱۹	۸	کفار کو سزائیں کہ اگر تم نے ایسا کیا تو
۸۷	۹	بلا وجہ جہاد میں شریک نہ ہونے کی سزا۔	مع حاشیہ		یہی انجام ہوگا۔
۹۳	۹		۴۳	۸	کفار کا لشکر خواب میں کم نظر آنے کی
			مع حاشیہ		حکمت۔
		حنین			
۲۵	۹	غزوہ حنین میں کثرتِ تعداد پر ناز۔	۴۸	۸	اس روز شیطان کا کفار کو کہنا کہ تم پر
۲۶	۹	محسوست پر نصرتِ الہی اور فتح۔	مع حاشیہ		کوئی غالب نہیں آسکتا۔ پھر اس کی
۲۷	۹	" " " "	۱۲ تا	۹	برأت۔
۲۷	۹	بے شمار مالی غنیمت۔	۱۵		مسلمانوں! کفر کے سرغنوں سے جنگ
					کرو۔
					تبوک
		غزوہ طائف۔ (حاشیہ آیت مذکورہ)			
		دُعائیں	۳۸	۹	قیصر کی چڑھائی کی خبریں اور تبوک کی طرف
			مع حاشیہ		حضور کی پیش قدمی۔
		اہل اعراف کی دعا ربنا لا تجعلنا مع	۴۱	۹	جہاد پر روانگی کا حکم۔
۴۷	۷	القوم الظلمین۔	۴۱	۹	نفیرِ عام۔ (عام اعلانِ جنگ)
۵۵	۷	دعا مانگنے کا طریقہ۔ تضرع و خفیہ۔	۴۳	۹	اس موقع پر منافقین کا ردِ عمل۔
			۵۹ تا		" " " "
			۹۴	۹	" " " "
		دعا مانگنے کا طریقہ۔ خوف و طعنا۔	۹۶ تا		" " " "
					جنگ سے پیچھے رہ جانے والے۔
۸۹	۷	حضرت صہیب کی دعا۔	۸۱ تا	۹	
		ساحرانِ فرعون کی دعا۔ ربنا افرغ علينا	۸۷		
۱۲۶	۷	صبراً الخ۔			اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ، مہاجرین اور انصار
		موسیٰ علیہ السلام کی دعا، اپنے لیے اور	۱۱۷	۹	پیر جو جہاد میں شریک ہوئے، نظرِ کرم فرمائی۔
۱۵۱	۷	اپنے بھائی کے لیے۔	۱۱۸	۹	تین مخلصوں کا حال جو جنگ میں شریک ہو سکے۔

نمبر آیت	نمبر سورۃ	موضوع	نمبر آیت	نمبر سورۃ	موضوع
۲۳	۱۷	اپنے والدین کے لیے دعا۔	۱۵۰	۷	شکارت اھل اس سے پناہ کی دعا۔
۴۵	۱۷	دشمن سے مستور ہونے کی دعا۔	۱۵۱	۷	یاسی یا قیوم برکت الخ
۴۵	۱۷	اہل بیچہ سچائی کے ساتھ داخل فرما اور	۱۵۵	۷	ادنت ولیننا فاغفر لنا
۸۰	۱۷	سچ سچائی کے ساتھ نکال کر اور مجھے سلطاناً	۱۵۵	۷	طیطان کے شر سے بچنے کی دعا اور طریقہ۔
		نصیر عطا فرما۔	۱۵۶	۷	دل کو راہ راست پر لانے کی دعا۔
		سیاست	۲۰۰	۷	الہی ہمیں غصہ نہ بنا۔
۷۲	۸	اسلام کی خارجہ پالیسی۔	۲۰۱	۷	ہمیں کافروں کے شر سے نجات دے۔
۷۲	۸	اگر کوئی معاہدہ قوم خیانت کرے، تو	۲۴	۸	کشتی میں سوار ہونے کی دعا۔
۵۸	۸	مسلمان کیا کرے۔	۲۴	۸	نظیر سے بچنے کی دعا۔
۵۸	۸	عمرو بن عبدمنے حضرت امیر معاویہ کو	۸۵	۱۰	حضرت یوسف کی دعا خاطر الحیات الخ
۵۸	۸	روم پر حکمرانی سے روکا۔	۸۶	۱۰	بہل کرنے سے بچنے کی دعا۔
۶۱	۸	اگر کفار صلیح کے لیے ہاتھ بڑھائیں، تو	۱۲۱	۱۱	مجلس تقدیر بدل باقی ہے۔
۶۱	۸	تھام لو۔	۶۷	۱۲	بندگان خدا کی دعا کا اثر۔
۶۲	۸		۶۷	۱۲	کی دعا کی برکت
۸	۹	مشرکین کا مسلمانوں سے رویہ۔	۱۰۱	۱۲	مریت کے لیے دعا۔
۸	۹	لابیون قلیبکم الاولاد ذہبہ	۱۲	۱۳	
۱۰	۹		۱۲	۱۳	
۶۷	۸	اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ۔	۳۹	۱۳	
۶۷	۸	جب تک کہ قوم اپنے آپ کو نہ بے	۳۹	۱۳	
۵۳	۸	اس کی تقدیر نہیں بدلتی	۲۷	۱۳	
۷۲	۸	آیت کے مختلف گروہوں کے باہمی			
۷۲	۸	تعلقات الی کے حلق اور فرائض۔			

نمبر آیت	نمبر سورۃ	عبارت	نمبر آیت	نمبر سورۃ	عبارت
۲۵۷۶	۱۲	عورت کی عصمت کی مخالفت کے احکام۔			عبادات
		حلال حرام			نماز
۳۲	۱۰	طہارۃ کا حکم۔	۷۸	۱۵	نماز کے ادعات۔
۳۲	۱۰	سماع کا حکم۔	۷۹	۱۵	نماز صحت۔
		خود کسی چیز پر حلال و حرام قرار دینا	۳۶	۹	حج
۵۹	۱۰	اللہ تعالیٰ پر بیٹھنا ہے۔			مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ۱۲
۱۱۵	۱۶	کونسی چیزیں حرام ہیں۔ تفصیلی			ہے جن میں سے چار حرام دہلے ہیں۔
		ما اھل بہ لغیرہ۔ (تفصیلی بحث)	۳۷	۹	ایام حج کو آگے پیچھے کرنا کفر میں نیلواؤں
۱۱۵	۱۶	تقدیر و نیاز اور غلو کی منتقلی بحث۔			۴۔
۱۱۶	۱۶	خود کسی چیز پر حلال و حرام نہ کہو۔			زکوٰۃ و صدقات
		شیطان (ابلیس)	۹۹	۹	بعض احوالی قریب الہی اور دُعا کے سائل
۱۱	۷	سب سے بڑے شیطان کا	۹۰	۹	کے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔
۷	۹	پیشکار انا اللہ اس کا صلت طلب کرنا			زکوٰۃ کے مصارف۔
۱۵	۱۰	لعنہ اس کا نتیجہ۔	۷۸	۱۵	کیا بزرگس اسلام پر زکوٰۃ جاتا ہے۔
		حقیقت انسان کے بارے میں شیطان			کیا اسے بھی ہاشمی کو زکوٰۃ دینے سے روکتا ہے۔
۱۳	۷	کی غلط فہمی۔			جرائم و عتوبات
		شیطان اور اس کا گروہ تمہیں تکلیف ہے۔	۸۳	۷	لواطت کی سزا۔
۲۵	۷	اور تم انہیں نہیں دیکھ سکتے شیطان	۳۳	۱۵	قتل بے گناہ کی عاقبت۔
		ان کا دوست ہے جو ایمانی نہیں دیتے۔	۳۳	۱۵	قصاص کا حکم اور اس کی حکمت۔
		شیطان کی دوسرا نماز کی دُعا اس سے بچاؤ۔	۳۲	۱۵	زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔
۲۰۰	۷		۳۹	۱۳	عہدِ نبوی میں عہری عورت کا کردار۔

نمبر	نمبر	نمبر	نمبر
۶۱	۱۵	شیطان کا صلت طلب کرنا۔	شیطان اپنے دوستوں کو مزید گمراہی میں دھکیل دیتا ہے۔
۶۵ تا	۲۰۲	۵	شیطان کی فریب کلامی۔
۵۳	۲۰	۵	شیطان کا کفر کو یکساں کفر پر کرنی غائب نہیں آسکتا۔
۶۱ تا	۴۸	۸	پھر اس کا ان سے الگ ہونا۔
۶۵	۴۸	۸	شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔
۶۲	۵	۱۲	شیطان کس طرح فریب دیتا ہے۔
۶۵	۹	۱۲	شیطان کا اپنے تئیں دلدل پر اہم کر تم
۶۳	۲۲	۱۳	زکریا صومرد میں نے تمہیں گمراہی کی طرف بلایا اور تم بھڑکتے چلے آتے۔
۱۵۷	۳۱	۱۵	شیطان کا سجدہ آدم سے انکار اور اس کی وجہ۔
۱۵۸	۳۵	۱۵	شیطان کا صلت طلب کرنا اور یہ سب شیطان گمراہوں کے اعمال کو آراستہ کرتا ہے۔
۳۲	۳۹ تا ۴۰	۱۵	قیامت کے دن ہم ہی ان کا دوست ہوگا
۳۲	۶۳	۱۶	تلاوت قرآن کریم سے پہلے شیطان کے شر سے بچنا ہوگا۔
۳۲	۶۳	۱۶	شیطان کا غلبہ فقط اپنے پیاروں پر ہے۔
۴۹	۱۰۰	۱۶	شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔
۱۵۱	۵۲	۱۶	ہو آدم سے انکار اور اس کا رافضہ ماننا۔
۴۳	۶۱ تا	۱۶	
۱۱۷	۶۵		

صحابہ اہل بیت اور امت مسلمہ

خلفاء صحابہ
حضور سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

پاکیزہ رزق اور دوسری نعمتیں مسلمانوں کا حصہ ہیں۔

عقیدہ کھالے و مکانات اسواریاں۔

سلسلہ عمرانی۔

دعوت حق اور عادل است۔

صحابہ کے بارے میں طرہ یا یہ بھی ہے

مومن ہیں۔

اللہ کی رحمت الیٰ ہمارے والدین پر جنہوں نے عمنہ و دہنہ کی میں حضور کی پیروی کی۔

۱۱۷

نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ
۶۲	۱۰	۱۱۸	۹
۶۲	۱۰	۴۰	۹
۱۵	۱۱	۲۰	۹
مع حاشیہ	۱۱	۲۱	۹
۱۶	۱۱	۲۲	۹
۱۵	۱۱	۳۲۵	۹
۱۶	۱۱	مع حاشیہ	
۱۰۸	۱۲	۸۸	۹
۲۳	۱۳	۸۹	۹
مع حاشیہ	۱۳	۲۶	۹
۲۲	۱۴	۸۸	۹
۲۱	۱۴	۸۹	۹
۴۵	۱۴	۱۰۰	۹
مع حاشیہ	۱۴	۱۱۷	۹
۱۰۷	۱۴	۱۱۷	۹
مع حاشیہ	۱۴	مع حاشیہ	
۱۱۰	۱۴	۱۱۸	۹
		مع حاشیہ	

حضرت کعب اور ان کے ساتھی جو تبوک میں شریک نہ ہو سکے۔

واقعہ ہجرت اور شان صدیقی۔

صحابہ کا درجہ بہت بلند ہے۔ ان کو رضائے الہی حاصل ہے۔

اللہ نے صحابہ کی کئی مقامات پر مد فرمائی۔

صحابہ کے متعلق فرمایا۔ سب بھلائیاں ان کے لیے ہیں۔ یہی فلاح پانے والے ہیں۔

ان کے لیے جنت ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

صحابہ نے اپنے حصہ کے قیدی اپنے آقا کی نذر کر دیے۔

صحابہ جنہوں نے حضور کے ساتھ جانی و مالی جہاد کیا۔ سب بھلائیاں انہی کے لیے ہیں۔ فوز و فلاح ان کا حصہ ہے۔

السابقون الاولون الخ ان پر خدا راضی اور وہ خدا پر راضی۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر صحابہ پر اللہ کی نظر رحمت۔

ابوخیثمہ کا ایمان افروز واقعہ۔

حضرت کعب مراء اور ہلال کا واقعہ۔

اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوگا اور نہ حزن۔ صحابہ کو بشارت کہ وہ جنتی ہیں، اور خلفائے راشدین۔

جس کی نیت طلبِ آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے۔ اور دنیا اس کے قدموں میں ذلیل ہو جاتی ہے۔

طالبِ دنیا کا دل منطس ہوتا ہے۔

علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ آل اطہار کی شان۔

حضور اور خلفاء کا شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جانا (اعراس کی اصل)۔

مہاجرین کو دنیا و آخرت میں سرفراز کیا جائے گا۔

شان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سمیہ اور یاسر کی شہادت

حضرت عبداللہ ابن خدیفہ کی استقامت۔

ہجرت، جہاد اور صبر کرنے والوں کی عزت افزائیاں۔

نمبر سورتہ	نمبر آیت	نمبر سورتہ	نمبر آیت
۲۰۴	۷	۲۶	۱۷
مع شامیہ			
۲۰۳	۷	۵۶	۱۲
۳	۷		
مع شامیہ			
۳۱	۸	۵۷	۱۲
۱۲۴	۹	۶۸	۱۷
۱۲۵	۹		
۱	۱۰		
۷	۱۰		
مع شامیہ		۳۴۴	۸
		۱۷	۹
۸	۱۰	۱۸	۹
		۱۹	۹
۳۷	۱۰	۱۹	۹
۳۸	۱۰		
		۲۸	۹
۵۷	۱۰	۲۸	۹
		مع شامیہ	
۵۸	۱۰		
		۲	۷
۱۳	۱۱	۵۲	۷
۱۴	۱۱		

ایمان حکومت پر اہل بیت کی کفالت کی ذمہ داری۔

عمل صالح، نیک اعمال سے برائیاں زائل ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اہل ایمان و تقویٰ کے لیے آخرت کا اجر بہتر ہے۔

جو دنیا میں ہی اپنے اعمال کا صلہ لینا چاہے اس کا حال۔

قبلہ

کعبہ کے صحیح متولی متقی ہیں۔ کفار متولی نہیں بن سکتے۔

کفار کو مساجد آباد کرنے کی اجازت نہیں۔

کامل ہومن اس کا متولی بن سکتا ہے۔

مسجد حرام کی آبادی، حجاج کو پہنچا دیتا۔

ایمان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

مسجد حرام کے داخلہ سے مشرکوں کو روک دیا گیا ہے۔

کیا کافر دوسری مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔

قرآن کریم

یہ ذکر مئی للمومنین ہے۔

یہ ہدایت اور رحمت ہے۔

نمبر	نمبر	نمبر	نمبر
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۹	۳۹	۳۹	۳۹
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۱	۴۱	۴۱	۴۱
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۴۵	۴۵	۴۵	۴۵
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰
۵۱	۵۱	۵۱	۵۱
۵۲	۵۲	۵۲	۵۲
۵۳	۵۳	۵۳	۵۳
۵۴	۵۴	۵۴	۵۴
۵۵	۵۵	۵۵	۵۵
۵۶	۵۶	۵۶	۵۶
۵۷	۵۷	۵۷	۵۷
۵۸	۵۸	۵۸	۵۸
۵۹	۵۹	۵۹	۵۹
۶۰	۶۰	۶۰	۶۰
۶۱	۶۱	۶۱	۶۱
۶۲	۶۲	۶۲	۶۲
۶۳	۶۳	۶۳	۶۳
۶۴	۶۴	۶۴	۶۴
۶۵	۶۵	۶۵	۶۵
۶۶	۶۶	۶۶	۶۶
۶۷	۶۷	۶۷	۶۷
۶۸	۶۸	۶۸	۶۸
۶۹	۶۹	۶۹	۶۹
۷۰	۷۰	۷۰	۷۰
۷۱	۷۱	۷۱	۷۱
۷۲	۷۲	۷۲	۷۲
۷۳	۷۳	۷۳	۷۳
۷۴	۷۴	۷۴	۷۴
۷۵	۷۵	۷۵	۷۵
۷۶	۷۶	۷۶	۷۶
۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۷۸	۷۸	۷۸	۷۸
۷۹	۷۹	۷۹	۷۹
۸۰	۸۰	۸۰	۸۰
۸۱	۸۱	۸۱	۸۱
۸۲	۸۲	۸۲	۸۲
۸۳	۸۳	۸۳	۸۳
۸۴	۸۴	۸۴	۸۴
۸۵	۸۵	۸۵	۸۵
۸۶	۸۶	۸۶	۸۶
۸۷	۸۷	۸۷	۸۷
۸۸	۸۸	۸۸	۸۸
۸۹	۸۹	۸۹	۸۹
۹۰	۹۰	۹۰	۹۰
۹۱	۹۱	۹۱	۹۱
۹۲	۹۲	۹۲	۹۲
۹۳	۹۳	۹۳	۹۳
۹۴	۹۴	۹۴	۹۴
۹۵	۹۵	۹۵	۹۵
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶
۹۷	۹۷	۹۷	۹۷
۹۸	۹۸	۹۸	۹۸
۹۹	۹۹	۹۹	۹۹
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰

فریاد و زاری	فریاد و زاری	فریاد و زاری	فریاد و زاری
۱۲	۱۰۹	حقیروں کے لیے اور آخرت بہتر ہے۔	۱۲
۱۳	۱۱۰	دور قیامت مجرموں کی حالت۔	۱۳
۱۴	۱۱۱	قیامت کی سیلی مغرب و فرخت ہجرت	۱۴
۱۵	۱۱۲	نہ دوستی ہی کام آئے گی۔	۱۵
۱۶	۱۱۳	اس سے پہلے ناز اور مدد سے	۱۶
۱۷	۱۱۴	سکے۔	۱۷
۱۸	۱۱۵	دور قیامت زمین و آسمان بدل ویسے	۱۸
۱۹	۱۱۶	جائیں گے۔	۱۹
۲۰	۱۱۷	حکیم اپنی پناہ۔	۲۰
۲۱	۱۱۸	قیامت کے دن نامہ اعمال کھول کر	۲۱
۲۲	۱۱۹	سامنے رکھ دیا جائے گا اور حکم ملے گا	۲۲
۲۳	۱۲۰	کہ اس فرشتہ کو خود پشور۔	۲۳
۲۴	۱۲۱	و قریح قیامت پر کفار کا اعتراض اور	۲۴
۲۵	۱۲۲	اس کا رد۔	۲۵
۲۶	۱۲۳	" " " "	۲۶
۲۷	۱۲۴	" " " "	۲۷
۲۸	۱۲۵	" " " "	۲۸
۲۹	۱۲۶	" " " "	۲۹
۳۰	۱۲۷	" " " "	۳۰
۳۱	۱۲۸	" " " "	۳۱
۳۲	۱۲۹	" " " "	۳۲
۳۳	۱۳۰	" " " "	۳۳
۳۴	۱۳۱	" " " "	۳۴
۳۵	۱۳۲	" " " "	۳۵
۳۶	۱۳۳	" " " "	۳۶
۳۷	۱۳۴	" " " "	۳۷
۳۸	۱۳۵	" " " "	۳۸
۳۹	۱۳۶	" " " "	۳۹
۴۰	۱۳۷	" " " "	۴۰
۴۱	۱۳۸	" " " "	۴۱
۴۲	۱۳۹	" " " "	۴۲
۴۳	۱۴۰	" " " "	۴۳
۴۴	۱۴۱	" " " "	۴۴
۴۵	۱۴۲	" " " "	۴۵
۴۶	۱۴۳	" " " "	۴۶
۴۷	۱۴۴	" " " "	۴۷
۴۸	۱۴۵	" " " "	۴۸
۴۹	۱۴۶	" " " "	۴۹
۵۰	۱۴۷	" " " "	۵۰
۵۱	۱۴۸	" " " "	۵۱
۵۲	۱۴۹	" " " "	۵۲
۵۳	۱۵۰	" " " "	۵۳
۵۴	۱۵۱	" " " "	۵۴
۵۵	۱۵۲	" " " "	۵۵
۵۶	۱۵۳	" " " "	۵۶
۵۷	۱۵۴	" " " "	۵۷
۵۸	۱۵۵	" " " "	۵۸
۵۹	۱۵۶	" " " "	۵۹
۶۰	۱۵۷	" " " "	۶۰
۶۱	۱۵۸	" " " "	۶۱
۶۲	۱۵۹	" " " "	۶۲
۶۳	۱۶۰	" " " "	۶۳
۶۴	۱۶۱	" " " "	۶۴
۶۵	۱۶۲	" " " "	۶۵
۶۶	۱۶۳	" " " "	۶۶
۶۷	۱۶۴	" " " "	۶۷
۶۸	۱۶۵	" " " "	۶۸
۶۹	۱۶۶	" " " "	۶۹
۷۰	۱۶۷	" " " "	۷۰
۷۱	۱۶۸	" " " "	۷۱
۷۲	۱۶۹	" " " "	۷۲
۷۳	۱۷۰	" " " "	۷۳
۷۴	۱۷۱	" " " "	۷۴
۷۵	۱۷۲	" " " "	۷۵
۷۶	۱۷۳	" " " "	۷۶
۷۷	۱۷۴	" " " "	۷۷
۷۸	۱۷۵	" " " "	۷۸
۷۹	۱۷۶	" " " "	۷۹
۸۰	۱۷۷	" " " "	۸۰
۸۱	۱۷۸	" " " "	۸۱
۸۲	۱۷۹	" " " "	۸۲
۸۳	۱۸۰	" " " "	۸۳
۸۴	۱۸۱	" " " "	۸۴
۸۵	۱۸۲	" " " "	۸۵
۸۶	۱۸۳	" " " "	۸۶
۸۷	۱۸۴	" " " "	۸۷
۸۸	۱۸۵	" " " "	۸۸
۸۹	۱۸۶	" " " "	۸۹
۹۰	۱۸۷	" " " "	۹۰
۹۱	۱۸۸	" " " "	۹۱
۹۲	۱۸۹	" " " "	۹۲
۹۳	۱۹۰	" " " "	۹۳
۹۴	۱۹۱	" " " "	۹۴
۹۵	۱۹۲	" " " "	۹۵
۹۶	۱۹۳	" " " "	۹۶
۹۷	۱۹۴	" " " "	۹۷
۹۸	۱۹۵	" " " "	۹۸
۹۹	۱۹۶	" " " "	۹۹
۱۰۰	۱۹۷	" " " "	۱۰۰

کفار و مشرکین

مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہوتی تو ہم مشرک نہ کرتے کسی چیز پر عزم نہ کرتے

کفار خطاب الہی سے کیوں نہیں ڈرتے

" " " " " "

" " " " " "

نمبر سورتہ	نمبر آیت	نمبر سورتہ	نمبر آیت
۱۵	۱۱	۳۷	۷
۱۶	۱۱	۹۴	۷
۱۸	۱۱	۹۴	۷
۲۷	۱۱	مع حاشیہ	
۹۷	۱۱	۹۵	۷
۱۰۱	۱۱	۳۸	۷
۱۰۵	۱۲	۱۰۰	۷
۱۰۶	۱۲	۱۰۱	۷
۱۰۶	۱۲	۱۰۲	۷
۱۰۶	۱۲	۹۹	۷
۱۰۷	۱۲	۹۸	۹
مع حاشیہ	۱۳	۷	۱۰
۶	۱۳	۸	۱۰
۱۲	۱۳	۷	۱۰
مع حاشیہ		۸	۱۰
۳۱	۱۳	۳۶	۱۰
۳۲	۱۳	۶۶	۱۰
۳۳	۱۳	۷	۱۱
۹	۱۴	۷	۱۰
۱۲	"	۷	۱۰
۱۸	۱۴	۷	۱۰
۲۱	۱۴	۸	۱۱

اپنے کافروں کے اقرار۔

ان کی اصلاح کے متعدد طریقے۔

بعثتِ انبیاء تکلیفیں، آرام و راحت
پھر ملک عذاب۔

" " "

دوزخ میں کافروں کا ایک دوسرے
پر لعن طعن۔

گناہوں کے باعث ان کے دلوں پر
تہزیں۔

کفر کے باعث دلوں پر مہریں۔

اکثر کافر عہد شکن اور فاسق ہیں۔

اللہ کی خفیہ تدبیروں سے بدکار بے فکر
ہوتے ہیں۔

مشرکین نجس ہیں۔

کفار ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے

" " " " " "

وہ دنیوی زندگی پر راضی ہیں۔

" " " " " "

وہ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

" " " " " "

کفار ظن کا اتباع کرتے ہیں۔

" " " " " "

فرعونوں کا الزام کہ تم اقتدار کے
بھوکے ہو۔

تسخیر و استعمار ان کا شعار ہے۔

www.KitaboSunnat.com

زبیرۃ	زبیرۃ	زبیرۃ	زبیرۃ
۳۲	۸	۳۰	۱۳
۵۵	۸	۶	۱۵
۱۵	۱۰		
۱۵	۱۰		
۲۲	۱۰	۳۲	۴
۲۲	۱۰	۲۸	۴
۱۹	۱۱	۵۱	۴
۱۱	۱۱	۹۵	۴
۲۴	۱۱	۹۶	۴
۳۲	۱۳	۱۳۶	۴
۳	۱۳	۱۴۹	۴
۳	۱۳	۲۲	۸
۳	۱۳	۲۳	۸
۲۸	۱۴	۳۵	۴
۲۹	۱۴	۴۹	۴
۱۲	۱۵	۳۲	۸
۹۱	۱۵	۳۵	۸
۵۲	۱۶	۳۶	۸
۶۲	۱۶		
۳۵	۱۶		
۳۶	۱۶		

وہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل قرار دے سکتے ہیں۔

بارگاہِ دولت میں گستاخی۔ انکال لجنوں

رج، اُن کے اطوار

اللہ تعالیٰ ہم افتاد پر بلائی۔

برے کام کرتے ہیں پھر کہتے ہیں اللہ نے

ہمیں ایسا علم عطا ہے۔

دین الٰہی کے نزدیک لو رعب کا علم

ہے۔

مکلفیت کے وقت ان کا نظریہ نکالیں

مکلفین ان کے باپ دادا کو بھی قتل کریں۔

اگر وہ ایمان لائے اور ترقی جیتے تو رزق

کے سوا دوسرے عمل جانتے۔

دلائل کے باوجود وہ رفق سے بدلتے ہیں

اور غلط راہ پر دوڑ کر جاتے ہیں۔

یہ لوگوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں نہ کہتے

ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔

یہ راہ حق سے بدلتے ہیں۔ اور اس کو

میر جا کر نہ پا جاتے ہیں۔

انھیں نہیں ہے کہ عرب مسلمانوں کو جنت

انہی سے کچھ جنت نہ ملے گا۔

اگر یہ دین حق ہے تو ہم پر چھوڑا کیسا جاتے۔

ان کی غماز کی کیفیت۔

وہ راہ حق سے روکنے کے لیے مل جاتے ہیں۔

ان کا انتخاب م حیرت ہے۔

کفار بدترین فرشتوں میں۔ یہ جگہ دشمن ہیں۔

قرآن میں حسبِ خواہش بعد بدل کی خوش

کہتے ہیں۔

طوفان میں گھر جاتیں تو خدا کو پھرتے ہیں۔

نیک جانیں تو پھر شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

وہ حق کو تو ضرور ذکر پیش کرتے ہیں تاکہ

اس میں دشمن پیدا کریں۔

یہ فرشتوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔

انجیل کے ساتھ مستہزار

وہ آخرت سے نیا وہ دشمنی زندگی کو

پسند کرتے ہیں۔

وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

وہ لوگوں میں کی برائی چاہتے ہیں۔

انھوں نے نصرت الٰہی کی ناشکری کی

اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں

دھکیل دیا۔

دھول کا استہزاء ان کی گمراہی کا

سبب۔

انھوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔

مشرکین کے طوطے۔

اگر صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو وہ

روگردانی کرتے ہیں۔

نمبر سورۃ	تقریباً	نمبر سورۃ	تقریباً
۶۵	۶۵	۱۰۰	۱۰۰
۱۰۰	۱۰۰	۱۸۲	۱۸۲
۱۸۲	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۳
۲۸	۲۸	۱۸۳	۱۸۳
۵۴	۵۴	۱۸۶	۱۸۶
۱۵	۱۵	۲۰۲	۲۰۲
۱۶	۱۶	۳	۳
۱۸	۱۸	۵	۵
۱۹	۱۹	۱۱۳	۱۱۳
۲۲	۲۲	۳۷	۳۷
۹۸	۹۸	۵۳	۵۳
۱۰۷	۱۰۷	۵	۵
۱۹	۱۹	۳۹	۳۹
۲۵	۲۵	۳۹	۳۹
۲۵	۲۵	۵۰	۵۰
۲۳	۲۳	۳۹	۳۹
۲۳	۲۳	۵۰	۵۰
۲۹	۲۹		
۵۰	۵۰		
۲	۲		
۳۳	۳۳		
۳۳	۳۳		

د) ان کی نجات نہیں

۱۔ ہندو کی آئندہ کی تکذیب کرنے میں ان کی ہر نجات نہیں۔
 ۲۔ کجیگر نے دالوں کو آیات کے نام سے
 ۳۔ محمد کو دیا جاتا ہے۔
 ۴۔ آیات کی تکذیب کرنے والوں کو سخت
 ۵۔ طلب !! استدراج۔
 ۶۔ جنہیں خدا الگ کر دے انہیں گناہوں
 ۷۔ بھٹکے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔
 ۸۔ شیطان اپنے دوستوں کو مزید گناہوں
 ۹۔ میں دیکھیں دیتا ہے۔
 ۱۰۔ کفار پر اچانک عذاب۔
 ۱۱۔ کفار و مشرکین کے لیے استفادہ کی
 ۱۲۔ ممانعت۔

ان کا ہولناک انجام

۱۔ ظالموں کی موت کی کیفیت۔
 ۲۔ کفار چاکت کا انتظار کر رہے ہیں۔
 ۳۔ کتنی بستیوں ہیں جن پر اچانک عذاب
 ۴۔ آیا۔
 ۵۔ روز قیامت ایک دوسرے پر لعنی
 ۶۔ کریں گے۔
 ۷۔ دوزخ میں پلاس کی شدت تو نہیں گے

نمبر سورتہ	نمبر آیت	نمبر سورتہ	نمبر آیت
۱۹	۸	۱۶	۲۴ تا ۲۷
۲۹	۸	۱۶	۲۸
مع شام		۱۶	۲۸
۲	۸	۱۶	۲۸ تا ۲۹
۳	۸	۸۸	
۴	۸		
۲۶	۸	۱۴	۹۴
۲۶	۸	۱۴	۹۴
۲۶	۸		
۲۸	۸	۴	۳۵
		۴	۳۲
۲۹	۸	۴	۳۳
۲۳	۹	۴	۳۳
۲۴	۹	۴	۳۳
۴۱	۹	۴	۳۵
۴۲	۹	۴	۳۴
۴۲	۹	مع شام	
۱۶	۹	۴	۳۶ تا ۳۷
		۳۹	
۸۸	۹	۴	۲۰۱
۱۱۲	۹	۴	۹۶
۶	۱۰	۴	۸۹
		مع شام	

گناہ کا انجام

کفار کی موت کا المناک منظر۔

ان کے ساتھ بتوں کا مکالمہ اور

ان کی حالتِ زار۔

قیامت کے دن انھیں اندھا، بہرا کر کے اٹھایا جائے گا۔

ہر آن آج تیز کر دی جائے گی۔

(و) مومنین و متقین

مومنین کو خوف و حزن نہیں۔

صالحین کی قیامت کے روز عزت افزائی۔

ان کے سینے، کینے سے پاک کر دیے جائیں گے۔

جنتیوں اور دوزخیوں کا مکالمہ۔

دوری آواز سننے میں مانع نہیں۔

اہل اعراف کے حالات۔

متقین کو جب شیطان و سوسہ ڈالتا ہے

تو ان کا طریقہ کار۔

تقویٰ اور ایمان خوشحالی کا باعث ہیں۔

اپنی عاجزی کا اعتراف مومن کی امتیازی صفت ہے۔

نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ
۱۹ تا	۱۳	۱۰	۶
۲۴		۱۰	۶
۱۹ تا	۱۳	۱۰	۹
۲۴		۱۰	۱۰
۱۳		۱۰	۶۳
۲۳	۱۳	۱۰	
۲۸	۱۳	۱۰	
۲۹	۱۳	۱۰	۶۴
۳۵	۱۳	۱۰	۱۰۳
۳۹	۱۳	۱۱	۲۳
مع حاشیہ		۱۱	۲۴
۴۱	۱۳	۱۱	۲۶
۲۳	۱۴	۱۱	مع حاشیہ
		۱۱	۱۰۳
۲۷	۱۴	۱۱	مع حاشیہ
۲۷	۱۴	۱۱	۱۰۸
۵۶	۱۵	۱۲	۸۷
۴۰	۱۵	۱۲	۹۰
۴۱	۱۵	۱۲	۹۶
۴۲	۱۵	۱۲	۹۷
۹۹	۱۶	۱۲	۱۰۶
۴۵	۱۵	۱۳	۳
۴۶	۱۵		مع حاشیہ
۴۵ تا	۱۵	۱۳	۱۸
۴۸			

مومن اور کافر سائنسدان میں فرق۔

اہل ایمان کو مزید ہدایت ملتی ہے۔

” ” ” ” ”

اولیاء اللہ کو حزن و ملال نہیں۔

شانِ ولایت (تشریح آیت بالا)

اولیاء اللہ کے لیے بشارت اور فوزِ عظیم

ہے۔

مومن کو نجات دینا ہمارے ذمہ ہے۔

اصحابِ الجہنہ کی صفات۔

کافر اندھے، بہرے، مومن بننا، شنوا

بزرگوں کی اولاد کا فرضہ۔

آیاتِ الہی سے صرف مومن فائدہ اٹھاتا

ہے۔

نیک بخت جنت میں ہوں گے۔

مومن رحمتِ الہی سے مایوس نہیں ہوتا۔

منتقی اور صابر کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔

اللہ کے نیک بندوں کی دعا سے گناہ

بخش دیے جاتے ہیں۔

حقیقی مومن صوفائے کرام ہیں۔

امت کے فوجانوں کو خطاب۔

جو اللہ کا حکم مانتے ہیں۔ ان کے لیے

بہتری ہے۔

اولوالالباب کون ہیں۔

ان کا اجر۔

نیک بندوں کے والدین، اولاد، احباب

کی پذیرائی ان کی برکت سے ہوگی۔

جن کے دلوں کو ذکرِ الہی سے اطمینان ہوتا

ہے۔

منتقین کو جنت کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اولیاء اللہ کی دعا سے تقدیر بدل جاتی

ہے۔

فوحات کی خوشخبری۔

اہل ایمان کو جنت ملے گی۔

اہل ایمان کو دارین میں ثابت قدمی

نصیب ہوگی۔

مومن کے لیے قبر آرام گاہ ہوگی۔

مومن رحمتِ الہی سے مایوس نہیں ہوتا۔

اللہ کے بندوں کو شیطان گمراہ نہیں

کر سکتا۔

” ” ” ” ”

” ” ” ” ”

منتقی جنات و عیون میں ہوں گے۔

” ” ” ” ”

ان کے دلوں سے ناراضگی دور کر دی

جائے گی۔

نمبر ذیل	نمبر آیت	نمبر ذیل	نمبر آیت
۲۸	۸	۷۵	۱۵
میشیہ		میشیہ	
۴۱	۸	۳۰	۱۶
۲۹	۹	۴۱	۱۶
۶۰	۹	۳۲	۳۱
۳۵	۹	۷۵	۱۶
۸۲	۱۱	میشیہ	
۸۵	۱۱	۷۵	۱۶
۸۵	۱۱	میشیہ	
۸۶	۱۱	۹۶	۱۶
میشیہ		۹۶	۱۶
۸۶	۱۱	۱۱۰	۶
میشیہ		۱۹	۱۶
۵۵	۱۲	۳۶	۱۵
۵۵	۱۲	میشیہ	
۹۰	۱۲	۵۶	۱۴
میشیہ		میشیہ	
۹۲	۱۲	۶۳	۱۴
۳۵	۱۴	۶۵	۱۴
۲۶	۱۵	۷۱	۱۴
۲۴	۱۴	۳۱	۴

غراست المؤمن

وہ چیز کا جو کسی کی عزت افزائی ہے۔

ان کی وفات کا شروع پر در نظر۔

بشاکہ، دلیا، وہ باذن اللہ تصدیق کر سکتے ہیں۔

حرب اللہ مثلاً الخ آیتہ قطبیت،

عزیمت سیدنا علی المرتضیٰ کے وسیلہ سے

ملتی ہے۔

پاکیزہ زندگی خرمین کا مظاہرہ ہے۔

ہجرت، ہجرا اور ہجر کے معنیوں کا ذکر ہے۔

جو آخرت کا خواباں ہو اور اس کے لیے

کوشاں۔

ادبیا کریم کا ذکر بعض حق ناخدا سوں کا

انتواض اور اس کا جواب۔

تیکوں کو وسیلہ بنانا۔

اللہ تعالیٰ کا شیطان کو پیچ کر تو میرے

بنوں پر قابو نہیں پاسکتا۔

جنہیں دائیں ہاتھ میں تار اعمال لپیٹا جائیگا۔

معاشیات

اسراف کی ممانعت۔

نمبر آیت	نمبر سورۃ	نمبر آیت	نمبر سورۃ
۲۸	۴	۲۹	۱۷
۳۹	۹	۲۹	۱۷
۵۰	۴		
۵۲	۴	۳۰	۱۷
۵۳	۴		
۵۵	۴	۳۱	۱۷
۵۶ تا	۴	۳۶	۱۷
۵۹			
۶۳	۹	۸۵	۷
۶۴			
۶۹ تا			
۷۰		۱۰۷	۷
۷۳ تا		۱۰۸	۷
۸۷		۱	۱۷
۸۰	۹		
۷۳	۹		
۷۰	۴		
۷۵	۴		
۸۲	۹		
۸۳	۹		
۸۵	۹	۳۲ تا	۴
۸۶	۹	۵۹	۹
۸۷	۹	۹۵	۹
۸۷	۹	۹۶	۹

یہ جیسے ہی متنفس انگیزی کرتے تھے اور
ایسے بھی کر رہے ہیں۔

ان کے چند سے بھی نامعلوم۔

منافقین کے احوال۔

منافقین انعام اور جہالات کی اظہار۔

" " " "

" " " "

" " " "

" " " "

" " " "

عسکریات کی دل۔

منافقین سے جہاد کرنے کا حکم۔

منافق اعزاب۔

تعلب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔

منافقین کی ساز و بہار کی ممانعت۔

ان کے عادی میں شرکت سے محروم کر دیا گیا

ہے۔

ان کے موال اور اولاد ان کے پیچھے رہا ہے۔

منافقین کی جلد سے منعت۔

نہیں اور اسراف مت کرو۔

میانزدی اختیار کرو

مطلق یہ سنگی اور فرائض انسانی کے اختیار

ہیں۔

انکس کے خوف سے اولاد کو مت

قتل کرو۔

اللہ تعالیٰ کا فضل (مطلق) تلاش کرو۔

کا و باری پیدا ہوتی سے گلہاں نسل

برپا ہوتا ہے۔

معجزات

موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور پیر پناہ

" " " "

واقعه معراج شریف۔

اس کے ضمن میں مجوزہ پر بدل بحث کی گئی

ہے۔ مجوزہ کہتے ہیں۔ اس کے وقوع

کے خلاف۔ اس پر جدید و قدیم اعتراضات

کا رد۔ روایت کی قطع و طعن۔

سمجھو پر ہجوم (HUME) کا اعتراض

اور اس کا جواب۔

منافقین

جنگ تبوک کے وقت منافقین کا رد عمل۔

" " " "

" " " "

" " " "

نمبر آیت	نمبر سورۃ		نمبر آیت	نمبر سورۃ	
۲۷	۸	اللہ اور اس کے رسول سے نیابت نہ کرو۔	۸۵	۹	جماد سے معذرت کے باعث ان کے لوگوں پر مہربانگی اور سبب ہوئی۔
۲۸	۸	نیابت اور لمانت کا مفہوم۔	۹۳	۹	منافقین کی معذرت قبول نہ کرنے کا حکم۔
۲۹	۸	منکوں، نیککاروں اور لوگوں سے دھکے	۹۵	۹	ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو۔ ان سے منہ پھیر لو۔ یہ ناپاک ہیں۔
۱۱۲	۱۱	واللہ کی طرح نہ ہو جاؤ۔	۹۷	۹	یہ قسموں سے یقین بخش کرنا چاہتے ہیں۔
۱۱۳	۱۱	مکرشی مت کرو۔	۹۸	۹	اعراب کے کفر و نفاق کی شدت۔
۱۱۴	۱۱	نفاقوں کی طرف مت مائل ہو۔	۱۰۶	۹	اعراب اللہ کے لیے خرچ کرنے کو تادان کہتے ہیں۔
۹۰	۱۶	اللہ تعالیٰ بے حیائی، بڑائی اور مکرشی سے منع کرتا ہے۔	۱۰۷	۹	مسجد بناد اور اس کے بنانے والے۔
۹۱	۱۶	اس بڑی بات کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا کافرا، کفرانگیزت پاردہ پہن کر دیا۔	۱۰۸	۹	نواہی
۹۲	۱۶	قسموں کو باہمی دھوکہ دہی کا ذریعہ نہ بنانا۔	۱۰۹	۹	نہیں میں فساد مت پھیلاؤ۔
۹۳	۱۶	اللہ تعالیٰ کے عہد کو کم قیمت پر مت نہ پھرو۔	۱۱۰	۹	خال گیری کی ممانعت۔
۹۴	۱۶	اسلام مت است کرو۔	۱۱۱	۹	خدا اور رسول کے احکام کو چھوڑ کر کسی دوست کی پیروی مت کرو۔
۲۶	۱۷	ادلاء کو انکس کے خوف سے قتل نہ کرو۔	۱۱۲	۹	وہ باتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔
۳۱	۱۷	زنا کے قریب مت جاؤ۔	۱۱۳	۹	کالدیاری بدیانتی سے ملک میں فساد برپا نہ کرو۔
۳۲	۱۷	قیم کے مال کے نزدیک مت جاؤ۔	۱۱۴	۹	
۳۳	۱۷	نہیں میں غرور سے نہ چلو۔	۱۱۵	۹	